بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
جُمعہ مُبارکہ
کے
فضائل واحکام
خواتین وحضرات کے لئے یکساں مفید
مصنِّف
مفتی محمد رضوان
ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جُمعہ مُبارکہ

کے

فضائل واحکام

جُمعہ مُبارکہ کے دن اوراس کی رات اور جمعہ مبارکہ کی نماز کے فضائل واحکام
جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا، اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا اہم کام انجام دیئے گئے؟ اوراس دن آئندہ کیا کیا اہم کام انجام دیئے جائیں گے؟
جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز وخطبہ کے متعلق قرآن وسنت
اورفقہ میں بیان شدہ مفصل ومدلَّل فضائل، احکام ومنکرات۔
خواتین اورمردحضرات کے لیے جمعہ کے دن ورات
کے مسنون ومستحب اعمال، اور منکرات کا تحقیقی جائزہ
خواتین اورمردحضرات کے لئے یکساں مفید

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نام کتاب: جمعہ مبارکہ کے فضائل واحکام

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ جون 2008ء۔ طباعتِ دوم: ربیع الاول ۱۴۳۶ھ، جنوری 2015ء

صفحات: ۷۱۶

ملنے کے پتے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فہرست

(فصل نمبر۶)

(فصل نمبر۷)

(فصل نمبر۸)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(فصل نمبر۳)

نمازِ جمعہ کے لئے مرد وعورت سے متعلق احکام

(فصل نمبر۴)

نمازِ جمعہ کے لئے مریض ومعذور سے متعلق احکام

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(فصل نمبر ۱۳)

نمازِ جمعہ سے متعلق متفرق، عمومی احکام ۵۹۶

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اسلامی تعلیمات میں ''جمعہ کا دن'' انتہائی مبارک اور مہتم و عظیمُ الشان دن ہے، اسی برکت، اہمیت اور عظمت کی وجہ سے اس دن کو ''جمعہ مبارکہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

جمعہ کے دن ''نمازِ جمعہ'' کی فضیلت واہمیت تو اپنی جگہ ہے، لیکن جمعہ کے دن میں اور بھی کئی عظیمُ الشان فضیلتیں پائی جاتی ہیں، اور کئی فضیلت وعظمت والے اعمال بھی اس دن کے ساتھ وابستہ ہیں، متعدد احادیث میں جمعہ کو ''ہفتہ وار عید'' قرار دیا گیا ہے، اور جمعہ کے دن ایک انتہائی عظمت وقبولیت والی گھڑی آتی ہے۔

اس کے علاوہ جمعہ مبارکہ یا اس دن یا اس کی رات کے حوالہ سے وارِد ہونے والی بعض احادیث وروایات سند کے اعتبار سے کمزور یا نا قابلِ اعتبار ہیں، جن کی عوام میں شہرت پائی جاتی ہے، اور ان کی بنیاد پر بعض نظریاتی وعملی غلو وبے اعتدالیاں بھی سامنے آتی ہیں۔

جمعہ مبارکہ کے دن اور جمعہ کی نماز کی فضیلت واہمیت کے پیشِ نظر بندہ نے کچھ عرصہ پہلے ایک کتاب ''جمعۃُ المبارک کے فضائل واحکام'' کے نام سے ترتیب دی تھی، جو اُس وقت تک بندہ کی دیگر تالیفات سے حجم میں زیادہ تھی، پھر بعد میں بندہ کی اور بھی کئی کتب اس سے زیادہ حجم وضخامت کی شائع ہوتی رہیں۔

جب اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا، تو بندہ نے دوبارہ اشاعت سے پہلے اس کتاب کے تمام مباحث اور جزئیات پر نظرِ ثانی، تحقیق وتخریج اور فقہی مسائل میں توسیع کا اہتمام کیا، اور جن مسائل میں بندہ کی رائے تبدیل ہوگئی تھی، ان کو بھی دلائل کے ساتھ جدید موقف کے مطابق مرتب کرنے کا اہتمام کیا، ساتھ ہی جو احادیث وروایات پہلے ایڈیشن میں اسناد کی تحقیق کا موقع میسر نہ آنے کی وجہ سے شامل کرلی گئی تھیں، ان کی اسنادی حیثیت کی بھی تحقیق

کی، جس کے نتیجہ میں بعض احادیث وروایات اسناد کے اعتبار سے ضعیف یا غیر معمولی ضعیف وناقابلِ اعتبار معلوم ہوئیں، اوران کی اسنادی حیثیت کی وضاحت ضروری معلوم ہوئی۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے لئے تحقیق، تخریج اور تفریع وغیرہ کا کام مکمل ہوگیا ہے، اوراس مرتبہ اس کو''جمعہ مبارکہ کے فضائل واحکام'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اوراس کتاب کو قارئین کی سہولت وآسانی اور مباحث کو منضبط کرنے کے لئے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا حصہ''یومِ جمعہ کے فضائل واحکام'' سے متعلق ہے، اور دوسرا حصہ''نمازِ جمعہ کے فضائل واحکام'' سے متعلق ہے۔

اس موقع پر یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ تحقیق کے دوران بندہ کا بعض مسائل میں رجحان کسی معروف وسابق قول کے خلاف ہوا ہے، جس کی بنیاد''فیما بیني وبین اللہ'' دیانت داری اور ذمہ داری پر ہے کہ بندہ نے دلائل، ضرورت اور حالات ومقتضیات کی وجہ سے جس قول کو راجح سمجھا، اس پر دیانت داری کے ساتھ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنے رجحان کا اظہار کیا ہے، اگرچہ بعض اصحابِ علم کو یہ رجحان خلافِ توقع نظر آئے گا، جو کہ ایک فطری امر ہے، بندہ کو جب تک خود ان مسائل میں خاص تحقیق کا موقع میسر نہیں آسکا تھا، اس وقت بندہ کو بھی شاید کسی اور کی طرف سے اس طرح کا موقف سامنے آنے پر اول وہلہ میں اسی طرح کا تعجب ہوتا، مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ کوئی عصبیت یا دنیاوی فتح وشکست اور ہار جیت کا کھیل نہیں، بلکہ دین کا معاملہ ہے، جس میں اجتہاد وتحقیق اور راجح مرجوح اور اپنے کسی سابق قول سے رجوع کرنا اوراس کا اظہار کرنا کوئی قابلِ نکیر اور باعثِ ملامت چیز نہیں، بلکہ یہ اصحابِ علم کی ذمہ داریوں میں داخل ہے، جس پر بروزِ قیامت منجانب اللہ باز پرس کا بوجھ سر پر ہے۔

اور بندہ نے جہاں کہیں معروف وسابق قول کے علاوہ کسی دوسرے قول پر رجحان کا اظہار کیا ہے، تو دوسرے اصحابِ علم پر اس کو راجح قرار دینا یا اس کے مطابق فتویٰ دینا لازم نہیں، بلکہ وہ اپنے نزدیک جس قول کو راجح سمجھتے ہوں، اسی کو اختیار کرنے کے مکلّف ہیں، لیکن کم از کم درجہ میں یہ بات ضروری ہے کہ مجتہد فیہ اور فروعی مسائل میں طرفین کو لچک واعتدال کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

پھر اس قسم کے مسائل میں جہاں بندہ نے کسی معروف یا سابق قول کے خلاف رجحان ظاہر کیا ہے، وہ بندہ کا اپنا مخترع قول نہیں، بلکہ پہلے سے اصحابِ فقہ واصحابِ علم، بلکہ فقہائے کرام اور محدثینِ عظام کی ایک جماعت کا قول رہا ہے، اس لئے اس پر تفرد یا شذوذ کا حکم لگانا بھی ناانصافی ہے، ورنہ تو یہ حکم حنفیہ کے بہت سے ایسے معروف اقوال پر بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جو جمہور فقہائے کرام ومحدثینِ عظام کے خلاف ہیں، اس کے باوجود بھی اگر کوئی صاحبِ علم ایسا کرتے ہیں، تو یہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔

اس موقع پر اہلِ علم حضرات کے لئے ''اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا'' کے ''فقہی اختلاف کی شرعی حیثیت'' سے متعلق منظور کردہ قرارداد کے نکات کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) احکامِ شرعیہ کے دو حصے ہیں: منصوص اور غیر منصوص۔

منصوص احکام سے مراد وہ احکامِ شرعیہ ہیں، جو کتاب وسنت میں مذکور ہیں، اور غیر منصوص سے مراد وہ احکام ہیں، جن کا تعلق ائمہ مجتہدین اور فقہائے امت کے اجتہاد واستنباط سے ہے، بلاشبہ ائمہ وفقہاء کے اجتہادات اور ان کا فقہی ذخیرہ ہمارا قیمتی سرمایہ اور شریعتِ اسلامیہ کا حصہ ہیں۔ [1]

(۲) ائمہ مجتہدین کے درمیان مسائل میں جو اختلافِ رائے ہے، وہ اختلاف حق وباطل نہیں ہے، بلکہ مختلف فیہ مسائل کی ایک بڑی تعداد وہ ہے جن میں افضل، غیر افضل، راجح، غیر راجح کا اختلاف ہے، باقی مسائل میں اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ ایک رائے صواب باحتمالِ خطاء اور دوسری رائے خطاء باحتمالِ صواب پر محمول ہے۔

(۳) عامی جو کتاب وسنت اور دلائلِ شرعیہ سے واقف نہیں ہے، اس کے لئے راہِ عمل یہ ہے کہ وہ کسی معتمد ومستند عالمِ دین سے مسئلہ شرعی معلوم کرکے اس پر عمل کرے، وہ اسی طرح شریعت پر عمل پیرا قرار دیا جائے گا۔

---

[1] ملحوظ رہے کہ بعض مسائل منصوص ہو کر بھی مجتہد فیہ بن سکتے ہیں، مثلاً جب نصوص متعارض ہوں۔ محمد رضوان۔

(۴) ائمہ مجتہدین کی آراء پر عمل کرنے والی مختلف جماعتوں یا افراد کا ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا یا ان اکابرِ سلف کی مذمت کرنا یا ان کے فقہی استنباطات کو تمسخر کا نشانہ بنانا قطعاً حرام ہے، اور یہ کسی مسلمان کے لئے دنیا وآخرت میں سخت بدنصیبی اور خسارہ کا سبب ہے۔

(۵) اختلافی مسائل میں سلفِ صالحین کی روش رواداری، ادب واحترام، ایک دوسرے کے مقام ومنصب کو ملحوظ رکھنے اور ان کے علوم ومعارف کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھنے کی رہی ہے، ان حضرات نے علمی مباحث میں ان آداب کی پوری رعایت کی ہے، بلاشبہ سلفِ صالحین کی روش ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے، افرادِ امت کی ذمہ داری ہے کہ اسی روش کو اختیار کریں اور اختلافی مسائل میں راہِ اعتدال پر چلیں۔

(۶) اگر وقت اور حالات کی تبدیلی سے معاشرہ کسی مشکل صورتِ حال کا شکار ہو، اور ائمہ مجتہدین کی فقہی آراء میں سے ایک پر عمل حرج اور دشواری کا باعث ہو، اور دوسری فقہی رائے پر عمل سے یہ حرج دور ہو جائے، تو ایسی صورت میں علماء وفقہاء جو اصحابِ ورع وتقویٰ اور اربابِ علم وفہم ہوں ان کے لئے دوسری رائے پر فتویٰ دینا جائز ہے، جو باعث دفعِ حرج ہو، البتہ اس طرح کے مسائل میں انفرادی طور پر فتویٰ دینے کے بجائے اجتماعی طریقہ اختیار کیا جائے۔ [1]

---

[1] ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے مسائل میں فتنہ وانتشار وغیرہ سے بچنے کے لئے، جو کہ ایک انتظامی چیز ہے، حتی الامکان دوسرے اہلِ علم حضرات کی آراء کو شامل کرنا مناسب ہے، نہ یہ کہ کسی اجتہادی صلاحیت رکھنے والے صاحبِ علم کو، خواہ وہ خاص اس جزئی مسئلہ میں ہی مجتہدانہ صلاحیت رکھتا ہو، اپنے اجتہاد کی روشنی میں رائے قائم کرنا جائز نہ ہو، کیونکہ اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے اہلِ علم حضرات کی طرف سے اجتماعیت قائم کئے بغیر اپنے اپنے طور پر اس طرح کے مسائل میں اجتہاد اور اپنی رائے قائم کرنے کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہا ہے، اور مجتہد کو دوسرے کا پابند کرنا، خواہ وہ دوسرا مجتہد ہی کیوں نہ ہو، یہ فقہائے کرام کی تصریح کے خلاف ہے، اور ہر مسئلہ میں اجتماعیت کا پیدا کرنا ممکن بھی نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۷) ایسے مسائل جن میں مستند علماء وفقہاء کی ایک جماعت عدول کی ضرورت سمجھے اور مسئلہ مجتہَد فیہ میں ایک خاص فقہی رائے کو دفعِ حرج کے لئے اختیار کرے اور اس پر فتویٰ دے، اور دوسری جماعت اس سے اختلاف کرے، اور اس فقہی رائے کو اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرے، ایسی صورت میں عام لوگوں کے لئے اس رائے پر عمل کرنا جائز ہے، جس میں عدول کر کے سہولت کی راہ اختیار کی گئی ہے، اور اصحابِ افتاء کے لئے اس رائے پر بھی فتویٰ دینا جائز ہے (بارھواں فقہی سیمینار، بستی، بتاریخ ۵تا۸ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ، بمطابق 11 تا 14 فروری 2000ء)

اللہ تعالیٰ راہِ اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور امتِ مسلمہ کو اس راہِ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جو اللہ کے نزدیک حق ہے۔ آمین۔ فقط۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

مورخہ: ۲/صفر المظفر/ ۱۴۳۶ھ بمطابق 25/نومبر/2014ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اسی طرح دوسرے حضرات کی رائے کا اس کے مطابق ہونا بھی ضروری نہیں، اور دوسروں سے استفادہ تحریراً و تقریراً یا ان کی تحریرات ملاحظہ کر کے مختلف طریقوں سے ممکن ہے، سب کے لئے اجتماعی مجلس قائم کر کے ہم آہنگی پیدا کرنے کا طریقہ ضروری نہیں اور نہ ہی یہ عام طور پر متوقع ہے۔ محمد رضوان۔

ذكر الحنفية، والمالكية، والشافعية، والحنابلة أنه لا يقلد المجتهد مجتهدا غيره، لأن القدرة على الاجتهاد تمنع من التقليد. ومن علم أدلة القبلة لا يجوز له أن يقلد غيره مطلقا، وأما غير المجتهد فعليه أن يقلد المجتهد، لقوله تعالى :(فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)

وإذا كان هناك أكثر من مجتهد فالمقلد له أن يختار أحدهم، والأولى أن يختار من يثق به أكثر من غيره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴ ص ۷۲، ۷۳، مادة "استقبال")

أما إن أخبره عن اجتهاد فلا يقلده؛ لأن المجتهد لا يقلد مجتهدا آخر (الفقه الاسلامي وادلتهٗ للزحيلي، ج ا ص ۶۷۵، الباب الثاني، الفصل الثاني)

المجتهد لا يقلد مجتهدا آخر (مجمع الانهر، ج ا ص ۸۳، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

پہلا حصہ

یومِ جمعہ
کے
فضائل واحکام

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں
جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات سے متعلق فضائل واحکام
منکرات اور بے اعتدالیاں

(باب نمبر ۱)

جمعہ کے دن سے متعلق فضائل واحکام

شریعتِ مطہرہ میں جمعہ کے دن کے بہت سے مستند فضائل ہیں، جو مختلف نوعیّتوں کے ہیں، اور معتبر احادیث، روایات اور آثار میں جمعہ کے دن بعض اعمال کو انجام دینے کے فضائل وترغیب کا ذکر بھی پایا جاتا ہے، البتہ بعض فضائل یا اعمال ایسے ہیں کہ جو کمزور اور نا قابلِ اعتبار احادیث وروایات کی بنیاد پر مشہور ہو گئے ہیں، اور ان کے متعلق عقائد ونظریات میں پختگی آ گئی ہے، جبکہ ضعیف حدیث کی بنیاد پر کوئی عقیدہ قائم کر لینا درست نہیں۔

اس کے علاوہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ یا تو سِرے سے من گھڑت ہیں یا پھر ان میں مختلف قسم کی بے اعتدالیاں اور منکرات پیدا ہو گئے ہیں۔

اور جمعہ کے دن سے متعلق شریعت نے کئی احکام مقرر کئے ہیں، جن کے درجات بھی متعین ہیں، ان سب چیزوں کا جاننا اور سمجھنا ضروری ہے۔

آگے مدلَّل ومفصّل انداز میں ان چیزوں کے متعلق الگ الگ فصلوں کے تحت تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جمعہ کے دن کی قدر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اور ناقدری سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

(فصل نمبر ۱)

یومِ جمعہ کی فضیلت واہمیت

جمعہ کے دن کی بڑی فضیلت واہمیت ہے، جس کا قرآن وسنت سے ثبوت ملتا ہے، ذیل میں اس سلسلہ میں کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

جمعہ کے معنیٰ

جمعہ عربی کا لفظ ہے، اس میں میم اور جیم کے اوپر پیش لگا کر جُمُعَہ اور کبھی میم کے اوپر سکون یعنی جزم لگا کر جُمْعَہ بولا اور پڑھا جاتا ہے، نیز اس میں اور لغات بھی ہیں۔ [۱]

---

[۱] لفظِ جمعہ میں چار لغات کا ذکر ملتا ہے:

(۱)......الجُمُعة، جیم اور میم کے پیش کے ساتھ۔

(۲)......الجُمْعَة، میم کے سکون یعنی جزم کے ساتھ۔

(۳)......الجُمَعَةُ، میم کے فتح یعنی زبر کے ساتھ۔

(۴)......الجُمِعَةُ، میم کے زیر کے ساتھ۔

مگر یہ آخری لغت بہت کمزور اور ضعیف، اور پہلی لغت مشہور اور کثیرُ الاستعمال ہے، اور دوسری وتیسری لغات کو شاذ یعنی بہت قلیلُ الاستعمال قرار دیا گیا ہے۔

بضم الجيم والميم هى اللغة الفصحى، وتخفف الميم بالإسكان، أى اليوم المجموع فيه ;لأن فعلة بالسكون للمفعول كهمزة، وبفتحها بمعنى فاعل، أى اليوم الجامع، فتاؤها للمبالغة كضحكة للمكثر من ذلك لا للتأنيث، وإلا لما وصف بها اليوم ....قال ابن حجر :وحكى كسر الميم. أقول :الظاهر أن هذا وهم منه، وإنما هو الفتح، ففى القاموس، الجمعة بضمة وبضمتين و كهمزة اهـ .والضم والفتح قراء تان شاذتان أيضا فى يوم الجمعة، وحيث إنه لم يذكر الفتح، وحكى الكسر وهو فى صدد الاستيعاب دل على أنه وهم، نعم لو حكى الثلاثة ثم قال :وحكى الكسر لاحتمل وقوعه، مع أن المفهوم من الكتب الصرفية أن هذا الوزن ليس من الأوزان العربية، وقال النووى : بفتح الميم وضمها وإسكانها حكاه الفراء ، وجه الفتح أنها مجمع الناس ويكثرون فيها، كما يقال : (همزة لمزة)وكانت تسمى فى الجاهلية بالعروبة(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۰۰۸ ، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

اور عربی میں جمعہ کے دن کو ''یوم الجمعۃ'' کہا جاتا ہے، ''یوم'' کے معنیٰ ''دن'' کے آتے ہیں، اور ''جمعہ'' ہفتہ میں ایک دن کا نام ہے۔ [1]

لفظِ ''جمعۃ'' عربی میں ''جَمَعَ یَجْمَعُ'' سے ماخوذ ہے، جس کے لغت (DICTIONARY) میں معنیٰ مجمع یا جمع ہونے کے آتے ہیں، کیونکہ اس دن نمازِ جمعہ کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب جاہلیت کے زمانہ میں اس دن کو ''عَــرُوْبَۃ'' عین کے زبر کے ساتھ کہا جاتا تھا، لیکن بعد میں یہ نام بدل دیا گیا تھا اور اس کی جگہ جمعہ کہا جانے لگا تھا۔ [3]

---

[1] یوم الجمعة مركب إضافي من جزأين :يوم وجمعة، واليوم فى اللغة والاصطلاح أوله من طلوع الفجر الثاني إلى غروب الشمس، وهو مفرد مذكر يجمع على أيام، والعرب تطلق اليوم وتريد به الوقت والحين، نهارا كان أو ليلا . والجمعة فى اللغة بسكون الميم وضمها وفتحها اسم لأيام الأسبوع، وأولها السبت، فيكون يوم الجمعة آخرها، وكان يوم الجمعة يسمى قبل الإسلام يوم العروبة، وهو مفرد يجمع على جمعات وجمع، وقد ذكر السهيلى أن كعب بن لؤى۔ الجد الأعلى للنبى صلى الله تعالى عليه وسلم۔ أول من جمع يوم العروبة، ولم تسم العروبة الجمعة إلا مذ جاء الإسلام، وهو أول من سماها الجمعة، فكانت قريش تجتمع إليه فى هذا اليوم فيخطبهم ويذكرهم بمبعث النبى صلى الله عليه وسلم، وروى عن سلمان الفارسى رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سأله :ما يوم الجمعة؟ قال :الله ورسوله أعلم، قال :به جمع أبوك أو أبوكم. وقال أقوام :إنما سميت الجمعة فى الإسلام وذلك لاجتماعهم فى المسجد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۵، ص ۳۰۳، مادة "يوم")

[2] والجمعة :المجموعة(القاموس المحيط، ج ۱ ص ۷۱۰، فصل الجيم)
جمع :الجمعُ مصدر جمعت الشيء .والجَمْعُ أيضا :اسم لجماعة الناس، والجموع :اسم لجماعة الناس .والمجمع حيث يُجْمَعُ الناس، وهو أيضا اسم للناس والجَمَاعَةُ :عدد كل شيء وكثرته. والجِماعُ :ما جمعَ عدداً، فهو جِماعُه(كتاب العين للفراهيدى، ج ۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰، باب العين والجيم والميم معها)

[3] سب سے پہلے عرب میں کعب بن لوئی نامی ایک بزرگ شخص نے اس دن کا نام جمعہ رکھا، اور قریشِ مکہ اس دن جمع ہوتے تھے، اور کعب بن لوئی خطبہ دیتے تھے، یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً پانچ سو ساٹھ سال پہلے کا ہے، کعب بن لوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں، ان کو حق تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی بُت پرستی سے بچایا، اور توحید کی توفیق عطا فرمائی تھی، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خوش خبری بھی لوگوں کو سنائی تھی، قریش میں ان کی عظمت کا عالم یہ تھا کہ ان کی وفات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً پانچ سو ساٹھ سال پہلے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں ''یومِ جمعہ'' کا ذکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ. ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورة الجمعة، رقم الآية ۹)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہوئی، عرب کے لوگ اسی وفات سے اپنی تاریخ شمار کرنے لگے، عرب کی تاریخ ابتداء میں کعبہ کی تعمیر سے لی جاتی تھی کعب بن لوئی کی وفات کے بعد اس سے تاریخ جاری ہوگئی، پھر جب واقعۂ فیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سال میں پیش آیا تو اس واقعہ سے عرب کی تاریخ کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کا اہتمام عرب میں اسلام سے پہلے کعب بن لوئی کے زمانہ میں ہو چکا تھا۔

مگر جمعہ کی خاص شان بعد میں اس امت کو عطا کی گئی (ماخوذ از: معارف القرآن عثمانی بتغیر ج۸ص۴۴۰)

إنما سمي يوم الجمعة لأن قريشا كانت تجتمع إلى قصي في دار الندوة .وقيل :لأن كعب بن لؤي كان يجمع فيه قومه فيذكرهم ويأمرهم بتعظيم الحرم، ويخبرهم بأنه سيبعث منه نبي. وروى ذلك الزبير في (كتاب النسب) عن أبي سلمة ابن عبد الرحمن مقطوعا .وفي كتاب (الداودي) : سمي يوم الجمعة يوم القيامة لأن القيامة تقوم فيه الناس .وقال ابن حزم :وهو اسم إسلامي .ولم يكن في الجاهلية، إنما كانت تسمى في الجاهلية :العروبة، فسميت في الإسلام :الجمعة، لأنه يجتمع فيه للصلاة، إسما مأخوذا من الجمع (عمدة القاري، ج٦، ص ١٦١، كتاب الجمعة)

قال في الفتح :قد اختلف في تسمية اليوم بالجمعة مع الاتفاق على أنه كان يسمى في الجاهلية : العروبة، بفتح العين وضم الراء وبالموحدة، فقيل :سمي بذلك لأن كمال الخلق جمع فيه ذكره أبو حذيفة عن ابن عباس وإسناده ضعيف .وقيل :لأن خلق آدم جمع فيه .ورد ذلك من حديث سلمان .عند أحمد وابن خزيمة وغيرهما، وله شاهد عن أبي هريرة ذكره ابن أبي حاتم موقوفا بإسناد قوي، وأحمد مرفوعا بإسناد ضعيف، وهذا أصح الأقوال .ويليه ما أخرجه عبد بن حميد عن ابن سيرين بسند صحيح إليه في قصة تجميع الأنصار مع أسعد بن زرارة وكانوا يسمونه يوم العروبة، فصلى بهم وذكرهم فسموه الجمعة حين اجتمعوا إليه .وقيل :لأن كعب بن لؤي كان يجمع قومه فيه ويذكرهم ويأمرهم بتعظيم الحرم، ويخبرهم بأنه سيبعث منه نبي .روى ذلك الزبير في كتاب النسب عن أبي سلمة بن عبد الرحمن بن عوف مقطوعا، وبه جزم الفراء وغيره .وقيل: إن قصيا هو الذي كان يجمعهم، ذكره ثعلب في أماليه .وقيل :سمي بذلك لاجتماع الناس للصلاة فيه، وبهذا جزم ابن حزم فقال :.إنه اسم إسلامي لم يكن في الجاهلية وأنه كان يسمى :يوم العروبة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب ندا دی جائے نماز کے لئے یومِ جمعہ کو، تو سعی کرو تم اللہ کے ذکر کی طرف، اور چھوڑ دو بیع کو، یہ بہتر ہے تمہارے لئے، اگر تم جانتے ہو (سورہ جمعہ)

مذکورہ آیت میں جمعہ کے دن، اور جمعہ کی نماز کا خاص اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور جس سورت میں یہ آیت مذکور ہے، اس سورت کا نام بھی جمعہ کے نام پر ''سورہ جمعہ'' ہے، جس سے جمعہ کی نماز کے ساتھ ساتھ جمعہ کے دن کی بھی فضیلت واہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

سورہ بروج میں ''شاہد'' سے مراد جمعہ کا دن ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ. وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ. وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (سورة البروج، رقم الآيات ١ الىٰ ٣)

ترجمہ: قسم ہے آسمان کی جو برجوں والا ہے، اور یومِ موعود کی (یعنی اُس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے) اور شاہد کی (یعنی اُس کی جو حاضر ہوتا ہے) اور مشہود کی (یعنی اس کی کہ جس کے پاس حاضر ہوتے ہیں) (سورہ بروج)

اکثر مفسرین کے مطابق سورہ بروج کی مذکورہ آیت میں ''شاہد'' سے مراد جمعہ کا دن ہے، جس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحافظ :وفيه نظر، فقد قال أهل اللغة :إن العروبة اسم قديم كان للجاهلية .وقالوا فى الجمعة: هو يوم العروبة فالظاهر أنهم غيروا أسماء الأيام السبعة بعد أن كانت تسمى :أول أهون .جبار. دبار .مؤنس .عروبة .شبار .قال الجوهرى :وكانت العرب تسمى يوم الاثنين :أهون، فى أسمائهم القديمة، وهذا يشعر بأنهم أحدثوا لها اسما وهى هذه المتعارفة كالسبت والأحد . . .إلخ .وقيل: إن أول من سمى الجمعة العروبة كعب بن لؤى، وبه جزم بعض أهل اللغة .والجمعة بضم الميم على المشهور وقد تسكن، وقرأ بها الأعمش، وحكى الفراء فتحها، وحكى الزجاج كسرها .قال النووى :ووجهوا الفتح بأنها تجمع الناس ويكثرون فيها كما يقال :همزة ولمزة، لكثير الهمز واللمز ونحو ذلك (نيل الاوطار للشوكانى، ج٣، ص٢٦٥، ابواب الجمعة)

کی احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ فِیْ هٰذِهِ الْآیَةِ: وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ، قَالَ: الشَّاهِدُ: یَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَالْمَشْهُودُ :یَوْمُ عَرَفَةَ، وَالْمَوْعُودُ :یَوْمُ الْقِیَامَةِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۹۷۳) [2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے (سورہ بروج کی آیت) ”وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ“ کے بارے میں فرمایا کہ شاہد، جمعہ کا دن ہے، اور مشہود، عرفہ کا دن ہے، اور موعود، قیامت کا دن ہے (مسند احمد)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْیَوْمُ الْمَوْعُودُ یَوْمُ الْقِیَامَةِ، وَالْیَوْمُ الْمَشْهُودُ یَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّاهِدُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ(سنن الترمذی) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یومِ موعود (یعنی وعدہ کیا ہوا دن) قیامت کا دن ہے، اور یومِ مشہود (یعنی حاضر کیا ہوا دن) عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا دن ہے، اور شاہد (یعنی حاضر ہونے والا دن) جمعہ کا دن ہے (ترمذی)

اس حدیث کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے، اس لئے بعض حضرات نے اس حدیث کو معتبر مانا ہے۔ [4]

---

[1] وقال الاکثرون علی ان الشاھدیوم الجمعة والمشھود یوم عرفة (تفسیر ابن کثیر، تحت سورة البروج، رقم الآیات ۱ الیٰ ۳)

[2] قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح علی شرط مسلم(حاشیة مسند احمد)

[3] رقم الحدیث ۳۳۳۹، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البروج.

[4] قال الترمذی: هذا حدیث لا نعرفه إلا من حدیث موسى بن عبیدة، وموسى بن عبیدة یضعف فی الحدیث؛ ضعفه یحیى بن سعید وغیره من قبل حفظه .وقد روى شعبة، وسفیان الثوری، وغیر واحد من الأئمة عن موسى بن عبیدة .حدثنا علی بن حجر قال :حدثنا قران بن تمام الأسدی، عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شعبُ الایمان بیہقی میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ان الفاظ میں ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَفْضَلُ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَهُوَ شَاهِدٌ، وَمَشْهُودٌ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالْيَوْمُ الْمَوْعُودُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۳۴۸۲، كتاب الصيام) ل

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ موسى بن عبيدة، بهذا الإسناد نحوه. وموسى بن عبيدة الربذى يكنى أبا عبد العزيز، وقد تكلم فيه يحيى بن سعيد القطان وغيره من قبل حفظه.

عن سعيد: أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ": إن سيد الأيام يوم الجمعة، وهو الشاهد، والمشهود: يوم عرفة "(تفسير الطبرى، ج۲۴ص۲۶۵، سورة البروج)

قال أبو سليمان جاسم بن سليمان حمد الفهيد الدوسرى: وإسناده لا بأس به، ابن حرملة مختلف فى تعديله. فإذا ضمَّ هذا الطريق المرسل إلى الطريقين المسندين صار الحديث حسناً إن شاء الله، والله أعلم (الروض البسام بترتيب وتخريج فوائد تمام، تحت رقم الحديث ۱۳۶۹، باب سورة البروج)

عن ابن عباس ": (وشاهد ومشهود) قال: الشاهد يوم الجمعة، والمشهود: يوم عرفة؛ ويقال: الشاهد: الإنسان، والمشهود: يوم القيامة (تفسير الطبرى، ج۲۴ص۲۶۴، سورة البروج)

عن الحارث، عن على رضى الله عنه ": (وشاهد ومشهود) قال: الشاهد يوم الجمعة، والمشهود: يوم عرفة "(تفسير الطبرى، ج۲۴ص۲۶۵، سورة البروج)

ل قال الالبانى: أفضل الأيام عند الله يوم الجمعة ." هكذا أورده السيوطى فى "الجامع الصغير "من رواية البيهقى فى "الشعب "عن أبى هريرة. وقال المناوى فى شرحه ": إسناده حسن ." وفيه بعد عندى، فقد أخرجه الترمذى (۲۳۶/۲) من طريق موسى بن عبيدة عن أيوب بن خالد عن عبد الله بن رافع عن أبى هريرة مرفوعا فى حديث أوله ": اليوم الموعود يوم القيامة، واليوم المشهود يوم عرفة، والشاهد يوم الجمعة، وما طلعت الشمس ولا غربت على يوم أفضل منه، فيه ساعة ." ...وموسى بن عبيدة ضعيف وقد تفرد به كما أفاد ابن عدى، وقد ذكرت كلامه فى التعليق على "المشكاة "(رقم ۱۳۶۲)

وأورده السيوطى فى "الجامع الكبير (۱/۱۱۳/۲) "كما ذكره فى "الصغير" لكن بزيادة "وهو الشاهد، والمشهود يوم عرفة، واليوم الموعود يوم القيامة ." وهكذا ذكره ابن أبى حاتم فى " العلل (۲۰۳/۱) "من طريق الزبيدى عن أيوب بن خالد بن صفوان أن أوس الأنصارى حدثه عن عبد الله بن رافع مولى أم سلمة عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم به دون قوله ": واليوم الموعود ." .....وقال ": قال أبى: هذا خطأ، إنما هو أيوب بن خالد بن صفوان بن أوس عن عبد الله (بن) رافع عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم ." قلت: يعنى كما رواه موسى بن عبيدة. فيبدو من مجموع ما تقدم أن مدار الحديث عليه، فأنى له الحسن؟ !لكن يشكل عليه أن أبا حاتم رجح إسناده على إسناد الزبيدى، وهذا ثقة، والأول ضعيف، فكيف يرجح روايته عليه؟ وهذا

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تمام دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے، اور یہ دن شاہد ہے، اور مشہود عرفہ کا دن ہے، اور یوم موعود قیامت کا دن ہے (بیہقی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مما يلقى فى البال أن يكون المرجح عنده، من غير طريق موسى بن عبيدة، فلعل البيهقى أخرجه فى "الشعب "من غير طريقه أيضا .وفيه بعد .والله أعلم.

نعم حديث الترجمة صحيح، فقد رواه شعبة قال :سمعت العلاء يحدث عن أبيه عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال " :ما تطلع الشمس بيوم ولا تغرب بأفضل أو أعظم من يوم الجمعة، وما من دابة إلا تفزع ليوم الجمعة " .... الحديث .أخرجه أحمد(۲/۴۵۷)بإسناد صحيح على شرط مسلم، وقد أخرجه مسلم فى "صحيحه (۶/۳) "من وجه آخر عن أبى هريرة نحوه . وهو رواية لأحمد(۲/ ۴۰۱ و ۴۱۸)وأخرجه الحاكم(۲/ ۵۴۴)من وجه ثالث عن أبى هريرة مختصرا وقال " :صحيح على شرط مسلم، وقد أخرجاه من حديث الزهرى بغير هذا اللفظ ." ولم أره عند البخارى والله أعلم .ثم وجدت لتمام حديث موسى بن عبيدة شاهدا من حديث أبى مالك الأشعرى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :اليوم الموعود يوم القيامة، وإن الشاهد يوم الجمعة، وإن المشهود يوم عرفة ويوم الجمعة ذخره الله لنا، وصلاة الوسطى صلاة العصر ." أخرجه الطبرانى(۳۴۵۸)عن هاشم بن مرثد، وابن جرير فى "التفسير "عن محمد بن عوف قالا : حدثنا محمد ابن إسماعيل بن عياش قال :حدثنى أبى قال :حدثنى ضمضم بن زرعة عن شريح بن عبيد عن أبى مالك الأشعرى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكره.

قلت :وهذا إسناد رجاله ثقات، فاستثناء ابن إسماعيل، ثم هو منقطع بين شريح ابن عبيد وأبى مالك الأشعرى .ومحمد بن إسماعيل بن عياش قال الهيثمى (۷/۱۳۵): "ضعيف ."وبين وجهه الحافظ فى "التقريب "بقوله " :عابوا عليه أنه حدث عن أبيه بغير سماع ."لكنه أفاد فى " التهذيب "فائدة هامة فقال " :وقد أخرج أبو داود عن محمد بن عوف عنه عن أبيه عدة أحاديث، لكن يرونها (الأصل: يروونها) بأن محمد بن عوف رآها فى أصل إسماعيل ."

قلت :فإذا صح هذا، فرواية ابن عوف عنه قوية لأنها مدعمة بموافقتها لما وجده ابن عوف فى أصل إسماعيل، وهى وجادة معتبرة، كما لا يخفى على المهرة.

وبالجملة فالحديث بهذا الشاهد حسن .والله أعلم.

وأخرج تمام فى "الفوائد " (۲/۵)وعنه ابن عساكر فى "التاريخ (۴/۲۸۰/۲) "عن عمار بن مطر : حدثنا مالك بن أنس عن عمارة بن عبد الله بن صياد عن نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه مرفوعا فى قوله تعالى * :(وشاهد ومشهود) " :* الشاهد يوم الجمعة،والمشهود يوم عرفة ."لكن عمار بن مطر قال الذهبى " :هالك، وثقه بعضهم،ومنهم من وصفه بالحفظ ."فلا يستشهد به لشدة ضعفه .وفيما تقدم غنية عنه. (سلسلة الأحاديث الصحيحة ،تحت رقم الحديث ۱۵۰۲)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْیَوْمُ الْمَوْعُوْدُ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ، وَإِنَّ الشَّاھِدَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ، وَإِنَّ الْمَشْھُوْدَ یَوْمُ عَرَفَۃَ(المعجم الکبیر للطبرانی) [1]

---

[1] رقم الحدیث ۳۴۵۸، ج۳ص۲۹۸، مسند الشامیین للطبرانی،رقم الحدیث ۱۶۸۰.

قال الھیثمی:رواہ الطبرانی، وفیہ محمد بن إسماعیل بن عیاش وھو ضعیف(مجمع الزوائد ج۷ص۱۳۵)

وقال الالبانی:قلت :وھذا إسناد رجالہ ثقات، فاستثناء ابن إسماعیل، ثم ھو منقطع بین شریح ابن عبید وأبی مالک الأشعری .ومحمد بن إسماعیل بن عیاش قال الھیثمی(۱۳۵/۷) ":ضعیف ." وبین وجھہ الحافظ فی "التقریب "بقولہ " :عابوا علیہ أنہ حدث عن أبیہ بغیر سماع ."لکنہ أفاد فی "التھذیب "فائدۃ ھامۃ فقال " :وقد أخرج أبو داود عن محمد بن عوف عنہ عن أبیہ عدۃ أحادیث، لکن یرونھا (الأصل: یروونھا) بأن محمد بن عوف رآھا فی أصل إسماعیل ." قلت :فإذا صح ھذا، فروایۃ ابن عوف عنہ قویۃ لأنھا مدعمۃ بموافقتھا لما وجدہ ابن عوف فی أصل إسماعیل، وھی وجادۃ معتبرۃ، کما لا یخفی علی المھرۃ.وبالجملۃ فالحدیث بھذا الشاھد حسن .واللہ أعلم (السلسلۃ الصحیحۃ، تحت رقم الحدیث ۱۵۰۲)

و قال أبو سلیمان جاسم بن سلیمان حمد الفھید الدوسری:أخبرنا أبو یعقوب إسحاق بن إبراھیم : نا أبو جعفر محمد بن الخَضِر :نا عمّار بن مطر :نا مالک بن أنس عن عُمارۃ بن عبد اللہ بن صیّاد عن نافع ابن جُبَیر بن مُطعِم.

عن أبیہ، قال :قال رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم -فی قولہ -تبارک وتعالی :-(وَشَاھِدٍ وَمَشْھُودٍ)قال" :الشَّاھدُ :یومُ الجمعۃ، والمشھودُ :یومُ عرفۃ."

أخرجہ ابن عساکر فی "التاریخ(۲۸۱/۴ ق أ)"من طریق تمّام.

وأخرجہ ابن عدی فی "الکامل(۷۳/۵)"من طریق محمد بن الخضر بہ، وقال" :ھذا عن مالک بھذا الإسناد باطلٌ، لیس ھو بمحفوظ عنہ."

وعمّار کذّبہ أبو حاتم، وقال ابن عدی :متروک الحدیث .وقال ابن حبّان :کان یسرق الحدیث . (اللسان۲۷۵/۴) فالسند تالفٌ.

وفی ھذا المعنی أحادیث:فقد أخرج الترمذی(۳۳۳۹)والطبری فی "التفسیر(۸۳،۸۲/۳۰)"وابن أبی حاتم فی "تفسیرہ- "کما فی "تفسیر ابن کثیر(۴۹۱/۴) "وابن عدی فی "الکامل(۲۳۳۶/۶) "والبیھقی فی "السنن" (۱۷۰/۳)و"الشعب(۳۵۶/۳)"من طریق موسی بن عُبیدۃ عن أیوب بن خالد عن عبد اللہ ابن رافع عن أبی ھریرۃ مرفوعًا" :الیوم الموعود :یوم القیامۃ، والشاھد :یوم الجمعۃ، والمشھود :یوم عرفۃ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یومِ موعود'' قیامت کا دن ہے، اور ''شاہد'' جمعہ کا دن ہے، اور ''مشہود'' عرفہ کا دن ہے (طبرانی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال الترمذی" :هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلّا من حديث موسى بن عُبيدة، وموسى يُضعّف فی الحديث، ضعّفه يحيى بن سعيد وغيره ."أهـ .وقال ابن كثير" :وهو ضعيف الحديث ."يعنی موسى.

وأخرج الحاكم (۲/ ۵۱۹)وعنه البيهقی (۳/ ۱۷۰)من طريق شعبة، قال :سمعت علی بن زيد ويونس بن عُبيد يحدّثان عن عمار مولی بنی هاشم عن أبی هريرة -أمّا علیٌّ فرفعه إلى النبی -صلی الله عليه وسلم -، وأمّا يونس فلم يَعْدُ أبا هريرة -فی هذه الآية :(وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ)، قال :الشاهد: يوم عرفة ويوم الجمعة، والمشهود هو الموعود يوم القيامة.

قال الحاكم :حديث شعبة عن يونس بن عبيد صحيحٌ على شرط الشيخين .وسكت عليه الذهبی.

وأخرجه البيهقی من طريق شعبة، والطبری من طريق ابن عُليّة، كلاهما عن يونس به موقوفًا : الشاهد :يوم الجمعة، والمشهود :يوم عرفة.

وإسناد الموقوف صحيح، لكنّه ليس على شرط الشيخين كما قال الحاكم؛ لأن عمارًا لم يخرّج له البخاری شيئًا .أمّا المرفوع فراويه علی بن زيد بن جُدْعان ضعيف كما فی "التقريب ."ولذا قال ابن كثير" :وقد رُوی موقوفًا على أبی هريرة وهو أشبه."

وأخرج الطبری(۳۰/ ۸۲،۸۳)والطبرانی فی "الكبير(۳/ ۳۳۸)"و"مسند الشاميين(۱۶۸۰)" من طريق محمد بن إسماعيل بن عيّاش، قال :حدثنی أبی عن ضَمْضَم بن زُرعة عن شُريح بن عبيد عن أبی مالك الأشعری مرفوعًا " :اليوم الموعود .يوم القيامة، وإن الشاهدَ :يوم الجمعة، وإن المشهود :يوم عرفة."

قال الهيثمی (۲/ ۱۷۳،۱۷۴)وفيه محمد بن إسماعيل بن عيّاش عن أبيه، قال أبو حاتم :لم يسمع من أبيه شيئًا"، وقال أيضًا(۷/ ۱۳۵)وفيه محمد بن إسماعيل بن عيّاش، وهو ضعيف."

ورواية شريح بن عبيد عن أبی مالك مرسلة كما قال أبو حاتم.

وأخرج الطبری (۳۰/ ۸۲،۸۳)من رواية عبد الرحمن بن حرملة عن سعيد بن المسيب مرسلًا : "إن سيّد الأيام يوم الجمعة وهو الشاهد، والمشهود :يوم عرفة."

وإسناده لا بأس به، ابن حرملة مختلف فی تعديله.

فإذا ضمَّ هذا الطريق المرسل إلى الطريقين المسندين صار الحديث حسنًا إن شاء الله، والله أعلم (الروض البسام بترتيب وتخريج فوائد تمام، ج۴ص ۱۷۴ الیٰ ۱۷۶، باب سورة البروج)

إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ پر جمعہ کے دن درود بھیجا کرو، کیونکہ یہ یومِ مشہود ہے، جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے، تو اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر درود پیش کر دیا جاتا ہے، حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ موت کے بعد بھی (درود پیش کیا جاتا ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کے بعد بھی، بے شک اللہ نے حرام کر دیا زمین پر اس بات کو کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، جس کو رزق دیا جاتا ہے (ابنِ ماجہ)

اس حدیث میں مذکور مضمون کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

یوم کے معنیٰ دن کے ہیں اور موعود کے معنیٰ ہیں جس کا وعدہ کیا گیا ہے، ''یومِ موعود'' سے مراد

---

[1] رقم الحديث ١٦٣٧، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه -صلى الله عليه وسلم.

قال المنذري: رواه ابن ماجه بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، رقم الحديث ٢٥٨٢، كتاب الذكر والدعاء الترغيب في الإكثار من ذكر الله سرا وجهرا)

وقال ابن الملقن: وإسناده حسن (البدر المنير، ج٥ ص ٢٨٨، كتاب الجنائز، الحديث السادس بعد الخمسين)

وقال العجلوني: رواه ابن ماجه بإسناد جيد عن أبي الدرداء (كشف الخفاء، ج ١ ص ١٨٩، حرف الهمزة مع الكاف)

قال الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثري: ذكره المنذري في الترغيب (٢/٥٠٢)، ثم قال: رواه ابن ماجه بإسناد جيد. وقال البوصيري في مصباح الزجاجة (١/٢٩٤) هذا إسناد رجاله ثقات، إلَّا أنه منقطع في موضعين، عُبادة بن نُسَيّ روايته عن أبي الدرداء مرسلة، قاله العلاء، وزيد بن أيمن عن عُبادة بن نُسَيّ مرسلة، قاله البخاريُّ. قلت: وزيد بن أيمن هذا مقبول (تخريج المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية للعسقلاني، ج١٣ ص ٨٠٣، كتاب الأذكار والدعوات، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم)

قیامت کا دن ہے۔

اور ’’شاہد‘‘ کے معنیٰ ہیں حاضر ہونے والا، کئی احادیث کے پیشِ نظر اس سے مراد جمعہ کا دن ہے، کیونکہ وہ ہر ہفتہ خود سے آتا اور گویا کہ حاضر ہوتا ہے، نیز اس دن مخصوص فرشتے لوگوں کے اعمال اور بطورِ خاص جمعہ کی نماز کے لئے ترتیب وار آنے والوں کا ثواب لکھنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں، اس لئے اس دن کو شاہد یعنی حاضر ہونے والا کہا گیا ہے۔

اور ’’مشہود‘‘ کے معنیٰ ہیں جس کے پاس حاضری دی جائے، اس سے مراد عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کا دن ہے، کیونکہ اس دن میدانِ عرفات میں حجاجِ کرام حاضری دیتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ایّام کی قسم کھانا، ان ایّام کے فضیلت واہمیت والے دن ہونے کی علامت ونشانی ہے۔ [۱]

خلاصہ یہ کہ متعدد احادیث وروایات کی رُو سے سورہ بروج میں لفظِ ’’شاہد‘‘ سے مراد جمعہ کا دن ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے، اور اس سے اس دن کی فضیلت واہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

جمعہ کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[۱] الشاهد المذكور فی قوله تعالیٰ ”وشاهد ومشهود“ هويوم عرفة ای يشهد لمن حضر الموقف ويوم الجمعة ای يشهد لمن حضر صلاته والمشهود هو اليوم الموعود يوم القيامة (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۴۹۲۶، ج۴، ص ۱۷۱)

(وعن أبی الدرداء قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أكثروا الصلاة على يوم الجمعة، فإنه ") ، أی :يوم الجمعة ("مشهود تشهده الملائكة ") : بالياء والتاء .هذا الحديث يؤيد تفسير ابن عباس بأن المشهود هو الجمعة كما أن الحديث السابق يؤيد تفسير على بأن الشاهد هو الجمعة، وهو الأصح الموافق لتفسيره -عليه الصلاة والسلام -الألفاظ كلها، ولا ينافيه إطلاق المشهود هنا عليه باعتبار آخر فتدبر(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۰۲۰، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّافِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے، ان میں سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن (ابوالانسان) حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ اسی دن وہ جنت میں داخل ہوئے، اسی دن انہیں جنت سے نکالا گیا (اور زمین پر اتارا گیا) اور اسی جمعہ کے دن قیامت قائم ہوگی (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ہفتہ کے تمام دنوں سے بہتر ہے۔

جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل واعظم ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ بِيَوْمٍ، وَلَا تَغْرُبُ، بِأَفْضَلَ -أَوْ أَعْظَمَ -مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ، وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا تَفْزَعُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، إِلَّا هٰذَانِ الثَّقَلَانِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ (مسند احمد، رقم الحديث ۹۶۹۸) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں طلوع ہوتا سورج کسی دن اور نہ ہی غروب ہوتا، جو افضل یا اعظم ہو جمعہ کے دن کے مقابلہ میں، اور ہر جانور جمعہ کے دن سے گھبراتا ہے، سوائے ان دو "ثقلان" یعنی جنات اور انسانوں کے (مسند احمد)

---

[1] رقم الحديث ۸۵۴ "۱۸" كتاب الجمعة، باب فی فضل يوم الجمعة، ترمذی، رقم الحديث ۴۸۸؛ مسنداحمد، رقم الحديث ۹۴۰۹؛ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۳۳۵؛ صحيح ابن خزيمه، رقم الحديث ۱۷۲۹.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد قوی (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِیْہِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِیْہِ قُبِضَ، وَفِیْہِ النَّفْخَةُ، وَفِیْہِ الصَّعْقَةُ، فَأَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِیْہِ، فَإِنَّ صَلَاتَکُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ قَالَ: قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ أَرِمْتَ یَقُوْلُوْنَ :بَلِیْتَ -؟ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِیَاءِ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن اِن کی روح قبض کی گئی، اور اسی دن صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، پس تم اس دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو، اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، حضرت اوس کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا، جبکہ آپ کا جسم مبارک (وصال کے بعد) بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو حرام کر دیا ہے (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

فَقَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ أَیَّامِ الدُّنْیَا یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْہِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْہِ تَقُوْمُ

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۴۷، کتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۱۰۸۵؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۱۶۲.
قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیره، وهذا إسناد رجاله ثقات (حاشیة ابی داؤد)
وقال ایضاً: إسناده صحیح، رجاله رجال الصحیح، غیر صحابیه فمن رجال أصحاب السنن (حاشیة مسند احمد)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

السَّاعَةُ(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۶۹۸، کتاب الاھوال) ۱

ترجمہ: انہوں نے فرمایا کہ دنیا کے تمام دنوں میں عظیم ترین دن جمعہ کا دن ہے، جس میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی (حاکم)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ہفتہ کے دوسرے تمام دنوں سے زیادہ فضیلت وعظمت والا دن ہے۔

یومِ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَيِّدُ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيْهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۰۲۶، کتاب الجمعة) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے، اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا، اور اسی دن ان کو جنت سے نکالا گیا، اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی (حاکم)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَيِّدُ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خَمْسُ خِلَالٍ: فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ أُهْبِطَ، وَفِيْهِ تَوَفَّى اللّٰهُ آدَمَ،

---

۱ قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه وليس بموقوف فإن عبد الله بن سلام على تقدمه في معرفة قديمة من جملة الصحابة، وقد أسنده بذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم في غير موضع. والله أعلم .
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

۲ قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، فقد استشهد بعبد الرحمن بن أبي الزناد، ولم يخرجا سيد الأيام.
وقال الذهبي في التلخيص: واستشهد مسلم بابن أبي الزناد.

وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ الْعَبْدُ رَبَّهُ شَيْئًا فِيهَا إِلَّا آتَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ مَأْثَمًا أَوْ قَطِيعَةَ رَحِمٍ، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ، وَمَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ، وَلَا أَرْضٍ، وَلَا جِبَالٍ، وَلَا رِيَاحٍ، وَلَا بَحْرٍ إِلَّا وَهُوَ يُشْفِقُ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَنْ تَقُومَ فِيهِ السَّاعَةُ (مسند البزار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے، اس دن میں پانچ خصلتیں ہیں، ایک تو اس دن میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، دوسرے اسی دن انہیں جنت سے اتارا گیا، تیسرے اسی دن اللہ نے حضرت آدم کو وفات دی، چوتھے اس دن میں ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اپنے رب سے جس چیز کا بھی اس وقت میں سوال کرتا ہے، تو اس کا رب اسے عطا کرتا ہے، جب تک گناہ کا یا قطع رحمی کا سوال نہ کرے، پانچویں اس دن میں ہی قیامت قائم ہوگی، اور کوئی بھی مقرب فرشتہ اور آسمان اور زمین اور پہاڑ اور ہوا اور سمندر ایسا نہیں، جو جمعہ کے دن سے اس وجہ سے نہ ڈرتا ہو (یعنی ہر مقرب فرشتہ، آسمان وزمین وغیرہ اس وجہ سے ڈرتے ہیں) کہ اس دن میں قیامت قائم ہوگی (بزار، طبرانی)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۷۳۸؛ المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۵۳۷۶، مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۴۵۷)

قال البزار: وهذا الكلام لانعلمه يروى ، عن النبي صلى الله عليه وسلم الا من هذا الوجه بهذا الاسناد، واسناده صالح.

وقال الهيثمي: رواه أحمد والبزار إلا أنه قال فيه " :سيد الأيام يوم الجمعة "والطبراني في الكبير وفيه عبد الله بن محمد بن عقيل وفيه كلام وقد وثق، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۹۹۵، باب في الجمعة وفضلها)

وقال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] عن عمرو بن دينار، قال :سمعت ابن عمر يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :سيد الأيام عند الله يوم الجمعة؛ فيه خلق آدم أبوكم، وفيه دخل الجنة، وفيه خرج، وفيه تقوم الساعة (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۳۶۵۶)

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَيِّدُ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ(مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ (ہفتہ بھر کے) تمام دِنوں کا سردار ہے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

إِنَّ سَيِّدَ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ، وَسَيِّدَ الشُّهُوْرِ رَمَضَانُ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے،اور تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے (ابنِ ابی شیبہ)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ہفتہ بھر کے تمام دنوں کا سردار ہے،جس سے جمعہ کے دن کی فضیلت واہمیت ظاہر ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۵۵۵۱،كتاب الصلاة، باب فى فضل الجمعة ويومها،مسند الشافعى، ج ۱، ص ۷۲، ومن كتاب إيجاب الجمعة؛ معرفة السنن والآثار للبيهقى، رقم الحديث ۶۲۹۲.

قال ابن معين: مراسيل ابن المسيب لانه من اولاد الصحابة وادرك العشرة وفقيه اهل الحجاز ومفتيهم واول الفقهاء السبعة الذين يعتد مالك باجماعهم كاجماع كافة الناس (قواعد فى علوم الحديث ص ۱۵۱)

وأصحها كما قال ابن معين، مراسيل ابن المسيب ;لأنه من أولاد الصحابة وأدرك العشرة، وفقيه أهل الحجاز، ومفتيهم، وأول الفقهاء السبعة الذين يعتد مالك بإجماعهم، كإجماع كافة الناس،وقد تأمل الأئمة المتقدمون مراسيله فوجدوها بأسانيد صحيحة، وهذه الشرائط لم توجد فى مراسيل غيره(تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى للسيوطى، ج ۱ ص ۲۲۹، انواع الحديث، النوع التاسع المرسل)

[2] رقم الحديث ۵۵۵۲،كتاب الصلاة؛باب فى فضل الجمعة ويومها،المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۹۰۰۰، شعب الايمان، رقم الحديث ۳۳۶۵، فضائل شهر رمضان؛ كتاب الفوائد للغيلانيات، رقم الحديث ۱۸۴، مطبوعة: الناشر: دار ابن الجوزى، السعودية ،الرياض.

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الكبير، وابوعبيدة لم يسمع من ابيه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۷۷۷، ج۳ص ۱۴۰، باب فى شهور البركة وفضل شهر رمضان)

بروز جمعہ آدم علیہ السلام کی پیدائش، جنت میں داخلہ اور خارجہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم : خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِیْهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِیْهِ أُخْرِجَ مِنْهَا (مسلم، رقم الحدیث ۸۵۴ "۱۷" کتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہترین دن، جس پر سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے، اس دن میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اور اسی دن انہیں جنت سے نکالا گیا (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث کے آخر میں ہے کہ:

وَخَلَقَ آدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ آخِرِ الْخَلْقِ فِیْ آخِرِ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِیْمَا بَیْنَ الْعَصْرِ اِلَی الَّلیْلِ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ نے) حضرت آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوقات (زمین وآسمان، پہاڑ وغیرہ) کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد مغرب تک، جو جمعہ کے دن کی ساعتوں میں سے ایک ساعت ہے، اس ساعت میں پیدا فرمایا (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کئے جانے کی روایت منقول ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۷۸۹ "۲۷" کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیه السلام.

[2] عن ابن عباس، رضی الله عنهما قال :إن الله عز وجل خلق آدم یوم الجمعة بعد العصر من أدیم الأرض فسمی آدم، ألا ترى أن من ولده الأبیض والأسود والطیب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَتَدْرِیْ مَا یَوْمُ الْجُمُعَةِ؟ قُلْتُ: ھُوَ الْیَوْمُ الَّذِیْ جَمَعَ اللّٰہُ فِیْہِ أَبَاکُمْ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ وہ دن ہے، جس میں اللہ نے آپ کے باپ (آدم) کو جمع کیا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن پیدا فرمایا تھا، اور بعض روایات کے مطابق جمعہ کے دن عصر کے بعد، مغرب سے پہلے پیدا فرمایا تھا، اور جمعہ کے دن ہی حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کیا گیا تھا، اور اسی دن جنت سے نکال کر زمین پر بھیجا گیا تھا، یہ تمام واقعات جمعہ کے دن کی فضیلت واہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والخبيث، ثم عهد إليه فنسى فسمى الإنسان .قال :فوالله ما غابت الشمس من ذلك اليوم حتى أهبط "(الاسماء والصفات للبيهقي، رقم الحديث ٨١٧)

قال البوصيرى:وعن ابن عباس -رضى الله عنهما " -أنه سئل عن الساعة التى فى يوم الجمعة فقال: الله أعلم، إن الله خلق آدم يوم الجمعة بعد العصر، فخلقه من قبضة قبضها من أديم الأرض كلها، ألا ترى أن من ذريته الأحمر والآسود، والخبيث والطيب، ثم عهد إليه فنسى، فمن ثم سمى الإنسان، فبالله، ما غابت الشمس من ذلك اليوم حتى هبط إلى الدنيا."

رواه مسدد موقوفا، ورجاله ثقات(اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ١٤٦٦، باب فضل يوم الجمعة وما جاء فى ساعتها)

[1] رقم الحديث ٢٣٧١٨،مستدرک حاکم، رقم الحديث ١٠٢٨، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٦٠٩١.

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣٠٥٩، باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلك)

وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، واحتج الشيخان بجميع رواته غير قرثع، سمعت أبا على القارء، يقول : أردت أن أجمع مسانيد قرثع الضبى فإنه من زهاد التابعين، فلم يسند تمام العشرة "

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

ایک حدیث میں جمعہ کے دن کا جمعہ نام رکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دن میں آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیدائش کو جمع کیا گیا۔

مگر تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ اس حدیث کو اہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً، لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا خَيْرًا، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، قَالَ: وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ(مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ساعت (یعنی ایک

---

[1] حدثنا هاشم، حدثنا الفرج بن فضالة، حدثنا على بن أبى طلحة، عن أبى هريرة، قال: قيل للنبى صلى الله عليه وسلم: لأى شىء سمى يوم الجمعة؟ قال " :لأن فيها طبعت طينة أبيك آدم، وفيها الصعقة، والبعثة، وفيها البطشة، وفى آخر ثلاث ساعات منها ساعة من دعا الله عز وجل فيها استجيب له (مسند احمد، رقم الحديث ۸۱۰۲)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف لضعف الفرج بن فضالة، وعلى بن أبى طلحة ليس بذاك، ولم يدرك أبا هريرة، فهو منقطع(حاشية مسند احمد)

وقال المناوى: فيه عبدالله بن عمر بن أبى أمية. قال الذهبى: فيه جهالة وقرشع الصبى ذكره ابن حبان فى الضعفاء (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۲۵۹۸)

وقال الالبانى:(إنما سميت الجمعة لأن آدم جمع فيها خلقه)ضعيف.

أخرجه الخطيب فى "التاريخ(۲/۳۹۷)"معلقاً عن محمد بن عيسى بن أبى موسى العطار :حدثنا عبد الله بن عمرو بن أبى أمية :حدثنا قيس عن الأعمش عن إبراهيم عن علقمة عن قرثع (الأصل مرقع وهو خطأ) الضبى عن سلمان مرفوعاً.

قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ قيس هو ابن الربيع؛ قال الحافظ : "صدوق، تغير لما كبر، أدخل عليه ابنه ما ليس من حديثه فحدث به ." وعبد الله بن عمرو بن أبى أمية -وهو البصرى -لم أجد له ترجمة. ومحمد بن عيسى هذا؛ ترجمه الخطيب؛ ولكنه لم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء فى الأمة، تحت رقم الحديث ۳۲۲۴)

[2] رقم الحديث ۸۵۲"۱۵"كتاب الجمعة، باب فى الساعة التى فى يوم الجمعة.

وقت یا گھڑی) ایسی ہوتی ہے کہ جس میں جو مسلم بندہ بھی اللہ سے خیر کا سوال کرتا ہے، تو اللہ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے، اور وہ ساعت مختصر ہوتی ہے (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَفِی الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۳۴۷) [۱]

ترجمہ: اور جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے، جس میں جو مومن بندہ بھی اللہ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے، تو اللہ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے (مسند احمد)

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کا اور کئی احادیث میں بھی ذکر آیا ہے۔ [۲]

---

[۱] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

[۲] عن عبد اللہ بن سلام، قال: قلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس: إنا نجد فی کتاب اللہ فی یوم الجمعة ساعة لا یوافقها عبد مسلم وهو فی الصلاة، فیسأل اللہ عز وجل شیئا، إلا أعطاه ما سأله، فأشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ": بعض ساعة " قال: فقلت: صدق رسول اللہ قال أبو النضر: قال أبو سلمة: سألته أیة ساعة هی؟ قال ": آخر ساعات النهار "، فقلت: إنها لیست بساعة صلاة، فقال ": بلی إن العبد المسلم فی صلاة إذا صلی، ثم قعد فی مصلاه لا یحبسه إلا انتظار الصلاة "(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۷۸۱)

قال شعیب الارنؤوط: إسناده قوی (حاشیة مسند احمد)

، عن أنس بن مالک، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ": أتانی جبریل بمثل المرآة البیضاء فیها نکتة سوداء، قلت: یا جبریل: ما هذه؟ قال: هذه الجمعة، جعلها اللہ عیدا لک ولأمتک، فأنتم قبل الیهود والنصاری، فیها ساعة لا یوافقها عبد یسأل اللہ فیها خیرا إلا أعطاه إیاه "، قال ": قلت: ما هذه النکتة السوداء؟ قال: هذا یوم القیامة، تقوم فی یوم الجمعة، ونحن ندعوه عندنا المزید "، قال ": قلت: ما یوم المزید؟ قال: إن اللہ جعل فی الجنة وادیا أفیح، وجعل فیه کثبانا من المسک الأبیض، فإذا کان یوم الجمعة ینزل اللہ فیه، فوضعت فیه منابر من ذهب للأنبیاء، وکراسی من در للشهداء، وینزلن الحور العین من الغرف فحمدوا اللہ ومجدوه "، قال ": ثم یقول اللہ: اکسوا عبادی، فیکسون، ویقول: أطعموا عبادی، فیطعمون، ویقول: اسقوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن کی یہ فضیلت بھی ہے کہ اس دن ایک عظیم قبولیت کی ساعت اور گھڑی آتی ہے، جس میں کی جانے والی دعاء قبول کی جاتی ہے۔

اور جمعہ کے دن قبولیت کی ساعت اور گھڑی سے متعلق مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

جمعہ کے دن پانچ خصلتیں اور قیامت کا قائم ہونا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَخْبِرْنَا عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَاذَا فِيهِ مِنَ الْخَيْرِ؟ قَالَ: فِيهِ خَمْسُ خِلَالٍ: فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُهْبِطَ آدَمُ، وَفِيهِ تَوَفَّى اللّٰهُ آدَمَ ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ اللّٰهَ عَبْدٌ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ مَأْثَمًا أَوْ قَطِيعَةَ رَحِمٍ، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ، وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا حَجَرٍ إِلَّا وَهُوَ يُشْفِقُ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٤٥٧) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا، اور اس نے عرض کیا کہ مجھے جمعہ کے دن کے بارے میں بتلایئے کہ اس میں خیر کی کیا چیزیں ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن میں پانچ خصلتیں ہیں، ایک تو اس دن میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، دوسرے اسی دن انہیں جنت سے اتارا گیا، تیسرے اسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عبادى، فيسقون، ويقول :طيبوا عبادى فيطيبون، ثم يقول :ماذا تريدون؟ فيقولون :ربنا رضوانك "، قال " :يقول :رضيت عنكم، ثم يأمرهم فينطلقون، وتصعد الحور العين الغرف، وهى من زمردة خضراء ، ومن ياقوتة حمراء "(مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ٤٢٢٨)

قال حسين سليم أسد :إسناده صحيح(حاشية ابى يعلىٰ)

[1] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

دن اللہ نے حضرت آدم کو وفات دی، چوتھے اس دن میں ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اللہ سے جس چیز کا بھی اس وقت میں سوال کرتا ہے، تو اس کو اللہ وہ چیز عطا کرتا ہے، جب تک گناہ یا قطع رحمی (یعنی رشتہ داری توڑنے) کا سوال نہ کرے، پانچویں اس دن میں ہی قیامت قائم ہوگی۔

کوئی بھی مقرب فرشتہ اور آسمان اور زمین اور پہاڑ اور پتھر ایسا نہیں، جو جمعہ کے دن سے (اس وجہ سے) نہ ڈرتا ہو (کہ اس دن میں قیامت قائم ہوگی) (مسند احمد)

حضرت ابولبابہ بن عبدِ منذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ سَیِّدُالْاَیَّامِ وَاَعْظَمُھَاعِنْدَاللّٰہِ وَھُوَاَعْظَمُ عِنْدَاللّٰہِ مِن یَّوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمِ الْفِطْرِ فِیْہِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰہُ فِیْہِ آدَمَ وَاَھْبَطَ اللّٰہُ فِیْہِ آدَمَ اِلَی الْاَرْضِ وَفِیْہِ تَوَفَّی اللّٰہُ آدَمَ وَفِیْہِ سَاعَۃٌ لَایَسْأَلُ اللّٰہَ فِیْھَا الْعَبْدُشَیْئًا اِلَّااَعْطَاہُ مَالَمْ یَسْأَلْ حَرَاماً وَفِیْہِ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ مَامِنْ مَّلَکٍ مُّقَرَّبٍ وَلَاسَمَآءٍ وَلَااَرْضٍ وَلَا رِیَاحٍ وَلَاجِبَالٍ وَلَابَحْرٍ اِلَّا وَھُنَّ یُشْفِقْنَ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ (سنن ابن ماجه) [1]

---

[1] رقم الحديث ۱۰۸۴، كتاب اقامة الصلاة والسنه فيها، باب فى فضل الجمعة، مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۵۴۸؛ المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۴۵۱۱؛ مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۵۵۵۹؛ الترغيب والترهيب لقوام السنة، رقم الحديث ۹۰۳.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وعبد الله بن محمَّد بن عقيل ليِّن، وقد اضطرب فى رواية هذا الحديث، فمرة يرويه عن عبد الرحمن بن يزيد الأنصارى عن أبى لبابة كما فى رواية المصنف، ومرة يرويه عن عمرو بن شرحبيل بن سعيد بن سعد بن عبادة، عن أبيه، عن جده كما عند أحمد فى "مسنده(۲۲۴۵۷)"ومرة عن شرحبيل بن سعيد عن سعد بن عبادة كما عند الطبرانى(۵۳۷۶)
وأخرجه كرواية المصنًف :ابن أبى شيبة۲/۱۵۰، والطبرى فى "تاريخه۱/۱۱۳ "والطبرانى فى "الكبير(۴۵۱۱"و(۴۵۱۲) وأبو نعيم فى "الحلية۱/۳۶۶"والبيهقى فى "الشعب(۲۹۷۳) "من طريق عبد الله بن محمَّد بن عقيل، بهذا الإسناد.ويشهد له حديث أبى هريرة الصحيح المخرج فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن ہے اور اللہ کے نزدیک اس دن کی عظمت عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ کے دنوں سے بھی زیادہ ہے، اس میں پانچ اہم کام ہوئے (جو جمعہ کے دن کے ساتھ خاص ہیں) ایک تو اس دن اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا، اور دوسرے اس دن اللہ نے حضرت آدم کو زمین پر اتارا، اور تیسرے اس دن اللہ نے حضرت آدم کو وفات دی، اور چوتھے اس دن ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ بندہ اللہ سے اس میں جو دعاء کرے، اس کی وہ دعاء قبول ہوتی ہے، جب تک کہ وہ کسی حرام (وگناہ کی) چیز کا سوال نہ کرے، اور پانچویں اس دن قیامت قائم ہوگی۔

مقرّب فرشتے اور آسمان اور زمین اور ہوائیں، پہاڑ اور سمندر سب کے سب (قیامت قائم ہونے کے خوف کی وجہ سے) جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں (ابنِ ماجہ، مسند احمد، طبرانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَانِىْ جِبْرِيْلُ بِمِثْلِ الْمِرْآةِ الْبَيْضَاءِ فِيْهَا نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، قُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ: مَا هٰذِهٖ؟ قَالَ: هٰذِهِ الْجُمُعَةُ، جَعَلَهَا اللّٰهُ عِيْدًا لَكَ وَلِأُمَّتِكَ، فَأَنْتُمْ قَبْلَ الْيَهُوْدِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"مسند أحمد(۱۰۳۰۳)"وأصله فى مسلم (۸۵۴)(حاشية ابن ماجه)

وقال المنذرى: رواه أحمد وابن ماجه بلفظ واحد وفى إسنادهما عبد الله بن محمد بن عقيل وهو ممن احتج به أحمد وغيره ورواه أحمد أيضا والبزار من طريق عبد الله أيضا من حديث سعد بن عبادة وبقية رواته ثقات مشهورون (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۱۰۳۸، كتاب الجمعة، الترغيب فى صلاة الجمعة والسعى إليها)

وقال الالبانى: حسن (صحيح وضعيف سنن ابن ماجه، تحت رقم الحديث ۱۰۸۴)

وَالنَّصَارٰی، فِیْهَا سَاعَةٌ لَا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ یَسْأَلُ اللّٰهَ فِیْهَا خَیْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِیَّاهُ ، قَالَ: قُلْتُ :مَا هٰذِهِ النُّكْتَةُ السَّوْدَاءُ؟ قَالَ: هٰذَا یَوْمُ الْقِیَامَةِ، تَقُوْمُ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ(مسند ابی یعلیٰ) [1]

---

[1] رقم الحدیث ۴۲۲۸، ج۷ص۲۲۸، مسند انس بن مالک،المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۷۳۰۲؛ مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۵۵۵۹؛ حلیة الاولیاء، ج۳، ص ۷۲.
قال الهیثمی: رجاله رجال الصحیح خلا شیخ الطبرانی وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۲۹۹۷، باب فی الجمعة وفضلها)
وقال الالبانی: "عرضت علی الأیام، فعرض علی فیها یوم الجمعة، فإذا هی کمرآة بیضاء ، وإذافی وسطها نکتة سوداء ، فقلت :ما هذه؟ قیل :الساعة ."
أخرجه الطبرانی فی "المعجم الأوسط (۱/۴۸/۲)"عن أبی سفیان الحمیری: حدثنا الضحاک بن حمرة عن یزید بن حمید عن أنس بن مالک مرفوعا وقال " :لم یروه عن یزید إلا الضحاک، تفرد به أبو سفیان ."
قلت :هو صدوق وسط کما فی "التقریب "، واسمه سعید بن یحیی الحمیری .ونحوه الضحاک بن حمرة، فقد اختلفوا فیه ما بین موثق ومضعف، وحسن الترمذی حدیثه، فالإسناد حسن إن شاء الله تعالی .وقال الهیثمی فی "مجمع الزوائد(۲/۱۶۴) "رواه الطبرانی فی "الأوسط "، ورجاله رجال الصحیح خلا شیخ الطبرانی وهو ثقة ."کذا قال، والضحاک بن حمرة لم یخرج له الشیخان شیئا .وأورده هو والمنذری ۱۰/۲۴۸)عن أنس به نحوه بأتم منه، وقال الهیثمی " :رواه الطبرانی فی "الأوسط "، ورجاله ثقات ."وقال المنذری ... " :بإسناد جید " وقال فی مکان آخر (۴/۲۷۴-۲۷۵) "رواه ابن أبی الدنیا والطبرانی فی "الأوسط "بإسنادین أحدهما جید قوی، وأبو یعلی مختصرا، ورواته رواة الصحیح والبزار ."
قلت :فی إسناد الطبرانی خالد بن مخلد القطوانی وهو وإن کان من رجال البخاری ففی حفظه ضعف، وهو راوی حدیث ... "من عادی لی ولیا " ...وهو مخرج فیما تقدم برقم(۱۶۴۰)مع بیان شواهده التی تقویه .وبالجملة فالحدیث بمجموع الطریقین حسن علی الأقل .ثم وجدت له طریقا أخری أخرجه أبو نعیم فی "الحلیة " (۳/۷۲-۷۳)عن یزید بن عبد ربه الجرجانی قال : حدثنا الولید عن الأوزاعی عن یحیی بن أبی کثیر عن أنس بن مالک به .وقال " :غریب من حدیث الأوزاعی عن یحیی متصلا مرفوعا ولم نکتبه إلا من هذا الوجه، وقیل :إنه تفرد به یزید ."
قلت :وهو ثقة من شیوخ مسلم ومن فوقه ثقات من رجال الشیخین، لکن الولید وهو ابن مسلم یدلس تدلیس التسویة .ویحیی بن أبی کثیرا رأی أنسا لکنه رمی بالتدلیس .وله طریق ثالث، فقال أبو یعلی (۳/۱۰۴۶)حدثنا شیبان بن فروخ أخبرنا الصعق بن حزن أخبرنا علی بن الحکم البنانی عن أنس بن مالک به .وفیه ذکر یوم المزید .وهذا إسناد جید رجاله ثقات رجال البخاری غیر الصعق بن حزن فهو من رجال مسلم وفیه کلام لا یضر .وله بهذه الزیادة طرق أخری، خرجها ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل سفید شیشہ کے مثل کوئی چیز لائے، جس کے اندر سیاہ نقطہ تھا، میں نے عرض کیا کہ اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ جمعہ ہے، جسے اللہ نے آپ کے اور آپ کی امت کے لئے عید بنادیا ہے، پس تم (مقبول دن حاصل کرنے میں) یہود ونصاریٰ سے مقدم (یعنی آگے) ہو، اس دن میں ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ جس میں بندہ اللہ سے جو بھی خیر کا سوال کرتا ہے، تو اللہ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے، میں نے عرض کیا کہ یہ سیاہ نقطہ کیا ہے؟ تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ یہ قیامت کا دن ہے، قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی (ابویعلیٰ)

جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأَيَّامُ وَعُرِضَ عَلَيَّ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْ مِرْآةٍ أَوْ قَالَ: مِثْلَ الْمِرْآةِ فَرَأَيْتُ فِيْهِ نُكْتَةً سَوْدَاءَ، فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ؟ فَقِيْلَ :فِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر تمام دن پیش کئے گئے، اور مجھ پر جمعہ کا دن بھی پیش کیا گیا آئینہ میں، یا یہ فرمایا کہ آئینہ کی طرح، پس میں نے اس میں سیاہ نقطہ دیکھا، تو میں نے کہا کہ یہ نقطہ کیا ہے؟ تو جواب میں فرمایا گیا کہ اس دن میں قیامت قائم ہوگی (یہ اس کا نشان ہے) (عبدالرزاق)

مطلب یہ ہے کہ قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی، اور جمعہ کے دن میں وہ سیاہ نقطہ اس دن میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ القیم فی "حادی الأرواح(۲/ ۱۰۱ ـ ۱۰۸) "یزید بعضهم علی بعض، ثم قال: "هذاحديث كبير عظيم الشأن رواه أئمة السنة وتلقوه بالقبول وجمل به الشافعي (مسنده) قلت :وهو عند البزار (۳۲۰ـ زوائد ابن حجر) من طريق عثمان بن عمير عن أنس. وعثمان هذا هو أبو اليقظان الكوفي الأعمى، وهو ضعيف .وبالجملة فالحديث صحيح بمجموع طرقه .والله أعلم(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۹۳۳)

وقال حسين سليم أسد :إسناده صحيح(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

[1] رقم الحديث ۵۵٦۰، كتاب الجمعة، باب عظيم يوم الجمعة .

قیامت قائم ہونے کی علامت ونشانی تھی۔

مذکورہ احادیث سے جمعہ کے دن قیامت قائم ہونے کے ساتھ ساتھ پانچ خصلتوں کا ہونا معلوم ہوا، جس سے جمعہ کے دن کی اہمیت وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔

جمعہ کا دن ہفتہ وار عید ہے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ جَعَلَہُ اللّٰہُ لِلْمُسْلِمِیْنَ فَمَنْ جَاءَ اِلَی الْجُمُعَۃِ فَلْیَغْتَسِلْ وَاِنْ کَانَ طِیْبٌ فَلْیَمُسَّ مِنْہُ وَعَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ (سنن ابنِ ماجہ)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اس (جمعہ کے) دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنا دیا ہے، لہٰذا جو شخص جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو اسے چاہئے کہ غسل کرے اور اگر خوشبو (یعنی عطر وغیرہ) میسر ہو تو اس کو بھی استعمال کرے اور تم مسواک کا بھی اہتمام کرو (ابنِ ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جُمُعَۃٍ مِّنَ الْجُمُعِ مَعَاشِرَالْمُسْلِمِیْنَ اِنَّ ھٰذَایَوْمٌ جَعَلَہُ اللّٰہُ لَکُمْ عِیْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَعَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ (المعجم الاوسط للطبرانی)[2]

---

[1] رقم الحديث ۱۰۹۸، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى الزينة يوم الجمعة؛ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۷۳۵۵.
قال المنذرى: رواه ابن ماجه بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۱۰۵۸، كتاب الجمعة الترغيب فى صلاة الجمعة والسعى إليها وما جاء فى فضل يومها وساعتها)
وقال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] رقم الحديث ۳۴۳۳؛ المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث ۳۵۸)
قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط والصغير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج ۲، ص ۱۷۳، تحت رقم الحديث ۳۰۴۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جمعہ کے دنوں میں سے کسی جمعہ کے دن میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! بے شک یہ ایسا دن ہے جس کو اللہ نے تمہارے لئے عید بنادیا ہے، لہٰذا تم اس دن غسل کرواور مسواک کا اہتمام کرو (طبرانی)

جلیل القدر تابعی، حضرت ابنِ سباق رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِيْدًا لِلْمُسْلِمِيْنَ فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهُ اَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ (مؤطا امام مالک، رقم الحديث ٢١٣/٥٥ كتاب وقوت الصلاة، باب ماجاء فى السواک) [1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ نے اس (جمعہ کے) دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنادیا ہے، لہٰذا تم غسل کرو اور جس کو خوشبو (عطر وغیرہ) میسّر ہو تو اس کو بھی استعمال کرے اور تم مسواک کا بھی اہتمام کرو (موطاً)

---

[1] قال البيهقي: هذا هو الصحيح مرسل، ولا يصح وصله (السنن الكبرىٰ للبيهقي، ج٣ص ٣٤٥، رقم الحديث ٥٩٥٩)

وقال البيهقي ايضاً: قال احمد: هذا مرسل (معرفة السنن والآثار ج٤ص ٢١٢، تحت رقم الحديث ٦٦٥٠، باب الهيئة للجمعة)

وقال البوصيرى: رواه مسدد والبيهقي مرسلا بسند رجاله ثقات، ورواه البيهقي مرفوعا من حديث ابى هريرة ومن حديث انس وقال الصحيح انه مرسل (اتحاف الخيرة المهرة، ج٢، ص٢٧٦، تحت رقم الحديث ١٥١١، باب الزينة والطيب والسواک يوم الجمعة)

وقال ابن عبدالبر: ابن السباق هذا عبيد روى عنه ابن شهاب وابنه سعيد بن عبيد بن السباق وهو من ثقات التابعين بالمدينة ومن أشرافهم من بنى عبد الدار بن قصي (التمهيد لما فى الموطأ من المعاني والأسانيد، ج ١ ص ٢٠٩، تابع لحرف الميم)

اس طرح کی حدیث اور کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت سے بھی مروی ہے۔ [1]

جمعہ کے دن کے عید کا دن ہونے کی وجہ سے جمعہ اور عیدُ الفطر وعیدُ الاضحیٰ کے دنوں میں کئی احکام اور کئی چیزیں باہم مشترک یا ایک دوسرے کے مشابہ پائی جاتی ہیں، مثلاً:

(۱)......عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ کے دنوں میں دو رکعات اجتماعی انداز میں بڑے بڑے مجمعوں کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، اسی طرح جمعہ کے دن، جمعہ کی نماز بھی بڑے مجمع میں ادا کی جاتی ہے۔

(۲)......عیدین کی نماز کے ساتھ خطبہ پڑھا جاتا ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز کے ساتھ بھی خطبہ پڑھا جاتا ہے (پہلے اور بعد کے فرق کے ساتھ)

(۳)......عیدین کی نماز دو رکعت ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز بھی دو رکعت فرض ہے۔

(۴)......عیدین کی نماز کے لئے جلدی جانا سنت اور فضیلت کا باعث ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز کے لئے بھی جلدی جانا سنت اور فضیلت کا باعث ہے۔

(۵)......عیدین کی نماز پڑھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور مغفرت وغیرہ کی فضیلت کا ذکر ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کے لئے بھی عظیم فضیلت ہے۔

(۶)......عیدین کے دنوں میں غسل کرنا، مسواک کرنا اور اچھا لباس پہننا، صفائی ستھرائی اور فاضل بال وناخن وغیرہ کاٹنا سنت ومستحب ہے، اسی طرح جمعہ کے دن بھی یہ اعمال سنت ومستحب ہیں۔

---

[1] عن الزهري قال أخبرني من لا أتهم عن أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم أنهم سمعوا رسول الله صلى الله عليه و سلم في يوم جمعة من الجمع وهو على المنبر يقول يا معشر المسلمين إن هذا يوم جعله الله عيدا للمسلمين فاغتسلوا فيه من الماء ومن كان عنده طيب فلا يضره أن يمس منه وعليكم بهذا السواك (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۵۳۰۱)

(۷)...... عیدُ الفطر کے دن صدقۂ فطر اور عیدُ الاضحیٰ کے دن قربانی کے اعمال ہیں، اسی طرح جمعہ کے دن جلدی جانے کو صدقہ وقربانی کے قائم مقام قرار دے دیا گیا ہے (جیسا کہ کئی احادیث میں آگے پیچھے جانے والوں کو مختلف چیزیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ وقربان کرنے کے مثل ثواب کا ذکر ہے) [1]

---

[1] علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

لما كان فى الأسبوع كالعيد فى العام، وكان العيد مشتملا على صلاة وقربان، وكان يوم الجمعة يوم صلاة، جعل الله سبحانه التعجيل فيه إلى المسجد بدلا من القربان، وقائما مقامه فيجتمع للرائح فيه إلى المسجد الصلاة، والقربان (زادالمعاد فى هدى خير العباد، ج ا ص ۳۸۶، فصل فى هديه صلى الله عليه وسلم فى العبادات، فصل فى بيان اختلاف الناس فى ساعة الإجابة)

اور علامہ ابنِ رجب فرماتے ہیں کہ:

عيد الأسبوع :فهو يوم الجمعة، وهو متعلق بإكمال فريضة الصلاة؛ فإن الله فرض على عباده المسلمين الصلاة كل يوم وليلة خمس مرات، فإذا كملت أيام الأسبوع التى تدور الدنيا عليها وأكملوا صلاتهم فيها شرع لهم يوم إكمالها -وهو اليوم الذى انتهى فيه الخلق وفيه خلق آدم وأدخل الجنة -عيدا يجتمعون فيه على صلاة الجمعة، وشرع لهم الخطبة تذكيرا بنعم الله عليهم وحثا لهم على شكرها، وجعل شهود الجمعة بأدائها كفارة لذنوب الجمعة كلها وزيادة ثلاثة أيام .وقد روى أن يوم الجمعة أفضل من يوم الفطر ويوم النحر .خرجه الإمام أحمد فى "مسنده ، وقال مجاهد وغيره .وروى أنه حج المساكين ، وروى عن على أنه يوم نسك المسلمين .وقال ابن المسيب :الجمعة أحب إلى من حج التطوع وجعل الله التبكير إلى الجمعة كالهدى؛ فالمبكر فى أول ساعة كالمهدى بدنة، ثم كالمهدى بقرة، ثم كالمهدى كبشا، ثم كالمهدى دجاجة .ثم كالمهدى بيضة .ويوم الجمعة يوم المزيد فى الجنة الذى يزور أهل الجنة فيه ربهم ويتجلى لهم فى قدر صلاة الجمعة .وكذلك روى فى يوم العيدين أن أهل الجنة يزورون ربهم فيهما وأنه يتجلى فيهم لأهل الجنة عموما يشارك الرجال فيها النساء . فهذه الأيام أعياد للمؤمنين فى الدنيا والآخرة عموما (فتح البارى لابنِ رجب، ج ا ص ۱۷۵ ، وص ۱۷۶ ، كتاب الايمان)

ترجمہ: ہفتہ وار عید جمعہ کا دن ہے اور جمعہ کے دن کا نماز کے فریضہ کی تکمیل کے ساتھ تعلق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلمان بندوں پر ہر دن رات میں پانچ مرتبہ نماز فرض کی ہے، پس جب ہفتہ کے دن مکمل ہو جاتے ہیں جن پر دنیا گھومتی ہے اور بندے ہفتہ کی نماز کو مکمل کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہفتے کو مکمل کرنے کے لئے ایک ایسا دن (عید کا) رکھ دیا، جس میں تمام مخلوقات کی پیدائش کی انتہا ہوئی، اور اس دن میں ہی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کی وجوہات کے پیشِ نظر جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے دنیا کے اعتبار سے ہفتہ وار عید کا دن ہے، اور آخرت میں جنتیوں کو جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی، اس لئے آخرت کے اعتبار سے بھی عید کا دن ہے۔

لیکن جمعہ اور عیدین کے بعض احکام میں فرق بھی ہے۔

بہر حال جمعہ کے دن کے ہفتہ وار عید ہونے سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن انتہائی عظمت و فضیلت اور خوشی والا دن ہے۔

جمعہ کے دن دین کی تکمیل

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا، اس دن میں بندے جمعہ کی نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ان کے لئے جمعہ میں خطبہ بھی رکھا گیا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کیا جائے اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کے شکر پر ابھار پیدا ہو، اور جمعہ میں حاضر ہو کر اس کی ادائیگی کو اللہ تعالیٰ نے جمعہ بھر اور تین دن مزید کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ قرار دے دیا، اور روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جمعہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دنوں سے بھی افضل ہے، امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں تخریج کیا ہے، اور حضرت مجاہد وغیرہ نے بھی فرمایا ہے، اور یہ بھی مروی ہے کہ جمعہ مسکینوں کا حج ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے نسک کا دن ہے، اور ابنِ مسیّب نے فرمایا کہ جمعہ مجھے نفلی حج سے بھی زیادہ پسند ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی طرف جلدی جانے کو قربانی کی طرح قرار دے دیا ہے، پس جو پہلی گھڑی میں جاتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ اونٹ کو قربان کرتا ہے، پھر دوسرے نمبر جانے والا ثواب کے اعتبار سے ایسا ہے جیسا کہ گائے قربان کرنے والا، پھر تیسرے نمبر پر جانے والا ایسا ہے، جیسا کہ مینڈھا قربان کرنے والا، پھر چوتھے نمبر پر جانے والا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرغی قربان (یعنی صدقہ) کرنے والا، پھر پانچویں نمبر پر جانے والا ایسا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں انڈا قربان (یعنی صدقہ) کرنے والا، اور جمعہ کے دن کا نام جنت میں یوم المزید ہے، جس میں جنّتی اپنے رب کی زیارت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ جنتیوں کے لیے نمازِ جمعہ کی مقدار کے برابر تجلّی فرمائیں گے، اور اسی طرح عیدین کے دن کے بارے میں بھی مروی ہے کہ جنتی ان دونوں دنوں میں اپنے رب کی زیارت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ جنتیوں کے لئے عام تجلّی فرمائیں گے، جو مَردوں اور عورتوں سب کے لئے ہوگی، پس یہ دن عموماً مؤمنوں کی دنیا و آخرت کے عید کے دن ہیں (فتح الباری لابن رجب)

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ رَجُلًا، مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، آيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُ وْنَهَا، لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ، لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ: أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ : اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا. قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ (صحيح البخارى) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی آدمی نے کہا کہ اے امیرُ المومنین! تم اپنی کتاب (یعنی قرآن مجید) میں ایک آیت کو پڑھتے ہو، اگر وہ آیت ہم یہودیوں کے گروہ پر نازل ہوتی، تو ہم اس دن کو عید قرار دے دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس یہودی نے کہا کہ (سورہ مائدہ کی) یہ آیت ہے کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.

”آج کے دن مکمل کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو، اور تمام کر دی تم پر اپنی نعمت، اور راضی ہو گیا میں تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں اس دن کا علم ہے، اور اس جگہ کا بھی علم ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عرفات میں جمعہ کے دن قیام پذیر تھے (بخاری)

حضرت عمار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ : اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

---

[1] رقم الحديث ٤٥، كتاب الايمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه.

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا . وَعِنْدَهُ يَهُودِيٌّ فَقَالَ: لَوْ أُنْزِلَتْ هٰذِهٖ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيدًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمِ عِيدَيْنِ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، وَيَوْمِ عَرَفَةَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (ایک دن) یہ آیت پڑھی ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ''(آج کے دن مکمل کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو، اور تمام کر دی تم پر اپنی نعمت، اور راضی ہو گیا میں تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس (اس وقت) ایک یہودی (بیٹھا ہوا) تھا، اس نے (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سن کر) کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کو (یعنی اس دن کو جس میں یہ آیت نازل ہوئی تھی) عید قرار دیتے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے (ترمذی)

دین کامل یا مکمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آج دینِ حق کے تمام حدود وفرائض اور احکام وآداب مکمل کر دیے گئے ہیں، اب اس میں نہ کسی کمی کا احتمال ہے اور نہ کسی اضافہ وزیادتی کی ضرورت باقی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے بعد اسلامی احکام میں سے کوئی نیا حکم نازل نہیں ہوا، جو چند آیتیں اس کے بعد نازل ہوئیں، ان میں یا تو ترغیب وترہیب کے مضامین ہیں اور یا پھر اُن ہی احکام کی تاکید بیان کی گئی ہے، جو پہلے نازل ہو چکے تھے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۰۴۴، ابواب تفسير القرآن، باب: ومن سورة المائدة.
قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب من حديث ابن عباس.

[2] قال ابن عباس لم ينزل بعد هذه الآية حلال ولا حرام ولا شيء من الفرائض والسنن والحدود والاحكام (التفسير المظهری، ج۳، ص۲۴، سورة مائدة، تحت رقم الآية ۳)

اور اسلامی احکام کے اعتبار سے یہ آخری آیت عرفہ اور جمعہ کے دن نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابنِ عباس وعمر رضی اللہ عنہما کے واقعات الگ الگ ہیں، اور دونوں حضرات کے مذکورہ واقعات سے جمعہ کے دن کا عید ہونا معلوم ہوا۔

یہودی کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ آیت ہم پر اترتی جس میں دین کے کامل اور نعمت کے پورا ہونے کا ذکر ہے تو اتنی عظیم الشان نعمت کی خوشی اور اس کے شکرانے کے طور پر اس دن کو ہم عید کا دن قرار دے دیتے، مگر تعجب ہے کہ مسلمانوں نے اس دن کو عید کا دن قرار نہیں دیا؟ اس کے جواب میں حضرت ابنِ عباس وعمر رضی اللہ عنہما نے جو کچھ فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس آیت کو ایک ایسے دن نازل فرمایا جو ایک تو جمعہ کا دن تھا، اور دوسرے عرفہ کا دن تھا تو پھر ہمیں اس دن مزید یادگاری دن قرار دینے کی کیا ضرورت تھی، کیونکہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری حج ادا فرمایا تھا وہ جمعہ کے دن تھا۔

گویا ایک تو جمعہ ہونے کی وجہ سے خود وہ دن افضل واشرف تھا دوسرے عرفہ (اور حج) کا بڑا رکن ادا ہونے والے دن کے اعتبار سے اس کی فضیلت وعظمت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا اور اسی دن یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر ہے کہ ان دونوں مسلَّمہ عظمت وفضیلت والے دِنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لئے اور کون سا دن افضل اور عید والا ہوسکتا تھا۔ [1]

---

[1] ومراد عمر رضی اللہ عنہ إنا قد اتخذنا ذلک الیوم عیدامن وجھین فإنہ یوم عرفۃ ویوم جمعۃ وکل واحد منھما عید لأھل الإسلام (شرح النووی علی مسلم، تحت رقم الحدیث ۳۰۱۷، ج۱۸، ص۱۵۳)

أن الأعیاد لا تکون بالرأی والاختراع کما یفعلہ أھل الکتابین من قبلنا؛ إنما تکون بالشرع والاتباع، فھذہ الآیۃ لما تضمنت إکمال الدین وإتمام النعمۃ أنزلھا اللہ فی یوم شرعہ عیدا لھذہ الأمۃ من وجھین:

أحدھما :أنہ یوم عید الأسبوع وھو یوم الجمعۃ.

والثانی :أنہ یوم عید أھل الموسم وھو یوم مجمعھم الأکبر وموقفھم الأعظم، وقد قیل :أنہ یوم الحج الأکبر.

وقد جاء تسمیۃ عیدا من حدیث مرفوع خرجہ أھل السنن من حدیث عقبۃ بن عامر، عن النبی صَلَّی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جمعرات یا شبِ جمعہ میں اعمال کی پیشی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ مَرَّتَیْنِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ اُتْرُکُوْا اَوْ اُرْکُوْا ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَفِیْئَا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو مرتبہ پیش کئے جاتے ہیں، پیر اور جمعرات کے دن، پس ہر مومن بندہ کی مغفرت کردی جاتی ہے، سوائے اس بندے کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو، ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ان کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ صلح کرلیں (مسلم)

بعض روایات میں جمعرات کے دن کے بجائے، جمعرات کی رات یعنی شبِ جمعہ کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال " :یوم عرفۃ ویوم النحر وأیام التشریق عیدنا أھل الإسلام، وھی أیام أکل وشرب،

وقد أشکل وجھہ علی کثیر من العلماء ؛ لأنہ یدل علی أن یوم عرفۃ یوم عید لا یصام، کما روی ذلک عن بعض المتقدمین، وحملہ بعضھم علی أھل الموقف وھو الأصح لأنہ الیوم الذی فیہ أعظم مجامعھم ومواقفھم بخلاف أھل الأمصار فإن اجتماعھم یوم النحر، وأما أیام التشریق فیشارک أھل الأمصار أھل الموسم فیھا؛ لأنھا أیام ضحایاھم وأکلھم من نسکھم .ھذا قول جمھور العلماء (فتح الباری لابنِ رجب، ج ۱، ص ۱۷۲، وص ۱۷۳، تحت رقم الحدیث ۴۵، کتاب الایمان)

[1] رقم الحدیث ۳۶، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب النھی عن الشحناء والتھاجر.

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيْسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۲۷۲) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات کو، جمعہ کی رات میں پیش کیے جاتے ہیں، اور قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا (مسند احمد)

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی وجہ بھی یہی منقول ہے کہ ان دونوں دنوں میں اللہ ربُّ العالمین کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن . وأخرجه المزى فى ترجمة الخزرج من "تهذيبه۸/۲۴۲ "من طريق عبد الله ابن أحمد بن حنبل، عن أبيه، بهذا الإسناد.
وأخرجه الخرائطى فى "مساوىء الأخلاق(۲۷۹) " والبيهقى فى "الشعب(۷۹۶۶) "من طريق يونس بن محمد، به.
وأخرجه البخارى فى "الأدب المفرد(۶۱)" والبيهقى (۷۹۶۵)من طريقين عن الخزرج بن عثمان السعدى، به -وجاء فيه عند البخارى والخرائطى والبيهقى(۷۹۶۶)قصة.
وقد سلف عن أبى هريرة مرفوعاً من طريق آخر أن الأعمال تعرض كل اثنين وخميس، انظر (۷۶۳۹)وهو صحيح(حاشية مسند احمد)
وقال المنذرى: رواه احمد ورواته ثقات (الترغيب والترهيب للمنذرى، تحت رقم الحديث ۳۸۲۴، كتاب البر والصلة وغيرهما)
وقال الهيثمى: رواه أحمد، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۴۵۰، باب صلة الرحم وقطعها)

[2] عن مولى أسامة بن زيد، أنه انطلق مع أسامة إلى وادى القرى فى طلب مال له، فكان يصوم يوم الاثنين ويوم الخميس، فقال له مولاه :لم تصوم يوم الاثنين ويوم الخميس، وأنت شيخ كبير؟، فقال :إن نبى الله صلى الله عليه وسلم كان يصوم يوم الاثنين ويوم الخميس، وسئل عن ذلك، فقال :إن أعمال العباد تعرض يوم الاثنين ويوم الخميس، قال أبو داود :كذا قال هشام الدستوائى، عن يحيى، عن عمر بن أبى الحكم(ابوداؤد، رقم الحديث ۲۴۳۶، مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۷۵۳؛ حلية الاولياء، ج۹، ص۱۸)
قال شعيب الارنؤوط:اسناده حسن(حاشية مسند احمد)

بعض اور روایات میں بھی جمعہ کے دن اعمال کی پیشی کا ذکر آیا ہے۔ [1]
جن میں سے بعض روایات کی سندیں انتہائی ضعیف قرار دی گئی ہیں۔ [2]

---

[1] عن أبی هريرة أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قال إن الأعمال تعرض يوم الخميس ويوم الجمعة فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئا إلا رجلين فإنه يقول أخروا هذين حتى يصطلحا (تاريخ دمشق لابن عساكر، رقم الحديث ۲۶۹۹، ج۲۲، ص ۳۶۲، وص ۳۶۳)

حدثنا عبد الله بن محمد بن جعفر، ثنا أحمد بن عيسى بن ماهان الرازی، ثنا محمد بن مصفى، ثنا بقية، ثنا عباد بن كثير، عن عمران، عن أنس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن أعمال أمتی تعرض علی فی كل يوم جمعة واشتد غضب الله على الزناة (حلية الاولياء لابی نعيم، ج۶ ص ۱۷۹، باب عمران القصير)

[2] وقال صلى الله عليه وسلم تعرض الأعمال يوم الاثنين ويوم الخميس على الله تعالى وتعرض على الأنبياء وعلى الآباء والأمهات يوم الجمعة فيفرحون بحسناتهم ويزدادون وجوههم بيضا ونزهة فاتقوا الله ولا تؤذوا موتاكم (نوادر الاصول، ج۲ ص ۲۶۰)

قال ابن السبكی:لم أجد له إسناداً (تخريج أحاديث إحياء علوم الدين، تحت رقم الحديث ۴۰۵۱؛ الناشر :دار العاصمة للنشر -الرياض)

وقال الالبانی: تعرض الأعمال يوم الاثنين ويوم الخميس على الله، وتعرض على الأنبياء ، وعلى الآباء والأمهات يوم الجمعة، فيفرحون بحسناتهم وتزداد وجوههم بياضا وإشراقا، فاتقوا الله، ولا تؤذوا أمواتكم ."موضوع.

أخرجه الترمذی الحكيم فی "نوادر الأصول "من حديث عبد الغفور بن عبد العزيزعن أبيه عن جده قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فذكره. كذا فی "الحاوی للفتاوی(۲/۲۶۰) "
قلت :وهذا إسناد موضوع، المتهم به عبد الغفور هذا، واسم جده سعيد الأنصاری كما فی بعض الأسانيد التی فی ترجمته من "الميزان "، وحكى عن البخاری أنه قال " :تركوه ."وهذا عنده معناه أنه متهم وفی أشد درجات الضعف، كما هو معروف عنه، وأفصح عن ذلك ابن حبان فقال (۱۴۸/۲) "كان ممن يضع الحديث على الثقات ."وقال ابن معين ":ليس حديثه بشیء ."وقال أبو حاتم ":ضعيف الحديث ."ومنه تعلم أن السيوطی قد أساء بإيراده لهذا الحديث فی "الجامع الصغير "وباستشهاده به على ما جزم به فی "الحاوی "أن الأموات على علم بأحوال الأحياء ، وبما هم فيه !وقد ساق فی هذه المسألة أحاديث أخرى، لا يحتج بشیء منها مثل حديث "إن أعمالكم تعرض على أقاربكم وعشائركم من الأموات " ..الحديث، وقد مضى (۸۶۴)والحديث بيض له المناوی، فلم يتكلم عليه بشیء فكأنه لم يقف على إسناده،فالحمد لله الذی أطلعنی عليه، ولوبواسطة السيوطی نفسه !ثم إن الحديث وقع فی "الجامع الصغير "من رواية الحكيم عن والد عبد العزيز غير مسمى، وقد تقدم أن اسمه سعيد الأنصاری، وقد أورده فی "الإصابة "باسم "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اعمال کی پیشی یا اعمال کے اٹھائے جانے کا سلسلہ سالانہ بھی ہوتا ہے (جیسا کہ شعبان کے مہینہ میں)

اور یومیہ بھی ہوتا ہے (جیسا کہ صبح وشام کے اعمال)

اور ہفتہ وار بھی (جیسا کہ پیر اور جمعرات یا شبِ جمعہ میں) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سعيد الشامي "، وقال ":جاء ت عنه عدة أحاديث من رواية ولده عنه، تفرد بها عبد الغفور أبو الصباح بن عبد العزيز عن أبيه عبد العزيز عن أبيه سعيد " ..ثم ذكر له أحاديث . وقد ساق بعضها ابن عدى في ترجمة عبد الغفور هذا وقال في آخر ترجمته ":الضعف على ترجمته ورواياته بين، وهو منكر الحديث ."(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ١٤٨٠)

۱ يحتمل أمران أحدهما أن أعمال العباد تعرض على الله تعالى كل يوم ثم تعرض عليه أعمال الجمعة في كل اثنين وخميس ثم تعرض عليه أعمال السنة في شعبان فتعرض عرضا بعد عرض ولكل عرض حكمة يطلع عليها من يشاء من خلقه أو يستأثر بها عنده مع أنه تعالى لا يخفى عليه من أعمالهم خافية ثانيهما أن المراد أنها تعرض في اليوم تفصيلا ثم في الجمعة جملة أو بالعكس(حاشيه السندى على سنن النسائى، ج۴ص ٢٠٢، ٢٠٣، كتاب الصيام)

(تعرض أعمال الناس) الظاهر أنه أراد المكلفين منهم بقرينة ترتيبه المغفرة على العرض وغير المكلف لا ذنب له يغفر له كل جمعة مرتين قال القاضي :أراد بالجمعة الأسبوع فعبر عن الشيء بآخره وما يتم به ويوجد عنده والمعروض عليه هو الله تعالى أو ملك يوكله على جميع صحف الأعمال وضبطها (في كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس وسبق الجمع بينه وبين رفع الأعمال بالليل مرة وبالنهار مرة (فيغفر لكل عبد مؤمن إلا عبدا) بالنصب لأنه استثناء من كلام موجب وفي رواية عبد بالرفع وتقديره فلا يحرم أحد من الغفران إلا عبد ومنه (فشربوا منه إلا قليل) بالرفع ذكره الطيبي (بينه وبين أخيه في الإسلام شحناء) بفتح فسكون ونون ممدودة أي غل فيقال اتركوا هذين (حتى يفيئا) أي يرجعا عما هما عليه من التقاطع والتباغض والفيئة كبيعة الحالة من الرجوع قال الطيبي :أتى باسم الإشارة بدل الضمير لمزيد التعبير والتنفير (فيض القدير ج٣ص ٢٥٠، تحت رقم الحديث ٣٣١٤)

(إن أعمال العباد تعرض)زاد في رواية على رب العالمين (يوم الإثنين ويوم الخميس) فليستح عبد أن يعرض على من أنعم عليه من عمله ما نهاه عنه ولا يعارضه خبر رفع عمل الليل قبل النهار والنهار قبل الليل لأنها تعرض كل يوم ثم تعرض أعمال الجمعة كل اثنين وخميس ثم أعمال السنة في شعبان فيعرض عرضا بعد عرض ولكل عرض حكمة استأثر بها الله أو أطلع عليها من شاء أو المراد تعرض في اليوم تفصيلا ثم في الجمعة جملة أو عكسه(فيض القدير جلد٢، ص ٤٢٦، تحت رقم الحديث ٢٢٠٨)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعرات یا شبِ جمعہ میں بندوں کے اعمال کی اللہ کے حضور پیشی ہوتی ہے۔

بروز جمعہ بازارِ جنت میں حاضری اور زیارتِ الٰہی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا، يَأْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ، فَتَهُبُّ رِيْحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُوْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَهْلُوْهُمْ: وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَقُوْلُوْنَ: وَأَنْتُمْ، وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا (مسلم)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں ایک بازار ہے، جس میں جنّتی ہر جمعہ کو جایا کریں گے، وہاں شمالی ہوا چلے گی جو جنتیوں کے چہروں اور کپڑوں کو (حسن وجمال سے) بھر دے گی اور ان کے حسن وجمال میں اضافہ ہوجائے گا، پھر وہ خوب زیادہ حسین وجمیل ہوکر اپنے گھر والوں کے پاس جائیں گے، گھر والے کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم سے جُدا ہونے کے بعد تمہارا حسن وجمال

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمعنى ترفع أعمالهم إلى الملأ الأعلى، ولا ينافيه رفعها كل يوم أعمال الليل بعد صلاة الصبح، وأعمال النهار بعد صلاة العصر، وكل يوم اثنين وخميس ;لأن الأول رفع عام لجميع ما يقع في السنة، والثاني رفع خاص لكل يوم وليلة، والثالث رفع لجميع ما يقع في الأسبوع وكان حكمة تكرير هذا الرفع مزيد تشريف الطائعين وتقبيح العاصين(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۷۴، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان)

[1] رقم الحديث ۲۸۳۳ "۱۳" كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب في سوق الجنة وما ينالون فيها من النعيم والجمال.

بڑھ گیا، اس کے بعد وہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہمارے بعد تمہارے (یعنی گھر والوں کے) حسن و جمال میں بھی اضافہ ہوگیا ہے (مسلم)

جنت کے بازار سے مراد لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے، جس طریقے سے دنیا میں بازار میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ [1]

بعض علماء نے فرمایا کہ دوسری احادیث کے پیشِ نظر یہ بھی ممکن ہے کہ حُسن و جمال کی یہ زیادتی اللہ تعالیٰ کی زیارت کی نعمت کی وجہ سے حاصل ہو، اوران جنتیوں کی خواتین اللہ تعالیٰ کی اپنے گھروں میں زیارت کریں، جس کی وجہ سے اُن کا حسن و جمال بھی زیادہ ہوجائے۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَانِىْ جِبْرِيلُ ، وَفِىْ يَدِهٖ كَالْمِرْآةِ الْبَيْضَاءِ ، فِيْهَا كَالنُّكْتَةِ السَّوْدَآءِ ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ ، مَا

---

[1] المراد بالسوق مجمع لهم يجتمعون كما يجتمع الناس فى الدنيا فى السوق ومعنى يأتونها كل جمعة أى فى مقدار كل جمعة أى أسبوع وليس هناك حقيقة أسبوع لفقد الشمس والليل والنهار والسوق يذكر ويؤنث وهو أفصح وريح الشمال بفتح الشين والميم بغير همزة هكذا الرواية قال صاحب العين هى الشمال والشمأل باسكان الميم مهموز والشأملة بهمزة قبل الميم والشمل بفتح الميم بغير ألف والشمول بفتح الشين وضم الميم وهى التى تأتى من دبر القبلة قال القاضى وخص ريح الجنة بالشمال لأنها ريح المطر عند العرب كانت تهب من جهة الشام وبها يأتى سحاب المطر وكانوا يرجون السحابة الشامية وجاء ت فى الحديث تسمية هذه الريح المثيرة أى المحركة لأنها تثير فى وجوههم ما تثيره من مسك أرض الجنة وغيره من نعيمها (شرح النووى على صحيح مسلم، تحت رقم الحديث ٢٨٣٣، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، قوله صلى الله عليه وسلم "حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات")

[2] قال ابن تيمية: ويجوز أن يكون هذا الحديث مختصرا من بقية الأحاديث بأن سبب الازدياد " رؤية الله تعالى "مع ما اقترن بها .وعلى هذا فيمكن أن يكون "نساؤهم المؤمنات "رأين الله فى منازلهن فى الجنة "رؤية "اقتضت زيادة الحسن والجمال -إذا كان السبب هو الرؤية كما جاء مفسرا فى أحاديث أخر -كما أنهم فى الدنيا كان الرجال يروحون إلى المساجد فيتوجهون إلى الله هنالك والنساء فى بيوتهن يتوجهن إلى الله بصلاة الظهر؛ والرجال يزدادون نورا فى الدنيا بهذه الصلاة وكذلك النساء يزددن نورا بصلاتهن كل بحسبه؛ والله سبحانه لا يشغله شأن عن شأن بل كل عبد يراه مخليا به فى وقت واحد (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج٦، ص٤٠٨، و٤٠٩، تحت حديث الزيادة فى نص بعض الاحاديث ، هل هى نسخ)

هٰذِهٖ ؟ قَالَ: هٰذِهِ الْجُمُعَةُ.

قَالَ : قُلْتُ : وَمَا الْجُمُعَةُ ؟ قَالَ: لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ قَالَ : قُلْتُ: وَمَا لَنَا فِيْهَا ؟ قَالَ: تَكُوْنُ عِيْدًا لَکَ وَلِقَوْمِکَ مِنْ بَعْدِکَ ، وَيَكُوْنُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى تَبَعًا لَکَ .

قَالَ: قُلْتُ: وَمَا لَنَا فِيْهَا ؟ قَالَ: لَكُمْ فِيْهَا سَاعَةٌ ، لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ، هُوَ لَهٗ قَسَمٌ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ ، أَوْ لَيْسَ لَهٗ بِقَسَمٍ إِلَّا ذُخِرَ لَهٗ عِنْدَهٗ مَا هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُ ، أَوْ يَتَعَوَّذُ بِهٖ مِنْ شَرٍّ ، هُوَ عَلَيْهِ مَكْتُوْبٌ إِلَّا صُرِفَ عَنْهُ مِنَ الْبَلَاءِ مَا هُوَ أَعْظَمُ مِنْهُ .

قَالَ: قُلْتُ لَهٗ : وَمَا هٰذِهِ النُّكْتَةُ فِيْهَا ؟ قَالَ : هِيَ السَّاعَةُ ، وَهِيَ تَقُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَهُوَ عِنْدَنَا سَيِّدُ الْأَيَّامِ ، وَنَحْنُ نَدْعُوْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَوْمَ الْمَزِيْدِ .

قَالَ: قُلْت: مِمَّ ذَاکَ ؟ قَالَ: لِأَنَّ رَبَّکَ ، تَبَارَکَ وَتَعَالٰى اِتَّخَذَ فِي الْجَنَّةِ وَادِيًا مِنْ مِسْکٍ أَبْيَضَ ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ هَبَطَ مِنْ عِلِّيِّيْنَ عَلٰى كُرْسِيِّهٖ ، تَبَارَکَ وَتَعَالٰى ، ثُمَّ حُفَّ الْكُرْسِيُّ بِمَنَابِرَ مِنْ ذَهَبٍ مُكَلَّلَةٍ بِالْجَوَاهِرِ ، ثُمَّ يَجِيْءُ النَّبِيُّوْنَ حَتّٰى يَجْلِسُوْا عَلَيْهَا ، وَيَنْزِلُ أَهْلُ الْغُرَفِ حَتّٰى يَجْلِسُوْا عَلٰى ذٰلِکَ الْكَثِيْبِ ، ثُمَّ يَتَجَلّٰى لَهُمْ رَبُّهُمْ ، تَبَارَکَ وَتَعَالٰى ، ثُمَّ يَقُوْلُ : سَلُوْنِيْ أُعْطِكُمْ ، قَالَ: فَيَسْأَلُوْنَهُ الرِّضٰى ، فَيَقُوْلُ: رِضَائِيْ أَحَلَّكُمْ دَارِيْ ، وَأَنَالُكُمْ كَرَامَتِيْ ، فَسَلُوْنِيْ أُعْطِكُمْ ، قَالَ : فَيَسْأَلُوْنَهُ الرِّضٰى ، قَالَ :فَيُشْهِدُهُمْ أَنَّهٗ قَدْ رَضِيَ عَنْهُمْ ، قَالَ :فَيُفْتَحُ لَهُمْ مَا لَمْ تَرَ عَيْنٌ ، وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ ، وَلَمْ

يَخْطِرُ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ، قَالَ: وَذٰلِكُمْ مِقْدَارُ انْصِرَافِكُمْ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ .

قَالَ ثُمَّ يَرْتَفِعُ ، وَيَرْتَفِعُ مَعَهُ النَّبِيُّوْنَ ، وَالصِّدِّيْقُوْنَ ، وَالشُّهَدَاءُ ، وَيَرْجِعُ أَهْلُ الْغُرَفِ إِلٰى غُرَفِهِمْ ، وَهِيَ دُرَّةٌ بَيْضَاءُ، لَيْسَ فِيْهَا قَصْمٌ ، وَلاَ فَصْمٌ ، أَوْ دُرَّةٌ حَمْرَاءُ ، أَوْ زَبَرْجَدَةٌ خَضْرَاءُ فِيْهَا غُرَفُهَا وَأَبْوَابُهَا مَطْرُوْرَةٌ ، وَفِيْهَا أَنْهَارُهَا وَثِمَارُهَا مُتَدَلِّيَةٌ ، قَالَ :فَلَيْسُوْا إِلٰى شَيْءٍ أَحْوَجَ مِنْهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْجُمُعَةِ لِيَزْدَادُوْا إِلٰى رَبِّهِمْ نَظَرًا ، وَلِيَزْدَادُوْا مِنْهُ كَرَامَةً (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل تشریف لائے، اوران کے ہاتھ میں ایک سفید آئینہ کی طرح کی چیز تھی، جس میں کچھ سیاہ نقطہ کی طرح کا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ جبریل یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ جمعہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے پوچھا اور جمعہ کیا ہے؟

---

[1] رقم الحديث ۵۵۶۰، كتاب الجمعة، باب فى فضل الجمعة ويومها.

قال البوصيرى: رواه أبو بكر بن أبى شيبة والحارث، وأبو يعلى والطبرانى مختصرا بسند جيد (إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، ج۲ص ۲۶۰، تحت رقم الحديث ۱۴۲۸/۴، كتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة وما جاء فى ساعتها)

وقال ابن تيمية بعد نقل رواية الدار قطنى وابنِ بطة:

وهذا الطريق يبين أن هذا الحديث محفوظ عن ليث بن أبى سليم واندفع بذلك الكلام فى سلام بن سليم؛ فإن هذا الإسناد الثانى كلهم أئمة إلى ليث وأما الأول فكأن فى القلب حزازة من أجل أن " سلاما "رواه عن جماعة من المشاهير ورواه عنه عبد الله بن روح المدائنى وقد اختلف فى سلام " هذا :فقال ابن معين مرة :لا بأس به وقال أبو حاتم :صدوق صالح الحديث .وسئل عنه ابن معين مرة أخرى فقيل له :أثقة هو؟ فقال :لا .وقال العقيلى لا يتابع على حديثه.

فإذا كان الحديث قد روى من تلك الطريق الجيدة اندفع الحمل عليه(مجموع الفتاوىٰ، ج۶ص ۴۱۳، الزيادة فى نص بعض الاحاديث، هل هى نسخ؟)

انہوں نے جواب دیا کہ اس میں تمہارے لیے خیر (وبھلائی) ہے، میں نے پوچھا اور ہمارے لیے اس میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ آپ کے لیے اور آپ کے بعد آپ کی قوم کے لیے عید ہوگا، آپ کے رب نے آپ پر پیش کیا ہے۔
آپ پہلے ہیں اور یہود ونصاریٰ آپ کے بعد ہیں (یعنی یہود نے ہفتے کو اور نصاریٰ نے اتوار کو منتخب کیا، اور آپ کے لیے سب سے عظیم دن جمعہ کا منتخب ہوا، اس لیے وہ آخرت میں اس اُمت سے پیچھے ہوں گے)
میں نے دریافت کیا کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟
حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے لئے، اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جب بندہ اس گھڑی میں اپنے رب سے کسی خیر کا سوال کرتا ہے تو جو اس کی قسمت میں ہے تو اس کو دے دیا جاتا ہے اور جو اس کے مقدر میں نہیں تو اس کے لئے وہ دعاء اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بہتر اجر کے لئے ذخیرہ کردی جاتی ہے یا جو کوئی اس گھڑی میں کسی ایسے شر سے پناہ مانگتا ہے جو اس کے لئے لکھا جا چکا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر سے اس سے بڑی بلا کو دور فرما دیتا ہے۔
میں نے دریافت کیا اس میں یہ سیاہ نکتہ کیا ہے؟
انہوں نے کہا کہ یہ قیامت ہے اور قیامت جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔
اور یہ دن ہمارے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور قیامت کے دن ہم اس دن کو ”یَوْمُ الْمَزِیْد“ کہہ کر پکاریں گے۔
میں نے کہا کہ آخرت میں اس کو ”یَوْمُ الْمَزِیْد“ کے نام سے کیوں پکاریں گے؟
انہوں نے کہا کہ آپ کے رب عزوجل نے جنت میں ایک ایسا میدان رکھا ہے، جو سفید مشک کا بنا ہوا ہے، پس جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی شان کے مطابق علیّین سے اپنی کرسی پر جلوہ فگن ہوں گے، پھر کرسی کو جواہرات سے

آراستہ سونے کے منبروں سے گھیرا جائے گا (یعنی کرسی کے اطراف میں جواہرات سے آراستہ سونے کے منبر بچھائے جائیں گے)

پھر انبیاء علیہم السلام آکر ان منبروں پر بیٹھیں گے پھر بالا خانوں والے (یعنی جنّتی) آئیں گے اور مشک کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے، پھر اُن کے رب تبارک وتعالیٰ ان پر تجلی فرمائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ مجھ سے مانگو، یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے اُس کی رضامندی طلب کریں گے، اس پر اللہ عزوجل فرمائیں گے کہ میری رضا نے تمہیں میرے گھر میں پہنچایا ہے اور میری عزت سے تم کو نوازا ہے، پس تم مجھ سے مانگو، میں تمہیں دوں گا، چنانچہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے اس کی رضامندی طلب کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کو گواہ کرکے کہیں گے کہ وہ ان سے راضی ہوگیا۔

پھر اللہ جلَّ شانہٗ ان کے سامنے وہ چیزیں ظاہر فرمائیں گے جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

اور فرمایا کہ یہ تمہارے جمعہ کے دن (جمعہ کی نماز سے) واپس جانے کی مقدار کے برابر ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرسی سے صعود فرمائیں گے اور (انبیاء) صدیقین اور شہداء بھی اسی کے ساتھ ساتھ تشریف لے جائیں گے۔

اور بالاخانے والے اپنے اپنے بالاخانوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔

یہ بالاخانے سفید موتی ہوں گے نہ ان میں کوئی جوڑ ہوگا اور نہ پھٹن ہوگی یا یہ بالاخانے سرخ یاقوت ہوں گے یا سبز زبرجد ہوں گے، ان میں بالاخانے ہوں گے اور ان کے دروازے بارونق ہوں گے۔

اور ان میں نہریں ہوں گی اور ان کے (درختوں کے) پھل لٹکتے ہوں گے، پس

سب سے زیادہ انہیں جمعہ کے دن کے آنے کی طلب ہوگی، تاکہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی زیارت زیادہ سے زیادہ نصیب ہو، اور تاکہ اس سے ان کی عزت میں اضافہ ہو (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے بھی تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ عمدہ سند سے روایت کیا ہے۔ [1]

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] علی بن الحكم البنانی، عن أنس بن مالک، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :أتانی جبريل بمثل المرآة البيضاء فيها نكتة سوداء ، قلت :يا جبريل :ما هذه؟ قال :هذه الجمعة، جعلها الله عيدا لک ولأمتک، فأنتم قبل اليهود والنصارى، فيها ساعة لا يوافقها عبد يسأل الله فيها خيرا إلا أعطاه إياه "، قال " :قلت :ما هذه النكتة السوداء ؟ قال :هذا يوم القيامة، تقوم في يوم الجمعة، ونحن ندعوه عندنا المزيد "، قال " :قلت :ما يوم المزيد؟ قال :إن الله جعل فى الجنة واديا أفيح، وجعل فيه كثبانا من المسک الأبيض، فإذا كان يوم الجمعة ينزل الله فيه، فوضعت فيه منابر من ذهب للأنبياء ، وكراسی من در للشهداء ، وينزلن الحور العين من الغرف فحمدوا الله ومجدوه "، قال " :ثم يقول الله :اكسوا عبادی، فيكسون، ويقول :أطعموا عبادی، فيطعمون، ويقول :اسقوا عبادی، فيسقون، ويقول :طيبوا عبادی فيطيبون، ثم يقول : ماذا تريدون؟ فيقولون :ربنا رضوانک "، قال " :يقول :رضيت عنكم، ثم يأمرهم فينطلقون، وتصعد الحور العين الغرف، وهی من زمردة خضراء ، ومن ياقوتة حمراء (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ۴۲۲۸)

قال حسين سليم أسد :إسناده صحيح(حاشية ابی یعلیٰ)

وقال ابن حجر: هذا آخر الحديث من هذا الوجه، ولم يذكر ما بعده، وإسناده أجود من الأول (المطالب العالية بزوائد المسانيد العشرة، ج۴ص ۲۲۲، كتاب النوافل، باب فضل الجمعة والساعة التی ترجى فيها إجابة الدعاء)

وقال البوصيری:رواه أبو بكر بن أبی شيبة والحارث، وأبو يعلى والطبرانی مختصرا بسند جيد ورواه أبو يعلى أيضا بسند صحيح(اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ۱۴۶۸ "۳"و ۱۴۶۸ "۴"،كتاب الجمعة،باب فضل يوم الجمعة وما جاء فی ساعتها)

[2] عن أبی عمران الجونی، عن أنس بن مالک قال :عرضت الجمعة على رسول الله صلى الله عليه وسلم، جاء جبريل فی كفه كالمرآة البيضاء فی وسطها كالنكتة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس کی سند کو بھی محدثین نے عمدہ قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

السوداء ، فقال :ما هذه يا جبريل؟ قال :هذه الجمعة يعرضها عليك ربك لتكون لك عيدا ولقومك من بعدك، ولكم فيها خير تكون أنت الأول، ويكون اليهود والنصارى من بعدك، وفيها ساعة لا يدعو أحد ربه بخير هو له قسم إلا أعطاه، أو يتعوذ من شر إلا دفع عنه ما هو أعظم منه، ونحن ندعوه في الآخرة يوم المزيد، وذلك أن ربك اتخذ في الجنة واديا أفيح من مسك أبيض، فإذا كان يوم الجمعة نزل من عليين، فجلس على كرسيه، وحف الكرسي بمنابر من ذهب مكللة بالجواهر، وجاء الصديقون والشهداء فجلسوا عليها، وجاء أهل الغرف من غرفهم حتى يجلسوا على الكثيب، وهو كثيب أبيض من مسك أذفر، ثم يتجلى لهم فيقول :أنا الذي صدقتكم وعدي، وأتممت عليكم نعمتي، وهذا محل كرامتي، فسلوني، فيسألونه الرضا، فيقول: رضاي أحلكم داري، وأنالكم كرامتي، فسلوني، فيسألونه الرضا، فيشهد عليهم على الرضا، ثم يفتح لهم ما لم تر عين، ولم يخطر على قلب بشر، إلى مقدار منصرفهم من الجمعة، وهي زبرجدة خضراء أو ياقوتة حمراء ، مطردة فيها أنهارها، متدلية، فيها ثمارها، فيها أزواجها وخدمها، فليس هم في الجنة بأشوق منهم إلى يوم الجمعة ليزدادوا نظرا إلى ربهم عز وجل وكرامته، ولذلك دعي يوم المزيد(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ۲۰۸۴)

[1] قال المنذري:رواه الطبراني في الأوسط بإسناد جيد (الترغيب والترهيب ، تحت رقم الحديث ۱۰۳۷ ، كتاب الجمعة الترغيب في صلاة الجمعة والسعي إليها وما جاء في فضل يومها وساعتها)

وقال ايضاً:رواه ابن أبي الدنيا والطبراني في الأوسط بإسنادين أحدهما جيد قوي وأبو يعلى مختصرا ورواته رواة الصحيح والبزار واللفظ له .الفصم بالفاء هو كسر الشيء من غير أن تفصله. والوصم بالواو الصدع والعيب(الترغيب والترهيب ، تحت رقم الحديث ۵۷۴۷،فصل في نظر أهل الجنة إلى ربهم تبارك وتعالى)

وقال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط ورجاله ثقات وروى أبو يعلى طرفا منه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۹۹۶، باب في الجمعة وفضلها)

عن عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان، عن سالم بن عبد الله، أنه سمع أنس بن مالك، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أتاني جبريل وفي يده كهيئة المرآة البيضاء ، فيها نكتة سوداء ، فقلت :ما هذه يا جبريل؟ قال :هذه الجمعة، بعث بها ربك إليك تكون عيدا لك ولأمتك بعدك، فقلت :ما لنا فيها؟ فقال :لكم خير كثير، أنتم الآخرون السابقون يوم القيامة، وفيها ساعة لا يوافقها عبد مسلم يصلي يسأل الله فيها شيئا إلا أعطاه إياه، فقلت :ما هذه النكتة السوداء ؟ قال :هذه الساعة، تقوم يوم الجمعة، وهو سيد الأيام، ونحن نسميه يوم المزيد، قلت :يا جبريل، ما المزيد؟ قال :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام بزار نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ؎1

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک أن ربک اتخذ فی الجنة وادیا أفیح من مسک أبیض، فإذا کان یوم الجمعة من أیام الآخرة یهبط الرب تبارک وتعالی عن عرشه إلی کرسیه، وحف الکرسی بمنابر من نور فجلس علیها النبیون، وحفت المنابر بکراسی من ذهب فجلس علیها الشهداء، ویهبط أهل الغرف من غرفهم، فیجلسون علی کثبان المسک، لا یرون لأهل الکراسی والمنابر علیهم فضلا فی المجلس، ویبدو لهم ذو الجلال والإکرام، فیقول :سلونی، فیقولون :نسألک الرضا یا رب، فیقول :رضائی أحلکم داری، وأنالکم کرامتی، ثم یقول :سلونی، فیقولون بأجمعهم :نسألک الرضا، فیشهدهم علی الرضا، ثم یقول : سلونی، فیسألونه حتی ینتهی کل عبد منهم، ثم یفتح علیهم ما لا عین رأت ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۶۷۱۷)

؎1 عن عثمان بن عمیر، عن أنس بن مالک، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم " :أتانی جبریل صلی الله علیه وسلم، وفی یده مرآة بیضاء، فیها نکتة سوداء، فقلت :ما هذه یا جبریل، قال :هذه الجمعة یعرضها علیک ربک؛ لتکون لک عیدا ولقومک من بعدک، تکون أنت الأول، وتکون الیهود والنصاری من بعدک، قال :ما لنا فیها، قال :لکم فیها خیر، لکم فیها ساعة من دعا ربه فیها بخیر، هو له قسم إلا أعطاه إیاه، أو لیس له بقسم إلا ادخر له ما هو أعظم منه، أو تعوذ فیها من شر، هو علیه مکتوب، إلا أعاذه من أعظم منه، قلت :ما هذه النکتة السوداء فیها؟ قال :هی الساعة تقوم یوم الجمعة، وهو سید الأیام عندنا، ونحن ندعوه فی الآخرة یوم المزید، قال: قلت :لم تدعونه یوم المزید؟ قال :إن ربک عز وجل اتخذ فی الجنة وادیا أفیح من مسک أبیض، فإذا کان یوم الجمعة نزل تبارک وتعالی من علیین علی کرسیه، ثم حف الکرسی بمنابر من نور، وجاء النبیون حتی یجلسوا علیها، ثم حف المنابر بکراسی فی ذهب، ثم جاء الصدیقون والشهداء حتی یجلسوا علیها، ثم یجیء أهل الجنة حتی یجلسوا علی الکثیب، فیتجلی لهم ربهم تبارک وتعالی، حتی ینظروا إلی وجهه، وهو یقول :أنا الذی صدقتکم وعدی، وأتممت علیکم نعمتی، هذا نحل کرامتی فسلونی، فیسألونه الرضی، فیقول عز وجل :رضائی أحلکم داری، وأنا لکم کرامتی، فسلونی فیسألونه حتی تنتهی رغبتهم، فیفتح لهم عند ذلک ما لا عین رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر علی قلب بشر إلی مقدار منصرف الناس یوم الجمعة، ثم یصعد تبارک وتعالی علی کرسیه، فیصعد معه الشهداء والصدیقون، أحسبه قال :ویرجع أهل الغرف إلی غرفهم، درة بیضاء لا فصم فیها ولا قصم، أو یاقوتة حمراء، أو زبرجدة خضراء منها غرفها وأبوابها، مطردة فیها أنهارها، متدلیة فیها ثمارها، فیها أزواجها وخدمها، فلیسوا إلی شیء أحوج منهم إلی یوم الجمعة؛ لیزدادوا فیه کرامة، ولیزدادوا فیه نظرا إلی وجهه تبارک وتعالی، ولذلک دعی یوم المزید."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بھی ''کتابُ السنۃ'' میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

اور اس حدیث کی بعض سندوں میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن بعض سندیں قوی اور صحیح ہیں، اور مختلف سندیں آپس میں مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال البزار :قد رواه جماعة، منهم إبراهيم بن طهمان، ومحمد بن فضيل، وغيرهما عن ليث، عن عثمان بن عمير، عن أنس، عن النبي صلى الله عليه وسلم (كشف الاستار، رقم الحديث ٣٥١٩)

قال الهيثمي:رواه البزار، والطبراني في الأوسط بنحوه، وأبو يعلى باختصار، ورجال أبي يعلى رجال الصحيح، وأحد إسنادي الطبراني رجاله رجال الصحيح غير عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان، وقد وثقه غير واحد، وضعفه غيرهم، وإسناد البزار فيه خلاف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٧٧١،باب في رؤية أهل الجنة لله -تبارك وتعالى -ورضاه عنهم)

[1] عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أتاني جبريل وفي كفه مرآة بيضاء فيها نكتة سوداء فقلت :ما هذه يا جبريل؟ قال :هذه الجمعة يعرضها عليك ربك عز وجل لتكون لكم عيدا ولقومك من بعدك تكون أنت الأول واليهود والنصارى تبع من بعدك، قلت :ما لنا فيها؟ قال :لكم فيها خير، لكم فيها ساعة من دعا ربه عز وجل فيها بخير هو له قسم أعطاه الله عز وجل أو ليس له بقسم إلا ذخر له ما أعظم منه، أو تعوذ فيها من شر ما هو مكتوب عليه إلا أعاذه الله من أعظم منه، فإذا كان يوم الجمعة نزل تبارك وتعالى من عليين على كرسيه، ثم حف الكرسي بمنابر من نور، ثم جاء النبيون حتى يجلسوا عليها، ثم حف المنابر بكراسي من ذهب، ثم جاء الصديقون والشهداء حتى يجلسوا عليها، ثم يجيء أهل الجنة حتى يجلسوا على الكثيب، فيتجلى لهم ربهم عز وجل حتى ينظروا إلى وجهه عز وجل، أعادها عبد الأعلى مرتين، وهو يقول :أنا الذي صدقتكم وعدي وأتممت عليكم نعمتي، وهذا محل كرامتي، فاسألوني فيسألونه الرضا، فيقول :رضاي أحلكم داري، وإن لكم كرامتي، فسلوني، فيسألونه حتى تنتهي رغبتهم فيفتح لهم عند ذلك ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر إلى مقدار منصرف الناس يوم الجمعة، ثم يصعد على كرسيه فيصعد معه الصديقون والشهداء ويرجع أهل الغرف إلى غرفهم، وهي درة بيضاء لا فصم ولا قصم أو ياقوتة حمراء أو زبرجدة خضراء فيها، أو قال منها أو كما قال، ومنها غرفها وأبوابها مطردة فيها، أنهارها متدلية فيها، ثمارها فيها، أزواجها وخدمها فليسوا إلى شيء أحوج منهم إلى يوم الجمعة ليزدادوا منه كرامة وليزدادوا نظرا إلى وجهه عز وجل ولذلك دعي يوم المزيد(السنة لعبدالله بن احمد بن حنبل، ج ا ص ٢٥٠)

[2] قال الذهبي:هذا حديث مشهور وافر الطرق أخرجه الإمام عبد الله بن أحمد في كتاب السنة له عن عبد الأعلى بن حماد النرسي عن عمرو بن يونس(العلو للعلي الغفار ،تحت رقم الحديث ٥٥، ج ا ص ٣١)

وقال ايضاً:وهذه طرق يعضد بعضها بعضا رزقنا الله وإياكم لذة النظر إلى وجهه الكريم(العلو للعلي الغفار ،تحت رقم الحديث ٥٧، ج ا ص ٣١)

اس تفصیلی حدیث میں اللہ تعالیٰ کے مقبول اور انعام یافتہ بندوں کا ذکر ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ حضرات درج ذیل چار قسم کے لوگ ہیں:

(۱) نبیین (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین

جن کا قرآن مجید میں سورہ نساء کی مندرجہ ذیل آیت میں تذکرہ آیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (سورہ النساء رقم الآیۃ ٦٩)

''یعنی وہ لوگ جن پر انعام فرمایا اللہ نے، یعنی انبیاء، اور صدیقین اور شہداء اور صالحین''

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرنے اور انعام واکرام پانے والوں کے یہ چار درجے ہیں، جن میں سب سے پہلے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی جماعت ہے، پھر صدیقین کی جماعت ہے۔

صدیقین وہ حضرات ہیں جو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی امت میں اخلاصِ نیت اور اتباعِ عمل میں سب سے اونچے مقام اور سب سے زیادہ مرتبے اور رتبے والے ہوتے ہیں، ان حضرات میں باطنی کمالات بھی بہت ہوتے ہیں۔

عام بول، چال میں ان کو ''اولیاء اللہ'' کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد شہداء کی جماعت ہے، شہداء وہ حضرات ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی جان تک دے دی ہو، یہ بھی بہت اونچا مقام ہے۔

اس کے بعد صالحین کی جماعت ہے، صالحین وہ حضرات ہیں جو پوری طرح شریعت کی اتباع کرنے والے ہیں، فرائض میں بھی، واجبات میں بھی، اور سنتوں وغیرہ میں بھی، اور عام بول چال میں ان کو ''نیک ودیندار'' کہا جاتا ہے۔

ان سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت کے وقت بھی اپنے اپنے درجات کے مطابق شان سے

نوازا جائے گا۔

مذکورہ حدیث میں شہداء کے بعد جن جنتیوں کا ذکر ہے ان سے مراد صالحین اور نیک لوگ ہیں، جن کا درجہ صدیقین اور شہداء کے بعد ہے۔

معلوم ہوا کہ آخرت وجنت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت جمعہ کے دن ہوا کرے گی، اور جمعہ کے دن جنت کا بازار بھی قائم ہوا کرے گا، جس میں لوگ حاضر ہوا کریں گے، اس لئے جمعہ کا دن آخرت میں بھی عظیم دن شمار ہوگا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ خواتین بھی جنت میں اپنے مقام پر اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گی، اور اُن میں زیادہ قریب سے زیارت کرنے والی وہ خواتین ہوں گی جو جمعہ کے دن نیک اعمال میں زیادہ سبقت لے جانے والی ہوں گی۔

اور اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے سے زیارت کرنے والے مرد وعورت سب کے حسن وجمال میں اضافہ ہوجائے گا۔ [1]

---

[1] علامہ ابن رجب فرماتے ہیں کہ:

وانہ یتجلی فیھم لاھل الجنۃ عموماً یشارک الرجال فیھا النساء فھذہ الایام اعیاد للمؤمنین فی الدنیا والأخرۃ عموما(فتح الباری لابنِ رجب ج ۱ ص ۱۷۶ ، کتاب الایمان)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جنتیوں کے لئے تجلی فرمائیں گے، جو مَردوں اور عورتوں سب کے لئے ہوگی، پس یہ دن مومنوں کی دنیا وآخرت کے عید کے دن ہیں (فتح الباری لابن رجب)

أنہ یوم یتجلی اللہ عز وجل فیہ لأولیائہ المؤمنین فی الجنۃ، وزیارتھم لہ، فیکون أقربھم منھم أقربھم من الإمام، وأسبقھم إلی الزیارۃ أسبقھم إلی الجمعۃ(زاد المعاد، ج ۱ ص ۳۹۵،فصل فی بیان اختلاف الناس فی ساعۃ الإجابۃ)

کما أنھم فی الدنیا کان الرجال یروحون إلی المساجد فیتوجھون إلی اللہ ھنالک والنساء فی بیوتھن یتوجھن إلی اللہ بصلاۃ الظھر؛ والرجال یزدادون نورا فی الدنیا بھذہ الصلاۃ وکذلک النساء یزددن نورا بصلاتھن کل بحسبہ؛ واللہ سبحانہ لا یشغلہ شأن عن شأن بل کل عبد یراہ مخلیا بہ فی وقت واحد(مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیۃ، ج۶، ص۴۰۸، و ۴۰۹، تحت حدیث الزیادۃ فی نص بعض الاحادیث ، ھل ھی نسخ)

جمعہ کے دن جنت کے بازار اور اللہ تعالیٰ کی زیارت کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی تفصیلاً مروی ہے۔ [1]

مگر اس کی سند کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] عن سعيد بن المسيب، أنه لقى أبا هريرة فقال أبو هريرة :أسأل الله أن يجمع بينى وبينك فى سوق الجنة، فقال سعيد :أفيها سوق؟ قال :نعم، أخبرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم :أن أهل الجنة إذا دخلوها نزلوا فيها بفضل أعمالهم، ثم يؤذن فى مقدار يوم الجمعة من أيام الدنيا فيزورون ربهم، ويبرز لهم عرشه ويتبدى لهم فى روضة من رياض الجنة، فتوضع لهم منابر من نور ومنابر من لؤلؤ، ومنابر من ياقوت، ومنابر من زبرجد، ومنابر من ذهب، ومنابر من فضة، ويجلس أدناهم وما فيهم من دنى على كثبان المسك والكافور، ما يرون أن أصحاب الكراسى بأفضل منهم مجلسا .قال أبو هريرة: قلت :يا رسول الله وهل نرى ربنا؟ قال :نعم، قال :هل تتمارون فى رؤية الشمس والقمر ليلة البدر؟ قلنا :لا .قال " :كذلك لا تتمارون فى رؤية ربكم ولا يبقى فى ذلك المجلس رجل إلا حاضره الله محاضرة حتى يقول للرجل منهم :يا فلان ابن فلان أتذكر يوم قلت :كذا وكذا؟ فيذكره ببعض غدراته فى الدنيا، فيقول :يا رب أفلم تغفر لى؟ فيقول :بلى، فبسعة مغفرتى بلغت منزلتك هذه، فبينما هم على ذلك غشيتهم سحابة من فوقهم فأمطرت عليهم طيبا لم يجدوا مثل ريحه شيئا قط، ويقول ربنا تبارك وتعالى :قوموا إلى ما أعددت لكم من الكرامة فخذوا ما اشتهيتم، فنأتى سوقا قد حفت به الملائكة، فيه ما لم تنظر العيون إلى مثله، ولم تسمع الآذان، ولم يخطر على القلوب فيحمل إلينا ما اشتهينا، ليس يباع فيها ولا يشترى، وفى ذلك السوق يلقى أهل الجنة بعضهم بعضا "، قال " :فيقبل الرجل ذو المنزلة المرتفعة فيلقى من هو دونه وما فيهم دنى فيروعه ما يرى عليه من اللباس، فما ينقضى آخر حديثه حتى يتخيل عليه ما هو أحسن منه، وذلك أنه لا ينبغى لأحد أن يحزن فيها، ثم ننصرف إلى منازلنا، فيتلقانا أزواجنا فيقلن مرحبا وأهلا، لقد جئت وإن بك من الجمال أفضل مما فارقتنا عليه، فيقول :إنا جالسنا اليوم ربنا الجبار، ويحقنا أن ننقلب بمثل ما انقلبنا (سنن الترمذى، رقم الحديث ۲۵۴۹، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فى سوق الجنة، واللفظ لهٗ؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۴۳۳۶؛ ابنِ حبان، رقم الحديث ۷۴۳۸)

[2] قال الترمذى: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه وقد روى سويد بن عمرو، عن الأوزاعى، شيئا من هذا الحديث.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف .هشام بن عمار كبر فصار يتلقن، وعبد الحميد :وهو ابن الحبيب بن أبى العشرين -قال النسائى :ليس بقوى، وقال البخارى :ربما يخالف فى حديثه، وقال ابن حبان :ربما أخطأ، وقال ابن عدى :يعرف بغير حديث لا يرويه غيره وهو ممن يكتب حديثه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز جمعہ کے دن جنت کے بازار اور اللہ تعالیٰ کی زیارت کا ذکر دیگر احادیث میں بھی آیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أبو حاتم :لم يكن صاحب حديث(حاشية ابن حبان)
قال المنذری: وعبدالحميد هو كاتب الاوزاعی مختلف فيه كما سيأتی وبقية رواة الاسناد ثقات، وقد رواه ابن ابی الدنيا عن هقل بن زياد كاتب الاوزاعی ايضا، واسمه محمد، وقيل عبدالله،وهو ثقة ثبت احتج به مسلم وغيره،عن الاوزاعی قال: نبئت ان سعيد بن المسيب لقی اباهريرة فذكر الحديث (الترغيب والترهيب، ج۴، ص۳۰۲، فصل فی سوق الجنة)
و قال ابن تيمية : قد روى هذا الحديث "ابن بطة "فی (الإبانة) بأسانيد صحيحة عن أبی المغيرة عبد القدوس بن الحجاج عن الأوزاعی وعن محمد بن كثير عن الأوزاعی عن عبد الله بن صالح حدثنی الهقل عن الأوزاعی قال :نبئت أنه لقی سعيد بن المسيب أبا هريرة فقال :أسأل الله أن يجمع بينی وبينک فی سوق الجنة وذكر الحديث مثل ما تقدم .وهذا يبين أن الحديث محفوظ عن الأوزاعی لكن فی تلک الروايات سمی من حدثه وفی الروايات البواقی الثانية لم يسم فالله أعلم(مجموع الفتاویٰ لابن تيمية، ج۶، ص۴۱۹، تحت حديث الزيادة فی نص بعض الاحاديث ، هل هی نسخ)

[1] عن الحسن ,عن عبد الله بن عباس ,عن النبی صلى الله عليه وسلم قال " :إن أهل الجنة يرون ربهم عز وجل فی كل يوم جمعة فی رمال الكافور ,وأقربهم منه مجلسا :أسرعهم إليه يوم الجمعة ,وأبكرهم غدوا "(الشريعة للآجری، رقم الحديث ۶۱۱، كتاب التصديق بالنظر إلى الله عز وجل، ومما روى ابن عباس رضی الله عنه، واللفظ لهٗ؛ الابانة الكبریٰ لابنِ بطة، رقم الحديث ۳۰)
عن شريک عن عثمان بن عمير، عن أنس فی قول الله تبارک وتعالى :(ولدينا مزيد) قال :يتجلى لهم كل جمعة (مسند البزار، رقم الحديث ۷۵۲۸، واللفظ لهٗ؛ صفة الجنة لابن ابی الدنيا، رقم الحديث ۹۰ و۹۴؛ الرد على الجهمية للدارمی، رقم الحديث ۱۹۸،)
قال البزار: وعثمان صالح وهذا الحديث لانعلم رواه عن انس بهذا اللطظ الا عثمان بن عمير ابواليقظان.
وقال الهيثمی: وفيه عثمان بن عمير وهوضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۳۶۳، سورة ق)
وقال احمد بن علی بن حجر : عثمان بن عمير البجلی أبی اليقظان الكوفی الأعمى وهو ضعيف لكن لم يتهم بالوضع (القول المسدد فی مسند احمد، ج۱، ص۵۶؛ الناشر :مكتبة ابن تيمية - القاهرة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن میں سے بعض کی سندوں پر کلام ہے۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال البوصيرى:هذا إسناد فيه أبو اليقظان واسمه عثمان بن عمير البجلى وقد أجمعوا على تضعيفه (مصباح الزجاجة، كتاب أقامة الصلاة، باب ما يكره فى الصلاة، جزء ١، صفحه ١١٨)

عن زيد بن على، عن أبيه، عن جده على بن أبى طالب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يرون أهل الجنة الرب تبارك وتعالى فى كل جمعة ,وذكر ما يعطون , قال :ثم يقول تبارك وتعالى :اكشفوا حجابا فيكشف حجاب ثم حجاب ثم يتجلى لهم تبارك وتعالى عن وجهه فكأنهم لم يروا نعمة قبل ذلك ,وهو قوله تبارك وتعالى (ولدينا مزيد (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائى، رقم الحديث ٨٥٢)

لے عن أبى عبيدة، قال :قال عبد الله :سارعوا إلى الجمع فإن الله عز وجل يبرز إلى أهل الجنة فى كل جمعة فى كثيب من كافور، فيكونوا من القرب على قدر تسارعهم إلى الجمعة، فيحدث الله عز وجل لهم من الكرامة شيئا لم يكونوا رأوه قبل ذلك، ثم يرجعون إلى أهليهم فيحدثونهم بما أحدث الله لهم قال :ثم دخل عبد الله المسجد فإذا هو برجلين يوم الجمعة قد سبقاه، فقال عبد الله :رجلان وأنا الثالث، إن شاء الله أن يبارك فى الثالث(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٩١٦٩، الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة، رقم الحديث ٣١؛ التوحيد لابن خزيمة، رقم الحديث ٥٥٩)

قال المنذرى: رواه الطبرانى فى الكبير، وابوعبيدة اسمه عامر ولم يسمع من ابيه عبدالله بن مسعود رضى اللہ عنہ وقيل سمع منه (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ١٠٦٨، كتاب الجمعة الترغيب فى صلاة الجمعة والسعى إليها)

وقال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وابوعبيدة لم يسمع من ابيه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣٠٨٩، باب التبكير إلى الجمعة)

وقال ابن تيمية: ورواه ابن بطة بإسناد صحيح من هذا الطريق وزاد فيه :(ثم يرجعون إلى أهليهم فيحدثونهم بما قد أحدث لهم من الكرامة شيئا لم يكونوا رأوه فيما خلا) هذا إسناد حسن حسنه الترمذى وغيره .ويقال إن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه؛ لكن هو عالم بحال أبيه متلق لآثاره من أكابر أصحاب أبيه وهذه حال متكررة من عبد الله -رضى الله عنه -فتكون مشهورة عند أصحابه فيكثر المتحدث بها ولم يكن فى أصحاب عبد الله من يتهم عليه حتى يخاف أن يكون هو الواسطة فلهذا (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج٦ ص٤٠٤، تحت حديث الزيادة فى نص بعض الاحاديث، هل هى نسخ)

عن أبى عبيدة ، عن عبد الله بن مسعود قال : تسارعوا إلى الجمعة ؛ فإن الله تبارك وتعالى يبرز لأهل الجنة فى كل يوم جمعة ، فى كثيب من كافور أبيض ، فيكونون منه فى القرب على قدر تسارعهم إلى الجمعة فى الدنيا (الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الحديث ٢٠٥١، باب صفة النار)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض کی سندیں نا قابلِ اعتبار بھی ہیں۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت سے متعلق کئی احادیث وروایات نقل کی ہیں، جس کے بعد فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ابن تيمية: وهذا الذى أخبر به ابن مسعود أمر لا يعرفه إلا نبى أو من أخذه عن نبى فيعلم بذلك أن ابن مسعود أخذه عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا يجوز أن يكون أخذه عن أهل الكتاب لوجوه :(أحدها) : أن الصحابة قد نهوا عن تصديق أهل الكتاب فيما يخبرونهم به :فمن المحال أن يحدث ابن مسعود رضى الله عنه بما أخبر به اليهود على سبيل التعليم ويبنى عليه حكما .(الثانى) : أن ابن مسعود -رضى الله عنه -خصوصا كان من أشد الصحابة -رضى الله عنهم -إنكارا لمن يأخذ من أحاديث أهل الكتاب .(الثالث) : أن الجمعة لم تشرع إلا لنا والتبكير فيها ليس إلا فى شريعتنا فيبعد مثل أخذ هذا عن الأنبياء المتقدمين ويبعد أن اليهودى يحدث بمثل هذه الفضيلة لهذه الأمة وهم الموصوفون بكتمان العلم والبخل به وحسد هذه الأمة(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج٦ ص٤٠٥، تحت حديث الزيادة فى نص بعض الاحاديث ، هل هى نسخ)

[1] عن مجاشع بن عمرو عن محمد بن الزبرقان عن مقاتل بن حيان عن أبى الزبير عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إن أهل الجنة ليحتاجون إلى العلماء فى الجنة وذلك انهم يزورون الله عز وجل فى كل جمعة فيقول لهم تمنوا على ما شئتم فيلتفتون إلى العلماء فيقولون ماذا نتمنى فيقولون تمنوا عليه كذا وكذا قال فهم يحتاجون إليهم فى الجنة كما يحتاجون إليهم فى الدنيا (تاريخ دمشق لابن عساكر، ج ١٥، ص ٥٠، تحت الترجمة محمد بن أحمد بن سهل بن نصر أبو بكر الرملى المعروف بابن النابلسى)

قال المناوى: وفيه مجاشع بن عمر قال ابن معين أحد الكذابين وقال البخارى منكر مجهول وأورد له فى الميزان هذا الخبر ثم قال وهذا موضوع ومجاشع هو راوى كتاب الأهوال والقيامة وهو جزآن كله موضوع انتهى وقضية صنيع المصنف أنه لم يره مخرجا لأحد ممن وضع (فيض القدير، تحت رقم الحديث ٢٢٣٥)

وقال ابن عراق الكنانى: (حديث) " إن أهل الجنة ليحتاجون إلى العلماء فى الجنة، وذلك أنهم يزورون الله فى كل جمعة .فيقول تمنوا على ما شئتم .فيلتفتون إلى العلماء، فيقولون :ماذا نتمنى على ربنا، فيقولون تمنوا كذا وكذا، فهم يحتاجون إليهم فى الجنة كما يحتاجون إليهم فى الدنيا ." (مى) من حديث جابر، وفيه مجاشع بن عمرو، قال الذهبى فى الميزان هذا موضوع(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، ج ١، ص ٢٧٦، كتاب العلم، الفصل الثالث)

وقال الالبانى: موضوع (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء فى الأمة، تحت رقم الحديث ٣١٧١)

وَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ عَامَّتُهَا اِذَا جُرِّدَ اِسْنَادُ الْوَاحِدِ مِنْهَا لَمْ يَخْلُ عَنْ مَقَالٍ قَرِيْبٍ اَوْ شَدِيْدٍ لٰكِنْ تَعَدُّدُهَا وَكَثْرَةُ طُرُقِهَا يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ ثُبُوْتُهَا فِيْ نَفْسِ الْأَمْرِ، بَلْ قَدْ يَقْتَضِي الْقَطْعَ بِهَا ،وَاَيْضًا فَقَدْ رُوِىَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ مَايُوَافِقُ ذٰلِكَ وَمِثْلُ هٰذَا لَايُقَالُ بِالرَّأْيِ، وَاِنَّمَا يُقَالُ بِالتَّوْقِيْفِ (مجموع فتاوىٰ ابنِ تيمية جلد٦ صفحه ۴۰۳، تحت حديث: رؤية المؤمنين ربهم فى الجنة فى مثل يوم الجمعة من أيام الدنيا)

ترجمہ: اور یہ احادیث عام طور پر جب ان میں سے ایک کی سند کو دوسری سے الگ کیا جائے گا تو یہ تھوڑے یا شدید کلام سے خالی نہ ہوگی، لیکن ان احادیث کے متعدد ہونے اور ان کے مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے نفس الامر میں ان کے ثبوت کا غالب گمان ہوتا ہے، بلکہ یقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے، نیز صحابہ اور تابعین سے بھی ان احادیث کے موافق آثار مروی ہیں اور ان احادیث وآثار میں بیان کردہ جیسے فضائل عقل ورائے سے بیان نہیں کیے جاسکتے، اس طرح کے فضائل توقیفی ہوتے ہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے بغیر ایسی باتیں نہیں کی جاسکتیں) (مجموع الفتاویٰ)

مذکورہ احادیث وروایات سے جمعہ کے دن مندرجہ ذیل حالات اور واقعات کا وجود ثابت ہوا۔

(۱)...... جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

(۲)...... جمعہ کے ہی دن حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کیا گیا۔

(۳)...... جمعہ کے ہی دن حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا گیا۔

(۴)...... جمعہ کے ہی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی گئی۔

(۵)...... جمعہ کے ہی دن حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی۔

(۶)...... جمعہ کے دن ایک قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے۔

(۷)...... جمعہ کے دن ہی قیامت قائم ہوگی۔

(۸)...... قیامت جمعہ کے دن قائم ہونے کی وجہ سے سوائے انسان اور جنات کے سب چرند پرند اور آسمان و پہاڑ وغیرہ اس دن سے ڈرتے ہیں۔ [۱]

(۹)...... جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے ہفتہ وار عید کا دن ہے۔

(۱۰)...... جمعہ کے دن مسلمانوں کے دین کی تکمیل ہوئی۔

(۱۱)...... جمعرات یا شبِ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔

(۱۲)...... آخرت میں جمعہ کے دن جنتیوں کو اللہ تعالیٰ کی زیارت کی نعمت حاصل ہوگی۔

(۱۳)...... جمعہ کے دن جنت میں بازار قائم ہوگا۔

جمعہ کا دن درحقیقت انسان کو اس کے مبداء ومعاد (یعنی انسان کی ابتداء، اُس کی پیدائش اور اُس کے انجام) کو یاد دِلانے والا دن ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اس دن کے ذریعے سے اپنے مبداء ومعاد پر غور کرے اور سوچے کہ اسی دن قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونا ہے، اور اس دن کو قیامت وآخرت کی فکر اور اس کی تیاری کا ذریعہ بنائے اور یہ سوچے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے اجزاء کو ملا کر حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمایا۔

اسی طرح قیامت کے دن صور پھونکے جانے پر تمام انسانوں کو جمع کیا جائے گا اور انسان کے

---

[۱] حدیث" :إذا كان يوم الجمعة نادت الطير الطير، والوحوش الوحوش، والسباع السباع: سلام عليكم هذا يوم الجمعة .هو من نسخة موضوعة(الفوائد المجموعة للشوكانى، ج ۱ ص ۴۳۸، كتاب الفضائل، باب فضائل الامكنة والازمنة)

قال محمد طاهر بن على الصديقى الهندى الفتنى: إذا كان يوم الجمعة يؤذن الطير الطير والوحوش الوحوش والسباع السباع سلام عليكم هذا يوم الجمعة. من نسخة ابن الأشعث التى عامتها مناكير (تذكرة الموضوعات للفتنى، ج ۱، ص ۱۱۵، باب الفاضلة من الأوقات والأيام والجمعة)

بدن کے اجزاء کو خواہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی حالت میں ہوں، ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے گا، اور تمام روحیں اپنے بدن کے ساتھ جمع ہو جائیں گی، پھر ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال وافعال جمع ہوں گے۔

غرضیکہ اجتماعیت اور جمع کیے جانے کی یہ تکوینی نوعیت اور کیفیت جمعہ کے دن کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے۔

اور اس دن سب مسلمان جمع ہو کر جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں۔

ان تمام وجوہات سے اس دن کے اندر اجتماعیت ظاہر ہوتی ہے۔

مذکورہ تمام امور اور بڑے بڑے واقعات کے جمعہ کے دن وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے جمعہ کے دن کی غیر معمولی فضیلت واہمیت معلوم ہوتی ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو جمعہ کے دن کی فضیلت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] قال الطیبی :یدل علی أن هذه الخلال خیرات توجب فضیلة الیوم، قال القاضی :خلق آدم یوجب له شرفا ومزیة، وكذا وفاته، فإنه سبب لوصوله إلی الجناب الأقدس، والخلاص عن النكبات، وكذا قیام الساعة؛ لأنه سبب وصول أرباب الكمال إلی ما أعد لهم من النعیم المقیم (مرقاة المفاتیح، ج۳ ص ۱۰۱۹، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

قال القاضی عیاض: الظاهر ان هذه الفضائل المعدودة لیست لذكر فضیلته لأن اخراج آدم وقیام الساعة لایعد فضیلة وانما هو بیان لما وقع فیه من الأمور العظام وماسیقع، لیتأهب العبد فیه بالأعمال الصالحة لنیل رحمة اللہ ودفع نقمته، هذا كلام القاضی. وقال ابوبكر بن العزی فی كتابه الأحوذی فی شرح الترمذی: الجمیع من الفضائل، وخروج آدم من الجنة هو سبب وجود الذریة وهذا النسل العظیم ووجود الرسل والانبیاء والصالحین والأولیاء، ولم یخرج منها طرداً بل لقضاء اوطار ثم یعود الیها. وأما قیام الساعة فسبب لتعجیل جزاء الانبیاء والصدیقین والأولیاء وغیرهم، وأظهار كرامتهم وشرفهم، وفی هذا الحدیث فضیلة یوم الجمعة ومزیته علی سائر الأیام (شرح النووی علی مسلم، جزء ٦، صفحه ۱۴۲، تحت رقم الحدیث ۸۵۴، كتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة)

(فصل نمبر۲)

جُمعہ مُبارکہ امتِ محمّدیہ کی خصوصیت

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَضَلَّ اللّٰہُ عَنِ الْجُمُعَۃِ مَنْ کَانَ قَبْلَنَا فَکَانَ لِلْیَھُوْدِ یَوْمُ السَّبْتِ، وَکَانَ لِلنَّصَارٰی یَوْمُ الْاَحَدِ، فَجَاءَ اللّٰہُ بِنَا فَھَدَانَا اللّٰہُ لِیَوْمِ الْجُمُعَۃِ، فَجَعَلَ الْجُمُعَۃَ وَالسَّبْتَ وَالْاَحَدَ، وَکَذٰلِکَ ھُمْ تَبَعٌ لَنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا ، وَالْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمُقْضٰی لَھُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ہم سے پہلوں کو جمعہ (کا دن عبادت کے لئے منتخب کرنے) کی توفیق نہیں دی، پس یہودیوں کے لئے ہفتہ کا دن (عبادت وفضیلت کا) اور نصاریٰ کے لئے اتوار کا دن مقرر ہوا، پھر اللہ نے ہمیں پیدا فرمایا تو ہمیں جمعہ کے دن کی توفیق وہدایت بخشی، پس اسی طرح جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن (عبادت کے) مقرر ہوگئے، اور اسی طرح یہود ونصاریٰ قیامت میں ہمارے تابع اور پیچھے ہیں، ہم دنیا والوں میں (دوسری امتوں کے) بعد میں آنے والوں میں ہیں، اور قیامت کے دن فیصلہ ہونے کے اعتبار سے دوسری مخلوقات سے پہلے ہیں (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ

---

[1] رقم الحدیث ۸۵۶ "۲۲" کتاب الجمعۃ، باب ھدایۃ ھذہ الامۃ لیوم الجمعۃ.

الْقِيَامَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِىْ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ يَعْنِىْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ اَلْيَهُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم (یعنی امتِ محمدیہ دنیا میں وجود کے اعتبار دوسری امتوں سے) آخر میں آنے والے ہیں (اور) قیامت میں (حاضری اور قیامت کے فیصلہ سے فراغت اور جنت میں داخلہ کے اعتبار سے) پہلے ہیں، باوجودیکہ ان (ہمارے علاوہ یہود ونصاریٰ اوران کے علاوہ پہلے مذہب والوں) کو (دنیا میں) ہم سے پہلے (آسمانی) کتاب دی گئی، اور ہمیں ان کے بعد دی گئی پس یہ ان کا وہ دن ہے جو اللہ عزّ وجلّ نے ان پر مقرر فرمایا (تاکہ وہ کسی معین دن میں اپنے خالق کی عبادت کے لئے جمع ہوا کریں) سو اس دن (کی تعیین) میں انہوں نے اختلاف کیا (جس کی وجہ سے وہ اس دن سے محروم ہوگئے) اور ہمیں اللہ عزوجل نے اس دن (کو قبول کرنے) کی ہدایت دی اور دوسرے لوگ (یعنی اہلِ کتاب) اس دن (کو عبادت کے لئے اختیار کرنے) میں ہمارے بعد ہیں (چنانچہ) یہود (ایک دن بعد یعنی) کل (ہفتہ کو) ہیں اور نصاریٰ (دودن بعد) یعنی کل کے بھی بعد (اتوار کو) ہیں (نسائی)

معلوم ہوا کہ اس امت کے لیے جمعہ مُبارکہ کے بابرکت دن کا دوسرے دِنوں کے مقابلے میں خاص عبادت کے لیے انتخاب اس امت کا خصوصی اعزاز اور امتیازی شان ہے، جو پہلی اُمتوں کو حاصل نہیں، حالانکہ اُنہیں اس امت سے پہلے جمعہ کے انتخاب کا موقع دیا گیا تھا؛ مگر وہ اس سے محروم رہے اور وہ دنیا میں آنے کے اعتبار سے اس اُمت سے پہلے ہیں، مگر

---

[1] رقم الحدیث ۱۳۶۷، کتاب الجمعة، باب ایجاب الجمعة.

دِنوں کی ترتیب کے اعتبار سے اُن کے عبادت کے دن (یعنی ہفتہ واتوار) ہمارے عبادت کے دن (جمعہ) کے بعد ہیں، اور وہ لوگ آخرت کے اعتبار سے بھی اس امت سے پیچھے ہیں کہ اُن کو آخرت میں وہ شرف اور مقام حاصل نہیں جو اس امت کو حاصل ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، وَأُوتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ، وَهُوَ الْيَوْمُ الَّذِىْ أُمِرُوْا بِهٖ، فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ، فَجَعَلَهُ اللّٰهُ لَنَا عِيْدًا، فَالْيَوْمَ لَنَا،

---

[1] قوله (أضل الله عن الجمعة) أى بأن خيرهم بينها وبين يوم آخر ثم وفقهم لاختيارها فاختاروا يوما آخر مقامها قوله (كان لليهود يوم السبت) أى كان يوم لهم يوم زيادة العبادة باختيارهم قوله (فهم لنا تبع) أى ولنا يوم الجمعة فهم لنا تبع لتقدم الجمعة على يومهم قوله (نحن الآخرون) أى زمانا فى الدنيا (الأولون) منزلة وكرامة يوم القيامة والمراد أن هذه الأمة وإن تأخر وجودها فى الدنيا عن الأمم الماضية فهى سابقة إياهم فى الآخرة بأنهم أول من يحشر وأول من يحاسب وأول من يقضى بينهم وأول من يدخل الجنة وقيل المراد بالسبق إحراز فضيلة اليوم السابق بالفضل وهو يوم الجمعة وقيل المراد بالسبق إلى القبول والطاعة التى حرمها أهل الكتاب فقالوا سمعنا وعصينا والأول أقوى (حاشية السندى على ابن ماجة، ج ا ص ۳۳۵، تحت حديث رقم ۱۰۸۳)

هم تبع لنا يوم القيامة نحن الآخرون من أهل الدنيا والأولون يوم القيامة المقضى لهم قبل الخلائق "وقيل المراد بالسبق إحراز فضيلة اليوم السابق بالفضل وهو الجمعة وقيل المراد بالسبق السبق إلى القبول والطاعة التى حرمها أهل الكتاب فقالوا سمعنا وعصينا (عمدة القارى شرح صحيح بخارى، جلد ٦ صفحه ١٦٣، كتاب الجمعة)

والمراد أن هذه الأمة وإن تأخر وجودها فى الدنيا عن الأمم الماضية فهى سابقة لهم فى الآخرة بأنهم أول من يحشر وأول من يحاسب وأول من يقضى بينهم وأول من يدخل الجنة وفى حديث حذيفة عند مسلم نحن الآخرون من أهل الدنيا والأولون يوم القيامة المقضى لهم قبل الخلائق وقيل المراد بالسبق هنا إحراز فضيلة اليوم السابق بالفضل وهو يوم الجمعة ويوم الجمعة وإن كان مسبوقا بسبت قبله أو أحد لكن لا يتصور اجتماع الأيام الثلاثة متوالية إلا ويكون يوم الجمعة سابقا وقيل المراد بالسبق أى إلى القبول والطاعة التى حرمها أهل الكتاب فقالوا سمعنا وعصينا والأول أقوى (فتح البارى لابن حجر، جلد ٢ صفحه ٣٥٤، باب فرض الجمعة)

وَغَدًا لِلْيَهُوْدِ، وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰی(مسند احمد، رقم الحدیث ۷۴۰۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ (دنیا میں آنے والوں میں) آخر ہیں (لیکن) قیامت کے دن ہم ہی سابقین ہوں گے، باوجودیکہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد (تو اس کتاب کے پہلے دیئے جانے کی وجہ سے یہ نہیں ہوگا کہ وہ قیامت کے دن بھی ہم سے پہلے ہوں، قیامت میں سبقت حاصل کرنے والے ہم ہی ہوں گے) یہ وہ دن ہے جس کو ان پر مقرر کیا گیا تھا (کہ اس کو خاص عظمت وعبادت کے لئے مخصوص کرلو) لیکن وہ اس بارے میں مختلف رہے (اور بھٹکتے رہے)

پس جمعہ کے دن کو اللہ نے ہمارے لیے عید بنادیا ہے، پس آج جمعہ کا دن ہمارے لیے عید ہے، اور کل (یعنی ہفتہ) یہود کی عید ہے، اور کل کے بعد (یعنی اتوار کو) نصاریٰ کی عید ہے (مسند احمد)

یہود ونصاریٰ کے اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ ہفتے کے سات دِنوں میں ایک دن خاص عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں رکھا تھا، جب اہلِ کتاب کو ہفتے میں ایک دن متعین کرنے کا حکم ہوا تو یہود ونصاریٰ بھٹکتے ہی رہے، اور جمعہ کا مبارک دن طے نہ کرسکے، یہود نے ہفتہ اور نصاریٰ نے اتوار کا دن چُنا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ توفیق دی کہ انہوں نے جو دن مقرر کیا وہ عظیمُ الشان دن اور اللہ تعالیٰ کی پسند کے مطابق تھا۔

اور بعض حضرات نے اختلاف کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمعہ کا بابرکت دن ہونا اس امت سے پہلے لوگوں کو بھی بتلایا گیا تھا اور اس دن کے منتخب کرنے کی توفیق دی تھی، لیکن انہوں نے اختلاف کرتے ہوئے کسی نے ہفتے کا دن اور کسی نے اتوار کا دن متعین کیا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس امت پر متوجہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ بابرکت دن

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط الشیخین(حاشیة مسند احمد)

متعین کرنے کی توفیق بخشی (معارف القرآن ادریسی جلد۸صفحہ ۱۱۳،۱۱۴ بتغیر) ؎

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

؎ اور بعض حضرات سے اس سلسلے میں اور آراء بھی منقول ہیں۔

(فاختلفوا) ، أی :أهل الكتاب (فيه) ، أی فی تعيينه للطاعة وقبوله للعبادة وضلوا عنه، وأما نحن بحمده (فهدانا الله له) ، أی :لهذا اليوم وقبوله والقيام بحقوقه، وفيه إشارة إلى سبقنا المعنوی كما أن فی قوله السابق :بيد أنهم أوتوا الكتاب من قبلنا إشعارا إلى سبقهم الحسی وإيماء إلى قوله تعالى :(فهدى الله الذين آمنوا لما اختلفوا فيه من الحق بإذنه)وهذا كله ببركة وجوده صلى الله عليه وسلم.

قال بعض المحققين من أئمتنا، أی فرض الله على عباده أن يجتمعوا يوما ويعظموا فيه خالقهم بالطاعة، لكن لم يبين لهم، بل أمرهم أن يستخرجوه بأفكارهم، ويعينوه باجتهادهم، وأوجب على كل قبيل أن يتبع ما أدى إليه اجتهاده صوابا كان أو خطأ كما فی المسائل الخلافية، فقالت اليهود : يوم السبت ;لأنه يوم فراغ وقطع عمل ;لأن الله تعالى فرغ عن خلق السماوات والأرض، فينبغی أن ينقطع الناس عن أعمالهم، ويتفرغوا لعبادة مولاهم، وزعمت النصارى :أن المراد يوم الأحد ; لأنه يوم بدء الخلق الموجب للشكر والعبادة، فهدى الله المسلمين، ووفقهم للإصابة حتى عينوا الجمعة، وقالوا :إن الله تعالى خلق الإنسان للعبادة كما قال تعالى :(وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون)وكان خلق الإنسان يوم الجمعة، فكانت العبادة فيه لفضله أولى ;لأنه تعالى فی سائر الأيام أوجد ما يعود نفعه إلى الإنسان، وفی الجمعة أوجد نفس الإنسان، والشكر على نعمة الوجود أهم وأحرى.

وقال بعضهم :يحتمل أنه تعالى نص لنا عليه، وأنه وفقنا للإصابة لما صح عن ابن سيرين، قال :جمع أهل المدينة قبل أن يقدمها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقبل أن تنزل الجمعة فقالت الأنصار : إن لليهود يوما يجتمعون فيه كل سبعة أيام، وللنصارى مثل ذلک، فلنجعل يوما لذكر الله تعالى ونصلی ونشكر فيه، فجعلوه يوم العروبة، واجتمعوا إلى سعد بن زرارة، فصلى بهم يومئذ ركعتين، وذكرهم فسموه يوم الجمعة، وأنزل الله تعالى بعد ذلک :(إذا نودی للصلاة من يوم الجمعة) (الجمعة 9 :) اهـ. والحديث، وإن كان مرسلا -وهو حجة عند الجمهور مطلقا -لكن مع هذا له شاهد حسن، بل صححه ابن خزيمة، وهو أن أول من صلى بنا الجمعة بالمدينة قبل الهجرة سعد بن زرارة، وروى ابن أبی حاتم، عن السدی أن الله فرض على اليهود يوم الجمعة فأبوا وقالوا :يا موسى اجعل لنا يوم السبت، فجعله عليهم، وهذا كله يؤيد ما قال شارح :إنا اجتهدنا فأصبناه وهم اجتهدوا فأخطأوه.

وأما قول ابن حجر :إنه غير صحيح وأن معناه :فهدانا الله على لسان نبينا صلى الله عليه وسلم حيث تولى تعيينه لنا، ولم يكله إلى اجتهادنا على أنه لو وكله إلينا لوفقنا لإصابته ببركته -عليه الصلاة والسلام -فهو مع مخالفته للنقول الصريحة غير ظاهر للسياق، فإنه حينئذ لم يبق لهذه الأمة مزيد مزية على الأمم السابقة، فإن الأنبياء مستثنون عن هذه القضية والله أعلم (مرقاة المفاتيح، ج ۳ ص ۱۰۰۹ ،باب الجمعة)

(فصل نمبر ۳)

جمعہ کے دن ساعتِ قبولیت کی تفصیل

کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت اور گھڑی ایسی ہے، جس میں بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی جانے والی دعاء قبول کی جاتی ہے۔

ذیل میں احادیث کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَیَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ فِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یُوَافِقُھَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَھُوَقَائِمٌ یُّصَلِّیْ یَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی شَیْئًا اِلَّااَعْطَاہُ اِیَّاہُ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ یُقَلِّلُھَا (بخاری)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں ایک ساعت (اور گھڑی) ایسی ہے کہ جو مسلمان بندہ بھی اس کو اس حال میں پالے کہ وہ اس وقت کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو، اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کر رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا فرمادیتے ہیں اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ یہ گھڑی تھوڑی ہوتی ہے (بخاری؛ مسلم)

حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ وہ اس وقت نماز پڑھ رہا ہو، اس جملے کا کیا مطلب ہے؟

محدثین واہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یا تو حقیقت میں نماز پڑھ رہا ہو یا پھر دعاء کر رہا ہو اور اگلی نماز کا انتظار کر رہا ہو، کیونکہ نماز کا انتظار کرنے والا بھی نماز میں

---

[1] رقم الحدیث ۹۳۵، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ؛ مسلم، رقم الحدیث ۸۵۲ "۱۳"، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ.

شامل سمجھا گیا ہے۔ [1]

(۲)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيْهِ أُهْبِطَ مِنْهَا، وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يُصَلِّيْ فَيَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَذَكَرْتُ لَهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِتِلْكَ السَّاعَةِ، فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِيْ بِهَا وَلَا تَضْنَنْ بِهَا عَلَيَّ، قَالَ: هِيَ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلٰى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، قُلْتُ: فَكَيْفَ تَكُوْنُ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّيْ؟ وَتِلْكَ السَّاعَةُ لَا يُصَلّٰى فِيْهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِيْ صَلَاةٍ؟، قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: فَهُوَ ذَاكَ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے، اس دن میں آدم کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن میں ان کو جنت میں داخل کیا گیا، اور اسی دن میں جنت سے اتارا گیا، اور اس دن میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ جو مسلم بندہ بھی اس میں نماز پڑھتا ہے، پھر اللہ سے اس

---

[1] یصلی او المراد بہ یدعو وینتظر الصلاۃ فانما اولنا هذه التاويلات ليتوافق جميع الروايات(مرقاة المفاتيح ، جلد۳صفحه۱۰۱۲، باب الجمعة، الفصل الاول)

[2] رقم الحديث ۴۹۱،ابواب الجمعة، باب فى الساعة التى ترجى فى يوم الجمعة، مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۷۹۱.

قال الترمذى:وفى الحديث قصة طويلة، " :وهذا حديث صحيح،ومعنى قوله أخبرنى بها ولا تضنن بها على :لا تبخل بها على، والضن :البخل، والظنين :المتهم "

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

میں کسی چیز کا سوال کرتا ہے، تو اللہ اس کو وہ چیز ضرور عطا کرتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، پھر ان کو یہ حدیث ذکر کی، تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس ساعت کو جانتا ہوں، تو میں نے کہا کہ مجھے آپ اس ساعت کی خبر دیجئے، اور میرے ساتھ اس کے متعلق بخل نہ کیجئے، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ساعت عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک ہوتی ہے، میں نے کہا کہ عصر کے بعد کیسے ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ اس ساعت میں کوئی مسلم بندہ جو بھی نماز پڑھ رہا ہو؟ اور اس (عصر کے بعد کے) وقت میں نماز نہیں پڑھی جاتی، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو بیٹھ کر نماز کا انتظار کر رہا ہو تو وہ نماز میں ہوتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک (یہ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے) تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (عصر کے بعد قبولیت کی گھڑی میں نماز پڑھنے والے سے) یہی مراد ہے (ترمذی)

(۳)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِيهَا إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ (السنن الکبریٰ للنسائی)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ جو بھی بندہ اس کو اس حال میں پالیتا ہے کہ اللہ سے مغفرت طلب کر رہا ہوتا ہے، تو اللہ اُس کی مغفرت فرما دیتا ہے (نسائی، طبرانی)

استغفار میں بندہ، اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور اپنی مغفرت کا سوال کرتا ہے، اس لئے

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۲۳۲، کتاب عمل الیوم واللیلة، ما یستحب من الاستغفار یوم الجمعة، مسند الشامیین للطبرانی، رقم الحدیث ۳۳۶۱.

استغفار بھی درحقیقت دعاء کے مفہوم میں داخل ہے، اوراس روایت کا مفہوم دوسری روایات کے خلاف نہیں ہے، جیسا کہ بعض حضرات نے ایسا سمجھا، اوراس وجہ سے اس روایت کوشاذ قراردیا۔ [1]

(۴)......اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اِنَّ فِی الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً مَادَعَا اللّٰهَ فِیْهَا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ بِشَیْئٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۹۲۰۶) [2]

ترجمہ: بلاشبہ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں کوئی مومن بندہ اللہ سے جو بھی دعاء کرتا ہے، تو اللہ اس کی اس دعاء کوضرور قبول فرماتا ہے (مسند احمد)

(۵)......اور مسلم کی ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهٗ قَالَ: اِنَّ فِی الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا یُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ یَسْأَلُ اللّٰهَ فِیْهِ خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ قَالَ وَهِیَ سَاعَةٌ خَفِیْفَةٌ (مسلم) [3]

ترجمہ: بے شک جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ جسے اگر کوئی مومن بندہ پالے اور اس میں اللہ سے خیر (وبھلائی) کا سوال کرے تو اللہ اس کو وہ خیر (وبھلائی) ضرور عطا فرمادیتا ہے، اور وہ گھڑی تھوڑی سی ہے (مسلم)

اس طرح کے الفاظ اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [4]

---

[1] (فی الجمعة) أی فی یومها (ساعة) أی لحظة لطیفة (لا یوافقها) أی لا یصادفها (عبد) مسلم (یستغفر الله) أی یطلب منه الغفران :الستر لذنوبه (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۵۹۱۴)

[2] قال شعیب الارنؤوط:حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن(حاشیة مسند احمد)

[3] رقم الحدیث ۸۵۲"۱۵"، کتاب الجمعة،باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة.

[4] عن مجاهد، عن ابن عباس، قال أبو هریرة :إن فی الجمعة لساعة لا یسأل الله فیها عبد شیئا إلا أعطاه إیاه(السنن الکبری،للنسائی، رقم الحدیث ۱۰۲۳۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حدیث میں خیر اور بھلائی کی قید لگی ہوئی ہے، جس سے قطع رحمی اور دوسرے گناہوں کی دعاء خارج ہوگئی، البتہ کسی جائز اور مباح چیز کی دعاء کی جائے، خواہ وہ دنیا ہی سے متعلق ہو، مثلاً حلال رزق میں اضافہ وبرکت یا بیماری سے شفایابی کی دعاء، تو وہ اس میں شامل ہے۔ [1]

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کب آتی ہے؟

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کون سی ہے اور وہ جمعہ کے دن کس وقت آتی ہے؟ تو سوائے ایک آدھ روایت کے احادیث میں قطعی انداز میں اس کو متعین کر کے بیان اور ظاہر نہیں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عن عبد الله بن محمد بن عمر بن علي، عن أبيه، عن جده، عن علي، :أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال :إن في الجمعة لساعة لا يوافقها مسلم، يسأل الله فيها، إلا أعطاه إياه (مسند البزار، رقم الحديث ٦٦٦)

عن أنس ،عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة كفارات لما بينهن ما اجتنبت الكبائر، وإن من الجمعة لساعة لا يوافقها مسلم، ولا مسلمة يسأل الله فيها خيرا إلا أعطاه قال :وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :مثل الصلوات الخمس كنهر بباب أحدكم يغتسل كل يوم فيه خمس مرات فماذا يبقين من درنه(مسند البزار، رقم الحديث ٦٤٩٢)

عن أبي الحسن يعني هلال بن يساف قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن في الجمعة لساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله فيها شيئا إلا أعطاه ، فقال رجل :يا رسول الله ، ماذا أسأل قال :سل الله العافية في الدنيا والآخرة (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٢٩٨٠٠،باب الدعاء بالعافِية)

حدثني الأصبغ بن زيد، حدثني زيد بن علي، حدثتني مرجانة، مولاة علي، قالت: حدثتني فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، عن أبيها رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إن في الجمعة لساعة، لا يوافقها عبد مسلم يسأل الله فيها خيرا إلا أعطاه إياه .لا يروى هذا الحديث عن فاطمة إلا بهذا الإسناد، تفرد به المحاربي(المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ٦٤٤٠)

[1] وقيد بالخير ليخرج مثل الدعاء بالاثم وقطعية الرحم ونحوذالک (عمدة القاري جلد ٢٣، ص ٢١، باب الدعاء في الساعة التي في يوم الجمعة)

قال ابن حجر الظاهر ان المراد به مايشمل المباح وفيه ان المباح لايوصف بخير ولابشر غايتهٔ انه اذاکان تعالیٰ يعطى الخير فلايمنع المباح (مرقاةالمفاتيح، ج٣ ص ١٠١٢، باب الجمعة،الفصل الاول)

فرمایا گیا، جس میں ایک حکمت یہ ہے کہ لوگ اس ساعت کی امید میں پورے دن عبادت ودعاء میں مشغول رہیں اور جب وہ ساعت آئے تو ان کی عبادت ودعاء اس خاص ساعت میں بھی واقع ہو، جیسا کہ شبِ قدر کا معاملہ ہے۔ [1]

لہٰذا اس حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ جمعہ کے دن حسبِ حیثیت تمام اوقات میں ہی دعاء و استغفار کا اہتمام رکھا جائے اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح شبِ قدر کی تعیین کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں اسی طرح جمعہ کی قبولیت والی گھڑی کی تعیین کے بارے میں بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، جن کی تعداد لگ بھگ چالیس، پچاس ہے۔ [2]

---

[1] عن أبی سلمة، قال: قلت: والله لو جئت أبا سعيد الخدری فسألته عن هذه الساعة لعله أن يكون عنده منها علم، فأتيته فقلت: يا أبا سعيد، إن أبا هريرة حدثنا عن الساعة التی فی يوم الجمعة فهل عندك منها علم؟ فقال: سألنا النبی صلى الله عليه وسلم عنها، فقال: إنی كنت أعلمها، ثم أنسيتها كما أنسيت ليلة القدر، ثم خرجت من عنده فدخلت على عبد الله بن سلام، ثم ذكر الحديث (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۰۳۳؛ مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۶۲۴؛ ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۷۴۱)

قال الحاكم: وهذا شاهد صحيح على شرط الشيخين لحديث يزيد بن الهاد، ومحمد بن إسحاق، ولم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

قال شعيب الارنؤوط: بعضه صحيح، وبعضه حسن، وهذا إسناد فيه فليح -وهو ابن سليمان-، تكلم فيه الأئمة من قبل حفظه. وبقية رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

وقال الملا علی القاری: والحكمة فی اخفائها ليشتغل الناس بالعبادة فی جميع اجزاء نهارها رجاء ان يوافق دعائهم وعبادتهم اياها (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۰۱۲، باب الجمعة، الفصل الاول)

[2] چنانچہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ وہ ساعت ہر جمعہ کو بدلتی رہتی ہے۔ کسی جمعہ کو تو دن کے ابتدائی حصہ میں آتی ہے اور کسی جمعہ کو درمیانی حصہ میں اور کسی جمعہ کو دن کے آخری حصہ میں آتی ہے۔ لیکن اکثر علماء کا کہنا یہ ہے اور راجح بھی یہی ہے کہ وہ ساعت متعین اور معلوم ہے، لیکن اس میں بھی اختلاف ہے کہ اگر وہ ساعت متعین اور معلوم ہے تو کونسی ساعت ہے اور وہ کونسا وقت ہے، جس میں یہ عظیم ومقدس ساعت پوشیدہ ہے؟

اس بارے میں بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یا تو وہ وقت صبح صادق ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک ہوتا ہے، یا جس وقت فجر کی اذان ہوتی ہے، یا سورج نکلنے کے وقت، یا پھر دوپہر کو ٹھیک زوال کے وقت، یا زوال سے لے کر جمعہ کی نماز پڑھنے کے وقت تک یا عصر کے وقت تک، یا سورج غروب ہونے کے وقت تک، یا ٹھیک جمعہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی وجہ سے محدث امام نووی فرماتے ہیں کہ:

وَيُسْتَحَبُّ اَلْإِكْثَارُ مِنَ الدُّعَاءِ فِيْ جَمِيْعِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ رِجَاءَ مُصَادَفَةِ سَاعَةِ الْإِجَابَةِ، فَقَدْ اِخْتَلَفَ فِيْهَا عَلٰى اَقْوَالٍ كَثِيْرَةٍ فَقِيْلَ هِيَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَقَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقِيْلَ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقِيْلَ بَعْدَ الزَّوَالِ وَقِيْلَ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَقِيْلَ غَيْرَ ذٰلِكَ (الاذکار للنووية) [1]

ترجمہ: اور جمعہ کے پورے دن طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کثرت سے دعاء کرنا مستحب ہے، قبولیت کی گھڑی کو حاصل کرنے کی خاطر؛ اور اس گھڑی کے بارے میں اختلاف ہے اور بہت زیادہ اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ طلوعِ فجر کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے سے پہلے تک ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ زوال کے بعد ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ عصر کے بعد ہے اور اس کے علاوہ بھی اقوال

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کی اذان کے وقت، یا اُس کے بھی بعد جمعہ کا خطبہ شروع ہونے یا ختم ہونے کے وقت، یا جمعہ کی نماز ختم ہونے کے وقت، یا امام کے خطبہ شروع کرنے کے وقت، یا دونوں خطبوں کے درمیان کے وقت، یا خطبہ ختم ہونے سے نماز شروع ہونے کے درمیان کے مختصر وقت، یا عصر کا وقت شروع ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے یا مکروہ وقت ہوجانے تک کے وقت، یا عصر کی نماز پڑھنے کے دوران، یا پھر سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے کے وقت، یا پھر امام کے خطبہ شروع کرنے سے لے کر جمعہ کی نماز ختم ہونے تک اور عصر سے مغرب تک دونوں اوقات کے مجموعہ میں۔ غرضیکہ جمعہ کی صبح سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے درمیان کے اوقات ہی کے اندر اندر اختلاف ہے اور ان سب قولوں میں دو قول زیادہ راجح ہیں، جن کا آگے ذکر آتا ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''فتح الباری'' جلد۲، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ)

وقال ابن المنير في الحاشية إذا علم أن فائدة الإبهام لهذه الساعة ولليلة القدر بعث الداعي على الإكثار من الصلاة والدعاء ولو بين لاتكل الناس على ذلك وتركوا ما عداها فالعجب بعد ذلك ممن يجتهد في طلب تحديدها (فتح الباری، ج۲ ص ۴۲۲، كتاب الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة)

[1] ج ۱، ص۸۵، کتاب اذکار الصلاۃ، باب مایقال فی صبیحۃ الجمعۃ.

پائے جاتے ہیں (اذکار)

نیز امام نووی ہی فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ اِخْتَلَفَ الْعُلَمَآءُ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ عَلٰی اَقْوَالٍ کَثِیْرَةٍ مُنْتَشِرَةٍ غَایَةِ الْاِنْتِشَارِ وَقَدْ جَمَعْتُ الْاَقْوَالَ الْمَذْکُوْرَةَ فِیْهَا کُلَّهَا فِیْ شَرْحِ الْمُهَذَّبِ وَبَیَّنْتُ قَائِلَهَا وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الصَّحَابَةِ عَلٰی اَنَّهَا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْمُرَادُ بِقَائِمٍ یُصَلِّیْ مَنْ یَّنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَاِنَّهٗ فِیْ صَلَاةٍ (الاذکار للنووية) [1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ علمائے سلف وخلف کا جمعہ کی اس قبولیت کی ساعت (اور وقت) کے بارے میں اختلاف ہے، اور اس میں بہت سے اقوال ہیں، جو بہت زیادہ پھیلے ہوئے ہیں، اور میں نے اس بارے میں پائے جانے والے تمام اقوال کو شرح مُہذّب میں جمع کیا ہے، اور ان اقوال کے قائلین کی بھی وضاحت کی ہے، اور بہت سے صحابہ اس بات پر ہیں کہ وہ گھڑی عصر کے بعد ہے، اور حدیث کے جملے **قَائِمٌ یُّصَلِّیْ** سے مراد یہ ہے کہ نماز کا انتظار کر رہا ہو، اس لیے کہ وہ (یعنی نماز کا انتظار کرنے والا حکماً) نماز میں ہوتا ہے (اذکار)

بہرحال اس سلسلہ کے تمام اقوال میں دو قولوں کو زیادہ ترجیح دی گئی ہے کہ:

(۱)...... ایک یہ کہ وہ مبارک گھڑی امام کے جمعہ کی نماز کا خطبہ شروع کرنے کے وقت سے لے کر جمعہ کی نماز ختم ہونے تک ہے (مگر خطبے کے دوران حاضرین کو دل ہی دل میں زبان کو حرکت دیئے بغیر دعاء کرنی مناسب ہے)

یہ قول حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ [2]

---

[1] تحت رقم الحديث ۴۹۱، ج ۱، ص ۱۶۹، و ۱۷۰، کتاب الاذکار فی صلوات مخصوصة.

[2] عن أبی بردة بن أبی موسى الأشعری، قال: قال لی عبد الله بن عمر: أسمعت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)...... دوسرے یہ کہ وہ گھڑی جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان ہوتی ہے۔

یہ قول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ وتابعین سے ثابت ہے۔ [۱]

بعض حضرات نے ان میں سے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور بعض حضرات نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ان دونوں اوقات کو قبولیت کی گھڑی سمجھتے ہوئے ضائع ہونے سے بچایا جائے، جس میں دونوں راجح قولوں کی رعایت ہو جاتی ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أباک یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شأن ساعۃ الجمعۃ؟ قال: قلت: نعم، سمعتہ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ھی ما بین أن یجلس الإمام إلی أن تقضی الصلاۃ (مسلم، رقم الحدیث ۸۵۳"۱۶"، باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ)

[۱] عن أبی ھریرۃ، قال: أخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فقال: خلق اللہ عز وجل التربۃ یوم السبت، وخلق فیھا الجبال یوم الأحد، وخلق الشجر یوم الاثنین، وخلق المکروہ یوم الثلاثاء، وخلق النور یوم الأربعاء، وبث فیھا الدواب یوم الخمیس، وخلق آدم علیہ السلام بعد العصر من یوم الجمعۃ، فی آخر الخلق، فی آخر ساعۃ من ساعات الجمعۃ، فیما بین العصر إلی اللیل(مسلم، رقم الحدیث ۲۷۸۹"۲۷")

عن جابر بن عبد اللہ عن رسولِ اللہ -صلَّی اللہ علیہ وسلم- أنہ قال" :یوم الجمعۃِ ثنتا عشرۃ "یُرید ساعۃ "لا یُوجَدُ مسلم یسألُ اللہ عز وجل شیئاً إلا أتاہ اللہ عز وجل، فالتمِسُوھا آخر ساعۃٍ بعد العصر(سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۱۰۴۹، باب الإجابۃ، أیۃ ساعۃ ھی فی یوم الجمعۃ؟

قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ قوی من أجل الجُلاح مولی عبد العزیز، فھو صدوق لا بأس بہ. ابن وھب: ھو عبد اللہ(حاشیۃ سنن ابی داوٗد)

[۲] چنانچہ بہشتی زیور میں ہے کہ:

علماء مختلف ہیں کہ یہ ساعت جس کا ذکر حدیث میں گذرا کس وقت ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح سفر السعادت میں چالیس قول نقل کئے ہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ جمعہ کے دن قبولیت کی ایک عظیم گھڑی ہوتی ہے، جس میں کی جانے والی دعاء قبول ہوتی ہے، بشرطیکہ کسی گناہ کی دعاء نہ کی جائے، اور یہ گھڑی انتہائی عظیم گھڑی ہے، جس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مگران سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے۔

ایک یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم ہونے تک ہے۔

دوسرے یہ کہ وہ ساعت اخیر دن میں (عصر ومغرب کے درمیان) ہے۔

اوراس دوسرے قول کو ایک جماعتِ کثیر نے اختیار کیا ہے اور بہت سی احادیثِ صحیحہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ شیخ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو اُن کو خبر کردے تاکہ وہ اس وقت ذکر اور دعاء میں مشغول ہوجاویں (اشعۃ اللمعات) (بہشتی زیور گیارہواں حصہ صفحہ نمبر ۷۴)

وقد اختلف السلف فى أيهما أرجح فروى البيهقى من طريق أبى الفضل أحمد بن سلمة النيسابورى أن مسلما قال حديث أبى موسى أجود شىء فى هذا الباب وأصحه وبذلك قال البيهقى وبن العربى وجماعة وقال القرطبى هو نص فى موضع الخلاف فلا يلتفت إلى غيره وقال النووى هو الصحيح بل الصواب وجزم فى الروضة بأنه الصواب ورجحه أيضا بكونه مرفوعا صريحا وفى أحد الصحيحين وذهب آخرون إلى ترجيح قول عبد الله بن سلام فحكى الترمذى عن أحمد أنه قال أكثر الأحاديث على ذلك وقال بن عبد البر إنه أثبت شىء فى هذا الباب وروى سعيد بن منصور بإسناد صحيح إلى أبى سلمة بن عبد الرحمن أن ناسا من الصحابة اجتمعوا فتذاكروا ساعة الجمعة ثم افترقوا فلم يختلفوا أنها آخر ساعة من يوم الجمعة ورجحه كثير من الأئمة أيضا كأحمد وإسحاق ومن المالكية الطرطوشى وحكى العلائى أن شيخه بن الزملكانى شيخ الشافعية فى وقته كان يختاره ويحكيه عن نص الشافعى وأجابوا عن كونه ليس فى أحد الصحيحين بأن الترجيح بما فى الصحيحين أو أحدهما إنما هو حيث لا يكون مما انتقده الحفاظ (فتح البارى، ج۲ ص ۴۲۱ وص ۴۲۲، كتاب الجمعة، باب الساعة التى فى يوم الجمعة)

الذى ينبغى الاجتهاد فى الدعاء فى الوقتين المذكورين (فتح البارى، ج۲ ص ۴۲۲، كتاب الجمعة، باب الساعة التى فى يوم الجمعة)

وأرجح هذه الأقوال :قولان تضمنتهما الأحاديث الثابتة، وأحدهما أرجح من الآخر. الأول :أنها من جلوس الإمام إلى انقضاء الصلاة، وحجة هذا القول ما روى مسلم فى "صحيحه "من حديث أبى بُردة بن أبى موسى، أن عبد اللّه بن عمر قال له :أسمعتَ أباك يحدّث عن رسول اللّه صلى الله عليه وسلم فى شأن ساعة الجمعة شيئاً؟ قال :نعم سمعتُه يقول :سمعتُ رسولَ اللّه صلى الله عليه وسلم يقول : "هِىَ مَا بَيْنَ أَن يَجْلِسَ الإِمَامُ إلى أن تُقْضَى الصَّلاَةُ."وروى ابن ماجه، والترمذى، من حديث عمرو بن عوف المزنى، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال" :إنَّ فى الجمُعة سَاعةً لا يسألُ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے متعلق کئی اقوال ہیں، اور ان میں سے بعض اقوال زیادہ مشہور اور راجح ہیں، مثلاً جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے لے کر جمعہ کی نماز کھڑی ہونے تک، یا پھر عصر کی نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے تک۔

اس لئے ہر مسلمان کو جمعہ کے پورے دن جب بھی موقع ملے اور خاص کر جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے لے کر نمازِ جمعہ کھڑی ہونے تک اور عصر کی نماز سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے اوقات میں اس قبولت کی گھڑی کی برکات سے مستفید ہونے کے لئے دعاء واستغفار اور عبادت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اس قبولیت کی گھڑی سے مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الـلـهَ العبد فيها شيئاً إلّا آتاه اللّهُ إيّاه "قالوا :يا رسول اللّه !أَيَّةُ سَاعَةٍ هِيَ؟ قال " :حِينَ تُقام الصَّلاة إلى الانصراف منها ." والقول الثانى :أنها بعد العصر، وهذا أرجح القولين (زادالمعاد فى هدى خيرالعباد،جزء ۱ ،صفحه ۳۷۷، و۳۷۸، فصل فى بيان اختلاف الناس فى ساعة الإجابة)

وعندى أن ساعة الصلاة ساعة ترجى فيها الإجابة أيضا، فكلاهما ساعة إجابة، وإن كانت الساعة المخصوصة هى آخر ساعة بعد العصر، فهى ساعة معينة من اليوم لا تتقدم ولا تتأخر، وأما ساعة الصلاة فتابعة للصلاة، تقدمت أو تأخرت؛ لأن لاجتماع المسلمين وصلاتهم وتضرعهم وابتهالهم إلى الله تعالى تأثيرا فى الإجابة، فساعة اجتماعهم ساعة ترجى فيها الإجابة، وعلى هذا تتفق الأحاديث كلها، ويكون النبى صلى الله عليه وسلم قد حض أمته على الدعاء والابتهال إلى الله تعالى فى هاتين الساعتين (زادالمعاد فى هدى خيرالعباد،جزء ۱ ،صفحه ۳۸۲، فصل فى بيان اختلاف الناس فى ساعة الإجابة)

(فصل نمبر۴)

بروز جمعہ نمازِ فجر با جماعت پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :اِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَوَاتِ عِنْدَاللّٰهِ صَلَا ةُ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْ جَمَاعَةٍ (شعب الایمان للبیہقی) [۱]

---

[۱] رقم الحديث ٢٧٨٣،باب افضل الصلوات عند الله صلاة الصبح يوم الجمعة فى جماعة فضائل الاوقات للبيهقى، رقم الحديث ٢٨٨،حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لابى نعيم ،ج٧،ص٢٠٧.

قال الالبانى:أفضل الصلوات عند الله صلاة الصبح يوم الجمعة فى جماعة .

أخرجه أبو نعيم فى "الحلية(٧/٢٠٧) "حدثنا عبد الله بن محمد حدثنا محمد ابن يحيى حدثنا خالد بن الحارث حدثنا شعبة عن يعلى بن عطاء عن الوليد بن عبد الرحمن أن ابن عمر قال لحمران بن أبان :ما منعك أن تصلى فى جماعة؟ قال : قد صليت يوم الجمعة فى جماعة الصبح، قال :أو ما بلغك أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :فذكره، وقال " :تفرد به خالد مرفوعا، ورواه غندر موقوفا ."

قلت :خالد بن الحارث وهو الهجيمى أبو عثمان البصرى ثقة ثبت احتج به الشيخان كما فى " التقريب "، فزيادته مقبولة، فرواية غندر موقوفا لا يعله، لاسيما وهو فى حكم المرفوع لأنه لا يقال بمجرد الرأى .وسائر الرواة ثقات كلهم من رجال مسلم غير محمد بن يحيى وهو ابن منده أبو عبد الله الأصبهانى، وهو ثقة حافظ له ترجمة فى "أخبار أصبهان(٢/٢٢٢-٢٢٤ "وساق له بعض الأحاديث عن هذا الشيخ عنه .وله ترجمة فى "تذكرة الحفاظ "أيضا .وعبد الله بن محمد هو ابن جعفر بن حيان أبو محمد الحافظ الثقة المشهور بـ "أبى الشيخ "، ترجمه أبو نعيم أيضا(٢/٩٠)فالإسناد صحيح.

ولقد أخطأ فى هذا الحديث رجلان : السيوطى ثم المناوى، فضعفاه، فقال فى "فيض القدير " ": أشار المصنف لضعفه،وذلك لأن فيه الوليد بن عبد الرحمن، أورده الذهبى فى "الضعفاء "، وقال ابن معين :ليس بشىء ."

قلت :الوليد بن عبد الرحمن هذا الذى ضعفه ابن معين ثم الذهبى، ليس هو صاحب هذا الحديث، فإنه شيخ لمعتمر بن سليمان كما صرح الذهبى فى "الضعفاء "(ق/١٢١٨)تبعا لابن أبى حاتم (٤/٢/٩-١٠)وقال عن أبيه " :مجهول ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک افضل ترین نماز جمعہ کے دن فجر کی نماز ہے، جو باجماعت پڑھی گئی ہو (بیہقی)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَانَعْلَمُ صَلَاةً اَفْضَلَ عِنْدَ اللهِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ جَمَاعَةً يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(السنن الكبرىٰ للبيهقى) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :ومعتمر بن سليمان من الطبقة التاسعة عند الحافظ، وجل روايته عن أتباع التابعين، مات سنة (١٨٧)فيبعد على الغالب أن يكون الوليد بن عبد الرحمن صاحب هذا الحديث هو هذا المضعف .
والصواب أنه الوليد بن عبد الرحمن الجرشى الحمصى، فإنهم ذكروا فى ترجمته أنه روى عن ابن عمر وأبى هريرة و ..وعنه يعلى بن عطاء و ...، فهو هذا قطعا، وهو ثقة من رجال مسلم كما سبقت الإشارة إليه من قبل، فصح الحديث والحمد لله، بعد أن كدنا أن نتورط بتضعيف من ذكرنا إياه قبل أن نقف على إسناده فى "الحلية"، فالحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات .
وقد وقفت له على شاهد، ولكنه ضعيف جدا، أذكره للمعرفة لا للاستشهاد، يرويه عبيد الله بن زحر عن على بن يزيد عن القاسم عن أبى أمامة عن أبى عبيدة بن الجراح عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :إن أفضل الصلاة صلاة الصبح يوم الجمعة فى جماعة، ما أحسب من شهدها منكم إلا مغفورا له ."أخرجه البزار (رقم- ٦٢١ كشف الأستار) وقال " :تفرد به أبو عبيدة فيما أعلم ."
قلت :لعله يعنى بهذا التمام، وإلا فقد رواه ابن عمر كما سبق .وأعله الهيثمى فى "مجمع الزوائد (١٦٨/٢) "بقوله " :عبيد الله بن زحر وعلى بن يزيد ضعيفان ."لكنه عزاه للطبرانى أيضا فى " الكبير "و "الأوسط"، وهو فى "الكبير "برقم ٣٦٦ (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٥٦٦)

[1] رقم الحديث ١٩٧٧٥، كتاب السبق والرمى، باب ما جاء فى الرهان على الخيل وما يجوز منه وما لا يجوز.
قال البيهقى: قال الشيخ :وهذا إن صح، فإنما أرادا إذا سبق أحد الفارسين صاحبه، فيكون السبق منه دون صاحبه ,والله أعلم(حواله بالا)
وقال الالبانى:أخرجه البيهقى(٢١/١٠)وأشار إلى تضعيفة بقوله " :إن صح ".
وأقول :هو صحيح بلا شك ,فإن رجاله كلهم ثقات رجال مسلم غير موسى بن عبيد هذا ,أورده ابن أبى حاتم (١٥١/١/٤) وقال " :روى عنه واصل مولى أبى عيينة والقاسم بن مهران "ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.
وذكره ابن حبان فى "الثقات(٢١٦/١ "وقال " :هو مولى خالد بن عبد الله بن أسيد (ارواء الغليل، ج٥، ص٣٣٧، تحت رقم الحديث ١٥٠٧)

ترجمہ: ہمارے علم کے مطابق اللہ کے نزدیک کوئی نماز جمعہ کے دن فجر کی نماز باجماعت سے زیادہ افضل نہیں (بیہقی)

اورحضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ اللہ کے نزدیک جمعہ کے دن باجماعت پڑھی جانے والی فجر کی نماز سے زیادہ کوئی نماز فضیلت والی نہیں ہے، اور جو بھی اس نماز میں حاضر ہوا تو میں اُسے بخشا ہوا ہی خیال کرتا ہوں۔ [1]

مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند کو اہلِ علم حضرات نے ضعیف اور بعض نے نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا أحمد بن حماد بن زغبة قال :نا سعيد بن أبي مريم قال :أنا يحيى بن أيوب، عن عبيد الله بن زحر، عن علي بن يزيد، عن القاسم، عن أبي أمامة، عن أبي عبيدة بن الجراح قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما من الصلاة صلاة أفضل من صلاة الفجر يوم الجمعة في الجماعة، وما أحسب شهدها منكم إلا مغفور له(المعجم الاوسط، رقم الحديث ۱۸۴؛ المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۳۶۶،مسند البزار، رقم الحديث ۱۲۷۹)

[2] قال الطبراني:لا يروى هذا الحديث عن أبي عبيدة إلا بهذا الإسناد، تفرد به :يحيى بن أيوب.

وقال البزار:ولا نعلم روى هذا الكلام الا ابوعبيدة بن الجراح بهذا الاسناد.

وقال الهيثمي:رواه البزار والطبراني في الكبير والأوسط كلهم من رواية عبيد الله بن زحر عن علي بن يزيد وهما ضعيفان (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۲۰، باب في صلاة الصبح يوم الجمعة في جماعة)

وقال ابن القطان:

919)) وذكر من طريق البزار، عن علي بن يزيد، عن القاسم، عن أبي أمامة، عن أبي عبيدة بن الجراح، عن النبي -صلى الله عليه وسلم - قال " :إن أفضل الصلوات صلاة الصبح يوم الجمعة في جماعة "الحديث.

ولم يقل فيه شيئا، إما تسامحا لما كان من فضائل الأعمال، وإما لأنه قد أبرز من إسناده من يعتل به، اعتمادا على ما قدم فيهم، وأي ذلك كان، فقد طوى ذكره من هو أيضا ضعيف، وإن كان لا بأس به عند بعضهم، وهو عبد الله ابن زحر فعنه ذكره البزار وهو يرويه عن علي بن يزيد.

ولا ندري من أضعف :أعلي بن يزيد، أم عبيد الله بن زحر؟ فكلاهما منكر الحديث.

قال أبو حاتم البستي :يروي عن علي بن يزيد الطامات، وإذا اجتمع في إسناد خبر عبيد الله بن زحر، وعلي بن يزيد، والقاسم أبو عبد الرحمن، فلا / يكون ذلك الخبر إلا مما عملته أيديهم، فلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام مناوی جمعہ کے دن نمازِ فجر کی فضیلت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

لِاَنَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَفْضَلُ اَیَّامِ الْاُسْبُوْعِ وَالصُّبْحَ اَفْضَلُ الْخُمُسِ عَلٰی مَااقْتَضَاهُ هٰذَا الْحَدِیْثُ (فیض القدیر للمناوی) [1]

ترجمہ: کیونکہ جمعہ کا دن ہفتہ کے سب دِنوں سے افضل ہے، اور فجر کی نماز پانچوں نمازوں میں افضل ہے، جیسا کہ اس حدیث کا تقاضا ہے (لہٰذا جمعہ کے دن فجر کی نماز سب نمازوں سے افضل ہوئی) (فیض القدیر) [2]

خلاصہ یہ کہ جمعہ کا دن ہفتہ بھر کے تمام دِنوں میں سب سے زیادہ فضیلت اور برکت والا دن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یحل الاحتجاج بهذه الصحيفة، بل التنكب عن رواية ابن زحر على الأحوال / أولى.
قال ابن معين :كل حديثه عندى ضعيف .انتهى كلام البستي .وهو مغن عن طويل ما لهم فى هذا الإسناد(بيان الوهم والإيهام فى كتاب الأحكام، ج٣،ص ٢٠٣، ٢٠٤، تحت رقم الحديث ٩١٩،باب ذكر أحاديث أعلها برجال وفيها من هو مثلهم، أو أضعف، أو مجهول لا يعرف)
وقال الالبانى:وقد وقفت له على شاهد، ولكنه ضعيف جدا، أذكره للمعرفة لا للاستشهاد، يرويه عبيد الله بن زحر عن على بن يزيد عن القاسم عن أبى أمامة عن أبى عبيدة بن الجراح عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :إن أفضل الصلاة صلاة الصبح يوم الجمعة فى جماعة، ما أحسب من شهدها منكم إلا مغفورا له ."أخرجه البزار (رقم- ٦٢١ كشف الأستار) وقال " :تفرد به أبو عبيدة فيما أعلم ."
قلت :لعله يعنى بهذا التمام، وإلا فقد رواه ابن عمر كما سبق .وأعله الهيثمى فى "مجمع الزوائد (١٦٨/٢ "بقوله " :عبيد الله بن زحر وعلى بن يزيد ضعيفان ."لكنه عزاه للطبرانى أيضا فى " الكبير "و "الأوسط "، وهو فى "الكبير "برقم ٣٦٦(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٥٦٦)

[1] تحت رقم الحديث ١٢٧٣، ج٢، ص ٤١.

[2] نیز ایک اور مقام پر امام مناوی لکھتے ہیں کہ:

أما يوم الجمعة فهو يومه الذى اصطفاه واستأثر به على الأيام فختم به آخر الخلق وهو آدم وأما صلاة الغداة فإن من شهد الصبح فى جماعة فهو فى ذمة الله لأنه وقع فى شهوده وقربه فإذا وقف عبدا لشهوده فى يومه كان فى ستره وذمته والستر المغفرة والذمة الجوار فرغب المصطفى صلى الله عليه وسلم فى تلك الصلاة بما كشف له من الغطاء وأجمل الكشف فاحتيج للشرح (فيض القدير تحت رقم الحديث ٧٢٦٩، جلد٥ صفحه ٣٨١)

ہے، اوراس کی رات بھی فضیلت وبرکت والی رات ہے؛ اس لیے اس دن کے فضائل وبرکات کا آغاز صبح سویرے سے ہوجاتا ہے، اوراسی وجہ سے مَرد حضرات کو جمعہ کے دن فجر کی نماز (جو دن کا پہلا فریضہ ہے) باجماعت پڑھنے کی احادیث وروایات میں بنسبت دوسرے دِنوں کے زیادہ فضیلت آئی ہے اورعورتوں کو کیونکہ تنہا اپنی رہائش گاہوں میں باپَردہ طریقے پرنماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے، اس لیے ان شاء اللہ تعالیٰ اُن کو یہ فضیلت اپنی رہائش گاہوں میں فجر کی نماز اپنے وقت پراَدا پڑھنے سے حاصل ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہر نماز وقت پر اور خاص طور پر جمعہ کے دن فجر کی نماز اپنے وقت پراورمرد حضرات کو باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جمعہ کے بابرکت دن کی عظیمُ الشان فجر کی گھڑی کو ضائع کرنے سے بچائے۔

اور جمعہ کی رات کو فضولیات سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے، تاکہ جمعہ کے دن فجر کی نماز وقت پرادا کرنے میں سہولت حاصل رہے، اور جمعہ کا بابرکت دن بھی نیند کی نذر ہونے سے محفوظ رہے۔

آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر ۵)

جمعہ کے دن غسل اور صفائی وپاکیزگی کے احکام

جمعہ کے دن کے مختلف فضائل پیچھے ذکر کیے جا چکے ہیں، جن میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ جمعہ کا دن امتِ محمدیہ کے لئے ایک طرح سے ہفتہ وار عید اور زیب وزینت کا دن ہے۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان جمعہ کے دن صفائی سُتھرائی حاصل کرے، اور شرعی حدود میں رہ کر زیب وزینت کا اہتمام کرے، جس میں جمعہ کے دن غسل کرنا بھی داخل ہے۔

اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے بطورِ خاص ان چیزوں کی فضیلت واہمیت ہے۔ [1]

(۱)...... جمعہ کے دن غسل کا حکم

جمعہ کے دن کی ایک سنت غسل کرنے اور نہانے کی ہے۔

کئی احادیث وروایات میں جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم آیا ہے۔

(۱)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ یَوْمًا (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر مسلمان پر حق ہے کہ

---

[1] ذهب الفقهاء إلى أن التزين في المناسبات مستحب، ومن ذلک التزين يوم الجمعة، وذلک بلبس أحسن الثياب ولبس العمامة والتطيب وحلق الشعر وقلم الظفر والسواک، وروی في ذلک عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال في جمعة من الجمع :إن هذا يوم جعله الله عيدا للمسلمين فاغتسلوا، ومن كان عنده طيب فلا يضره أن يمس منه وعليكم بالسواک (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۵، ص ۳۰۶، مادة "يوم")

[2] رقم الحديث ۸۹۸، كتاب الجمعة، باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم؟

وہ ہر سات دن (یعنی ہفتہ بھر) میں ایک دن غسل کرے (بخاری)

(۲)......صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقٌّ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ یَغْسِلُ رَأْسَہٗ وَجَسَدَہٗ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے لئے ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دن میں (ایک مرتبہ) غسل کرے، اُس میں (اہتمام کے ساتھ) اپنے سر اور پورے جسم کو دھوئے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ پورے جسم کا غسل کرے، اور بطورِ خاص سر اور جسم سے میل کچیل کو دھو کر دور کرے۔

ان احادیث میں ہفتہ میں ایک دن غسل کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

(۳)......مسند طیالسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ کَاغْتِسَالِہٖ مِنَ الْجَنَابَۃِ یَغْسِلُ جَسَدَہٗ وَ رَأْسَہٗ، یَجْعَلُ ذٰلِکَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ (مسند ابی داؤد الطیالسی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دن میں (ایک مرتبہ) غسل کرے، جس طرح (اہتمام کے ساتھ) جنابت (وناپاکی) کا غسل کیا جاتا ہے، اُس میں اپنے پورے جسم اور سر کو دھوئے، یہ غسل جمعہ کے دن کرے (ابوداؤد طیالسی)

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا مسلمان پر حق ہے، جس سے مراد سنت ہونا ہے، اور جسم اور سر کو دھونے کا ذکر اس لئے کیا گیا، تاکہ وہ صرف پانی بہانے پر اکتفاء نہ کرے،

---

[1] رقم الحدیث ۸۴۹ "۹" کتاب الجمعۃ، باب الطیب والسواک یوم الجمعۃ۔

[2] رقم الحدیث ۲۶۹۳، ج۴ص۲۹۷۔

بلکہ جسم کے میل کچیل کو دور کرے اور بطورِ خاص سر کو اچھی طرح سے دھوئے۔

(۴)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ غُسْلٌ فِیْ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ کُلَّ جُمُعَۃٍ (سنن النسائی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر سات دن میں ایک مرتبہ ہر جمعہ (کے دن) غسل ہے (نسائی، مسند احمد)

(۵)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ، فَلْیَغْتَسِلْ (بخاری) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی جمعہ کے لئے آئے، تو اسے چاہیئے کہ غسل کر لے (بخاری)

(۶)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّہٗ قَالَ: إِنَّ الْغُسْلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَالسِّوَاکَ وَأَنْ یَمَسَّ مِنَ الطِّیْبِ مَا یَقْدِرُ عَلَیْہِ (مسند أحمد، رقم الحدیث ۱۱۲۵۸) [۳]

---

[۱] رقم الحدیث ۱۳۷۸، کتاب الجمعۃ، باب إیجاب الغسل یوم الجمعۃ؛ السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۱۶۸۱، ابنِ حبان، رقم الحدیث ۱۲۱۹؛ ابن خزیمۃ، رقم الحدیث ۱۷۴۶، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۲۶۶۔

قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح بطرقہ وشواھدہ، رجالہ ثقات رجال الصحیح (حاشیۃ مسند احمد)

وقال ایضاً: رجالہ ثقات، إلا أن أبا الزبیر مدلس وقد عنعنہ (حاشیۃ ابنِ حبان)

وقال محمد مصطفی الأعظمی: حدیث صحیح وإسنادہ ضعیف (حاشیۃ ابن خزیمۃ)

[۲] رقم الحدیث ۸۷۷، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ، وھل علی الصبی شھود یوم الجمعۃ، أو علی النساء، مسلم، کتاب الجمعۃ، رقم الحدیث ۸۴۴ "۲"

[۳] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح (حاشیۃ مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل اور مسواک ہے، اور یہ بھی کہ وہ بقدرِ استطاعت خوشبو لگائے (مسند احمد)

(۷)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : إِنَّ ھٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ، جَعَلَہُ اللّٰہُ لِلْمُسْلِمِیْنَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَی الْجُمُعَۃِ فَلْیَغْتَسِلْ، وَإِنْ کَانَ طِیْبٌ فَلْیَمَسَّ مِنْہُ، وَعَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ(سنن ابن ماجہ) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (جمعہ کا دن) اللہ نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا ہے، پس جو شخص جمعہ کے لئے آئے، تو اسے چاہئے کہ غسل کرلے، اور اگر خوشبو ہو، تو وہ بھی لگالے، اور تم مسواک بھی ضرور کرو (ابنِ ماجہ)

اس طرح کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۲]

ملحوظ رہے کہ بعض احادیث میں جمعہ کے دن غسل کرنے کے مختلف فضائل آئے ہیں، جن کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [۳]

---

[۱] رقم الحدیث ۱۰۹۸، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیھا، باب ما جاء فی الزینة یوم الجمعة.
قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ(حاشیة سنن ابنِ ماجه)

[۲] عن أبی ھریرة، أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال فی جمعة من الجمع: معاشر المسلمین، إن ھذا یوم جعله اللہ لکم عیدا، فاغتسلوا، وعلیکم بالسواک(المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۳۴۳۳)
قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الأوسط والصغیر، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۳۰۴۸،باب حقوق الجمعة من الغسل والطیب ونحو ذلک)

[۳] عن أبی أمامة قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم :اغتسلوا یوم الجمعة، فإنه من اغتسل یوم الجمعة، فله کفارة ما بین الجمعة إلی الجمعة وزیادة ثلاثة أیام(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۷۴۰؛ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۷۰۸۷)
قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الکبیر والأوسط وفیه سوید بن عبد العزیز، ضعفه أحمد وابن معین وغیرھما، ووثقه دحیم وغیرہ (مجمع الزوائد، ج۲، ص ۱۷۳، تحت رقم الحدیث ۳۰۵۷، باب حقوق الجمعة من الغسل والطیب ونحو ذلک)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ جمعہ کے دن غسل کرنے کے ساتھ ساتھ بعض دوسرے اعمال کو اختیار کرنے کی عظیم فضیلت صحیح احادیث میں آئی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الالبانی: (اغتسلوا يوم الجمعة، فإنه من اغتسل يوم الجمعة فله كفارة ما بين الجمعة إلى الجمعة، وزيادة ثلاثة أيام). ضعيف.

رواه الطبرانی فی "الأوسط (۲۰۸۷/۱۳۵/۷)" و "الكبير(۷۷۴۰/۲۰۹/۸)" وابن أبی حاتم فی "العلل ۲۰۸/۱"من طريق سويد بن عبد العزيز عن يحيى بن الحارث عن القاسم عن أبی أمامة عن النبی صلى الله عليه وسلم.

قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ سويد بن عبد العزيز لين الحديث؛ كما فی "التقريب "، وبه أعله فی " مجمع الزوائد (۱۷۳/۲ "وقد خالفه عمر بن عبد الواحد، فقال :عن يحيى بن الحارث عن القاسم يرفع الحديث إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأرسله .ذكره ابن أبی حاتم وقال عن أبيه ": هذا أشبه ." (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۲۸۴۸)

عن عتيق أبی بكر الصديق، وعن عمران بن حصين الخزاعی قالا :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من اغتسل يوم الجمعة كفرت ذنوبه وخطاياه، فإذا أخذ فی المشی كتبت له بكل خطوة عشرون حسنة، فإذا انصرف من الصلاة أخيز بعمل مائتی سنة(المعجم كبير للطبرانی، رقم الحديث ۲۹۲، واللفظ لهٗ؛ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۳۴۱۳)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، وفيه الضحاک بن حمرة ضعفه ابن معين والنسائی وذكره ابن حبان فی الثقات (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۴، تحت رقم الحديث ۳۰۶۱، باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلک)

وقال الالبانی: إسناد ضعيف جداً، وفيه علل:

الأولى :الضحاک بن حمرة؛ مختلف فيه، وقد ضعفه البخاری جداً؛ فقال ":منكر الحديث ."وقال الحافظ فی "التقريب":"ضعيف."

الثانية :إبراهيم بن عبد الحميد؛ لم أعرفه.

وفی "اللسان "ثلاثة من الرواة بهذا الاسم والنسبة فلعله أحدهم؛ وثلاثتهم مجهولون .

الثالثة والرابعة :إبراهيم بن محمد بن عبيدة وأبوه؛ لم أعرفهما.

وقد اقتصر الهيثمی فی إعلاله بالأولى؛ فقال ":رواه الطبرانی فی "الكبير "و "الأوسط"، وفيه الضحاک بن حمرة، ضعفه ابن معين والنسائی، وذكره ابن حبان فی (الثقات)!!" (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۵۱۸۳)

عن أبی أمامة، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :إن الغسل يوم الجمعة ليستل الخطايا من أصول الشعر استلاة(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۷۹۹۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۸)......حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَّلَ وَبَكَّرَوَابْتَكَرَ، وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا اَجْرُ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا (سنن الترمذی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال المنذری: رواه الطبرانی فی الكبير ورواته ثقات (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۱۰۵۴، كتاب الجمعة، الترغيب فی الغسل يوم الجمعة)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۶۳، ج۲، ص ۱۷۴، باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلک)

وقال الالبانی: "إن الغسل يوم الجمعة ليسل الخطايا من أصول الشعر استلالا ."منكر.

أخرجه ابن أبی حاتم فی "العلل (۱/۱۹۸)":حدثنا أبی عن محمد بن يحيی بن حسان عن أبيه عن مسكين أبی فاطمة عن حوشب عن الحسن قال :كان أبو أمامة يروی عن رسول الله صلى الله عليه وسلم :فذكره، وقال " :فقال أبی :هذا منكر، الحسن عن أبی أمامة لا يجیء ، ووهن أمر مسكين عندی بهذا الحديث ."وقال فی مكان آخر(۱/۲۱۰) عن أبيه " :هذا حديث منكر، ثم قال: الحسن عن أبی أمامة، لا يجیء هذا إلا من مسكين ."وذكر نحو ذلک فی "الجرح والتعديل(۴/۱/۳۲۹) "فی ترجمة مسكين بن عبد الله أبی فاطمة .وذكر الحافظ فی "اللسان " عن الدارقطنی أنه قال فيه " :ضعيف الحديث ."وسائر رواة الحديث ثقات، ومحمد بن يحيی بن حسان هو التنيسی، قال ابن أبی حاتم عن أبيه " :شيخ صالح ."والحسن هو البصری وهو مدلس، ولم يصرح بسماعه من أبی أمامه، بل جزم أبو حاتم بأنه لم يسمع منه، وذلک قوله " :الحسن عن أبی أمامة لا يجیء ."إذا عرفت هذا، فقول المنذری(۱/۲۵۲) ثم الهيثمی(۲/۱۷۴) فی هذا الحديث " :رواه الطبرانی فی الكبير، ورواته ثقات ."فيه ما لا يخفی، إلا أن يكون عند الطبرانی من طريق آخر، وذلک مما أستبعده .والله أعلم.

ثم تبين أنه عند الطبرانی (۷۹۹۶)من الطريق نفسه !فتأكدنا من خطئهما أو تساهلهما، كيف لا وفيه الضعيف والمدلس؟ !وقد اغتر بهما المناوی، فأقرهما فی "الفيض "، ونتج من وراء ذلک خطأ أفحش، وهو قوله فی "التيسير " :"إسناده صحيح !"وقلده الغماری -كعادته -فأورد الحديث فی "كنزه (۸۶۱) "(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۱۸۰۲)

[1] رقم الحديث ۴۹۶، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی فضل الغسل يوم الجمعة، مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۱۷۶.

قال الترمذی: وفی الباب عن أبی بكر، وعمران بن حصين، وسلمان، وأبی ذر، وأبی سعيد، وابن عمر، وأبی أيوب :حديث أوس بن أوس حديث حسن.

وقال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور نہلائے اور سویرے سے (جمعہ کے لئے) جائے (تاکہ) شروع سے خطبہ پالے، اور امام کے قریب بیٹھے اور خطبہ سنے (اگر آواز آرہی ہو) اور خاموش رہے (اگر آواز نہ آرہی ہو) تو اس کے ہر قدم کے بدلے (دن میں) ایک سال کے روزوں کا اور (رات میں) ایک سال عبادت کرنے کا اجر و ثواب لکھا جائے گا

(ترمذی)

اس حدیث مبارک میں بعض اہلِ علم حضرات نے نہلانے سے مراد یہ لیا ہے کہ جمعہ کو اپنی بیوی سے صحبت کرے تاکہ اس پر غسل فرض ہوجائے اور وہ بھی جمعہ کے دن نہائے، اس لحاظ سے جمعہ یا شبِ جمعہ میں اپنی بیوی سے صحبت کی ایک گونہ فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

جبکہ بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ جسم کو خوب اچھی طرح دھوئے۔ [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے جمعہ کے دن بیوی کو غسل کرانے کے مراد ہونے کی تائید ہوتی ہے، مگر اس حدیث کی سند میں کلام پایا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] (واغتسل) أی :تغسل بنفسه، وفی حاشية السيد جمال الدين، قال زين العرب :غسل بالتشديد قال كثير :إنه المجامعة قبل الخروج إلى الصلاة ;لأنه مجمع غض الطرف فی الطريق، يقال :غسل الرجل امرأته بالتشديد والتخفيف إذا جامعها، قيل بالتشديد معناه اغتسل بعد الجماع، ثم اغتسل للجمعة، فكرر لهذا المعنى، وقيل :غسل بالغ فی غسل الأعضاء سباغا وتثليثا، وقيل :هما بمعنى كرر للتأكيد (مرقاة المفاتيح، ج۳، ص۱۰۳۴، كتاب الصلاة، باب التنظيف والتبكير)

فيه إشارة إلى استحباب الجماع يوم الجمعة والحكمة فيه أن تسكن نفسه فی الرواح إلى الصلاة ولا تمتد عينه إلى شيئ يراه وفيه حمل المرأة أيضا على الاغتسال قلت ويؤيده حديث أيعجز أحدكم أن يجامع أهله فی كل يوم جمعة (تنوير الحوالك شرح مؤطا مالك، جلد ۱ صفحه ۱۲۰، تحت رقم الحديث ۲۲۷، كتاب الجمعة)

[2] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو عبد الرحمن السلمی، وأحمد بن الحسن، قالوا :حدثنا أبو العباس الأصم، حدثنا أبو عتبة، حدثنا بقية، حدثنا برد بن سنان، عن بكير بن فيروز، عن أبی هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أيعجز أحدكم أن يجامع أهله فی كل جمعة فإن له أجرين أجر غسله، وأجر غسل امرأته " (شعب الايمان، رقم الحديث ۲۷۳۱، كتاب الصلاة، فضل الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۹)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَوْصَانِي أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيلِي بِثَلَاثٍ، لَا أَدَعُهُنَّ: اَلْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَصَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَالْوِتْرَ قَبْلَ النَّوْمِ(مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۲۷۳) [1]

ترجمہ: مجھے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم میرے دوست نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ میں انہیں کبھی نہ چھوڑوں: ایک تو جمعہ کے دن غسل کرنے کی، دوسرے ہر مہینے تین روزے رکھنے کی، اور تیسرے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی (مسند احمد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال البيهقي: وفي روايات بقية نظر، فإن صح ففيه المعنى المنقول في الخبر، وأيضا فإنه إذا فعل ذلک كان أغض للبصر حال الرواح إلى الجمعة ففي القديم كن النساء يحضرن الجمعة والله أعلم (شعب الايمان، بعد رقم الحديث ۲۷۳۱)

وقال الالباني: (أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يجامع أهله في كل جمعة؛ فإن له أجرين : أجر غسله، وأجر غسل امرأته؟). منكر.

أخرجه أبو نعيم في "الطب "(ق ۲/ ۷۹) ، والبيهقي في "الشعب(۳/۹۸/۲۹۹۱) "والديلمي في "مسند الفردوس ـ ۱/۱۰۸/۱ "الغرائب الملتقطة (عن بقية بن الوليد عن يزيد بن سنان عن بكير بن فيروز عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ... :فذكره.قلت :وهذا إسناد ضعيف جداً؛ مسلسل بالعلل :الأولى :بكير بن فيروز -وهو :الرهاوي :-بيَّض له الذهبي في "الكاشف "،وقال الحافظ في "التقريب ":"مقبول."قلت :يعني :عند المتابعة، ولم أجد له متابعاً.ثم استدركت؛ فقلت :لا ينبغي أن يعل به الحديث، فقد روى عنه جمع من الثقات، منهم :زيد بن أبي أنيسة، وأبو عبيدة بن عبد الله بن مسعود -وهو أكبر منه -، ونافع مولى ابن عمر -وهو من أقرانه -وغيرهم، وقد وثقه ابن حبان(۴/۷۶)فهو صدوق، وحسّن له الترمذي، فانظر ! الصحيحة"(۲۳۳۵)الثانية :يزيد بن سنان -وهو :الجزري، أبو فروة الرهاوي :-قال النسائي":متروک الحديث ."وقال ابن عدى":عامة حديثه غير محفوظ."وقد تقدمت له أحاديث أحدها موضوع (۲/۱۶۵/۷۴۰)الثالثة :بقية بن الوليد :فإنه مدلس، وقد عنعنه، وبه أعله البيهقي فقال ":في روايات بقية نظر ."وكان الأولى به أن يعله بشيخه؛ فإنه أشد ضعفاً منه -كما لا يخفى على العارفين بهذا العلم .- والحديث عزاه السيوطي في "الدر المنثور(۱/۲۷۴)"لابن السني أيضاً في "الطب ."أما في "الجامع الكبير "فقال: "رواه البيهقي في "الشعب "وضعفه، والديلمي ."(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، رقم الحديث ۲۱۹۴)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

وصیت فرمانے کا مطلب تاکیدی حکم ہے کہ یہ اعمال اتنی فضیلت اور اہمیت کے حامل ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو ان کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے دن اکثر غسل کرنا، اور بعض اوقات غسل کا ترک کر دینا مروی ہے، جس کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [۱]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جمعہ کے دن غسل کا مسنون ہونا منقول ہے۔ [۲]

اور تابعی ابراہیم نخعی سے جمعہ کے دن غسل کا مستحب ہونا مروی ہے۔ [۳]

---

[۱] عن ابن عباس: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ربما يغتسل يوم الجمعة وربما تركه احيانا(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۲۹۹۹)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير وفيه محمد بن معاوية النيسابوري وهو ضعيف ولكنه أثنى عليه أحمد وقال عمرو بن علي :ضعيف ولكنه صدوق (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۷۰، باب فيمن اقتصر على الوضوء)

وقال الالباني: (كان ربما اغتسل يوم الجمعة، وربما تركه أحياناً) . موضوع أخرجه الطبراني في "معجمه(۲/۱۸۵)"عن محمد بن معاوية النيسابوري :أخبرنا أبو المليح، عن ميمون بن مهران، عن ابن عباس قال :فذكره. قلت :وهذا موضوع؛ آفته النيسابوري هذا؛ كذاب (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۴۲۳۶)

[۲] عن همام بن الحارث، عن عبد الله بن مسعود قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :الغسل يوم الجمعة سنة (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۵۰۱)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير وفيه أبو بحر البكراوي قال أحمد :طرح الناس حديثه، وقال بعضهم :يكتب حديثه وضعفه ابن معين وغيره(مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ۳۰۵۴، باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلك)

عن وبرة، عن همام، عن عبد الله قال :إن من السنة الغسل يوم الجمعة (مسند البزار، رقم الحديث ۱۹۳۲)

قال الهيثمي: رواه البزار ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ۳۰۵۴، باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلك)

عبد الرزاق عن رجل عن صالح عن محمد بن زائدة عن عكرمة عن بن عباس قال سنة الجمعة الغسل والسواك والطيب وتلبس أنقى ثيابك (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۵۳۳۲، باب اللبوس يوم الجمعة)

[۳] حدثنا وكيع ، قال :حدثنا الأعمش ، عن إبراهيم ، قال :كانوا يستحبون غسل يوم الجمعة(مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۵۰۴۷)

جس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عام حالات میں غسل کرنا فرض یا واجب نہیں، بلکہ سنت و مستحب ہے۔

(۱۰)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنه: لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّأْتُ، فَقَال: أَلَمْ تَسْمَعُوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی (مسجد میں) داخل ہوا، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم (جمعہ کی) نماز سے کیوں رُکے رہے (یعنی دیر سے کیوں آئے) تو اس آدمی نے عرض کیا کہ میں نے تو اذان سنتے ہی وضو کیا ہے (اور پھر حاضر ہو گیا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی طرف آئے، تو اسے چاہئے کہ غسل کرلے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی عذر نہ ہو، جمعہ کے دن غسل کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

(۱۱)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ (بخاری) [2]

ترجمہ: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے (بخاری، مسلم)

---

[1] رقم الحديث ۸۸۲، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة.

[2] رقم الحديث ۸۵۸، كتاب الاذان، باب وضوء الصبيان ومتى يجب عليهم الغسل والطهور، مسلم، رقم الحديث ۵"۸۴۶"، كتاب الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة على كل بالغ من الرجال وبيان ماأمروا به.

اس حدیث کے پیشِ نظر بعض حضرات نے جمعہ کے دن غسل کو واجب قرار دیا ہے، لیکن پیچھے جو احادیث ذکر کی گئیں ان سے جمعہ کے دن غسل کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور اکثر فقہائے کرام کی رائے بھی یہی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے، جس میں جمعہ کے دن غسل کو واجب کہا گیا ہے، تو اس سلسلہ میں بعض حضرات نے فرمایا کہ اس حدیث میں واجب سے مراد ضروری اور لازم ہونا نہیں، بلکہ سنت ہونا مراد ہے اور جمعہ کے دن غسل کی اہمیت کو خوب واضح اور ذہن نشین کرنے کے لئے واجب کہا گیا ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ابتدائے اسلام میں ایک خاص ضرورت کے تحت غسل کو واجب قرار دیا گیا تھا، پھر بعد میں واجب ہونے کا حکم ختم ہو گیا، البتہ سنت ہونے کا حکم برقرار رہا۔

چنانچہ اسلام کے ابتدائی دَور میں لوگ، صفائی ستھرائی کے عادی نہیں تھے اور مسجدِ نبوی بھی تنگ تھی اور لوگ اسی حال میں کام کاج سے آ کر جمعہ کی نماز میں شامل ہو جاتے تھے، اور گرمی میں مجمع زیادہ اور حبس ہو جانے کی وجہ سے پسینے اور میلے کچیلے کپڑوں کی بو سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی، اس لئے اس وقت لوگوں کو غسل کا عادی بنانے اور دلوں میں غسل کرنے کی اہمیت بٹھلانے کے لئے جمعہ کے دن غسل کو واجب قرار دیا گیا تھا۔

مگر بعد میں واجب ہونے کا حکم ختم ہو گیا اور سنت ہونے کا حکم باقی رہ گیا۔ [1]

---

[1] (واجب) أی کالواجب فی التأکید أو فی الکیفیة لا فی الحکم قال التوربشتی :وذلک لأن القوم کانوا عمالا فی المهنة یلبسون الصوف وکان المسجد ضیقا ویتأذی بعضهم بریح عرق بعض فندبهم إلی الاغتسال بلفظ الوجوب لیکون أدعی إلی الإجابة وأما دعوی النسخ فلا ینقدح إلا بدلیل ولا دلیل بل مجموع الأحادیث تدل علی استمرار الحکم وتأویل القدوری قوله واجب بمعنی ساقط وعلی بمعنی عن رکیک متعسف (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۵۷۶۳، ج۴، ص ۴۰۱)

قال القاضی انما ذکر هذا اللفظ تاکیداً للسنة وتحریضاً لهم علیه (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۵۴۶۲، ج۴، ص ۳۲۳)

فقد قرن ذلک بقوله ولیمس طیبا ان کان لاهله فلم یکن مسیس الطیب علی الفرض فکذلک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس بات کی تائید درجِ ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

(۱۲)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَاجِبٌ هُوَ قَالَ لَا وَمَنْ شَآءَ اِغْتَسَلَ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ بَدْءِ الْغُسْلِ كَانَ النَّاسُ مُحْتَاجِيْنَ وَكَانُوْا يَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ وَكَانُوْا يَسْقُوْنَ النَّخْلَ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَيِّقًا مُتَقَارِبَ السَّقْفِ فَرَاحَ النَّاسُ فِي الصُّوْفِ فَعَرِقُوْا وَكَانَ مِنْبَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصِيْرًا إِنَّمَا هُوَ ثَلَاثُ دَرَجَاتٍ فَعَرِقَ النَّاسُ فِي الصُّوْفِ فَثَارَتْ أَرْوَاحُهُمْ أَرْوَاحَ الصُّوْفِ فَتَأَذّٰى بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ حَتّٰى بَلَغَتْ أَرْوَاحُهُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ:

يَآأَيُّهَا النَّاسُ إِذَا جِئْتُمُ الْجُمُعَةَ فَاغْتَسِلُوْا وَلْيَمُسَّ أَحَدُكُمْ مِنْ أَطْيَبِ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۱۹) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے جمعہ کے دن کے غسل کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ نہیں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الغسل (شرح معانی الاثار، تحت رقم الحديث ۷۲۷، ج ۱، ص ۱۲۰، باب غسل يوم الجمعة)
وسببه أن القوم كانوا يعملون فى المهنة، ويلبسون الصوف وثياب المهنة، وكان المسجد ضيقا متقارب السقف، فإذا عرقوا تأذى بعضهم برائحة بعض، خصوصا فى بلادهم التى فى غاية من الحرارة، فندبهم عليه الصلاة والسلام إلى الاغتسال بلفظ الوجوب ;ليكون أدعى إلى الإجابة (مرقاةالمفاتيح ، ج۲، ص۴۸۷، كتاب الطهارة، باب الغسل المسنون)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد(حاشية مسند احمد)
وقال الهيثمي: رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۳۰۴۳، ج۲، ص۱۷۲، باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلک)

بلکہ جو چاہے غسل کر لے۔

اور ابھی میں تمہیں غسل کی ابتداء کے بارے میں بتلاتا ہوں؛ لوگ حاجت مند تھے، اور اون کا لباس پہنتے تھے، اور اپنی پُشت پر (مشکیزوں کے ذریعے) کھجوروں (کے باغات) میں پانی لگاتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تنگ اور نیچی چھت والی تھی، پس لوگ اسی اُونی لباس میں (جمعہ کی نماز کے لیے) چلے آتے، تو اُنہیں پسینہ آ جاتا، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر چھوٹا تھا، جس کے تین درجے تھے، تو جب لوگوں کو اونی لباس میں پسینہ آیا تو اُون کی مہک اُٹھی جس سے بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے تکلیف ہوئی، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر پسینہ کی بو پہنچ گئی؛ اس پر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! جب تم نمازِ جمعہ کے لیے آ ؤ تو غسل کر لیا کرو، اور تم میں سے جس کے پاس خوشبو ہو تو کوئی اچھی خوشبو جو اس کو میسر ہو، لگا لیا کرے (مسند احمد)

خلاصہ یہ کہ اکثر حضرات کے نزدیک جمعہ کے دن عام حالات میں غسل کرنا سنت عمل ہے۔

اور اگر کوئی شخص غسل نہ کرے، بلکہ وضو کر کے جمعہ کی نماز ادا کر لے، تب بھی کوئی گناہ کی بات نہیں، جس کا ایک حدیث میں ذکر آیا ہے۔

(۱۳)...... چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَبِھَا وَنِعْمَتْ، وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ (سنن الترمذی)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن وضو کیا، تو یہ بہت اچھی بات ہے، اور جس نے غسل کیا تو یہ زیادہ فضیلت والی بات ہے (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن اگر چہ وضو کرنا بھی کافی ہو جاتا ہے، لیکن غسل کرنا زیادہ فضیلت

[1] رقم الحدیث ۴۹۷، ابواب الجمعۃ، باب فی الوضوء یوم الجمعۃ.

کا باعث ہوتا ہے۔ [1]

بعض اور احادیث میں بھی جمعہ کے دن وضو پر اکتفا کرنے کا ذکر آیا ہے۔ [2]

ایک تو جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے اس لیے سنت کی پیروی کی نیت سے غسل کرنا چاہئے، اس کے ساتھ اگر غسل کرنے میں یہ بھی نیت کرلی جائے کہ مجھ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ ہو تو اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ مسلمان کو راحت پہنچانے کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔

جمعہ کے دن غسل سے متعلق چند مسائل

احادیث وروایات کے بعد اب جمعہ کے دن غسل سے متعلق فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے، فرض یا

---

[1] قال الترمذی:وفی الباب عن أبی هريرة، وعائشة، وأنس :حديث سمرة حديث حسن، قد روى بعض أصحاب قتادة هذا الحديث عن قتادة، عن الحسن، عن سمرة، ورواه بعضهم، عن قتادة، عن الحسن، عن النبی صلى الله عليه وسلم مرسلا، "والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم، ومن بعدهم :اختاروا الغسل يوم الجمعة، ورأوا أن يجزء الوضوء من الغسل يوم الجمعة "قال الشافعی " :ومما يدل على أن أمر النبی صلى الله عليه وسلم بالغسل يوم الجمعة أنه على الاختيار لا على الوجوب حديث عمر، حيث قال لعثمان :والوضوء أيضا، وقد علمت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بالغسل يوم الجمعة، فلو علما أن أمره على الوجوب لا على الاختيار لم يترک عمر عثمان حتى يرده، ويقول له :ارجع فاغتسل، ولما خفی على عثمان ذلک مع علمه، ولکن دل فی هذا الحديث أن الغسل يوم الجمعة فيه فضل من غير وجوب، يجب على المرء فی ذلک .

[2] أخبرنا أبو خليفة، حدثنا مسدد بن مسرهد، حدثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن أبی صالح عن أبی هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من توضأ فأحسن الوضوء ، ثم أتى الجمعة فسمع وأنصت غفر له ما بين الجمعة إلى الجمعة وزيادة ثلاثة أيام، ومن مس الحصى فقد لغا"(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۲۷۷۹، ذكر البيان بأن هذا الفضل قد يكون للمتوضیء إذا أتى الجمعة بهذه الأوصاف وإن لم يغتسل لها)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاری، مسدد من رجال البخاری، ومن فوقه من رجال الشيخين(حاشية ابن حبان)

واجب نہیں۔[1]

مسئلہ نمبر۲...... بہت سے فقہائے کرام نے جمعہ کے دن غسل کے مسنون ہونے کا حکم صرف ان حضرات تک محدود رکھا ہے، جن پر جمعہ کی نماز فرض ہو، یا وہ جمعہ کی نماز ادا کرنا چاہتے ہوں۔

لیکن فقہائے کرام کی ایک جماعت نے غسل کے متعلق جمعہ کے دن کے نام سے وارد ہونے والی احادیث وروایات کے عمومی مفہوم پر غور کرتے ہوئے غسل کی سنت کو جمعہ کے دن کی سنت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سب مسلمانوں کے لیے سنت ہے، خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔[2]

---

[1] اتفق الفقهاء على أن الغسل للجمعة مطلوب شرعا لحديث :إذا جاء أحدكم الجمعة فليغتسل، واختلفوا فی حكمه، وفی وقته، وفی أنه لليوم أو للصلاة.
فذهب الجمهور إلى أنه سنة، قال الحصكفی :وسن الغسل لصلاة جمعة ، وقال الزرقانی :وسن مؤكدا لمريد صلاة جمعة غسل نهارا ، وقال الخطيب الشربينی :ويسن الغسل لحاضرها، وقيل: يسن لكل أحد حضر أم لا .
وقال ابن قدامة :ويستحب لمن أتى الجمعة أن يغتسل، وليس بواجب فی قول أكثر أهل العلم ، واستدلوا بخبر :من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت، ومن اغتسل فالغسل أفضل وذهب بعض الحنفية إلى أنه من سنن الزوائد، قال ابن عابدين :وهو من سنن الزوائد أخذا من قول محمد فی الأصل :إن غسل الجمعة حسن، وذكر فی المنية أنه الأصح وقواه فی الفتح، لكن استظهر تلميذه ابن أمير حاج فی الحلية استنانه للجمعة
وحكی عن أحمد بن حنبل رواية أخرى أنه واجب مستدلا بالحديث الشريف :غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۳۰۴، مادة ”يوم الجمعة“، الغسل)

[2] وقال النووی: هذا الحديث ظاهر فی أن الغسل مشروع للبالغ سواء أراد الجمعة أو لا، وحديث (إذا جاء أحدكم) فی أنه لما أرادها سواء البالغ والصبی، فيقال فی الجمع بينهما :إنه مستحب للكل ومتأكد فی حق المريد، وآكد فی حق البالغ ونحوه، ومذهبنا المشهور : أنه مستحب لكل مريد أتی، وفی وجه :للذكور خاصة، وفی وجه :لمن تلزمه الجمعة، وفی وجه : لكل أحد (عمدة القاری شرح صحيح بخاری، ج٦، ص ١٦٩، باب الطيب للجمعة)
أما أنه لليوم أو للصلاة فقد ذهب الجمهور إلى أنه للصلاة لا لليوم، بخلاف غسل العيد، وعليه فلا يسن لمن لم يحضر صلاة الجمعة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز کی نسبت سے غسل کے سلسلہ میں وارِد ہونے والی دونوں قسم کی مختلف احادیث پر نظر کرتے ہوئے بعض حضرات کے نزدیک یہ بات زیادہ راجح اور قوی ہے کہ ہفتے میں ایک مرتبہ غسل کرنے کی بعض احادیث میں ترغیب آئی ہے، جو ایک الگ سنت ہے، اور ہفتے میں ایک مرتبہ وہ غسل جمعہ کے دن کرنا افضل ہے؛ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک غسل تو ہفتہ میں ایک مرتبہ سنت ہے اور دوسرا غسل جمعہ کے دن کی سنت ہے، اور یہ دونوں غسل سب لوگوں کے لئے باعثِ فضیلت ہیں، خواہ عورت ہو یا مرد؛ اور وہ جمعہ کی نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ اور تیسرا غسل خاص نمازِ جمعہ ادا کرنے والوں کے لئے سنت ہے، اور اس تیسرے غسل کے سنت ہونے کی تاکید پہلے غسل کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں تمام احادیث وروایات میں تطبیق اور ان پر عمل ہوجاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذهب بعضهم إلى أن الغسل لليوم لا للصلاة، مثل غسل العيد.

قال ابن عابدين: كونه للصلاة هو الصحيح، وهو ظاهر الرواية، وهو قول أبي يوسف، وقال الحسن بن زياد: إنه لليوم، ونسب إلى محمد، وقال المالكية: وسن مؤكدا لمريد صلاة جمعة غسل نهارا ـ فلا يجزئه قبل الفجر بنية ـ متصل بالرواح، أي الذهاب إلى الجامع لصلاة الجمعة ولو قبل الزوال، ولو لم تلزمه من مسافر وامرأة؛ لأنه للصلاة لا لليوم بخلاف غسل العيد، وقال الشربيني الخطيب: يسن الغسل لحاضرها، وقال ابن قدامة: ويستحب لمن أتى الجمعة أن يغتسل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۳۰۵، مادة "يوم الجمعة"، الغسل)

[1] والاوجه عندى ان هناک عدة اغتسالات كما سيأتى مفصلا، وغسل يوم الجمعة ايضا، يتضمن اغتسالين، الغسل لليوم وهذا لايختص بمن يحضر الجمعة والغسل للصلاة وهذا مخصوص بمن يحضرها، والاول مندوب، والثانى سنة مؤكدة حتى قيل واجب، وهذاالتفصيل مما منح الله عزوجل بلطفه الخفى على اضعف عباده الفقير الىٰ رحمته فالمراد فى حديث الباب وهو غسل الصلاة لاغسل اليوم لاتصاله بالرواح الى الجمعة واما غسل اليوم فيندب لكل مسلم يحضر الجمعة اولا كما يدل عليه عموم روايات الحديث واقوال الفقهاء (اوجز المسالک شرح مؤطاامام مالک ج ۱ ص ۳۱۹، باب العمل فى غسل يوم الجمعة)

وتقدم ايضا ان الاوجه عندى ان غسل الجمعة يتضمن اغتسالين للجمعة، واليوم، اليوم مؤكد، والثانى مندوب، وينوب الثانى عن الاول بدون العكس وسيأتى البسط فى ذالک (ايضاً ص ۳۳۰، باب العمل فى غسل يوم الجمعة)

قلت ومايخطر فى البال بملاحظه الروايات واقوال الائمة وكلام الفقهاء ان هناک عدة اغتسالات،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے بہتر ہے کہ احتیاط کے پیشِ نظر جمعہ کے دن مَرد وعورتیں سب صفائی ستھرائی کے ساتھ غسل کا اہتمام کیا کریں۔

مسئلہ نمبر۳...... جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنا چاہتا ہے وہ اس سے پہلے مسئلہ کے آخر میں مذکورہ تینوں قسم کے غسل کی نیت سے اگر جمعہ کی نماز سے پہلے ایک غسل بھی کرلے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو غسل کی تینوں اقسام کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... جمعہ کے دن مسنون غسل کا وقت فجر کا وقت داخل ہونے کے بعد شروع ہوجاتا ہے، اور اس کے بعد جمعہ کی نماز سے پہلے غسل کرنے سے جمعہ کے دن غسل کرنے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ندب اليها النبى صلى الله عليه وسلم في روايات كثيرة، بعضها آكد من بعض ،ويستقل كل واحد منها بسببه ،وثبت فى الاصول ان المطلق فى الاسباب عندنا الحنفية لايحمل على المقيد فالاوجه عندى بعد التفحص الكثيران كل نوع من هذه الاغتسالات مستقل بسببه لكن ينوب بعضها عن بعض .

فالاول: الغسل فى كل اسبوع ندب اليه النبى صلى الله عليه وسلم في عدة روايات...... وهذاالغسل لم يتعرض له الفقهاء اصالة لكنهم صرحوا فى غسل الجمعة ان من اغتسل يوم الخميس او ليلة الجمعة يكفى لحصول المقصود فهذا هو ذالك الغسل والمقصود هو النظافة وازالة الرائحة الكريهة ثم رأيت الطحطاوى على المراقى انه نقل عن استحسان القهستانى عن الزاهدى يستحب ان يقلم اظفاره ويقص شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه فى كل اسبوع مرة ،ويوم الجمعة افضل ثم فى خمسة عشر يوما والزائد على الاربعين آثم اه ،فهذا عين ماقلته اولا فللّٰه الحمد ،وفى الدرالختار: ويستحب حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال فى كل اسبوع مرة والافضل يوم الجمعة اه، وكذالك كلام الفقهاء مصرح بان ندب الاغتسال فى الاسبوع مندوب برأسه وكونه جمعة افضل ليحصل الفضيلتان .

والغسل الثانى: هو غسل يوم الجمعة مندوب براسه ،غسل لليوم لا للصلاة، فمن اغتسل بعد الجمعة يحصل له فضل غسل اليوم وان لم يحصل له فضل غسل الصلاة الآتى وهو ثابت بالرواية التى ذكر فيها غسل يوم الجمعة............ .

والثالث: هو الغسل المعروف عند المشائخ الثابت بالروايات الكثيرة الشهيرة المختلف فيما بين الائمة بالوجوب والندب هو الغسل لصلاة الجمعة يختص بمن حضر ، ومن لم يحضر فليس عليه هذاالغسل كما هو مصرح فى الروايات (اوجز المسالك شرح مؤطاامام مالك، باب العمل فى غسل يوم الجمعة ج ۱ ص ۳۳۱ تا ۳۳۳ ملخصاً)

[1] واذا تحققت ذلك كله فلا يذهب عليك ان من اغتسل يوم الجمعة متصلا للصلاة يحصل له الاغتسالات الثلاثة (اوجز المسالك شرح مؤطاامام مالك، باب العمل فى غسل يوم الجمعة ج ۱ ص ۳۳۳)

فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ ؎١

مسئلہ نمبر۵...... بہتر یہ ہے کہ جمعہ کا غسل نمازِ جمعہ سے پہلے کیا جائے اوراس کے بعد حدث لاحق ہونے (یعنی وضوٹوٹنے) سے پہلے اسی غسل سے جمعہ کی نماز ادا کی جائے۔ ؎٢

مسئلہ نمبر۶...... اگرعیداور جمعہ کا دن ایک ساتھ جمع ہوجائے یا جمعہ کے دن کسی پر غسل فرض ہوتو ایک ہی غسل کافی ہوتا ہے، ہرایک مقصد کے لئے الگ الگ غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ؎٣

؎١ وأما وقته فقد ذهب الجمهور إلى أنه بعد طلوع الفجر الثانى من يوم الجمعة، ولا يجزئه قبله.
وحكى عن الأوزاعى أنه يجزئه الغسل قبل الفجر.
وعن مالك لا يجزئه الغسل إلا أن يتعقبه الرواح إلى صلاة الجمعة.
وقال الشافعية :ووقته من الفجر الصادق، وتقريبه من ذهابه إلى الجمعة أفضل، وفى قول عندهم : أن وقته من نصف الليل كالعيد .واتفقوا على أنه لو اغتسل بعد صلاة الجمعة لم يجزئه، قال ابن عابدين :لو اغتسل بعد صلاة الجمعة لا يعتبر إجماعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۳۰۴، مادة "يوم الجمعة"، الغسل)

قال محمد أخبرنا سفيان الثورى، حدثنا منصور، عن مجاهد، قال من اغتسل يوم الجمعة بعد طلوع الفجر، أجزأه عن غسل يوم الجمعة "(موطا مالك رواية محمد بن الحسن الشيبانى، رقم الرواية ٦٧، باب :الاغتسال يوم الجمعة)

قال مالك :ومن اغتسل يوم الجمعة، معجلا أو مؤخرا وهو ينوى بذلك غسل الجمعة .فأصابه ما ينقض وضوء ه .فليس عليه إلا الوضوء .وغسله ذلك مجزء عنه(موطا مالك الاعظمى، رقم الرواية ۳۴۰، العمل فى غسل يوم الجمعة)

؎٢ واختلف أبو يوسف والحسن بن زياد -رحمهما الله تعالى -أن الاغتسال يوم الجمعة لليوم أم للصلاة فقال الحسن -رحمه الله تعالى لليوم، وإظهارا لفضيلته كما قال -صلى الله عليه وسلم - سيد الأيام يوم الجمعة ، وقال أبو يوسف -رحمه الله تعالى -للصلاة؛ لأنها مؤداة بجمع عظيم فلها من الفضيلة ما ليس لغيرها، وفائدة هذا الاختلاف فيما إذا اغتسل يوم الجمعة، ثم أحدث فتوضأ، وصلى الجمعة .عند أبى يوسف -رحمه الله تعالى -لا يكون مقيما للسنة، وعند الحسن -رحمه الله يكون (المبسوط للسرخسى، ج ا ، ص ۸۹، و۹۰، كتاب الصلاة، باب الوضوء والغسل)

؎٣ ثم يستحب لصلاة العيد ما يستحب للجمعة من الاغتسال والاستياك والتطيب ولبس احسن الثياب والتكبير الى المصلى لانه يوم اجتماع للعبادة كالجمعة فيستحب التنظيف واظهار النعمة والمسارعة وذكر السروجى على الجواهرى قال يغتسل بعد الفجر فان فعلهٗ قبلهٗ اجزأه ويتطيب بازالة الشعر وقلم الاظفار ومس الطيب وقال المالكية والشافعية يستوى فى ذالك الذاهب الى الصلاة والقاعد لانهم يوم الزينة بخلاف الجمعة قال السروجى وهذا صحيح (حلبى كبير صفحه ۵٦٦،فصل فى صلاة العيد)

مسئلہ نمبر ۷......سنت کے مطابق غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئیں، اس کے بعد اپنی دونوں شرمگاہوں والے حصوں کو دھوئیں (اگرچہ ان پر بظاہر کوئی ناپاکی نہ لگی ہو) اس کے بعد اگر بدن پر کہیں ناپاکی لگی ہو تو اس کو دھوئیں، اور اس کے بعد سنت کے مطابق پورا وضو کریں (اگر اُس نہانے والی جگہ پر نیچے جہاں پاؤں موجود ہیں، پانی جمع ہے تو پیروں کو بعد میں اُس جگہ سے ہٹ کر دھوئیں) اس کے بعد سر پر پانی ڈالیں، پھر جسم کے دائیں حصے پر اور اس کے بعد بائیں حصے پر پانی ڈالیں، اور اس عمل کو تین دفعہ دہرائیں، تاکہ تین دفعہ پورے جسم پر پانی بہہ جائے۔

ویسے جس طرح بھی پورے جسم پر پانی بہالیا جائے، اور کلّی کر لی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈال لیا جائے، تو غسل کے فرائض ادا ہو جاتے ہیں، مگر اس میں سنت کے مطابق غسل کرنے کا ثواب نہیں ملتا۔[1]

(۲)......جمعہ کے دن مسواک کا حکم

جمعہ کے دن زیب وزینت اور صفائی ستھرائی کی اہمیت کے پیشِ نظر مسواک کی بھی خاص فضیلت واہمیت ہے، اور جن احادیث میں جمعہ کے دن غسل کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے کئی احادیث میں مسواک کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

---

[1] (وسننه أن يغسل يديه وفرجه، ويزيل النجاسة عن بدنه، ثم يتوضأ للصلاة ثم يفيض الماء على جميع بدنه ثلاثا) هكذا حكى غسل رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قالت ميمونة :وضعت للنبي -صلى الله عليه وسلم -غسلا فاغتسل من الجنابة فأكفأ الإناء بشماله على يمينه فغسل كفيه، ثم أفاض الماء على فرجه فغسله .ثم مال بيده على الحائط أو على الأرض فدلكها، ثم تمضمض واستنشق وغسل وجهه وذراعيه، وأفاض الماء على رأسه، ثم أفاض على سائر جسده، ثم تنحى فغسل رجليه .ويستحب تأخير غسل رجليه إن كانتا في مستنقع الماء لما روينا وتحرزا عن الماء المستعمل (الاختيار لتعليل المختار، ج ا، ص ۱۲، كتاب الطهارة، موجبات الغسل)

صفة الغسل:للغسل صفتان :صفة إجزاء وصفة كمال.

فصفة الإجزاء تحصل بالنية عند من يشترطها، وتعميم جميع الشعر والبشرة بالماء

وصفة الكمال تحصل بذلك وبمراعاة واجبات الغسل وسننه وآدابه التي سبق بيانها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۲۱۷، مادة "غسل")

(۱)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَالسِّوَاكَ وَأَنْ يَمَسَّ مِنَ الطِّيْبِ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ (مسند أحمد، رقم الحديث ١١٦٥٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل اور مسواک ہے، اور یہ بھی کہ وہ بقدرِ استطاعت خوشبو لگائے (مسند احمد)

(۲)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ، جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِنْ كَانَ طِيْبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (جمعہ کا دن) اللہ نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا ہے، پس جو شخص جمعہ کے لئے آئے، تو اسے چاہئے کہ غسل کر لے، اور اگر خوشبو ہو، تو وہ بھی لگا لے، اور تم مسواک بھی ضرور کرو (ابنِ ماجہ)

(۳)......اس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

اور اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن مسواک کرنے کی بھی خاص اہمیت وفضیلت ہے، اس لئے جمعہ کے دن خاص اہتمام کے ساتھ مسواک کرنی چاہئے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٠٩٨، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى الزينة يوم الجمعة.
قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[3] عن أبى هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى جمعة من الجمع: معاشر المسلمين، إن هذا يوم جعله الله لكم عيدا، فاغتسلوا، وعليكم بالسواك (المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ٣٤٣٣)
قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط والصغير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣٠٤٨، باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلك)

(۳)...... جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے اور خوشبو لگانے کا حکم

جمعہ کے دن صفائی ستھرائی وغیرہ حاصل کرکے اپنے پاس موجود اچھا لباس پہننا اور خوشبو میسر ہو، تو اس کا لگانا بھی اجر وثواب اور فضیلت کا باعث ہے، جس کا کئی احادیث میں ذکر آیا ہے، جن میں سے بعض احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱)...... حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَرأٰی عَلَیْھِمْ ثِیَابَ النِّمَارِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَاعَلٰی اَحَدِکُمْ اِنْ وَجَدَسِعَۃً اَنْ یَّتَّخِذَ ثَوْبَیْنِ لِجُمُعَتِہٖ سِوَی ثَوْبَیْ مِھْنَتِہٖ (سنن ابنِ ماجہ) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا؛ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بعض) لوگوں کے جسم پر چیتے کی کھال جیسی چتکبری یا دھاری دار چادریں دیکھیں (جو کام کاج کی وجہ سے میلی اور پسینے میں بسی ہوئی تھیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تم میں سے ہر ایک کو اگر وُسعت ہو تو دو کپڑے (ایک جوڑا) جمعہ کے دن کے لیے مخصوص کرلینے میں کوئی حرج نہیں؟ جو روز مرہ کے کام کاج میں استعمال ہونے والے دو کپڑوں (ایک جوڑے) کے علاوہ ہوں (ابنِ ماجہ)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [۲]

---

[۱] رقم الحديث، ١٠٩٦، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الزينة يوم الجمعة،
صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٢٧٧٧.
قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية ابن ماجه)
وقال ايضاً: حديث صحيح بشواهده (حاشية ابنِ حبان)

[۲] حدثنا أحمدُ بن صالح، حدثنا ابن وهب، أخبرني عمرو، أن يحيى ابن سعيدٍ الأنصاري حدّثه أن محمدَ بن يحيى بن حبان حدثه، أن رسُولَ الله -صلَّى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ روزمرہ کے کام کاج میں استعمال ہونے والے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے صاف سُتھرے کپڑے مخصوص رکھنا اوران صاف ستھرے کپڑوں کو جمعہ کے دن استعمال کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ [1]

(۲)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَحْسَنَ غُسْلَهُ وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ أَوْ دُهْنِهٖ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَزِيَادَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الَّتِي بَعْدَهَا (ابن حبان) [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وسلم -قال" :ما على أحدكم إن وجد "أو "ما على أحدِكم إن وجدتم أن يتخذ ثوبين ليوم الجمعة سوى ثوبى مهنته (سنن ابى داود، رقم الحديث ۱۰۷۸)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية ابى داود)

حدثنا حرملة بن يحيى، حدثنا عبد الله بن وهب، أخبرنى عمرو ابن الحارث، عن يزيد بن أبى حبيب، عن موسى بن سعيد، عن محمد بن يحيى بن حبان عن عبد الله بن سلام: أنه سمع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول على المنبر فى يوم الجمعة" :ما على أحدكم لو اشترى ثوبين ليوم الجمعة سوى ثوبى مهنته (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۰۹۵، باب ما جاء فى الزينة يوم الجمعة)

قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره(حاشية ابن ماجه)

[1] عرب میں اس زمانہ میں ایک چادراور ایک تہبند کا رواج تھا، جس کو دو کپڑوں سے تعبیر کیا گیا، مراد ایک جوڑا ہے۔

أى ليس على أحدكم فى اتخاذ ثوبين غير ثوبى مهنته أى بذلته وخدمته أى اللذين يكونان عليه فى سائر الأيام قال الطيبى: مابمعنى ليس واسمه محذوف وأن يتخذ متعلق به وعلى أحدكم خبره وان وجد معترضة ويجوز أن يتعلق على بالمحذوف والخبر أن يتخذ كقوله تعالىٰ "ليس على الأعمى حرج" الى قوله "أن تأكلوا من بيوتكم" والمعنى ليس على أحد حرج فى أن يتخذ ثوبين، وقوله مهنته يروى بكسر الميم وفتحها قال الزمخشرى: والكسر عند الأثبات خطأ، قال ابن القيم: وفيه أنه يسن أن يلبس فيه أحسن ثيابه التى يقدر عليها، قال الطيبى: وان ذالك ليس من شيمة المتقين لولا تعظيم الجمعة ورعاية شعار الدين، وقال ابن بطال: كان معهودا عندهم أن يلبس المرأ أحسن ثيابه للجمعة، وأخذ منه الشافعية أنه يسن للامام يوم الجمعة تحسين الهيئة واللباس (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۷۹۴۴، جزء۵ صفحه ۴۵۶)

[2] رقم الحديث ۲۷۸۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابن حبان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور اچھی طرح غسل کیا، اور اچھے کپڑے پہنے، اور اپنے گھر کی خوشبو یا تیل لگایا، تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں، اور اس کے بعد مزید تین دن کے بھی (ابنِ حبان)

یعنی مذکورہ اعمال کی برکت سے مجموعی طور پر دس دنوں کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں دس دن کے گناہ معاف ہونے کی وجہ یہ منقول ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس کے برابر حاصل ہوتا ہے، اس وجہ سے ان اعمال کی برکت سے دس دن کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ [1]

(۳)......حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَاسْتَنَّ، وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهٗ، وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهٖ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَلَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، ثُمَّ رَكَعَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّرْكَعَ، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهٗ حَتّٰى يُصَلِّيَ، كَانَتْ كَفَّارَةً مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِيْ كَانَتْ قَبْلَهَا (صحيح ابن حبان) [2]

---

[1] عن أبي هريرة، وأبي سعيد قالا: سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: من اغتسل يوم الجمعة واستن ومس من طيب، إن كان عنده ولبس أحسن ثيابه، ثم جاء إلى المسجد، ولم يتخط رقاب الناس، ثم ركع ما شاء الله أن يركع، ثم أنصت إذا خرج إمامه حتى يصلي كانت له كفارة لما بينها وبين الجمعة التي كانت قبلها يقول أبو هريرة: وثلاثة أيام زيادة، إن الله قد جعل الحسنة بعشر أمثالها (مستدرك حاكم، رقم الحديث ۱۰۴۶)

قال الحاكم: إسماعيل ابن علية من الثقات الذى أجمعا على إخراجه.

[2] رقم الحديث ۲۷۷۸، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى (حاشية ابن حبان)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور مسواک کی، اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو، تو اس کو لگایا، اور اچھا لباس پہنا، پھر مسجد کی طرف آیا، اور لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلاندا، پھر اس نے جتنی نماز اللہ کو منظور ہوئی پڑھی، پھر امام (وخطیب) کے برآمد ہونے کے بعد خاموش رہا، یہاں تک کہ نماز پڑھ لی، تو اس کے اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا (ابنِ حبان)

اس طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت ابو ذر اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

(۴)......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] عن عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبی -صلى الله عليه وسلم -أنه قال" :من اغتسل يوم الجمعة، ومس مِن طيب امرأته إن كان لها، ولبس من صالح ثيابه، ثم لم يتخط رقاب الناس، ولم يلغ عند الموعظة، كانت كفارة لما بينهما، ومن لغا وتخطى رقاب الناسِ كانت له ظهرا(سنن أبی داود، رقم الحديث ۳۴۷)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن، أسامة بن زيد -وهو الليثی -صدوق حسن الحديث، وهو وإن كانت له أوهام فرواية عبد الله بن وهب عنه صالحة لأنه روى عنه كتابه(حاشية مسند احمد)

عن أبی ذر، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :من اغتسل يوم الجمعة فأحسن الغسل , ثم لبس من صالح ثيابه ,ثم مس من دهن بيته ما كتب الله له ,أو من طيبه ,ثم لم يفرق بين اثنين كفر الله عنه ما بينه وبين الجمعة قبلها .قال سعيد :فذكرتها لعمارة بن عمرو بن حزم قال :صدق ,وزيادة ثلاثة أيام(ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۷۶۳؛ مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۵۶۹)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

عن أبی أيوب الأنصاری، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :من اغتسل يوم الجمعة، ومس من طيب إن كان عنده، ولبس من أحسن ثيابه، ثم خرج حتى يأتی المسجد فيركع إن بدا له، ولم يؤذ أحدا، ثم أنصت إذا خرج إمامه حتى يصلی، كانت كفارة لما بينها وبين الجمعة الأخرى (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۵۷۱)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل ابن إسحاق وعمران بن أبی يحيى(حاشية مسند احمد)

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُجَمِّرُ ثِيَابَهُ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ (مصنف ابن ابی شیبۃ) ل

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کے دن اپنے لباس کو خوشبو لگایا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس طرح کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن اچھا لباس پہننا اور خوشبو لگانا بھی باعثِ سنت اور باعثِ فضیلت ہے۔ ۲

ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا لباس استعمال فرماتے تھے تو اُس کا آغاز جمعہ کے دن سے فرماتے تھے۔ ۳

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کو اہلِ علم حضرات نے نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ ۴

ل رقم الحديث ۵۵۹۱، جزء ۲ صفحه ۱۵۶، كتاب الصلاة، باب من كان يأمر بالطيب.

۲ هذا حض من النبى -صلى الله عليه وسلم -على التجمل للجمعة فى اللباس كما حض على التطيب والغسل والسواک لأنه يوم عيد فكان التجمل مسنونا فيه كالفطر والأضحى (المنتقىٰ شرح المؤطا، ج ا ص ۲۰۳، بابالهيئة وتخطى الرقاب واستقبال الإمام يوم الجمعة)

-ويكون التبذل مكروها :فى الجمعة والعيدين؛ لأن التزين مسنون لهما باتفاق، فيغتسل ويلبس أحسن ثيابه، والجديد منها أفضل، وأولاها البياض، ويتطيب .والأحاديث الواردة فى ذلک كثيرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۰، ص ۵۶، مادة ”تبذل“)

يندب التطيب لصلاة الجمعة بلا خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۲، ص ۱۷۵، مادة ”تتطيب“)

۳ حدثنا المطهر بن على، أنا أبو ذر محمد بن إبراهيم الصالحانى، أنا عبد الله بن محمد بن جعفر، نا يوسف بن محمد المؤذن، نا إبراهيم بن الوليد الخشاش، حدثنا غسان بن مالک، ومحمد بن عبد الله الخزاعى، قالا :نا عنبسة بن عبد الرحمن القرشى، نا عبد الله بن أبى الأسود، قال :سمعت أنس بن مالک يقول :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استجد ثوبا لبسه يوم الجمعة.عنبسة بن عبد الرحمن ضعيف(شرح السنة للبغوى، رقم الحديث ۳۱۱۴، اخلاق النبى لابى الشيخ الاصبهانى، رقم الحديث ۲۵۷)

۴ قال ابن الجوزى: " :هذا حديث لا يصح وعنبسه مجروح قال ابن حبان " :والأنصارى يروى عن الثقات ما ليس من حديثهم لا يجوز الاحتجاج به ."حديث فى لبس الثوب اللين (العلل المتناهية فى الأحاديث الواهية، تحت رقم الحديث ۱۱۳۴)

وقال الالبانى: كان إذا استجد ثوبا لبسه يوم الجمعة ." موضوع. رواه أبو الشيخ فى "أخلاق النبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جمعہ کے دن نہ غسل کا اہتمام کرتے ہیں اور نہ اچھے اور عمدہ کپڑے پہننے کا اہتمام کرتے ہیں اور میلا کچیلا، یا پھر عام گھریلو لباس پہن کر جمعہ کے لئے آجاتے ہیں، ایسی صورت میں جمعہ کی نماز کی صحت میں تو کوئی فرق نہیں آتا، مگر جمعہ کے لئے عمدہ لباس اگر موجود ہو، اور عذر نہ ہو، تو اسے زیبِ تن کر کے جمعہ کی نماز کے لئے آنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام سنت اور زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

(۴)...... جمعہ کے دن فاضل بال وناخن تراشنے کا حکم

جمعہ کے دن غسل، مسواک اور خوشبو وغیرہ لگانے کے حکم سے متعلق جو مشہور ومعتبر احادیث ہیں، ان میں صراحتاً جمعہ کے دن فاضل بال (یعنی مونچھیں، زیرِ بغل اور زیرِ ناف بال) اور ناخن وغیرہ کاٹنے کا ذکر نہیں ملتا۔

لیکن صحیح حدیث میں فاضل بال اور ناخنوں کو چالیس دن سے زیادہ تک چھوڑے رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔

البتہ چند احادیث وروایات اور آثار سے اشارتاً یا صراحتاً جمعہ کے دن فاضل بال اور ناخنوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم "(ص ۲۷۶) وفى "الطبقات(۲۵) "وأبو عثمان النجيرمى فى "الفوائد (۱/۳۳) "والبغوى فى "شرح السنة(۲/۲۴) "عن أبى بكر عبد القدوس بن محمد :أخبرنا محمد بن عبد الله الخزاعى حدثنا عنبسة بن عبد الرحمن عن عبد الله بن أبى الأسود عن أنس بن مالك رفعه، وقال البغوى " :عنبسة هذا ضعيف ." قلت :بل هو كذاب يضع الحديث، وهو القرشى. ومن طريقه رواه الخطيب فى "تاريخه(۴/۱۳۷) "وعنه ابن الجوزى فى "العلل(۲/۱۹۳) "من طريق داود بن بكر :حدثنا محمد بن عبد الله الأنصارى حدثنا عنبسة به .وقال ابن الجوزى " :لا يصح، وعنبسة مجروح، قال ابن حبان :والأنصارى يروى عن الثقات ما ليس من حديثهم ." قلت: والظاهر أن الأنصارى هو الخزرجى كما وقع فى رواية الأولين .ثم إن ابن الجوزى قد تساهل فى إيراده للحديث فى "العلل "دون "الموضوعات "، مع أن فيه هذا المتهم وذاك الوضاع، وأكثر تساهلا منه المناوى، فإنه مع كونه نقل كلامه فى "الفيض "وارتضاه، عاد عنه فى "التيسير "، فقال " :إسناده ضعيف (سلسة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۱۶۰۶)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے کاٹنے کا ذکر ملتا ہے، جن میں سے بعض روایات وآثار کی اسناد میں ضعف بھی پایا جاتا ہے، اور جمعہ کا دن چونکہ اصولی اعتبار سے صفائی وپاکیزگی کا بھی دن ہے، اور فاضل بال وناخن کاٹنا صفائی وپاکیزگی میں داخل ہے، اس لئے بعض فقہائے کرام جمعہ کے دن فاضل بال (جس میں زیرِ بغل وزیرِ ناف اور مَردوں کے لئے مونچھیں بھی شامل ہیں) اور ناخن وغیرہ کاٹنے کے مستحب ہونے کے قائل ہیں، تاہم بعض فقہائے کرام ناخن اور فاضل بال کاٹنے کا دارومدار ضرورت پر رکھتے ہیں، اور ہفتہ میں کسی دن کی تخصیص کے قائل نہیں، ان حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اس کا دارومدار ضرورت پر ہے، اگر ہفتے کے درمیان میں ناخن کاٹنے کی ضرورت پیش آجائے، تو محض جمعہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے کاٹنا مؤخر نہ کیا جائے۔ [1]

---

[1] اطباء کا کہنا ہے کہ غذاؤں، موسموں اور شخصیتوں کے مختلف ہونے سے ناخنوں کے بڑھنے کی رفتار مختلف ہوسکتی ہے، اس لئے یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات چند دنوں میں ناخن بہت بڑھ جائیں، اور بعض اوقات نہ بڑھیں۔
اور ممکن ہے کہ اسی چیز کو دیکھتے ہوئے بعض فقہاء نے ناخن کاٹنے کی مدت کی تحدید کو پسند نہ فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔

وسئل أحمد عنه فقال: يُسَنّ فی يوم الجمعة قبل الزوال، وعنه يوم الخميس، وعنه يتخير، وهذا هو المعتمد أنه يستحب كيف ما احتاج إليه ...... قال القرطبی فی "المفهم" ذكر الأربعين تحديد لأكثر المدة، ولايمنع تفقد ذالک من الجمعة الى الجمعه، والضابط فی ذالک الاحتياج. وكذا قال النووی: المختار أن ذالک كله يُضبط بالحاجة. وقال فی "شرح المهذب" ينبغی أن يختلف ذالک باختلاف الاحوال والاشخاص، والضابط الحاجة فی هذا وفی جميع الخصال المذكورة. قلتُ: لكن لايمنع من التفقد يوم الجمعة، فإن المبالغة فی التنظف فيه مشروع والله اعلم (فتح الباری لابن حجر، ج۱۰، ص۳۴۶، باب قص الشارب)

أما التوقيت فی تقليم الأظفار فهو معتبر بطولها :فمتى طالت قلمها، ويختلف ذلک باختلاف الأشخاص والأحوال، وقيل :يستحب تقليم الأظفار كل يوم جمعة ، لما روى عن أنس بن مالک عن النبی صلى الله عليه وسلم :أنه وقت لهم فی كل أربعين ليلة تقليم الأظفار، وأخذ الشارب، وحلق العانة وفی رواية عن أنس أيضا وقت لنا فی قص الشارب وتقليم الأظفار، وحلق العانة، ونتف الإبط ألا نترک أكثر من أربعين يوما.

قال السخاوی :لم يثبت فی كيفية قص الأظفار ولا فی تعيين يوم له شیء عن النبی صلى الله عليه وسلم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ص ۱۷۰، مادة " أظفار")

قال القرطبی فی المفهم ذكر الأربعين تحديد لأكثر المدة ولا يمنع تفقد ذلک من الجمعة إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن فاضل بال اور ناخن وغیرہ کا ٹنا بھی اگرچہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک مستحب اور باعثِ فضیلت ہے، لیکن ان چیزوں کا درجہ وتاکید جمعہ کے دن غسل ومسواک کرنے، اچھا لباس پہننے، اور خوشبو وغیرہ لگانے کے مقابلہ میں کسی قدر کم ضرور ہے۔ [1]

ذیل میں اس طرح کی روایات کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وُقِّتَ لَنَا فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَّانَتْرُكَ اَكْثَرَمِنْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (مسلم) [2]

ترجمہ: مونچھیں اور ناخن تراشنے اور زیرِ بغل وزیرِ ناف بال صاف کرنے میں ہمارے لئے چالیس دن کی حد مقرر کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ وقت تک ہم (ان کو) نہ چھوڑیں (مسلم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجمعة والضابط فى ذلك الاحتياج وكذا قال النووى المختار أن ذلك كله يضبط بالحاجة وقال فى شرح المهذب ينبغى أن يختلف ذلك باختلاف الأحوال والأشخاص والضابط الحاجة فى هذا وفى جميع الخصال المذكورة قلت لكن لا يمنع من التفقد يوم الجمعة فإن المبالغة فى التنظف فيه مشروع والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر، ج١٠ ص٣٤٦، قوله باب قص الشارب)

قال القاضى :وما فى الحديث إنما هو حد فى أكثر ذلك، والمستحب تفقد ذلك من الجمعة إلى الجمعة وإلا فلا تحديد فيه عند العلماءِ، إلّا أنه إذا كثر ذلك وطال من شارب أو شعر إبط قصَّه وأزاله (اكمال المعلم بفوائد مسلم للقاضى عياض، ج٢ ص٦٢، باب خصال الفطرة)

[1] ويكون التبذل مكروها :فى الجمعة والعيدين؛ لأن التزين مسنون لهما باتفاق، فيغتسل ويلبس أحسن ثيابه، والجديد منها أفضل، وأولاها البياض، ويتطيب . والأحاديث الواردة فى ذلك كثيرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص٥٦، مادة "تبذل")

يندب التطيب لصلاة الجمعة بلا خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢، ص١٧٥، مادة "تتطيب")

[2] رقم الحديث ٢٥٨ "٥١" كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة.

مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک چھوڑے رکھنے میں کوئی گناہ نہیں، اور چالیس دن میں کم از کم ایک مرتبہ ان چیزوں کو صاف کر لینا اور کاٹ لینا چاہئے۔ [1]

(۲)......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَایَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَھَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ وَیَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ اَوْیَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَایُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَاکُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَاتَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّاغُفِرَلَہٗ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۸۸۳ کتاب الجمعۃ، باب: الدھن للجمعۃ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، حسبِ استطاعت خوب پاک وصاف ہو اور اپنا تیل یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے، پھر نمازِ جمعہ کے لیے نکلے اور دو آدمیوں کے بیچ میں گھسے بغیر جس قدر ہو سکے نماز پڑھے، پھر امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہے، تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں (بخاری)

(۳)......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ:مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَأَحْسَنَ الْغُسْلَ وَتَطَھَّرَ فَأَحْسَنَ الطُّھُوْرَ، وَلَبِسَ مِنْ خَیْرِ ثِیَابِہٖ، وَمَسَّ مِمَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ طِیْبِ أَوْ دُھْنِ أَھْلِہٖ، وَلَمْ یُفَرِّقْ بَیْنَ اثْنَیْنِ إِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ إِلَی الْجُمُعَۃِ الْأُخْرٰی (مستدرک الحاکم) [2]

---

[1] أن لا نترک أکثر من أربعین یوما قال النووی معناہ لا نترک ترکا نجاوز بہ أربعین لا أنہ وقت لھم الترک أربعین وقال القرطبی ھذا تحدید لأکثر المدۃ والمستحب تفقد ذلک من الجمعۃ إلی الجمعۃ(حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی، ج ۱ ص ۱۶، کتاب الطھارۃ)

[2] رقم الحدیث ۱۰۷۴، کتاب الجمعۃ.
قال الحاکم:ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاہ.
و قال الذھبی فی التلخیص: علی شرط مسلم.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور اچھی طرح غسل کیا، اور پاکیزگی حاصل کی، اور اچھے طریقہ سے پاکیزگی حاصل کی، اور اچھا لباس پہنا، اور اللہ نے جو اس کو خوشبو یا تیل گھر میں عطا کیا، اس کو لگایا، اور (پھر جمعہ کی نماز کے لیے آنے کے بعد) دو آدمیوں کے درمیان گھسا نہیں، تو اللہ اس کے دوسرے جمعہ تک گناہ معاف فرمادیتا ہے (حاکم)

احادیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ خوب پاک صاف ہو، اور اچھے طریقہ سے پاکیزگی حاصل کرے۔

اس سلسلہ میں بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صفائی کا خوب اہتمام کرے، میل کچیل دُور کرے، اور ان حضرات نے فرمایا کہ اس میں ناخنوں کا کاٹنا اور غیر ضروری بالوں کا صاف کرنا بھی داخل ہے۔ واللہ اعلم۔ [1]

---

[1] وقوله(ويتطهر ما استطاع من طهر) ، الظاهر :أنه أراد به المبالغة فى التنظف، وإزالة الوسخ، وربما دخل فيه تقليم الأظفار، وإزالة الشعر من قص الشعر وحلق العانة ونتف الإبط؛ فإن ذلك كله طهارة.

ويدل عليه :ما خرجه البزار من حديث أبى الدرداء ، عن النبى -صلى الله عليه وسلم -، قال:(الطهارات أربع :قص الشارب، وحلق العانة، وتقليم الأظفار، والسواک).

وفى إسناده :معاوية بن يحيى، قال البزار :ليس بالقوى، وقد حدث عنه أهل العلم، واحتملوا حديثه.

وخرج الإمام أحمد وأبو داود والنسائى وابن حبان فى (صحيحه) من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص، أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :(أمرت بيوم الأضحى عيدا جعله الله لهذه الأمة) . فقال رجل :أرأيت إن لم أجد إلا منيحة أنثى، أفأضحى بها؟ قال:(لا، ولكن تأخذ من شعرک،وتقلم أظفارک، وتقص شاربک، وتحلق عانتک، فذلک من تمام أضحيتک عند الله عز وجل).

وهذا يشعر باستحباب هذه الطهارات فى الأعياد كلها، وأنها من تمام النسک المشروع فيها، والجمعة من جملة الأعياد، وهى عيد الأسبوع، كما أن عيد الفطر والأضحى عيد العام(فتح البارى شرح البخارى لابنِ رجب ،ج۸ص۱۱۲، ۱۱۳،كتاب الجمعة، باب الدهن للجمعة)

(من طهر) بالتنكير، ويراد به المبالغة فى التنظيف، فلذلک ذكره فى باب التفعل وهو للتكلف، والمراد به :التنظيف بأخذ الشارب وقص الظفر وحلق العانة(عمدة القارى شرح البخارى ، ج۶ص۱۷۵،كتاب الجمعة، باب الدهن يوم الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۴)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُقَلِّمُ اَظْفَارَہٗ وَیَقُصُّ شَارِبَہٗ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ اَنْ یَّرُوْحَ اِلَی الصَّلَاةِ (المعجم الاوسط للطبرانی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ناخن اور مونچھوں کے بال جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لے جانے سے پہلے تراشا کرتے تھے (طبرانی، بزار، بیہقی)

اس حدیث کو کئی محدثین واہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

("ویتطهر ") : وفی نسخة صحیحة " :فیتطهر "، أی یتنظف ("ما استطاع ") ، أی :ما قدر ("من طهر ") : التنوین للتکثیر، قاله الطیبی، وقال المظهر :أراد بالطهر قص الشارب، وقلم الأظفار، وحلق العانة، ونتف الإبط، وتنظیف الثیاب(مرقاة المفاتیح،ج۳ص۱۰۲۸ ، باب التنظیف)

(ویتطهرما استطاع من طهر)قال البرماوی التنکیر فیه للتکثیر لیشمل قص الشارب وقلم الظفر وحلق العانة وتنظیف الثیاب (دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین تحت رقم الحدیث ۱۱۵۴، کتاب الفضائل،باب فضل یوم الجمعة)

[۱] رقم الحدیث ۸۴۲،شعب الایمان، رقم الحدیث ۲۵۰۸؛ مسند البزار، رقم الحدیث ۸۲۹۱.

[۲] قال البیهقی: فی هذا الاسناد من یجهل (شعب الایمان، حواله بالا)

وقال البزار: وهذان الحدیثان لا نعلم رواهما، عن أبی عبد الله الأغر إلا إبراهیم بن قدامة ولم یتابع علیهما لأن هذین الحدیثین لا یرویان عن أبی هریرة من وجه من الوجوه إلا من هذا الوجه وإبراهیم بن قدامة إذا تفرد بحدیث لم یکن حجة لأنه لیس بالمشهور، وإن کان من أهل المدینة (مسند البزار، حواله بالا)

وقال الهیثمی: رواه البزار والطبرانی فی الأوسط وفیه إبراهیم بنقدامة، قال البزار لیس بحجة إذا تفرد بحدیث وقد تفرد بهذا، قلت ذکر ابن حبان فی الثقات (مجمع الزوائد جزء۲ صفحه ۱۷۰، تحت رقم الحدیث ۳۰۳۶، باب الأخذ من الشعر والظفر یوم الجمعة)

وقال الالبانی: " -کان یقلم أظفاره ویقص شاربه یوم الجمعة قبل أن یخرج إلی الصلاة ".

ضعیف. رواه الطبرانی فی "الأوسط (۱/۱۰۵ من ترتیبه) "عن عتیق بن یعقوب لزبیری :حدثنا إبراهیم بن قدامة عن أبی عبد الله الأغر عن أبی هریرة مرفوعا .وقال: "لم یروه عن الأغر إلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۵)...... حضرت ابوعبداللہ اغر سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُصُّ شَارِبَهُ وَيَأْخُذُ مِنْ أَظْفَارِهِ قَبْلَ اَنْ يَّرُوْحَ اِلٰى صَلَاةِ الْجُمُعَةِ (أخلاق النبى لابى الشيخ الاصبهانى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لے جانے سے پہلے اپنی مونچھیں تراشا کرتے تھے اور اپنے ناخن کاٹا کرتے تھے (اصبہانی)

اس حدیث کی سند پر بھی بعض حضرات نے کلام کیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إبراهيم ." قلت :ومن طريقه رواه البزار أيضا من رواية عتيق بن يعقوب وقال "إبراهيم ليس بحجة ." ذكره في "الميزان "وقال: "وهو خبر منكر ." وأشار عبد الحق لتضعيف الحديث في "أحكامه(۲/۷۱ "رقم (۱۶۹۰ بتحقيقي) ورواه أبو الشيخ في "أخلاق النبي(۲۷۷)"من هذا الوجه إلا أنه أرسله، ثم رواه من طريق أبي مصعب حدثني إبراهيم بن قدامة عن عبد الله بن محمد بن حاطب عن أبيه مرفوعا نحوه. ثم رواه من حديث ابن عمرو، وفيه محمد بن القاسم الأسدي وهو كذاب عن محمد بن سليمان المشمولي :نا عبيد الله بن سلمة بن وهرام عن أبيه، وكلهم ضعيف. ثم رواه من حديث ابن عمر دون ذكر الأظفار. وفيه الوليد بن مسلم وهو مدلس وقد عنعنه. نعم صح موقوفا على ابن عمر رضي الله عنه، فقال نافع : "كان ابن عمر يقلم أظفاره، ويقص شاربه في كل جمعة ." أخرجه البيهقي(۲۴۴/۳) وصححه .واستدل به على ضعف ما روى عن ابن عمر مرفوعا : (المسلم يوم الجمعة محرم، فإذا صلى فقد حل). وذكره نحوه عن ابن عباس مرفوعا وقال : "إنما رويا عنهما بإسنادين ضعيفين لا يحتج بمثلهما (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۲۱۱۲)

[1] رقم الحديث ۸۰۹، ج۴ص۱۰۳،باب ذكر ما تحراه في يوم الجمعة وليلته على سائر الأيام متبركا به صلى الله عليه وسلم؛ شرح السنة للبغوى، رقم الحديث ۳۱۹۸.

[2] مندرجہ بالا روایت کی مکمل سند یہ ہے:

أخبرنا بهلول الانبارى، ناعتيق بن يعقوب، نا ابراهيم بن قدامه، عن أبى قدامه عن أبى عبدالله الأغر .

ان راویوں میں حضرت عبداللہ اغر تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مستند اصحاب میں سے ہیں، اور ابراہیم بن قدامہ کو ابنِ حبان نے ثقہ قرار دیا ہے کما مرّ؛ اور عتیق بن یعقوب کو اگرچہ بعض نے ''لم اعرفہ'' کہا ہے۔
لیکن ان کو ابنِ حجر عسقلانی کے بقول دارقطنی نے ثقہ قرار دیا ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۶)......حضرت ابوجعفر سے مرسلاً روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ يَسْتَحِبُّ اَنْ يَّأْخُذَ مِنْ شَارِبِهٖ وَاَظْفَارِهٖ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(السنن الكبرىٰ للبيهقي) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن اپنی مونچھیں اور ناخن کاٹنا پسند فرماتے تھے (بیہقی) [۲]

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [۳]

جن کی سندیں محدثین کے نزدیک ضعیف اور کمزور ہیں۔ [۴]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ووثقه الدار قطني وقال ابوزرعة الرازي : بلغني أنه حفظ الموطأ في حياة مالك انتهى (لسان الميزان جزء۲ صفحه ۳۷۲، تحت ترجمة عتيق بن يعقوب)

اور ناصر الدین البانی کے بقول ابنِ حبان نے بھی ثقہ قرار دیا ہے:

قلت وهذا قد وثقه الدارقطني وابن حبان (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۹۶۹)

اور بھلول انباری کے بارے میں ابنِ ابی یعلیٰ (متوفی ۵۲۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"له الاسناد الحسن" (طبقات الحنابله، جزء ۱ صفحه ۱۱۰، تحت ترجمة إسحاق بن بهلول الأنباری)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ مرفوع ضعیف حدیث (جس میں راوی عبداللہ اغر ہی ہیں) اس کی مؤید ہے، جس کو اس کا شاہد قرار دیا جاسکتا ہے۔ محمد رضوان۔

[۱] ج۳ص ۳۴۶، رقم الحديث ۵۹۶۴، كتاب الجمعة، باب السنة فی التنظيف يوم الجمعة بغسل، وأخذ شعر وظفر.

[۲] قال ابن حجر: أخرجه البيهقي من مرسل أبي جعفر الباقر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستحب أن يأخذ من أظفاره وشاربه يوم الجمعة وله شاهد موصول عن أبي هريرة لكن سنده ضعيف (فتح الباری لابن حجر، ج۱۰ ص ۳۴۶، باب قص الشارب)

[۳] حدثنا يعقوب، نا ابن أبي فديك، عن إبراهيم بن قدامة الجمحي، عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من شاربه وظفره يوم الجمعة (الآحاد والمثاني، لا بن أبي عاصم، رقم الحديث ۸۸۶)

[۴] إبراهيم بن قدامة الجمحي. مدني لا يعرف. عن الأغر، عَن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا: كان يقلم أظفاره ويقص شاربه قبل أن يخرج إلى الجمعة. رواه البزار من رواية عتيق بن يعقوب عنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۷)......حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ: كَانَ يُقَلِّمُ أَظَافِرَهُ، وَيَقُصُّ شَارِبَهُ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ (الجامع لابن وهب) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر اپنے ناخن اور اپنی مونچھوں کو ہر جمعہ کے روز کاٹا کرتے تھے (ابن وہب، بیہقی)

(۸)......حضرت حکم اور حماد دونوں جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو خبر منكر. قال البزار :إبراهيم ليس بحجة انتهى.

وذكره ابن القطان فقال :إبراهيم لا يعرف البتة.

وقد ذكره ابنُ حِبَّان في "الثقات "وقال :روى عنه ابن أبي فديك(لسان الميزان،لا بن حجر العسقلاني، تحت رقم الترجمة ۲۴۵)

حدثنا أبو طاهر المطهر بن علي الفارسي، أنا أبو ذر محمد بن إبراهيم الصالحاني، أنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان المعروف بأبي الشيخ، حدثنا ابن أبي عاصم، نا الحسن بن علي الحلواني،نا عمرو بن محمد، نا محمد بن القاسم الأسدي، نا محمد بن سليمان المسمولي، نا عبيد الله بن سلمة بن وهرام، عن أبيه، عن عبد الله بن عمرو، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ أظفاره وشاربه كل جمعة(شرح السنة،للبغوي،رقم الحديث ۳۱۹۷،باب التوقيت في تقليم الأظافر وقص الشارب)

حدثنا أبو بكر محمد بن حميد بن سهيل، ثنا عبد الله بن صالح، ثنا أبو مصعب، ثنا إبراهيم بن قدامة، عن عبد الله بن محمد بن حاطب، عن أبيه، "أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من شاربه وظفره يوم الجمعة "(معرفة الصحابة،لابي نعيم الأصبهاني ، تحت رقم الترجمة ۶۴۹)

حدثنا علي بن الحسين الدوري، نا أبو مصعب، حدثني إبراهيم بن قدامة، عن عبد الله بن الحارث بن محمد بن حاطب، عن أبيه، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من شاربه أو ظفره يوم الجمعة(أخلاق النبي وآدابه ،لابي الشيخ الأصبهاني ، تحت رقم الترجمة ۸۱۲)

[1] تحت رقم الحديث ۲۱۶/۲۱۹،ج۱ص۱۳۰،كتاب الصلاة،السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۵۹۶۴، جزء۳ صفحه ۳۴۶.

قال ابن رجب: باسناد صحيح (فتح الباري لابن رجب، ج۸، ص۱۰۳ ، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة)

ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

يُنَقِّي الرَّجُلُ اَظْفَارَهُ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: آدمی کو اپنے ناخن اور مونچھوں کو ہر جمعہ کے دن صاف کرنا چاہئے (ابنِ ابی شیبہ)

(۹)......حضرت عمران بن ابی عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ الْحَنَفِيَّةِ يُنَقِّيْ اَظْفَارَهُ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: میں نے ابنِ حنفیہ (ثقہ تابعی) کو دیکھا کہ وہ اپنے ناخن ہر جمعہ کے دن صاف کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

(۱۰)......حضرت ابنِ عجلان، محمد بن ابراہیم تیمی رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مَنْ قَلَّمَ اَظْفَارَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَقَصَّ شَارِبَهُ، وَاسْتَنَّ، فَقَدْ اِسْتَكْمَلَ الْجُمُعَةَ (مصنف عبدالرزاق) [3]

ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن اپنے ناخن اور مونچھیں تراشیں اور مسواک کی تو اس نے جمعہ (کی سنت) کو مکمل کرلیا (عبدالرزاق)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ مندرجہ بالا بعض روایتوں کی سندوں میں ضعف پایا جاتا ہے۔

لیکن ایک تو یہ مضمون مختلف سندوں سے مروی ہے۔

دوسرے جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کا عمل صرف مستحب درجہ کا ہے۔

لہٰذا مذکورہ یا ان میں سے بعض روایات کی سند کا ضعف اگر ثابت ہو، تو اس مسئلے میں ان شاء اللہ تعالیٰ نقصان دہ نہ ہوگا۔

---

[1] رقم الحديث ۵۶۱۵، کتاب الصلاة، باب فی تنقية الاظفار وغيرها يوم الجمعة.

[2] رقم الحديث۵۶۱۸، کتاب الصلاة، باب فی تنقية الاظفار وغيرها يوم الجمعة.

[3] رقم الحديث ۵۳۰۰، کتاب الجمعة، باب الغسل يوم الجمعة والطيب والسواک.

البتہ جمعہ کے دن ناخن اور بال کاٹنے سے متعلق بعض روایات شدید ضعیف یا نا قابلِ اعتبار ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱۱)......ایک حدیث میں جمعہ کے دن ناخن کاٹنے پر ناخنوں کی مقدار کے مثل برائی سے محفوظ رہنے کا حکم لگایا گیا ہے۔ [۱]

مگر یہ حدیث سند کے اعتبار سے نا قابلِ اعتبار معلوم ہوتی ہے۔ [۲]

(۱۲)......ایک حدیث میں جمعہ کے دن ناخن اور مونچھیں کاٹنے پر یہ فضیلت بتلائی گئی ہے کہ اس سے شفا حاصل ہوتی ہے، اور بیماری دور ہوتی ہے۔

مگر اس حدیث کو اہلِ علم حضرات نے نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ [۳]

---

[۱] حدثنا عبد الرحمن بن سلم قال :نا أحمد بن ثابت فرخويه الرازى قال :نا العلاء بن هلال الرقى قال :نا يزيد بن زريع، عن أيوب، عن ابن أبى مليكة، عن عائشة، قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من قلم أظفاره يوم الجمعة وقى من السوء إلى مثلها .لم يرو هذا الحديث عن أيوب إلا يزيد بن زريع، ولا عن يزيد بن زريع إلا العلاء بن هلال، تفرد به :فرخويه "(المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۴۷۴۶)

[۲] چنانچہ اس روایت کی احمد بن ثابت کی وجہ سے تضعیف بلکہ تکذیب تک کی گئی ہے۔

قال الهيثمى: وفيه أحمد بن ثابت ويلقب فرجونة وهو ضعيف (مجمع الزوائد، جزء ۱ صفحه ۱۷۱، تحت رقم الحديث ۳۰۳۷)

وقال ابن عساكر: قال ابوالعباس الطهرانى، كانوا لايشكون ان فرخويه كذاب (تاريخ دمشق لابن عساكر، تحت رقم الترجمة ۱۱۳۹۱)

وقال الرازى: احمد بن ثابت بن عتاب الرازى المعروف بفرخويه، روى عن عبد الرزاق وعمرو بن عثمان الرقى وعفان والنضر بن محمد الجرشى، سمع منه ابى، قال أبو محمد سمعت ابا العباس (بن ابى عبد الله) الطهرانى يقول كانوا لا يشكون ان فرخويه كذاب (الجرح والتعديل، جزء ۲ صفحه ۴۴، باب الثاء)

وقال المناوى: فيه أحمد بن ثابت الملقب فرخويه متهم (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۵۱۱)

[۳] أنبأنا الحريرى قال أنبأنا العشارى قال نا الدارقطنى قال حدثنا أحمد بن على بن سعيد قال نا إسحاق بن أبى إسحاق الصفار قال نا الصالح بن بيان نا المسعودى عن أبى حميد الحميرى عن أبيه عن عبد الله بن مسعود قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ":من قص أظفاره وأحد من شاربه كل يوم جمعة أدخل الله فيه شفاء وأخرج منه داء ."

قال الدارقطنى :تفرد به صالح بن بيان وهو متروك(العلل المتناهية فى الأحاديث الواهية لابن الجوزى، تحت رقم الحديث ۷۸۸، حديث فى قص الأظفار يوم الجمعة)

(۱۳)...... ایک حدیث میں مسلمان کو جمعہ کے دن احرام والے شخص کی طرح قرار دیا گیا ہے، اور اس کو نمازِ جمعہ پڑھنے تک ناخن اور بال کاٹنے سے منع کیا گیا ہے۔

مگر یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے انتہائی کمزور ونا قابلِ اعتبار معلوم ہوتی ہے۔ [۱]

(۱۴)...... ایک حدیث میں غسل کرنے اور اچھا لباس پہننے اور خوشبو لگانے کو جمعہ کے دن اور فاضل بال اور ناخن کاٹنے کو جمعرات کے دن اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جس کی سند کو اہلِ علم حضرات نے بعض مجہول راویوں اور متن کے منکر ہونے کی وجہ سے غیر معمولی ضعیف اور منکر قرار دیا ہے۔ [۲]

---

[۱] أنبأنا أبو منصور القزاز قال نا أبو بكر بن ثابت قال نا عبد العزيز بن محمد بن نصر الستورى قال نا إسماعيل بن محمد الصفار قال نا قيس بن إبراهيم بن قيس الطوابيقى قال حدثنى جعفر بن محمد الجشمى قال حدثنى محمد (ابن علي) بن خلف قال حدثنى عبد الصمد بن على بن عبد الله بن العباس عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ":مثل المؤمن يوم الجمعة كمثل المحرم لا يأخذ من شعره ولا من أظفاره حتى يقضى الصلاة قلت متى أتهيأ للجمعة قال يوم الخميس."

قال المؤلف: هذا حديث لا يصح وفيه ابن خلف.

قال ابن عدى: البلاء منه(العلل المتناهية فى الأحاديث الواهية لابن الجوزى، تحت رقم الحديث ۷۸۹، حديث فى المنع من قص الأظافر يوم الجمعة)

[۲] قال ابن حجر: ولم يثبت أيضا فى استحباب قص الظفر يوم الخميس حديث وقد أخرجه جعفر المستغفرى بسند مجهول ورويناه فى مسلسلات التيمى من طريقه وأقرب ما وقفت عليه فى ذلك ما أخرجه البيهقى من مرسل أبى جعفر الباقر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستحب أن يأخذ من أظفاره وشاربه يوم الجمعة وله شاهد موصول عن أبى هريرة لكن سنده ضعيف أخرجه البيهقى أيضا فى الشعب وسئل أحمد عنه فقال يسن فى يوم الجمعة قبل الزوال وعنه يوم الخميس وعنه يتخير وهذا هو المعتمد أنه يستحب كيف ما احتاج إليه(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۰ ص۳۴۶، قوله باب قص الشارب)

وقال المنلا على القارى: وفى حديث ضعيف: يا على! قص الأظفار، وانتف الإبط، واحلق العانة يوم الخميس، والغسل والطيب واللباس يوم الجمعة. قيل: ولم يثبت فى قص الظفر يوم الخميس حديث، بل كيفما احتاج إليه، ولم يثبت فى كيفيته، ولا فى تعيين يوم له شىء وما يعزى من النظم فى ذلك لعلى أو غيره باطل. ذكره ابن حجر(مرقاة المفاتيح، ج۷ص۲۸۱۵، كتاب اللباس، باب الترجل)

وقال أبو الفيض المكى: كذلك أنا أبو عبد الله بن موسى بن الحسن كذلك أنا أبو الفضل بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال بعض فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کے دن کوئی عذر نہ ہو، تو جمعہ کی نماز سے پہلے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العباس الكوفى كذلك أنا الحسين بن هارون الضبى كذلك أنا عمر بن حفص كذلك أنا أبى حفص بن غياث كذلك أنا جعفر بن محمد كذلك أنا أبى محمد بن على كذلك أنا أبى على بن الحسين كذلك أنا أبى الحسين بن على كذلك أنا أبى على بن أبى طالب رضى الله عنه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقلم أظفاره يوم الخميس ثم قال يا على قص الظفر ونتف الإبط وحلق العانة يوم الخميس والغسل والطيب واللباس يوم الجمعة.

قال ابن الطيب أخرجه التيمى فى مسلسلاته والديلمى فى مسند الفردوس مسلسلا ونبه عليه الجلال وغيره وصرح السخاوى فى الجواهر بأنه ضعيف رجاله لا يعرفون ونقل عن شيخه الحافظ ابن حجر أنه لم يثبت فى استحباب قص الأظفار يوم الخميس شىء والله أعلم انتهى(العجالة فى الأحاديث المسلسلة، ج ا ص ۳۰، المسلسل بقص الأظفار يوم الخميس)

وقال محمد بن محمد درويش: خبر " :قص الظفر ونتف الإبط وحلق العانة يوم الخميس، والغسل والطيب واللباس يوم الجمعة ."فيه ضعيف، ويروى مسلسلا بيوم الخميس، وقص الظفر سنة، ولم يصح فيه تعيين يوم لا كيفية(اسنى المطالب فى احاديث مختلفة المراتب، رقم الحديث ۹۹۳)

وقال الالبانى:(يا على !قص الظفر ونتف الإبط وحلق العانة يوم الخميس، والغسل والطيب واللباس يوم الجمعة). منكر.

أخرجه أبو القاسم التميمى فى "جزء فيه أحاديث مسلسلات "(ق ۱/۲)وعبد الله بن أبى الفتح الجوينى فى "المسلسلات "(ق ۱/۱٦) والديلمى فى "مسند الفردوس ۳/ ۱ ۲٦"لغرائب الملتقطة) ، والجزرى فى "الأحاديث المسلسلة "، والكازرونى فى "مسلسلاته ا۔ ۲/۱۲۲ " والمرتضى الزبيدى فى "إتحاف السادة المتقين(۲/ ۴۱۴)"من طريق عبد الله بن موسى بن الحسن قال :رأيت الفضل بن العباس الكوفى :رأيت الحسين بن هارون الضبى :رأيت عمر بن حفص بن غياث :رأيت أبى :رأيت جعفر بن محمد :رأيت أبى :رأيت أبى الحسين بن على قال: رأيت أبى على بن أبى طالب يقلم أظفاره يوم الخميس، ويقول :رأيت رسول الله -صلى الله عليه وسلم - يقلم أظفاره يوم الخميس وقال ... :فذكره.

قلت :وهو مسلسل بقول كل راو " :يقلم أظفاره يوم الخميس "، فاختصرته تبعا للحافظ فى "الغرائب"، وقال فى "الفتح(۱۰/ ۳۴٦)"أخرجه جعفر المستغفرى بسند مجهول."

ونقل الزبيدى عنه أنه قال فى "الجواهر المكللة":"هذا حديث ضعيف؛ انفرد به عبد الله بن موسى، وهو أبو الحسن السلامى، كان أبو عبد الله بن منده سيىء الرأى فيه .وقال الحاكم :إنه كتب عمن دب ودرج من المجهولين وأصحاب الزوايا، وفو رواياته -كما قال الخطيب -غرائب ومناكير وعجائب."

قلت :وتمام كلام الخطيب فى "التاريخ(۱۰/ ۱۴۹)"وما أراه كان يعتمد الكذب فى فضله ."قلت: ولذلك كله -ولما عرفت من حاله -كتب الحافظ الذهبى بخطه على نسخة "المسلسلات" للتميمى":حديث منكر."(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۳۲۳۹)

مونچھیں اور زیرِ بغل وزیرِ ناف بال اور ناخن کاٹنا مستحب ہے، اور ان چیزوں کو چالیس دن سے زیادہ تک کاٹے بغیر چھوڑے رکھنا مکروہ وممنوع ہے۔ [1]

پھر راجح یہ ہے کہ جمعہ کے دن یہ کام جمعہ کی نماز سے پہلے کرنا افضل ہے، جمعہ کی نماز کے بعد افضل نہیں۔ [2]

---

[1] ثالثا :الأخذ من الشارب يوم الجمعة:
ذهب الفقهاء إلى أنه يستحب لمن يريد حضور الجمعة تحسين هيئته بقص الشارب وغير ذلك من الأمور المندوبة فى ذلك اليوم،لحديث عبد الله بن عمرو بن العاص -رضى الله تعالى عنهما - الذى رواه البغوى، وقد سبق؛ ولأن الجمعة من أعظم شعائر الإسلام فاستحب أن يكون المقيم لها على أحسن وصف، وإظهارا لفضيلة يوم الجمعة فإنه كما جاء فى الحديث سيد الأيام .
وذهب جمهور الفقهاء إلى أن الأخذ من الشارب يكون قبل حضور صلاة الجمعة، ولكن الحنفية قالوا :إن حلق الشعر يوم الجمعة بعد الصلاة أفضل لتناله بركة الصلاة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ ص ۳۲۲،۳۲۳، مادة "شارب")
الشعر :يسن الامتشاط غبا كالادهان، ويفعله كل يوم لحاجة لخبر أبى قتادة عند النسائى .واللحية كالرأس فى ذلك.ويسن قص الشارب وإعفاء اللحية ونتف الإبط، لأنها من خصال الفطرة فى الحديث السابق .ويكون ذلك مع تقليم الأظفار وحلق العانة يوم الجمعة، وقيل :يوم الخميس، وقيل :يخير .ويدفن الشعر والظفر والدم، لما ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم .
ويفعل ما ذكر كل أسبوع، لأن النبى صلى الله عليه وسلم كان يأخذ أظفاره وشاربه كل جمعة فالأفضل أن يقلم أظفاره ويحفى شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال فى كل أسبوع مرة(الفِقْهُ الإسلامى وأدلتهُ للزحيلى، ج ا ص ۴۶۵،الباب الاول، الفصل الرابع، المبحث الثانى)
ويستحب قلم اظافيره يوم الجمعة (تنوير الابصار مع ردالمحتار، ج۶ص ۴۰۵، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع)

[2] صنیع شامی رحمہ اللہ سے ترجیح اسی کو معلوم ہوتی ہے کہ تقلیمِ اظفار وغیرہ قبل جمعہ ہونا چاہیے، تاکہ موافق ہوجاوے حدیث کے، نیز غسل کا پہلے مسنون ہونا بھی اسی کو مقتضی ہے(فتاوٰی دارالعلوم مدلل ومکمل، جلد۵ صفحہ ۸۰)
سوال: ناخن کٹوانا، حجامتِ خط بنوانا وغیرہ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد افضل لکھا ہے(غایۃ الاوطار عن الاشباہ) بہشتی گوہر، صفائی معاملات میں قبل جمعہ بہتر لکھا گیا(اور یہی قیاس ہے) اختلاف کی وجہ کیا ہے، اور عمل کس پر کیا جاوے یا تاویل کیا ہے؟
الجواب: شامی نے بعد الجمعہ کے قول پر اعتراض کیا ہے۔وهو مخالف لما نذكره قريباً فى الحديث.
پھر آگے حدیث بیہقی کی نقل کی ہے، جس میں قبل ان يروح الى الصلاة مصرّح ہے، پس ترجیح قبل الجمعہ کو ہوئی (امدادالفتاویٰ جلد۴ صفحہ ۲۲۹، ۲۳۰)

(۵)...... جمعہ کے دن مساجد میں خوشبو کی دُھونی دینے کا حکم

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ تم مسجدوں کو جمعہ کے دن خوشبو کی دھونی دیا کرو (ابنِ ماجہ) [1]

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اہلِ علم حضرات کے نزدیک یہ حدیث شدید ضعیف ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا أحمد بن يوسف السلمي، حدثنا مسلم بن إبراهيم، حدثنا الحارث بن نبهان، حدثنا عتبة بن يقظان، عن أبي سعيد، عن مكحول عن واثلة بن الأسقع، أن النبي - صلى الله عليه وسلم -قال" :جنبوا مساجدكم صبيانكم، ومجانينكم، وشراركم، وبيعكم، وخصوماتكم، ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم، وسل سيوفكم، واتخذوا على أبوابها المطاهر، وجمروها في الجمع "(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۷۵۰، السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۲۰۲۶۸)

[2] قال البيهقي: العلاء بن كثير هذا شامي ,منكر الحديث وقيل :عن مكحول ,عن يحيى بن العلاء ,عن معاذ مرفوعا، وليس بصحيح (السنن الكبرىٰ للبيهقي، حواله بالا)

و قال شعيب الانوؤط: إسناده ضعيف جدا، الحارث بن نبهان متروك، وعتبة بن يقظان ضعيف، وأبو سعيد -وهو الشامي -مجهول.وأخرجه عمر بن شبة في "تاريخ المدينة المنورة ۱/۳۵"، والطبراني في "الكبير(۲۲/۱۳۶)"وفي "الشاميين(۳۳۸۵)"من طريق الحارث بن نبهان، بهذا الإسناد .وسمى الطبراني في "الشاميين "أبا سعيد عبد القدوس بن حبيب، وهذا يخالف صنيع المزي، وعبد القدوس قال الذهبي في "المغني :"تركوه.

وأخرجه العقيلي ۳/۳۴۷-۳۴۸، والطبراني في "الكبير(۷۶۰۱)"وابن عدي في ترجمة العلاء بن كثير من "الكامل۵/۱۸۶۱"، والبيهقي ۱۰/۱۰۳، وابن الجوزي في "العلل المتناهية ۱/۴۰۲-۴۰۳ "من طريق أبي نعيم عبد الرحمن بن هانئ النخعي، عن العلاء بن كثير الشامي، عن مكحول، عن أبي الدرداء وأبي أمامة وواثلة بنحوه .قلنا :والعلاء بن كثير الشامي متروك، فلا يفرح بمتابعته.

وأخرجه عبد الرزاق(۱۷۲۶)وإسحاق بن راهويه في "مسنده "كما في "تخريج أحاديث الكشاف "للزيلعي ۱/۳۲۴، والطبراني (۲۰/۳۶۹)من طريق محمد بن مسلم الطائفي عن عبد ربه بن عبد الله الشامي، عن يحيى بن العلاء ، عن مكحول، عن معاذ بن جبل مرفوعا .وليس في إسناد عبد الرزاق وابن راهويه :يحيى بن العلاء وهو متروك متهم، ومكحول لم يدرك معاذا.

وفي الباب عن أبي هريرة عند ابن عدي في "الكامل۴/۱۴۵۳-۱۴۵۴ "ولا يصح.

وعن ابن مسعود أورده صاحب "نصب الراية۲/۴۹۲ "وضعفه.

وقال العجلوني: (جنبوا مساجدكم صبيانكم) قال البزار لا أصل له ، وتعقبه في المقاصد بأن ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بسندِ ضعیف روایت ہے کہ وہ ہر جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔ ۱

جس کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مسجد میں خوشبو کی دھونی دینا مستحب ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ماجه رواه مطول عن واثلة رفعه بلفظ جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراء كم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم ، وإقامة حدودكم وسل سيوفكم ، واتخذوا على أبوابها المطاهر ، وجمروها في الجمع ، وسنده ضعيف لكن له شاهد عند الطبراني في الكبير والعقيلي وابن عدى سند فيه العلاء بن كثير ضعيف أيضا عن أبي إمامة وأبي الدرداء وواثلة قالوا سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وذكره بلفظ مساجدكم ، لكن بدون شراء كم وبيعكم ، ولابن عدى عن أبي هريرة رفعه جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وفي سنده عبد الله بن محرر -بمهملات بوزن محمد -ضعيف (كذافي كشف الخفاء للعجلوني، تحت رقم الحديث ١٠٧٧)

۱ حدثنا وكيع ، قال :حدثنا العمري ، عن نافع ، عن ابن عمر ، أن عمر بن الخطاب كان يجمر المسجد في كل جمعة(مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ٧٥٢٣؛ مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ١٩٠)

فی حاشية مسند ابی یعلیٰ: اسنادہٗ ضعیف.

وقال الهيثمي: رواه أبو يعلى وفيه عبد الله بن عمر العمرى، وثقه أحمد وغيره، واختلف في الاحتجاج به (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٩٦٠، باب إجمار المسجد)

(مالک عن نعيم بن عبد الله المجمر)وهو نعيم بن عبد الله المجمر مولى عمر بن الخطاب كان أبوه عبد الله يجمر المسجد إذا قعد عمر على المنبر وقد قيل إنه كان من الذين كانوا يجمرون الكعبة والأول أصح والله أعلم لأنه كان مولى عمر وكان يجمر له مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم ونعيم أحد ثقات أهل المدينة وأحد خيار التابعين بها قال مالک جالس نعيم المجمر أبا هريرة عشرين سنة ذكره الحلواني في كتاب المعرفة عن سعدى بن أبي مريم عن مالک لمالک عن نعيم هذا في الموطأ ثلاثة أحاديث مسندة ومن الموقوفات حديثان تتمة خمسة وهي كلها عندنا صحاح مسندة وكان نعيم يوقف كثيرا من حديث أبي هريرة مما يرفعه غير من الثقات (التمهيد لابن عبدالبر ج١٦، ص١٧٧، باب النون، نعيم بن عبدالله، الحديث الاول)

۲ قال ابن حجر :وبه يعلم أنه يستحب تجمير المسجد بالبخور خلافا لمالک حيث كرهه، فقد كان عبد الله يجمر المسجد إذا قعد عمر رضى الله عنه على المنبر، واستحب بعض السلف تخليق المسجد بالزعفران والطيب، وروى عنه -عليه السلام -فعله، وقال الشعبي :هو سنة، وأخرج ابن أبي شيبة أن ابن الزبير لما بنى الكعبة طلى حيطانها بالمسک، وأنه يستحب أيضا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ جمعہ کے دن غسل کرنا، اچھا لباس پہننا اور خوشبو لگانا سنت و مستحب ہے، اور بہت سے حضرات کے نزدیک جمعہ کے دن مونچھوں، بغلوں اور زیرِ ناف کے بالوں اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کاٹنا بھی مستحب ہے، اور اگر بسہولت ممکن ہو، تو جمعہ کے دن مساجد کو خوشبو کی دھونی دینا مثلاً اگربتی جلانا بھی بہتر ہے۔

ملحوظ رہے کہ آج کل بعض لوگ جمعہ کے دن کپڑے دھونے کو مکروہ ومعیوب یا منحوس خیال کرتے ہیں۔

جبکہ شرعاً ایسی کوئی بات ثابت نہیں، لہٰذا ایسا عقیدہ اور خیال کرنا مناسب نہیں۔

اور ضرورت پڑنے پر جمعہ کے دن کپڑے دھونا شرعاً جائز ہے، اور اس میں کوئی ممانعت اور نحوست وغیرہ نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کنس المسجد وتنظيفه، وقد روى ابن أبى شيبة، أنه -عليه السلام -كان يتتبع غبار المسجد بجريدة(مرقاة المفاتيح، ج ۲ ص ۶۰۴، كتاب الصلاة ،باب المساجد ومواضع الصلاة)

تطييب المساجد مشروع عندالجمهور ،قال الزركشي:يستحب تجمير المسجد بالبخور ، وكان عبدالله بن المجمر يجمر المسجد اذا قعد عمر على المنبر، وانكر مالک تجمير المساجد، واستحب بعض السلف تخليق المساجد بالزعفران والطيب، وروى عنه صلى الله عليه وسلم فعله، وقال الشعبى: هو سنة وذكر ابن ابى شيبة عن ابنِ ابى نجيح ان ابن الزبير لما بنى الكعبة طلا حيطانها بالمسک (الموسوعة الفقهية الكويتية ج ۱۲، ص ۱۷۵، مادة "توسعة"، تطييب المساجد)

(فصل نمبر ۶)

جمعہ کے دن عمامہ پہننے کی فضیلت کی حیثیت

بعض روایات میں جمعہ کے دن عمامہ پہننے کی مختلف فضیلتوں کا ذکر آیا ہے، جن کو بعض لوگ بہت اہمیت دیتے ہیں، مگر ان روایات کو محدثین نے شدید ضعیف اور بے اصل قرار دیا ہے۔
ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ پہننے والوں کے لیے مغفرت کی دعاء کرتے ہیں۔ [۱]

مگر اس حدیث کو محدثین نے شدید ضعیف بلکہ من گھڑت قرار دیا ہے۔ [۲]

---

[۱] حدثنا عبد الرحمن بن معاوية العتبي، ثنا يوسف بن عدي، ثنا أيوب بن مدرك، عن مكحول، عن أبي الدرداء ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الله وملائكته يصلون على أصحاب العمائم يوم الجمعة(مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ۳۴۸۷، باب ماانتهى الينا من مسند مكحول الشامي، رقم الحديث ۳۴۸۷، حلية الاولياء، ج۵، ص ۱۸۹)

[۲] قال الهيثمي: ان الله وملا ئكته يصلون على اصحاب العمائم يوم الجمعة رواه الطبراني في الكبير وفيه ايوب بن مدرك قال ابن معين انه كذاب (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۷۵، ج۲ص ۱۷۶ ، باب اللباس للجمعة)

و قال ابن الجوزي:إن الله وملائكته يصلون على أصحاب العمائم يوم الجمعة ." هذا حديث لا أصل له، والحمل فيه على أيوب. قال أبو الفتح الازدي:هذا من وضع أيوب. قال العقيلي :ولا يتابع على هذا الحديث.قال يحيى بن معين :هو كذاب.وقال أبو حاتم والدارقطني :متروك............إن لله تعالى ملائكة موكلين بأبواب الجوامع يوم -القيامة -(الجمعة) يستغفرون لأصحاب العمائم البيض "قال الخطيب :يحيى بن شبيب يحدث عن حميد وغيره أحاديث باطلة .قال ابن حبان :يحدث عن الثوري بما لم يحدث به قط، لا يجوز الاحتجاج به(الموضوعات لابن الجوزي، ج۲ص ۱۰۵ ،وص ۱۰۶ ، كتاب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث یہ مروی ہے کہ جمعہ کے دن سفید عمامہ پہننے والوں کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

و قال ابن عراق الکنانی :إن اللہ عز وجل وملائکۃ یصلون علی أصحاب العمائم یوم الجمعۃ (طب) من حدیث أبی الدرداء وفیہ أیوب بن مدرک قال الأزدی ھذا من وضعہ(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ ج۲ ص۱۰۴، تحت رقم الحدیث ۸۱،کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی)

إن للہ ملائکۃ موکلین بأبواب الجوامع یوم الجمعۃ یستغفرون لأصحاب العمائم البیض (خط) من حدیث أنس وفیہ یحیی بن شبیب الیمانی، وقال السیوطی قال الذھبی فی المیزان ھذا الحدیث من وضع یحیی(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ ج۲ ص۸۱، تحت رقم الحدیث ۲۰، کتاب الصلاۃ، الفصل الاول)

إن صلاۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بغیر عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بغیر عمامۃ إن الملائکۃ یشھدون الجمعۃ متعممین ولا یزالون یصلون علی أصحاب العمائم حتی تغرب الشمس (می نجاکر) من حدیث ابن عمر قال الحافظ ابن حجر فی لسان المیزان ھذا حدیث منکر بل موضوع وفی سندہ من لم أعرفہ ولا أدری الآفۃ ممن؟ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ، جلد۲ صفحہ ۱۲۴، تحت رقم الحدیث ۱۳۹،کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث)

و قال السیوطی:إن اللہ عز وجل وملائکتہ یصلون علی أصحاب العمائم یوم الجمعۃ.

لا أصل لہ تفرد بہ أیوب قال الأزدی ھو من وضعہ کذبہ یحیی وترکہ الدارقطنی (قلت) اقتصر علی تضعیفہ الحافظان العراقی فی تخریج الإحیاء وابن حجر فی تخریج الرافعی واللہ أعلم(اللآلیٔ المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج۲ ص۲۵،کتاب الصلاۃ)

و قال ابن عدی: أیوب بن مدرک الحنفی.حدثنا محمد بن أحمد بن حماد، حدثنا العباس، حدثنا یحیی قال أیوب بن مدرک الحنفی لیس بشیء .وفی موضع آخر أیوب بن مدرک لم یکن بثقۃ وقد کتبنا عنہ. وفی موضع آخر أیوب بن مدرک کذاب. وقال النسائی أیوب بن مدرک یروی عن مکحول متروک الحدیث . حدثنا محمد بن الحسن بن قتیبۃ، حدثنا محمد بن آدم، حدثنا أبو المحیاۃ عن أیوب بن مدرک عن مکحول، عن أبی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال :إن اللہ وملائکتہ یصلون علی أصحاب العمائم یوم الجمعۃ . حدثنا ابن قتیبۃ، حدثنا محمد بن آدم، حدثنا أبو المحیاۃ عن أیوب بن مدرک عن مکحول عن عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی صلاۃ العصر فمر برکیۃ فیھا ماء فاطلع فیھا فسوی من لحیتہ ومن رأسہ فقالت عائشۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبغی للرجل إذا خرج إلی أصحابہ ان یھیء من لحیتہ ورأسہ فإن اللہ جمیل یحب الجمال.

ولأیوب بن مدرک أحادیث وعامۃ حدیثہ عن مکحول، وإذا روی عن مکحول فیکون مکحول عن صحابۃ ولم یدرکھم مثل من ذکرتہ أبو الدرداء وعائشۃ وغیرھما مثل واثلۃ بن الأسقع، وأبو أمامۃ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ فرشتے جامع مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہوکر،
سفید عمامہ پہننے والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔
مگران روایات کو بھی محدثین نے نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغيرهما وكذلك مراسيل. وأيوب بن مدرك فيما يرويه عن مكحول وغيره يتبين على رواياته أنه ضعيف. قال الشيخ :وهذان الحديثان منكران عن مكحول وروى أيوب هذا غير هذين الحديثين عن مكحول مناكير(الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى، ج۲ص۵،۶، تحت رقم الترجمة ۱۸۰)
و قال الالباني: إن الله عز وجل وملائكته يصلون على أصحاب العمائم يوم الجمعة ." موضوع.
رواه الطبراني في "الكبير"، ومن طريقه أبو نعيم في "الحلية (۵/۱۸۹ - ۱۹۰)"من طريق العلاء بن عمرو الحنفى حدثنا أيوب بن مدرك عن مكحول عن أبى الدرداء مرفوعا.
أورده ابن الجوزى فى "الموضوعات (۲/۱۰۵)"من هذا الوجه وقال :لا أصل له تفرد به أيوب، قال الأزدى :هو من وضعه كذبه يحيى وتركه الدارقطنى، وتعقبه السيوطى بقوله(۲/۲۷)اقتصر على تضعيفه الحافظان :العراقى فى "تخريج الإحياء "وابن حجر فى "تخريج الرافعي "، والله أعلم. قلت :وتقليدا منه لهما، وهو مجتهد عصره !، أورده فى "الجامع الصغير !"
وقد تعقبه الشارح بقوله بعد أن ذكر قول ابن الجوزى السابق :ولم يتعقبه المؤلف بشيء سوى أنه اقتصر على تضعيفه العراقى وابن حجر، ولم يزد على ذلك، وأنت خبير بما فى هذا التعقب من التعصب . قلت :وقال الهيثمى فى "المجمع (۲/۱۷۶)"بعد أن عزاه للطبرانى :وفيه أيوب بن مدرك قال ابن معين :إنه كذاب، ونقل هذا عنه الذهبى فى "الميزان "ثم ساق له هذا الحديث وفى "اللسان :"وقال العقيلى :يحدث بمناكير لا يتابع عليها، وقال فى حديث العمائم :لا يتابع عليه. قلت :والراوى عنه العلاء بن عمرو الحنفى متهم أيضا ومن أحاديثه الآتى عقب هذا بإذن الله.
ثم رأيت العقيلى قد أخرجه فى "الضعفاء "(ص ۴۲) من طريق يوسف بن عدى قال:
حدثنا أيوب بن مدرك به، ويوسف هذا ثقة من رجال البخارى، فبرئت ذمة العلاء بن عمرو منه وانحصرت التهمة فى شيخه أيوب بن مدرك، وأخرجه ابن عدى(۱۸/۱)من طريق ثالث عنه، وقال :وهذا الحديث منكر(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۱۵۹)

[۱] قال العسقلانى: يحيى بن شبيب اليمامى. عن الثورى.
قال ابن حبان :لا يحتج به بحال، يروى عن الثورى ما لم يحدث به قط . روى عنه محمد بن عاصم عن سُفيان، عَن حميد، عَن أَنس رضى الله عنه مرفوعا :من نجا أخاه من يدى سلطان نجاه الله من النار. وبه :من صام رمضان وأتبعه بست ...الحديث.
وروى سهل بن على الأهوازى عنه عن سُفيان، عَن حميد، عَن أَنس رضى الله عنه مرفوعا :انفلقت فى يدى تفاحة عن حوراء فقالت :أنا للمقتول ظلما عثمان .وهذا كذب. ومما وضع على حميد الطويل بإسناده رفعه :إن لله ملائكة يوم الجمعة يستغفرون لأصحاب العمائم البيض.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۳)...... حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث یہ مروی ہے کہ عمامہ کے ساتھ پڑھے جانے والا جمعہ بغیر عمامہ کے پڑھے جانے والے جمعہ کے مقابلے میں ستَّر گنا افضل ہے (ابنِ عساکر)

مگر محدثین اوراہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو بھی ناقابلِ اعتبار اور بے اصل قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الخطيب :روى أحاديث باطلة .انتهى(لسان الميزان للعسقلانى، تحت رقم الترجمة ۸۴۷۳)

و قال الالبانى: إن لله ملائكة موكلين بأبواب الجوامع يوم الجمعة يستغفرون لأصحاب العمائم البيض ." موضوع.

أخرجه الخطيب بإسناد الحديثين السابقين، وقد عرفت أنه من وضع يحيى بن شبيب اليمانى.

ومن طريق الخطيب ذكره ابن الجوزى فى "الموضوعات (۱۰۶/۲)"وقال :يحيى حدث عن حميد وغيره أحاديث باطلة.

وأيده السيوطى فى "اللآلىء (۲۷/۲) "فقال:قلت :قال فى "الميزان :"هذا مما وضعه على حميد، وأقره ابن عراق (۲۳۶/۲)

قلت :لكن وجدت له طريقا أخرى رواها أبو على القشيرى الحرانى فى "تاريخ الرقة "(ق ۳۸/۲)عن أبى يوسف محمد بن أحمد الصيدلانى، حدثنا العباس بن كثير أبو مخلد الرقى، حدثنا يزيد بن أبى حبيب عن ميمون بن مهران، عن سالم بن عبد الله بن عمر، عن أبيه مرفوعا، ذكره فى ترجمة العباس هذا ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا، وأبو يوسف الصيدلانى لم أجد من ترجمه، فهو أو شيخه آفة هذه الطريق، فإن من فوقهما ثقات، ولا يصح فى العمائم شىء غير أنه صلى الله عليه وسلم لبسها، وتقدم بعض أحاديثها برقم(۱۲۷ ـ ۱۲۹)(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۳۹۵)

[1] عن ميمون بن مهران قال دخلت على سالم بن عبد الله بن عمر فحدثنى وحدثته مليا ثم التفت إلى فقال يا أبا أيوب ألا أخبرك بحديث تحبه وتحمله عنى وتحدث به قال قلت بلى قال دخلت على ابى عبد الله بن عمر بن الخطاب وهو يتعمم فلما فرغ التفت إلى فقال أتحب العمامة قلت بلى قال فأحبها وأعربها تجل وتوقر وتكرم ولا يراك الشيطان ألا ولى سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول صلاة تطوع أو فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلاة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة اى بنى اعتم فإن الملائكة يشهدون يوم الجمعة معتمين فيسلمون على أهل العمائم حتى تغيب الشمس(تاريخ دمشق لابن عساكر، تحت رقم الترجمة ۴۳۹۹، " ذكر من اسمه عبدان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عمامہ پہننے یا عمامہ پہن کر، جمعہ کی نماز پڑھنے پر عجیب وغریب فضیلتیں مرتب ہونے سے متعلق احادیث وروایات مستند اور قابلِ اعتبار نہیں ہیں، لہٰذا ان کے مطابق عقیدہ نہیں بنانا چاہیے، اور نہ ہی جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے اس قسم کی عجیب وغریب فضیلتیں حاصل کرنے کی خاطر عمامہ پہننے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال المناوی: ”صلاة تطوع أو فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلاة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة“ ......(ابنِ عساكر) فی التاريخ (عن ابن عمر) بن الخطاب وعزاه ابن حجر الی الديلمی عن ابن عمر ايضاً ثم قال: انهٗ موضوع (فيض القدير الجزء الرابع، حرف الصاد، تحت رقم الحديث ۵۱۰۱)

و قال السيوطی:عن أنس مرفوعا :إن لله تعالى ملائكة موكلين بأبواب الجوامع يوم الجمعة يستغفرون لأصحاب العمائم البيض :يحيى حدث عن حميد وغيره أحاديث باطلة (قلت) قال فی الميزان :هذا مما وضعه على حميد والله أعلم(اللآلیٔ المصنوعة فی الاحاديث الموضوعة ج۲ ص۲۵، كتاب الصلاة)

و قال السخاوی: ومما لايثبت ماأورده الديلمی فی مسنده عن ابن عمر رفعه (صلاة بعمامة تعدل بخمس وعشرين صلاة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة) وفيه (ان الملائكة يشهدون الجمعة معتمين ويصلون علیٰ اهل العمائم حتى تغيب الشمس) وفی لفظ عنه ايضاً (جمعة بعمامة افضل من سبعين بلاعمامة وعنه وعن ابی هريرة معاً (ان لِلّٰهِ عزوجل ملائكة وقوفا بباب المسجد يستغفرون لاصحاب العمائم البيض) وعن جابر (ركعتان بعمامة افضل من سبعين بغيرها) وعن ابی الدرداء (ان الله وملائكته يصلون علیٰ اصحاب العمائم يوم الجمعة) (المقاصد الحسنة جلد ۱ صفحه ۴۲۶، حرف العين المهملة، تحت رقم الحديث ۷۱۷)

و قال الهيتمی: والخبر المذكور فی العمامة لم يثبت بل الظاهر أنه موضوع فقد حكم الحفاظ على حديث: ”صلاة بعمامة تعدل بخمس وعشرين صلاة، وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة“ وحديث ”الصلاة فی العمامة بعشرة آلاف حسنة“ بأنهما موضوعان باطلان؛ فلو ورد ذالک اللفظ لذكروه (الفتاویٰ الكبریٰ الفقهية، ج ۱، ص ۱۷۰، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

و قال المباركفوری : ومنها مارواه ابن عساكر والديلمی عن ابنِ عمر مرفوعا”صَلاةُ تَطَوُّعٍ اَوْفَرِيْضَةٍ بِعَمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً بِلاَ عَمَامَةٍ وَجُمُعَةٍ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ جُمُعَةً بِلاَ عَمَامَةٍ “قال المناوی:قال ابن حجر:موضوع وكذالک قال الشوكانی فی كتابه الفوائد المجموعة فی الاحاديث الموضوعه وفی الباب روايات اخریٰ ذكرها الشوكانی وغيره فی موضوعاتهم (تحفة الاحوذی ، ج۵، ص ۳۳۹، كتاب اللباس، باب فی سدل العمامة بين الكتفين، تحت رقم الحديث ۱۷۳۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اس طرح کے عقیدہ ونظریہ کے بغیر کوئی ویسے ہی مستحب سمجھتے ہوئے عمامہ پہنے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

و قال الالبانی: صلاة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلاة بغير عمامة، وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بغير عمامة، إن الملائكة ليشهدون الجمعة معتمين، ولا يزالون يصلون على أصحاب العمائم حتى تغرب الشمس ." موضوع.

أخرجه ابن النجار بسنده إلى محمد بن مهدى المروزى أنبأنا أبو بشر بن سيار الرقى حدثنا العباس بن كثير الرقى عن يزيد بن أبى حبيب قال :قال لى مهدى بن ميمون : دخلت على سالم بن عبد الله بن عمر وهو يعتم، فقال لى :يا أبا أيوب ألا أحدثك بحديث تحبه وتحمله وترويه؟ قلت :بلى، قال :دخلت على عبد الله بن عمر وهو يعتم فقال :يا بنى أحب العمامة، يا بنى اعتم تجل وتكرم وتوقر، ولا يراك الشيطان إلا ولى هاربا إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : فذكره، قال الحافظ ابن حجر فى "لسان الميزان(۳/۲۴۴) "هذا حديث موضوع ولم أر للعباس بن كثير فى "الغرباء "لابن يونس ولا فى "ذيله "لابن الطحان ذكرا، وأما أبو بشر بن سيار فلم يذكره أبو أحمد الحاكم فى "الكنى "وما عرفت محمد بن مهدى المروزى، ولا مهدى بن ميمون الراوى للحديث المذكور عن سالم وليس هو البصرى المخرج فى "الصحيحين "ولا أدرى ممن الآفة. ونقله السيوطى فى "ذيل الأحاديث الموضوعة "(ص ۱۱۰) وأقره وتبعه ابن عراق (۱۵۹/۲) ثم ذكر السيوطى أنه أخرجه ابن عساكر فى "تاريخه "من طريق عيسى بن يونس والديلمى من طريق سفيان بن زياد المخرمى كلاهما عن العباس بن كثير به. قلت :ثم ذهل عن هذا السيوطى فأورد الحديث فى "الجامع الصغير "من رواية ابن عساكر عن ابن عمر، وتعقبه المناوى فى شرحه بأن ابن حجر قال :إنه موضوع ونقله عنه السخاوى وارتضاه. قلت :ولو تعقبه بما نقله السيوطى نفسه فى "الذيل "عن ابن حجر كان أولى كما لا يخفى، وكلام السخاوى المشار إليه فى "المقاصد "(ص۱۲۴). ونقل الشيخ على القارى فى "موضوعاته "(ص ۵۱) عن المنوفى أنه قال: هذا حديث باطل. ثم تعقبه القارى بأن السيوطى أورده فى "الجامع الصغير " مع التزامه بأنه لم يذكر فيه الموضوع ونقل العجلونى نحوه عن النجم. قلت :وهذا تعقب باطل تغنى حكايته عن إطالة الرد عليه، وما جاء هم ذلك إلا من حسن ظنهم بعلم السيوطى، وعدم معرفتهم بما فى "الجامع الصغير "من الأحاديث الموضوعة التى نص هو نفسه فى غير "الجامع "على وضع بعضها كهذا الحديث وغيره مما سبق ويأتى، فكن امرء ا لا يعرف الحق بالرجال، بل اعرف الحق تعرف الرجال . وقد علمت مما سبق أن الحافظ ابن حجر إنما حكم بوضع هذا الحديث من قبل ما فيه من مبالغة فى الفضل لأمر لا يشهد له العقل السليم بمثل هذا الأجر، ولولا هذا لاكتفى بتضعيفه لأنه ليس فى سنده من يتهم(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۱۲۷)

(فصل نمبر ۷)

جمعہ کے دن صلاۃ التسبیح پڑھنا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور تابعی، حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّاهُ، أَلَا أُعْطِيكَ، أَلَا أَمْنَحُكَ، أَلَا أَحْبُوكَ، أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ، إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ، خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ، صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ، سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ، عَشْرَ خِصَالٍ: أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ، قُلْتَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، ثُمَّ تَرْكَعُ، فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَهْوِي سَاجِدًا، فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُودِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ، إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ، فَفِي عُمُرِكَ مَرَّةً

(سنن أبی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے چچا) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں آپ کو ایسی چیز کا عطیہ نہ کردوں، کیا میں آپ کو ایسی چیز نہ دے دوں؟ کیا میں آپ کو ایسی چیز ہبہ نہ کردوں؟ کیا میں آپ کے لئے ایسا کام نہ بتلادوں کہ جس میں دس خصلتیں ہیں، جب آپ اس عمل کو کرلیں گے تو اللہ آپ کے اول اور آخر، قدیم اور جدید گناہوں کو معاف فرمادے گا، خواہ وہ خطا کے طور پر سرزَد ہوئے ہوں، یا جان بوجھ کر سرزَد ہوئے ہوں (بالکل) چھوٹے ہوں یا (اُن سے) بڑے ہوں، خفیہ ہوں یا علانیہ ہوں، یہ دس خصلتیں ہیں، وہ عمل یہ ہے کہ آپ چار رکعت پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور (کسی) سورت کی قرائت کریں، پھر جب آپ پہلی رکعت کی قرائت سے فارغ ہوجائیں، اور ابھی آپ قیام کی حالت میں ہوں، تو پندرہ مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

ترجمہ: اللہ کی ذات ہر طرح کے عیب وسقم سے پاک ہے، اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

پھر جب آپ رکوع کریں تو رکوع کی حالت میں دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر آپ رکوع سے اپنا سر اٹھائیں تو (سجدہ میں جانے سے پہلے قومہ

[1] رقم الحدیث ۱۲۹۷، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ التسبیح، واللفظ لہ، سنن ابنِ ماجہ، رقم الحدیث ۱۳۸۷، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۱۹۲، الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاہین، رقم الحدیث ۱۰۵، سبعۃ مجالس من امالی ابی طاہر المخلص، رقم الحدیث ۳۰.
قال الحاکم: ہذا حدیث وصلہ موسی بن عبد العزیز، عن الحکم بن أبان وقد خرجہ أبو بکر محمد بن إسحاق، وأبو داود سلیمان بن الأشعث وأبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب فی الصحیح، فرووہ عن عبد الرحمن بن بشر وقد رواہ إسحاق بن إسرائیل، عن موسی بن عبد العزیز القنباری (مستدرک حاکم)

وقیام کی حالت میں) دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر آپ سجدہ میں چلے جائیں اور سجدہ کی حالت میں دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر آپ سجدہ سے اپنا سر اٹھائیں تو (جلسہ ونشست کی حالت میں) دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر آپ (دوسرا) سجدہ کریں، اور (سجدہ میں) دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر (دوسرے سجدہ سے) اپنا سر اٹھائیں، تو (نشست کی حالت میں) دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، تو یہ ہر رکعت میں پچھتّر کا عدد ہوگیا، آپ چار رکعتوں میں سے ہر رکعت میں اسی طرح کا عمل کریں۔

اگر آپ کو اس کی استطاعت ہو کہ آپ اس نماز کو ہر دن میں ایک مرتبہ پڑھ سکتے ہوں، تو آپ ہر دن میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اور اگر آپ ایسا نہ کرسکیں، تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیں، اور اگر آپ ایسا نہ کرسکیں تو ہر مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اور اگر آپ ایسا نہ کرسکیں تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اور اگر ایسا بھی نہ کرسکیں تو عمر میں ایک مرتبہ ہی پڑھ لیں (ابوداؤد، ابنِ ماجہ، حاکم)

فائدہ: صلاۃُ التسبیح کے بارے میں جو حدیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، اس کے متعلق اگرچہ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کی وجہ سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں، لیکن دیگر محقق حضرات نے فرمایا کہ اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں، کیونکہ صغیرہ گناہوں میں بھی آپس میں درجات ہیں، نیچے درجے والے گناہ کے مقابلے میں اوپر والے صغیرہ گناہ پر بعض اوقات کبیرہ گناہ کا اطلاق کردیا جاتا ہے۔

اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے قاعدہ یہی ہے کہ توبہ ضروری ہے، اور توبہ کی تفصیل اپنی جگہ طے شدہ ہے۔ [1]

---

[1] قوله " :صغيره "نـصب على البدلية -أيضاً -وكذا قوله " :سره "قوله " :عشر خصال " أى :هى عشر خصال، وهى أن تغفر له أولَ ذنبه وآخره وقديمه وحديثه وخطؤُه وعمده وصغيرُه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، سند کے لحاظ سے صحیح یا کم از کم حسن درجہ میں داخل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وكبيرُه وسره وعلانيتُه، وقد اندرج في هذا سائر أنواع الذنب، ولا يمكن أن يُقال فيه: المراد من الذنوب: الصغائر، لأنه صرح بغفران الكبيرة -أيضاً(شرح ابى داوٗد للعينى، ج۵ص ۱۹۹، باب صلاة التسبيح)

صغيره وكبيره ولعل المراد بالكبير ماهو من افراد الصغائر فان الصغائر فى افرادها تشكيك (بذل المجهود فى حل ابى داوٗد، ج۲ص ۲۷٦، باب صلاة التسبيح)

(صغيره وكبيره) قيل: المراد بالكبير ما هو من أفراد الصغائر، فإن الصغائر متفاوتة بعضها أكبر من بعض، والكبائر لا تغفر إلا بالتوبة(مرعاة المفاتيح، ج۴ص ۳۷۲، باب صلاة التسبيح)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن وله شواهد يصح بها. موسى بن عبد العزيز -وهو اليماني العدنى- فقد روى عنه جمع، وقال ابن معين والنسائى: لا بأس به، ووثقه ابن شاهين وذكره ابن حبان فى الثقات وقال: ربما أخطأ، وقول ابن المدينى فيه ضعيف مردود، لأنه جرح مبهم غير مفسر، وهو فى مقابل تعديل ابن معين والنسائى، وهما من هما فى التشدد والتوثيق. والحكم بن أبان هو العدنى وثقه ابن معين والنسائى والعجلى، وذكره ابن خلفون فى الثقات، ونقل توثيقه عن ابن نمير وأبى جعفر السَّبتى، وعلى بن المدينى وأحمد ابن حنبل، وصحح حديثه هذا ابن خزيمة (۱۲۱٦)وباقى رجاله ثقات.

وأخرجه ابن ماجه(۱۳۸۷)من طريق عبد الرحمن بن بشر، بهذا الإسناد.

وقد صحح هذا الحديث الإمام أبو داود فيما نقله عنه الحافظان صلاح الدين العلائى فى "النقد الصحيح "لما اعترض عليه من أحاديث المصابيح "ص ۳۰ـ ۳۱ وابن ناصر الدين الدمشقى فى "الترجيح لحديث صلاة التسبيح "ص ۳۹ـ ۴۰، وكذا صححه أبو بكر الآجرى فى "النصيحة" فيما نقله عنه ابن ناصر الدين. ونقل العلائى وابن ناصر الدين عن الإمام مسلم قوله: لا يروى فى هذا الحديث إسناد أحسن من هذا، وقال العلائى: إسناده جيد.

وصححه كذلك ابن منده وألف فيه كتاباً، والخطيب البغدادى وأبو سعد السمعانى وأبو موسى المدينى وغيرهم، نقل ذلك عنهم ابن علان فى "الفتوحات الربانية(۴/۳۱۰)"

وقد حسنه الحافظ المنذرى وابن الصلاح وتقط الدين السبكى، وولده تاج الدين، وابن حجر فى "الخصال المكفرة "و"أمالى الأذكار."

وقد اختلف فيه كلام الإمام النووى، فحسنه فى "الأذكار"، وفى "تهذيب الأسماء واللغات"، وقال فى "المجموع: "حديثها لا يثبت.

وقال المنذرى فى "الترغيب والترهيب ۱/۴٦۸ "وقد روى هذا الحديث من طرق كثيرة وعن جماعة من الصحابة، وأمثلها حديث عكرمة، وقد صححه جماعة منهم الحافظ أبو بكر الآجرى، وشيخنا أبو محمد عبد الرحيم المصرى، وشيخنا الحافظ أبو الحسن المقدسى، وانظر تمام الكلام على هذا الحديث فيما علقته على "العواصم والقواصم ۹/ ۱۴۱ ـ ۱۴۴ "(حاشية سنن ابى داوٗد)

بہت سے محدثین نے اس حدیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔

اور ’’حدیثِ حسن‘‘ کا درجہ ضعیف حدیث سے قوی اور صحیح سے کمزور ہوتا ہے، جبکہ صحیح حدیث کا درجہ حسن سے قوی ہوتا ہے۔

چنانچہ امام منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کئی سندوں سے اور کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور اُن میں حضرت عکرمہ کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ والی یہ سند زیادہ اچھی ہے، اور محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ [۱]

اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن ہے۔ [۲]

اور علامہ ابنِ ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سند عمدہ ہے۔ [۳]

---

[۱] قال الحافظ وقد روى هذا الحديث من طرق كثيرة وعن جماعة من الصحابة وأمثلها حديث عكرمة هذا وقد صححه جماعة منهم الحافظ أبو بكر الآجرى وشيخنا أبو محمد عبد الرحيم المصرى وشيخنا الحافظ أبو الحسن المقدسى رحمهم الله تعالى وقال أبو بكر بن أبى داود سمعت أبى يقول ليس فى صلاة التسبيح حديث صحيح غير هذا وقال مسلم بن الحجاج رحمه الله تعالى لا يروى فى هذا الحديث إسناد أحسن من هذا يعنى إسناد حديث عكرمة عن ابن عباس وقال الحاكم قد صحت الرواية عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علم ابن عمه هذه الصلاة ثم قال حدثنا أحمد بن داود بمصر حدثنا إسحاق بن كامل حدثنا إدريس بن يحيى عن حيوة بن شريح عن يزيد بن أبى حبيب عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما قال وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم جعفر بن أبى طالب إلى بلاد الحبشة فلما قدم اعتنقه وقبل بين عينيه ثم قال ألا أهب لك ألا أسرك ألا أمنحك فذكر الحديث ثم قال هذا إسناد صحيح لا غبار عليه.

قال المملى رضى الله عنه وشيخه أحمد بن داود بن عبد الغفار أبو صالح الحرانى ثم المصرى تكلم فيه غير واحد من الأئمة وكذبه الدارقطنى(الترغيب والترهيب ج ا ص ۲۶۸، ۲۶۹)

[۲] هذا حديث حسن، أخرجه أبو داود، وابن ماجه، والحسن بن على المعمرى فى كتاب اليوم والليلة، عن عبد الرحمن بن بشر، فوقع لنا موافقة عالية، وزاد الحاكم أن النسائى أخرجه فى كتابه الصحيح، عن عبد الرحمن، ولم نر ذلك فى شىء من كتابه السنن لا الصغرى ولا الكبرى، وكذا قول ابن الصلاح أخرجه الأربعة، فإن الترمذى اقتصر على الإشارة إليه دون التخريج، وأخرجه الحاكم والمعمرى أيضا، من طريق بشر بن الحكم والد عبد الرحمن، عن موسى بالسند المذكور، والله أعلم(امالى الاذكار فى فضل صلاة التسبيح، ص ۱۲، المجلس الثانى)

[۳] وهذا الإسناد جيد، عبد الرحمن بن بشر احتج به الشيخان، وشيخه قال فيه يحيى بن معين: لا بأس به، وشيخه وثقه يحيى بن معين، وكان أحد العباد، وسكت عليه أبو داود فهو حسن أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ابنِ جوزی وغیرہ نے جو اس حدیث کو موضوع ومنگھڑت اور بے اصل قرار دیا ہے، بہت سے محدثین واہلِ علم حضرات نے اس کی تردید فرمائی ہے، اور اس پر کئے جانے والے شبہات کے معقول جوابات بیان فرمائے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صحيح عنده، لا جرم ذكره ابن السكن في (سننه الصحاح المأثورة) . قال الحافظ زكي الدين المنذري في موافقاته :وهذا الطريق أمثل طرقه .قال :وقد رويت هذه الصلاة من رواية العباس وأنس وأبي رافع مولى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وغيرهم مرفوعا وموقوفا، وفيها كلها مقال، وأمثلها ما تقدم(البدر المنير، ج۴ص ۲۳۶، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، الحديث الرابع عشر،خاتمة)

[1] قال السيوطي في شرح سنن أبي داود المسمى (بمرقاة الصعود)أفرط ابن الجوزي فأورد هذا الحديث في كتاب الموضوعات وأعله بموسى بن عبد العزيز، وقال إنه مجهول وقال الحافظ بن حجر في الخصال المكفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة أساء ابن الجوزي بذكر هذا الحديث في الموضوعات وقوله إن موسى مجهول لم يصب فيه فإن ابن معين والنسائي وثقاه، وقال ابن حجر في أماني الأذكار هذا الحديث أخرجه البخاري من جزء القراء ة خلف الإمام، وأبو داود وابن ماجة وابن خزيمة في صحيح والحاكم في مستدركه، وصححه والبيهقي وقالا ابن شاهين في الترغيب سمعت أبا بكر بن أبي داود يقول سمعت أبي يقول :أصح حديث في صلاة التسبيح هذا .قال: وموسى وثقه ابن معين وابن حبان وروى عنه خلق وأخرج له البخاري في جزء القراء ة وأخرج له في الأدب حديثا في سماع الرعد وببعض هذه الأمور ترتفع الجهالة وممن صحح هذا الحديث أو حسنه غير من تقدم ابن منده وألف في تصحيحه كتابا، والآجري والخطيب وأبو سعد السمعاني وأبو موسى المديني وأبو الحسن بن مفضل المنذري وابن الصلاح والنووي في تهذيب الأسماء واللغات وقال الديلمي في مسند الفردوس صلاة التسبيح أشهر الصلوات وأصحها إسنادا وروى البيهقي وغيره عن أبي حامد قال :كنت عند مسلم يعني ابن الحجاج ومعنا هذا الحديث، فسمعت مسلما يقول لا يروى بهذا الإسناد أحسن من هذا .وقال الترمذي :قد رأى ابن المبارك وغيره من أهل العلم صلاة التسبيح وذكروا لها فضلا وقال البيهقي كان عبد الله بن المبارك يصليها وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك تقوية للحديث المرفوع .قال الحافظ ابن حجر وأقدم من روى عن فعلها صريحا أبو الجوزاء من ثقات التابعية وثبت ذلك عند جماعة، ولحديث ابن عباس طرق، وتابع موسى عن الحكم بن أبان إبراهيم بن الحكم أخرجه ابن خزيمة وابن راهويه والحاكم وتابع عكرمة عن ابن عباس عطاء ومجاهد وورد أيضا من حديث العباس وابنه الفضل وأبي رافع وعبد الله بن عمر وابن عمر علي وجعفر ابن أبي طالب وابنه عبد الله وأم سلمة والأنصاري الذي أخرجه له أبو داود وسنده حسن، وقد قال أبو الحجاج المزي إن الأنصاري هذا جابر بن عبد الله .قال الحافظ ابن حجر والظاهر أنه أبو كبشة الأنماري، وقد نبهت على هذا في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جاننا چاہیے کہ یوں تو صلاۃ التسبیح ہر روز پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن روزانہ پڑھنا کیونکہ مشکل ہوتا ہے، اوراحادیث میں ہر روز، نہ پڑھنے کی صورت میں ہفتہ میں ایک دن پڑھ لینے کا ذکر کیا گیا ہے، اور جمعہ کا دن دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ بابرکت دن ہے، اس لئے بعض اہلِ علم حضرات نے ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھنے کی صورت میں صلاۃ التسبیح کو جمعہ کے دن پڑھ لینا بہتر قرار دیا ہے، جس کا مذکورہ حدیث میں بھی ذکر ہے، اوراگر کسی کو دوسرے کسی دن سہولت ہو، تو اس دن پڑھ لینے میں بھی حرج نہیں۔ [1]

صلاۃ التسبیح کی مزید تفصیل اور متعلقہ مسائل واحکام ہماری دوسری کتاب ''نفل وسنت نمازوں کے فضائل واحکام'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الكتاب الذى اختصرت فيه الموضوعات وهو اللآلء المصنوعة وفى النكت البديعات على الموضوعات بأبسط من هذا ويذكر فى التعليق الذى على الترمذى زيادة على هذا المختصر بل كل تعليق من تعاليق الكتب العشرة تبسط فى زيادة، وهى الموطأ ومسند الشافعى والكتب الستة والشمائل ومسند أبى حنيفة انتهى كلامه(الاثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة، ص۱۲۵، ۱۲۶، للعلامة عبدالحى اللكنوى)

[1] الذين قالوا باستحباب صلاة التسبيح أو جوازها راعوا فى الكيفية ما ورد فى الحديث من أنها أربع ركعات، وما يقال فيها من التسبيح والتكبير والتهليل والحوقلة بالأعداد الواردة ومواضعها وغير ذلك من الكيفية. وأضاف الشافعية أنها تصلى أربع ركعات لا أكثر، وبتسليم واحد إن كانت فى النهار وتسليمين إن كانت فى الليل. وأن الأفضل فعلها كل يوم مرة، وإلا فجمعة، وإلا فشهر، وإلا فسنة، وإلا ففى العمر مرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۱۵۱، مادة "صلاةُ التسبيح"، كيفية صلاة التسبيح ووقتها)

والأقرب من الاعتدال للمؤمن أن يصليها من الجمعة إلى الجمعة، وهذا الذى كان عليه حبر الأمة وترجمان القرآن عبد الله بن عباس رضى الله عنهما، فإنه كان يصليها عند الزوال يوم الجمعة (مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۹۶، باب التطوع)

(فصل نمبر۸)

جمعہ کے دن مختلف سورتوں اور دعاؤں کے احکام

جمعہ کے دن اور رات میں احادیث وروایات میں مختلف قسم کی سورتوں اور مختلف اَذکار واَوراد پڑھنے کا ذکر آیا ہے، جن کے پیشِ نظر جمعہ کے دن ذکرواذکار کی کثرت مستحب ہے۔ [۱]

ذیل میں جمعہ کے دن یارات سے متعلق احادیث وروایات میں وارد مختلف سورتوں، دعاؤں اور اذکار اور ان کی اسنادی حیثیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)...... بروز جمعہ نمازِ فجر میں الٓمّٓ سجدہ ودھر پڑھنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَءُ فِی الصُّبْحِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِ"الٓمّٓ تَنْزِیْلُ" فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَفِی الثَّانِیَۃِ "ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا (مسلم) [۲]

---

[۱] اور رات چونکہ بعض جہات سے دن کے تابع ہوتی ہے، اس لئے جمعہ کی رات میں بھی ذکر کی کثرت مستحب ہے۔ چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں کہ:

یستحب أن یکثر فی یومھا ولیلتھا من قراء ۃ القرآن والأذکار والدعوات، والصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ویقرأ (سورۃ الکھف) فی یومھا. قال الشافعی رحمہ اللہ فی کتاب "الأم": وأستحب قراء تھا فی لیلۃ الجمعۃ (الاذکار النوویۃ، ج۱، ص ۱۶۹، کتاب الاذکار فی صلوات مخصوصۃ، باب الاذکار المستحبۃ یوم الجمعۃ ولیلتھا والدعاء)

ترجمہ: اور مستحب ہے جمعہ کے دن اور رات میں قرآن مجید کی تلاوت کی کثرت کرنا اور اذکار کی کثرت کرنا اور دعاء کی کثرت کرنا اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی کثرت کرنا اور مستحب ہے جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرنا، امام شافعی رحمہ اللہ نے کتابُ الام میں فرمایا کہ میں جمعہ کی رات میں بھی سورہ کہف کی تلاوت کرنے کو مستحب سمجھتا ہوں (اذکار)

[۲] رقم الحدیث ۸۸۰ "۶۶" کتاب الجمعۃ، باب مایقرأ فی یوم الجمعۃ.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں سورہ الٓم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ دہر کی قرائت فرماتے تھے (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَانَ يَقْرَأُ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ :الٓمٓ تَنْزِيْلُ، وَهَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ الم تنزیل (یعنی سورہ سجدہ) اور ہل اتی علی الانسان (یعنی سورہ دہر) کی قرائت فرمایا کرتے تھے (ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: الٓمٓ تَنْزِيلُ السَّجْدَةَ، وَهَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ (سنن ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ الم تنزیل سجدہ (یعنی سورہ سجدہ) اور ہل اتی علی الانسان (یعنی سورہ دہر) کی قرائت فرمایا کرتے تھے (ابنِ ماجہ، مسند احمد، ابنِ حبان)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَانَ يَقْرَأُ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ

---

[1] رقم الحديث ۸۲۳، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب القراءة فى صلاة الفجر يوم الجمعة.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية ابنِ ماجه)

[2] رقم الحديث ۸۲۱، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب القراءة فى صلاة الفجر يوم الجمعة، مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۹۳؛ ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۸۲۰.

قال شعيب الارنؤوط:اسناده صحيح علىٰ شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

يَوْمَ الْجُمُعَةِ :الٓـمٓ تَنْزِيْلُ، وَهَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الٓم تنزیل (یعنی سورہ سجدہ) اور ھل اتیٰ علی الانسان (یعنی سورہ دہر) کی قرائت فرمایا کرتے تھے

(ابنِ ماجہ، طبرانی)

الٓمٓ سجدہ قرآن مجید کے اکیسویں سپارے میں ہے، اور سورہ دہر انتیسویں سپارے میں ہے، جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ الصلاۃ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، اور مذکورہ دونوں سورتوں میں انسان کی پیدائش اور قیامت کے قائم ہونے کا ذکر ہے، اس مناسبت سے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان دونوں سورتوں کی قرائت فرمایا کرتے تھے۔ [2]

اگر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مذکورہ سورتوں کی اس نیت سے قرائت کی جائے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا، تو باعثِ اجر وثواب ہے، لیکن ان کو لازم وضروری نہ سمجھا

---

[1] رقم الحديث ۸۲۴، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب القراء ة فى صلاة الفجر يوم الجمعة، المعجم الصغير للطبراني، رقم الحديث ۹۸۶.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية ابنِ ماجه)

وقال الهيثمي: قلت :هو عند ابن ماجه خلا قوله :يديم ذلك رواه الطبراني فى الصغير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۲۲)

[2] (أفضل الأيام) أى أيام الأسبوع .قال أبو البقاء :أصل أيام أيوام اجتمعت الواو والياء وسبقت الأولى بالسكون فقلبت الواو ياء وأدغمت الأولى فيها (عند الله) العندية للتشريف (يوم الجمعة) لما له من الفضائل التى لم تجتمع لغيره فمنها أن فيه ساعة محققة الإجابة وموافقته يوم وقفة المصطفى صلى الله عليه وسلم واجتماع الخلائق فيه فى الأقطار للخطبة والصلاة ولأنه يوم عيد كما فى الخبر لموافقته يوم الجمع الأكبر والموقف الأعظم يوم القيامة ومن ثم شرع الاجتماع فيه والخطبة ليذكروا المبدأ والمعاد والجنة والنار ولهذا سن فى فجره قراء ة سورتى السجدة وهل أتى لاشتمالهما على ما كان ويكون فى ذلك اليوم من خلق آدم والمبدأ والمعاد ولأن الطاعة الواقعة فيه أفضل منها فى سائر الأيام حتى أن أهل الفجور يحترمون يومه وليلته ولموافقته يوم المزيد فى الجنة وهو اليوم الذى يجتمع فيه أهلها على كثبان المسك فلهذه الوجوه فضلت وقفة الجمعة على غيرها لكن ما استفاض أنها تعدل اثنتين وسبعين حجة باطل لا أصل له كما بينه بعض الحفاظ (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۱۲۴۲، جزء ۲ صفحه ۲۸)

جائے، اور نہ ہی ایسا ہو کہ کبھی ان کے علاوہ کوئی دوسری سورت ہی نہ پڑھی جائے، لہٰذا دوسری سورتیں بھی کبھی کبھی پڑھ لینی چاہئیں۔ [1]

(۲)...... بروز جمعہ سورہ کہف پڑھنے کا حکم

جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی کئی روایات میں مختلف قسم کی فضیلت آئی ہے، جن میں سے بعض کی اسناد پر محدثین نے ضعیف وغیرہ ہونے کا حکم لگایا ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ

---

[1] في رواية مسلم من طريق إبراهيم بن سعد بن إبراهيم عن أبيه بلفظ: (الم تنزيل في الركعة الأولى، وفي الثانية (هل أتى على الإنسان).

ذكر ما يستفاد منه: قال ابن بطال: ذهب أكثر العلماء إلى القول بهذا الحديث، روى ذلك عن علي وابن عباس، واستحبه النخعي وابن سيرين، وهو قول الكوفيين والشافعي وأحمد وإسحاق. وقالوا: هو سنة، واختلف قول مالك في ذلك، فروى ابن وهب عنه أنه لا بأس أن يقرأ الإمام بالسجدة في الفريضة، وروى عنه أشهب: أنه كره للإمام إلا أن يكون من خلفه قليل لا يخاف أن يخلط عليهم. قلت: الكوفيون مذهبهم كراهة قراءة شيء من القرآن مؤقتة لشيء من الصلوات أن يقرأ سودة السجدة وهل أتى في الفجر كل جمعة. وقال الطحاوي، رحمه الله تعالى: معناه إذ رآه حتما واجبا لا يجزىء غيره، أو رأى القراءة بغيرها مكروهة، أما لو قرأها في تلك الصلاة تبركا أو تأسيا بالنبي، صلى الله عليه وسلم، أو لأجل التيسير فلا كراهة. وفي (المحيط): بشرط إن يقرأ غير ذلك أحيانا لئلا يظن الجاهل أنه لا يجوز غيره. وقال المهلب: القراءة في الصلاة محمولة على قوله تعالى: (فاقرؤا ما تيسر منه) (عمدة القاري، ج٦، ص١٨٥، باب ما يقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة)

قال الشافعية والحنابلة: يستحب أن يقرأ في صلاة الصبح يوم الجمعة الم السجدة و (هل أتى على الإنسان) نص عليه أحمد لما رواه أبو هريرة رضي الله عنه ": أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة (الم تنزيل) . . و (هل أتى على الإنسان)، قال أحمد: ولا أحب أن يداوم عليها لئلا يظن الناس أنها مفضلة بسجدة، ويحتمل أن يستحب المداومة عليها؛ لأن لفظ الخبر يدل عليه وقال الحنفية بندب قراءتهما أحيانا تبركا بالمأثور، وتكره مداومتهما لئلا يظن الجاهل أن غيرها لا يجوز، وإلى هذا ذهب أبو إسحاق وابن أبي هريرة من الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۵، ص۳۰۷، مادة "يوم")

اَلْجُمُعَةِ اَضَآءَ لَهٗ مِنَ النُّوْرِ مَابَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ (مستدرک حاکم) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لیتا ہے اس کے لئے اس جمعہ سے آنے والے جمعہ کے درمیان (پورے ہفتہ تک) ایک نور روشن رہے گا (حاکم)

بعض حضرات نے اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا اپنا قول قرار دیا ہے، لیکن کیونکہ کسی صحابی کی طرف سے ایسی بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر کہنا مشکل ہے، اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر اس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول بھی قرار دیا جائے، تب بھی یہ حکماً مرفوع حدیث یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا درجہ رکھتا ہے۔ [۲]

دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل روشن اور منور رہے گا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اس سورت کے پڑھنے کی برکت سے مرنے کے بعد ایک ہفتہ کی مقدار میں اس کی قبر میں خاص روشنی رہے گی۔ [۳]

---

[۱] رقم الحديث ۳۳۹۲، كتاب التفسير، تفسير سورة الكهف، السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۵۹۹۶؛ السنن الصغير للبيهقي، رقم الحديث ۶۰۶.
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبي: نعيم ذو مناكير.

[۲] قوله :ويستحب قراء ة سورة الكهف .انتهى.دليله -:ما رواه الحاكم والبيهقي من حديث أبي سعيد مرفوعاً : من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة اضاء له من النور مابين الجمعتين.
ورواه الدارمي وسعيد بن منصور موقوفاً .قال النسائي بعد أن رواه مرفوعاً وموقوفاً :وقفه أصح(التلخيص الحبير لابنِ حجر العسقلاني، تحت رقم الحديث ۶۸۳)
الحديث موقوف، ولا يصح مرفوعًا، كما قال النسائي وغيره."ثم قال في آخر بحثه" :لكن مثله لا يقال بالرأي، فله حكم الرفع."(ردالجميل في الذب عن ارواء الغليل لأبي عبد الرحمن عبد الله بن صالح العبيلان، ج ۱ ص ۱۹۳، الحديث الثاني والستون)

[۳] (وعن أبي سعيد أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة أضاء له النور) ، أي في قلبه أو قبره أو يوم حشره في الجمع الأكبر (ما بين الجمعتين) ، أي مقدار الجمعة التي بعدها من الزمان وهكذا كل جمعة تلا فيها هذه السورة من القرآن(مرقاة المفاتيح، ج ۴ ص ۱۴۸۹، كتاب فضائل القرآن)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی کی ایک مرفوع وموقوف حدیث میں جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کا ذکر اس طرح آیا ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهُ النُّوْرَ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (شعب الايمان للبيهقي) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لے اس کے لئے اس کی جگہ اور بیت العتیق (یعنی خانہ کعبہ) کے درمیان روشنی ہوجاتی ہے (بیہقی، دارمی)

اس حدیث کے بھی سند کے اعتبار سے موقوف (یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا اپنا قول) اور مرفوع (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد) ہونے میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٧٧٧، باب الصلاة، فض الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ليلة الجمعة ويومها، وفضل قراءة سورة الكهف، ورقم الحديث ٢٢٢٠، موقوفاً؛ السنن الصغير للبيهقي، رقم الحديث ٩٦٧، موقوفاً ومرفوعاً؛ سنن الدارمي، رقم الحديث ٣٤٥٠، موقوفاً.

[2] قال البيهقي: وهذا هو المحفوظ موقوف (شعب الايمان، تحت رقم الحديث ٢٢٢٠)

وقال الصنعاني: ورواه الدارمي في مسنده موقوفًا على أبي سعيد، ولفظه قال :من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة أضاء له من النور ما بينه وبين البيت العتيق وفي أسانيدهم كلها إلا الحاكم أبو هاشم يحيى بن دينار الرُّمَّاني والأكثرون على توثيقه، وبقية الإسناد ثقات، وفي إسناد الحاكم الذي صححه نُعَيم بن حماد صدوق يخطي كثيرًا (فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار للصنعاني، تحت رقم الحديث ١٩٧٠)

وقال المنذري: رواه النسائي والبيهقي مرفوعا والحاكم مرفوعا وموقوفا أيضا وقال صحيح الإسناد ورواه الدارمي في مسنده موقوفا على أبي سعيد ولفظه قال من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة أضاء له من النور ما بينه وبين البيت العتيق وأسانيدهم كلها إلا الحاكم أبو هاشم يحيى بن دينار الروماني والأكثرون على توثيقه وبقية الإسناد ثقات وفي إسناد الحاكم الذي صححه نعيم بن حماد ويأتي الكلام عليه وعلى أبي هاشم (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ١٠٩٧، الترغيب في قراءة سورة الكهف وما يذكر معها ليلة الجمعة ويوم الجمعة)

وقال حسين سليم أسد الداراني : إسناده صحيح إلى أبي سعيد وهو موقوف عليه (حاشية سنن الدارمي، حواله بالا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے والے کا اللہ تعالیٰ کے گھر ''بیتُ اللّٰہ'' سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال محمد بن محمد درويش الحوت الشافعي:خبر " :من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين ."رواه البيهقي وصححه الحاكم ورده الذهبي بأن فيه نعيم بن حماد له مناكير، وحسنه ابن حجر وفي رواية :أضاء له ما بينه وبين البيت العتيق، ولكن وقفها أصح من رفعها(اسنى المطالب، تحت رقم الحديث ۱۴۵۵)

وقال الالبانی: (حديث أبي سعيد في قراء ة سورة الكهف في يوم الجمعة "رواه البيهقي *صحيح. أخرجه البيهقي (۳/۲۴۹)من طريق الحاكم وهذا في "المستدرك(۲/۳۶۸) "من طريق نعيم بن حماد حدثنا هشيم أنبأ أبو هاشم عن أبي مجلز عن قيس بن عباد عن أبي سعيد الخدري أن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين "وقال الحاكم " :صحيح الإسناد ! "ورده الذهبي بقوله " :قلت :نعيم ذو مناكير ."قلت :لكنه لم يتفرد به ,فقد قال البيهقي " :ورواه يزيد بن مخلد بن يزيد عن هشيم ,وقال في متنه " :أضاء له من النور ما بينه وبين البيت العتيق ."ورواه سعيد بن منصور عن هشيم فوقفه على أبي سعيد ,وقال: ما بينه وبين البيت العتيق ."وبمعناه رواه الثوري عن أبي هاشم موقوفا ورواه يحيى بن كثير عن شعبة عن أبي هاشم بإسناده أن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :من قرأ سورة الكهف كما أنزلت كانت له نورا يوم القيامة ."قلت :ورواية هشيم الموقوفة رواها الدارمي أيضا(۲/۴۵۴)حدثنا أبو النعمان حدثنا هشيم حدثنا أبو هاشم به.قلت :وهذا سند صحيح رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين ,وأبو النعمان وإن كان تغير في آخره فقد تابعه سعيد بن منصور كما تقدم ,ثم هو وإن كان موقوفا ,فله حكم المرفوع ;لأنه مما لا يقال بالرأي كما هو ظاهر ,ويؤيده رواية يحيى بن كثير التي علقها البيهقي فإنها صريحة في الرفع ,وقد وصلها الحاكم (۱/۵۶۴)من طريق أبي قلابة عبد الملك بن محمد حدثنا يحيى بن كثير حدثنا شعبة به .وقال " :صحيح على شرط مسلم " ووافقه الذهبي .وقد تابعه يحيى بن محمد بن السكن حدثنا على بن كثير العنبري به مرفوعاً ولفظهما ":من قرأ سورة الكهف كما نزلت كانت له نورا يوم القيامة من مقامه إلى مكة ,ومن قرأ عشر آيات من آخرها ,ثم خرج الدجال لم يسلط عليه ,ومن توضأ ثم قال :سبحانك اللهم وبحمدك ,لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك ,كتب في رق ثم طبع بطابع فلم يكسر إلى يوم القيامة ."وقال الطبراني " :لم يروه عن شعبة إلا يحيى ."قلت :وليس كما قال فقد رواه عن شعبة مرفوعا روح بن القاسم كما نقله الشوكاني في "تحفة الذاكرين "عن الحافظ ,فهذا السند صحيح أيضا ,ولا يخدج في الحديث أنه لم يرد فيه بهذا السند ذكر الجمعة ,ما دام أنها وردت في السند السابق ,وقد تبين من قوله في هذا اللفظ "كانت له نورا يوم القيامة "أن النور المذكور في اللفظ السابق "ما بينه وبين البيت العتيق "أن ذلك يوم القيامة فلا اختلاف بين اللفظين ,والله أعلم.و للحديث شاهد عن ابن عمر نحوه ,رواه ابن مردويه في تفسيره بإسناد لا بأس به كما في "الترغيب(۱/۲۶۱) "(إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ۶۲۶، حديث أبي سعيد في قراء ة سورة الكهف في يوم الجمعة)

خاص نور کے واسطہ سے رشتہ قائم ہوجاتا ہے، جو ایمان کے پختہ اور اللہ تعالیٰ کا خاص قُرب حاصل ہونے کی نشانی ہے۔

بعض روایات میں سورہ کہف کی فضیلت کے ضمن میں جمعہ کے دن کا اور بعض میں جمعہ کی رات کا ذکر آیا ہے، اس لئے بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ جن روایات میں دن کا لفظ ہے، وہاں دن میں رات بھی داخل ہے، اور جن روایات میں رات کا لفظ ہے وہاں اس میں دن بھی داخل ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کسی بھی وقت پڑھنے سے ان شاءاللہ تعالیٰ حاصل ہوجائے گی۔ [1]

کنزُ العمال میں ابنِ مردویہ کے حوالہ سے اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی منقول ہے، مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرلے اس کے قدم کے نیچے سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہوجائے گا، جو قیامت کے دن روشنی دے گا، اور پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک اس کے (صغیرہ) گناہ معاف ہوجائیں گے“ [2]

اور اس حدیث کو بعض حضرات نے تو سند کے اعتبار سے قابلِ اعتبار قرار دیا ہے، لیکن بعض

---

[1] قال ابن حجر: ويمكن الجمع بأن المراد اليوم بليلته والليلة بيومها(نتائج الافكار لابنِ حجر، كتاب الأذكار فی صلوات مخصوصة، المجلس ۴۲۱)

وقال المناوی:قال الحافظ ابن حجر فی أماليه : كذا وقع فی روايات يوم الجمعة وفی روايات ليلة الجمعة ويجمع بأن المراد اليوم بليلته والليلة بيومها (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۹۳۲)

وقال المناوی ايضاً: (قارء سورة الكهف تدعى) أی تسمى (فی التوراة الحائلة) لأنها (تحول بين قارئها وبين النار) نار جهنم فتمنعه من دخولها وتخلصه من الزبانية بإذن ربها ويؤخذ من تعبيره بقارء أن المراد المواظب على قراء تها فی كل يوم أو فی كل ليلة لا من قرأها أحيانا ثم يترك ويحتمل أن المراد فی ليلة الجمعة ويومها لاستحباب قراء تها فيهما (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۵۹۹۹)

[2] من قرأ سورة الكهف فی يوم الجمعة سطع له نور من تحت قدمه إلى عنان السماء يضیء له يوم القيامة وغفر له ما بين الجمعتين ."(ابن مردويه) عن ابن عمر. (كنز العمال، رقم الحديث ۲۶۰۵)

حضرات نے اس کی سند کو کمزور، جبکہ بعض نے انتہائی کمزور قرار دیا ہے۔ ۱؎

۱؎ قال المنذری: رواه ابوبکربن مردویه فی تفسیره باسناد لاباس به (الترغیب والترهیب، تحت رقم الحدیث ۱۰۹۸، کتاب الجمعة الترغیب فی صلاة الجمعة والسعی إلیها وما جاء فی فضل یومها وساعتها)

وقال ابن حجر: عن ابن عمر رضی الله عنهما، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:(من قرأ یوم الجمعة سورة الکهف سطع له نورٌ من تحت قدمیه إلی عنان السماء یضیء له لیوم القیامة وغفر له ما بین الجمعتین) هکذا أخرجه الضیاء فی المختارة .ومقتضاه أنه عنده حسن، وفیه نظر .وکذا ذکر المنذری فی التغریب أنه لا بأس بإسناده .فإما خفی علیهما حال خالد بن محمد فقد تکلم فیه ابن منده.وإما مشیاه لشواهده.وأما حدیث معاذ بن أنس فأخرجه أحمد والطبرانی .وسنده ضعیف، ولیس مقیداً بیوم الجمعة (نتائج الأفکارفی تخریج أحادیث الأذکار، ج۵، ص ۴۲، کتاب الأذکار فی صلوات مخصوصة، المجلس ۴۲۱)

وقال ابن عراق الکنانی: وجاء من حدیث ابن عمر بلفظ :من قرأ سورة الکهف فی یوم الجمعة سطع له نور من تحت قدمه إلی عنان السماء یضء له یوم القیامة، وغفر له ما بین الجمعتین، " أخرجه ابن مردویه فی تفسیره من طریق محمد ابن خالد الختلی، وجاء ذکر مغفرة ما بین الجمعتین وزیادة ثلاثة أیام، من حدیث عائشة ولفظه ":من قرأ سورة الکهف یوم الجمعة غفر له ما بینه وبین الجمعة وزیادة ثلاثة أیام ومن قرأ الخمس الأواخر منها عند نومه بعثه الله أی اللیل شاء ، "أخرجه ابن مردویه فی تفسیره بسند ضعیف (تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة، تحت رقم الحدیث ۶۹، ج ۱، ص ۳۰۲)

وقال ابن الملقن:وعن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قرأ سورة الکهف فی یوم الجمعة سطع له نور من تحت قدمه إلی عنان السماء یضیء به یوم القیامة وغفر له ما بین الجمعتین رواه الضیاء فی أحکامه من حدیث ابن مردویه أحمد بن موسی بسند فیه لا أعرفه(تحفة المحتاج الیٰ ادلة المنهاج، تحت رقم الحدیث ۶۵۹، ج ۱، ص ۵۲۳)

وقال ابن کثیر:وهذا الحدیث فی رفعه نظر، واحسن احواله الوقف (تفسیر ابنِ کثیر،ج۵ص ۱۲۲، سورة الکهف)

وقال المناوی: عن ابن عمر یرفعه من قرأ یوم الجمعة سورة الکهف سطع له نور من تحت قدمیه إلی عنان السماء یضیء له إلی یوم القیامة وغفر له ما بین الجمعتین ففیه محمد بن خالد تکلم فیه ابن منده وغیره وقد خفی حاله علی المنذری حیث قال فی الترغیب :لا بأس به ویحتمل أنه مشاه لشواهده(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۸۹۳۲)

وقال الالبانی:وعن ابن عمر أن النبی صلی الله علیه وسلم قال" :من قرأ سورة الکهف فی یوم الجمعة سطع له نور من تحت قدمه إلی عنان السماء یضء له یوم القیامة وغفر له ما بین الجمعتین ." رواه ابن مردویه بسند لا بأس به"قلت :هکذا قال المنذری فی "الترغیب ۱/ ۲۶۱"وهو مردود بقول الحافظ ابن کثیر فی "التفسیر ۱/ ۷۰""إسناده غریب."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص سورہ کہف کو جمعہ کے دن پڑھ لے اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک بلکہ مزید تین دن کے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت: وذلک لأن فيه خالد بن سعيد بن أبى مريم وهو مجهول العدالة قال فى "التهذيب" بعد أن نقل عن ابن حبان أنه ذكره فى "الثقات"(تمام المنة فى التعليق على فقه السنة، تحت رقم الحديث ۴، باب من الجمعة)

محمد بن خالد الختلى.قال ابن الجوزى فى الموضوعات: كذبوه.

روى عن كثير بن هشام حديث يتجلى لأبى بكر خاصة.

قال ابن مندة: صاحب مناكير.ويروى عن شعيب بن حرب.

إسماعيل بن أبى خالد المقدسى، حدثنا محمد بن خالد المقدسى، حدثنا محمد بن خالد البصرى، حدثنا خالد بن سعيد بن أبى مريم، عن نافع، عن ابن عمر -مرفوعاً:

من قرأ سورة الكهف فى يوم الجمعة سطع له نور من تحت قدمه إلى عنان السماء يضيئ به يوم القيامة، وغفر له ما بين الجمعتين(ميزان الاعتدال، تحت رقم الترجمة ۷۴۷۰)

محمد "بن خالد الختلى قال ابن الجوزى فى الموضوعات كذبوه روى عن كثير بن هشام يتجلى لأبى بكر خاصة قال ابن مندة: صاحب مناكير ويروى عن شعيب بن حرب إسماعيل بن أبى خالد المقدسى حدثنا محمد بن خالد المقدسى ثنا محمد بن خالد البصرى ثنا خالد بن سعيد بن أبى مريم عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما مرفوعا من قرأ سورة الكهف فى يوم الجمعة سطع له نور من تحت قدمه إلى عنان السماء يضيىء له نور يوم القيامة وغفر له ما بين الجمعتين انتهى وأعاده مختصرا فقال: هو محمد بن حلى تحرر الختلى عن محمد بن خالد كذبوه فتحرر أبوه وقال فى تلخيص المستدرك عقب الحديث المذكور أحسب محمد بن خالد وضعه (لسان الميزان، تحت رقم الترجمة ٦١٥)

وأما اللفظ الذى ذكره ابن القيِّم رحمه الله، وهو " :من قَرَأَ سورة الكهف يوم الجمعة، سَطَعَ له نورٌ من تحتِ قدمه إلى عنان السماء يضىء به يوم القيامة، وغُفِرَ له ما بين الجمعتين ."فليس هذا من حديث أبى سعيد كما هو المتبادر من كلام ابن القيِّم، وإنما هو من حديث ابن عمر رضى الله عنهما.

وقد عزاه ابن كثير فى (تفسيره إلى ابن مردويه، فقال " :وروى الحافظ أبو بكر بن مردويه فى تفسيره -بإسناد له غريب -عن خالد بن سعيد بن أبى مريم، عن نافع، عن ابن عمر رضى الله عنهما، أنه قال "...فذكره، وقال" :وهذا الحديث فى رفعه نظر، وأحسن أحواله الوقف."

وأورده المنذرى فى (الترغيب والترهيب)، قال ..." :بإسناد لا بأس به."

وترجيحُ الحافظ ابن كثير كونه موقوفاً لا يضره، بل يُقال فيه ما قيل فى حديث أبى سعيد المتقدم: من أنه موقوف له حكم الرفع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جاتے ہیں اور جو شخص اس سورت کی آخری پانچ آیتوں کو سوتے وقت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو جس وقت وہ چاہے گا نیند سے بیدار فرما دیں گے، اور وہ عظیم سورت سورہ کہف ہے۔

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کو سند کے اعتبار سے بعض حضرات نے ضعیف، جبکہ بعض نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالحاصل :أن حديث ابن عمر هذا يصلح شاهداً في الجملة لحديث أبي سعيد المتقدم، وبخاصة ما جاء في لفظ رواية نعيم بن حماد،عن هشيم عند الحاكم " :أضاء له من النور ما بين الجمعتين ." فإنَّ كلاً منهما يشهد للآخر، ويتقوى به .ويتلخص من ذلك :أن الحديث الذى أشارَ إليه ابنُ القَيِّم من رواية أبى سعيد صحيحُ الإسنادِ، إلا أنَّ الصوابَ فيه الوقفُ كما اختاره رحمه الله، ومع ذلك فإنَّ له حكم الرفع كما مضى .وله شاهدٌ من حديث ابن عمر، والراجحُ فيه الوقف أيضاً، فيكونُ هو الآخر في حكم المرفوع، وبمجموعهما يتأكد ثبوت الحديث، والله أعلم(ابن قيم الجوزية وجهوده في خدمة السنة النبوية وعلومها،لجمال بن محمد السيد، ج۳ص۳۰۸ الیٰ ۳۱۰، كتاب الفضائل، باب ماجاء في فضل قراء ة سورة الكهف يوم الجمعة)

[۱] أخبرنا أبو طاهر محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الرحيم، بقراء تي عليه، قال :أخبرنا أبو محمد عبد الله بن جعفر بن حيان، قال :حدثنا محمد بن جرير الأملي، قال :حدثنا محمد بن عبد الرحمن بن هشام بن عبد الله بن عكرمة المخزومي، قال :حدثني أبي، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :ألا أحدثكم بسورة ملأ عظمتها ما بين السماء والأرض ولكاتبها من الأجر مثل ذلك، ومن قرأها يوم الجمعة غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرى وزيادة ثلاثة أيام، ومن قرأ الخمس الأواخر منها عند نومه بعثه الله أي الليل شاء ؟ ، قالوا: بلى يا رسول الله، قال :سورة أصحاب الكهف(ترتيب الأمالي الخميسية للشجري، تحت رقم الحديث ۴۹۶،سورة الكهف)

وجاء ذكر مغفرة ما بين الجمعتين وزيادة ثلاثة أيام، من حديث عائشة ولفظه " :من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة غفر له ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة أيام ومن قرأ الخمس الأواخر منها عند نومه بعثه الله أي الليل شاء أخرجه ابن مردويه في تفسيره بسند ضعيف، وقد صح الحديث في العصمة من الدجال بحفظ بعض سورة الكهف من غير تقييد بيوم الجمعة .رواه مسلم من حديث أبي الدرداء فالمستنكر من الحديث ما سوى ذلك والله تعالى أعلم(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة لابنِ عراق الكناني، ج ۱ ص ۳۰۲، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث)

قال الألباني: "ألا أخبركم بسورة ملأت عظمتها ما بين السماء والأرض؟ ولقارئها من الأجر مثل ذلك، ومن قرأها غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرى، وزيادة ثلاثة أيام؟ قالوا :(بلى) قال :سورة الكهف ."ضعيف جدا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لے وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا، اور اگر اس دوران دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا۔

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند کو بعض حضرات نے ضعیف، جبکہ بعض نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ رواہ الدیلمی(۱/۲/۳۳۷)عن عبد الرحمن بن ھشام المخزومی : حدثنا أبی عن ھشام ابن عروة عن أبیه عن عائشة مرفوعا.

قلت :وھذا إسناد ضعیف جدا .ھشام المخزومی -ھو ابن عبد الله بن عکرمة المخزومی -قال ابن حبان ":ینفرد بما لا أصل له من حدیث ھشام بن عروة، لا یعجبنی الاحتجاج بخبرہ إذا انفرد ."

وابنه عبد الرحمن؛ لم أجد له ترجمة الآن.والحدیث أوردہ السیوطی فی "الجامع "من روایة ابن مردویه عنھا بزیادة ":ومن قرأ الخمس الأواخر منھا عند نومه بعثه الله أبی اللیل شاء ."(سلسلة الاحادیث الضعیفة، تحت رقم الحدیث ۲۴۸۲)

> أخبرنا یزید بن عبد العزیز الطیالسی، حدثنا إسماعیل بن عیاش، عن إسماعیل بن رافع، قال " :بلغنا أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :ألا أخبرکم بسورة ملأ عظمتھا ما بین السماء والأرض، شیعھا سبعون ألف ملک؟ .سورة الکھف من قرأھا یوم الجمعة غفر الله له بھا إلی الجمعة الأخری، وزیادة ثلاثة أیام بعدھا، وأعطی نورا یبلغ إلی السماء ، ووقی من فتنة الدجال، ومن قرأ الخمس آیات من خاتمتھا حین یأخذ مضجعه من فراشه، حفظه وبعث من أی اللیل شاء (فضائل القرآن لمحمد بن الضریس، رقم الحدیث ۲۰۳، باب فی فضل سورة الکھف)

قال ابن حجر: قرأت علی أم الحسن التنوخیة، عن سلیمان بن حمزة، قال :أخبرنا أبو الحسن بن المقیر، قال :أخبرنا أبو بکر بن الناعم، قال :أخبرنا ھبة الله الموصلی، قال :أخبرنا عبد الملک بن محمد، قال :أخبرنا أحمد بن إسحاق، قال :حدثنا محمد بن أیوب، قال :أخبرنا عبد العزیز بن محمد، قال :حدثنا إسماعیل بن عیاش، عن إسماعیل بن رافع، قال :بلغنا أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال) :(ألا أخبرکم عن سورةٍ ملأ عظمھا ما بین السماء والأرض، من قرأھا یوم الجمعة غفر له إلی الجمعة الأخری وأعطی نوراً إلی السماء ووقی فتنة الدجال)

ھذا سند معضل، لأن إسماعیل بن رافع من أتباع التابعین، وخبرہ ھذا شاھد لحدیث عائشة، لأنه یوافقه فی أکثر ألفاظه، فلعل راویه ھو الذی بلغ إسماعیل (نتائج الافکار لابن حجر، ج۵، ص ۴۲، وص۴۳، کتاب الأذکار فی صلوات مخصوصة، المجلس ۴۲۱)

[1] أخبرنا خالی الإمام أبو محمد عبد الله بن أحمد رحمه الله أن أبا حنیفة محمد بن عبد الله أخبرھم قراء ة علیه أنا عبد الواحد بن عبد العزیز المصری ثنا القاضی أبو عبد الله الحسین بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحمد الرازى إملاء ثنا أبو الفضل عبيد الله بن عبد الرحمن الزهرى ثنا إبراهيم بن عبد الله بن أيوب المخرمى ثنا سعيد بن محمد الجرمى ثنا عبد الله بن مصعب بن منصور بن زيد بن خالد عن على بن الحسين عن أبيه عن على رضى الله عنه قال قال من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة فهو معصوم إلى ثمانية أيام من كل فتنة تكون فإن خرج الدجال عصم منه (فى إسناده من لم أقف له على ترجمة) (الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة ، لضياء الدين المقدسى ، رقم الحديث ۴۲۹)

أنا أبو بكر محمد بن محمد بن أبى القاسم المؤدب بأصبهان أن محمد بن رجاء بن إبراهيم أخبرهم قراءة عليه أنا أحمد بن عبد الرحمن الذكوانى أنا أحمد بن موسى بن مردويه الحافظ ثنا محمد بن أحمد بن الحسن بن إسحاق ثنا إبراهيم بن عبد الله بن أيوب ثنا سعيد بن محمد الجرمى ثنا عبد الله بن مصعب بن منظور بن زيد بن خالد الجهنى أبو ذؤيب عن أبيه عن جده عن النبى صلى الله عليه وسلم وحدثنا على بن الحسين عن أبيه عن على بن أبى طالب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة فهو معصوم إلى ثمانية أيام من كل فتنة تكون فإن خرج الدجال عصم منه .عبد الله بن مصعب لم يذكره البخارى ولا ابن أبى حاتم فى كتابيهما (الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة ، لضياء الدين المقدسى ، رقم الحديث ۴۳۰)

أخبرنا إبراهيم، قال :أخبرنا محمد بن أحمد، قال :أخبرنا محمد بن على، قال :حدثنا إسماعيل، قال :حدثنا يوسف، عن هارون بن كثير، عن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن أبى أمامة، عن أبى، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم " :من قرأ سورة الكهف، فهو معصوم ثمانية أيام من كل فتنة تكون فإن خرج الدجال فى تلك الثمانية الأيام عصمه الله من فتنة الدجال.

ومن قرأ عند مضجعه (قل إنما أنا بشر مثلكم) إلى آخرها كان له نور يتلألأ إلى مكة، حشو ذلك النور ملائكة يصلون عليه حتى يقوم من مضجعه وإن كان مضجعه بمكة كان له نور يتلألأ إلى البيت المعمور، حشو ذلك النور ملائكة يصلون عليه حتى يستيقظ. (ترتيب الأمالى الخميسية للشجرى، رقم الحديث ۴۷٦)

أما حديث على فأخرجه ابن مردويه والضياء بلفظ من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة فهو معصوم إلى ثمانية أيام من كل فتنة تكون فإن خرج الدجال عصم منه وأورده عبد الحق فى أحكامه وقال سنده مجهول (تخريج احاديث احياء علوم الدين، تحت رقم الحديث ۵۱۲، ج ۱، ص۴۴۷)

أخبرنى بها الحافظ أبو سعيد العلائى فى كتاب الوشى المعلم بقراء تى عليه ببيت المقدس بإسناده وقال رواها بطولها الحافظ ابن عساكر قال وعبد الله بن مصعب وأبوه مجهولان ذكرهما الذهبى فى الميزان وقال الخطبة منكرة

قلت أوردهما فى ترجمة عبد الله بن مصعب وقال عبد الله بن مصعب بن خالد ولم يذكر مصعبا فى باب الميم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورہ کہف کے شروع کی دس آیات محفوظ کرلیں، تو وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا (مسلم)

مگر اس حدیث میں جمعہ کے دن کا ذکر نہیں، بلکہ یہ عام ہے۔ [2]

ایک روایت میں جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت کے ضمن میں مختلف امراض مثلاً

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولـه حـديث آخر رواه ابن مردويه في تفسيره من رواية سعيد بن محمد الجرمي قال ثنا عبد الله بن مصعب بن منظور بن زيد بن خالد الجهني أبو ذؤيب عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من قـرأ الـكهف يـوم الـجمعة فهو معصوم إلى ثمانية أيام من كل فتنة تكون فإن خرج الدجال عصم منه (ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج٨، ص١٩٢، حرف الدال)

من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة، فهو معصوم إلى ثمانية أيام من كل فتنة تكون، فإن خرج الدجال، عصم منه ."ضعيف جدا.

أخرجه الضياء في "المختارة (١/١٥٥)"من طريق إبراهيم بن عبد الله بن أيوب المخرمي :حدثنا سعيد بن محمد الجرمي :حدثنا عبد الله بن مصعب بن منظور بن زيد ابن خالد عن علي بن الحسين عن أبيه عن علي مرفوعا به .وقال: "عبـد الـله بن مصعب لم يذكره البخاري ولا ابن أبي حاتم في كتابيهما ."قلت :وكذلک لم يذكره ابن حبان في "ثقاته "، مع احتوائه لمئات الرواة المجهولين الذين لا ذكر لهم في الكتب الأخرى !وقد ذكره المزي في شيوخ (سعيدابن محمد الجرمي). لكن إبـراهيـم الـمخرمي هذا؛ قال الدارقطني ":ليـس بثقة، حـدث عن الثقات بأحاديث باطلة ."قلت: فـمثله لا يليق أن يكون من رجال "الأحـاديث المختارة !"ولذلک فإني أقول : لم يحسن الشيخ الـمعلق على مطبوعة "المختارة(٢/٥٠) "بسـكـوته عنه؛ لما فيه من إيهامه سلامة السند من العلة القادحة .وقـد صـح الـحـديث من طريق أخرى عن أبي سعيد نحوه دون ذكر "ثـمانية أيام ."وهو مـخرج في المجلد السادس من "الصحيحة "(رقم ٢٦٥١) ، وهو تحت الطبع .وسيخرج قبل هذا إن شاء الله تعالى. (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٢٠١٣)

[1] رقم الحديث ٨٠٩ "٢٥٧" كتاب الجمعة، باب فضل سورة الكهف، وآية الكرسي.

[2] وقـد صـح الـحـديث في الـعصمة من الدجال بحفظ بعض سورة الكهف من غير تقييد بيوم الجمعة .رواه مسـلـم مـن حـديـث أبي الدرداء فالمستنكر من الحديث ما سوى ذلک والله تعالى أعـلـم (تـنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة لنور الدين ابن عراق الكناني، ج١، ص٣٠٢، تحت رقم الحديث ٦٩)

برص، کوڑھ، اور جنون وغیرہ سے حفاظت کا ذکر ہے۔

لیکن اس روایت کو اہلِ علم حضرات نے شدید ضعیف اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ [1]

(۳)...... بروز جمعہ سورہ دخان پڑھنے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِیْ لَیْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَلَہٗ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھے گا، اس کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جائیں گے (ترمذی)

اس حدیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] قال ابن حجر: أخرجه إسماعيل بن أبي زياد فی تفسيره عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس وأبی هريرة رضی الله عنهم، قالا :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) :(من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة أعطی نوراً من حيث مقامه إلی مكة، وصلت عليه الملائكة حتی يصبح، وعوفی من الداء والدبيلة وذات الجنب والبرص والجنون والجذام وفتنة الدجال.وأخرجه الديلمی فی مسند الفردوس من هذا الوجه.وإسماعيل متروک، وقد كذبه جماعة منهم الدارقطنی (نتائج الافكار لابن حجر، ج۵، ص۴۴، كتاب الأذكار فی صلوات مخصوصة، المجلس ۴۲۱)

وقال العراقی: لم أجده من حديثهما (تخريج أحاديث الإحياء، ج۲، ص۱۵، تحت رقم الحديث ۱۵۵)

وقال محمدطاهر: ابن عباس رفعه من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة أعطی نورا من حيث قرأها إلی مكة وغفر له إلی الجمعة الأخری وفضل ثلاثة أيام وصلی عليه سبعون ألف مرة ملک حتی يصبح وعوفی من الداء والدبية وذات الجنب والبرص والجذام والجنون وفتنة الدجال فيه إسماعيل كذاب وآخران مجروحان (تذكرة الموضوعات، ج۱، ص۷۸، كتاب العلم، باب فضل القرآن والنظر فيه)

[2] رقم الحديث ۲۸۸۹،ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل حم الدخان؛ فضائل القرآن لمحمد بن الضريس، رقم الحديث ۲۲۲.

[3] قال الترمذی:هذا حديث لا نعرفه إلا من هذا الوجه وهشام أبو المقدام يضعف، ولم يسمع الحسن من أبی هريرة، هكذا قال أيوب ويونس بن عبيد وعلی بن زيد(حواله بالا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ اگر کوئی جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھتا ہے، تو اس کی صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

مگر اس روایت کو بھی ضعیف اور بعض حضرات کی طرف سے شدید ضعیف بلکہ موضوع و باطل قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اور حضرت ابو رافع سے موقوفاً روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المناوي: (من قرأ حم الدخان في ليلة الجمعة غفر له) أي ذنوبه الصغائر كما تقرر (ت) في فضائله عن نصر بن عبد الرحمن عن زيد بن الحباب عن هشام أبي المقدام عن الحسن (عن أبي هريرة) وقال :لا نعرفه إلا من هذا الوجه وأبو المقدام يغفل والحسن لم يسمع من أبي هريرة اه قال الصدر المناوي :فهو ضعيف منقطع لكن له شواهد (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۹۳۹)

وقال الالباني: حدثنا نصر بن عبد الرحمن الكوفي . أخبرنا زيد بن حباب، عن هشام أبي المقدام، عن الحسن، عن أبي هريرة، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من قرأ حم الدخان في ليلة الجمعة غفر له ." (ضعيف -الضعيفة ۴۶۳۲، المشكاة ۲۱۵۰/ التحقيق الثاني (ضعيف الجامع الصغير وزيادته (۵۷۶۷) هذا حديث غريب، لا نعرفه إلا من هذا الوجه. وهشام أبو المقدام يضعف، ولم يسمع الحسن من أبي هريرة، هكذا قال أيوب، ويونس بن عبيد، وعلي بن زيد (ضعيف سنن الترمذي، تحت رقم الحديث ۳۰۶۳ـ۵۴۵)

[1] حدثنا إسحاق بن أبي إسرائيل، حدثنا حجاج بن محمد، عن هشام بن زياد، عن الحسن قال :سمعت أبا هريرة يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من قرأ يس في ليلة أصبح مغفورا له، ومن قرأ حم التي يذكر فيها الدخان في ليلة الجمعة أصبح مغفورا له (مسند ابي يعلیٰ، رقم الحديث ۶۲۲۴)

قال حسين سليم أسد : إسناده ضعيف جدا(حاشية ابي يعلیٰ)

حدثنا يحيى بن أيوب، حدثنا مصعب بن المقدام، حدثنا أبو المقدم، عن الحسن، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :من قرأ سورة الدخان ليلة الجمعة أصبح مغفورا له (مسند ابي يعلیٰ،رقم الحديث ۶۲۳۲ ؛ فضائل القرآن وما أنزل من القرآن بمكة وما أنزل بالمدينة، لمحمد بن الضريس، رقم الحديث ۲۲۱)

قال حسين سليم أسد : إسناده ضعيف (حاشية ابي يعلیٰ)

وقال الالباني: موضوع (ضعيف الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۹۷۸)

وقال السيوطي:(ابن أبي داود) حدثنا محمد بن زكريا حدثنا عثمان بن الهيثم حدثنا هشام عن الحسن عن أبي هريرة مرفوعا من قرأ يس في ليلة أصبح مغفورا له ومن قرأ الدخان ليلة الجمعة أصبح مغفورا له باطل محمد بن زكريا يضع(اللالي المصنوعة في الاحاديث الموضوعة، للسيوطي ج ۱ ص ۲۱۴، كتاب العلم)

قَالَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، أَصْبَحَ مَغْفُورًا لَهُ، وَزُوِّجَ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ(سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: حضرت ابورافع نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھے گا وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے، اور (آخرت میں) اس کا نکاح حورِ عین سے کرایا جائے گا (دارمی)

اس روایت کو بھی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کی رات یا دن میں سورہ دخان پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٣٤٦٤، كتاب فضائل القرآن،باب :فى فضل حم الدخان والحواميم والمسبحات.

[2] قال حسين سليم اسد الدارانى:إسناده صحيح إلى أبى رافع نفيع بن رافع وهو موقوف عليه(حاشية سنن الدارمى)

قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى:عن أبى رافع بلفظ" :أصبح مغفورًا له، وزوج من الحور العين ."أخرجه الدارمى فى الموضع المتقدم، عن محمد بن المبارك، عن صدقة بن خالد، عن يحيى بن الحارث، عن أبى رافع به.لكن أبو رافع لم أعرف من هو:وقد ذكره محمد بن نصر فى قيام الليل كما فى المختصر للمقريزى (حاشية المطالب العالية لابنِ حجر العسقلانى،ج١٥ ص٢١٠، كتاب التفسير، سورة الدخان)

وقال ابن حجر:وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم) :(من قرأ (حم) الدخان فى ليلة الجمعة أصبح مغفوراً له.هذا حديث غريب، وإسماعيل بن رافع هو أبو رافع المتقدم فى رواية الدارمى، وقد صرح عنه بكر برفعه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وسنده معضل، فإن إسماعيل من أتباع التابعين، وهو مع ذلك ضعيف الحفظ، وكذا الراوى عنه بكر بن خنيس(نتائج الافكار،كتاب تلاوة القرآن، فصل :اعلم أن قراء ة القرآن آكد الأذكار كما قدمنا، فينبغى المداومة عليها، فلا يخلى عنها يوماً وليلة، ويحصل له أصل القراء ة بقراء ة الآيات القليلة، المجلس ٢٨١)

[3] حدثنا أحمد بن داود المكى، ثنا حفص بن عمر المازنى، ثنا فضال بن جبير، عن أبى أمامة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من قرأ حم الدخان فى ليلة جمعة، أو يوم جمعة بنى الله له بيتا فى الجنة (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٨٠٢٦، الترغيب والترهيب لقوام السنة،رقم الحديث ٩٤٥)

مگر اس حدیث کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ (م۱۳۲ھ) سے مروی ہے کہ:

قَالَ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِيْمَانًا وَّتَصْدِيْقًا بِهَا اَصْبَحَ مَغْفُوْرًا لَهٗ (سنن الدارمی) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عیسیٰ نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص جمعہ کی رات میں ایمان ویقین کے ساتھ سورہ دخان پڑھے گا وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اس کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو چکے ہوں گے (دارمی)

یہ روایت خود سے اگرچہ مرفوع نہیں، لیکن اس مضمون کی تائید دوسری ضعیف روایت سے

---

[1] قال الهيثمي: فيه فضالة بن جبير ضعيف جدا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۱۷، باب ما يقرأ ليلة الجمعة ويوم الجمعة)

قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى: عن أبي أمامة: أخرجه الطبراني في الكبير (۸/۳۱۶/۸۰۲۶) عن أحمد بن داود المكي، عن بن عمر المازني، عن فضال بن جبير، عن أبي أمامة .ولكن قال فيه" :بنى الله له بيتًا في الجنة."

وهذه الطريق فيها فضال بن جبير، ضعيف جدًا كما في اللسان (۴/۵۰۷) وفي الزوائد أيضًا (۲/۱۶۷) باب ما يقرأ ليلة الجمعة.

وعزاه في الدر (۶/۲۴) إلى ابن مردويه (حاشية المطالب العالية لابنِ حجر العسقلاني، ج۱۵ ص۲۰۹، كتاب التفسير، سورة الدخان)

قال الالباني: (من قرأ (حم) الدخان في ليلة الجمعة، أو يوم الجمعة؛ بنى الله له بيتا في الجنة).

ضعيف جدا: أخرجه الأصفهاني في "الترغيب والترهيب "(ص-۲۴۴ مصورة الجامعة الإسلامية) عن حفص بن عمر المازني :أخبرنا فضال بن جبير عن أبي أمامة مرفوعا.

قلت :وهذا إسناد ضعيف جدا؛ فضال بن جبير؛ قال ابن حبان:

"لا يجوز الاحتجاج به بحال، يروى أحاديث لا أصل لها ."وبه أعله الهيثمي؛ فقال (۲/۱۶۸)"رواه الطبراني في "الكبير"، وفيه فضال بن جبير، وهو ضعيف جدا ."وحفص بن عمر المازني لا يعرف؛ كما في "اللسان."(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۵۱۱۲)

[2] رقم الحديث ۳۴۶۳، كتاب فضائل القرآن، باب :في فضل حم الدخان والحواميم والمسبحات.

ہوتی ہے۔ [1]

اور ضعیف احادیث بعض شرائط کے ساتھ فضائل میں قبول کرلی جاتی ہیں، اس لئے بہرحال جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھنے کی فی الجملہ فضیلت ہے۔

(۴)...... بروز جمعہ بعض دیگر سورتوں کے پڑھنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کی رات میں سورہ یٰسین پڑھے گا اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ [2]

مگر بعض حضرات کے بقول اس حدیث کی سند میں شدید ضعف پایا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح إلى عبد الله بن عيسى وهو موقوف عليه(حاشية سنن الدارمي)

قال ابن حجر:وبه إلى الدارمي ثنا يعلى -هو ابن عبيد -ثنا إسماعيل -هو ابن أبي خالد -عن عبد الله بن عيسى قال :أخبرت أنه من قرأ (حم) الدخان ليلة الجمعة إيماناً وتصديقاً أصبح مغفوراً له.

وهذا شاهد جيد لحديث أبي هريرة، والله أعلم(نتائج الافكار،كتاب تلاوة القرآن، فصل :اعلم أن قراءة القرآن آكد الأذكار كما قدمنا، فينبغي المداومة عليها، فلا يخلى عنها يوماً وليلة، ويحصل له أصل القراءة بقراءة الآيات القليلة، المجلس ۲۸۱)

وقال ايضاً: هذا إسناد مقطوع، وله حكم المرفوع المرسل؛ إذ لا مجال للاجتهاد فيه (نتائج الافكار، ج۵، ص ۴۹، كتاب الأذكار في صلوات مخصوصة)

[2] حدثنا سليمان بن إبراهيم، ثنا محمد بن عبد الله بن نصر بن طالوت، ثنا أبو بكر أحمد بن موسى الحريري، ثنا عبدان بن أحمد، ثنا زيد بن الحريش، ثنا الأغلب بن تميم، ثنا أيوب ويونس، عن الحسن عن أبي هريرة -رضي الله عنه -قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من قرأ سورة يس في ليلة الجمعة غفر له (الترغيب والترهيب لقوام السنة للاصبهاني، رقم الحديث ۹۴۸)

[3] قال الالباني: (من قرأ سورة (يس) في ليلة الجمعة؛ غفر له). ضعيف جداً.

أخرجه الأصفهاني في "الترغيب والترهيب "(ص ــ ۲۴۴ مصورة الجامعة) من طريق زيد بن الحريش :أخبرنا الأغلب بن تميم :أخبرنا أيوب ويونس عن الحسن عن أبي هريرة مرفوعاً.قلت: وهذا إسناد ضعيف جداً، آفته الأغلب بن تميم قال ابن حبان(۱/۱۶۶) "منكر الحديث، يروي عن الثقات ما ليس من حديثهم، حتى خرج عن حد الاحتجاج به لكثرة خطئه."وضعفه آخرون.وزيد بن الحريش قال ابن حبان في "الثقات":"ربما أخطأ ."وقال ابن القطان":مجهول الحال."قلت :ومن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور طبرانی میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص سورہ آلِ عمران کو جمعہ کے دن پڑھتا ہے تو اس کے لیے اللہ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے لیے فرشتے رحمت کی دعاء کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ [۱]

مگر اس روایت کی سند میں شدید ضعف پایا جاتا ہے، اسی لئے بعض حضرات نے اس روایت کو موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طریقه أخرجه ابن السنی فی "الیوم واللیلة "(رقم ٦٦٨) وابن عدی فی "الکامل(۱/۴۱٦)"دون ذکر لیلة الجمعة وقالا "فی یوم ولیلة ابتغاء وجه الله غفر له."وهو مخرج فی "الروض النضیر (۱۱۴٦)" (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة، رقم الحدیث ۵۱۱۱)

[۱] حدثنا محمد بن حنیفة الواسطی قال :نا عمی قال :نا أبی قال :نا طلحة بن زید، عن یزید بن سنان، عن یزید بن جابر الدمشقی، عن طاوس، عن ابن عباس قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :من قرأ السورة التی یذکر فیها آل عمران یوم الجمعة، صلی الله علیه، وملائکته حتی تغیب الشمس

لم یرو هذا الحدیث عن یزید بن جابر إلا یزید بن سنان، ولا عن یزید بن سنان إلا طلحة بن زید، تفرد به محمد بن ماهان "(المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۲۱۵۷،المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۱۰۰۲)

[۲] قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط والکبیر وفیه طلحة بن زید الرقی وهو ضعیف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۳۰۱۸، باب ما یقرأ لیلة الجمعة ویوم الجمعة)

وقال ابن حجر:هذا حدیث غریب.

أخرجه الطبرانی أیضاً فی المعجم الأوسط بهذا السند.

وقال :لم یروه عن یزید بن جابر إلا ابن سنان ولا عنه إلا طلحة، تفرد به محمد بن ماهان.

قلت :وطلحة ضعیف جداً، ونسبه أحمد وأبو داود إلی الوضع (نتائج الافکار، ج۵، ص۴۷، کتاب الاذکار فی صلوات مخصوصة، المجلس ۴۲۳)

وقال الالبانی: من قرأ السورة التی یذکر فیها آل عمران یوم الجمعة صلی الله علیه وملائکته حتی تجب الشمس ."موضوع.

أخرجه الطبرانی فی "الکبیر (۳/۲/۱۰۵)"و "الأوسط(۲/۸۰/۲/۲۲۹۳) "من طریق أحمد بن ماهان بن أبی حنیفة حدثنا أبی عن طلحة بن یزید عن زید ابن سنان عن یزید بن خالد الدمشقی عن طاووس عن ابن عباس مرفوعا.

وقال :تفرد به محمد بن ماهان قلت :وهذا إسناد موضوع، أحمد بن ماهان هو أحمد بن محمد بن ماهان یعرف والده بأبی حنیفة ترجمه ابن أبی حاتم(۱/۱/۷۳)ولم یذکر فیه جرحا ولا تعدیلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت کعب سے مروی ایک مرسل روایت میں جمعہ کے دن سورہ ھود پڑھنے کا حکم آیا ہے۔ [1]

جس کو بعض حضرات نے مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کے راوی مستند ہیں، لہٰذا اگر کوئی یہ سورت پڑھے، تو ثواب کی بات ہے۔ [2]

(۵)......نمازِ جمعہ کے بعد مختلف سورتوں کے پڑھنے کا حکم

نمازِ جمعہ کے بعد اللہ کا ذکر کرنا مستحب ہے، خواہ تلاوت کی شکل میں ہو یا کسی دوسرے ذکر واذکار کی شکل میں۔

چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں کہ:

يُسْتَحَبُّ الْاَذْكَارُمِنْ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ قَالَ اللّٰهُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذكر عن أبيه أنه قال في محمد بن ماهان :إنه مجهول، وطلحة بن زيد متهم بالوضع وقد تقدم ويزيد بن سنان وهو أبو فروة الرهاوى ضعيف.

ومما تقدم تعلم أن قول الحافظ فى "تخريج الكشاف (۳/۷۳) "رواه الطبرانى عن ابن عباس، وإسناده ضعيف فيه قصور ظاهر قلده عليه السيوطى فى "الدر المنثور(۲/۲) "فقد قال الحافظ نفسه فى ترجمة طلحة هذا من "التقريب :"متروك، قال أحمد وعلى وأبو داود :كان يضع الحديث، وكذلك قول الهيثمى فى "المجمع (۲/۱۶۸)"رواه الطبرانى فى "الأوسط "و" الكبير "وفيه طلحة بن زيد الرقى وهو ضعيف فيه قصور لا يخفى، لكن فى نقل المناوى فى شرح "الجامع الصغير "عنه أنه قال :وهو ضعيف جدا، فلعله سقط من الناسخ أو الطابع لفظة جدا.

ثم ذكر المناوى نقلا عن ابن حجر أنه قال فيه :ضعيف جدا ونسبه أحمد وأبو داود إلى الوضع، ثم عقب عليه المناوى بقوله :فكان ينبغى للمصنف يعنى السيوطى حذفه (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، رقم الحديث ۴۱۵)

[1] حدثنا مسلم بن إبراهيم، حدثنا همام، حدثنا أبو عمران الجونى، عن عبد الله بن رباح، عن كعب، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اقرء وا سورة هود يوم الجمعة (سنن الدارمى، رقم الحديث ۳۴۴۷)

[2] قال حسين سليم اسد الدارانى: إسناده ضعيف لأنه مرسل(حاشية سنن الدارمى)

وقال ابن حجر: هذا حديث مرسل وسنده صحيح (نتائج الافكار، ج۵، ص۴۶، كتاب الأذكار فى صلوات مخصوصة)

تَعَالٰی فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعة) (الاذكار النووية) [1]

ترجمہ: جمعہ کی نماز کے بعد مختلف قسم کے ذکر واذکار کا کرنا مستحب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو، تاکہ تم فلاح وکامیابی پاؤ (اذکار)

اور بعض احادیث وروایات میں جمعہ کے بعد مختلف اور مخصوص سورتوں اور دعاؤں کا ذکر آیا ہے، جن کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس سات مرتبہ پڑھے گا، تو اس کو اللہ اگلے جمعہ تک آفات سے محفوظ رکھے گا۔ [2]

اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] تحت رقم الحديث ۴۹۶، ج ۱ ص ۱۷۱، كتاب الأذكار فی صلوات مخصوصة، باب الأذكار المستحبة يوم الجمعة وليلتها والدعاء .

[2] أخبرنا محمد بن هارون الحضرمی، حدثنا سليمان بن عمرو بن خالد، ثنا أبی، ثنا الخليل بن مرة، عن عبد الله بن عبيد الله بن أبی مليكة، عن عائشة، رضی الله عنها قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من قرأ بعد صلاة الجمعة :قل هو الله أحد، وقل أعوذ برب الفلق، وقل أعوذ برب الناس سبع مرات، أعاذه الله عز وجل من السوء إلى الجمعة الأخرى (عمل اليوم والليلة لابن السنی، رقم الحديث ۳۷۵، باب من قرأ بعد صلاة الجمعة)

[3] قال ابن حجر: (قوله :وروينا فی كتاب ابن السنی عن عائشة رضی الله عنها، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(من قرأ بعد صلاة الجمعة (قل هو الله أحدٌ) و (قل أعوذ برب الفلق) و(قل أعوذ برب الناس) سبع مراتٍ أعاذه الله بها من السوء إلى الجمعة الأخرى قلت :وسنده ضعيف (نتائج الافكار، كتاب الأذكار فی صلوات مخصوصة، المجلس ۴۲۷)

وقال الالبانی: (من قرأ بعد صلاة الجمعة (قل هو الله أحد) و (قل أعوذ برب الفلق) و

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)......حضرت عون بن ابی جحیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتِ أَبِیْ بَکْرٍ: مَنْ قَرَءَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ النَّاسِ حُفِظَ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے بعد سورہ فاتحہ، قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ النَّاسِ (یہ چاروں سورتیں) پڑھے گا، تو اُس کی اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک حفاظت کی جائے گی (ابنِ ابی شیبہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قل أعوذ برب الناس) سبع مرات؛ أجاره الله بها من السوء إلى الجمعة الأخرى) .ضعيف.رواه ابن السنى فى "عمل اليوم والليلة(۳۶۹)"وابن شاهين فى "الترغيب(۲/۳۱۴)"وأبو محمد المخلدى فى "الفوائد(۱/۲۳۵/۳)"وأبو محمد الخلال فى "فضائل سورة الإخلاص(۱۹۴ ـ ۱۹۵)"عن الخليل بن مرة، عن عبد الله بن عبيد الله بن أبى مليكة، عن عائشة مرفوعاً.قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ من أجل الخليل بن مرة؛ فإنه ضعيف؛ كما جزم به فى "التقريب."وأخرجه سعيد بن منصور فى "سننه "عن مكحول مرسلاً؛ وزاد فى أوله":فاتحة الكتاب ."وقال فى آخره":كفر الله عنه ما بين الجمعتين ."وهو مع إرساله؛ فيه فرج بن فضالة؛ وهو ضعيف . و أخرجه بهذه الزيادة :أبو الأسعد القيشرى فى "الأربعين "من طريق أبى عبد الرحمن السلمى، عن محمد بن أحمد الرازى، عن الحسين بن داود البلخى، عن يزيد بن هارون، عن حميد، عن أنس مرفوعاً .وقال فى آخره":غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر ." وهذا موضوع؛ آفته البلخى هذا؛ قال الخطيب فى "التاريخ(۸/۴۴)""لم يكن ثقة؛ فإنه نسخة عن يزيد بن هارون عن حميد عن أنس؛ أكثرها موضوع ."ثم ساق له حديثاً آخر، من طريق أخرى عن ابن مسعود مرفوعاً .وقال":تفرد بروايته الحسين، وهو موضوع، ورجاله كلهم ثقات؛ سوى الحسين بن داود."وأبو عبد الرحمن السلمى؛ صوفى متهم بوضع الأحاديث للصوفية (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۴۱۲۹)

[1] رقم الحديث ۳۰۲۱۸، جزء۱۰ صفحه ۳۵۷،كتاب الدعاء، باب ما ذكر عن قوم مختلفين مما يدعون به.

اور ایک روایت میں مذکورہ سورتوں کو جمعہ کے بعد کسی سے کلام کئے بغیر سات مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ [۱]

اس روایت میں سورہ فاتحہ کا بھی ذکر ہے، اور گزشتہ روایت میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں، مگر دوسری سورتوں کا ذکر ہے، اس لئے اگر کوئی یہ تمام سورتیں جمعہ کے بعد پڑھے، تو باعثِ فضیلت اور مفید ہے، مگر اس عمل کو سنت کا درجہ دینے سے پرہیز کرنے میں احتیاط ہے۔

(۳)......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

جو شخص جمعہ کے دن امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنے پاؤں موڑنے سے پہلے سورہ فاتحہ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ سات سات مرتبہ پڑھے، اس کے اگلے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ [۲]

مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی سند میں شدید ضعف پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے بعض حضرات نے اس حدیث کو موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔ [۳]

---

[۱] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثنا أبو عبد الله بن يعقوب، حدثنا محمد بن عبد الوهاب، حدثنا جعفر بن عون، أخبرنا أبو عميس، عن عون بن عبد الله، عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنهما، قالت " :من قرأ يوم الجمعة بفاتحة الكتاب، وقل هو الله أحد، وقل أعوذ برب الفلق، وقل أعوذ برب الناس سبع مرات حفظ ما بينه وبين الجمعة الأخرى "قال حميد بن زنجويه، عن جعفر :بعد الجمعة وروى في ذلك عن الزهري، دون الفاتحة، وقال :حين يسلم الإمام قبل أن يتكلم سبعا سبعا(شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٢٣٤٢، واللفظ لهٗ؛ فضائل الاوقات للبيهقي، رقم الحديث ٢٨٠)

[۲] (من قرأ إذا سلم الإمام يوم الجمعة قبل أن يثني رجليه فاتحة الكتاب، وقل هو الله أحد، وقل أعوذ برب الفلق، وقل أعوذ برب الناس سبعا سبعا غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر) (أبو الأسعد القشيري في الأربعين) عن أنس(الفتح الكبير في ضم الزيادة الى الجامع الصغير للسيوطي، تحت رقم الحديث ١٢١٦٦)

[۳] قال المناوي: (أبو الأسعد القشيري في) كتاب (الأربعين) له عن أبي عبد الرحمن السلمي عن محمد بن أحمد الرازي عن الحسين بن داود البلخي عن يزيد بن هارون عن حميد (عن أنس) بن مالك قال ابن حجر في الخصال :وفي إسناده ضعف شديد فإن الحسين البلخي قال الحاكم :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۴)...... حضرت ابنِ عباس رضی اللہ کی سند سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے بعد ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھے گا، اس کے ایک ہزار اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف ہو جائیں گے۔ [۱]

لیکن اس روایت کی سند میں ضعف اور نکارت ہے۔ [۲]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

كثير المناكير وحدث عن أقوام لا يحتمل منه السماع منهم وقال الخطيب :حدث عن يزيد بن هارون بنسخة أكثرها موضوع(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٩٥٥، ج٦، ص٢٠٤)

قال محمد بن محمد درويش، أبو عبد الرحمن الحوت الشافعي:خبر " :من قرأ إذا سلم الإمام يوم الجمعة -قبل أن يثني رجليه -فاتحة الكتاب و (قل هو الله أحد) و (قل أعوذ برب الفلق) و (قل أعوذ برب الناس) سبعا سبعا غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر ."

فيه الحسن البلخي، قال الخطيب :حدث بنسخة أكثرها كذب(اسنى المطالب، تحت رقم الحديث ١٤٥٣)

وقال الالباني: أخرجه بهذه الزيادة :أبو الأسعد القيشرى في "الأربعين "من طريق أبى عبد الرحمن السلمي، عن محمد بن أحمد الرازى، عن الحسين بن داود البلخي، عن يزيد بن هارون، عن حميد، عن أنس مرفوعاً .وقال في آخره":غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر ." وهذا موضوع؛ آفته البلخي هذا؛ قال الخطيب في "التاريخ(٨/٤٤)""لم يكن ثقة؛ فإنه نسخة عن يزيد بن هارون عن حميد عن أنس؛ أكثرها موضوع(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٤١٢٩)

[۱] حدثنا محمد بن عمر بن خزيمة، ثنا أبو سلمة يحيى بن المغيرة، ثنا علي بن سعيد، ثنا سليمان بن عمران المذحجي، عن إسحاق بن إبراهيم، عن أبي جمرة الضبعي، عن ابن عباس، رضي الله عنهما قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من قال بعد ما يقضي الجمعة :سبحان الله العظيم وبحمده مائة مرة، غفر الله له ألف ذنب، ولوالديه أربعة وعشرين ألف ذنب(عمل اليوم والليلة لابن السنى، رقم الحديث ٣٧٧، باب ما يقول بعد صلاة الجمعة)

[۲] قال أبو أسامة، سليم بن عيد الهلالي:إسناده ضعيف؛ لأن سليمان بن عمران؛ قال ابن أبي حاتم في "الجرح والتعديل(٤/١٣٣)""دلّ حديثه على أنه ليس بصدوق"(عجالة الراغب المتمني، تحت رقم الحديث ٣٧٨)

وقال الالباني: (من قال بعد ما يقضي الجمعة :سبحان الله العظيم وبحمده؛مائة مرة، غفر الله له (مائة) ألف ذنب، ولوالديه أربعة وعشرين ألف ذنب)منكر.

أخرجه ابن السني في "عمل اليوم والليلة (١٢٢/١٧٣)" من طريق علي بن معبد(الأصل :سعيد) : ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)...... جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کا حکم

متعدد احادیث میں جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کا ذکر آیا ہے، جن میں سے بعض احادیث معتبر ہیں، اور بعض غیر معتبر ہیں، آگے اس سلسلہ میں تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)......حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ ؟ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ(ابوداؤد) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمہارے سب دنوں میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ عِمْرَانَ الْمَذْحِجِيُّ عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مرفوعاً . قلت :وهذا إسناد مظلم، لم أعرفه، وفى طبقته :إسحاق بن إبراهيم عن الزهرى .وعنه معاوية بن صالح .قال أبو حاتم : "مجهول." وأما ابن حبان؛ فذكره فى "الثقات "على قاعدته المعروفة؛ أورده فى (أتباع التابعين)(۶/ ۵۱)فيحتمل أنه هذا . ومثله الراوى عنه سليمان بن عمران المذحجى، وفى طبقته سليمان بن عمران، روى عن حفص بن غياث .روى عنه زهير بن عباد الرواسى؛ منا فى "جرح ابن أبى حاتم "، وقال: "دل حديثه على أن الرجل ليس بصدوق ." قلت: وهذا القول يصدق على راوى هذا الحديث؛ لكن التهمة تتردد بين هذا وشيخه .والله أعلم. والحديث عزاه السيوطى فى "الجامع الكبير "لابن السنى والديلمى، وسكت عنه كغالب عادته، والزيادة منه (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۲۴۹۳)

[۱] رقم الحديث ۱۰۴۷ ،كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة ؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۰۸۵ ؛ مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۱۶۲ .

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات(حاشية ابى داوٗد)

وقال ايضاً:إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح، غير صحابيه فمن رجال أصحاب السنن(حاشية مسند احمد)

جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن اِن کی روح قبض کی گئی، اور اسی دن (قیامت کا دن قائم ہونے کے لئے) صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، پس تم اس دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو، اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، حضرت اوس کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا، جبکہ آپ کا جسم مبارک (وصال کے بعد) بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو (بوسیدہ و مٹی اور متاثر کرنے سے) حرام کردیا ہے (ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مسند احمد)

ملا علی قاری اس حدیث کے جملے (فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

یَعْنِیْ عَلٰی وَجْهِ الْمَقْبُوْلِ فِیْهِ وَاِلَّا فَهِیَ دَآئِمًا تُعْرَضُ عَلَیْهِ بِوَاسِطَةِ الْمَلَآئِکَةِ اِلَّا عِنْدَ رَوْضَتِهٖ فَیَسْمَعُهَا بِحَضْرَتِهٖ (مرقاۃ المفاتیح) [1]

ترجمہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ جمعہ کے دن پڑھا ہوا درود زیادہ مقبول طریقہ پر میرے اوپر پیش کیا جاتا ہے، ورنہ درود شریف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ فرشتوں کے واسطے سے پیش کیا ہی جاتا رہتا ہے، مگر جو درود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر پڑھا جاتا ہے، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس سماعت فرماتے ہیں (مرقاۃ)

اور امام ابوضیاء نورالدین شبراملسی فرماتے ہیں کہ:

(فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ) اَیْ تَعْرِضُهَا الْمَلَائِکَةُ فَمَا اُشْتُهِرَ اَنَّهٗ

[1] جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۶، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، الفصل الثانی.

يَسْمَعُ فِىْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِهَا بِلَاوَاسِطَةٍ لَا اَصْلَ لَهُ، نَعَمْ تَبْلُغُهُ بِلَاوَاسِطَةٍ مِمَّنْ صَلّٰى عِنْدَ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم (حاشية الشبراملسى على نهاية المحتاج) [1]

ترجمہ: تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو فرشتے میرے اوپر پیش کرتے ہیں، پس لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ جمعہ کی رات اور دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر فرشتوں کے واسطے کے براہِ راست درود شریف سُنتے ہیں، یہ بے اصل بات ہے؛ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قبر مبارک پر پڑھا ہوا درود بغیر فرشتوں کے واسطے کے پہنچتا ہے (حاشیہ شبراملسی)

(۲)......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثِرُوْا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ (سنن ابن ماجه) [2]

---

[1] ج۲ ص۳۴۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، فصل فى الاغسال المستحبة فى الجمعة وغيرها.

[2] رقم الحديث ۱۶۳۷، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه -صلى الله عليه وسلم.

قال المنذرى: رواه ابن ماجه بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، رقم الحديث ۲۵۸۲، كتاب الذكر والدعاء الترغيب فى الإكثار من ذكر الله سرا وجهرا)

وقال ابن الملقن: وإسناده حسن (البدر المنير، ج۵ ص۲۸۸، كتاب الجنائز، الحديث السادس بعد الخمسين)

وقال العجلونى: رواه ابن ماجه بإسناد جيد عن أبى الدرداء (كشف الخفاء، ج۱ ص۱۸۹، تحت رقم الحديث ۵۰۱، حرف الهمزة مع الكاف)

قال الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى: ذكره المنذرى فى الترغيب (۲/۵۰۲)، ثم قال:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ پر جمعہ کے دن درود بھیجا کرو، کیونکہ یہ یومِ مشہود ہے، جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے، تو اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر درود پیش کر دیا جاتا ہے، حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ موت کے بعد بھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کے بعد بھی، بے شک اللہ نے حرام کر دیا زمین پر اس بات کو کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے (اس لئے وفات کے بعد نبی کا جسم مٹی نہیں ہوتا) پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، جس کو رزق دیا جاتا ہے (ابنِ ماجہ)

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا جسم وصال کے بعد بھی سلامت رہتا ہے، اور یہ جسم کا سلامت رہنا اُن انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اعزاز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواہ ابن ماجہ بإسناد جید.وقال البوصیری فی مصباح الزجاجة(۱/۲۹۴)ھذا إسناد رجالہ ثقات، إلّا أنہ منقطع فی موضعین، عُبادة بن نُسَیّ روایتہ عن أبی الدرداء مرسلة، قالہ العلاء ، وزید بن أیمن عن عُبادة بن نُسَیّ مرسلة، قالہ البخاریُّ .قلت :وزید بن أیمن ھذا مقبول(تخریج المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانیة للعسقلانی، ج۱۳ ص۸۰۳،کتاب الاذکار والدعوات، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

[1] إن الأنبیاء تکون حیاتھم علی الوجہ الأکمل، ویحصل لبعض وراثھم من الشھداء والأولیاء والعلماء الحظ الأوفی بحفظ أبدانھم الظاھرة، بل بالتلذذ بالصلاة والقراء ة ونحوھما فی قبورھم الطاھرة إلی قیام الساعة الآخرة، وھذہ المسائل کلھا ذکرھا السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی أحوال القبور، بالأخبار الصحیحة، والآثار الصریحة، قال ابن حجر :وما أفادہ من ثبوت حیاة الأنبیاء حیاة بھا یتعبدون، ویصلون فی قبورھم، مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکة أمر لا مریة فیہ، وقد صنف البیھقی جزء ا فی ذلک (مرقاة المفاتیح، ج ۳ ص۱۰۱۷، کتاب الصلاة،باب الجمعة، الفصل الثانی)

(إن من أفضل أیامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم) علیہ الصلاة والسلام وخلقہ فیہ یوجب لہ شرفا ومزیة کما قالہ القاضی (وفیہ قبض) وذلک سبب للشرف أیضا فإنہ سبب لوصولہ إلی الجناب الأقدس والخلاص عن النکبات (وفیہ النفخة) أی النفخ فی الصور وذلک شرف أیضا لأنہ من أسباب توصل أرباب الکمال إلی ما أعد لھم من النعیم المقیم والموت أحد الأسباب الموصلة للنعیم وھو وإن کان فناء ا ظاھرا فھو بالحقیقة ولادة ثانیة ذکرہ الراغب (وفیہ الصعقة) ھی غیر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النفخة وقد ذكرها تعالى بفاء التعقيب في (ونفخ في الصور فصعق) (فأكثروا على من الصلاة فيه) أي في يوم الجمعة وكذا ليلتها قال أبو طالب المكي :وأقل ذلك ثلاث مئة مرة كذا نقله عنه في الإتحاف (فإن صلاتكم معروضة على) قال ابن الملقن :معنى معروضة على موصولة إلى توصل الهدايا ثم إنهم قالوا :وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت بفتح فسكون ففتح على الأشهر أي بليت وفي رواية أرممت أي صرت رميما قال (إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء) لأنها تتشرف بوقع أقدامهم عليها وتفتخر بضمهم إليها فكيف تأكل منهم ولأنهم تناولوا ما تناولوا منها بحق وعدل وسخرها لهم لإقامة العدل عليها فلم يكن لها عليهم سلطان ومثلهم الشهداء .قال في المطامح :وقد وجد حمزة صحيحا لم يتغير حين حفر معاوية قبره وأصاب الفأس أصبعه فدميت وكذا عبد الله بن حرام وعمرو بن الجموح وطلحة وغيرهم .قال الطيبي :إنما قالوا كيف تعرض صلاتنا عليك وقد بليت استبعادا فما وجه الجواب بقوله إن الله حرم إلخ فإن المانع من العرض والسماع الموت وهو قائم بعد قلنا :حفظ أجسادهم من أن تبلى أخرق للعادة المستمرة فكما أنه تعالى يحفظها منه كذلك يمكن من العرض عليهم ومن الاستماع منهم .

(حم د ن هـ حب ك عن أوس) بفتح الهمزة وسكون الواو (بن أبي أوس) واسم أبي أوس حذيفة الثقفي صحابي سكن دمشق وفد على رسول الله صلى الله عليه وسلم ويقال هو والد عمرو بن أوس قال في التقريب :وهو غير أوس بن أبي أوس الثقفي على الصحيح قال الحاكم على شرط البخاري انتهى وليس كما قال فقد قال الحافظ المنذري وغيره له علة دقيقة أشار إليها البخاري وغيره وغفل عنها من صححه كالنووي في الرياض والأذكار (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ۲۴۸۰)

(حياة الأنبياء في قبورهم)قال السيوطي في مرقات الصعود تواترت بها الأخبار وقال في أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء ما نصه حياة النبي صلى الله عليه وسلم في قبره وسائر الأنبياء معلومة عندنا علما قطعيا لما قام عندنا من الأدلة في ذلك وتواترت به الأخبار الدالة على ذلك وقد ألف الإمام البيهقي رحمه الله جزء ا في حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام في قبورهم اهـ.

منه بلفظه وانظره فقد ساق بعده شيئا من الأخبار الدالة على ذلك وقال ابن القيم في كتاب الروح نقلا عن أبي عبد الله القرطبي صح عن النبي صلى الله عليه وسلم أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء وأنه صلى الله عليه وسلم اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس وفي السماء خصوصا بموسى وقد أخبر بأنه ما من مسلم يسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطع بأن موت الأنبياء إنما هو راجع إلى أن غيبوا عنا بحيث لا ندركهم وإن كانوا موجودين أحياء وذلك كالحال في الملائكة فإنهم أحياء موجودون ولا نراهم اهـ والله سبحانه وتعالى أعلم (نظم المتناثر من الحديث المتواتر لامام محمد بن جعفر الكتاني، تحت رقم الحديث ۱۱۵، ج ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۷، كتاب المرضى والجنائز وأحوال الموتى)

شریف پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ ۱؎

۱؎ (فأكثروا على من الصلاة فيه) أى في يوم الجمعة فإن الصلاة من أفضل العبادات وهي فيها أفضل من غيرها لاختصاصها بتضاعف الحسنات إلى سبعين على سائر الأوقات ولكون إشغال الوقت الأفضل بالعمل الأفضل هو الأكمل والأجمل ولكونه سيد الأيام فيصرف في خدمة سيد الأنام عليه الصلاة والسلام (فإن صلاتكم معروضة على) يعنى على وجه القبول فيه وإلا فهي دائما تعرض عليه بواسطة الملائكة إلا عند روضته فيسمعها بحضرته وقد جاء أحاديث كثيرة في فضل الصلاة يوم الجمعة وليلتها وفضيلة الإكثار منها على سيد الأبرار (وقد أرمت) جملة حالية بفتح الراء وسكون الميم وفتح التاء المخففة ويروى بكسر الراء أى بليت وقيل على البناء للمفعول من الأرم وهو الأكل أى صرت مأكولا للأرض وقيل أرمت بالميم المشددة والتاء الساكنة أى أرمت العظام وصارت رميما، كذا قاله التوربشتي.

قال الطيبي ويروى رممت بالميمين أى صرت رميما.

قيل فعلى هذا يجوز أن يكون أرمت بحذف إحدى الميمين كظلت ثم كسرت الراء لالتقاء الساكنين يعني أو فتحت بالأخفية أو بالنقلية على ما عرف في محله.

قال الخطابي أصله أرممت فحذفوا إحدى الميمين وهي لغة بعض العرب وقال غيره هو أرمت بفتح الراء والميم المشددة وإسكان التاء أى أرمت العظام (قال) أى أوس الراوى (يقولون) أى الصحابة أى يريدون بهذا القول (بليت فقال) أى رسول الله صلى الله عليه وسلم (إن الله عز وجل حرم على الأرض) أى منعها وفيه مبالغة لطيفة (أجساد الأنبياء) أى من أن تأكلها فإن الأنبياء في قبورهم أحياء.

قال بن حجر المكي وما أفاده من ثبوت حياة الأنبياء حياة بها يتعبدون ويصلون في قبورهم مع استغنائهم عن الطعام والشراب كالملائكة أمر لا مرية فيه وقد صنف البيهقي جزأ في ذلك.

قال المنذري وأخرجه النسائي وبن ماجه وله علة دقيقة أشار إليها البخاري وغيره وقد جمعت طرقه في جزء .

وفي النيل بعد سرد الأحاديث في هذا الباب ما نصه وهذه الأحاديث فيها مشروعية الإكثار من الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة وأنها تعرض عليه صلى الله عليه وسلم وأنه حي في قبره.

وقد أخرج بن ماجه بإسناد جيد أنه صلى الله عليه وسلم قال لأبي الدرداء إن الله عز وجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء وفي رواية للطبراني ليس من عبد يصلي على إلا بلغني صلاته قلنا وبعد وفاتك قال وبعد وفاتي إن الله عز وجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء وقد ذهب جماعة من المحققين إلى أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حي بعد وفاته وأنه يسر بطاعات أمته وأن الأنبياء لا يبلون مع أن مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت سائر الموتى.

وقد صح عن بن عباس مرفوعا ما من أحد يمر على قبر أخيه المؤمن وفي رواية بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا عرفه ورد عليه ولابن أبي الدنيا إذا مر الرجل بقبر يعرفه فيسلم عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کا اور بھی کئی احادیث وروایات میں ذکر آیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

السلام وعرفه وإذا مر بقبر لا يعرفه رد عليه السلام وصح أنه صلى الله عليه وسلم كان يخرج إلى البقيع لزيارة الموتى ويسلم عليهم.

وورد النص فى كتاب الله فى حق الشهداء أنهم أحياء يرزقون وأن الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالأنبياء والمرسلين.

وقد ثبت فى الحديث الأنبياء أحياء فى قبورهم رواه المنذرى وصححه البيهقى.

وفى صحيح مسلم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال مررت بموسى ليلة أسرى بى عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى فى قبر انتهى (عون المعبود، ج۳، ص ۲٦۰ و ۲٦۱، کتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة)

[1] أخبرنا أبو سهل أحمد بن محمد بن إبراهيم المهرانى، أنبأ محمد بن جعفر السختيانى، ثنا أبو خليفة، ثنا عبد الرحمن بن سلام، أنبأ إبراهيم بن طهمان، عن أبى إسحاق، عن أنس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أكثروا الصلاة على يوم الجمعة وليلة الجمعة؛ فمن صلى على صلاة صلى الله عليه عشرا (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۵۹۹۴)

حدثنا هشيم ، قال :أخبرنا أبو حرة ، عن الحسن ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أكثروا الصلاة على يوم الجمعة ، فإنها معروضة على (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۸۷۹۲)

وعن أنس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثروا الصلاة على يوم الجمعة فإنه أتانى جبريل آنفا عن ربه عز وجل فقال ما على الأرض من مسلم يصلى عليك مرة واحدة إلا صليت أنا وملائكتى عليه عشرا.

رواه الطبرانى عن أبى ظلال عنه وأبو ظلال وثق ولا يضر فى المتابعات (الترغيب و الترهيب للمنذرى، رقم الحديث ۲۵۷۸)

أكثروا الصلاة على يوم الجمعة وليلة الجمعة، فمن صلى على صلاة صلى الله عليه عشرا ." البيهقى فى "سننه (۳/۲۴۹)"عن عبد الرحمن بن سلام أنبأنا إبراهيم بن طهمان عن أبى إسحاق عن أنس مرفوعا .وقال الذهبى فى "مختصره(۱/۱۴۷/۲) "إسناده صالح ." قلت : كلا، فإن أبا إسحاق وهو السبيعى كان اختلط، ثم هو مدلس وقد عنعنه . وله طريق أخرى يرويها درست بن زياد القشيرى عن يزيد الرقاشى عن أنس مرفوعا بلفظ " :أكثروا على من الصلاة فى يوم الجمعة وليلة الجمعة، فمن فعل ذلك كنت له شهيدا أو شافعا يوم القيامة ."أخرجه ابن عدى(۱۲۹/۲) فى ترجمة درست هذا وقال " :أرجو أنه لا بأس به ."وقال الحافظ فى "التقريب " :"ضعيف " . قلت :والرقاشى ضعيف أيضا .ومن هذا الوجه رواه البيهقى فى "الشعب "كما فى "المناوى ". وروى مرسلا مختصرا بلفظ " :إذا كان يوم الجمعة وليلة الجمعة فأكثروا الصلاة على ."أخرجه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ ان میں سے بعض احادیث وروایات کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، اور بعض روایات سند کے اعتبار سے شدید ضعیف بھی ہیں۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشافعي (رقم ۴۳۱) أخبرنا إبراهيم بن محمد :أخبرني صفوان ابن سليم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :فذكره. وإبراهيم هذا هو ابن يحيى الأسلمي متروك .ولهذا شاهد من حديث عمر مرفوعا بسند ضعيف ذكره السخاوى فى "القول البديع "(ص-۱۲۰ هند) . وأورده ابن أبي حاتم في "العلل(۱/۲۰۵)"من طريق سعيد بن بشير عن قتادة عن أنس مرفوعا به دون قوله ": وليلة الجمعة " ....وقال " :قال أبي :هذا حديث منكر بهذا الإسناد ."وبالجملة فالحديث بهذا الطرق حسن على أقل الدرجات، وهو صحيح بدون ذكر ليلة الجمعة .انظر "تخريج مشكاة المصباح(۱۳۶۱)(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۱۴۰۷)

ل أخبرنا أبو سعد الماليني، حدثنا أبو أحمد بن عدى، حدثنا محمد بن على بن سهل المروزى، وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثني أبو طاهر محمد بن الحسين المحمدآباذى، حدثنا محمد بن على المروزى، بجرجان، حدثنا يحيى بن يحيى، حدثنا درست بن زياد القشيرى، عن يزيد الرقاشي، عن أنس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أكثروا على الصلاة فى يوم الجمعة، وليلة الجمعة، فمن فعل ذلك كنت له شهيدا، أو شافعا يوم القيامة (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۲۷۷۱)

حدثنا إسماعيل بن موسى الحاسب، حدثنا جبارة، حدثنا أبو إسحاق الحميسى عن يزيد الرقاشي، عن أنس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثروا الصلاة على يوم الجمعة فإن صلاتكم تعرض على .....قال ابن عدى وهذه الأحاديث عن يزيد الرقاشي، عن أنس وإن كان يزيد فيه كلام فإنها ليست بمحفوظة وما أظنه يرويها عنه غير أبي إسحاق الحميسى (الكامل فى ضعفاء الرجال، ج۳، ص ۱۵۳، تحت الترجمة خازم بن الحسين أبو إسحاق الحميسى كوفى)

أخبرنا على بن أحمد بن عبدان، أنبأ أحمد بن عبيد، ثنا الحسن بن سعيد، ثنا إبراهيم بن الحجاج، ثنا حماد بن سلمة، عن برد بن سنان، عن مكحول الشامى، عن أبى أمامة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أكثروا على من الصلاة فى كل يوم جمعة؛ فإن صلاة أمتى تعرض على فى كل يوم جمعة، فمن كان أكثرهم على صلاة كان أقربهم منى منزلة ."وروى ذلك من أوجه عن أنس بألفاظ مختلفة، ترجع كلها إلى التحريض على الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم ليلة الجمعة ويوم الجمعة، وفى بعض إسنادها ضعف، وفيما ذكرنا كفاية (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۵۹۹۵)

وعن أبي أمامة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثروا على من الصلاة فى كل يوم الجمعة فإن صلاة أمتى تعرض على فى كل يوم جمعة فمن كان أكثرهم على صلاة كان أقربهم منى منزلة،رواه البيهقى بإسناد حسن إلا أن مكحولا قيل لم يسمع من أبي أمامة(الترغيب الترهيب للمنذرى، رقم الحديث ۲۵۸۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر جمعہ کے دن درود شریف کی نفسِ فضیلت کے مسئلہ پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثنی أبو بكر بن أبی دارم، ح وأخبرنا أبو زكريا بن أبی إسحاق، أخبرنا أبو بكر بن أبی دارم، حدثنا المنذر بن محمد، حدثنا أبی، حدثنا إسماعيل بن أبان الأزدی، حدثنی عمرو وهو ابن شمر، عن محمد بن سوقة، عن عامر الشعبی، عن ابن عباس، قال :سمعت نبيكم صلى الله عليه وسلم يقول " :أكثروا الصلاة على نبيكم فی الليلة الغراء، واليوم الأزهر ليلة الجمعة، ويوم الجمعة "وفی رواية أبی عبد الله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :هذا إسناد ضعيف بمرة(شعب الايمان للبيهقی، رقم الحديث ۲۷۷۲)

عن عبد العزيز بن أحمد أنا تمام ابن محمد اخبرنی أبو الفتح مظفر بن برهان نا محمد بن منصور الأسواری نا أحمد بن زيد الفزاری نا محمد بن نجيح نا ربعی بن شداد نا ابن أبی مليكة عن أبی بكر الصديق عن النبی (صلى الله عليه وسلم) قال ليس عند الله يوم ولا ليلة تعدل الليلة الغراء واليوم الأزهر يعنی ليلة الجمعة ويوم الجمعة(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج۵۸ص۳۷۴، حرف الميم)

حدثنا الحكم بن عبد الله حدثنی القاسم عن عائشة قالت قال أصحاب النبی (صلى الله عليه وسلم) يا رسول الله أمرنا أن نكثر الصلاة عليك فی الليلة الغراء واليوم الأزهر وأحب ما صلينا عليك كما تحب قال قولوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وآل إبراهيم وارحم محمدا وآل محمد كما رحمت إبراهيم وآل إبراهيم وبارك على محمد وآل محمد كما باركت على إبراهيم وآل إبراهيم إنك حميد مجيد وأما السلام فقد عرفتم كيف هو(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج۵۳ص۳۰۹، حرف الميم)

حديث "أكثروا على من الصلاة فی الليلة الغراء واليوم الأزهر "

أخرجه الطبرانی فی الأوسط من حديث أبی هريرة وفيه عبد المنعم بن بشير ضعفه ابن معين وابن حبان (تخريج احاديث الاحياء،تحت رقم الحديث ۶۱۸)

ومنها ما رواه ابن وهب عن يونس، عن ابن شهاب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :(أكثروا علی من الصلاة فی الليلة الغراء واليوم الأزهر، فإنهما يؤديان عنكم، وإن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء، وكل ابن آدم يأكله التراب إلا عجب الذنب، ورواه عمارة بن غزية عن ابن شهاب بنحوه وهو مرسل(الصارم المنكی فی الرد علی السبكی لابن عبدالهادی، ج ا ص ۲۱۱، الباب الثانی، فصل :فی علم النبی صلى الله عليه وسلم بمن يسلم عليه)

(ابن عساكر عن الحكم بن عبد الله عن القاسم عن عائشة) قالت" :قالوا يا رسول الله أمرنا أن نكثر الصلاة عليك فی الليلة الغراء، واليوم الأزهر وأحب ما صلينا عليك كما تحب قال: فذكره والحكم كذاب وقال أحمد أحاديثه كلها موضوعة(كنزالعمال، ج ا ص ۴۹۶، تحت رقم الحديث ۲۱۸۷)

[1] وروی ذلک من أوجه عن أنس بألفاظ مختلفة، ترجع كلها إلی التحريض علی الصلاة علی النبی صلی الله عليه وسلم ليلة الجمعة ويوم الجمعة، وفی بعض إسنادها ضعف، وفيما ذكرنا كفاية، وبالله التوفيق (السنن الكبریٰ للبيهقی ۵۹۹۵،باب ما يؤمر به فی ليلة الجمعة ويومها من كثرة الصلاة علی رسول الله صلی الله عليه وسلم وقراء ة سورة الكهف وغيرها)

(۳)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر روشنی کا ذریعہ ہے، جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسّی (۸۰) مرتبہ درود پڑھے گا، تو اس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ [۱]

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کو متعدد محدثین نے ضعیف وغریب قرار دیا ہے، جس کی بناء پر اس کا عقیدہ رکھنا خلافِ احتیاط ہے۔ [۲]

---

[۱] حدثنا عمر، نا الحسين بن إسماعيل الضبى، وأحمد بن عبد الله بن نصر بن بجير، قالا: نا سعيد بن محمد بن ثواب، أنا عون بن عمارة، أنا سكن البرجمى، عن حجاج بن سنان، عن على بن زيد، عن سعيد بن المسيب، أظنه عن أبى هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة على نور على الصراط فمن صلى على يوم الجمعة ثمانين مرة غفرت له ذنوب ثمانين عاما (الترغيب فى فضائل الاعمال لابنِ شاهين رقم الحديث ۲۲)

[۲] حدثنا أبو عبيد القاسم بن إسماعيل، ومحمد بن موسى بن سهل، قالا: حدثنا سعيد بن محمد بن ثواب، قال: حدثنا عون بن عمارة، قال: حدثنا السكن بن أبى السكن، قال: حدثنا الحجاج بن سنان، عن على بن زيد، عن سعيد بن المسيب، عن أبى هريرة رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (الصلاة على نورٌ على الصراط، فمن صلى على يوم الجمعة ثمانين مرةً غفرت له ذنوب ثمانين عاماً)
هذا حديث غريب.
أخرجه أبو نعيم من وجه آخر عن سعيد بن محمد. فوقع لنا عالياً لاتصال السماع.
قال الدارقطنى: تفرد به حجاج بن سنان عن على بن زيد، ولم يروه عن الحجاج إلا السكن، تفرد به عون. قلت: والأربعة ضعفاء (نتائج الأفكار فى تخريج أحاديث الأذكار، للعسقلانى، ج۵ ص ۵۶، كتاب الأذكار فى صلوات مخصوصة، المجلس ۴۲۶)
(الصلاة على نور على الصراط، ومن صلى على يوم الجمعة ثمانين مرة؛ غفرت له ذنوب ثمانين عاما). ضعيف أخرجه الديلمى (۲/۲۵۵) من طريق الدارقطنى؛ عن عون بن عمارة: حدثنا سكن البرجمى، عن الحجاج بن سنان: عن على بن زيد، عن سعيد بن المسيب، عن أبى هريرة مرفوعا. وقال الدارقطنى فى "الأفراد"، -ونحوه فى "زهر الفردوس" للحافظ:- "تفرد به حجاج بن سنان عن على بن زيد، ولم يروه عن حجاج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۴)......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود شریف پڑھے گا، تو اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، عرض کیا گیا کہ آپ پر کس طرح درود پڑھا جائے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح درود پڑھا جائے۔

" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ"

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلا السكن ابن أبي السكن "كذا في "فيض القدير - "للمناوي -، ثم قال : "قال ابن حجر في "تخريج الأذكار :"والأربعة ضعفاء .وأخرجه أبو نعيم من وجه آخر، وضعفه ابن حجر." قلت :في هذا التضعيف نظر من حيث شموله السكن هذا؛ فإني لم أره في "الميزان "ولا في "اللسان"، بل إن ابن أبي حاتم لما ترجمه (۲/۱/۲۸۸)روى عن ابن معين أنه قال ":صالح ."وعن أبيه":صدوق." فمثله لا يضعف عادة. ثم رأيت الحافظ ابن حجر قال في ترجمة حجاج بن سنان من "اللسان:" "وجدت له حديثا منكرا، أخرجه الدارقطني في "الأفراد "من رواية عون بن عمارة، عن زكريا البرجمي، عنه، عن علي بن زيد (قلت :فساقه كما تقدم، ثم قال:) وسيأتي في ترجمة زكريا البرجمي." ثم أعاد الحديث تبعا لأصله " :الميزان "في ترجمة زكريا بن عبد الرحمن البرجمي، وقال " :لينه الأزدي." قلت :فاختلف نقل الحافظ عن الدارقطني عما وقع في رواية الديلمي، وفي نقل المناوي عنه .فلعل الحافظ ابن حجر في "تخريج الأذكار" نقل الحديث عن الدارقطني كما نقله في "اللسان "عن زكريا البرجمي؛ فضعفه على هذا، ولم يتنبه المناوي لهذا الاختلاف بين نقله ونقل الحافظ، فنتج منه تضعيف الصدوق . وجملة القول؛ أن الحديث ضعيف، لكن الأمر يتطلب تحقيقا خاصا في تحديد اسم البرجمي هذا؛ هل هو زكريا أم السكن .ولعلنا نوفق لمثله فيما بعد إن شاء الله تعالى . والحديث رواه منصور بن صقير :حدثنا سكن بن أبي السكن، عن علي بن زيد، عن سعيد بن المسيب قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم ... :-فذكره مرسلا، وزاد : "ومن أدركه الموت وهو في طلب العلم؛ لم تكن بينه وبين الأنبياء في الجنة إلا درجة واحدة." أخرجه يوسف بن عمر القواس في "حديثه "(ق ۱ - ۲/۶۹) ومنصور بن صقير؛ ضعيف أيضا؛ كما في "التقريب"، وقد خالف عون بن عمارة في إسناده، وعون ضعيف أيضا كما تقدم، فلا يسوغ الترجيح بينهما، إلا أنه على ضعفهما؛ فقد اتفقا على أن راوي الحديث هو السكن وليس زكريا .والله أعلم(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۳۸۰۴)

یہ پڑھ کر ایک انگلی بند کرے، یعنی انگلی بند کر کے سو مرتبہ شمار کرے۔
مگر محدثین نے اس حدیث کو انتہائی کمزور اور غیر صحیح قرار دیا ہے۔ [۱]

---

[۱] أنا محمد بن على بن عبيد الله قال أنا أبو منصور قال أنا أبو حفص الكتانى قال نا أبو بكر محمد بن جعفر المطيرى قال نا وهب بن داؤد قال نا إسماعيل بن إبراهيم قال نا عبد العزيز بن صهيب عن أنس بن مالك عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال ":من صلى على يوم الجمعة مائتى غفر الله له ذنوب ثمانين عاما فقيل له كيف الصلاة عليك قال يقول اللهم صلى على محمد عبدك ونبيك ورسولك النبى الأمى ويعقد واحدة."

قال المؤلف :هذا حديث لا يصح قال أبو بكر الخطيب وهب بن داؤد ليس بثقة(العلل المتناهية فى الأحاديث الواهية،للجوزى، تحت رقم الحديث ٧٩٦)

وفى لفظ لابن عدى فى الكامل بسند ضعيف أكثروا من الصلاة على يوم الجمعة فإن صلاتكم تعرض على، وعنه أيضاً عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه قال من صلى على يوم الجمعة ثمانين مرة غفر الله له ذنوب ثمانين عاماً فقيل له يارسول الله كيف الصلاة عليك قال :قولوا اللهم صل على محمد عبدك ونبيك ورسولك النبى الأمى، وتعقد واحدة، أخرجه الخطيب وذكره ابن الجوزى فى الأحاديث الواهيى ......والديلمى فى مسنده من طريقه وسنده ضعيف، وفى لفظ له لم أقف على أصله مرفوعاً من صلى على يوم الجمعة مائة صلاة غفر الله خطيئة ثمانين عاماً (القول البديع للسخاوى، ج ا ، ص١٩٧ ،الباب الخامس :فى الصلاة عليه فى أوقات مخصوصة)

وهب بن داود المخرمى. عن ابن علية. قال أبو بكر الخطيب :لم يكن بثقة. قرأت على عمر بن عبد المنعم عن الكندى أخبرنا أبو منصور القزاز أخبرنا محمد بن على العباسى أخبرنا عمر الكتانى إملاء حَدَّثَنا محمد بن جعفر المطيرى حَدَّثَنا وهب بن داود الضرير حَدَّثَنا إسماعيل حَدَّثَنا عبد العزيز بن صهيب، عَن أَنس رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من صلى على يوم الجمعة ثمانين مرة غفر الله له ذنوب ثمانين عاما ... الحديث (لسان الميزان، تحت رقم الترجمة ٨٣٩٠)

وهب بن داود المخرمى عن ابن علية عن ابن صهيب عن أنس من صلى على يوم الجمعة ثمانين مرة غفر له ذنوب ثمانين عاما قال الخطيب لم يكن بثقة ثم أورد له حديثا من وضعه (المغنى فى الضعفاء، تحت رقم الترجمة ٦٩٠٤، لشمس الدين الذهبى)

حديث " :الصلاة على نور على الصراط، ومن صلى على يوم الجمعة ثمانين مرة غفرت له ذنوب ثمانين عاما ."تفرد به حجاج بن سنان ضعيف، وفيه أربعة رواه ضعفاء، قاله ابن حجر(أسنى المطالب فى أحاديث مختلفة المراتب، لمحمد بن محمد درويش، أبو عبد الرحمن الحوت الشافعى، تحت رقم الحديث ٨٣٩)

حديث "من صلى على فى يوم الجمعة ثمانين مرة غفر الله له ذنوب ثمانين سنة قيل يا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۵)...... امام سخاوی نے ''القولُ البدیع'' میں ابنِ بشکوال کے حوالہ سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ:

جس نے جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر اس جگہ سے کھڑے ہونے سے پہلے اسّی (۸۰) مرتبہ ان الفاظ میں درود پڑھا کہ:

''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْماً''

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

رسول الله كيف الصلاة عليك ؟ قال تقول :اللهم صل على محمد عبدك ونبيك ورسولك النبي الأمي ، وتعقد واحدة ، وإن قلت اللهم صل على محمد وعلى آل محمد صلاة تكون لك رضاء ولحقه أداء وأعطه الوسيلة وابعثه المقام المحمود الذى وعدته واجزه عنا ما هو أهله واجزه أفضل ما جزيت نبيا عن أمته وصل عليه وعلى جميع إخوانه من النبيين والصالحين يا أرحم الراحمين "

أخرجه الدارقطنى من رواية ابن المسيب قال أظنه عن أبى هريرة وقال حديث غريب ، وقال ابن النعمان حديث حسن (تخريج أحاديث الإحياء ،للعراقى، تحت رقم الحديث ۵۴۹)

من صلى على يوم الجمعة ثمانين مرة غفر الله له ذنوب ثمانين عاما، فقيل له :وكيف الصلاة عليك يا رسول الله؟ قال :تقول :اللهم صل على محمد عبدك ونبيك ورسولك النبى الأمى، وتعقد واحدا ." موضوع . أخرجه الخطيب(۱۳/ ۴۸۹)من طريق وهب بن داود بن سليمان الضرير حدثنا إسماعيل ابن إبراهيم، حدثنا عبد العزيز بن صهيب عن أنس مرفوعا . ذكره فى ترجمة الضرير هذا وقال :لم يكن بثقة، قال السخاوى فى "القول البديع "(ص ۱۴۵) : وذكره ابن الجوزى فى "الأحاديث الواهية "(رقم ۷۹۶). قلت :وهو بكتابه الآخر "الأحاديث الموضوعات "أولى وأحرى، فإن لوائح الوضع عليه ظاهرة، وفى الأحاديث الصحيحة فى فضل الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم غنية عن مثل هذا، من ذلك قوله صلى الله عليه وسلم " :من صلى على مرة واحدة صلى الله عليه بها عشرا " رواه مسلم وغيره، وهو مخرج فى " صحيح أبى داود (۱۳۶۹)"ثم إن الحديث ذكره السخاوى فى مكان آخر (ص ۱۴۷) من رواية الدارقطنى يعنى عن أبى هريرة مرفوعا، ثم قال :وحسنه العراقى، ومن قبله أبو عبد الله بن النعمان، ويحتاج إلى نظر، وقد تقدم نحوه من حديث أنس قريبا يعنى هذا . قلت :والحديث عند الدارقطنى عن ابن المسيب قال :أظنه عن أبى هريرة كما فى الكشف (۱/ ۱۶۷)(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۲۱۵)

تو اس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف کردیے جائیں گے، اور اسّی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہوگا۔

مگر اس حدیث کی پوری سند امام سخاوی نے نقل نہیں کی، اور ابنِ بشکوال کے حوالہ سے بھی یہ حدیث دستیاب نہیں ہوسکی، اس لیے اس حدیث کی تصدیق کرنے پر اطمینان حاصل نہیں ہوسکا۔ [1]

خلاصہ یہ کہ جمعہ کے دن بغیر کسی قید وشرط، اور مخصوص الفاظ کے کثرت سے مسنون درود پڑھنا مستحب وباعثِ فضیلت ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

فَاِنَّ الصَّلَاةَ مِنْ اَفْضَلِ الْعِبَادَاتِ وَهِيَ فِيْهَا اَفْضَلُ مِنْ غَيْرِهَا لِاِخْتِصَاصِهَا بِتَضَاعُفِ الْحَسَنَاتِ اِلٰى سَبْعِيْنَ عَلٰى سَآئِرِ الْاَوْقَاتِ وَلِكَوْنِ اِشْغَالِ الْوَقْتِ الْاَفْضَلِ بِالْعَمَلِ الْاَفْضَلِ هُوَ الْاَكْمَلُ وَالْاَجْمَلُ وَلِكَوْنِهٖ سَيِّدَ الْاَيَّامِ فَيُصْرَفُ فِيْ خِدْمَةِ سَيِّدِ الْاَنَامِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ اِذَا عَرَفْتُمْ اَنَّهٗ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ (فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ) يَعْنِيْ عَلٰى وَجْهِ الْقُبُوْلِ فِيْهِ وَاِلَّا فَهِيَ دَائِمًا تُعْرَضُ عَلَيْهِ بِوَاسِطَةِ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا عِنْدَ رَوْضَتِهٖ فَيَسْمَعُهَا بِحَضْرَتِهٖ وَقَدْ جَاءَ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِيْ فَضْلِ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلِهَا وَفَضِيْلَةِ

---

[1] وفي لفظ عند ابن بشكوال من حديث أبي هريرة أيضاً من صلى صلاة العصر من يوم الجمعة فقال قبل أن يقوم من مكانه اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليماً ثمانين مرة غفرت له ذنوب ثمانين عاماً وكتبت له عبادة ثمانين سنة (القول البديع للسخاوي، ج ۱، ص ۱۹۹، الباب الخامس: في الصلاة عليه في أوقات مخصوصة)

آج کل جو بہت سے حضرات اس حدیث کی تبلیغ کرتے ہیں، اور قیمتی کاغذوں پر نمایاں کرکے اس کی اشاعت کرتے اور مساجد وغیرہ میں آویزاں کرتے ہیں، اس سے اجتناب کرنے میں احتیاط ہے، کیونکہ مستند طریقہ پر ثبوت کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کی نسبت کرنا بہت خطرناک اور باعثِ وعید طرزِ عمل ہے۔ محمد رضوان۔

اَلْاِکْثَارِ مِنْھَا عَلٰی سَیِّدِ الْاَبْرَارِ (مرقاۃ المفاتیح) [1]

ترجمہ: وجہ اس کی یہ ہے کہ درود شریف افضل ترین عبادت ہے، اور یہ عبادت جمعہ کے دن دوسرے دنوں کے مقابلے میں زیادہ فضیلت کا باعث ہے، کیونکہ جمعہ کے دن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نیکیوں کا اجر دوسرے اوقات کے مقابلے میں ستر گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ [2]

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ افضل ترین وقت کو مشغول رکھنا افضل ترین عمل کے ساتھ اکمل اور اجمل ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے، تو اس میں تمام مخلوقات کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف کی مشغولی ہی زیبا ہے، پھر جب آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ترین دن ہے تو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، یعنی اس دن کے درود شریف میں (دوسرے دنوں کی بہ نسبت) زیادہ قبولیت ہوتی ہے ورنہ تو واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں کے واسطہ سے درود شریف ہمیشہ پیش کیا جاتا ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے قریب درود شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس (فرشتوں کے واسطہ کے بغیر) سنتے ہیں، اور جمعہ کے دن اور اس کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے اور اس کی کثرت کرنے کی فضیلت پر بہت سی احادیث آئی ہیں (مرقاۃ)

اور علّامہ ابنِ قیم سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ:

جمعہ کے دن درود شریف کی زیادہ فضیلت اس وجہ سے ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سردار ہیں، اس

---

[1] ج۳ ص ۱۰۱۶، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، الفصل الثانی.

[2] جمعہ کے دن نیک اعمال کا ثواب ستر درجہ بڑھا دینے کا ہمیں کسی مضبوط و مستند حدیث میں ذکر نہیں ملا۔ محمد رضوان۔

لئے اس دن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ایسی خصوصیت ہے جو دوسرے دنوں کو نہیں۔ [1]

اور کیونکہ معتبر و مضبوط احادیث میں جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کا ذکر بغیر کسی وقت اور بغیر کسی خاص درود کے صیغہ کی قید کے مذکور ہے، تو اس حدیث کے عموم سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جمعہ کے دن کسی بھی وقت کوئی سا بھی مسنون درود شریف پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ فضیلت حاصل ہو جائے گی اور کیونکہ درودِ ابراہیمی سب سے افضل ہے، اس لیے اُس کو پڑھنے کی فضیلت یقیناً زیادہ ہوگی۔

یاد رہے کہ درود شریف پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ یا عقیدہ اپنی طرف سے گھڑ لینا صحیح نہیں۔

آج کل بعض لوگ مساجد میں جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اجتماعی طور پر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں اور اس کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں، اس لئے ہم آپ کے ادب میں کھڑے ہوتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح کسی مجلس یا جمعہ کے دن میں حاضر سمجھنے کا عقیدہ قرآن مجید اور کسی مستند حدیث سے ثابت نہیں۔

لہٰذا درود شریف کے لیے ان قیود و تخصیصات کا کوئی ثبوت نہیں، جس کام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص کیفیت اور کوئی خاص طریقہ متعین نہ

---

[1] ورسول الله صلى الله عليه وسلم سيد الأنام، ويوم الجمعة سيد الأيام، فللصلاة عليه فى هذا اليوم مزية ليست لغيره مع حكمة أخرى وهى أن كل خير نالته أمته فى الدنيا والآخرة، فإنما نالته على يده، فجمع الله لأمته به بين خيرى الدنيا والآخرة، فأعظم كرامة تحصل لهم، فإنما تحصل يوم الجمعة، فإن فيه بعثهم إلى منازلهم وقصورهم فى الجنة، وهو يوم المزيد لهم إذا دخلوا الجنة، وهو يوم عيد لهم فى الدنيا، ويوم فيه يسعفهم الله تعالى بطلباتهم وحوائجهم، ولا يرد سائلهم، وهذا كله إنما عرفوه وحصل لهم بسببه وعلى يده، فمن شكره وحمده وأداء القليل من حقه صلى الله عليه وسلم أن نكثر من الصلاة عليه فى هذا اليوم وليلته (زاد المعاد، الجزء الاول صفحه ۳۶۴، فصول فى هديه صلى الله عليه وسلم فى العبادات، فصل فى خواص يوم الجمعة وهى ثلاث وثلاثون)

فرمایا ہو اس کے لیے اپنی طرف سے مخصوص طریقے بنالینا دین میں اختراع اور زیادتی ہے (احسن الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

(۷)...... جمعہ کے دن صبح کے وقت مخصوص استغفار کا حکم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جو شخص جمعہ کے دن صبح کی نماز سے پہلے تین مرتبہ یہ استغفار پڑھے تو اس کے گناہ خواہ سمندر کے برابر کیوں نہ ہوں، معاف کردیئے جائیں گے، وہ استغفار یہ ہے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

ترجمہ: میں اس اللہ وحدہٗ لاشریک سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو حَیّ اور قَیُّوم ہے، اور اس سے (اپنے گناہوں کی) توبہ کرتا ہوں (ابن سنی) [1]

مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند منکر اور شدید ضعیف ہے۔ [2]

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ وَلِلْمُسْلِمَاتِ كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ (المعجم الكبير للطبرانی) [3]

---

[1] حدثنی أحمد بن الحسن بن أديبويه، حدثنا أبو يعقوب إسحاق بن خالد بن يزيد البالسی، حدثنا عبد العزيز بن عبد الرحمن البالسی، عن خصيف، عن أنس بن مالك، رضی الله عنه، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال " :من قال صبيحة يوم الجمعة قبل صلاة الغداة :أستغفر الله الذی لا إله إلا هو الحی القيوم وأتوب إليه ثلاث مرات، غفر الله ذنوبه ولو كانت ذنوبه مثل زبد البحر "(عمل اليوم والليلة لابن السنی، رقم الحديث ۸۳)

[2] قال ابن حجر: قلت :أخرجه ابن السنی من رواية إسحاق بن خالد عن عبد العزيز بن عبد الله القرشی عن خصيف عن أنس. وخصيف بخاء معجمة وصاد مهملة مصغر مختلف فيه، ولم يسمع من أنس .وعبد العزيز اتهمه أحمد بالكذب .وإسحاق قال ابن عدی :له أحاديث منكرة .قلت: والمعروف فی هذا المتن بغير تقييد بوقت (نتائج الافكار لابن حجر، ج ۲، ص ۴۲۹، باب :ما يقال فی صبيحة الجمعة)

[3] رقم الحديث ۶۷۰۷؛ مسند البزار، رقم الحديث ۴۶۶۴.
قال البزار: وهذا الكلام لا نعلمه يروى عن النبی صلى الله عليه وسلم بهذا اللفظ إلا عن سمرة بهذا الإسناد.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن مَردوں اور مؤمن عورتوں اور مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے ہر جمعہ کے دن استغفار (یعنی مغفرت کی دعاء) کیا کرتے تھے (طبرانی)

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس حدیث کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

بہرحال جمعہ کا دن تلاوت وذکر کے اعتبار سے فضیلت رکھتا ہے، اس بنیاد پر جمعہ کے دن استغفار کرنا بھی باعثِ فضیلت ہے، لیکن جمعہ کے دن استغفار کے خاص ثبوت اور فضیلت سے متعلق روایات کی اسناد پر کلام ہے۔

(۸)...... جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہونے کی مخصوص دعاء کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو مسجد کے دروازہ پر یہ دعاء پڑھتے کہ:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اَوْجَہَ مَنْ تَوَجَّہَ اِلَیْکَ وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْکَ وَاَفْضَلَ مَنْ سَأَلَکَ وَرَغِبَ اِلَیْکَ ۔ [2]

مگر علامہ ابن حجر نے اس روایت میں دو راویوں کو مجہول و نامعلوم قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] وقال الهيثمي: رواه البزار والطبراني في الكبير وقال البزار :لا نعلمه عن النبي -صلى الله عليه وسلم -إلا بهذا الإسناد، وفي إسناد البزار يوسف بن خالد السمتي وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۶۱، باب الاستغفار للمؤمنين يوم الجمعة)

[2] أخبرنا ابن منيع، حدثنا حاجب بن الوليد، ثنا مبشر بن إسماعيل، ثنا إبراهيم بن قديد، عن سمرة الخزاز، عن أبي هريرة، رضي الله عنه قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل المسجد يوم الجمعة أخذ بعضادتي الباب -باب المسجد -ثم قال :اللهم اجعلني أوجه من توجه إليک، وأقرب من تقرب إليک، وأفضل من سألک ورغب إليک (عمل اليوم والليلة لابن السني، رقم الحديث ۳۷۴)

[3] (قوله :وروينا فيه -يعني كتاب ابن السني -عن أبي هريرة رضى الله عنه، قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل المسجد يوم الجمعة أخذ بعضادتي الباب، ثم قال :((اللهم اجعلني أوجه من توجه إليک .. ..)) الحديث.قلت :أخرجه أبو نعيم في كتاب الذكر من رواية أبي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبید بن ابی بکرہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ يُقَالُ: إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَقُلْ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ أَفْضَلَ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ وَ أَنْجَحَ مَنْ سَأَلَكَ وَطَلَبَ إِلَيْكَ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: یہ کہا جاتا تھا کہ جب آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہو، تو یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ أَفْضَلَ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ وَ أَنْجَحَ مَنْ سَأَلَكَ وَطَلَبَ إِلَيْكَ.

(ترجمہ) اے اللہ! مجھے اپنی طرف متوجہ ہونے والوں میں سب سے افضل بنادیجیے، اور اپنے مقربین میں سب سے زیادہ تقرّب والا بنادیجیے اور آپ سے سوال کرنے اور طلب کرنے والوں میں مجھے سب سے کامیاب (اور حاجت پوری ہونے والا) بنادیجیے (عبدالرزاق)

مگر اس حدیث کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی، اس لئے اس دعاء کو سنت نہ سمجھا جائے، تاہم سنت سمجھے بغیر کوئی پڑھے، تو حرج نہیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ القاسم البغوی شیخ ابن السنی فیہ .وفی سندہ راویان مجھولان .وقد جاء من حدیث أم سلمة لکن بغیر قید .قرأت علی فاطمة بنت المنجا، عن أبی الربیع الحاکم، قال :أخبرنا إسماعیل بن ظفر، قال :أخبرنا محمد بن أبی زید، قال :أخبرنا أبو القاسم بن منصور، قال :أخبرنا أحمد بن محمد، قال :أخبرنا سلیمان بن أحمد، قال :حدثنا محمد بن زکریا، قال :حدثنا قحطبة -بفتح القاف وسکون المهملة وفتح الطاء المهملة بعدها موحدة -بن غدانة -بضم المعجمة بعدها مهملة وبعد الألف نون -قال :حدثنا أبو أمیة بن یعلی، عن سعید بن أبی الحسن -هو البصری أخو الحسن -عن أمه عن أم سلمة رضی الله عنها، قالت :کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا خرج إلی الصلاة قال) :(اللهم اجعلنی أقرب من تقرب إلیک، وأوجه من توجه إلیک، وأنجح من سألک ورغب إلیک یا الله.((وسنده ضعیف أیضاً (نتائج الافکار لابن حجر، ج۵، ص۶۰، وص ۶۱، کتاب الأذکار فی صلوات مخصوصة)

[1] رقم الحدیث ۵۳۳۷، کتاب الجمعة، باب الرواح فی الجمعة .

(فصل نمبر۹)

شبِ جمعہ کی فضیلت کی حیثیت اور غلو کی ممانعت

پیچھے جمعہ کے دن مختلف اذکار کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ بہت سے اذکار کی فضیلت جمعہ کے دن کے ساتھ ساتھ جمعہ کی رات کو بھی شامل ہے۔

اور بعض احادیث وروایات میں جمعہ کی رات کی تصریح کے ساتھ فضیلت کا بھی ذکر ہے، جن کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے، آگے اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ:

وَكَانَ يَقُوْلُ: لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ غَرَّاءُ، وَيَوْمُهَا أَزْهَرُ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکتا دن ہے (مسند احمد، بیہقی)

یعنی جمعہ کی رات اور دن میں اللہ تعالیٰ نے ذاتی طور پر معنوی خیر وبرکت اور نورانیت رکھی ہے اور جو شخص ان اوقات میں عبادت کرتا ہے اس کے ثواب میں خاص نورانیت ہوتی ہے۔ [2]

لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس حدیث کی سند کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۳۴۶، شعب الايمان للامام البهيقى، رقم الحديث ۳۵۳۴، كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۶۱۶، الدعوات الكبير للبيهقى، رقم الحديث ۵۲۹.

[2] قال الطيبى : الأزهر الأبيض، ومنه : أكثروا الصلاة على فى الليلة الغراء واليوم الأزهر، أى : ليلة الجمعة ويومها اهـ .والنورانية فيهما معنوية لذاتهما، فالنسبة حقيقية أو للعبادة الواقعة فيهما، فالنسبة مجازية (مرقاة المفاتيح، ج۳ ص ۱۰۲۳، باب الجمعة، الفصل الثالث)

[3] قال البزار :زائدة إنما ينكر من حديثه ما يتفرد به، قلت :لضعفه(كشف الاستار،حواله بالا) وقال البيهقى:تفرد به زياد النميرى، وعنه زائدة بن أبى الرقاد "، قال البخارى :زائدة بن أبى الرقاد، عن زياد النميرى منكر الحديث(شعب الايمان، حواله بالا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض اور روایات میں بھی جمعہ کی رات اور دن کو روشن قرار دیا گیا ہے، مگر ان کی سندوں کو بھی محدثین نے ضعیف اور بعض کو شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الهيثمي: رواه البزار وفيه زائدة بن أبي الرقاد قال البخاري :منكر الحديث وجهله جماعة (مجمع الزوائد، ج۲ ص ۱۶۵، تحت رقم الحديث ۳۰۰۶، باب في الجمعة وفضلها)

وقال المناوي: أبونعيم في الحلية وكذا البزار كلهم من رواية زائدة بن أبي الرقاد عن زياد النميري عن أنس بن مالك قال النووي في الأذكار: أسناده ضعيف اه (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۲۶۷۸)

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف، زائدة بن أبي الرقاد قال البخاري والنسائي :منكر الحديث، وقال أبو داود :لا أعرف خبره، وقال أبو حاتم :يحدث عن زياد النميري، عن أنس أحاديث مرفوعة منكرة ولا ندري منه أو من زياد، وزياد النميري -وهو ابن عبد الله -ضعفه ابن معين وأبو داود، وقال أبو حاتم :يكتب حديثه ولا يُحتج به، وذكره ابن حبان في "الثقات "وقال :يخطيء، ثم ذكره في "المجروحين "وقال :منكر الحديث يروي عن أنس أشياء لا تشبه حديث الثقات لا يجوز الاحتجاج به .وهذا الحديث من مسند أنس وليس من مسند ابن عباس.

وأخرجه ابن السني في "عمل اليوم والليلة(۶۵۹) "والبيهقي في "شعب الإيمان(۳۸۱۵) "من طريق عبيد الله بن عمر القواريري، بهذا الإسناد.

وأخرجه البزار ـ۶۱۶ كشف الأستار)وأبو نعيم في "الحلية ۲۶۹/۶ "من طريقين عن زائدة، به(حاشية مسند احمد)

[1] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثني أبو بكر بن أبي دارم، ح وأخبرنا أبو زكريا بن أبي إسحاق، أخبرنا أبو بكر بن أبي دارم، حدثنا المنذر بن محمد، حدثنا أبي، حدثنا إسماعيل بن أبان الأزدي، حدثني عمرو وهو ابن شمر، عن محمد بن سوقة، عن عامر الشعبي، عن ابن عباس، قال: سمعت نبيكم صلى الله عليه وسلم يقول " :أكثروا الصلاة على نبيكم في الليلة الغراء، واليوم الأزهر ليلة الجمعة، ويوم الجمعة "وفي رواية أبي عبد الله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :هذا إسناد ضعيف بمرة(شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۲۷۷۲)

عن عبد العزيز بن أحمد أنا تمام ابن محمد اخبرني أبو الفتح مظفر بن برهان نا محمد بن منصور الأسواري نا أحمد بن زيد الفزاري نا محمد بن نجيح نا ربعي بن شداد نا ابن أبي مليكة عن أبي بكر الصديق عن النبي (صلى الله عليه وسلم) قال ليس عند الله يوم ولا ليلة تعدل الليلة الغراء واليوم الأزهر يعني ليلة الجمعة ويوم الجمعة(تاريخ دمشق لابنِ عساكر، ج۵۸ص ۳۷۴، حرف الميم)

حدثنا الحكم بن عبد الله حدثني القاسم عن عائشة قالت قال أصحاب النبي (صلى الله عليه وسلم) يا رسول الله أمرنا أن نكثر الصلاة عليك في الليلة الغراء واليوم الأزهر وأحب ما صلينا عليك كما تحب قال قولوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وآل إبراهيم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض مرفوع وغیر مرفوع روایات میں جمعہ کی رات میں دعاء کی قبولیت کا ذکر آیا ہے، مگر ان کی اسناد پر بھی محدثین کو کلام ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وارحم محمدا وآل محمد كما رحمت إبراهيم وآل إبراهيم وبارك على محمد وآل محمد كما باركت على إبراهيم وآل إبراهيم إنك حميد مجيد وأما السلام فقد عرفتم كيف هو(تاريخ دمشق لابن عساكر، ج۵۳ ص ۳۰۹، حرف الميم)

حديث "أكثروا على من الصلاة فى الليلة الغراء واليوم الأزهر"

أخرجه الطبرانى فى الأوسط من حديث أبى هريرة وفيه عبد المنعم بن بشير ضعفه ابن معين وابن حبان (تخريج احاديث الاحياء،تحت رقم الحديث ۶۱۸)

ومنها ما رواه ابن وهب عن يونس، عن ابن شهاب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال) :(أكثروا على من الصلاة فى الليلة الغراء واليوم الأزهر، فإنهما يؤديان عنكم، وإن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء ، وكل ابن آدم يأكله التراب إلا عجب الذنب، ورواه عمارة بن غزية عن ابن شهاب بنحوه وهو مرسل(الصارم المنكى فى الرد على السبكى لابن عبدالهادى ، ج ۱ ص ۲۱۱، الباب الثانى، فصل :فى علم النبى صلى الله عليه وسلم بمن يسلم عليه)

(ابن عساكر عن الحكم بن عبد الله عن القاسم عن عائشة) قالت" :قالوا يا رسول الله أمرنا أن نكثر الصلاة عليك فى الليلة الغراء ، واليوم الأزهر وأحب ما صلينا عليك كما تحب قال: فذكره والحكم كذاب وقال أحمد أحاديثه كلها موضوعة(كنزالعمال، ج ۱ ص ۴۹۶، تحت رقم الحديث ۲۱۸۷)

[1] (قال الشافعى) : وبلغنا أنه كان يقال :إن الدعاء يستجاب فى خمس ليال فى ليلة الجمعة، وليلة الأضحى، وليلة الفطر، وأول ليلة من رجب، وليلة النصف من شعبان ......(قال الشافعى) : وأنا أستحب كل ما حكيت فى هذه الليالى من غير أن يكون فرضا(كتاب الام، جزء ۱، صفحه ۲۶۴،كتاب صلاة العيدين ، بيان العبادة ليلة العيدين.واللفظ له،سنن البيهقى، تحت حديث رقم ۶۲۹۳ باب عبادة ليلة العيدين من كتاب الصلوٰة ج ۳ ص ۴۴۵ ،معرفة السنن والأثارتحت حديث رقم ۲۰۱۰، فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، ج ۲ ص ۳۸، تحت حديث رقم ۸۳۴۲،اتحاف السادة المتقين فى مسائل العيدين للزبيدى ج ۳ ص ۴۱)

قال عبد الرزاق وأخبرنى من سمع البيلمانى يحدث عن أبيه عن بن عمر قال خمس ليال لا ترد فيهن الدعاء ليلة الجمعة وأول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلتى العيدين (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۷۹۲۷، كتاب الصيام، باب النصف من شعبان،المكتب الإسلامى - بيروت، واللفظ لهٔ؛ شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۳۴۴۰، باب الصيام فى ليلة العيد ،فضائل الاوقات للبيهقى، رقم الحديث ۱۴۹ ، باب فى فضل العيد.

محمد بن عبد الرحمن بن البيلمانى بفتح الموحدة واللام بينهما تحتانية ساكنة ضعيف وقد اتهمه بن عدى وابن حبان من السابعة(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۴۹۲)

عبد الرحمن بن البيلمانى مولى عمر مدنى نزل حران ضعيف من الثالثة(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۵۶۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم بہت سے اہلِ علم حضرات نے جمعہ کی رات میں عبادت ودعاء کو مستحب قرار دیا ہے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا عمر بن أحمد بن هارون المقرء ثنا أحمد بن الحسن الفقيه ثنا الحسن بن على ثنا سويد بن سعيد ثنا سلمة بن موسى الأنصارى بالشام عن أبى موسى الهلالى عن خالد بن معدان قال: خمس ليالٍ فِي السنة من واظب عليهن رجاء ثوابهن وتصديقًا بوعدهن أدخله الله الجنة أول ليلة من رجب يقوم ليلها ويصوم نهارها وليلة النصف من شعبان يقوم ليلها ويصوم نهارها وليلة الفطر يقوم ليلها ويفطر نهارها وليلة الأضحى يقوم ليلها ويفطر نهارها وليلة عاشوراء يقوم ليلها ويصوم نهارها(فضائل شهر رجب،لأبى محمد الحسن بن محمد بن الحسن بن على البغدادى الخَلَّال "المتوفى: ۴۳۹ھ"رقم الحديث ۱۷،مخطوطة صفحة ۱۵،وكذافى البدر المنير فى تخريج الأحاديث والأثار الواقعة فى الشرح الكبير،ج۵ص ۴۰،كتاب صلاة العيدين)

وروى الخطيب فى غنية الملتمس بإسناد إلى عمر بن عبد العزيز أنه كتب إلى عدى بن أرطاة ": عليک بأربع ليال فى السنة ، فإن الله يفرغ فيهن الرحمة :أول ليلة من رجب ، وليلة النصف من شعبان ، وليلة الفطر ، وليلة النحر . " وقال الشافعي :بلغنا أن الدعاء يستجاب فى خمس ليال :فى ليلة الجمعة ، وليلة الأضحى ، وليلة الفطر ، وأول ليلة من رجب ، وليلة النصف من شعبان . ذكره صاحب الروضة من زياداته ، ووصله ابن ناصر فى كتاب فضائل شعبان له ، وفيه حديث ذكره صاحب مسند الفردوس من طريق إبراهيم بن أبى يحيى ، عن أبى معشر ، عن أبى أمامة -هو ابن سهل -مرفوعا نحوه ، وقد روى ابن الأعرابى فى معجمه ، وعلى بن سعيد العسكرى فى الصحابة من حديث كردوس نحو حديث أبى أمامة ، وفى إسناده مروان بن سالم ، وهو تالف (التلخيص الحبير فى تخريج أحاديث الرافعى الكبير،ج۲ص ۱۶۱ ، كتاب صلاة العيدين)

أخبرنا أبو الفتح نصر الله بن محمد حدثنا نصر بن إبراهيم أنبأنا أبو سعيد بندار بن عمر الروياني أنبأنا أبو محمد عبد الله بن جعفر الخبازى أنبأ أبو على الحسن بن على بن محمد بن بشار الزاهد بهمذان قراء ة عليه من أصل سماعه أنبأنا على بن محمد القزويني حدثنا إبراهيم بن محمد بن برة الصنعانى حدثنا عبد القدوس حدثنا إبراهيم بن أبى يحيى عن أبى قعنب عن ابى أمامة الباهلى قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) خمس ليال لا ترد فيهن الدعوة أول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الجمعة وليلة الفطر وليلة النحر(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر ج۱۰ ص ۴۰۸،، تحت ترجمة بندار بن عمر بن محمد بن أحمد أبو سعيد التميمى الروياني)

قلت : وفيه بندار بن عمر الروياني :شيخ للفقيه نصر المقدسى قال النخشبى : كذاب(لسان الميزان ج ۱ ص ۲۳۲)

(خمس ليال لا ترد فيهن الدعوة) من أحد دعى بدعاء سائغ متوفر الشروط والأركان والآداب (أول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الجمعة وليلة الفطر) أى ليلة عيد الفطر (وليلة النحر) أى عيد الأضحى فيسن قيام هؤلاء الليالى والتضرع والابتهال فيها وقد كان السلف يواظبون عليه ، روى الخطيب فى غنية الملتمس أن عمر بن عبد العزيز كتب إلى عدى بن أرطاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فرمایا ہے کہ ضعیف احادیث سے بعض شرائط کے ساتھ احتیاط کے طور پر مستحب درجہ کی فضیلت ثابت ہوجاتی ہے، اس سے زیادہ درجہ کی نہیں۔ [1]

پس جمعہ کی رات کی فضیلت وعبادت میں غلو کرنا اور اس کو اپنے درجہ سے بڑھانا، یا اس رات میں اپنی طرف سے مختلف عبادات کا اختراع کرنا جائز نہیں۔

اور اسی طرح کی چیزوں کی اصلاح کی غرض سے حدیث میں جمعہ کی رات کو عبادت کے ساتھ خاص کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَلَاتَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ (مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جمعہ کی رات کو دوسری راتوں کے مقابلہ میں قیام (وعبادت) کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں روزے کے ساتھ خاص کرو، مگر یہ کہ جمعہ کا دن ایسی تاریخ میں واقع ہو کہ اس دن کوئی روزہ رکھا کرتا ہو (مسلم)

محدثین نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی رات میں اپنی طرف سے کوئی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليک بأربع ليال فی السنة فإن الله تعالى يفرغ فيهن الرحمة ثم سردها (ابن عساکر) فی تاريخه (عن أبی أمامة) ورواه عنه أيضا الديلمی فی الفردوس فما أوهمه صنيع المصنف من كونه لم يخرجه أحد ممن وضع لهم الرموز غير سديد ورواه البيهقی من حديث ابن عمر وكذا ابن ناصر والعسكری قال ابن حجر :وطرقه كلها معلولة(فيض القدير للمناوی ، رقم الحديث ۵۲ ۳۹)

[1] واستحب الشافعی والأصحاب الإحياء المذكور مع أن الحديث ضعيف لما سبق فی أول الكتاب أن أحاديث الفضائل يتسامح فيها ويعمل على وفق ضعيفها(المجموع شرح المهذب، ج۵ص۴۳، باب صلاة العيدين)

[2] رقم الحديث ۱۱۴۴ "۱۴۸"، كتاب الصيام،باب كراهة صيام الجمعة منفردا.

خاص نماز یا ایسی عبادت مقرر کرنا جائز نہیں، جس کے بارے میں خاص جمعہ کی رات کے حوالے سے شرعاً کوئی ثبوت نہ ہو، مگر جن چیزوں کا خاص اس رات کے حوالے سے ثبوت پایا جاتا ہے (مثلاً سورہ کہف، درود شریف وغیرہ جن کے بارے میں احادیث وروایات سے خاص اس رات کا ثبوت موجود ہے) وہ اس رات میں انجام دینا جائز ہیں۔

نیز یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی رات میں اتنی زیادہ عبادت کرنا جائز نہیں ہے جس کی وجہ سے جمعہ کے دن کے اعمال میں کمزوری اور خلل واقع ہو اور اگر جمعہ کی رات میں عبادت کرنے سے جمعہ کے دن کے اعمال میں کمزوری اور خلل واقع نہ ہو تو اس حد تک عبادت کی کوئی ممانعت نہیں۔

اسی طرح جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص کرنے کی ممانعت اس صورت میں بھی ہے کہ صرف اس ایک رات عبادت کر کے باقی راتوں میں بالکل عبادت نہ کی جائے، اور کوئی شخص اس ایک رات میں عبادت کو کافی سمجھ کر باقی دِنوں اور راتوں میں عبادت سے بالکل بے توجہی اختیار کر لے، جیسا کہ حدیث میں مذکور خاص کرنے کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] وفی هذا الحديث النهی الصريح عن تخصيص ليلة الجمعة بصلاة من بين الليالی ويومها بصوم كما تقدم وهذا متفق على كراهيته واحتج به العلماء على كراهة هذه الصلاة المبتدعة التی تسمى الرغائب قاتل الله واضعها ومخترعها فإنها بدعة منكرة من البدع التی هی ضلالة وجهالة وفيها منكرات ظاهرة وقد صنف جماعة من الأئمة مصنفات نفيسة فی تقبيحها وتضليل مصليها ومبتدعها ودلائل قبحها وبطلانها وتضلل فاعلها أكثر من أن تحصر والله أعلم (شرح النووی على مسلم، تحت رقم الحديث ۱۱۴۳، ج۸ص ۱۹، باب كراهة إفراد يوم الجمعة بصوم لا يوافق عادته)

ولعل وجه النهی عن زيادة العبادة على العادة فی ليلة الجمعة إبقاء للقوى على القيام بوظائف يوم الجمعة، والله أعلم (مرقاة المفاتيح ج ۴ ص ۱۴۱۹، كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

فيه دليل على كراهة تخصيص ليلة الجمعة بالعبادة بصلوٰة وتلاوة غير معتادة الاماورد به النص على ذلک كقراء ة سورة الكهف فانه ورد تخصيص ليلة الجمعة بقراء تها وسور اخرورد ت بها احاديث فيها مقال وقد دل هذا بعمومه على عدم مشروعية صلوة الرغائب فی اول ليلة جمعة من رجب ولو ثبت حديثها لكان مخصصا لها من عموم النهی لكن حديثها تكلم العلماء عليه وحكموا بانه موضوع كذافی شرح بلوغ المرام (فتح الملهم ج ۳ ص ۱۵۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جمعہ یاشبِ جمعہ سے متعلق بعض روایات اور بدعنوانیاں

جمعہ کی رات کی فضیلت اور اس میں مخصوص اعمال سے متعلق کئی احادیث وروایات عوام میں مشہور ہیں، جن کی بنیاد پر شبِ جمعہ میں کئی قسم کی بدعنوانیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

آگے اس طرح کی احادیث وروایات اور ان کی اسنادی حیثیت اور اس رات سے متعلق بعض منکرات پر کلام کیا جاتا ہے۔

(۱)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ اللہ عزوجل ہر جمعہ کی رات میں رات کے شروع حصہ سے رات کے آخری حصہ تک، آسمانِ دنیا پر اپنی شان کے مطابق نزول فرما کر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے، اور مغفرت طلب کرنے والے کی مغفرت کا اعلان فرماتا ہے (دارقطنی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نص الشافعية على كراهة تخصيص ليلة الجمعة بقيام بصلاة، لما رواه مسلم فى صحيحه من قول رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالى .

أما إحياؤها بغير صلاة فلا يكره، لا سيما الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم فإن ذلك مطلوب فيها.

ولا يكره إحياؤها مضمومة إلى ما قبلها، أو إلى ما بعدها، أو إليهما، قياسا على ما ذكروه فى الصوم وظاهر كلام بعض الحنفية ندب إحيائها بغير الصلاة؛ لأن صاحب مراقى الفلاح ساق حديث: خمس ليال لا يرد فيهن الدعاء :ليلة الجمعة، وأول ليلة من رجب، وليلة النصف من شعبان، وليلتا العيد ولم يعلق عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۲۳۵ ،ماده،إحياء الليل)

نص الحنفية على ندب إحياء ليلة الجمعة.

وصرح الشافعية بأنه يكره تخصيص ليلة الجمعة بقيام .أى بصلاة ، لحديث :لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالى

أما تخصيص غيرها، سواء كان بالصلاة أو بغيرها، فلا يكره.

وكذلك لا يكره تخصيص ليلة الجمعة بغير الصلاة، كقراء ة القرآن، أو الذكر، أو الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص ۱۲۳ ،ماده،قيام الليل)

[1] حدثنا على بن عبد الله بن الفضل بمصر قال :نا محمد بن وكيع قال :ثنا محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن موسى بن جعفر بن محمد بن على بن الحسين بن على بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر علامہ عینی کے بقول اس حدیث کی سند میں بعض راوی مجہول ہیں، جس کی وجہ سے اس حدیث کی تصدیق اور ثبوت میں توقف مناسب معلوم ہوتا ہے۔ [1]

(۲)......بعض احادیث میں جمعہ کے دن اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کی رات میں دو لاکھ یا چھ لاکھ یا اس سے کم وبیش ایسے افراد کی مغفرت کا ذکر آیا ہے کہ جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو۔ مگر محدثین کی عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ان احادیث کی سندوں میں کمزوری و ضعف یا شدید ضعف پایا جاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أبي طالب، قال :حدثني عم أبي الحسين بن موسى، عن أبيه، عن جده جعفر بن محمد، عن أبيه، عن علي بن الحسين، عن علي قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الله عز وجل ينزل في كل ليلة جمعة من أول الليل إلى آخره، السماء الدنيا، وفي سائر الليالي في الثلث الآخر من الليل، فيأمر ملكا ينادي هل من سائل فأعطيه، هل من تائب فأتوب عليه، هل من مستغفر فأغفر له، يا طالب الخير أقبل، ويا طالب الشر أقصر (النزول للدار قطني، رقم الحديث ٣، ذكر الرواية عن أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم)

[1] قال العيني: ورواه الدارقطني أيضا من طريق أهل البيت من رواية الحسين بن موسى بن جعفر عن أبيه عن جده جعفر بن محمد عن أبيه عن علي بن الحسين عن أبيه عن علي، رضي الله تعالى عنه، قال :قال رسول الله، صلى الله عليه وسلم :(إن الله ينزل في كل ليلة جمعة من أول الليل إلى آخره إلى سماء الدنيا، وفي سائر الليالي من الثلث الأخير من الليل فيأمر ملكا ينادي :هل من سائل فأعطيه؟ هل من تائب فأتوب عليه؟ هل من مستغفر فأغفر له؟ يا طالب الخير أقبل، ويا طالب الشر أقصر) . وفي إسناده من يجهل (عمدة القاري، ج٧، ص١٩٨، باب الدعاء في الصلاة من آخر الليل)

[2] عبد الواحد بن محمد الشالوسي أبو محمد ورد قزوين وسمع أبا يعلى الخليل بن عبد الله الحافظ أنبأنا القاضي عطاء الله بن علي أنبا الشيخ أبو إسحاق إسماعيل بن أبي القاسم بن أحمد السني أنبا الشيخ أبو محمد عبد الواحد بن محمد الشالوسي حدثني أبو يعلى الخليل بن عبد الله الحلواني ثنا زيد بن الحباب عن المعتمر بن نافع عن أبي عبد الله العنزي عن ثابت البناني عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم" :ليلة الجمعة ويوم الجمعة أربع وعشرون ساعة لله تعالى في كل ساعة منها ستمائة ألف عتيق من النار كلهم قد استوجبوا النار (التدوين في أخبار قزوين للرافعي القزويني، ج٣، ص٢٧٨، الاسم الحادي والثلاثون)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس طرح کی مزید احادیث وروایات کو بھی بعض حضرات نے منکر قرار دیا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(الخطيب) حدثنا الحسن بن أبى طالب حدثنا يوسف بن عمر القواس حدثنا عبد الله بن أحمد بن أفلح البكرى أبو محمد القاضى حدثنا هلال بن العلاء حدثنا الخليل بن عبيد الله العبدى عن أبيه عن شعبة عن قتادة عن أنس مرفوعا ما من يوم جمعة ولا ليلة جمعة إلا ويطلع الله تعالى إلى دار الدنيا وهو متزر بالبهاء لباسه الجلال متشح بالكبرياء متزر بالعظمة يشرف إلى دار الدنيا فيعتق مائتى ألف عتيق من النار ممن قد استوجبه ذلك من الموحدين ثم ينادى عبادى هل أجود منى جودا عبادى هل أكرم منى كرما عبادى هل من سائل فأعطيه هل من داع فأجيبه هل من مستغفر فأغفر له عبادى اعملوا أنى ما خلقت الجنة لأخليها ولا نشرته لأطويها إنما خلقت الجنة لكم وخلقتكم لها فعلام تعصونى على الحسن من بلائى أم على الجميل من نعمائى أليس قد نشرت عليكم الرحمة نشرا وألبستكم من عافيتى كنفا وسترا أليس قد أضعفت لكم الحسنات مرارا وأقلتكم العثرات صغارا وقد خلقتكم أطوارا فما لكم لا ترجون لى وقارا عبادى سبحانى احتجبت عن خلقى فلا عين ترانى.

موضوع والمتهم به القاضى والخليل وأبوه مجهولان (قلت) قال فى الميزان هذا خبر باطل والله أعلم(اللآلى المصنوعة للسيوطى، ج۲ص ۲۴، ۲۵،كتاب الصلاة)

۱ الحديث السابع:عن النبى صلى الله عليه وسلم قال إن لله فى كل جمعة ستمائة ألف عتيق من النار.

قلت روى من حديث انس وله طرق:

أحدها رواه البيهقى فى شعب الإيمان فى الباب الحادى والعشرين وأبو يعلى الموصلى فى مسنده من حديث أزور بن غالب عن سليمان التيمى عن ثابت عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن لله تعالى فى كل جمعة أو قال ليلة جمعة ستمائة ألف عتيق من النار كلهم قد استوجب النار انتهى قال البيهقى فى سنده ضعف انتهى.

ورواه كذلك ابن عدى فى الكامل وابن حبان فى الضعفاء وأعلاه بالأزور قال ابن حبان يروى عن الثقات ما لا يتابع عليه من المناكير فكان يخطء وهو لا يعلم حتى صار ممن لا يحتج به إذا انفرد وأما ابن عدى فإنه مشاه فقال أرجو أنه لا بأس به.

وقال الدارقطنى فى علله الأزور متروك والحديث غير ثابت انتهى.

وقال البخارى وأبو حاتم منكر الحديث وقال النسائى ضعيف.

طريق آخر رواه أبو يعلى الموصلى فى مسنده والبخارى فى تاريخه الكبير فى حرف الميم فى ترجمة المعتمر بن نافع فقال ثنا سلمة بن شبيب ثنا زيد بن الحباب عن المعتمر بن نافع عن أبى عبد الله العنزى عن ثابت البنانى حدثنى أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الجمعة ويوم الجمعة أربع وعشرون ساعة لله تعالى فى كل ساعة منها ستمائة ألف عتيق من النار كلهم قد استوجب النار على نفسه انتهى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض کو باطل، غیر صحیح اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ ؎

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

طریق آخر رواہ ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ من طریق الدارقطنی بسندہ عن عبد الواحد بن زید عن البنانی عن انس مرفوعا بلفظ البخاری سواء قال ابن الجوزی ھذا لا یصح قال ابن معین عبد الواحد بن زید لیس بشیء وقال الفلاس متروک انتھی(تخریج احادیث الکشاف للزیلعی، ج۴ص۱۸، ۱۹،تحت رقم الحدیث ۱۳۴۳)

؎ (حدیث) " إن اللہ ینزل فی کل لیلۃ جمعۃ إلی دار الدنیا فی ستمائۃ ألف ملک فیجلس علی کرسی من نور وبین یدیہ لوح من یاقوتۃ حمراء فیھا أسماء من یثبت الرؤیۃ والکیفیۃ والصورۃ من أمۃ محمد فیباھی بھم الملائکۃ ویقول تبارک وتعالی ھؤلاء عبیدی الذین لم یجحدونی وأقاموا سنۃ نبی ولم یخافوا فی اللہ لومۃ لائم أشھدکم یا ملائکتی وعزتی وجلالی لأدخلنھم الجنۃ بغیر حساب "(قا) من حدیث ابن عباس من طریق أبی السعادات بن منصور وھو وضعہ ورکب لہ إسنادا، قال السیوطی قال الذھبی فھذا ھو الشیخ المجسم الذی لا یستحی اللہ من عذابہ إذ کیّف وافتری(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابنِ عراق الکنانی، ج ۱ ص ۱۳۸، تحت رقم الحدیث ۱۴، کتاب التوحید، الفصل الاول)

أنا أبو قاسم السمرقندی قال أنا إسماعیل بن مسعدۃ قال أخبرنا حمزۃ بن یوسف قال أخبرنا أبو أحمد بن عدی قال نا محمد بن الحسن بن قتیبۃ قال نا محمد بن أبی السری قال نا یحیی بن سلیم الطائفی قال حدثنا الأزور بن غالب عن سلیمان التیمی عن ثابت البنانی عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم":إن للہ تعالی فی کل جمعۃ أو قال لیلۃ جمعۃ ستمائۃ ألف عتیق من النار کلھم قد استوجب النار."

قال النسائی أزور ضعیف وقال الدارقطنی :تفرد بہ أزور عن التیمی وأزور منکر الحدیث ثابت.

حدیث آخر أنبأنا الحریری قال أنبأنا العشاری قال نا الدارقطنی قال نا محمد بن سلیمان الباھلی قال نا عبد اللہ بن عبد الصمد بن أبی خداش قال نا العوام بن عبد الغفار البصری عن عبد الواحد بن زید عن ثابت البنانی عن أنس بن مالک قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ":إن یوم الجمعۃ أو لیلۃ الجمعۃ أربعۃ وعشرون ساعۃ لیس فیھا ساعۃ إلا ولہ فیھما ستمائۃ ألف عتیق من النار."

قال المؤلف :ھذا حدیث لا یصح قال یحیی عبد الواحد بن زید لیس بشیء وقال الفلاس متروک الحدیث.

حدیث آخر أنبأنا إسماعیل قال أنا ابن مسعدۃ قال أخبرنا حمزۃ قال أنا ابن عدی قال نا القاسم بن عبد اللہ بن مھدی قال نا محمد بن الحارث بن راشد قال نا المفضل بن فضالۃ عن أبی عروۃ عن زیاد بن أبی عمار عن أنس بن مالک قال سمعت رسول اللہ صل یقول ":إن اللہ تعالی لیس بتارک أحد یوم الجمعۃ من المسلمین إلا غفر لہ."

قال المؤلف :وھذا حدیث لا یصح قال یزید بن ھارون کان زیاد کذابا وقال یحیی لا یساوی قلیلا ولا کثیرا(العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ لابن الجوزی، تحت رقم الحدیث ۷۹۰ الیٰ ۷۹۲،حدیث فی ذکر العتیق یوم الجمعۃ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیونکہ بعض روایات کی سندوں میں جھوٹے راوی پائے جاتے ہیں۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدیث" :إن اللہ فی کل لیلة جمعة مائة ألف عتیق من النار، إلا رجلین، فإنهما یدخلان فی أمتی ولیسا منهم، وإن الله لا یعتقهما فیمن عتق، منهم من أل الکبائر فی طبقتهم مصفدین مع عبدة الأوثان :مبغضی أبی بکر وعمر، ولیس هم داخلین فی الإسلام، وإنما هم یهود هذه الأمة .ثم قال: ألا لعنة الله علی مبغضی أبی بکر، وعمر، وعثمان، وعلی."

رواه الخطیب عن أنس مرفوعا .وقال :موضوع، کذب.

وقال فی المیزان :هذا من موضوعات میسرة بن عبد اللہ الخادم(الفوائد المجموعة للشوکانی،ج ا ص ۳۳۸، تحت رقم الحدیث ۲۴،کتاب الفضائل)

حدیث" :إن اللہ عز وجل ینزل کل لیلة جمعة إلی دار الدنیا فی ستمائة ألف (ملک) ، فیجلس علی کرسی من نور، بین یدیه لوح من یاقوتة حمراء ، فیه أسماء من یثبت الرؤیة والکیفیة والصورة من أمة محمد .فیباهی بهم الملائکة .ویقول تبارک وتعالی :هؤلاء عبیدی الذین لم یجحدونی وأقاموا سنة نبیی، ولم یخافوا فی الله لومة لائم، أشهدکم یا ملائکتی وعزتی وجلالی لأدخلهم الجنة بغیر حساب."

رواه الجوزقانی عن ابن عباس مرفوعا .وقال :کذب موضوع باطل، مرکب علی الشیوخ، وضعه أبو السعادات أحمد بن منصور بن الحسن بن القاسم، وهو کذاب، کما قال ابن الجوزی، وقال فی المیزان :إسناده مظلم ومتن مختلق(الفوائد المجموعة للشوکانی،ج ا ص ۴۴۶،۴۴۷، تحت رقم الحدیث ۱۱،کتاب الصفات)

؎ (الجوزقانی) أنبأنا أبو نهشل عبد الصمد بن أحمد بن الفضل بن أحمد العنبری الأصبهانی فیما کتب إلی من أصبهان أنبأنا أبو السعادات أحمد بن منصور بن الحسن بن علی بن إبراهیم الکرخی حدثنا سلیمان بن أحمد أبو الطبرانی حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل حدثنی أبی حدثنا مؤمل بن عبد الرحمن حدثنا أمیة بن یعلی عن سعید المقبری عن عکرمة عن ابن عباس مرفوعا إن الله عز وجل ینزل فی کل لیلة جمعة إلی دار الدنیا فی ستمائة ألف ملک فیجلس علی کرسی من نور وبین یدیه لوح من یاقوتة حمراء فیه أسماء من یثبت الرؤیة والکیفیة والصورة من أمة محمد فیباهی بهم الملائکة ویقول تبارک وتعالی هؤلاء (عبیدی الذین لم یجحدونی وأقاموا سنة نبیی ولم یخافوا فی الله لومة لائم أشهدکم یا ملائکتی وعزتی وجلالی لأدخلنهم الجنة بغیر حساب)

قال الجوزقانی کذب موضوع باطل مرکب علی هؤلاء الشیوخ وضعه أبو السعادات وهو کذاب زندیق ملحد والکرخی رجل مجهول لا یعرف بل هو اسم ونسب اختلقه أبو السعادات لیحسن به کذبه والطبرانی ومن فوقه منزهون عن روایة مثل هذا (قلت) قال فی المیزان فهذا هو الشیخ المجسم الذی لا یستحی الله من عذابه إذ کذب وافتری والله أعلم(اللالی المصنوعة للسیوطی، ج ا ص ۳۱،کتاب التوحید)

قال الالبانی: (لیلة الجمعة ویوم الجمعة أربع وعشرون ساعة، لله تعالی فی کل ساعة منها ست مئة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۳)......ایک روایت میں جمعہ کی رات میں دو رکعات پڑھنے اور اس میں پندرہ مرتبہ سورہ ''اذا زلزلت الارض'' پڑھنے کا ذکر آیا ہے، اور اس کی یہ فضیلت بتائی گئی ہے کہ اس سے قبر کے عذاب اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے امن حاصل ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ألف عتيق من النار، كلهم قد استوجبوا النار). ضعيف جداً.
أخرجه الرافعي في "تاريخ قزوين(۳/۲۷۸) "من طريق أبي يعلى الخليلي الحافظ :حدثنا زيد بن الحباب عن المعتمر بن نافع عن أبي عبد الله العنزى عن ثابت البناني عن أنس بن مالك رضى الله عنه قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم ... :-فذكره.وعلقه البخارى فى ترجمة المعتمر هذا عن زيد بن الحباب به باختصار أوله، ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً، لكن أورده الذهبى فى "الميزان "و "المغنى "وقال":قال البخارى :منكر الحديث."وزاد الحافظ فى "اللسان":"وتبعه الأزدى، وذكره ابن حبان فى "الثقات .."وقال :ربما خالف."وذكره ابن أبى حاتم برواية نصر بن على أيضاً، ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً.وقال البخارى عقب الحديث":العنزى :هو -عندى - ميمون المكى."قلت :ولم يذكره فى "الأسماء "لا هو ولا ابن أبى حاتم ولا ابن حبان .نعم فى "التهذيب":"ميمون المكى؛ روى عن ابن الزبير وابن عباس، وعنه عبد الله بن هبيرة السبائى المصرى."قلت :ومع كون هذا أعلى طبقة من العنزى هذا؛ فهو مجهول لا يعرف؛ كما فى "الميزان "و "التقريب."(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، تحت رقم الحديث ۳۲۹۷)

حدثنا عبد الله بن عبد الصمد، حدثنا أبي عبد الصمد بن علي، عن عوام البصري، عن عبد الواحد بن زيد، عن ثابت، عن أنس، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن يوم الجمعة وليلة الجمعة أربعة وعشرون ساعة، ليس فيها ساعة إلا ولله فيها ستمائة عتيق من النار قال :ثم خرجنا من عنده فدخلنا على الحسن فذكرنا له حديث ثابت، فقال: سمعته، وزاد فيه :كلهم قد استوجب النار (مسند ابویعلیٰ الموصلی ، رقم الحديث ۳۴۸۴)

قال حسين سليم أسد: إسناده تالف (حاشية مسند ابی یعلیٰ)
و قال الحافظ العراقي: اخرجه ابن عدى وابن حبان فی الضعفاء وفی الشعب من حديث انس قال الدارقطنی فی العلل والحديث غيرثابت (تخريج احاديث الاحياء، ج ۱، ص ۲۱۱، تحت رقم الحديث۷)
وقال المناوى: قال الدارقطني في العلل والحديث عن ثابت انتهى وأقره عليه الحافظ العراقى وأورده في الميزان في ترجمة أزور بن غالب التيمى من حديثه وقال منكر الحديث أتى بما لا يحتمل فكذب وفى اللسان بعد ما ساق الحديث قال أبو زرعة ليس بقوى وقال الساجى منكر الحديث وقال ابن حبان لا يحتج به إذا انفرد كان يخطىء ولا يعلم (فيض القدير ج ۲ ص ۲۸۱، تحت رقم الحديث ۲۳۶۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر اس حدیث کو محدثین نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

(۴)...... بعض روایات میں جمعہ کی رات میں دو رکعتیں پڑھنے اور مخصوص تعداد میں سورہ اخلاص پڑھنے اور اس کے بعد سلام پھیر کر سو مرتبہ مخصوص درود پڑھنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہونے اور گناہوں کی بخشش کا ذکر آیا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال الالبانی: (إن يوم الجمعة وليلة الجمعة أربع وعشرون ساعة؛ ليس فيها ساعة إلا ولله فيها ست مئة عتيق من النار). ضعيف جداً

أخرجه أبو يعلى (۸۸۲/۲)من طريق عوام البصرى عن عبد الواحد بن زيد عن ثابت عن أنس مرفوعاً .قال:ثم خرجنا من عنده فدخلنا على الحسن، فذكرنا له حديث ثابت، فقال :سمعته، وزاد فيه ":كلهم قد استوجب النار."قلت :وهذا إسناد ضعيف جداً؛ آفته عبد الواحد بن زيد -وهو البصرى الزاهد -؛ قال البخارى":عبد الواحد صاحب الحسن؛ تركوه."وعوام البصرى؛ أظنه الذى فى "الجرح والتعديل(۲۳/۲/۳)""عوام بن المقطع؛ رجل من كلب، يعد فى البصريين، سمع أباه، روى عنه بكر بن معبد، سمعت أبى يقول ذلك :ويقول :هما مجهولان."واعلم أنه وقع فى نسختنا من "أبى يعلى "تحريف فى بعض الرواة الذين تحت عوام البصرى، وصورته هكذا :حدثنا عبد الله بن عبد الصمد ثابت (!)عبد الصمد بن على عن عوام البصرى ...وعبد الله بن عبد الصمد شيخ أبى يعلى :هو عبد الله بن عبد الصمد بن أبى خداش -واسمه على الموصلى الأسدى -، وهو ثقة مات سنة (۲۵۵)، وقد روى عن جمع منهم أبوه، وعليه؛ فمن المحتمل احتمالاً قوياً أن قوله فى النسخة: "ثابت "محرف، وصوابه" :حدثنا أبى "أو نحوه .ويؤيده قول الهيثمى(۱۶۵/۲)":رواه أبو يعلى من رواية عبد الصمد بن أبى خداش عن أم (!) عوام البصرى، ولم أجد من ترجمها !!"وعبد الصمد بن أبى خداش :هو والد عبد الله بن عبد الصمد كما علمت، ولم أجد له ترجمة. وأم عوام؛ كذا وقع فى "المجمع !"وأظن أن أداة الكنية (أم) مقحمة من بعض النساخ .والله أعلم.ثم إن الهيثمى ذهل عن العلة القادحة فيمن فوق من لم يعرفها؛ وهو عبد الواحد بن زيد المتروك !وأشار المنذرى (۲۵۰/۱)إلى تضعيف الحديث، وقال : "ورواه البيهقى باختصار، ولفظه" :لله فى كل جمعة ست مئة ألف عتيق من النار." ... " (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۵۰۶۷)

[1] (عبد الله)بن داود الواسطى التمار عن حماد بن سلمة عن المختار بن فلفل عن أنس بن مالك مرفوعا ومن صلى ركعتين فى ليلة جمعة قرأ فيها بفاتحة الكتاب وخمسة عشرة مرة (إذا زلزلت) أمنه الله عز وجل من عذاب القبر ومن أهوال يوم القيامة.

لا يصح عبد الله بن داود منكر الحديث جدا (اللالى المصنوعة للسيوطى، ج۲ص۴۴، كتاب الصلاة)

مگر اس حدیث کو بھی محدثین نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

آج کل بعض لوگوں نے اس طرح کی من گھڑت اور نا قابلِ اعتبار احادیث کی بنیاد پر جمعہ کی رات کے لیے مخصوص قسم کی نمازیں منتخب کر رکھی ہیں، جن کے متعلق بڑے عجیب وغریب فضائل مشہور کر رکھے ہیں۔

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ وہ روایات موضوع اور گھڑی ہوئی ہیں، اور اس رات میں شرعاً کسی خاص قسم کی نمازوں کا کوئی معتبر و مستند ثبوت نہیں۔ [2]

(۵)...... ایک روایت میں قیامت کے قریب آدھے رمضان کی جمعہ کی رات میں مخصوص

---

[1] (أخبرنا) محمد بن ناصر أنبأنا أبو صالح أحمد بن عبد الملك النيسابوری حدثنا إسماعيل بن مسعدة الحافظ أنبأنا أبو أحمد بن إبراهيم الفقيه حدثنا محمد بن محمد بن علی بن الأشعث حدثنا شريح بن عبد الكريم التميمی وأبو يعقوب يوسف بن علی قالا حدثنا أبو الفضل جعفر بن محمد بن علی بن الحسين حدثنا يعلی بن عبيد عن الأعمش عن أبی صالح عن ابن عباس مرفوعا ما من مؤمن يصلی ليلة الجمعة ركعتين يقرأ فی كل ركعة فاتحة الكتاب وخمسا وعشرين مرة (قل هو الله أحد) ثم يسلم ثم يقول ألف مرة صلی الله علی محمد النبی الأمی فإنه يرانی فی المنام ومن رآنی غفر الله له ذنوبه لا يصح وفيه مجاهيل (أخبرنا) عبد الله بن علی المقری أنبأنا أبو منصور محمد بن محمد بن عبد العزيز أنبأنا أبو أحمد عبيد الله بن محمد بن أحمد القرضی حدثنی أبو الطيب محمد بن أحمد بن موسی بن هارون حدثنا أبو العباس محمد بن إبراهيم محمد بن إبراهيم البزوری سمعت محمد بن عكاشة الكرمانی يقول أنبأنا معاوية بن حماد الكرمانی عن ابن شهاب قال من اغتسل ليلة الجمعة وصلی ركعتين يقرأ فيهما بـ (قل هو الله أحد) ألف مرة ثم نام رأی النبی قال ابن عكاشة قدمت عليه نحوا من سنتين اغتسل كل ليلة جمعة وأصلی ركعتين وأقرأ فيهما (قل هو الله أحد)

ألف مرة طمعا أن أری النبی فی المنام فرأيته وذكر أنه عرض عليه اعتقادا فی قصة طويلة ،ابن عكاشة كذاب(اللالی المصنوعة للسيوطی، ج۲ص ۵۳، ۵۴، كتاب الصلاة)

[2] قال النووی : وفی هذا الحديث النهی الصريح عن تخصيص ليلة الجمعة بصلاة من بين الليالی ويومها بصوم كما تقدم وهذا متفق علی كراهيته واحتج به العلماء علی كراهة هذه الصلاة المبتدعة التی تسمی الرغائب قاتل الله واضعها ومخترعها فإنها بدعة منكرة من البدع التی هی ضلالة وجهالة وفيها منكرات ظاهرة وقد صنف جماعة من الأئمة مصنفات نفيسة فی تقبيحها وتضليل مصليها ومبتدعها ودلائل قبحها وبطلانها وتضلل فاعلها أكثر من أن تحصر والله أعلم (شرح النووی علی مسلم، تحت رقم الحديث ۱۱۴۳ ،ج۸ص ۱۹ ، باب كراهة إفراد يوم الجمعة بصوم لا يوافق عادته)

آفت اور وبا کے نازل ہونے کا ذکر آیا ہے۔

مگر یہ روایت سند کے اعتبار سے ناقابلِ اعتبار قرار دی گئی ہے۔ ؎

؎ (إذا كانت صيحة في رمضان؛ فإنه يكون معمعة في شوال، وتمييز القبائل في ذي القعدة، وتسفك الدماء في ذي الحجة. والمحرم وما المحرم؟ (يقولها ثلاثا) ، هيهات هيهات، يقتل الناس فيها هرجا هرجا .قلنا :وما الصيحة يا رسول الله؟ قال :هدة في النصف من رمضان ليلة جمعة؛ فتكون هدة توقظ النائم، وتقعد القائم، وتخرج العواتق من خدورهن في ليلة جمعة، في سنة كثيرة الزلازل.

فإذا صليتم الفجر من يوم الجمعة؛ فادخلوا بيوتكم، واغلقوا أبوابكم، وسدوا كواكم، ودثروا أنفسكم، وسدوا آذانكم، فإذا أحسستم بالصيحة فخروا لله سجدا، وقولوا :سبحان القدوس، سبحان القدوس، ربنا القدوس؛ فإنه من فعل ذلك؛ نجا، ومن لم يفعل ذلك؛ هلك).

موضوع.

أخرجه نعيم بن حماد في كتابه "الفتن(١/٢٢٨/٦٣٨)"حدثنا أبو عمر عن ابن لهيعة قال :حدثني عبد الوهاب بن حسين عن محمد بن ثابت البناني عن أبيه عن الحارث الهمداني عن ابن مسعود، رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ... :فذكره.

قلت :وهذا متن موضوع، وإسناده واه مسلسل بالعلل :الاولى / المؤلف نفسه؛ نعيم بن حماد، فإنه مع كونه من أئمة السنة والمدافعين عنها، فليس بحجة فيما يرويه، فقال النسائي: "ليس بثقة ."

واتهمه بعضهم بالوضع .والحافظ الذهبي مع صراحته المعهودة، لم يستطع أن يقول فيه -بعد أن ذكر الخلاف حوله -إلا":قلت :ما أظنه يضع !"

الثانية :شيخه أبو عمر -وهو :الصفار :كما وقع له في غير هذا الحديث -،واسمه :حماد بن واقد، وهو ضعيف، بل قال البخاري":منكر الحديث ."

الثالثة :ابن لهيعة، وهومعروف بالضعف بعد احتراق كتبه.

الرابعة :عبد الوهاب بن حسين :لا يعرف إلا بهذا الإسناد الواهي، وقد ذكر له الحاكم حديثا آخر من طريق نعيم بن حماد :ثنا ابن لهيعة عنه بإسناده المتقدم عن ابن مسعود مرفوعا في خروج الدابة بعد طلوع الشمس من مغربها، فإذا خرجت؛ لطمت إبليس وهو ساجد ...الحديث، وفيه مناكير كثيرة، حتى قال الحاكم نفسه":أخرجته تعجبا إذ هو قريب مما نحن فيه ."

والشاهد أنه قال عقبه(٤/٥٢٢) " محمد بن ثابت بن أسلم البناني من أعز البصريين وأولاد التابعين؛ إلا أن عبد الوهاب بن حسين مجهول ."وتعقبه الذهبي بقوله":قلت :ذا موضوع، والسلام ."

وقد ترجم الحافظ في "اللسان "لعبد الوهاب هذا بقول الحاكم المذكور، وتعقب الذهبي إياه، وأقره.

الخامسة :محمد بن ثابت البناني :ضعيف اتفاقا؛ فلا أدري كيف مشاه الحاكم؟!

السادسة :الحارث الهمداني -وهو :الأعور :-ضعيف أيضا، وقد اتهمه بعضهم بالكذب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۶)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ، تَفَلَّتَ هٰذَا الْقُرْآنُ مِنْ صَدْرِيْ فَمَا أَجِدُنِيْ أَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا الْحَسَنِ، أَفَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِنَّ، وَيَنْفَعُ بِهِنَّ مَنْ عَلَّمْتَهُ، وَيُثَبِّتُ مَا تَعَلَّمْتَ فِيْ صَدْرِكَ؟ قَالَ: أَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلِّمْنِيْ، قَالَ: إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَقُوْمَ فِيْ ثُلُثِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وبالجملة؛ فهذا الإسناد بهذه البلايا والعلل الست إسناد هالك، والمتن مركب موضوع بلا شك، ليس عليه حلاوة كلام النبوة؛ بل إن يد الصنع والتكلف عليه ظاهرة . وقد تداوله فعض الرواة الضعفاء قديما، يزيدون في متنه وينقصون منه حسب أهوائهم، وركبوا أسانيد عن أبي هريرة وغيره، وقد خرجتهما فيما تقدم(۲۱۷۸)و(۳۱۷۹)

هذا .ولقد كان الداعي إلى تخريج هذا الحديث، والكشف عن علله أنه كثر سؤال الناس عنه في أول أسبوع من شهر رمضان المبارك الحالي لسنة(۱۴۱۴)ولما سألت عن السبب؟ قيل :بأن أحد الخطباء الصوفيين خطب الناس به، وأنذرهم بوقوع ما جاء فيه ليلة الجمعة (۱۵)من الشهر الجاري، أي بعد أربعة أيام من تحريره، وسيعلم الناس قريبا -إن شاء الله -كذبه؛ ليأخذوا منه درسا، ويعرفوا أنه ليس كل من خطب فهو عالم، وأنه ليس كل من حدث بحديث أو أكثر فهو محدث !ولله في خلقه شؤون.

وها نحن الآن في يوم السبت التالي ليوم الجمعة المشار إليه، ولم يقع فيه أي شيء مما ذكر الحديث :صيحة أو هدة توقظ النائم، ولا خرجت العواتق من الخدور،ولا أحد من المصلين سدوا كواهم، ودثروا أنفسهم، وسدوا آذانهم.

ما أحد فعل شيئا من ذلك، حتى ولا ذاك الكذاب الكبير الذي أذاع هذا الحديث والجهلة الذين تلقوه عنه وساعدوه على إذاعته، حتى هؤلاء ما أظن أن أحدا فعل ذلك.

نعم .لقد وقعت مصيبة كبيرة على المصلين في (مسجد الخليل) في الضفة الغربية؛ فقد هاجم جماعة مسلحون بالرشاشات (الأتوماتيكية) من اليهود،الشاجدين في صبيحة يوم الجمعة؛ فقتلوا منهم العشرات، وجرحوا المئات.

ثم لا شيء بعد ذلك سوى الخطب الحماسية، والاحتجاجات السياسية لدى الأمم المتحدة، من الدول الإسلامية، والتظاهرت من بعض شعوبها .ولا حول ولا قوة إلا بالله.

ولا أدري إذا كان لنشر هذا الحديث عن يوم الجمعة، وفتنة اليهود فيه أية علاقة بينهما.

ستبدي لك الأيام ما كنت جاهلا ...ويأتيك بالأنباء من لم تزود(سلسلة الاحاديث الضعيفة،تحت رقم الحديث ۶۲۷۱)

اللَّيْلِ الْآخِرِ فَإِنَّهَا سَاعَةٌ مَّشْهُودَةٌ، وَالدُّعَاءُ فِيهَا مُسْتَجَابٌ، وَقَدْ قَالَ أَخِي يَعْقُوبُ لِبَنِيهِ "سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي" يَقُولُ: حَتّٰى تَأْتِيَ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقُمْ فِي وَسَطِهَا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقُمْ فِي أَوَّلِهَا، فَصَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، تَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةِ يٰسٓ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَحٰمٓ الدُّخَانِ، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالٓمٓ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ، وَفِي الرَّكْعَةِ الرَّابِعَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَتَبَارَكَ الْمُفَصَّلِ، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ التَّشَهُّدِ فَاحْمَدِ اللّٰهَ، وَأَحْسِنِ الثَّنَاءَ عَلَى اللّٰهِ، وَصَلِّ عَلَيَّ وَأَحْسِنْ، وَعَلٰى سَائِرِ النَّبِيِّينَ، وَاسْتَغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِإِخْوَانِكَ الَّذِينَ سَبَقُوكَ بِالْإِيمَانِ، ثُمَّ قُلْ فِي آخِرِ ذٰلِكَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي، وَارْحَمْنِي أَنْ أَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِينِي، وَارْزُقْنِي حُسْنَ النَّظَرِ فِيمَا يُرْضِيكَ عَنِّي، اَللّٰهُمَّ بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ، أَسْأَلُكَ يَا أَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ أَنْ تُلْزِمَ قَلْبِي حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِي، وَارْزُقْنِي أَنْ أَتْلُوَهُ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يُرْضِيكَ عَنِّي، اَللّٰهُمَّ بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ، أَسْأَلُكَ يَا أَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ أَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِي، وَأَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِي، وَأَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِي، وَأَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِي، وَأَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِي، فَإِنَّهُ لَا يُعِينُنِي عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيهِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، يَا أَبَا الْحَسَنِ فَافْعَلْ ذٰلِكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا تُجَبْ

بِإِذْنِ اللّٰهِ، وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَأَ مُؤْمِنًا قَطُّ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ: فَوَاللّٰهِ مَا لَبِثَ عَلِيٌّ إِلَّا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا حَتّٰى جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ كُنْتُ فِيْمَا خَلَا لَا آخُذُ إِلَّا أَرْبَعَ آيَاتٍ أَوْ نَحْوَهُنَّ، فَإِذَا قَرَأْتُهُنَّ عَلٰى نَفْسِيْ تَفَلَّتْنَ وَأَنَا أَتَعَلَّمُ الْيَوْمَ أَرْبَعِيْنَ آيَةً أَوْ نَحْوَهَا، وَإِذَا قَرَأْتُهَا عَلٰى نَفْسِيْ فَكَأَنَّمَا كِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَ عَيْنَيَّ، وَلَقَدْ كُنْتُ أَسْمَعُ الْحَدِيْثَ فَإِذَا رَدَّدْتُهُ تَفَلَّتَ وَأَنَا الْيَوْمَ أَسْمَعُ الْأَحَادِيْثَ فَإِذَا تَحَدَّثْتُ بِهَا لَمْ أَخْرِمْ مِنْهَا حَرْفًا، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ: مُؤْمِنٌ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ يَا أَبَا الْحَسَنِ (سنن الترمذی)[1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ (اے اللہ کے رسول!) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ قرآن میرے سینہ سے نکل جاتا ہے، میں اسے یاد نہیں رکھ پاتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالحسن (یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں کہ جن کے ذریعہ اللہ تمہیں بھی نفع دے گا اور جنہیں تم وہ کلمات سکھاؤ گے انہیں بھی نفع دے گا، اور جو تم سیکھو گے وہ تمہارے سینے میں محفوظ رہے گا (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ جی ہاں اے اللہ کے رسول! (ضرور سکھلا دیجئے) چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جب شبِ جمعہ آئے اور تم رات کے آخری تہائی حصے میں اٹھ سکو تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت فرشتوں کے نازل ہونے کا ہے اور دعاء اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے، اسی

---

[1] رقم الحديث ۳۵۷۰، ابواب الدعوات، باب فی دعاء الحفظ؛ مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۱۹۰، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحديث ۱۲۰۳۶.

وقت کے انتظار میں میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُلَكُمْ رَبِّیْ (کہ عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا) آپ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ شبِ جمعہ آنے دو، پھر استغفار کروں گا۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا) اگر اس وقت جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو شروع رات ہی میں کھڑے ہو کر چار رکعات نفل اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسٓ پڑھو، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ دخان پڑھو، اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الٓمٓ سجدہ پڑھو۔

اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ملک پڑھو، جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی خوب حمد وثناء کرو، پھر مجھ پر اور تمام انبیائے کرام پر درود بھیجو پھر تمام مومن مرد وعورت کے لیے نیز اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے جو فوت ہو چکے ہیں استغفار کرو (مثلاً یہ دعاء پڑھو "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ") اور اس کے بعد یہ دعاء پڑھو:

"اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیِ اَبَدًا مَّآ اَبْقَیْتَنِیْ وَارْحَمْنِیْٓ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَا لَایَعْنِیْنِیْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظَرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ، اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَاتُرَامُ اَسْئَلُکَ یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِوَجْھِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْٓ اَنْ اَتْلُوَہٗ عَلَی النَّحْوِالَّذِیْ یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَاتُرَامُ اَسْئَلُکَ یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ

بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْهِکَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِیْ فَاِنَّهٗ لَا یُعِیْنُنِیْ عَلَى الْحَقِّ غَیْرُکَ وَلَا یُؤْتِیْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"

''اے اللہ مجھ پر رحم فرما جب تک میں زندہ رہوں، گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بے کار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما، اے اللہ اے زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ (یا) عزت کے مالک جس کا کوئی قصد نہیں کرسکتا (یا جس کے قریب کوئی نہیں پھٹک سکتا) اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی کتاب مجھے سکھا دی، اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کردے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جائے، اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کا کوئی قصد نہیں کرسکتا (یا جس کے قریب کوئی نہیں پھٹک سکتا)

اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کردے اور میری زبان کو اس پر جاری کردے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل کچیل دھو دے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کرسکتا اور گناہوں سے بچنے یا عبادت کرنے پر قدرت نہیں ہوسکتی، مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد ہی کی برکت سے (دعاء کا ترجمہ ختم ہوا)

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالحسن (علی) اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کرو۔ اللہ کے حکم سے دعاء ضرور قبول ہوگی، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی دعاء کا قبول ہونا نہ چوکے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (جو اس حدیث کے راوی ہیں) فرماتے ہیں کہ (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کو پانچ یا سات جمعے ہی گزرے ہوں گے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی جیسی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:

اے اللہ کے رسول اس عمل کے کرنے سے پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی اَزبَر یاد ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن مجید میرے سامنے کھلا ہوا موجود ہے اور اس عمل کے کرنے سے پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات سن کر) فرمایا رَبِّ کعبہ کی قسم ابوالحسن (علی) (پختہ) ایمان والا ہے (ترمذی، حاکم، طبرانی)

اس حدیث کو امام ترمذی نے غریب قرار دیا ہے، اور امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے اس حدیث کے متن کو غریب قرار دیا ہے [1]

---

[1] قال الترمذی:هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث الوليد بن مسلم.
و قال المنذری: رواه الترمذی وقال حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث الوليد بن مسلم ورواه الحاكم وقال صحيح على شرطهما إلا أنه قال يقرأ فی الثانية بالفاتحة والم السجدة وفی الثالثة بالفاتحة والدخان عكس ما فی الترمذی وقال فی الدعاء وأن تشغل به بدنی مكان وأن تستعمل وهو كذلك فی بعض نسخ الترمذی ومعناهما واحد وفی بعضها وأن تغسل. قال المملی رضی الله عنه طريق أسانيد هذا الحديث جيدة ومتنه غريب جدا والله أعلم (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۲۲۲۶، الترغيب فی دعاء يدعى به لحفظ القرآن)

اور بعض حضرات نے اس حدیث کو کمزور اور منکر قرار دیا ہے۔ [1]

اور بعض حضرات نے اس حدیث کی صحت کا ہی انکار کیا ہے، اور اس حدیث کو موضوع وناقابلِ اعتبار اور باطل قرار دیا ہے، لہٰذا اس عمل کو سنت نہ سمجھا جائے۔ [2]

---

[1] قال الشوكاني: رواه الدارقطني عن ابن عباس عن علي مرفوعا وقد تفرد به هشام ابن عمار عن الوليد بن مسلم قال ابن الجوزي الوليد يدلس تدليس التسوية ولا أتهم به إلا النقاش يعني محمد بن الحسن بن محمد المقرىء شيخ الدارقطني قال ابن حجر هذا الكلام تهافت والنقاش برىء من عهدته فإن الترمذي أخرجه في جامعة من طريق الوليد به انتهى قال في اللآلىء وأخرجه الحاكم عن أبي النضر الفقيه وأبي الحسن أحمد بن محمد بن سلمة قال ثنا عثمان بن سعيد الدارمي قال الحاكم وحدثني أبو بكر محمد بن جعفر المزكي ثنا محمد بن إبراهيم العبدي قالا ثنا أبو أيوب سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي ثنا الوليد بن مسلم ثنا ابن جريج عن عطاء وعكرمة عن ابن عباس به وقال صحيح على شرط الشيخين ولم تركن النفس إلى مثل هذا من الحاكم فالحديث يقصر عن الحسن فضلا عن الصحة وفي ألفاظه نكارة (الفوائد المجموعة، ج ۱، ص ۴۱، وص ۴۲، تحت رقم الحديث ۸۵)

وقال ابن الجوزي:قال الدار قطني :تفرد به هشام عن الوليد .قال المصنف قلت :أما الوليد فقال علماء النقل :كان يروي عن الاوزاعي أحاديث هي عند الاوزاعي عن شيوخ ضعفاء عن شيوخ قد أدركهم الاوزاعي مثل نافع والزهري فيسقط أسماء الضعفاء ويجعلها عن الاوزاعي عنهم، وبعد هذا فأنا لا أتهم به إلا النقاش شيخ الدارقطني .قال طلحة بن محمد بن جعفر :كان النقاش يكذب . وقال البرقاني :كل حديثه منكر .وقال الخطيب :أحاديثه مناكير بأسانيد مشهورة (الموضوعات لابن الجوزي، ج ۲ ص ۱۴۰ ،كتاب الصلاة)

[2] قال نور الدين ابن عراق الكناني: (طب) ولا يصح، فيه محمد بن إبراهيم القرشي وأبو صالح إسحاق بن نجيح (قط) في الأفراد، وقال انفرد به هشام بن عمار، عن الوليد بن مسلم، قال ابن الجوزي والوليد يدلس التسوية، ولا أتهم به إلا النقاش شيخ الدارقطني (تعقبه) الحافظ ابن حجر، فقال هذا الكلام تهافت، والنقاش برىء من عهدته، فإن الترمذي أخرجه في جامعه من وجه آخر عن الوليد بن مسلم وحسنه، وأخرجه أيضا الحاكم وصححه على شرط الشيخين (قلت) تعقبه الذهبي في تلخيص المستدرك فقال :هذا منكر شاذ أخاف أن يكون موضوعا، وقد حيرني والله جودة سنده، فإنه ليس فيه إلا الوليد بن مسلم، وقد صرح بالتحديث، وقال حدثني ابن جريح، انتهى، ورأيت بخط الحافظ ابن حجر، على حاشية مختصر الموضوعات، لابن درباس ما ملخصه، أما قول الدارقطني تفرد به هشام عن الوليد، فليس كذلك بل تابعه عليه سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي، ومن طريقه أخرجه الترمذي، وسليمان، وإن تكلم فيه فقد أخرج له البخاري قال الذهبي لو لم يذكره العقيلي في الضعفاء لما ذكرته فإنه ثقة مطلقا ثم ساق له الذهبي هذا الحديث وقال عقبه حديث منكر جدا فلعل سليمان شبه له وأدخل عليه كما قال أبو حاتم لو أن رجلا وضع له

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۷)...... کنز العمال میں مذکور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حديثا لم يفهم انتهى وقال فى اللسان لعل الوليد دلسه على ابن جريج فقد ذكر ابن أبى حاتم فى ترجمة محمد بن إبراهيم القرشى أنه روى عنه الوليد بن مسلم وهشام ابن عمار انتهى وقال السخاوى قال المنذرى طرق أسانيد هذا الحديث جيدة ومتنه غريب جدا والحق أنه ليست له علة إلا أنه عن ابن جريج عن عطاء بالعنعنة أفاده شيخنا يعنى ابن حجر، وأخبرنى غير واحد أنهم جربوا الدعاء به فوجدوه حقا انتهى والله أعلم (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، تحت رقم الحديث ۹۱، ج۲ ص ۱۱۱، ۱۱۲، كتاب الصلاة، الفصل الثانى)

وقال الالبانى: منكر. أخرجه الترمذى (۲/۲۷۵)، والحاكم (۱/۳۱۶-۳۱۷) والأصبهانى فى "الترغيب" (۲/۱۲۷) "وابن عساكر فى "جزء أخبار حفظ القرآن" (ق ۱/۸۶-۲/۸۴) والضياء فى "المختارة" (۱-۲/۶۴/۶۵) "من طريق سليمان بن عبد الرحمن الدمشقى عن الوليد بن مسلم: حدثنا ابن جريج عن عطاء بن أبى رباح وعكرمة مولى ابن عباس عن ابن عباس أنه قال: بينما نحن عند رسول الله -صلى الله عليه وسلم- إذ جاءه على بن أبى طالب فقال: بأبى أنت وأمى تفلت هذا القرآن من صدرى، فما أجدنى أقدر عليه، فقال له رسول الله -صلى الله عليه وسلم ...:- فذكره. وقال الترمذى": حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث الوليد بن مسلم."

قلت: كذا وقع فى طبعة بولاق والدعاس" :حسن :" ...وقد نقل الحافظ ابن عساكر عبارة الترمذى المذكورة دون لفظة" :حسن "وكذلك الحافظ الضياء، وهو الأقرب إلى الصواب واللائق بهذا الإسناد؛ فإن الوليد بن مسلم يدلس تدليس التسوية كما سيأتى، فهو علة الحديث، وإن خفيت على كثير كالحاكم وغيره؛ فإنه قال ":هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ." وتعقبه الذهبى بقوله ":هذا حديث شاذ، أخاف أن لا يكون (كذا ولعل الصواب :أن يكون) موضوعا، وقد حيرنى والله جودة سنده !"قلت :وكأن الحافظ الذهبى رحمة الله تعالى لم يتذكر قوله فى "الميزان"":قلت :إذا قال الوليد :عن ابن جريج، أو :عن الأوزاعى؛ فليس بمعتمد؛ لأنه يدلس عن كذابين، فإذا قال :حدثنا؛ فهو حجة، وقال أبو مسهر :كان الوليد يأخذ من ابن السفر حديث الأوزاعى، وكان ابن السفر كذابا، وهو يقول فيها :قال الأوزاعى .وقال صالح جزرة: سمعت الهيثم بن خارجة يقول :قلت:للوليد بن مسلم :قد أفسدت حديث الأوزاعى !قال: وكيف؟ قلت :تروى عنه عن نافع، وعنه عن الزهرى، وعنه عن يحيى، وغيرك يدخل بين الأوزاعى وبين نافع :عبد الله بن عامر الأسلمى، وبينه وبين الأوزاعى :قرة، فما يحملك على ذلك؟قال :أنبل الأوزاعى أن يروى عن مثل هؤلاء (!). قلت :فإذا روى الأوزاعى عن هؤلاء وهم ضعفاء (أحاديث) مناكير، فأسقطتهم وصيرتها من رواية الأوزاعى عن الأثبات ضعف الأوزاعى ! فلم يلتفت إلى قولى."قلت :ومعنى هذا الذى رواه الهيثم بن خارجة -وهو ثقة من شيوخ البخارى -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ کو نیک اعمال میں کوئی نیکی اس سے زیادہ پسند نہیں جو کہ جمعہ کی رات یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن الوليد بن مسلم يدلس تدليس التسوية أيضا، وهو أن يسقط من سنده غير شيخه ولذلك قال الحافظ فيه" :ثقة، لكنه كثير التدليس والتسوية."وبناء عليه فقول الذهبي في صدر كلامه عن الوليد ...." :فإذا قال :حدثنا (ابن جريج) ، فهو حجة "فيه قصور لا يخفى، فالصواب اشتراط تصريحه بالتحديث في شيخه وسائر الرواة الذين فوقه، لنأمن بذلك من شر تدليسه تدليس التسوية، ولولا ذلك إسناد هذا الحديث صحيحا، لكون الوليد قد قال فيه :حدثنا ابن جريج كما رأيت، فلما لم يتابع التصريح بالتحديث فوق ذلك قامت العلة في الحديث؛ لاحتمال أن يكون بين ابن جريج وعطاء وعكرمة أحد الضعفاء ؛ فدلسه الوليد، كما في الأمثلة التي رواها الهيثم بن خارجة رحمه الله تعالى .وقد وافق الذهبي في هذه الغفلة الحافظ ابن كثير في "فضائل القرآن " (ص ۹۲) فتبعه !مع جزمه بأن الحديث بين الغرابة بل النكارة.وأما قول الضياء عقب الحديث":وقد ذكر شيخنا أبو الفرج ابن الجوزي أن هذا الحديث لا يصح لتفرد الوليد ابن مسلم به .وقال :قال علماء النقل :كان يروى عن الأوزاعي أحاديث، هي عند الأوزاعي عن شيوخ ضعفاء ، عن شيوخ قد أدركهم الأوزاعي، مثل نافع والزهري فيسقط أسماء الضعفاء ، ويجعلها عن الأوزاعي عنهم .قلت (القائل هو الضياء) : وهذا القول لم يذكر شيخنا من قاله، وقد اتفق البخاري ومسلم على إخراج حديثه في "صحيحيهما ... "وقد رواه الطبراني من غير حديثه."قلت :قد عرفت من قال ذلك من المتقدمين، ومنهم الإمام الدارقطني؛ فإنه قال كما في "التهذيب":"كان الوليد يرسل؛ يروى عن الأوزاعي أحاديث عند الأوزاعي عن شيوخ ضعفاء " ...، إلخ ما نقله عن ابن الجوزي .وأما اتفاق الشيخين على إخراج حديثه، فلعلهما لا يخرجان له إلا ما اطمأنا من تدليسه .على أن في الطريق إليه سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي وليس من رجال الشيخين، ثم هو صدوق يخطيء ؛ كما في "التقريب"، فيحتمل أن يكون على "الفوائد المجموعة "(ص۴۳).

وأما رواية الطبراني فمما لا يفرح به !لأنها من طريق محمد بن إبراهيم القرشي :حدثنا أبو صالح عن عكرمة عن ابن عباس به، نحوه .أخرجه ابن السني في "عمل اليوم والليلة(۵۷۲) " والطبراني في "المعجم الكبير(۳/۱۴۴/۲)"والعقيلي في "الضعفاء "(ص ۳۶۹/۲/۱) في ترجمة القرشي: وعلقه من الطريق الأولى ثم قال":ليس يرجع من هذا الحديث إلى صحة، وكلا الحديثين ليس له أصل، ولا يتابع عليه."

وأبو صالح هو إسحاق بن نجيح الملطي، وهو وضاع دجال .ومن طريقه أخرجه أبو أحمد الحاكم في "الكنى "(ق ۱ ـ ۲۳۵/۲) وقال":وهذا حديث منكر، وأبو صالح هذا رجل مجهول وحديثه هذا يشبه حديث القصاص."

والحديث أورده ابن الجوزي في "الموضوعات "من الوجهين، وسلم له السيوطي في "اللآلي المصنوعة(۶۷/۲) "إعلاله الطريق الأولى بتدليس الوليد تدليس التسوية، وأخذ يناقشه في زعمه أن هشام بن عمار تفرد به عن الوليد، والحقيقة أنه ليس كذلك كما سبق .ولكن ما الفائدة من هذه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جمعہ کے دن کی جائے اورکوئی گناہ اللہ تعالیٰ کو اس گناہ سے زیادہ مبغوض وناپسند نہیں جوکہ جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن میں کیا جائے (کنزالعمال) ۱؎

مگراس حدیث کومحدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ۲؎

بعض دیگر روایات وآثار میں بھی جمعہ کے دن نیک عمل کی فضیلت اور برے عمل کی شدت میں اضافہ کاذکرآیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المناقشة ما دامت العلة كامنة فيمن فوقه !ولعل ابن الجوزى أراد أن يقول :تفرد به الوليد، فوهم فكتب :تفرد به هشام.

وجملة القول؛ أن هذا الحديث موضوع كما قال الذهبى فى "الميزان"، وقال أيضا :وهو من أنكر ما أتى به الوليد بن مسلم .وابن الجوزى ما أبعد عن الصواب أيضا :وهو من أنكر ما أتى به الوليد بن مسلم .وابن الجوزى ما أبعد عن الصواب حين أورده فى "الموضوعات"، ومن تعقبه، فلم يأت بشىء يستحق النظر فيه(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۳۳۷۴)

۱؎ ما من شىء أحب إلى الله تعالى من شاب تائب ، وما من شىء أبغض إلى الله تعالى من شيخ مقيم على معاصيه ، وما فى الحسنات حسنة أحب إلى الله تعالى من حسنة تعمل فى ليلة جمعة أو يوم جمعة ، وما من الذنوب ذنب أبغض إلى الله تعالى من ذنب يعمل فى ليلة الجمعة أو يوم الجمعة

أبو المظفر السمعانى فى أماليه عن سلمان (كنز العمال، رقم الحديث ۱۰۲۳۳)

۲؎ ما من شىء أحب إلى الله تعالى من شاب تائب ,وما من شىء أبغض إلى الله تعالى من شيخ مقيم على معاصية، وما فى الحسنات حسنة أحب إلى الله تعالى من حسنة تعمل فى ليلة جمعة أو يوم جمعة، وما من الذنوب ذنب أبغض إلى الله تعالى من ذنب يعمل فى ليلة الجمعة أو يوم الجمعة . أبو المظفر السمعانى فى أماليه عن سلمان (ض)."

(ما من شىء أحب إلى الله) أقرب منه وأكثر مثوبة وقبولا .(من شاب تائب) لأنه نزع عن المعاصى مع بقاء الداعى إليها فهو يردع لله وإيثار لمرضاته .(وما من شىء أبغض إلى الله تعالى من شيخ مقيم على معصية) لأنه قد وجد الزاجر من نفسه وحاله فإصراره تمرد وعتو (۱۴۱/۴)

(وما من الحسنات حسنة أحب إلى الله من حسنة تعمل فى ليلة جمعة أو يوم جمعة) فهذا فى تفضيل الحسنات باعتبار الزمان (وما من الذنوب ذنب أبغض إلى الله) أشد عقوبة لفاعله.

(من ذنب يعمل فى ليلة الجمعة أو يوم الجمعة) لأنهما وقتا طاعة الله وطلب رضوانه فعكس العاصى ذلك وهذا عظمة المعصية باعتبار الزمان وكذا فى المكان كطاعات الحرم ومعاصيه (أبو المظفر السمعانى)بفتح السين المهملة وسكون الميم نسبة إلى سمعان بطن من تميم فى أماليه عن سلمان، رمز المصنف لضعفه (التنوير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۸۰۳۱، ج۹، ص۴۷۸)

مگران کی اسناد کو بھی محدثین نے ضعیف اور بعض کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ [1]

تاہم اس سے انکار نہیں کہ جمعہ کا دن بابرکت دن ہے، اور رات بہت سے کاموں میں دن کے تابع ہوا کرتی ہے، اور جس زمانہ میں نیک عمل کا ثواب زیادہ ہوا کرتا ہے، اس میں برے عمل کی شدت بھی زیادہ ہوا کرتی ہے، اس لیے قطع نظر مذکورہ روایات کی سند کے اصولی اعتبار سے اتنی بات تسلیم کرنے میں حرج نہیں ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں گناہوں اور خرابیوں سے بچتے ہوئے، نیک عمل کی فضیلت زیادہ ہے، اور اسی طرح سے ان اوقات میں گناہ کی شدت بھی زیادہ ہوگی۔

آج کل بعض لوگ شبِ جمعہ کو لہو ولعب کی نذر کردیتے ہیں، خصوصاً ان علاقوں میں جہاں جمعہ کے روز چھٹی کا معمول ہے، وہاں بعض لوگ اس رات کو ضائع کرتے ہیں، اور بعض ذرائع ابلاغ پر مختلف غیر شرعی پروگرام دیکھتے رہتے ہیں۔

---

[1] حدثنا محمود بن محمد المروزی، نا حامد بن آدم، نا الفضل بن موسی، عن محمد بن عمرو، عن أبی سلمة، عن أبی هريرة، أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: تضاعف الحسنات يوم الجمعة. لم يرو هذا الحديث عن محمد بن عمرو إلا الفضل بن موسی (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۸۹۵ ۷)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الاوسط وفيه حامد بن آدم وهو كذاب (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۹۹۹، باب فی الجمعة وفضلها، ج۲ص۱۶۴)

وقال الالبانی: تضاعف الحسنات يوم الجمعة ." موضوع. رواه الطبرانی فی "الأوسط (۴۸/۲)" من ترتيبه) عن حامد بن آدم :حدثنا الفضل بن موسی عن محمد بن عمرو عن أبی سلمة عن أبی هريرة مرفوعا .قال الطبرانی " :لم يروه عن محمد بن عمرو إلا الفضل ."قلت :وهو ثقة من رجال الشيخين، وشيخه حسن الحديث، وإنما الآفة من حامد بن آدم، فقد كذبه الجوزجانی وابن عدی، وعده أحمد بن علی السليمانی فيمن اشتهر بوضع الحديث (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۱۷۶۵)

حدثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن مجاهد، عن عبد الله بن ضمرة، عن كعب، قال: الصدقة تضاعف يوم الجمعة (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۵۵۱۳، فی فضل الجمعة ويومها)

حدثنا ابن فضيل، عن حصين، عن هلال بن يساف، عن كعب أن يوم الجمعة يفزع له الخلائق والجن والإنس، وأنه لتضاعف فيه الحسنة والسيئة، وأنه ليوم القيامة (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۵۵۱۴، فی فضل الجمعة ويومها)

بہت سے لوگ کیرم،شطرنج اور دیگر کھیل تماشوں میں ساری رات گزار دیتے ہیں،جس سے اپنا وقت تو ضائع کرتے ہی ہیں،دوسروں کی راحت وآرام میں بھی خلل ڈالتے ہیں۔

بہت سے لوگ اگلے دن چھٹی ہونے کی وجہ سے اس رات مختلف قسم کی تقریبات منعقد کرتے ہیں اور ان میں موسیقی، گانا، بجانا،تصویر سازی، اور بے پردگی وتضییعِ اوقات جیسے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اور پھر صبح کے بابرکت وقت میں غفلت کی نیند سو جاتے ہیں اور اس طرح اس رات کی برکات سے محروم رہنے کے ساتھ ساتھ گناہوں کا بوجھ بھی سروں پر لادتے ہیں، یہ محرومی کی بات ہے۔

اسی طرح بعض لوگ شبِ جمعہ میں مختلف قسم کی بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں،جیسا کہ آگے آتا ہے،ان سے بھی بچنا چاہئے۔

(۸)......آج کل بعض لوگوں نے جمعرات یا شبِ جمعہ کو مُردوں کے ایصالِ ثواب کے لیے خاص کرلیا ہے،اور یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ مُردوں کے ایصالِ ثواب کے لیے شبِ جمعہ کی زیادہ اہمیت وفضیلت ہے،حالانکہ یہ بات شریعت سے ثابت نہیں۔

چہ جائیکہ مختلف ختم وغیرہ کی ایصالِ ثواب کے ساتھ پیوند کاری کرکے مزید من گھڑت چیزیں بھی ساتھ جمع ہوجائیں،مثلاً کھانا سامنے رکھ کر اس پر مختلف قسم کے ختم پڑھوانا،اور کھانے کو خاص کرلینا،ایسی چیزوں کے ایصالِ ثواب میں پیوند کاری کرلینے کے بعد ایصالِ ثواب کی روح فوت ہوجاتی ہے،اور ثواب کے بجائے گناہ کا وبال سرآتا ہے۔

جب شریعت نے جمعرات،شبِ جمعہ یا کھانے کی تخصیص نہیں کی اور نہ ہی کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے کا حکم دیا تو ان چیزوں اور جمعرات اور کھانے کی تخصیص کے بغیر جب چاہیں صدقہ خیرات اور نوافل وتلاوت اور درود شریف وغیرہ کی شکل میں ایصالِ ثواب کی سہولت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے،اور ان پابندیوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔

(۹)......بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جمعرات خاص کر شبِ جمعہ میں مُردوں کی روحیں

گھروں میں آتی ہیں اور اپنے ایصالِ ثواب کے لیے کھانے وغیرہ کا آ کر انتظار کرتی ہیں۔
یہ عقیدہ بھی درست نہیں، شریعت میں یہ عقیدہ ثابت نہیں، ظاہر ہے کہ روحوں کا آنا یا تو دیکھنے اور مشاہدہ کرنے سے ثابت ہوگا اور یا وحی سے، اور مشاہدہ تو ظاہر ہے کہ نہیں ہے، کیونکہ عام طور پر لوگوں کو اس رات میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آئی ہوئی نظر نہیں آتیں، رہ گیا معاملہ وحی کا تو اُس سے بھی کہیں ثابت نہیں، بلکہ وحی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ روحیں یہاں نہیں آتیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (سورة المؤمنون، رقم الآية ١٠٠)

مطلب یہ ہے کہ روح اور اس عالمِ دنیا کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک پردہ ہے جو اُس کو اِس طرف نہیں آنے دیتا (خطباتِ حکیم الامت ج۱۹ بتغیر) [1]

(۱۰)...... ایصالِ ثواب کو جمعرات کے دن خاص سمجھنے کے عقیدہ کی وجہ سے آج کل بعض مزاروں پر لنگر کے نام سے مختلف دیگیں اور کھانے تیار کر کے لوگوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں، جس میں بعض لوگوں کا عقیدہ ایصالِ ثواب سے ہٹ کر صاحبِ مزار کا قُرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا اور اپنے نفع ونقصان میں صاحبِ مزار کو مؤثر سمجھنا ہوتا ہے، جو کہ خطرناک غلط عقیدہ ہے۔

اگر صاحبِ مزار کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اس کو راضی کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے یہ رسم کی گئی تو اس طرح کے عقیدہ سے ایمان بگڑنے کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

اور اگر اس عقیدہ کے ساتھ نہ ہو، تو بھی ایصالِ ثواب کے لئے جمعرات یا شبِ جمعہ کی تخصیص

---

[1] ہاں اگر خرقِ عادت کے طور پر بعض کو اجازت ہوجاوے تو وہ دوسری بات ہے۔ جیسے شہداء کو تو یہ آنا بطورِ کرامت کے ہوگا لیکن کرامت دائمی اور اختیاری نہیں ہوتی اور وہ جو اختیاری ہوتا ہے اس کا نام تصرف ہے کیونکہ کرامت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کا کسی طور سے بذریعہ کسی خارق کے اعزاز ظاہر فرمادیں اسی لئے بعض مرتبہ صاحبِ کرامت کو بھی کرامت کی خبر تک نہیں ہوتی...... غرض کہ کرامت اختیاری اور دائمی نہیں ہوا کرتی اور تصرفاتِ اختیاری روح کے لئے کسی دلیل سے ثابت نہیں اور بلا دلیل اعتقاد جائز نہیں (خطباتِ حکیم الامت، ج ۱۹ ص ۴۶ تا ۴۷ ملخصاً، بعنوان آدابِ انسانیت، وعظ ذمِ ہویٰ)

کا عقیدہ گناہ سے خالی نہیں۔ [1]

(۱۱)......بعض لوگ جمعرات یا شبِ جمعہ میں اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کا بہت اہتمام کرتے ہیں، اور دُور دُور سے اس غرض کے لیے آتے ہیں اور اوپر سے منکرات وخرافات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

---

[1] رہا یہ کہ اس طرح کا کھانا بذاتِ خود حرام ہوتا ہے یا نہیں۔
تو اگر کوئی غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا کھانا تیار کرے، یا غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذر و منت مان کر کسی شخص کو کوئی ایسا کھانا وغیرہ پیش کرے، تو بعض حضرات نے اس طرح کے کھانے کو ''ما اُہِل لغیر اللہ بہ'' میں داخل کر کے مُردار کی طرح حرام قرار دیا ہے، اور ہم نے بھی پہلے اس کے مطابق حکم لکھا تھا، لیکن بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سے حضرات کے نزدیک ایسا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے، جبکہ استعمال کرنے والے کا اپنا عقیدہ درست ہو، تاہم اس کے قبول کرنے میں گناہ کا تعاون لازم آتا ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور اشیاء کے استعمال کرنے سے اجتناب وپرہیز کرنا چاہئے، تا آنکہ اس طرح کا کھانا تیار کرنے والا اپنے غلط عقیدہ کی اصلاح وتوبہ نہ کر لے، اور دلائل کے لحاظ سے اب ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، البتہ اگر کوئی اس طرح کے مذکورہ عقیدہ کے ساتھ جانور ذبح کرے، تو اس کے ''ما اُہِل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہو کر حرام ہونے میں شبہ نہیں۔

وَهَلْ كَرَاهَةُ اَخْذِهٖ لِكَوْنِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ دَاخِلًا فِيْمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَمْ لِوَجْهٍ آخَرَ، وَعِنْدِیْ اَنَّ عِلَّةَ الْكَرَاهَةِ لَيْسَ كَوْنُهٗ مِمَّا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ لِمَا عَرَفْتَ اَنَّ مَعْنَاهُ مَاذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَبِاسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ فَغَيْرُ الْمَذْبُوْحِ خَارِجٌ عَنْهُ سَوَاءٌ كَانَ غَيْرَ حَيْوَانٍ اَوْحَيْوَانًا قُرِّبَ بِهٖ اِلٰى قَبْرِ صَالِحٍ لَايَقْصُدُ الذَّبْحَ............
وَيُؤَيِّدُ مَاقُلْنَا اِطْلَاقُ الْبَحْرِ عَلَيْهِ لَفْظَ السُّحْتِ وَالْحَرَامِ دُوْنَ الْمَيْتَةِ وَالنَّجِسِ وَالسُّحْتُ يُطْلَقُ عَلَى الرِّشْوَةِ وَالرِّبَا وَكُلِّ مَالَا يَجُوْزُ كَسْبُهٗ وَعَلَى الْمَغْصُوْبِ وَغَيْرِهٖ وَالْكَلَامُ لَيْسَ فِیْ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا الْكَلَامُ فِی الْحُرْمَةِ الَّتِیْ تُلْحَقُ الشَّيْئَ بِمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ حَتّٰى يَكُوْنُ مَيْتَةً بَعْدَ الذَّبْحِ ،فَكَلَامُ الْبَحْرِ لَايَدُلُّ عَلٰى حُدُوْثِ مِثْلِ تِلْكَ الْحُرْمَةِ فِیْ مِثْلِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ فَلَمْ يَكُنْ مُعَارِضًا لِقَوْلِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ اَنَّ هٰذَا الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ، اِذَا صَرَفَهٗ فِیْ جِنْسِ تِلْكَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ، مِثْلِ اَنْ يَّصْرِفَهٗ فِیْ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، اَوِ الصَّالِحِيْنَ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ حَسَنًا. ا ھ۔
فَاِنَّ الْمَالِكَ اَیِ النَّاذِرَ اِذَا صَرَفَهٗ فِیْ غَيْرِ الْمَنْذُوْرِ كَانَ ذٰلِكَ تَغْيِيْرًا لِنَذْرِهٖ الْاَوَّلِ الَّذِیْ هُوَ مَعْصِيَةٌ فَلَا شَكَّ فِیْ كَوْنِ صَرْفِهٖ اِلَى الْمَشْرُوْعِ حَسَنًا وَاَمَّا اِذَا لَمْ يَصْرِفْهُ الْمَالِكُ بِنَفْسِهٖ وَصَرَفَهٗ غَيْرُهٗ اِلَى الْمَصْرَفِ الْمَشْرُوْعِ فَلَايَجُوْزُ لِبَقَاءِ الْحُرْمَةِ فِيْهِ لِكَوْنِهٖ سَائِبَةً لَايَمْلِكُهَا آخِذُهَا وَمَصْرَفُهَا الْفُقَرَاءُ الْمُضْطَرُّوْنَ الْعَاجِزُوْنَ عَنِ الْكَسْبِ. هٰذَا مَاظَهَرَ لِیْ فِیْ تَحْرِيْرِ الْمَقَامِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ
(''البذر للخیرفی النذر للغیر''، سلسله النور، رمضان صفحه ۲۲ تاصفحه ۲۴، وذیقعده صفحه ۱۵، مطبوعه: تهانه بهون)

(تفصیل ودلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم'')

انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس رات میں مزارات پر جانے کو ضروری سمجھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں، چہ جائیکہ غلط عقیدہ رکھا جائے۔

(۱۲)......بعض علاقوں میں جمعہ کے روز چھٹی ہونے کی وجہ سے شبِ جمعہ میں تبلیغی مراکز میں بیان ہوتا ہے، اور لوگ آ کر بیان سُنتے ہیں اور بہت سے لوگ اس رات میں مرکز میں قیام بھی کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ اس میں بڑا غلو کرتے ہیں، اور اس رات کو مرکز میں نہ گزارنے والے کو مطعون کرتے یا اس کو گناہ گار خیال کرتے ہیں، اور اس کے برعکس بعض لوگ سرے سے اس رات کے شبِ جمعہ میں گزارنے کو بدعت قرار دیتے ہیں، یہ دونوں خیالات راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔

اور اصل بات یہ ہے کہ اگلے دن چُھٹی کی سہولت یا اور کسی انتظامی مصلحت سے شبِ جمعہ میں یہ اجتماع منعقد کرنا اور دین کی افہام تفہیم کو مقصود بنا کر اس میں شرکت کرنا شرعاً جائز اور باعثِ ثواب ہے۔

بعض ملکوں اور علاقوں کے مراکز میں یہ تبلیغی اجتماع شبِ جمعہ کے بجائے ہفتے کی دوسری راتوں میں منعقد ہوتا ہے، کیونکہ وہاں والوں کو دوسری راتوں میں ہی اس اجتماع میں سہولت ہوتی ہے، جس سے ظاہر ہے کہ خود جمعہ کی رات کی تخصیص اصل مقصود نہیں۔

لیکن اگر اس کو کوئی شخص انتظامی مصلحت کے بجائے شرعی چیز سمجھنے لگے تو شریعت پر زیادتی ہو کر ناجائز ہے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہلے گزر چکا ہے کہ:

لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِي (مسلم) [1]

ترجمہ: تم جمعہ کی رات کو دوسری راتوں کے مقابلہ میں قیام (وعبادت) کے ساتھ

---

[1] رقم الحديث ۱۴۸ ''۱۱۴۴''، كتاب الصيام، باب كراهة صيام الجمعة منفردا.

خاص نہ کرو (مسلم)

اور اس حدیث کا یہ مطلب بھی گزر چکا ہے کہ جمعہ کی رات میں اپنی طرف سے کوئی خاص نماز یا ایسی عبادت مقرر کرنا جائز نہیں، جس کے بارے میں خاص جمعہ کی رات کے حوالے سے شرعاً کوئی ثبوت نہ ہو۔

اور شرعاً کسی خاص مقام پر اس رات کے گزارنے کا ثبوت نہیں۔

لہٰذا مرکز میں شبِ جمعہ گزارنے کو اس رات کا خاص عمل نہ سمجھا جائے، اور ایک انتظامی مصلحت سمجھ کر اور دین کی افہام تفہیم کو مقصود بنا کر اختیار کیا جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ [1]

خلاصہ یہ کہ شبِ جمعہ فی نفسہٖ باعثِ برکت رات ہے، جس میں کسی پابندی کے بغیر حسبِ حیثیت ذکر واذکار کرنا اور خاص کر درود شریف وغیرہ حسبِ حیثیت پڑھنا افضل ہے، لیکن اس میں غلو کرنا یا اپنی طرف سے کوئی عقیدہ یا عمل اختیار کر لینا مناسب نہیں۔

اللہ تعالیٰ راہِ اعتدال کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور غلو وانتہاء پسندی سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] فیه دلیل علی کراهة تخصیص لیلة الجمعة بالعبادة بصلوٰة وتلاوة غیر معتادة الاماورد به النص علی ذلک کقراءة سورة الکهف فانه ورد تخصیص لیلة الجمعة بقراء تها وسوراخرورد ت بهااحادیث (فتح الملهم ج ۳ ص ۱۵۵)

(فصل نمبر ۱۰)

جمعہ کے دن نکاح کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعْلِنُوا النِّكَاحَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۱۳۰) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نکاح کا اعلان (یعنی شہرت) کرو (مسند احمد)

نکاح کا اعلان کرنا یعنی اس کی شہرت کرنا سنت ہے، اور جمعہ کا دن بابرکت اور خوشی وعید کا دن ہے، اور اس دن میں عبادت کی بہت زیادہ فضیلت ہے، اور اس دن میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بڑے بڑے اہم کام انجام دیئے گئے ہیں، جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔

اور نکاح کرنا عبادت اور زندگی کے لئے اہم عمل ہے، جس میں خوشی ومسرت کا رنگ شامل ہے، اور جمعہ کے دن اور مسجد میں نکاح کی شہرت بہتر طریقہ پر ہوتی ہے، ان جیسی وجوہات کی بناء پر بہت سے فقہاء نے جمعہ کے دن مسجد میں نکاح کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

اور بعض فقہاء نے نکاح کو جمعہ کے دن بھی عصر کے بعد کرنے کو زیادہ بہتر سمجھا ہے۔

کیونکہ یہ وقت جمعہ کی مشغولیات سے فراغت کا وقت ہے، اور اس وقت میں لوگوں کی شمولیت زیادہ سہل ہوتی ہے۔

نیز بعض روایات کے پیشِ نظر جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کے بارے میں زیادہ امکان عصر کے بعد ہونے کا ہے، اور اس وقت میں نکاح منعقد ہونے سے برکت اور زوجین کے حق میں دعاء کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

چنانچہ الموسوعةُ الفقهية الكويتية میں ہے کہ:

---

[۱] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

ذَهَبَ جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ إِلٰى اِسْتِحْبَابِ مُبَاشَرَةِ عَقْدِ النِّكَاحِ فِي الْمَسْجِدِ، وَفِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ لِلتَّبَرُّكِ بِهِمَا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۰ ص۷۴، مادة "تبرك")

ترجمہ: جمہور علماء نکاح کے مسجد میں اور جمعہ کے دن منعقد کرنے کے مستحب ہونے کی طرف گئے ہیں، تا کہ مسجد اور جمعہ کے دن کی برکت حاصل کی جاسکے (موسوعہ)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

ذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ إِلٰى أَنَّهٗ يُنْدَبُ عَقْدُ النِّكَاحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَال ابْنُ قُدَامَةَ: لِأَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ السَّلَفِ اِسْتَحَبُّوْا ذٰلِكَ، مِنْهُمْ ضَمْرَةُ بْنُ حَبِيْبٍ وَرَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ وَحَبِيْبُ بْنُ عُتْبَةَ، وَلِأَنَّهٗ يَوْمٌ شَرِيْفٌ، وَيَوْمُ عِيْدٍ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

وَنَصَّ الشَّافِعِيَّةُ عَلٰى أَنَّهٗ يُسَنُّ أَنْ يَّكُوْنَ أَوَّلَ النَّهَارِ لِخَبَرِ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا "

وَقَالَ الْحَنَابِلَةُ: اَلْإِمْسَاءُ بِالنِّكَاحِ أَوْلٰى، فَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَمْسُوْا بِالْمِلَاكِ فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ، وَلِأَنَّهٗ أَقْرَبُ لِمَقْصُوْدِهٖ وَأَقَلُّ لِانْتِظَارِهٖ، وَلِأَنَّ فِيْ آخِرِ النَّهَارِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَاعَةَ الْإِجَابَةِ.

وَنَقَلَ الْمَالِكِيَّةُ عَنِ الطِّرَازِ وَأَبِيْ عُبَيْدٍ أَنَّهٗ تُسْتَحَبُّ الْخِطْبَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَذٰلِكَ لِقُرْبِهٖ مِنَ اللَّيْلِ وَسُكُوْنِ النَّاسِ فِيْهِ وَالْهُدُوْءِ فِيْهِ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۱ ص۲۲۱، ۲۲۲، مادة "نكاح")

ترجمہ: حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ نکاح جمعہ کے دن منعقد کرنا مستحب ہے، ابنِ قدامہ نے فرمایا کہ کیونکہ سلف کی ایک جماعت نے اس کو

مستحب سمجھا ہے، جن میں ضمرہ بن حبیب اور راشد بن سعد اور حبیب بن عتبہ شامل ہیں، اور ایک وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن شرافت وعظمت والا دن ہے، اور عید وخوشی کا دن ہے، اس دن میں ہی حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

اور شافعیہ نے یہ وضاحت کی ہے کہ نکاح دن کے اول حصہ میں کرنا افضل ہے، اس حدیث کی وجہ سے کہ اے اللہ میری امت کے دن کے اول حصہ میں برکت عطا فرمایئے۔

اور حنابلہ نے فرمایا کہ نکاح شام کے وقت (یعنی عصر کے بعد) زیادہ بہتر ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح شام کو کرو، کیونکہ یہ باعثِ برکت ہے۔ [1]

اور ایک وجہ یہ ہے کہ شام کا وقت مقصود کو حاصل کرنے کے لئے قریب تر ہوتا ہے، اور انتظار کم کرنا پڑتا ہے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جمعہ کے دن کے آخری حصہ میں قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے۔

اور مالکیہ نے طراز اور ابی عبید سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن عصر کے بعد نکاح کا خطبہ مستحب ہے، کیونکہ یہ رات کا قریبی وقت ہے، جس میں لوگوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے (موسوعہ)

اور بھی کئی فقہاء نے مسجد میں جمعہ کے دن اور بعض حضرات نے جمعہ کے دن بعد عصر نکاح کے مستحب اور زوجین کے لئے زیادہ باعثِ برکت اور قبولیت کے زیادہ قریب ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ [2]

---

[1] یہ حدیث تلاش کرنے کے باوجود باسند طریقہ پر دستیاب نہ ہوسکی۔ محمد رضوان۔

[2] قال ابن الهمام " :يستحب مباشرة عقد النكاح فى المسجد لكونه عبادة وكونه فى يوم الجمعة "اهـ، وهو إما تفاؤلا للاجتماع أو توقع زيادة الثواب أو لأنه يحصل به كمال الإعلان(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۲۰۷۲، كتاب النكاح، باب اعلان النكاح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر ظاہر ہے کہ جمعہ کے دن نکاح کرنا مذکورہ فقہاء کے نزدیک مستحب درجہ کا عمل ہے، نہ کہ فرض یا واجب درجہ کا، لہٰذا اس کو اسی درجہ پر رکھنا چاہئے، اور اس کو اس کے درجہ سے بڑھا کر فرض یا واجب کی حیثیت نہیں دینی چاہئے۔

کیونکہ نکاح کسی دوسرے دن کسی بھی تاریخ میں کرنا شرعاً منع نہیں ہے، لہٰذا ضرورت کے وقت شریعت کی طرف سے دی ہوئی سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الكمال :ويستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد؛ لأنه عبادة، وكذا في يوم الجمعة(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ،ج٢ص٩٥، كتاب النكاح،شروط النكاح واركانه)

ويستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد لأنه عبادة، وكونه في يوم الجمعة(فتح القدير ،ج٣ص١٨٩، كتاب النكاح)

وصرحوا باستحبابه يوم الجمعة (البحرالرائق شرح كنز الدقائق، ج٣، ص٨٦، كتاب النكاح)

في كتبنا ان النكاح يوم الجمعة بعد العصرفي المسجد مستحب (العرف الشذى ج٢ص٣٥٨، كتاب النكاح،باب ما جاء في إعلان النكاح)

ويستحب عقد النكاح يوم الجمعة؛ لأن جماعة من السلف استحبوا ذلك؛ منهم ضمرة بن حبيب، وراشد بن سعد، وحبيب بن عتبة؛ ولأنه يوم شريف، ويوم عيد، فيه خلق الله آدم -عليه السلام - والمساية أولى .فإن أبا حفص روى بإسناده عن أبي هريرة -رضي الله عنه -قال :قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -مسوا بالإملاك، فإنه أعظم للبركة. ولأنه أقرب إلى مقصوده، وأقل لانتظاره (المغني لابنِ قدامة ج٧ص٨٤، كتاب النكاح،فصل عقد النكاح يوم الجمعة)

(ويسن عقد النكاح مساء يوم الجمعة) لأنه يوم شريف ويوم عيد والبركة في النكاح مطلوبة فاستحب له أشرف الأيام طلبا للبركة والإمساء به أن يكون من آخر النهار وروى أبو حفص العكبري مرفوعا أمسوا بالإملاك فإنه أعظم للبركة ولأن في آخر يوم الجمعة ساعة الإجابة، فاستحب العقد فيها لأنها أعظم للبركة وأحرى لإجابة الدعاء لهما(شرح منتهى الارادات ، ج٢ص٦٣٠، كتاب النكاح،فصل التصريح بخطبة)

قوله (ويستحب عقد النكاح مساء يوم الجمعة) . هذا المذهب .وعليه الأصحاب .وقال الشيخ عبد القادر في الغنية :يستحب عقده يوم الجمعة أو الخميس، والمساء أولى(الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف للمرداوي، ج٨ص٣٨، كتاب النكاح)

(فصل نمبر۱۱)

جمعہ کے دن زیارتِ قبور اور اس کی فضیلت کی حیثیت

ویسے تو مَرد حضرات کو منکرات اور خرابیوں سے بچتے ہوئے قبرستان میں کسی وقت بھی چلے جانا احادیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت و مستحب عمل ہے۔ [۱]

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّ فِيْ زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً (سنن ابی داؤد) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک و بت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت میں عبرت ونصیحت کا سامان ہے (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

---

[۱] فاتفقت نصوص الشافعي والأصحاب على أنه يستحب للرجال زيارة القبور وهو قول العلماء كافة نقل العبدرى فيه إجماع المسلمين ودليله مع الإجماع الأحاديث الصحيحة المشهورة (المجموع شرح المهذب ج۵، ص ۳۱۰، كتاب الجنائز، باب التعزية والبكاء على الميت)

اتفق الفقهاء على أنه يندب زيارة القبور للرجال، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :إني كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تذكر الآخرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲ص ۲۵۲، مادة "قبر")

[۲] رقم الحديث ۳۲۳۵، كتاب الجنائز، باب فى زيارة القبور.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابى داؤد)

فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّ فِيْهَا عِبْرَةً(مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۳۲۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک وبت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت میں عبرت کا سامان ہے (مسند احمد)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ (سنن ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک وبت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے، اور آخرت کو یاد دلاتی ہے (ابنِ ماجہ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ منکرات اور خرابیوں سے بچتے ہوئے قبروں پر حاضری جائز ہے، اور اس کا اہم مقصد دنیا کی بے رغبتی کا پیدا ہونا اور موت، قبر وآخرت کو یاد کرنا اور عبرت ونصیحت کا حاصل کرنا ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] ۱۵۷۱، كتاب الجنائز، باب ما جاء في زيارة القبور.
قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية ابنِ ماجه)

اَلْـمَقَابِرِ، كَانَ قَائِلُهُمْ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْـمُسْـلِـمِيْـنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ(سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں، تو کہنے والا یہ کہے کہ تم پر سلام ہو، مومنین اور مسلمین کے گھر والو!، اور ہم بے شک ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت (یعنی تکلیف وعذاب سے سلامتی) کی دعاء کرتے ہیں (ابنِ ماجہ)

اس حدیث سے مومن کی قبر پر اس کے لئے سلامتی کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا۔ [2]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ(مسلم) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ان کے پاس رات کی باری ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع قبرستان جا کر یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ سلام ہو تم پر مومنین کی قوم کے گھر والوں، اور تمہارے پاس کل

---

[1] رقم الحديث ۱۵۴۷، كتاب الجنائز، باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابنِ ماجه)

[2] نسأل الله (لنا ولكم العافية) وهى الأمن من مكره (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ۴۵۸۳)

[3] رقم الحديث ۹۷۴ "۱۰۲" كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

تمہارے وعدے کی چیزیں آئیں گی، جس کی تمہارے لئے مدت مقرر کی گئی ہے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع قبرستان والوں کی مغفرت فرما دیجئے (مسلم)

اس حدیث سے قبرستان جا کر ان کے لئے مغفرت کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ سب مومن قبرستان والوں کے لئے اجمالی دعاء بھی ایک ہی جملہ میں کافی ہو جاتی ہے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ قُولِي: اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ (مسلم)[2]

ترجمہ: پس جبریلِ امین نے فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع قبرستان آ کر ان کے لئے استغفار کریں (اس حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لے گئے، اور مرحومین کے لئے مغفرت کی دعاء کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اُن (قبرستان والوں کے لئے) کیا کہوں (یعنی کس طرح سے دعاء کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کہو، سلام ہو مومنین اور مسلمین کے گھر والوں پر، اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم (اور ان کی مغفرت) فرمائے،

---

[1] (اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد) أى مقبرة المدينة، وفيه أن الدعوة الإجمالية على وجه العموم كافية (مرقاة المفاتيح، ج۴ ص۱۲۵۸، باب زيارة القبور)

[2] رقم الحديث ۹۷۴ "۱۰۳" كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم)

اور مسند احمد کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ: بُعِثْتُ إِلٰى أَهْلِ الْبَقِيعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۱۲) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے بقیع قبرستان والوں کی طرف (اللہ کی جانب سے حکم دے کر) بھیجا گیا، تاکہ میں ان کے لئے استغفار کروں (مسند احمد)

ان احادیث سے قبرستان جاکر مومنوں کے لئے مغفرت وغیرہ کی دعاء کا کرنا ثابت ہوا۔ [2]

اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں پر جانے کا اصل مقصود عبرت حاصل کرنا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

[2] اور ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کا حکم دے کر زیارت کو ان کے لئے دعاء واستغفار بنانے کا حکم فرمایا ہے۔

عن ثوبان، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :إني كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها، واجعلوا زيارتكم لها صلاة، عليهم واستغفارا لهم، ونهيتكم عن أكل لحوم الأضاحي، بعد ثلاث فكلوا، منها وادخروا، ونهيتكم عما ينبذ في الدباء ، والحنتم، والمقير، فانتبذوا وانتفعوا بها (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۴۱۹)

مگر تحقیق کرنے پر اس حدیث کی سند غیر معمولی ضعیف معلوم ہوئی، جس کی سند کی پہلے تحقیق نہ ہو سکی تھی۔

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة الرحبي، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۳۰۷)

وقال ايضاً في حديث آخر: رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، ضعيف جدا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۸۷)

وقال ايضاً في حديث آخر: رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۰۱)

وقال ايضاً في حديث آخر: رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، وهو متروك منكر الحديث (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۸۶)

وقال ايضاً في حديث آخر: رواه الطبراني، وفيه يزيد بن ربيعة وهو متروك نسب إلى الوضع، وقال ابن عدي :لا بأس به (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۲۴۹)

اور موت کو یاد کرنا ہے، اور اسی کی ساتھ مومنین کی مغفرت وغیرہ کی دعاء کرنا بھی ہے، اور بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ والدین کی قبر پر جانے کا ایک مقصد ان کے حق کی ادائیگی بھی ہے (کذا فی امداد المفتین صفحہ ۱۶۶، کتاب السنۃ والبدعۃ) [1]

پھر بعض فقہاء نے ہر ہفتہ اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن قبرستان جانے کو افضل قرار دیا ہے۔ [2]

اور بعض روایات میں جمعہ کے دن کی ایک فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دن جو شخص اپنے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر پر جائے تو یہ جانے والے اور اُس کے والدین کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے؛ اور جو اولاد اس کا اہتمام کرے، اُس کو والدین کی فرمانبردار اولادوں میں شامل ہونے کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے، یا کوئی دوسری فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس طرح کی بعض روایات سند کے اعتبار سے کمزور اور بعض نا قابلِ اعتبار ہیں۔

اس طرح کی روایات کا اسنادی حیثیت کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)......طبرانی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت مروی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے کہ:

جس نے ہر جمعہ کے دن اپنے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی

---

[1] قال السبکی والزیارة لاداء الحق کزیارة قبر الوالدین ،یسن شد الرحل الیها تأدیة لهٰذا الحق (فیض القدیر للمناوی جلد۶ صفحه ۱۴۱، تحت رقم الحدیث ۸۷۱۸)

[2] (قوله وبزیارة القبور) أی لا بأس بها، بل تندب کما فی البحر عن المجتبی، فکان ینبغی التصریح به للأمر بها فی الحدیث المذکور کما فی الإمداد، وتزار فی کل أسبوع کما فی مختارات النوازل .قال فی شرح لباب المناسک إلا أن الأفضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس، فقد قال محمد بن واسع :الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعده، فتحصل أن یوم الجمعة أفضل (رد المحتار، ج۲، ص ۲۴۲، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور)

تو اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، اور وہ فرمانبردار لکھا جاتا ہے (طبرانی) [1]

اس روایت کو بعض حضرات نے ضعیف، جبکہ بعض نے موضوع ومن گھڑت قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا محمد بن أحمد أبو النعمان بن شبل البصرى، حدثنا أبى، حدثنا عم أبى محمد بن النعمان بن عبد الرحمن، عن يحيى بن العلاء البجلى، عن عبد الكريم أبى أمية، عن مجاهد، عن أبى هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :من زار قبر أبويه أو أحدهما فى كل جمعة غفر له وكتب برا .لا يروى عن أبى هريرة إلا بهذا الإسناد تفرد به النعمان بن شبل(المعجم الصغير للطبرانى، رقم الحديث ۹۵۵، واللفظ لهٗ؛ المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۶۱۱۴؛ الترغيب والترهيب لقوام السنة، رقم الحديث ۱۵۴۱؛ شعب الايمان مرسلاً، رقم الحديث ۷۵۲۲؛ مكارم الأخلاق لابن أبى الدنيا مرسلاً، رقم الحديث ۲۴۹)

[2] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط والصغير، وفيه عبد الكريم أبو أمية، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۵۹، تحت رقم حديث ۴۳۱۲، باب زيارة القبور)

وقال ابن العراق الكنانى: أخرجه الطبرانى فى الأوسط والصغير وفيه عبد الكريم بن أمية وهو ضعيف (تنزيه الشريعة المرفوعة، ج۲، ص۲۷۳، تحت رقم الحديث ۳۱)

و قال ابو الفضل العراقى: حديث (من زار قبر أبويه أو أحدهما فى كل جمعة غفر له وكتب براً) (۱۷۴/۴)الطبرانى فى الصغير والأوسط من حديث أبى هريرة وابن أبى الدنيا فى القبور من رواية محمد بن النعمان يرفعه وهو معضل ومحمد بن النعمان مجهول وشيخه عند الطبرانى يحيى ابن العلاء البجلى متروك (المغنى عن حمل الأسفار، رقم الحديث ۴۴۳۱)

وقال الالبانى: من زار قبر أبو يه أو أحدهما فى كل جمعة غفر له وكتب برا ."

موضوع.أخرجه الطبرانى فى "الصغير "(ص ۱۹۹) وفى "الأوسط (۱/۸۴/۱-۱)"من "زوائد المعجمين ") ، وعنه الأصبهانى فى "الترغيب(۲۲۸/۲) "من طريق محمد بن النعمان بن عبد الرحمن عن يحيى بن العلاء البجلى عن عبد الكريم أبى أمية عن مجاهد عن أبى هريرة مرفوعا وقال :لا يروى عن أبى هريرة إلا بهذا الإسناد.

قلت :وهو موضوع :محمد بن النعمان هذا قال فى "الميزان "وتبعه فى "اللسان ":"مجهول، قاله العقيلى، ويحيى متروك.

قلت :ويحيى هذا مجمع على ضعفه، وقد كذبه وكيع، وكذا أحمد فقال :كذاب يضع الحديث وقال ابن عدى :والضعف على رواياته بين، وأحاديثه موضوعات.

وشيخه عبد الكريم أبى أمية هو ابن أبى المخارق ضعيف أيضا ولكنه لم يتهم، ولذلك لم يصب الحافظ الهيثمى حين أعل الحديث به فقط، فقال (۶۰/۳)رواه الطبرانى فى "الأوسط "و" الصغير "، وفيه عبد الكريم أبو أمية وهو ضعيف. وأما شيخه العراقى، فقد أعله فى "تخريج الإحياء (۴۱۸/۴)"بما نقلته آنفا عن "الميزان "فأصاب وكذلك أخطأ السيوطى فى "اللآلىء "حيث قال (۲۳۴/۲)حيث قال :عبد الكريم ضعيف، ويحيى بن العلاء ومحمد بن النعمان مجهولان فإن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۴)......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی جمعہ کے دن زیارت کی اور قبر کے پاس سورہ یٰسین پڑھی، اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (الکامل لابنِ عدی، تاریخِ اصبہان) [1]

مگر محدثین واہلِ علم حضرات نے اس روایت کو بے اصل اور باطل قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يحيى بن العلاء ليس بالمجهول، بل هو معروف ولكن بالكذب. !

ثم إن للحديث علة أخرى وهي الاضطراب، فقد أخرجه ابن أبي الدنيا في "القبور" ومن طريقه عبد الغني المقدسي في "السنن (۲/۹۲)" عن محمد بن النعمان يرفع الحديث إلى النبي صلى الله عليه وسلم، وهذا معضل.

وقال ابن أبي حاتم في "العلل (۲/۲۰۹)" سألت أبي عن حديث رواه أبو موسى محمد (بن) المثنى عن محمد بن النعمان أبي النعمان الباهلي عن يحيى بن العلاء عن عمه خالد بن عامر عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم في الرجل يعق والديه أو أحدهما فيموتان فيأتي قبره كل ليلة؟ قال أبي :هذا إسناد مضطرب، ومتن الحديث منكر جدا كأنه موضوع (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۴۹)

[1] حدثنا محمد بن الضحاک بن عمرو بن أبي عاصم النبيل، حدثنا يزيد بن خالد الأصبهاني، حدثنا عمرو بن زياد، حدثنا يحيى بن سليم الطائفي عن هشام بن عروة، عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها، عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من زار قبر والديه أو أحدهما يوم الجمعة فقرأ يس غفر له.
وهذا الحديث بهذا الإسناد باطل ليس له أصل ولعمرو بن زياد غير هذا من الحديث منها سرقة يسرقها من الثقات ومنها موضوعات وكان هو يتهم بوضعها (الكامل في ضعفاء الرجال، ج٦، ص٢٦٠، تحت رقم الترجمة ١٣١٦)
عن عائشة، عن أبي بكر الصديق، رضي الله عنهما قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من زار قبر والديه في كل جمعة فقرأ عندهما، أو عنده يس، غفر له بعدد كل آية أو حرف "(تاريخ اصبهان، ج٢، ص٣٢٣،باب الياء، تحت رقم الترجمة ١٨٥١ ،يزيد بن خالد بن يزيد الأنصاري)

[2] قال جلال الدين السيوطي: قال ابن عدى :هذا بهذا الإسناد باطل وكان عمرو يتهم بالوضع قلت له شاهد (اللالى المصنوعه ج٢ ص٣٦٥، كتاب الموت والقبور)
و قال المناوى: (عد) عن محمد بن الضحاک عن يزيد بن خالد الأصبهانى عن عمر بن زياد عن يحيى بن سليم الطائفى عن هشام عن أبيه عن عائشة (عن) أبيها (أبي بكر) الصديق ثم قال ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۳)......حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عدی: هذا الحديث بهذا الإسناد باطل وعمرو متهم بالوضع اه . ومن ثم اتجه حكم ابن الجوزى عليه بالوضع وتعقبه المصنف بأن له شاهدا وهو الحديث التالى لهذا وذلک غير صواب لتصريحهم حتى هو بأن الشواهد لا أثر لها فى الموضوع بل فى الضعيف ونحوه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۷۱۷، ج۶ص ۱۴۱)

و قال محمد بن طاهر المقدسى:حديث :من زار قبر والديه ، أو أحدهما يوم الجمعة ، فقرأ ' 'يس 'غفر له .رواه عمرو بن زياد بن عبد الرحمن بن ثوبان مولى رسول الله (: عن يحيى بن سليم الطائفى ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عائشة ، عن أبى بكر الصديق رضى الله عنهما .

وهذا الحديث بهذا الإسناد باطل ، ليس له أصل ، والحمل فيه على عمرو بن زياد هذا (ذخيرة الحفاظ، رقم الحديث ۵۳۲۲)

و قال ابن الجوزى: حديث من زار قبر والديه وقرأ يس يوم الجمعة غفر له فيه عمرو بن زياد -وضاع -عن يحيى بن سليم عن هشام عن أبيه عن عائشة عن أبيها(:تلخيص كتاب الموضوعات لابن الجوزى، رقم الحديث ۹۴۰)

وقال الالبانى: من زار قبر والديه كل جمعة، فقرأ عندهما أو عنده (يس) غفر له بعدد كل آية أو حرف ." موضوع. رواه ابن عدى (۱/۲۸۶)وأبو نعيم فى "أخبار أصبهان(ج۲/۳۴۴-۳۴۵) " وعبد الغنى المقدسى فى "السنن (۲/۹۱)"من طريق أبى مسعود يزيد بن خالد، حدثنا عمرو بن زياد، حدثنا يحيى بن سليم الطائفى عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة عن أبى بكر الصديق مرفوعا وكتب بعض المحدثين -وأظنه ابن المحب أو الذهبى -على هامش نسخة "سنن المقدسى :" هذا حديث غير ثابت، وقال ابن عدى :باطل ليس له أصل بهذا الإسناد، ذكره فى ترجمة عمرو بن زياد هذا، وهو أبو الحسن الثوبانى مع أحاديث أخرى له، قال فى أحدها :موضوع، ثم قال :ولعمرو بن زياد غير هذا من الحديث، منها سرقة يسرقها من الثقات، ومنها موضوعات، وكان هو يتهم بوضعها. وقال الدارقطنى :يضع الحديث ولهذا أورد الحديث ابن الجوزى فى " الموضوعات(۳/۲۳۹) "من رواية ابن عدى فأصاب، وتعقبه السيوطى فى "اللآلىء (۲/۴۴۰)"بقوله :قلت :له شاهد، ثم ساق سند الحديث الذى قبله !وقد علمت أنه حديث موضوع أيضا !ولو قيل بأنه ضعيف فقط فلا يصلح شاهدا لهذا، لوجهين :الأول :أنه مغاير له فى المعنى ولا يلتقى معه إلا فى مطلق الزيارة.الآخر :ما ذكره المناوى فى شرحه على "الجامع الصغير "فإنه قال بعد أن نقل كلام ابن عدى المتقدم :ومن ثم اتجه حكم ابن الجوزى عليه بالوضع، وتعقبه المصنف بأن له شاهدا (وأشار إلى الحديث المتقدم) وذلک غير صواب لتصريحهم حتى هو بأن الشواهد لا أثر لها فى الموضوع بل فى الضعيف ونحوه.والحديث يدل على استحباب قراءة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس نے جمعہ کے دن اپنے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کو حج یا عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔ ۱

مگر محدثین نے اس روایت کو بھی شدید ضعیف اور نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القرآن عند القبور، وليس فى السنة الصحيحة ما يشهد لذلک، بل هى تدل على أن المشروع عند زيارة القبور إنما هو السلام عليهم وتذكر الآخرة فقط، وعلى ذلک جرى عمل السلف الصالح رضى الله عنهم، فقراءة القرآن عندها بدعة مكروهة كما صرح به جماعة من العلماء المتقدمين، منهم أبو حنيفة، ومالک، وأحمد فى رواية كما فى "شرح الإحياء "للزبيدى(۲/۲۸۵)قال :لأنه لم ترد به سنة، وقال محمد بن الحسن وأحمد فى رواية :لا تكره، لما روى عن ابن عمر أنه أو صى أن يقرأ على قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة وخواتمها.قلت :هذا الأثر عن ابن عمر لا يصح سنده إليه، ولو صح فلا يدل إلا على القراءة عند الدفن لا مطلقا كما هو ظاهر.فعليک أيها المسلم بالسنة، وإياک والبدعة، وإن رآها الناس حسنة، فإن "كل بدعة ضلالة "كما قال صلى الله عليه وسلم. (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۵۰)

۱ حدث جعفر بن إسحاق، ثنا محمد بن حمدون المستملى، ثنا أحمد بن موسى أبو جعفر، ثنا إبراهيم بن موسى بن خاقان المروزى، عن أبى مقاتل السمرقندى، عن عبد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من زار قبر والديه أو أحدهما يوم الجمعة كان كحجة(أخبارِ اصبهان، ج ۱ ص ۳۰۰،باب الجيم، تحت الترجمة ۵۲۱، جعفر بن اسحاق)

۲ قال ابن عدى: حدثنا أحمد بن حفص السعدى، حدثنا إبراهيم بن موسى الوزدولى، حدثنا خاقان بن الأهتم السعدى، حدثنا أبو مقاتل السمرقندى عن عبيد الله عن نافع، عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من زار قبر أبيه أو أمه أو عمته أو خالته أو أحد قراباته كانت له حجة مبرورة، ومن كان زائرا لهما حتى يموت زارت الملائكة قبره.

قال ابن عدى وهذا الحديث يرويه عن عبيد الله أبو مقاتل السمرقندى.حدثنا مكى بن عبدان، حدثنا محمد بن عقيل بن خويلد، حدثنا أبو صالح خلف بن يحيى قاضى الرى، حدثنا أبو مقاتل عن عبد العزيز بن أبى رواد، عن عبد الله بن طاووس، عن أبيه، عن ابن عباس إن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الله عليه وسلم قال :من قبل بين عينى أمه كان له سترا من النار.قال ابن عدى وهذا منكر إسنادا ومتنا، وعبد العزيز بن أبى رواد، عن طاووس ليس بمستقيم، وأبو مقاتل هذا له أحاديث كثيرة ويقع فى أحاديثه مثل ما ذكرته أو أعظم منه وليس هو ممن يعتمد على رواياته (الكامل فى ضعفاء الرجال، ج۳، ص ۲۹۶، تحت رقم الترجمة ۵۱۳،حفص بن سلم أبو مقاتل السمرقندى)

و قال أبو الفضل محمد بن طاهر المقدسى: من زار قبر أمه كان له عمرة :فيه حفص بن سلم أبو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا ان روایات کے مطابق عقیدہ بنالینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔
البتہ اگر کوئی صحیح عقیدہ کے ساتھ صرف مستحب سمجھتے ہوئے جمعہ کے دن، عبرت وبصیرت حاصل کرنے اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی غرض سے قبرستان جائے، اور وہاں کسی قسم کی غلط حرکت نہ کرے، تو حرج نہیں، بلکہ ثواب ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مقاتل السمرقندى متروك الحديث (معرفة التذكرة فى الأحاديث الموضوعة،رقم الحديث ٨٠٦ ،حرف الزاى مع من)

و قال محمد بن طاهر المقدسي: حديث :من زار قبر أبيه ، أو أمه ، أو عمته ، أو خالته ، أو أحد من قرابته ، كانت له حجة مبرورة ، ومن كان زائرا لهما ، حتى يموت زارت الملائكة قبره .رواه أبو مقاتل السمرقندى حفص بن سلم :عن عبيدالله ، عن نافع ، عن ابن عمر .وأبو مقاتل متروك الحديث (ذخيرة الحفاظ، رقم الحديث ٥٣٢١)

و قال ابن الجوزى: حديث من زار قبر أبيه أو قرابته زارت الملائكة قبره فيه أبو مقاتل حفص السمرقندى -متهم به -عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر(:تلخيص كتاب الموضوعات لابن الجوزى، رقم الحديث ١٩٤١)

طريق آخر :أنبأنا إسماعيل بن أحمد أنبأنا حمزة أنبأنا أبو أحمد بن عدى حدثنا أحمد بن حفص السعدى حدثنا إبراهيم بن موسى حدثنا خاقان السعدى حدثنا أبو مقاتل السمرقندى عن عبيدالله عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من زار قبر أبيه أو أمه أو عمته أو خالته أو أحد من قراباته كانت له حجة مبرورة ، ومن كان زائرا لهم حتى يموت زارت الملائكة قبره "قال أبو حاتم بن حبان :ليس لهذا الحديث أصل يرجع إليه ، وحفص يأتى بالاشياء المنكرة ، وقال ابن مهدى :لا تحل الرواية عنه .قال المصنف قلت :حفص هو اسم أبى مقاتل .باب تزاور الموتى فى أكفانهم فيه عن أبى هريرة وأنس(الموضوعات لابن الجوزى،لابن الجوزى، ج٣ص ٢٤٠، كتاب القبور)

و قال السيوطى: (ابن عدى) حدثنا أحمد بن حفص السعدى حدثنا إبراهيم بن موسى حدثنا خاقان السعدى حدثنا أبو مقاتل السمرقندى عن عبد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر مرفوعا من زار قبر أبويه أو أمه أو عمته أو خالته أو أحد من أقربائه كانت له كحجة مبرورة ومن كان زائرا لهم زارت الملائكة قبره قال ابن حبان ليس لهذا الحديث أصل وأبو مقاتل حفص بن سليم يأتى بالأشياء المنكرة(للآلى المصنوعة فى الأحاديث الموضوعة، ج٢ص ٣٦٦، كتاب الموت والقبور)

(فصل نمبر۱۲)

جمعہ کے دن جہنَّم کو تیز نہ کرنے پر کلام

بعض احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جمعہ کے دن جہنم کو دھونکایا یعنی تیز نہیں کیا جاتا۔

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان احادیث کی سندوں پر محدثین نے کلام کیا ہے، اور ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ل

ل حدثنا أحمد بن محمد بن هاشم البعلبكى، ثنا أبى، ح، وحدثنا الحسين بن إسحاق التسترى، ثنا على بن بحر، قالا :ثنا سويد بن عبد العزيز، عن النعمان بن المنذر، عن مكحول، عن عبد الله بن عمرو، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن جهنم تسعر كل يوم تفتح أبوابها إلا يوم الجمعة ,فإنها لا تسعر فى يوم الجمعة ولا تفتح أبوابها (مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ۱۲۵۹)

قال نبيل سعد الدين سَليم جَرَّار: سويد بن عبدالعزيز ضعيف، ولا أظن مكحولاً سمع من عبدالله بن عمرو (حاشية الإيماء إلى زوائد الأمالى والأجزاء، ج۴، ص۳۴۵)

عن أبى قتادة، عن النبى صلى الله عليه وسلم، أنه كره الصلاة نصف النهار إلا يوم الجمعة، وقال :إن جهنم تسجر إلا يوم الجمعة، قال أبو داود :هو مرسل، مجاهد أكبر من أبى الخليل، وأبو الخليل، لم يسمع من أبى قتادة(ابوداؤد، رقم الحديث ۱۰۸۳، السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۵۶۸۸، باب الصلاة يوم الجمعة نصف النهار وقبله وبعده حتى يخرج الإمام؛ المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۷۷۲۵؛)

قال الحافظ العسقلانى: أبو داود والأثرم من حديث أبى قتادة ، وقال :مرسل ؛ أبو الخليل لم يسمع من أبى قتادة ، وفيه ليث بن أبى سليم وهو ضعيف ، قال الأثرم :قدم أحمد ، جابر الجعفى عليه فى صحة الحديث (تلخيص الحبير فى أحاديث الرافعى الكبير، ج ۱، ص ۳۳۹، تحت رقم الحديث ۲۷۵"۳۳")

وقال الألبانى: باب الصلاة يوم الجمعة قبل الزوال عن ليث عن مجاهد عن أبى الخليل عن أبى قتادة عن النبى صلى الله عليه وسلم:أنه كره الصلاة نصف النهار؛ إلا يوم الجمعة .وقال ":إن جهنم تسجر؛ إلا يوم الجمعة ."قال أبو داود " :هو مرسل؛ مجاهد أكبر من أبى الخليل، وأبو الخليل لم يسمع من أبى قتادة ."(قلت :هو مع إرساله ضعيف؛ ليث -هو ابن أبى سليُم -وكان اختلط) .؟إسناده :حدثنا محمد بن عيسى :ثنا حسّان بن إبراهيم عن ليث .قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ فيه علتان.الأولى :الانقطاع بين أبى الخليل وأبى قتادة -كما ذكر المؤلف، وأقره المنذرى فى "مختصره (۲/ ۱۵)"والأخرى :ليث -وهو ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض روایات کو سرے سے نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ [1]

اور اس طرح کی بعض ضعیف اور بعض نا قابلِ اعتبار احادیث سے جمعہ کے دن جہنم کو تیز نہ کیے جانے کا عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا، کیونکہ ضعیف اور اس سے بڑھ کر شدید ضعیف و نا قابلِ اعتبار احادیث سے کسی عقیدہ کا ثبوت نہیں ہوا کرتا۔

لہٰذا اس طرح کی احادیث کی اسنادی حیثیت کے بغیر تبلیغ کرنا مناسب نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أبی سليم، -وهو ضعيف لسوء حفظه واختلاطه .والحديث أخرجه ابن عدی فی "الكامل (۱/۹۹)"، والبيهقی (۳/۱۹۳)من طريقين آخرين عن حسان بن إبراهيم الكِرْمانی ...به. وللحديث شاهد من حديث أبی هريرة :أن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نهى عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس؛ إلا يوم الجمعة . أخرجه الشافعی(۱/۱۴۸/۵۲)عن إبراهيم بن محمد قال :حدثنی إسحاق ابن عبد الله عن سعيد المقبری عنه . وهذا سند ضعيف جداً من أجل إبراهيم بن محمد وإسحاق؛ فإنهما متروكان . لكن هذا القدر صحيحُ المعنى؛ كما بينه العلامة ابن القيم فی "زاد المعاد" (ضعيف ابی داؤد)

[1] عن مكحول، عن واثلة قال :سأل سائل رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بال يوم الجمعة يؤذن فيها بالصلاة فی نصف النهار وقد نهيت عن سائر الأيام؟، فقال :إن الله يسعر جهنم كل يوم فی نصف النهار، ويخبئها فی يوم الجمعة (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۴۴،ج۲۲ص۶۰)

قال الهيثمی:رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه بشير بن عون قال ابن حبان :روى مائة حديث كلها موضوعة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۳۷۱، باب الصلاة يوم الجمعة عند الزوال)

وقال المناوی:قال الهيثمی فيه بشر بن عون قال ابن حبان روى مأة حديث كلهاموضوعة انتهىٰ فكان على المصنف حذفهٔ من الكتاب (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۱۹۱۲)

وقال الالبانی: موضوع (ضعيف الجامع الصغير وزيادته، تحت رقم الحديث ۳۶۶۰)

وحمل الجمهور هذه الاحاديث على المبالغة فی تعجيلها وانهم كانوا يؤخرون الغداء والقيلولة فی هذا اليوم الىٰ مابعد صلوة الجمعة لانهم ندبوا الى التبكير اليها فلو اشتغلوا بشئ من ذالک قبلها خافوا فوتها اوفوت التبكير اليها، واستدل المجوزون بجواز صلاة الجمعة قبل الزوال باحاديث تدل على التبكير بصلاتها ولادليل فيها لهذا المدعی وقد عقد البخاری باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس (بذل المجهود جلد۲ صفحه نمبر۱۷۸، باب الصلاة يوم الجمعة قبل الزوال)

(فصل نمبر۱۳)

جمعہ کے دن بے شمار لوگوں کی مغفرت کی حیثیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ، جمعہ کے دن کسی بھی مسلمان کی مغفرت کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن کسی بھی نماز پڑھنے والے کو مغفرت کئے بغیر نہیں چھوڑا جاتا۔ [1]

اس حدیث کی سند کو اگرچہ بعض حضرات نے حسن اور معتبر قرار دیا ہے۔ [2]

لیکن اب تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند میں غیر معمولی ضعف پایا جاتا ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند میں بعض راوی شدید ضعیف قرار دیئے گئے ہیں۔ [3]

---

[1] حدثنا عبد الملک بن یحیی بن بکیر قال :حدثنی أبی قال :نا مفضل بن فضالة، عن أبی عروة، عن أبی عمار، عن أنس قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :إن الله لیس بتارک أحدا من المسلمین یوم الجمعة إلا غفر له.
لا یروی هذا الحدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم إلا بهذا الإسناد، تفرد به : یحیی بن بکیر .وأبو عروة عندی :معمر بن راشد، وأبو عمار زیاد النمری (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۸۱۷)
نا الحسین بن حمید بن بجیر العکی، نا یحیی بن بکیر، نا المفضل، عن أبی عروة، عن زیاد بن میمون، عن أنس بن مالک، عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال :إن الله تعالی لیس یترک یوم الجمعة أحدا من المصلین إلا غفر له(معجم ابن الأعرابی، رقم الحدیث ۱۵۱۲)

[2] قال المنذری:رواه الطبرانی فی الأوسط مرفوعا فیما أری بإسناد حسن (الترغیب و الترهیب، ج۱ ص ۲۸۲، تحت رقم الحدیث ۱۰۴۳، کتاب الجمعة الترغیب فی صلاة الجمعة والسعی إلیها وما جاء فی فضل یومها وساعتها)
وقال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الاوسط، ورجالهٗ رجال الصحیح خلا شیخ الطبرانی (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۲۹۹۸، ج۲، ص ۱۶۴، باب فی الجمعة وفضلها)

[3] قال ابن عدی: زیاد بن میمون أبو عمار بصری:حدثنا أحمد بن علی المدائنی، حدثنا اللیث بن عبدة سمعت یحیی بن معین یقول زیاد أبو عمار لیس یسوی قلیلا، ولا کثیرا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس سے پہلے اس حدیث کی سند کی تحقیق نہیں ہوسکی تھی، اس لئے اس حدیث کو متن میں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حدثنا ابن أبي عصمة، حدثنا أحمد بن أبي يحيى سمعت يحيى بن معين يقول زياد بن ميمون أبو عمار ليس بشيء .

حدثنا ابن حماد، حدثنا العباس، عن يحيى، قال :زياد بن ميمون أبو عمار ليس بشيء .

حدثنا ابن حماد، حدثنا عبد الله بن أحمد، حدثني أحمد الدورقي سمعت أبا داود قال أتينا زياد بن ميمون فسمعته يقول استغفر الله وضعت هذه الأحاديث.

حدثنا محمد بن يحيى بن آدم بمصر، حدثنا محمد بن زياد المكي، حدثنا نصر بن علي أخبرني بشر بن عمر، قال :سألت زياد بن ميمون أبو عمار عن حديث رواه عن أنس فقال ويحكم احسبوني كنت يهوديا أو نصرانيا أو مجوسيا رجعت عما كنت أحدث، عن أنس لم أسمع من أنس شيئا هو البصري صاحب الفاكهة الثقفي.

سمعت ابن حماد يقول :قال البخاري زياد بن ميمون أبو عمار البصري، عن أنس بن مالك تركوه.

سمعت ابن حماد يقول :قال السعدي زياد بن ميمون، وأبو هرمز، وعبد الحكم الذين يروون، عن أنس لا ينبغي أن يشتغل بحديثهم.

-حدثنا الساجي، قال :سمعت ابن المثنى يقول، حدثنا الحجاج بن فروخ، حدثنا زياد أبو عمار الأبرص، عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم أحاديث مناكير يطول ذكرها............حدثنا القاسم بن عبد الله بن مهدي، حدثنا محمد بن الحارث بن راشد المؤذن صدره، حدثنا المفضل بن فضالة، عن أبي عروة عن زياد أبي عمار، عن أنس بن مالك، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن الله ليس بتارك يوم القيامة أحدا يوم الجمعة من المسلمين إلا غفر له.

قال الشيخ :ولزياد أبي عمار غير ما ذكرت من الحديث، عن أنس، ولا أعرف له عن غير أنس وأحاديثه مقدار ما يرويه لا يتابعه أحد عليه(الكامل في ضعفاء الرجال، ج۴، ص ۱۲۹،تحت ترجمة زياد بن ميمون أبو عمار بصري)

وقال ابن الجوزي:حديث آخر أنبأنا إسماعيل قال أنا ابن مسعدة قال أخبرنا حمزة قال أنا ابن عدي قال نا القاسم بن عبد الله بن مهدي قال نا محمد بن الحارث بن راشد قال نا المفضل بن فضالة عن أبي عروة عن زياد بن أبي عمار عن أنس بن مالك قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ":إن الله تعالى ليس بتارك أحد يوم الجمعة من المسلمين إلا غفر له."

قال المؤلف :وهذا حديث لا يصح قال يزيد بن هارون كان زياد كذابا وقال يحيى لا يساوي قليلا ولا كثيرا(العلل المتناهية في الأحاديث الواهية لابن الجوزي، تحت رقم الحديث ۷۹۲)

وقال الالباني: إن الله ليس بتارك أحدا من المسلمين يوم الجمعة إلا غفر له ."موضوع.

رواه الطبراني في "الأوسط (۴۸ـ ۴۹ "من زوائده) وابن الأعرابي في "معجمه (۱۴۷)"وابن بشران في "الأمالي(۲۴/۲۹۰) "عن المفضل بن فضالة عن أبي عروة البصري عن زياد أبي عمار -وقال ابن الأعرابي :زياد بن ميمون -عن أنس بن مالك مرفوعا وقال الطبراني :لا يروى إلا بهذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ذکر کردیا گیا تھا، اب اس سے رجوع کیا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإسناد، وأبو عروة عندی معمر، وأبو عمار :زیاد النمیری، کذا قال، وفیه نظر فی موضعین: الأول: زیاد النمیری هو ابن عبد الله البصری، لم أجد من کناه أبا عمار، بخلاف زیاد بن میمون فقد کنوه بأبی عمار، وقال ابن معین فی النمیری :ضعیف، وقال فی موضوع آخر :لیس به بأس قیل له :هو زیاد أبو عمار؟ قال :لا، حدیث أبی عمار لیس بشیء . فقد فرق هذا الإمام بین زیاد بن عبد الله النمیری وبین زیاد أبی عمار، فضعف الأول تضعیفا یسیرا، وضعف أبا عمار جدا، فثبت أنه غیر النمیری، وإنما هو ابن میمون کما صرحت بذلک روایة ابن الأعرابی وهو وضاع باعترافه کما سبق مرارا قال الذهبی :زیاد بن میمون الثقفی الفاکهی عن أنس، ویقال له زیاد أبو عمار البصری، وزیاد بن أبی حسان، یدلسونه لئلا یعرف فی الحال، قال ابن معین :لیس یسوی قلیلا ولا کثیرا، وقال یزید بن هارون :کان کذابا، ثم ساق له أحادیث مناکیر، هذا أحدها.والثانی :قوله :إن أبا عروة البصری، هو معمر یعنی ابن راشد الثقة شیخ عبد الرزاق، فإن هذا وإن کان یکنی أبا عروة فإنی لم أجد ما یؤید أنه هو فی هذا السند، وصنیع الحافظین الذهبی والعسقلانی یشیر إلی أنه لیس به فقالا فی "المیزان "و "اللسان :"أبو عروة عن زیاد بن فلان مجهول، وکذلک شیخه.قلت: شیخه هو زیاد بن میمون الکذاب کما سبق آنفا فلعل أبا عروة کان یدلسه فیقول :زیاد بن فلان، کما قال فی هذا الحدیث :زیاد أبی عمار لکی لا یعرف، فإذا صح هذا فهو کاف عندنا فی تجریح أبی عروة هذا، والله أعلم.ثم وجدت ما یؤید أن الحدیث حدیث زیاد بن میمون، فقد أخرجه الواحدی فی "تفسیره(۱/۱۴۵/۴) "عن عثمان بن مطر عن سلام بن سلیم عن زیاد بن میمون عن أنس، لکن سلام هذا وهو المدائنی کذاب أیضا وعثمان بن مطر ضعیف، لکن رواه ابن عساکر (۲/۵۰/۱۱)من طریق عثمان بن سعید الصیداوی، أخبرنا سلیم بن صالح عن عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان عن أبی عمار به.وأخرجه الدیلمی (۱۸۹/۴)من طریق محمد بن الفضل بن عطیة عن سلام بن سلم عن زیاد الواسطی عن أنس . قلت :وابن الفضل هذا متروک وسلام بن سلم هو ابن سلیم نفسه وزیاد الواسقی هو ابن میمون ذاته وقد أورده بحشل فی "تاریخ واسط(۵۸ ـ ۵۹) " وبالجملة فإن مدار الحدیث علی أبی عمار وهو زیاد بن میمون وهو کذاب (سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة، تحت رقم الحدیث ۲۹۷)

وقال ایضاً "إن الله لیس بتارک أحداً یوم الجمعة من المسلمین إلا غفرله ."وقد تقدم تخریجه فی المجلد الأول برقم (۲۹۷)وهو مما خفی أمره علی المنذری أیضاً؛ فحسن إسناده فی "الترغیب (۱/۲۵۰/۱۸)" وقلده المعلقون الثلاثة(۱/۵۵۰)کما خفی علی الهیثمی أیضاً؛ فقال(۲/۱۶۴) " رواه الطبرانی فی "الأوسط "، ورجاله رجال الصحیح، خلا شیخ الطبرانی !"وهذا من أسوأ ما وقع منهما؛ فإن الطبرانی رواه(۴۸۱۴/۲۱۴/۵)من طریق أبی عمار عن أنس، وعقب علیه بقوله ":وأبو عمار :زیاد النمیری !"ومع أن قوله هذا خطأ -؛ لأن (النمیری) هذا لا یکنی بـ (أبی عمار) ، فهو ضعیف؛ کما تقدم، وجاء مسمی فی إسناد ابن الأعرابی بـ (زیاد بن میمون) الکذاب؛ کما تراه فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس طرح کا مضمون حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند کو محدثین نے شدید منکر قرار دیا ہے۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المجلد المشار إليه -، فأنى لإسناده الحسن؟ !ولرجاله أن يكونوا من رجال الصحيح؟ !وفيهم الكذاب، أو الضعيف على قول الطبراني إنه (النميرى) ؛ فالظاهر أنهما لم يتنبها له !!وأنهما وجدا فى هذه الطبقة ممن يكنى بأبى عمار راويين؛ أحدهما :(شداد بن عبد الله) . والآخر :(غريب بن حميد) فتوهماه أحدهما .والمعصوم من عصمه الله (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٦٨٠٧)

[1] أحمد بن نصر بن حماد بن عجلان، أبو جعفر البجلى الوراق،حدث عن أبيه، وعن بشر بن الحارث .روى عنه محمد بن مخلد الدورى، وعبيد الله بن عبد الرحمن السكرى إلا أن عبيد الله سماه محمدا.

أخبرنا أبو عمر بن مهدى، حدثنا محمد بن مخلد العطار، حدثنا أحمد بن نصر ابن حماد، حدثنا أبى، حدثنا شعبة عن محمد بن زياد، عن أبى هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يترك الله أحدا يوم الجمعة إلا غفر له (تاريخ بغداد، جزء ۵ صفحه ۳۸۸، تحت رقم الترجمة ۲۹۴۰، احمد بن نصر بن حماد بن عجلان، ابو جعفر البجلى الوراق)

[2] قال ابن حجر :أحمد بن نصر بن حماد.أتى بخبر منكر جدا.

قال :حدثنا أبى، حَدَّثَنا شعبة، عَن مُحَمد بن زياد، عَن أبى هريرة رضى الله عنه مرفوعا :لا يترك الله أحدا يوم الجمعة إلا غفر له .ذكره الخطيب(لسان الميزان، لابن حجر العسقلانى، تحت رقم الترجمة ۱۸۸۱)

وقال المناوى:خط عن ابى هريرة قال فى الميزان حديث منكر جدا وهومما طعن فيه على احمد بن نصربن حماد اه (فيض القدير للمناوى، ج٦ ص٤٤٣، تحت رقم الحديث ۹۹۴۵)

وقال ابن الجوزى:نصر بن حماد بن عجلان أبو الحارث البجلى العجلى الوراق يروى عن شعبة قال يحيى كذاب وقال يعقوب بن شيبة ليس بشيء وقال البخارى يتكلمون فيه وقال مسلم بن الحجاج ذاهب الحديث وقال النسائى ليس بثقة،وقال أبو حاتم الرازى وأبو الفتح الأزدى متروك الحديث وقال الأزدى هو وضع على شعبة عن محمد بن زياد عن أبى هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (إن الله عز وجل ليس بتارك أحدا يوم الجمعة إلا غفر له) وليس لهذا أصل عن شعبة وقال أبو زرعة لا يكتب حديثه وقال الدارقطنى ضعيف وقال ابن حبان كان يخطء كثيرا ويهم فى الأسانيد فلما كثر ذلك منه بطل الاحتجاج بما ينفرد به(الضعفاء والمتروكون لابن الجوزى، رقم الحديث ۳۵۱۲)

وقال الالبانى: موضوع (ضعيف الجامع الصغير وزيادته، تحت رقم الحديث ٦٣٢٧)

(فصل نمبر ۱۴)

جمعہ کے دن فوت ہونے پر عذاب سے حفاظت پر کلام

عوام الناس میں کثرت سے اور بہت سے اہلِ علم حضرات میں یہ بات مشہور ہے کہ جو مسلمان جمعہ کے دن فوت ہو جائے، تو وہ تا قیامت عذابِ قبر و برزخ سے مامون و محفوظ ہو جاتا ہے، خواہ وہ متقی و پرہیز گار ہو یا فاسق و فاجر، اور جمعہ کے دن کسی کافر و مشرک کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا، بلکہ بعض اہلِ علم حضرات کا خیال تو یہ ہے کہ جب بھی کسی عام دن میں کوئی فوت ہوتا ہے تو اگر مؤمن ہو تو جمعہ کا دن آنے پر اس سے تا قیامت ہمیشہ کے لئے اور کافر سے صرف جمعہ کے دن میں عذاب اُٹھا لیا جاتا ہے، خواہ وہ شخص زندگی میں ان اعمال میں کیوں نہ مبتلا رہا ہو، جن پر آخرت اور برزخ کے ہولناک عذاب کا قرآن اور صحیح احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں احادیث و روایات اور محدثین کے اقوال و تشریحات کی روشنی میں جو تحقیق کی گئی، وہ بیان کی جاتی ہے، پہلے اس کی تحقیق کا موقع میسر نہیں آ سکا تھا۔

کئی روایات میں جمعہ کے دن فوت ہونے پر عذابِ قبر سے حفاظت کا ذکر ہے، لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے ان احادیث کو سند کے اعتبار سے ضعیف اور غیر معتبر قرار دیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے مجموعی طور پر ان روایات کو حسن اور قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔

مگر احادیث و روایات میں یہ ذکر نہیں پایا جاتا کہ جمعہ کے دن فوت ہونے والا صرف جمعہ کے دن تک عذاب سے محفوظ رہتا ہے، یا پھر تا قیامت محفوظ ہو جاتا ہے، اور محفوظ ہر طرح کے عذاب سے ہوتا ہے، یا صرف مخصوص و شدید عذاب سے محفوظ ہوتا ہے؟ اس لئے محدثین و اہلِ علم حضرات کے اس بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ (ترمذی) [۱]

ترجمہ: جس مسلمان کی بھی جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں موت واقع ہوجاتی ہے، تو اس کو اللہ قبر کے فتنہ سے بچالیتا ہے (ترمذی)

اس حدیث کو امام ترمذی نے غریب قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں ہے۔ [۲]

اور امام طحاوی نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے۔ [۳]

اور بعض محدثین نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ [۴]

---

[۱] رقم الحديث ۱۰۷۴، ابواب الجنائز، باب ما جاء فيمن مات يوم الجمعة، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۶۵۸۲.

[۲] هذا حديث غريب ". وهذا حديث ليس إسناده بمتصل ربيعة بن سيف، إنما يروى عن أبى عبد الرحمن الحبلى، عن عبد الله بن عمرو، ولا نعرف لربيعة بن سيف سماعا من عبد الله بن عمرو (حواله بالا)

[۳] هذا حديث منقطع ,فإن ربيعة بن سيف لم يلق عبد الله بن عمرو وإنما كان يحدث عن أبى عبد الرحمن الحبلى عنه (شرح مشكل الآثار، تحت رقم الحديث ۲۷۷، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله عليه السلام من قوله " :إن للقبر لضغطة لو نجا منها أحد نجا منها سعد بن معاذ رضى الله عنه)

[۴] هشام بن سعد (عو، م) أبو عباد المدنى، مولى بن مخزوم، يقال له يتيم زيد بن أسلم صحبه وأكثر عنه، وروى عن عمرو بن شعيب، والمقبرى، ونافع. وعنه ابن وهب، والقعنبى، وجماعة كثيرة. قال أحمد :لم يكن بالحافظ. وكان يحيى القطان لا يحدث عنه. وقال أحمد أيضا :لم يكن محكم الحديث. وقال ابن معين :ليس بذاك القوى، وليس بمتروك. وقال النسائى :ضعيف. وقال مرة :ليس بالقوى. وقال ابن عدى :مع ضعفه يكتب حديثه. وأما أبو داود فقال :هو أثبت الناس فى زيد بن أسلم. وقال الحاكم :أخرج له مسلم فى الشواهد. وقال أبو حاتم :هو وابن إسحاق عندى واحد. توفى فى حدود الستين ومائة. ومن مناكيره ما ساق الترمذى له عن سعيد بن أبى هلال، عن ربيعة بن سيف، عن عبدالله بن عمرو رفعه :من مات يوم الجمعة أو ليلتها غفر له أو كما قال (ميزان الاعتدال، تحت رقم الترجمة ۹۲۲۴)

جس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند میں فی نفسہٖ ضعف پایا جاتا ہے۔ ۱

---

۱ قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف، ربيعة بن سيف لم يسمع من عبد الله بن عمرو، وهو وهشام بن سعد ضعيفان، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين، أبوعامر :هو العقدى عبد الملك بن عمرو.ومن طريق أحمد أخرجه المزى فى "تهذيب الكمال "فى ترجمة ربيعة بن سيف ۹/۱۱۶ .
وأخرجه الترمذى ۱۰۷۴ ، والطحاوى فى "شرح مشكل الآثار۲۷۷ "من طريق أبى عامر العقدى، بهذا الإسناد.وأخرجه الترمذى(۱۰۷۴)أيضاً من طريق عبد الرحمن بن مهدى، عن هشام بن سعد، به .قال الترمذى :وهذا حديث غريب، ليس إسناده بمتصل، ربيعةُ بنُ سيف إنما يروى عن أبى عبد الرحمن الحُبلى، عن عبد الله بن عمرو، ولا نعرف لربيعة بن سيف سماعاً من عبد الله بن عمرو .وقد ضعفه المنذرى فى "الترغيب والترهيب۴/۳۷۳ "ونقل قول الترمذى هذا المزى فى "تحفة الأشراف۶/۲۸۹ "وفى "تهذيب الكمال۹/۱۱۶ " وقال :رواه بشر بن عمر الزهرانى وخالد بن نزار الأيلى، عن هشام بن سعد، عن سعيد بن أبى هلال، عن ربيعة بن سيف، عن عياض بن عقبة الفهرى، عن عبد الله بن عمرو .وعياض بن عقبة هذا لم نقع له على ترجمة فيما بين أيدينا من المصادر.قلنا :وذكر المناوى فى "فيض القدير۵/۴۹۹ "أن الطبرانى وصله أيضاً فرواه من حديث ربيعة بن سيف، عن عياض بن عقبة، عن ابن عمرو.ثم قال المزى فى "التحفة :"ورواه الليث بن سعد، عن سعيد بن أبى هلال، عن ربيعة بن سيف، أن ابناً لعياض بن عقبة تُوفى يوم الجمعة، فاشتد وجده عليه، فقال له رجل من صدف (قبيلة من حمُير نزلت مصر) : يا أبا يحيى، ألا أبشرك بشىء سمعته من عبد الله بن عمرو بن العاص؟ ...فذكره.قلنا :وأخرجه الطحاوى فى "شرح مشكل الآثار ۲۷۹"من طريق عبد الله بن وهب، عن الليث بن سعد، عن ربيعة بن سيف، أن عبد الرحمن بن قُحزم أخبره أن ابناً لعياض بن عقبة مات يوم جمعة، فاشتد وجدُه عليه، فقال له رجل من الصدف :يا أبا يحيى، ألا أبشرك بشىء سمعتُه من عبد الله بن عمرو؟ ...فذكره، فزاد فى إسناده عبد الرحمن بن قحزم، والرجل من الصدف (تحرف فيه إلى :الصدق) . وابن قُحزم مجهول الحال، ذكره الأمير فى "الإكمال۷/۱۰۱، ۱۰۲"والرجل الصدفى مبهم.ثم أخرجه الطحاوى ۲۸۰، والبيهقى فى "إثبات عذاب القبر۱۵۵ "من طرق عن الليث، عن خالد بن يزيد، عن سعيد بن أبى هلال، عن ربيعة بن سيف، أن عبد الرحمن بن قحُزم أخبره أن ابناً لعياض بن عقبة، ثم ذكر مثل سابقه .فزاد فى إسناده أيضاً خالد بن يزيد وسعيد بن أبى هلال بين الليث وبين ربيعة بن سيف، قال الطحاوى :وهو أشبه عندنا بالصواب.
وأخرجه البيهقى فى "إثبات عذاب القبر۱۵۶ "من طريق محمد بن إسحاق، حدثه سليمان بن آدم، عن بقية، حدثه معاوية بن سعيد التجيبى، عن أبى قبيل المصرى، عن عبد الله بن عمرو، به .
وسليمان بن آدم لم نعرفه، لكن تابعه سريج بن النعمان فى الرواية الآتية برقم ۶۶۴۶، وإبراهيمُ بنُ أبى العباس برقم ۷۰۵۰، ويزيد بن هاورن فيما ذكره ابنُ حجر فى "النكت الظراف۶/ ۲۸۹"وأبو قبيل -واسمه حيى بن هانىء -ضعفه الحافظ فى "تعجيل المنفعة "لأنه كان يكثر النقل عن الكتب القديمة .وأخرجه البيهقى أيضاً۱۵۷ من طريق ابن وهب، عن ابن لهيعة، عن سنان بن عبد الرحمن الصدفى، عن ابن عمرو، موقوفاً(حاشية مسند احمد،تحت رقم الحديث ۶۵۸۲)

(۲)...... ابویعلیٰ موصلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ:

مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وُقِيَ عَذَابَ الْقَبْرِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی) [۱]

ترجمہ: جو جمعہ کے دن فوت ہو جائے، وہ عذابِ قبر سے بچا لیا جاتا ہے (ابویعلیٰ)

اس حدیث کی سند بھی فی نفسہٖ ضعیف اور بعض حضرات کے نزدیک شدید ضعیف ہے۔ [۲]

اس حدیث کی سند میں واقد بن سلامہ اور یزید بن ابان رقاشی کو محدثین نے ضعیف اور واقد بن سلامہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ حدیث کو منقطع قرار دیا ہے، اور امام بخاری نے واقد بن سلامہ کی حدیث کو غیر صحیح فرمایا ہے۔ [۳]

اور حسین بن علوان کی سند سے بھی یہ روایت مروی ہے، مگر وہ شدید ضعیف ہے، کیونکہ حسین بن علوان کو بعض نے کذّاب، بعض نے ضعیفٌ جداً، اور بعض نے متروک قرار دیا ہے۔ [۴]

---

[۱] رقم الحديث ۴۱۱۳، ج۷ص۱۴۶، مسند انس بن مالک .

[۲] چنانچہ اس حدیث کی سند یہ ہے:

حدثنا أبو معمر إسماعيل بن إبراهيم، حدثنا عبد الله بن جعفر، عن واقد بن سلامة، عن يزيد الرقاشي، عن أنس، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

[۳] من اسمه وافد وواقد ووالبة وافد بالفاء أو بقاف هو بن سلامة :عن يزيد الرقاشي ضعفوه قال البخاري :روى الليث عن ابن عجلان عن واقد بن سلامة لم يصح حديثه . قلت :سمع منه أيضاً بن وهب وتأخر وروايته عن أنس منقطعة(لسان الميزان، ج۳ص۹۴)

يزيد بن أبان الرقاشي بتخفيف القاف ثم معجمة أبو عمرو البصري القاص بتشديد المهملة زاهد ضعيف من الخامسة مات قبل العشرين(تقريب التهذيب، ج ۱ ص ۵۹۹)

[۴] أنبأنا أبو محمد إسماعيل بن أبي القاسم وحدثنا أبي عنه أنبا عمر بن أحمد بن عمر نا محمد بن أحمد بن علي انا الحسين بن موسى بن محمويه ثنا يوسف ابن محمد نا محمد بن محمد بن نوح نا نصر بن الأصبغ نا الحسين بن علوان عن أبان بن أبي عياش عن أنس بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينجو من ضغطة القبر إلا شهيد أو مصلوب أو من مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة(تعزية المسلم لابنِ عساكر ص ۷۹)

الحسين بن علوان الكلبي :عن الأعمش وهشام بن عروة قال يحيى :كذاب وقال علي :ضعيف جداً وقال أبو حاتم والنسائي والدارقطني :متروک الحديث وقال ابن حبان :كان يضع الحديث على هشام وغيره وضعاً لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل التعجب(لسان الميزان ج ۱ ص ۳۲۹)

(۳)......ابونعیم اصبہانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ:

مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أُجِيرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ طَابَعُ الشُّهَدَآءِ (حلية الاولياء) [۱]

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت ہوگیا، تو وہ قبر کے عذاب سے بچالیا جائے گا، اور قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی (حلیۃ الاولیاء)

ابونعیم اصبہانی نے اس حدیث کی سند کو غریب قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کی سند میں عمر بن موسیٰ مدنی نے تفرد اختیار کیا ہے، جو کہ ضعیف ہیں۔ [۲]

جبکہ عمر بن موسیٰ مدنی کو امام بخاری نے منکر الحدیث اور ابنِ عدی اور ابوحاتم نے واضع الحدیث وذاہبُ الحدیث اور متروکُ الحدیث قرار دیا ہے۔ [۳]

جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی فی نفسہٖ ضعف یا شدید ضعف سے خالی نہیں۔

(۴)......عبدالرزاق نے ابنِ جریج سے اور انہوں نے ایک مبہم شخص سے، اور انہوں نے

---

[۱] ج۳ص۱۵۵، تحت ترجمة محمد بن المنكدر، الطبقة الاولىٰ من التابعين.

[۲] قال ابونعيم: غريب من حديث جابر ومحمد تفرد به عمر بن موسى، وهو مدنى فيه لين (حواله بالا)

[۳] عمر بن موسى بن وجيه الميثمى الوجيهى الحمصى: عن مكحول والقاسم أبى عبد الرحمن وعنه بقية وأبو نعيم وإسماعيل بن عمر والبجلى وآخرون قال البخارى منكر الحديث وقال ابن معين ليس بثقة وقال ابن عدى هو ممن يضع الحديث متناً وإسناداً وهو عمر بن موسى بن وجيه الأنصارى الدمشقى ووهم من عده كوفيا (لسان الميزان، ج٦ص١٤٨، رقم الترجمة ٥٦٩٨)

عمر بن موسى بن وجيه الوجيهى: يروى عن الزهرى والقاسم، روى عنه ابن إسحق كان ممن يروى المناكير عن المشاهير، فلما كثر (فى) روايته عن الثقات ما لا يشبه حديث الاثبات حتى خرج عن حد العدالة إلى الجرح فاستحق الترك (كتاب المجروحين لابنِ حبان، ج٢ص٨٦، رقم الترجمة ٦٤٢، باب العين)

عبد الرحمن قال سألت ابى عن عمر بن موسى الوجيهى فقال متروك الحديث ذاهب الحديث كان يضع الحديث (الجرح والتعديل، لابن أبى حاتم، ج٦، ص١٣٣، رقم الترجمة ٧٢٧)

ابنِ شہاب زہری سے مرسلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح روایت کیا ہے کہ:

مَنْ مَاتَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، أَوْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، بَرِءَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ أَوْ قَالَ: وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَكُتِبَ شَهِيدًا (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: جو شخص جمعہ کی رات میں یا جمعہ کے دن میں فوت ہوگیا، تو وہ قبر کے فتنہ سے بری ہوگیا، یا یہ فرمایا کہ قبر کے فتنہ سے محفوظ ہوگیا، اور شہید لکھا گیا (عبدالرزاق)

یہ حدیث بھی فی نفسہٖ ضعیف ہے، کیونکہ مرسل ہونے کے علاوہ اس میں ایک راوی ''رجلِ مبہم'' ہیں، جن کا حال معلوم نہیں کہ وہ کون اور کیسے ہیں؟ [2]

(۵)...... اور امام حصکفی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے ہیثم بن حبیب صیرفی سے، اور انہوں نے حضرت حسن سے، اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ:

مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وُقِيَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (مسند ابی حنیفة روایة الحصكفی، رقم الحديث ٦٦، كتاب الصلاة)

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوجائے، وہ قبر کے عذاب سے بچالیا جاتا ہے

(مسند ابی حنیفہ)

---

[1] رقم الحديث ۵۵۹۵، كتاب الجمعة، باب من مات يوم الجمعة.

[2] قال شعيب الارنؤوط: وآخر من حديث جابر بن عبد الله عند أبى نعيم فى "الحلية۳/۱۵۵" وقال: غريب من حديث جابر ومحمد بن المنكدر، تفرد به عمر بن موسى، وهو مدنى فيه لين. قلنا: قال أبو حاتم: ذاهبُ الحديث كان يضع الحديث، وقال النسائى والدارقطنى: متروك. وقال ابن عدى: هو ممن يضع الحديث متناً وإسناداً. وقد ذكرنا هذين الشاهدين الضعيفين، والثانى منهما ضعيف جداً، لأن المناوى عزا الحديث إليهما فى "فيض القدير۵/۴۹۹" وقال: فلو عزاه المؤلف (يعنى السيوطى) لهؤلاء كان أجود (يعنى من عزوه إلى حديث ابن عمرو عند أحمد والترمذى). قلنا: ليس العزو إليهما بأجود لأن إسناديهما كما قد رأيت. وله شاهد ثالث ضعيف أيضاً من حديث الزهرى عن النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عند عبد الرزاق۵۵۹۵، وهو معضل، وفيه عنعنة ابن جريج عن راو مبهم ورابع من قول عكرمة بن خالد المخزومى عند البيهقى فى "إثبات عذاب القبر۱۵۸" (حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ۶۵۸۲)

اس روایت کو بھی بعض حضرات نے حضرت حسن اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

بعض متاخرین اہلِ علم حضرات نے حمید بن زنجویہ کی الترغیب والترہیب کے حوالہ سے ایاس بن بکیر اور حضرت عطاء کی روایات ذکر کی ہیں، جن میں جمعہ کے دن فوت ہونے والے کے لئے شہادت کے اجر کا حاصل ہونا مذکور ہے۔

مگر ہمیں باسند طریقہ پر یہ روایات تا حال دستیاب نہیں ہوسکیں۔

اور حمید بن زنجویہ کی ترغیب وترہیب کا مطبوعہ نسخہ بھی دستیاب نہ ہوسکا۔

مذکورہ احادیث وروایات کو مجموعی طور پر بھی بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، اور ان میں ایک دوسرے کے شاہد ومؤید بننے کی صلاحیت کا انکار کیا ہے۔

جبکہ اس کے برعکس بعض حضرات نے ان میں سے بعض کو ایک دوسرے کا شاہد بنا کر حسن قرار دیا ہے۔ [1]

بہرحال جن احادیث وروایات میں جمعہ کے دن فوت ہونے والے کے لئے عذابِ قبر سے حفاظت کا ذکر ہے، اگر ان کو مجموعی طور پر حسن اور معتبر مانا جائے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کس قسم کے عذابِ قبر سے حفاظت مراد ہے؟

تو اس سلسلہ میں حضرت ملا علی قاری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ) أَيْ مُؤْمِناً (وُقِيَ) بِصِيْغَةِ الْمَجْهُوْلِ، أَيْ

---

[1] أخرجه الترمذى من حديث عبد الله بن عمرو مرفوعا ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلا وقاه الله فتنة القبر وفى إسناده ضعف وأخرجه أبو يعلى من حديث أنس نحوه وإسناده أضعف(فتح البارى لابنِ حجر، ج۳ص ۲۵۳،قوله باب موت يوم الاثنين)

قال شعيب الارنؤوط:فهذه الشواهد لا تصلح لتقوية الحديث، وقد أخطأ الألبانى فى "الجنائز" ص۳۵، فحسنه أو صححه بها تقليداً للمباركفورى فى "تحفة الأحوذى."(حاشية مسند احمد،تحت رقم الحديث ۶۵۸۲)

حُفِظَ (عَذَابَ الْقَبْرِ) أَیْ مُطْلَقاً، أَوْ شِدَّتَہٗ، أَوْ بِخُصُوْصِہٖ، أَوْ کُلَّ یَوْمِ جُمُعَةٍ (شرح مسند ابی حنیفة، ص ۴۲۴، ذکر إسنادہ عن الھیثم بن حبیب الصرفی)

ترجمہ: جو جمعہ کے دن فوت ہوگیا، یعنی ایمان کی حالت میں، تو اس کو بچالیا جائے گا، مجہول صیغہ کے ساتھ یعنی محفوظ کرلیا جائے گا، قبر کے عذاب سے، یا تو مطلقاً، یا قبر کے عذاب کی شدت سے، یا خاص اس جمعہ کے دن میں (جس دن کہ وہ فوت ہوا) یا ہر جمعہ کے دن (شرح مسند ابی حنیفہ)

اور الکوکبُ الدری میں ہے کہ:

(مَنْ یَّمُوْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ) قَوْلُہٗ (إِلَّا وَقَاہُ اللہُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ) فَقِیْلَ ھٰذَا الْیَوْمَ وَاللَّیْلَةَ فَقَطْ ثُمَّ یُعَذَّبُ لَیْلَةَ السَّبْتِ وَقِیْلَ لَا بَلْ خُلِّصَ فَخُلِّصَ، نَعَمْ یُحَاسَبُ فَیُجَازٰی بَعْدَ الْحَشْرِ (الکوکب الدری، ج۲ص ۲۰۹، ۲۱۰)

ترجمہ: جو جمعہ کے دن فوت ہوجائے، تو اللہ اس کو قبر کے فتنہ سے محفوظ فرمالیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ صرف (خاص جمعہ کے) اس دن اور اس رات میں محفوظ فرمالیتا ہے (جس میں وہ فوت ہوا) پھر ہفتہ کی رات میں عذاب دیا جاتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ کے لئے (عذاب سے) خلاصی دے دی جاتی ہے، البتہ اس کا حساب کیا جائے گا، اور قیامت کے بعد اس کو (اس کے اچھے وبُرے عمل کا) بدلہ دیا جائے گا (الکوکبُ الدری)

اور العرفُ الشذی میں ہے کہ:

مَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فِیْ فَضْلِ مَوْتِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَلَوْ صَحَّ بِالْفَرْضِ لَکَانَ الْفَضْلُ مِنْ عَدَمِ السُّؤَالِ لِمَنْ مَاتَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ لَا مَنْ مَاتَ قَبْلُ وَأُخِّرَ دَفْنُہٗ إِلٰی یَوْمِ الْجُمُعَةِ (العرف الشذی، ج۲ص ۳۵۱، باب ما جاء

فيمن يموت يوم الجمعة)

ترجمہ: جمعہ کے دن فوت ہونے کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح نہیں ہے، اور اگر بالفرض صحیح ہو، تو (قبر میں) سوال نہ کئے جانے کی فضیلت اس شخص کو حاصل ہوگی، جو جمعہ کے دن فوت ہو، نہ کہ اس شخص کو جو کہ جمعہ کے دن سے پہلے فوت ہو، اور اس کے دفن کو جمعہ کے دن تک مؤخر کیا جائے (العرف الشذی)[1]

معلوم ہوا کہ جن روایات میں جمعہ کے دن فوت ہونے پر قبر کے فتنہ یا عذاب سے بچاؤ وحفاظت کا ذکر آیا ہے، ان میں درجِ ذیل اقوال ہیں:

(۱)...... جمعہ کے دن فوت ہونے پر قبر کے فتنہ یا عذاب سے حفاظت کی روایات ضعیف، اور بعض شدید ضعیف ہیں، جبکہ بعض کے نزدیک مجموعی طور پر حسن ہیں۔

(۲)...... اگر مجموعی طور پر ان احادیث کو حسن ومعتبر مانا جائے تو جمعہ کے دن عذاب یا فتنۂ قبر سے محفوظ ہونے کے کئی معنیٰ ہوسکتے ہیں۔

(۳)...... فتنۂ قبر یا عذابِ قبر سے محفوظ ہونے کے یہ معنیٰ ہوسکتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے قبر کے عذاب سے محفوظ کردیا جاتا ہے۔

(۴)...... یہ معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں کہ قبر کے صرف سخت وشدید عذاب سے محفوظ کردیا جاتا ہے، نہ کہ ہر طرح کے قبر کے عذاب سے۔

(۵)...... یہ معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں کہ جس جمعہ کو فوت ہوتا ہے، صرف اس جمعہ کو قبر کے عذاب سے محفوظ کردیا جاتا ہے، نہ کہ آئندہ ہمیشہ کے لئے۔

(۶)...... یہ معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں کہ ہر جمعہ کے دن قبر کے عذاب سے محفوظ کردیا جاتا ہے، یعنی کسی بھی جمعہ کو عذاب نہیں دیا جاتا۔

لہٰذا اتنے سارے احتمالات کے ہوتے ہوئے خاص یہ سمجھنا یا پختہ عقیدہ بنالینا کہ جو متقی یا

---

[1] مگر احسن الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ عذابِ قبر دفن کے بعد شروع ہوتا ہے، اس لئے جو شخص جمعہ سے پہلے فوت ہو، مگر جمعہ کے روز دفن ہو، وہ بھی عذابِ قبر سے محفوظ ہوگا (ملاحظہ ہو، احسن الفتاویٰ ج۴ ص ۲۰۹)

فاسق وفاجر شخص بھی جمعہ کے دن میں فوت ہو، وہ بہرحال تا قیامت قبر کے عذاب سے محفوظ کرلیا جاتا ہے، خواہ وہ قرآن اور صحیح احادیث سے عذابِ قبر و برزخ پر مرتب ہونے والی بداعمالیوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو، درست معلوم نہیں ہوتا۔

اور ملا علی قاری، عقائد کی کتاب شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ:

وَاَمَّا مَاقَالَهُ الشَّيُخُ اَبُو الْمُعِيُنِ فِيُ اُصُوُلِهٖ عَلٰى مَانَقَلَ عَنْهُ الْقَوُنَوِيُّ مِنُ اَنَّ عَذَابَ الْقَبُرِ حَقٌّ سَوَاءٌ كَانَ مُؤُمِنًا اَمْ كَافِرًا اَمْ مُطِيُعًا اَمْ فَاسِقًا وَلٰكِنُ اِذَا كَانَ كَافِرًا فَعَذَابُهٗ يَدُوُمُ فِى الْقَبُرِ اِلٰى يَوُمِ الْقِيَامَةِ وَيُرُفَعُ عَنْهُ الْعَذَابُ يَوُمَ الْجُمُعَةِ وَشَهُرَ رَمَضَانَ بِحُرُمَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ مَادَامَ فِى الْاَحْيَاءِ لَا يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ لِحُرُمَتِهٖ فَكَذٰلِكَ فِى الْقَبُرِ يُرُفَعُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوُمَ الْجُمُعَةِ وَكُلَّ رَمَضَانَ لِحُرُمَتِهٖ فَفِيُهِ بَحْثٌ لِاَنَّهٗ يَحْتَاجُ اِلٰى نَقُلٍ صَحِيُحٍ اَوُ دَلِيُلٍ صَرِيُحٍ ...... وَقَالَ الْقَوُنَوِيُّ وَاِنُ كَانَ عَاصِيًا يَكُوُنُ لَهٗ عَذَابُ الْقَبُرِ وَضَغُطَةُ الْقَبُرِ لٰكِنُ يَنْقَطِعُ عَنْهُ عَذَابُ الْقَبُرِ يَوُمَ الْجُمُعَةِ وَلَيُلَةَ الْجُمُعَةِ وَلَا يَعُوُدُ الْعَذَابُ اِلٰى يَوُمِ الْقِيَامَةِ وَاِنُ مَاتَ يَوُمَ الْجُمُعَةِ اَوُ لَيُلَةَ الْجُمُعَةِ يَكُوُنُ لَهُ الْعَذَابُ سَاعَةً وَاحِدَةً وَضَغُطَةَ الْقَبُرِ ثُمَّ يَنْقَطِعُ عَنْهُ الْعَذَابُ وَلَا يَعُوُدُ اِلٰى يَوُمِ الْقِيَامَةِ اِنْتَهٰى. فَلَا يَخُفٰى اَنَّ الْمُعُتَبَرَ فِى الْعَقَائِدِ هُوَ الْاَدِلَّةُ الْيَقِيُنِيَّةُ وَاَحَادِيُثُ الْاٰحَادِ لَوُ ثَبَتَتُ اِنَّمَا تَكُوُنُ ظَنِّيَّةً اَللّٰهُمَّ اِلَّا اِذَا تَعَدَّدَ طُرُقُهٗ بِحَيُثُ صَارَ مُتَوَاتِرًا مَعْنَوِيًّا فَحِيُنَئِذٍ يَكُوُنُ قَطُعِيًّا. نَعَمُ ثَبَتَ فِى الْجُمُلَةِ اَنَّ مَنُ مَاتَ يَوُمَ الْجُمُعَةِ اَوُ لَيُلَةَ الْجُمُعَةِ يُرُفَعُ الْعَذَابُ عَنْهُ اِلَّا اَنَّهٗ لَا يَعُوُدُ اِلَيْهِ اِلٰى يَوُمِ الْقِيَامَةِ فَلَا اَعُرِفُ لَهٗ اَصُلًا وَكَذَا رَفُعُ الْعَذَابِ يَوُمَ الْجُمُعَةِ وَلَيُلَتَهَا مُطُلَقًا عَنُ كُلِّ عَاصٍ ثُمَّ لَا

یَعُوْدُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَاِنَّهٗ بَاطِلٌ قَطْعًا (شرح فقه اکبر لمنلا علی القاری، صفحه ۱۰۱ و ۱۰۲، الناشر: قدیمی کتب خانه، آرام باغ، کراچی)

ترجمہ: اور رہی وہ بات جو شیخ ابو معین نے اپنے اصول میں ذکر فرمائی ہے، جس کو ان سے قونوی نے نقل کیا ہے کہ قبر کا عذاب حق ہے، چاہے مومن ہو یا کافر ہو، یا مطیع ہو یا فاسق ہو، لیکن اگر کافر ہو تو اس کا عذابِ قبر قیامت تک جاری رہتا ہے، اور اس کا عذاب جمعہ کے دن اور رمضان کے مہینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے روک لیا جاتا ہے، اس لئے کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حیات رہے، اس وقت تک اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے ان کو عذاب نہیں دیا، اسی طریقہ سے قبر میں کافروں سے جمعہ کے دن اور پورے رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے عذاب کو روک لیا جاتا ہے۔

تو اس میں بحث ہے، کیونکہ یہ بات نقلِ صحیح یا دلیلِ صریح کی محتاج ہے۔...........

اور قونوی نے فرمایا کہ اگر گناہ گار مومن ہوتا ہے، تو اسے قبر کا عذاب اور قبر کا بھینچنا ہوتا ہے، لیکن اس سے جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں عذابِ قبر کو روک لیا جاتا ہے، اور پھر قیامت تک عذاب لوٹ کر نہیں آتا، اور اگر جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت ہو جائے، تو اس کو ایک لمحہ کے لئے عذاب اور قبر کا بھینچنا ہوتا ہے، پھر اس کے بعد عذاب کو ہٹا لیا جاتا ہے، اور پھر قیامت تک عذاب لوٹایا نہیں جاتا، قونوی کا کلام ختم ہوا۔

تو یہ بات مخفی نہیں کہ عقائد میں اعتبار یقینی دلائل کا ہوتا ہے، اور احادیثِ آحاد اگر ثابت ہوں، تو وہ صرف ظنی درجے کی ہوتی ہیں (ان سے قطعیت کا فائدہ حاصل اور یقین کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا) مگر یہ کہ جب ان کی سندیں اتنی زیادہ ہوں کہ وہ تواترِ معنوی کے درجے میں آجائیں، تو پھر وہ قطعی بن جاتی ہیں۔

البتہ فی الجملہ (احادیث سے) یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت ہوجائے، تو اس سے عذاب کو اٹھالیا جاتا ہے، مگر یہ بات کہ قیامت تک اس کی طرف عذاب کو لوٹایا نہیں جاتا، مجھے اس کی اصل معلوم نہیں ہوسکی (اوراس سلسلہ میں مذکور روایات سے صراحتاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جمعہ کے دن یا رات میں کوئی مسلمان بھی فوت ہونے والا تاقیامت عذابِ قبر سے محفوظ کردیا جاتا ہے)

اوراسی طرح جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مطلقاً ہر گناہ گار سے عذاب کا رفع ہونا، اور پھر قیامت کے دن تک لوٹ کر نہ آنا، تو یہ بات قطعی طور پر باطل ہے (کیونکہ یہ دعویٰ احادیثِ صحیحہ کثیرہ کی دلالت کے خلاف ہے) (شرح فقہ اکبر)

ملاعلی قاری کی اس مدلل عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱)...... شیخ ابومعین کا یہ قول کہ جمعہ کے دن اور رمضان کے مہینے میں کافروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔

اس کے لئے نقلِ صحیح یا دلیلِ صریح کی ضرورت ہے، جو کہ موجود نہیں۔

(۲)...... یہ کہنا کہ گناہ گار شخص سے قبر کا عذاب جمعہ کے دن ہٹالیا جاتا ہے، اور پھر قیامت تک عذاب نہیں لوٹایا جاتا، اوراسی طرح جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوجائے، تو اس کو ایک ساعت کے لئے عذاب ہوتا ہے، اور پھر قیامت تک عذاب نہیں لوٹایا جاتا۔

یہ بات محلِ کلام ہے، کیونکہ عقائد میں دلائلِ قطعیہ کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور خبرِ واحد ظنی ہوا کرتی ہے، البتہ اگر اخبارِ آحاد مختلف سندوں سے مروی ہوں کہ جو تواترِ معنوی کا درجہ حاصل کرلیں، تو پھر قطعیت کا درجہ اختیار کرلیتی ہیں (اور مذکورہ عقیدہ کے لئے اس طرح کا ثبوت نہیں)

(۳)...... احادیث سے اتنی بات ثابت ہے کہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت ہونے والے سے عذاب کو اٹھالیا جاتا ہے۔

لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ اس کے بعد پھر قیامت تک عذاب نہیں دیا جاتا، یہ درست نہیں، کیونکہ اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں (بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ صرف اس جمعہ کے دن یا آئندہ ہر جمعہ کے دن عذاب اٹھایا جاتا ہو، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ذکر کیا گیا)

(۴)...... یہ کہنا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں ہر گناہ گار سے مطلقاً عذاب کو اٹھالیا جاتا ہے (خواہ وہ کسی بھی دن فوت ہوا ہو) اور پھر اس کے بعد تا قیامت عذاب میں مبتلا نہیں کیا جاتا۔

یہ بات قطعی طور پر باطل ہے۔

ملا علی قاری کی اس عبارت سے ابو معین کے کلام کا مرجوح ہونا بھی معلوم ہوگیا۔

اور کئی عربی واردو کتب میں ابو معین کے مذکورہ کلام کو نقل کرکے اس سے جو یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن میں فوت ہونے والے یا ہر ایک سے جمعہ آنے پر آئندہ ہمیشہ کے لئے عذاب اٹھالیا جاتا ہے، ملا علی قاری کی مذکورہ تفصیل سے اس کا بھی جواب معلوم ہوگیا، کہ یہ بات دلائلِ شرعیہ کی رُو سے مرجوح ہے۔ [۱]

---

[۱] ویأمن المیت من عذاب القبرِ ومن مات فیه أو فی لیلته أمن من عذاب القبر، ولا تسجر فیه جهنم (الدرالمختار)

والعاصی یعذب ویضغط لکن ینقطع عنه العذاب یوم الجمعة ولیلتها ثم لا یعود وإن مات یومها أو لیلتها یکون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم یقطع، کذا فی المعتقدات للشیخ أبی المعین النسفی الحنفی من حاشیة الحنفی ملخصا (ردالمحتار، ج۲، ص۱۶۵، باب العیدین)

قال أبو المعین فی أصوله قال أهل السنة والجماعة عذاب القبر وسؤال منکر ونکیر حق لکن إن کان کافرا فعذابه یدوم فی القبر إلی یوم القیامة ویرفع عنهم العذاب یوم الجمعة وشهر رمضان لحرمة النبی صلی الله علیه وسلم ثم المؤمن علی ضر بین أن کان مطیعا لا یکون له عذاب القبر ویکون له ضغطة فیجد هول ذلک وخوفه لما أنه کان یتنعم بنعمة الله تعالی ولم یشکر النعمة وإن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ جمعہ کے دن فوت ہونے والے سے ہمیشہ کے لئے قبر و برزخ کے عذاب کے مرتفع و ختم ہونے کا صراحتاً کسی معتبر و مستند حدیث میں ذکر نہیں پایا جاتا، البتہ فی الجملہ جمعہ کے دن فوت ہونے والے کے عذابِ قبر سے محفوظ ہونے کا کئی احادیث وروایات میں ذکر پایا جاتا ہے، جو کہ بعض کے نزدیک ضعیف یا شدید ضعیف ہیں، جبکہ بعض کے نزدیک مجموعی طور پر حسن درجہ میں داخل ہیں، مگر اس کے باوجود بھی ان سے زیادہ سے زیادہ ظنیت کا فائدہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان عاصيا يكون له عذاب وضغطة القبر لكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلة الجمعة ولا يعود العذاب إلى يوم القيامة وإن مات ليلة الجمعة أو يوم الجمعة يكون له العذاب ساعة واحدة وضغطة ثم ينقطع عنه العذاب ولا يعود إلى يوم القيامة من مجمع الروايات والتتارخانية كذا في الشرح وناقش فيه المنلا على وقال إن ذلك غير ثابت في الأحاديث (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، لأحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوى الحنفى، ج ۱، ص ۵۲۴، باب الجمعة)

قوله ويأمن الميت فيه من عذاب القبر. أقول قال أهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسؤال منكر ونكير وضغطة القبر حق سواء كان مؤمنا أو كافرا مطيعا أو فاسقا لكن إذا كان كافرا فعذابه يدوم إلى يوم القيامة ويرفع العذاب عنهم يوم الجمعة وشهر رمضان بحرمة النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فكذلك فى القبر يرفع عنهم العذاب يوم الجمعة وكل رمضان بحرمته فيعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلا بالجسم فتتألم الروح مع الجسد وإن خارجا منه ثم المؤمن على وجهين إن كان مطيعا لا يكون له عذاب ويكون له ضغطة فيجد هول ذلك وخوفه وإن كان عاصيا يكون له عذاب القبر وضغطة القبر لكن ينقطع عنه عذاب القبر يوم الجمعة وليلة الجمعة ثم لا يعود العذاب إلى يوم القيامة. وإن مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة يكون له العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم ينقطع عنه العذاب كذا فى المعتقدات للشيخ أبى المعين النسفى الحنفى . قيل يشكل كلامه فى حق الكفار لقوله تعالى فلا يخفف عنهم العذاب اللهم إلا أن يراد بالتخفيف رفع العذاب بالكلية (غمزعيون البصائر، ج۴، ص ۷۲، الفن الثالث من الأشباه والنظائر وهو فن الجمع والفرق، القول فى احكام يوم الجمعة)

احسن الفتاوىٰ ج۴ص ۲۰۷ اور ص ۲۰۹ پر رمضان اور جمعہ کے دن فوت ہونے والے سے ہمیشہ کے لئے عذابِ قبر مرتفع ہونے اور کسی بھی دوسرے اوقات میں فوت ہونے والے سے بروز جمعہ یا رمضان کی آمد پر شامی میں ابو معین کے حوالہ سے مذکور عبارت کی بنیاد پر ہمیشہ کے لئے عذاب مرتفع ہونے کا حکم مذکور ہے۔

اور ہم نے بھی پہلے اعتماد کی بنیاد پر اس مسئلہ کو اپنے بعض مضامین ورسائل میں ذکر کیا تھا، مگر اب تحقیق کے بعد اس پر اطمینان نہ رہا، لہٰذا اب اس سے رجوع کیا جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

حاصل ہوسکتا ہے، قطعیت اور یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اور نہ ہی ان احادیث سے اس بات پر واضح دلالت ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن فوت ہونے والے سے ہمیشہ کے لئے قبر کے عذاب کو ہٹالیا اور دُور کر دیا جاتا ہے، بلکہ اس میں کئی قسم کے احتمالات پائے جاتے ہیں، مثلاً یہ کہ عذاب میں تخفیف و کمی کر دی جاتی ہو، یا صرف اس جمعہ کے دن یا رات میں عذاب نہ ہوتا ہو، یا کسی بھی جمعہ کے دن عذاب نہ ہوتا ہو، لہٰذا یہ سمجھ لینا بلکہ پختہ عقیدہ بنالینا کہ جمعہ کے دن میں فوت ہونے والا شخص تا قیامت عذابِ قبر اور سوالِ قبر سے بھی مامون و محفوظ ہو جاتا ہے، یہ درست معلوم نہیں ہوتا یا کم از کم خلافِ احتیاط ضرور معلوم ہوتا ہے، بالخصوص جبکہ یہ عقائد کا معاملہ ہے، جس میں زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندوں کے متعلق اس معاملہ میں حسنِ ظن کا تعلق ہے، تو وہ ایک بالکل الگ معاملہ ہے، اس کی بنیاد پر کوئی عقیدہ بنالینا درست نہیں۔ [1]

البتہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں فوت ہونے والے کے متعلق قبر کے فتنہ سے حفاظت کا بعض احادیث و روایات میں ذکر پائے جانے کی وجہ سے جمعہ کے دن فوت ہونے کی ایک درجہ میں فضیلت ثابت ہے، خواہ وہ فضیلت کسی بھی نوعیت کی ہو، اور جمعہ کا دن انتہائی بابرکت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اگر اس بابرکت وقت میں مومن یا کافر یا ہر دو قسم کے مُردوں سے عذاب کو مرتفع یا ہلکا فرمالیتے ہوں، تو یہ کوئی بعید نہیں، لیکن اس کا تعلق چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت

---

[1] (لافی صفات اللہ) فان وجد حدیث ضعیف دل علی صفة من صفات اللہ تعالیٰ ولم یثبت ذلک بدلیل معتبر ، لم یعتبر به، فان صفات اللہ واسماء ہ لایجترأ علی القول بها بدون دلالة دلیل معتمد، لانها من باب العقائد لا من باب الاعمال، ویلتحق بها جمیع العقائد الدینیة ، فلا ثبت الا بحدیث صحیح او حسن لذاته او لغیره. کیف وقد صرحوا بان اخبار الآحاد وان کان صحیحة ، لاتکفی فی باب العقائد، فما بالک بالضعیفة منها؟ والمراد بعدم کفایتها انها لاتفید القطع ، فلایعتبر بها مطلقا فی العقائد التی کلف الناس بالاعتقاد الجازم فیها، لانها لاتفید الظن ایضا، ولا انها لاعبرة بها رأسا فی العقائد مطلقا، کما توهمه من ابناء عصرنا.............(واحکام الحلال والحرام) فلایثبت بالحدیث الضعیف تحریم شیئ ولا تحلیله (ظفر الأمانی فی مختصر الجرجانی فی مصطلح الحدیث،لمولانا عبدالحیئ اللکنوی ، ص ۲۰۰ تا ۲۰۴ ،ملخصاً)

اور برزخ سے ہے، جو ہماری نظروں سے پردۂ غیب میں اوراوجھل ہے، اس لئے جمعہ کے دن میں فوت ہونے والے سے ہمیشہ کے لئے یا صرف جمعہ کے دن عذابِ قبر و برزخ سے محفوظ ہونے کا قطعی حکم لگانے اور فیصلہ کرنے سے احتیاط برتنی چاہئے، بالخصوص جن گناہوں اور بداعمالیوں پر آخرت اور برزخ میں عذاب کا ذکر قرآن مجید اوراحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو، ان کو نظر انداز کر کے صرف جمعہ کے دن کسی کے فوت ہونے پر جو کہ غیر اختیاری عمل ہے، عذابِ قبر و برزخ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جانے کا عقیدہ بنا لینے سے اہتمام کے ساتھ بچنا چاہئے۔

اور حتی الامکان قبر و برزخ کے عذاب سے حفاظت کے لئے گناہوں سے اجتناب اور نیک اعمال کا اہتمام کرنا چاہئے، نہ یہ کہ ان چیزوں کو نظر انداز کر کے صرف جمعہ کے دن فوت ہونے کی تمنا اور دعاء پر اکتفاء کیا جائے، اوراسی کو مقصود بنا لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ عذابِ قبر و برزخ سے حفاظت ونجات عطا فرمائے، اور گناہوں سے بچ کر نیک اعمال بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر ۱۵)

جمعہ کے دن حجامہ کی ممانعت کی احادیث پر کلام

مختلف بیماریوں سے شفایابی کے لئے صحیح احادیث میں حجامہ (Cupping Therapy) یعنی سینگی لگوانے کا ذکر آیا ہے، اور معتبر احادیث میں چاند کی سترہویں، انیسویں اور اکیسویں تاریخوں میں حجامہ کرانے کی زیادہ فضیلت و ترغیب اور افادیت کا ذکر آیا ہے۔

مگر صحیح احادیث کی رُو سے اس عمل کو کسی دن یا کسی تاریخ میں انجام دینے کی ممانعت نہیں، خواہ وہ جمعہ کا دن ہی کیوں نہ ہو، البتہ بعض غیر معتبر اور غیر مستند احادیث میں مختلف دِنوں میں حجامہ کی ممانعت کا ذکر ملتا ہے، جن میں سے بعض احادیث جمعہ کے دن کی ممانعت سے متعلق بھی ہیں، ذیل میں جمعہ کے دن حجامہ کی ممانعت یا برائی کے بارے میں چند غیر معتبر احادیث وروایات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(۱)...... حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں ہفتہ، بدھ اور جمعہ کے دن حجامہ کرانے کی ممانعت آئی ہے، اور اس حدیث میں جذام (یعنی کوڑھ پن) اور برص کی بیماری کے بدھ کے دن پیدا ہونے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا سويد بن سعيد قال: حدثنا عثمان بن مطر، عن الحسن بن أبي جعفر، عن محمد بن جحادة، عن نافع، عن ابن عمر، قال: يا نافع قد تبيغ بي الدم فالتمس لي حجاما واجعله رفيقا، إن استطعت، ولا تجعله شيخا كبيرا، ولا صبيا صغيرا، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: الحجامة على الريق، أمثل وفيه شفاء، وبركة، وتزيد في العقل، وفي الحفظ، فاحتجموا على بركة الله، يوم الخميس واجتنبوا الحجامة، يوم الأربعاء، والجمعة، والسبت، ويوم الأحد، تحريا واحتجموا يوم الاثنين، والثلاثاء، فإنه اليوم الذي عافى الله فيه أيوب من البلاء، وضربه بالبلاء يوم الأربعاء، فإنه لا يبدو جذام، ولا برص إلا يوم الأربعاء، أو ليلة الأربعاء (ابن ماجه، رقم الحديث ۳۴۸۷، كتاب الطب، باب في أى الأيام يحتجم)

مگر اس حدیث کی سند میں نکارت اور ضعف پایا جاتا ہے۔ ۱؎

۱؎ قال شعيب الارنؤوط في حاشية ابنِ ماجه: إسناده مسلسل بالضعفاء ، سويد بن سعيد وعثمان بن مطر والحسن بن أبي جعفر ضعفاء .
وأخرجه ابن حبان في ترجمة عثمان من "المجروحين ۲/۱۰۰، وابن عدى في ترجمة الحسن من الكامل ۲/۷۲۱، وابن الجوزى في "العلل المتناهية ۱۴۶۴ من طريق عثمان بن مطر، بهذا الإسناد.وأخرجه الحاكم في "المستدرك ۴/۴۰۹ من طريق عبد الملك بن عبد ربه الطائي، عن عثمان بن جعفر، عن محمَّد بن جحادة، به .وقال :عثمان بن جعفر هذا لا أعرفه بعدالة ولا جرح.
ووهَّى الذهبي حديثه هذا في "تلخيصه"، وذكره الحافظ ابن حجر في "لسان الميزان "وقال: حديثه منكر في الحجامة .قلنا :وعبد الملك بن عبد ربه الطائي ذكره الذهبي في "الميزان" وقال :منكر.
وأخرجه الحاكم أيضًا ۴/۲۱۱ وابن الجوزى ۱۴۶۳ من طريق غزال بن محمَّد، عن محمَّد بن جحادة، به .وغزال هذا جهله الحاكم وابن الجوزي والذهبي في "الميزان "وقال :خبره منكر في الحجامة.
وأخرجه الحاكم ۴/۲۱۱.۲۱۲ من طريق عبد الله بن صالح المصرى، عن عطاف بن خالد، عن نافع، به .وعبد الله بن صالح سيء الحفظ، وعطاف بن خالد مختلف فيه ولم يحمده مالک، ورماه ابن حبان بسوء الحفظ خاصة فيما يرويه عن نافع .
وأخرجه مختصرًا الحاكم ۴/۲۱۱ وابن الجوزى ۱۴۶۵ من طريق عبد الله ابن هشام الدستوائي، عن أبيه، عن أيوب السختياني، عن نافع، عن ابن عمر موقوفًا .وعبد الله بن هشام متروک.وانظر ما بعده(انتهىٰ)
وقال البوصيري:
هذا إسناد فيه الحسن بن أبي جعفر وهو ضعيف رواه الحاكم في المستدرک من طريق زياد بن يحيى الحساني عن عدال بن محمد عن محمد بن جحادة به وقال رواه هذا الحديث كلهم ثقات إلا عثمان فإنه مجهول لا أعرفه بعدالة ولا جرح قال وقد صح الحديث عن ابن عمر من قوله غير مسند ولا متصل.
قلت رواه الدارقطني في إفراده من طريق أبي روق عن زياد بن يحيى بن حسان به.
وعثمان بن محمد ذكره أحمد بن على السليمان فيمن يضع الحديث.
كذا قال صاحب الميزان وأورده ابن الجوزى في العلل المتناهية من طرق عن محمد بن جحادة به وضعفها كلها.
ورواه الحافظ أبو بكر أحمد بن إبراهيم بن إسماعيل الاسماعيلي في معجمه مرفوعا من طريق عطاف بن خالد عن نافع فذكره مختصرا (مصباح الزجاجة، كتاب الطب، باب في أي الأيام يحتجم)
وقال ابن حبانِ:عثمان بن مطر الشيباني كنيته أبو الفضل من أهل البصرة يروى عن ثابت ومعمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)......حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہفتہ، اتوار اور جمعہ کے دن حجامہ کرانے کی ممانعت کا ذکر آیا ہے۔ [1]

مگر اس حدیث کی سند میں بھی ضعف اور بعض کے بقول شدید ضعف پایا جاتا ہے۔ [2]

(۳)......امام بیہقی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہوتی ہے کہ جس میں کوئی حجامہ کرانے والا حجامہ کراتا ہے، تو اس کو ایسی بیماری لاحق ہو جاتی ہے کہ جس سے اس کو شفاء حاصل نہیں ہوتی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

روى عنه يعلى بن مهدى والعراقيون كان ممن يروى الموضوعات عن الأثبات لا يحل الاحتجاج به (كتاب المجروحين لابن حبان، باب العين، تحت رقم الترجمة ٦٦٧)

وقال محمد بن طاهر المقدسى:يقول وهذا يرويه عن ابن جحادة : الحسن .ولعل البلاء فيه من عثمان بن مطر ، لا من الحسن ، فإنه يرويه عنه غيره (ذخيرة الحفاظ لمحمد بن طاهر المقدسى، تحت رقم الحديث ٢٦٩٨)

[1] حدثنا محمد بن المصفى الحمصى قال :حدثنا عثمان بن عبد الرحمن قال : حدثنا عبد الله بن عصمة، عن سعيد بن ميمون، عن نافع، قال :قال ابن عمر، يا نافع تبيغ بى الدم فأتنى بحجام، واجعله شابا، ولا تجعله شيخا، ولا صبيا، قال :وقال ابن عمر، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول :

الحجامة على الريق أمثل، وهى تزيد فى العقل، وتزيد فى الحفظ، وتزيد الحافظ حفظا، فمن كان محتجما، فيوم الخميس، على اسم الله، واجتنبوا الحجامة يوم الجمعة، ويوم السبت، ويوم الأحد، واحتجموا يوم الاثنين، والثلاثاء ، واجتنبوا الحجامة يوم الأربعاء ، فإنه اليوم الذى أصيب فيه أيوب بالبلاء ، وما يبدو جذام، ولا برص إلا فى يوم الأربعاء ، أو ليلة الأربعاء (ابن ماجه،رقم الحديث ٣٤٨٨، كتاب الطب، باب فى أى الأيام يحتجم)

[2] قال شعيب الارنوؤط فى حاشية ابنِ ماجه: إسناده ضعيف لضعف عثمان بن عبد الرحمن -وهو الطرائفى -وجهالة عبد الله بن عصمة وسعيد بن ميمون .وانظر ما قبله(انتهىٰ)

وقال المناوى:(ك) فى الطب (وابن السنى وأبو نعيم) معا فى الطب النبوى (عن ابن عمر) بن الخطاب ولم يصححه الحاكم وقال الذهبى :فيه عطاف وثقه أحمد وغيره وقال أبو حاتم :ليس بذلك انتهى . وأورده ابن الجوزى فى الواهيات وقال :لا يصح من جمع طرقه(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٣٧٨٥)

مگرامام بیہقی نے اس حدیث کوضعیف اور قابلِ ترک قرار دیا ہے۔ [1]

(۴)...... جمعہ کے دن حجامہ کرانے کے متعلق حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث مروی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے، کہ جس میں کوئی بھی حجامہ کراتا ہے، تو وہ فوت ہوجاتا ہے۔

مگراس حدیث کی سند میں ایک راوی کومحدثین نے کذاب اور جھوٹا اور اس کی روایت کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ [2]

خلاصہ یہ کہ جمعہ یا کسی اور دن حجامہ کی ممانعت یا برائی سے متعلق احادیث وروایات غیر معتبر اور غیر مستند ہیں، اس لئے ان احادیث وروایات کے صحیح ہونے کا عقیدہ رکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری کتاب ”حجامہ یا سینگی کے فوائد واحکام“ مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان)

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] أخبرنا أبو الحسن محمد بن الحسين بن داود العلوى رحمه الله ,أنبأ أبو نصر محمد بن حمدويه بن سهل المروزى ,ثنا عبد الله بن حماد الآملى، ثنا عبد الله بن صالح، ثنا عطاف بن خالد، عن نافع، عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن فى الجمعة ساعة لا يحتجم فيها محتجم إلا عرض له داء لا يشفى منه (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۱۹۵۴۱، باب ما جاء فى وقت الحجامة)

قال البيهقى: عطاف بن خالد ضعيف ,وروى يحيى بن العلاء الرازى وهو متروك بإسناد له عن الحسين بن على فيه حديثا مرفوعا وليس بشىء.

[2] حدثنا جبارة، حدثنا يحيى بن العلاء ، عن زيد بن أسلم، عن طلحة بن عبيد الله العقيلى، عن الحسين بن على قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن فى الجمعة لساعة لا يحتجم فيها أحد إلا مات (مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ٦٧٧٩)

قال الهيثمى: رواه أبو يعلى، وفيه يحيى بن العلاء وهو كذاب (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۳۲۷، كتاب الطب، باب أوقات الحجامة)

(فصل نمبر ۱۶)

جمعہ کے دن حج کی فضیلت اور حجِ اکبر کی تحقیق

آج کل عوام میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ جمعہ کے دن واقع ہونے والا حج، جس میں جمعہ کے دن وقوفِ عرفہ ہو، وہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں ستّر درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

نیز یہ بھی مشہور ہے کہ جو حج جمعہ کے دن واقع ہو رہا ہو، وہ حجِ اکبر کہلاتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔

اور اسی وجہ سے جس سال وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو رہا ہو، اس مرتبہ اس کو حجِ اکبر سمجھ کر اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی بہت بڑی تعداد حج کی ادائیگی کے لئے جمع ہو جاتی ہے، اور دنیا کے مختلف اطراف سے بہت سے لوگ اس کو ستر مرتبہ حج کا درجہ دیتے ہوئے اس میں شرکت کا اہتمام کرتے ہیں، خواہ ان کا نفلی حج ہی کیوں نہ ہو۔

تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ جمعہ کا دن بلاشبہ اپنی ذات میں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں فضیلت والا دن ہے، اور اسی وجہ سے اس دن کا نیک عمل دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بشرطیکہ کوئی خرابی شامل نہ ہو، اور جمعہ کے دن کی گوناگوں فضیلتوں کی وجہ سے ہی بہت سے اہلِ علم حضرات نے جمعہ کے دن حج کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔

جہاں تک لوگوں میں مشہور شُدہ اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن مجید میں حجِ اکبر کا جو ذکر آیا ہے، اس سے مراد وہ حج ہے جو جمعہ کے دن واقع ہو، تو یہ بات درست نہیں۔

قرآن مجید کی جس آیت میں یومِ حجِ اکبر کا ذکر ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ. وَرَسُوْلُهٗ (سورة التوبة، رقم الآية ۳)

ترجمہ: اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حجِ اکبر کے دن، کہ بے شک اللہ بری ہے مشرکین سے اور اس کا رسول بھی (سورہ توبہ)

کئی احادیث کی رُو سے اس آیت میں مذکور ''حجِ اکبر کے دن'' سے مراد ''یوم النحر'' یعنی دس ذی الحجہ کا دن ہے۔

اور بعض احادیث وروایات میں یہ بھی صراحت ہے کہ ''حجِ اکبر'' سے حج مراد ہے، جو کہ عمرہ کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، اور عمرہ کو ''حجِ اصغر'' کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَنِی أَبُو بَكْرٍ فِيمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى أَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَيَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، يَوْمُ النَّحْرِ وَالْحَجُّ الْأَكْبَرُ الْحَجُّ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ''یوم النحر'' (یعنی دس ذی الحجہ کے دن) منیٰ کے اندر لوگوں میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اور بیت اللہ کا کوئی ننگا طواف نہیں کرے گا، اور ''یومِ حجِ اکبر'' دراصل ''یوم النحر'' (یعنی دس ذی الحجہ کا دن) ہے، اور ''حجِ اکبر'' حج ہے (ابوداؤد)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَفَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ، فَقَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوا: يَوْمُ النَّحْرِ، قَالَ: هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ (سنن ابی داؤد) [2]

---

[1] رقم الحديث ١٩٤٦، كتاب المناسك، باب يوم الحج الأكبر.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابی داؤد)

[2] رقم الحديث ١٩٤٥، كتاب المناسك، باب يوم الحج الأكبر.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابی داؤد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''یوم النحر'' (یعنی دس ذی الحجہ کے دن) جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے، اس حج میں جو آپ نے حج فرمایا تھا، پھر فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ''یوم النحر'' ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ''یومِ حجِ اکبر'' ہے (ابوداؤد)

اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَلٰى نَاقَةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مُخَضْرَمَةٍ، فَقَالَ: هٰذَا يَوْمُ النَّحْرِ، وَهٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۸۸۶) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''یوم النحر'' کے دن اپنی سرخ مخضرمی اونٹنی پر خطبہ دیا، پھر فرمایا کہ یہ ''یوم النحر'' ہے، اور یہ دراصل ''یومِ حجِ اکبر'' ہے (مسند احمد)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، فَقَالَ: يَوْمُ النَّحْرِ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''یومِ حجِ اکبر'' کے بارے میں سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یوم النحر'' ہے (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ''یومِ حجِ اکبر'' سے مراد دس ذی الحجہ کا دن ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

وَالْحَجُّ اَلْحَجُّ الْأَكْبَرُ، وَالْعُمْرَةُ اَلْحَجُّ الْأَصْغَرُ (المعجم الکبیر للطبرانی) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۹۵۷، ابواب الحج، باب ما جاء في يوم الحج الأكبر.

[3] رقم الحديث ۱۰۲۹۸، سنن البيهقي، رقم الحديث ۸۷۲۸.

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۲۵۳، ج۳ص۲۰۵)

ترجمہ: اور حج ''حجِ اکبر'' ہے، اور عمرہ ''حجِ اصغر'' ہے (طبرانی، بیہقی)

حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایات مروی ہیں۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں مذکور ''یوم حجِ اکبر'' سے مراد صحیح روایات کی رُو سے دس ذی الحجہ کا دن ہے، اور حج کو حجِ اکبر اور اس کے مقابلہ میں عمرہ کو حجِ اصغر کہا جاتا ہے۔

کئی اہلِ علم حضرات نے اسی تفصیل کو اختیار فرمایا اور راجح قرار دیا ہے، اگرچہ اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

چنانچہ الموسوعةُ الفقهية الكويتية میں ہے کہ:

وَمِنْ فَضْلِ يَوْمِ النَّحْرِ أَنَّهُ أَطْلَقَ عَلَيْهِ جَمْعٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، وَهُوَ الْمُرَادُ عِنْدَهُمْ بِيَوْمِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ الْمَذْكُوْرِ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى " وَأَذَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهُ ، لِمَا جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ حَجَّ، فَقَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: يَوْمُ النَّحْرِ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، وَلِمَا ثَبَتَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَذَّنَا بِمَا جَاءَ فِي الْآيَةِ الْكَرِيْمَةِ السَّابِقَةِ يَوْمَ النَّحْرِ، وَوَرَدَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ

---

[1] عن ابن عباس ,قال :الحج الأكبر يوم النحر والحج الأصغر العمرة(سنن الدارقطنى، رقم الحديث ٢٧٢٢)

عن حميد بن عبد الرحمن، أن أبا هريرة، قال " :بعثنى أبو بكر فيمن يؤذن يوم النحر بمنى أن لا يحج بعد العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان، وإن يوم الحج الأكبر يوم النحر، والحج الأكبر الحج، والحج الأصغر العمرة (مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ٣٠٦٧)

يَوْمُ النَّحْرِ، وَقَالُوْا: لِأَنَّ فِيْهِ تَمَامَ الْحَجِّ وَمُعْظَمَ أَفْعَالِهِ، مِنْ وُقُوْفٍ بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، وَدَفْعٍ مِنْهُ لِمِنًى، وَرَمْيٍ، وَنَحْرٍ، وَحَلْقٍ، وَطَوَافِ إِفَاضَةٍ، وَرُجُوْعٍ لِمِنًى لِلْمَبِيْتِ بِهَا، وَلَيْسَ فِيْ غَيْرِهِ مِثْلُهُ، وَلِأَنَّ الْإِعْلَامَ أَيِ الْأَذَانَ الْمَذْكُوْرَ فِي الْآيَةِ كَانَ فِيْهِ .

وَقَالَ الْعَلَّامَةُ نُوْحٌ فِيْ رِسَالَتِهِ الْمُصَنَّفَةِ فِيْ تَحْقِيْقِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ: قِيْلَ اِنَّهُ الَّذِيْ حَجَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ.

وَقِيْلَ: يَوْمُ عَرَفَةَ جُمُعَةٌ أَوْ غَيْرُهَا، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ عَلِيٌّ وَابْنُ أَبِيْ أَوْفٰى، وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَقِيْلَ: إِنَّهُ أَيَّامُ مِنًى كُلُّهَا، وَهُوَ قَوْلُ مُجَاهِدٍ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: اَلْحَجُّ الْأَكْبَرُ اَلْقِرَانُ، وَالْأَصْغَرُ الْإِفْرَادُ.

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ وَالشَّعْبِيُّ وَعَطَاءٌ: اَلْأَكْبَرُ: اَلْحَجُّ، وَالْأَصْغَرُ اَلْعُمْرَةُ

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص۳۳۸، مادة "يوم النحر")

ترجمہ: اور یومُ النحر (یعنی دس ذی الحجہ) کے دن کی فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ اس دن پر فقہاء کی ایک جماعت نے "یوم حجِ اکبر" کا اطلاق کیا ہے، اور ان حضرات کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے قول "وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ" میں "یومِ حجِ اکبر سے یہی دن مراد ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومُ النحر کے دن جمرات کے درمیان، اپنے حج میں وقوف فرمایا، پھر فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ یومُ النحر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ "یوم حجِ اکبر" ہے، اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت ابو

بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے گزشتہ آیتِ کریمہ کا اعلان یومُ النحر کے دن فرمایا (جس سے "یوم حجِ اکبر" کے دس ذی الحجہ کا دن ہونے کی تائید ہوتی ہے) اور یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم حجِ اکبر دراصل "یومُ النحر" ہے۔

اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ اس (دس ذی الحجہ کے) دن میں حج تمام ہوتا ہے، اور حج کے بڑے افعال ادا کیے جاتے ہیں، مثلاً مشعرِ حرام کا وقوف، اور وہاں سے منیٰ جانا، اور رمی کرنا، اور قربانی کرنا، اور بال منڈوانا، اور طوافِ زیارت کرنا، اور (طوافِ زیارت وغیرہ سے فارغ ہوکر) منیٰ میں رات گزارنے کے لیے لوٹنا، اور کسی دوسرے دن میں اس طرح کے اعمال نہیں ہیں۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مذکورہ آیت کا اعلان اسی (یوم النحر یا دس ذی الحجہ کے) دن میں ہوا تھا۔

اور علامہ نوح نے اپنے رسالہ میں جو حجِ اکبر کی تحقیق کے متعلق تصنیف کیا ہے، فرمایا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یوم حجِ اکبر، وہ ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا، اور یہ قول مشہور ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یوم حجِ اکبر عرفہ کا دن ہے، خواہ وہ جمعہ کا دن ہو، یا کوئی اور دن ہو، اس کی طرف علی اور ابنِ ابی اوفیٰ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم گئے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یوم حجِ اکبر منیٰ کے تمام ایام ہیں۔ [1]

---

[1] اس قول کے مطابق جہاں تک لفظ یوم کو مفرد لانے کا تعلق ہے سو وہ محاورہ کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات لفظ "یوم" بول کر مطلق زمانہ یا چند ایام مراد ہوتے ہیں، جیسے غزوۂ بدر کے چند ایام کو قرآن مجید نے "یوم الفرقان" کے مفرد نام سے تعبیر کیا ہے، اسی طرح عرب کی دوسری جنگوں کو بھی "یوم" ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان میں کتنے ہی ایام صرف ہوئے ہوں، جیسے "یوم بعاث" "یوم احد" "یوم الجمل" "یوم صفین" وغیرہ (ماخوذ از درسِ ترمذی ج ۳ ص ۲۴۵ تا ۲۴۷)

یہ قول مجاہد، اور سفیان ثوری کا ہے، اور مجاہد کا یہ بھی قول ہے کہ حجِ اکبر سے مراد ''حجِ قران'' ہے، اور حجِ اصغر سے مراد ''حجِ افراد'' ہے۔

اور زہری، شعبہ اور عطاء نے فرمایا کہ حجِ اکبر سے مراد ''حج'' ہے، اور حجِ اصغر سے مراد ''عمرہ'' ہے (موسوعہ)

اور امام نووی فرماتے ہیں کہ:

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ يَوْمِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ مَتٰى هُوَ فَقِيْلَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالصَّحِيْحُ الَّذِيْ قَالَهُ الشَّافِعِيُّ وَأَصْحَابُنَا وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ وَتَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ أَنَّهُ يَوْمُ النَّحْرِ وَإِنَّمَا قِيْلَ الْحَجُّ الْأَكْبَرُ لِلِاحْتِرَازِ مِنَ الْحَجِّ الْأَصْغَرِ وَهُوَ الْعُمْرَةُ. هٰكَذَا أُثْبِتَ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ (المجموع شرح المهذب ج۸ ص ۲۲۳، باب صفة الحج)

ترجمہ: علماء کا یومِ حجِ اکبر کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کب ہوتا ہے؟ پس کہا گیا ہے کہ وہ یومِ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ کا دن) ہے، اور صحیح بات یہ ہے جس کو امام شافعی اور ہمارے اصحاب نے اور جمہور علماء نے فرمایا، اور صحیح احادیث بھی اسی کی گواہ ہیں کہ یوم حجِ اکبر دراصل ''یومُ النحر'' (یعنی دس ذی الحجہ کا دن) ہے، اور حجِ اکبر اس لیے کہا جاتا ہے، تاکہ حجِ اصغر کو ممتاز کیا جاسکے، اور حجِ اصغر عمرہ ہے، صحیح حدیث میں اسی طرح سے ثابت ہے (مجموع)

معلوم ہوا کہ حجِ اکبر یا یومِ حجِ اکبر کے مفہوم ومصداق میں اہلِ علم حضرات کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، جن میں سے بہت سے حضرات کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ''یومِ حجِ اکبر'' سے مراد ''دس ذی الحجہ'' کا دن ہے، اور ''حجِ اکبر'' سے مراد ''حج'' اور اس کے مقابلے میں ''حجِ اصغر'' سے مراد ''عمرہ'' ہے، احادیث وروایات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

اور عام لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال وقوفِ عرفہ کے دن جمعہ واقع ہو، صرف وہی حجِ اکبر کہلاتا ہے، قرآن وسنت کی اصطلاح میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ حسنِ اتفاق سے جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، اس میں وقوفِ عرفہ کا دن جمعہ کو واقع ہوا تھا، جو کہ اپنی جگہ ایک فضیلت کی چیز تھی۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا تَسْمِيَةُ الْحَجِّ الْمُوَافِقِ يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْهِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ بِالْأَكْبَرِ فَلَمْ يَذْكُرُوْهَا وَإِنْ كَانَ ثَوَابُ ذٰلِكَ الْحَجِّ زِيَادَةً عَلٰى غَيْرِهٖ كَمَا نَقَلَهُ الْجَلَالُ السُّيُوْطِيُّ فِيْ بَعْضِ رَسَائِلِهٖ (تفسير روح المعانی، ج۵ص ۲۴۲، تحت سورة التوبة، رقم الآية ۳)

ترجمہ: وہ حج جس میں عرفہ کا دن جمعہ کے دن واقع ہو، اس کا نام حجِ اکبر ہونا فقہاء ومحدثین نے ذکر نہیں کیا، اگرچہ اس حج کا ثواب دوسرے حج کے مقابلہ میں زیادہ ضرور ہے، جیسا کہ علامہ جلالُ الدین سیوطی نے اپنے بعض رسائل میں ذکر کیا ہے (روح المعانی)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن واقع ہونے والے حج کو قرآن مجید کی سورہ توبہ میں مذکور ''یومِ حجِ اکبر'' کا مصداق قرار دینا درست نہیں۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جس دن وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو، اس مرتبہ کے حج کی فضیلت ستر حجوں کے برابر ثابت ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس دن کے حج کی ستر حجوں کے برابر فضیلت کا عقیدہ رکھنا درست نہیں، کیونکہ یہ بات کسی مستند اور صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

البتہ اس بارے میں ایک روایت بعض کتابوں میں ذکر کی گئی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ كُرَيْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ :اَفْضَلُ الْاَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ وَافَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً فِيْ غَيْرِ جُمُعَةٍ (رواه رزين)

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن کریز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں میں وہ دن افضل ہے جو کہ عرفہ کے ساتھ جمعہ کے دن ہو،اور وہ جمعہ کے علاوہ والے ستر حجوں سے افضل ہے (رزین)

مگراس حدیث کے ثبوت پر محدثین نے کلام کیا ہے، چنانچہ امام مناوی اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

فِفِيْ ثُبُوْتِهٖ وَقْفَةٌ (فیض القدیر، تحت رقم الحدیث ۱۰۰۳۰)

ترجمہ:اس حدیث کے ثابت ہونے میں توقف ہے (فیض القدیر)

اور امام مناوی ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فَلِهٰذِهِ الْوُجُوْهِ فُضِّلَتْ وَقْفَةُ الْجُمُعَةِ عَلٰى غَيْرِهٖ، لٰكِنْ مَا اِسْتَفَاضَ اَنَّهَا تَعْدِلُ اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ حَجَّةً بَاطِلٌ لَااَصْلَ لَهٗ كَمَا بَيَّنَهٗ بَعْضُ الْحُفَّاظِ (فیض القدیر تحت رقم الحدیث ۱۲۴۲)

ترجمہ: ان چند وجوہات کی بنا پر جمعہ کے دن وقوفِ عرفہ واقع ہونے کو دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہوگی ،لیکن لوگوں میں جو یہ بات انتہائی مشہور ہے کہ یہ حج بہتّر (۷۲) حجوں کی فضیلت کے برابر ہوتا ہے، یہ باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں ،جیسا کہ بعض حفاظ نے بیان کیا ہے (فیض القدیر) [1]

---

[1] اور ایک مقام پر امام مناوی فرماتے ہیں کہ:
استدل بالحديث على مزية الوقوف بعرفة يوم الجمعة على غيره من الأيام ومن ثم كان وقوف المصطفى فى حجة الوداع والله إنما يختار لرسوله الأفضل ولأن الأعمال تشرف بشرف الأزمنة كالأمكنة ويوم الجمعة أفضل أيام الأسبوع قال ابن حجر: وأما ما ذكره رزين فى جامعه مرفوعا خير يوم طلعت فيه الشمس يوم عرفة وافق يوم جمعة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ابنِ عابدین شامی لکھتے ہیں کہ:

رَوَاهُ رَزِيْنُ بْنُ مُعَاوِيَةَفِيْ تَجْرِيْدِ الصِّحَاحِ اهـ .لٰـكِنْ نَقَلَ الْمُنَاوِيُّ عَنْ بَعْضِ الْحُفَّاظِ أَنَّ هٰذَا حَدِيْثٌ بَاطِلٌ لَاأَصْلَ لَهُ. نَعَمْ ذَكَرَ الْغِزَالِيُّ فِي الْاَحْيَآءِ (ردالمحتار، ج۲ص ۶۲۱، کتاب الحج، مطلب فی فضل وقفة الجمعة)

ترجمہ: اس کورزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں روایت کیا ہے، لیکن امام مناوی نے بعض حفاظِ حدیث سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، البتہ امام غزالی نے احیاء میں اس کوذکرکیا ہے (ردالمحتار)

ملحوظ رہے کہ امام غزالی کی ''احیاءُ العلوم'' نامی کتاب میں بہت سی احادیث غیرمستند اور غیرمعتبر ہیں، جن کی نشاندہی علامہ عراقی نے''تخريج أحاديث إحياء علوم الدين '' نامی کتاب میں بیان فرمائی ہے۔

اورعلامہ محمد امیر کبیر مالکی فرماتے ہیں کہ:

أَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ اِنْ وَافَقَ الْجُمُعَةَ فَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً فِيْ غَيْرِيَوْمِ الْجُمُعَةِ لَمْ يُوْجَدْ لَهُ اَصْلٌ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ مِنَ السُّنَّةِ

(النحبةالبهية فی الاحاديث المكذوبة على خير البرية رقم الحديث ۲۸، الناشر: المكتب الإسلامی)

ترجمہ: تمام دِنوں میں افضل دن عرفہ کا وہ دن ہے جو جمعہ کے دن واقع ہو، پس وہ غیر جمعہ کے ستَّر (۷۰) حجوں کے برابر ہے؛ اس حدیث کی سنت میں کوئی ایسی بنیادنہیں، جس پراعتماد کیا جاسکے (النخبۃ البھیۃ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو أفضل من سبعين حجة فی غيرها فحديث لاأعرف حاله لأنه لم يذكر صحابيه ولا من خرجه بن ادرجه فی حديث الموطأ وليس فی الموطآت فإن كان له أصل احتمل أن يراد بالسبعين التحديد أو المبالغة وعلى كل فتثبت المزية بذالک (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۲۰۹۶)

اور بھی کئی اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو باطل اور بے اصل قرار دیا ہے۔ [1]

بہرحال ایک ایسی روایت کی بنیاد پر جس کے ثبوت میں بھی توقف ہو اور اس سے بڑھ کر اسے باطل بھی قرار دیا گیا ہو، جمعہ کے دن کے حج میں ستّر (۷۰) یا بہتّر (۷۲) حجوں کے برابر فضیلت کا عقیدہ رکھنا اور اس فضیلت کو حاصل کرنے کی خاطر اس حج میں شمولیت کی غیر معمولی جدوجہد کرنا اور اوپر سے لوگوں میں اس کی تشہیر وتبلیغ کرنا اور اس میں نفل حج کو بنیاد بناتے ہوئے جوق در جوق شرکت کرکے اور ہجوم بڑھا کر اپنے آپ کو اور دوسروں کو مناسکِ حج کی ادائیگی میں غیر معمولی مشقت میں ڈالنا درست طریقہ نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة، وهو أفضل من سبعين حجة فى غير جمعة ." باطل لا أصل له .وأما قول الزيلعي -على ما فى "حاشية ابن عابدين(۲/۳۴۸) "رواه رزين ابن معاوية فى تجريد الصحاح.فاعلم أن كتاب رزين هذا جمع فيه بين الأصول الستة " :الصحيحين " و "موطأ مالك "و "سنن أبى داود "والنسائي والترمذى، على نمط كتاب ابن الأثير المسمى " جامع الأصول من أحاديث الرسول "إلا أن فى كتاب "التجريد "أحاديث كثيرة لا أصل لها فى شيء من هذه الأصول كما يعلم مما ينقله العلماء عنه مثل المنذرى فى "الترغيب والترهيب " وهذا الحديث من هذا القبيل فإنه لا أصل له فى هذه الكتب ولا فى غيرها من كتب الحديث المعروفة، بل صرح العلامة ابن القيم فى "الزاد (۱/۱۷)"ببطلانه فإنه قال بعد أن أفاض فى بيان مزية وقفة الجمعة من وجوه عشرة ذكرها :وأما ما استفاض على ألسنة العوام بأنها تعدل اثنتين وسبعين حجة، فباطل لا أصل له عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا عن أحد من الصحابة والتابعين .وأقره المناوى فى "فيض القدير(۲/۲۸)"ثم ابن عابدين فى "الحاشية ."(السلسلة الضعيفة للالبانى ،تحت رقم الحديث ۲۰۷)

خير يوم طلعت عليه الشمس يوم عرفة إذا وافق يوم جمعة، وهو أفضل من سبعين حجة فى غيرها ." لا أصل له قال السخاوى فى "الفتاوى الحديثية "(ق ۲/۱۰۵) "ذكره رزين فى "جامعه " مرفوعا إلى النبى صلى الله عليه وسلم، ولم يذكر صحابيه، ولا من خرجه .والله أعلم (السلسلة الضعيفة للالبانى ،تحت رقم الحديث ۱۱۹۳)

(خير يوم طلعت فيه الشمس يوم عرفة وافق يوم الجمعة، وهو أفضل من سبعين حجة فى غيرها). باطل لا أصل له.قال الحافظ فى "الفتح(۸/۲۰۴)"بعد أن عزاه لرزين فى "الجامعة "مرفوعا: "لا أعرف حاله؛ لأنه لم يذكر صحابيه، ولا من أخرجه."

وقال الحافظ ابن ناصر الدين الدمشقى فى جزء "فضل يوم عرفة.

"حديث :وقفة الجمعة يوم عرفة :أنها تعدل اثنتين وسبعين حجة، حديث باطل لا يصح، وكذلك لا يثبت ما روى عن زر بن حبيش :أنه أفضل من سبعين حجة فى غير يوم جمعة(السلسلة الضعيفة للالبانى ،تحت رقم الحديث ۳۱۴۴)

(فصل نمبر ۱۷)

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا شرعی حکم

خاص یا تنہا جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی کئی احادیث میں ممانعت آئی ہے، جبکہ بعض احادیث وروایات سے جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے، جس کے پیشِ نظر فقہائے کرام کا بھی اس سلسلہ میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ، اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے اقوال ذکر کئے جائیں گے۔

(۱)...... حضرت محمد بن عباد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ، يَعْنِي: أَنْ يَنْفَرِدَ بِصَوْمٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بے شک، ابو عاصم راوی کے علاوہ دوسرے راویوں نے یہ الفاظ زیادہ روایت کئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا تنہا روزہ رکھنے سے منع فرمایا (بخاری، مسلم)

کئی دیگر احادیث میں بھی تنہا یا خاص جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔

(۲)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ

---

[1] رقم الحديث ۱۹۸۴، كتاب الصوم، باب صوم يوم الجمعة، مسلم، رقم الحديث ۱۱۴۳ "۱۴۶"

مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَلَاتَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّااَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جمعہ کی رات کو دوسری راتوں کے مقابلہ میں قیام (یعنی عبادت) کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں روزے کے ساتھ خاص کرو، مگر یہ کہ جمعہ کا دن ایسی تاریخ میں واقع ہو کہ اس دن کوئی روزہ رکھا کرتا ہو (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن کو روزہ کے ساتھ خاص کرنا منع ہے، لیکن اگر کوئی جمعہ کے دن کے روزہ کو خاص نہ کرے، مثلاً یا تو اس سے پہلے یا بعد کے دن کا ایک اور روزہ جمعہ کے دن کے روزہ کے ساتھ رکھ لے، یا جمعہ کے دن کی تخصیص کی بنیاد پر جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے، بلکہ کسی اور وجہ سے روزہ رکھنے کی صورت میں وہ دن اتفاق سے جمعہ کا دن پڑ جائے، جیسا کہ کسی تاریخ میں روزہ رکھنے کا معمول ہے، یا کسی تاریخ میں روزہ رکھنے کی نذر ومنت مانی ہے، یا دس محرم یا نو ذی الحجہ کا روزہ رکھنا چاہتا ہے، اور وہ تاریخ یا دن جمعہ کے دن پڑ جائے، تو پھر کوئی حرج کی بات نہیں۔

بعض دوسری احادیث وروایات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۱۴۴ ”۱۴۸“ كتاب الصوم، باب كراهة صيام يوم الجمعة منفردا.

[2] وفى هذه الأحاديث الدلالة الظاهرة لقول جمهور أصحاب الشافعي وموافقيهم أنه يكره إفراد يوم الجمعة بالصوم إلا أن يوافق عادة له فإن وصله بيوم قبله أو بعده أو وافق عادة له بأن نذر أن يصوم يوم شفاء مريضه أبدا فوافق يوم الجمعة لم يكره لهذه الأحاديث وأما قول مالك فى الموطأ لم أسمع أحدا من أهل العلم والفقه ومن به يقتدى نهى عن صيام يوم الجمعة وصيامه حسن وقد رأيت بعض أهل العلم يصومه وأراه كان يتحراه فهذا الذى قاله هو الذى رآه وقد رأى غيره خلاف ما رأى هو والسنة مقدمة على ما رآه هو وغيره وقد ثبت النهى عن صوم يوم الجمعة فيتعين القول به ومالك معذور فإنه لم يبلغه قال الداودى من أصحاب مالك لم يبلغ مالكا هذا الحديث ولو بلغه لم يخالفه (شرح النووى على مسلم، ج۸ص ۱۹، كتاب الصوم، اب كراهة إفراد يوم الجمعة بصوم لا يوافق عادته)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۳)......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ لَا تَخْتَصَّ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ دُوْنَ اللَّيَالِي، وَلَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ دُوْنَ الْأَيَّامِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالدرداء تم جمعہ کی رات کو دوسری راتوں کے مقابلہ میں قیام (یعنی عبادت) کے ساتھ خاص نہ کرو، اور نہ جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں روزوں کے ساتھ خاص کرو (مسند احمد، طبرانی، عبدالرزاق)

یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کی تائید کرتی ہے، کیونکہ اس میں بھی جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں روزہ کے ساتھ خاص کرنے کی ممانعت کا ذکر آیا ہے، اور خاص کرنے کی تفصیل پہلے حدیث نمبر دو کے ذیل میں ذکر کی جا چکی ہے۔

(۴)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّفْرَدَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ بِصَوْمٍ

(مسند احمد، رقم الحديث ۹۱۲۷) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويؤخذ من الاستثناء الوارد فى حديث مسلم جوازه لمن اتفق وقوعه فى أيام له عادة بصومها كأن اعتاد صوم يوم وفطر يوم فوافق صومه يوم الجمعة فلا كراهة كما فى صوم يوم الشك (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۳ص ۴۱۴، كتاب الصوم، باب صوم يوم الجمعة، فإذا أصبح صائما يوم الجمعة فعليه أن يفطر)

[1] رقم الحديث ۲۷۵۰۷، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۲۰۵۶، مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۷۸۰۳).

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

وقال المنذرى: رواه الطبرانى فى الكبير بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۱۵۸۲)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد قوى (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ جمعہ کے دن کو روزہ کے ساتھ تنہا (یعنی خاص) کیا جائے (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اس روایت کے مطابق ہے، جو پہلے صحیح مسلم کے حوالہ سے نمبر دو میں گزری۔ [1]

(۵)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ إِلَّا فِيْ صَوْمٍ مُتَتَابِعٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۹۲۸۴) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کے روزہ رکھنے سے منع فرمایا، مگر لگاتار روزہ میں (جمعہ کا دن آ جائے، تو اس سے منع نہیں فرمایا) (مسند احمد)

یعنی کوئی مثلاً جمعرات کے دن کا روزہ رکھے، پھر جمعہ کے دن کا روزہ رکھے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۶)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَصُوْمَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا فِيْ أَيَّامٍ يَصُوْمُهُ فِيْهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۹۴۶۷) [3]

ترجمہ: بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی ہرگز بھی جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے، مگر یہ کہ جمعہ کا دن ان دنوں میں

---

[1] (نهى أن يفرد يوم الجمعة بصوم) زاد فى رواية إلا أن يصوم يوما قبله أو بعده وعلته الضعف به عما تميز به من العبادات الكثيرة الفاضلة مع كونه يوم عيد فإن ضم إليه غيره لم يكره وكذا إذا وافق عادة أو نذرا أو قضاء كما ورد فى خبر

(حم عن أبى هريرة) رمز المصنف لحسنه(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۹۵۷۰)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

[3] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

آ جائے، جن میں یہ روزہ رکھا کرتا ہے(مسند احمد)

یعنی اگر کسی تاریخ میں روزہ رکھنے کا معمول ہے، اور وہ تاریخ جمعہ کے دن آ جائے، یا مثلاً یومِ عرفہ، یا دس محرم کا روزہ رکھنا چاہتا ہے، اور وہ جمعہ کے دن واقع ہو، تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات بھی اس روایت کے مطابق ہیں، جو پہلے صحیح مسلم کے حوالہ سے نمبر دو میں گزری۔

(۷)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُوْمُوْا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَحْدَہٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۶۱۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تنہا جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھو(مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی گزشتہ احادیث وروایات کے مطابق ہے، کیونکہ اس میں بھی تنہا جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے یا جمعہ کے دن کی تخصیص کو بنیاد بنا کر روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ، وھذا إسناد ضعیف لضعف حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ (حاشیة مسند احمد)

[2] (لا تصوموا یوم الجمعة مفردا) وفی روایة بدل مفردا وحدہ وذلک لأنہ سبحانہ استأثر یومھا لعبادہ فلم یر أن یخصہ العبد بشیء من العمل سوی ما یخصہ بہ ذکرہ الطیبی وأما التوجیہ بأن ھذا الیوم لہ فضل علی الأیام فلما قوی الداعی لصومہ نھی الشارع عنہ حذرا من أن یلحقہ العامة بالواجبات بمتابعتھم علیہ فمنقوض بیوم عرفة فإنھم أطبقوا علی ندب صومہ غیر مبالین بھذا الاحتمال ثم إن ھذا الخبر لا یعارضہ ما فی السنن عن ابن مسعود قلما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفطر فی یوم الجمعة لأن ذاک غریب کما قال الترمذی وذا صحیح وبفرض تساویھما یتعین حملہ علی صومہ مع ما قبلہ أو بعدہ جمعا بین الأدلة(حم ن ک عن جنادة) بضم أولہ ثم نون بن أمیة (الأزدی) الشامی یقال اسم أبیہ کثیر مختلف فی صحبتہ قال: دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم فی نفر من الأزد یوم الجمعة فدعانا لطعام بین یدیہ فقلنا: إنا صیام قال: صمتم أمس قلنا: لا قال: أفتصومون غدا قلنا: لا قال: فأفطروا ثم ذکرہ قال الحاکم: علی شرط مسلم وأقرہ الذھبی (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۹۸۱۶)

(۸)......حضرت جویریہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: أَصُمْتِ أَمْسِ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: تُرِيدِيْنَ أَنْ تَصُوْمِي غَدًا؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: فَأَفْطِرِيْ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جمعہ کے دن تشریف لائے، اور انہوں (یعنی حضرت جویریہ) نے اس دن روزہ رکھا ہوا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آپ روزہ توڑ دیجیے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جب آپ کا نہ تو جمعہ کے دن سے پہلے یعنی جمعرات کو روزہ رکھنے کا ارادہ ہے، اور نہ جمعہ کے دن کے بعد یعنی ہفتہ کو روزہ رکھنے کا ارادہ ہے، تو آپ تنہا جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھیں، کیونکہ تنہا جمعہ کے دن کا روزہ عام حالات میں منع ہے۔

(۹)......حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلَا أُكَلِّمُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ أَحَدًا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا فِيْ أَيَّامٍ هُوَ أَحَدُهَا، أَوْ فِيْ شَهْرٍ، وَأَمَّا أَنْ لَا تُكَلِّمَ أَحَدًا، فَلَعُمْرِيْ لَأَنْ تَكَلَّمَ بِمَعْرُوْفٍ، وَتَنْهٰى عَنْ مُّنْكَرٍ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَسْكُتَ

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۹۵۴) [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۹۸۶، كتاب الصوم، باب صوم يوم الجمعة.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمي: هكذا رواه الطبراني في الكبير، ورواه أحمد عن ليلى امرأة بشير أنه سأل النبي صلى الله عليه وسلم. وقد قيل إنها صحابية، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۲۰۹)

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھتا ہوں، اور میں اس دن کسی سے کلام نہیں کرتا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو، مگر یہ کہ وہ ان دنوں یا مہینے میں سے کوئی ایک دن ہو، جس میں تم روزہ رکھا کرتے ہو (مثلاً تیرہویں، چودہویں، پندرہویں یا نو ذی الحجہ یا دس محرم کا دن) اور جہاں تک آپ کے کسی سے کلام نہ کرنے کا تعلق ہے، تو آپ ہرگز ایسا نہ کرو، آپ کا اچھی بات کا کلام کرنا، اور بری بات سے روکنا بہتر ہے، اس سے کہ آپ خاموش رہیں (مسند احمد)

یہ حدیث بھی جمعہ کے دن روزہ کے حکم کے متعلق گزشتہ احادیث وروایات کے مطابق ہے۔ [1]

(۱۰)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمُ عِيدٍ، فَلَا تَجْعَلُوا يَوْمَ عِيدِكُمْ يَوْمَ صِيَامِكُمْ، إِلَّا أَنْ تَصُومُوا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۰۲۵) [2]

---

[1] وله من طريق ليلى امرأة بشير بن الخصاصية أنه سأل النبى صلى الله عليه وسلم فقال لا تصم يوم الجمعة إلا فى أيام هو أحدها وهذه الأحاديث تقيد النهى المطلق فى حديث جابر وتؤيد الزيادة التى تقدمت من تقييد الإطلاق بالإفراد ويؤخذ من الاستثناء جوازه لمن صام قبله أو بعده أو اتفق وقوعه فى أيام له عادة بصومها كمن يصوم أيام البيض أو من له عادة بصوم يوم معين كيوم عرفة فوافق يوم الجمعة ويؤخذ منه جواز صومه لمن نذر يوم قدوم زيد مثلا أو يوم شفاء فلان (فتح البارى لابن حجر، ج۱۴، ص۲۳۴، قوله باب صوم يوم الجمعة وإذا أصبح صائما يوم الجمعة فعليه أن يفطر)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن .أبو بشر :هو مؤذن مسجد دمشق، معروف بكنيته، له ترجمة فى "التهذيب"، وعامر بن لُدين الأشعرى له ترجمة فى "التعجيل "ص ۲۰۶، وحديثهما من باب الحَسَن.وأخرجه الحاكم ۱/۴۳۷من طريق عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه، بهذا الإسناد .وقال :هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، إلا أن أبا بشر هذا لم أقف على اسمه وليس ببيان بن بشر ولا بجعفر بن أَبى وحشية والله أعلم.

فقال الذهبى لذلک فى "تلخيصه "عن أبى بشر :مجهول !كذا قالا، مع أنه معروف من أهل الشام، فقد جاء تعيينه فى بعض طرق الحديث(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک جمعہ کا دن عید کا دن ہے، تو تم اپنے عید کے دن کو اپنے روزوں کا دن نہ بناؤ، مگر یہ کہ تم اس سے پہلے یا اس کے بعد روزہ رکھو (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزشتہ احادیث کے مطابق ہے، جس میں جمعہ کے دن کا تنہا روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، جب تک ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ نہ رکھا جائے، البتہ اس حدیث میں جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ یہ عید کا دن ہے (یعنی جمعہ کے دن کو کئی چیزوں میں عید کے دن کے ساتھ مشابہت حاصل ہے) [1]

اس طرح کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ [2]

اور جمعہ کے دن کو دیگر کئی احادیث میں بھی عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔

(۱۱)...... چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَمَنْ جَاءَ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ وَاِنْ كَانَ طِيْبٌ فَلْيَمَسَّ

---

[1] واختلف فی سبب النهی عن إفراده علی أقوال أحدها لکونه یوم عید والعید لا یصام واستشکل ذلک مع الإذن بصیامه مع غیره وأجاب ابن القیم وغیره بأن شبهه بالعید لا یستلزم استواء ه معه من کل جهة ومن صام معه غیره انتفت عنه صورة التحری بالصوم.......

وأقوی الأقوال وأولاها بالصواب أولها وورد فیه صریحا حدیثان أحدهما رواه الحاکم وغیره من طریق عامر بن لدین عن أبی هریرة مرفوعا یوم الجمعة یوم عید فلا تجعلوا یوم عیدکم یوم صیامکم إلا أن تصوموا قبله أو بعده والثانی رواه بن أبی شیبة بإسناد حسن عن علی وقال من کان منکم متطوعا من الشهر فلیصم یوم الخمیس ولا یصم یوم الجمعة فإنه یوم طعام وشراب وذکر (فتح الباری لابنِ حجر، ج۴ص ۲۳۵، قوله باب صوم یوم الجمعة وإذا أصبح صائما یوم الجمعة فعلیه أن یفطر)

[2] عن ابن عیینة عن عمران بن ظبیان الحنفی عن حکیم بن سعد الحنفی قال سمعت علیا یقول من کان منکم متطوعا من الشهر أیاما یصومها فلیکن من صومه یوم الخمیس ولا یتعمد یوم الجمعة فإنه یوم عید وطعام وشراب فیجتمع له یومان صالحان یوم صیامه ویوم نسکه مع المسلمین (مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث ۷۸۱۳)

مِنهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اس (جمعہ کے) دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنادیا ہے، لہٰذا جو جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کرے اور اگر خوشبو (عطر) میسر ہو تو اس کو بھی استعمال کرے اور تم مسواک کا بھی اہتمام کرو (ابنِ ماجہ)

(۱۲)......اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمُعِ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ عِيدًا فَاغْتَسِلُوا وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ (المعجم الاوسط للطبرانی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جمعہ کے دنوں میں سے کسی جمعہ کے دن میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! بے شک یہ ایسا دن ہے جس کو اللہ نے تمہارے لئے عید بنادیا ہے، لہٰذا تم اس دن غسل کرو اور مسواک کا اہتمام کرو (طبرانی)

(۱۳)......حضرت ابنِ سباق رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِيدًا لِلْمُسْلِمِينَ فَاغْتَسِلُوا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ

---

[1] رقم الحديث ۱۰۹۸، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى الزينة يوم الجمعة؛ المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۷۳۵۵.

قال المنذرى: رواه ابن ماجه بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۱۰۵۸، كتاب الجمعة الترغيب فى صلاة الجمعة والسعى إليها وما جاء فى فضل يومها وساعتها)

وقال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] رقم الحديث ۳۴۳۳؛ المعجم الصغير للطبرانى، رقم الحديث ۳۵۸.

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط والصغير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج ۲، ص ۱۷۳، تحت رقم الحديث ۳۰۴۸)

طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهٗ اَنْ يَّمُسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ (مؤطا امام مالک) ۱

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ نے اس (جمعہ کے) دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنادیا ہے، لہٰذا تم (اس دن) غسل کرو اور جس کو خوشبو (عطر) میسّر ہو، تو اس کو بھی استعمال کرے اور تم مسواک کا بھی اہتمام کرو (موطأ)

اس طرح کی حدیث اورکئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت سے بھی مروی ہے۔ ۲

(۱۴)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: خَمْسٌ مَنْ عَمِلَهُنَّ فِيْ يَوْمٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، مَنْ صَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَاحَ اِلَى الْجُمُعَةِ

---

۱ رقم الحديث ۲۱۳ "۵۵" باب ماجاء فی السواک.

قال البيهقی: هذاهو الصحيح مرسل، ولايصح وصله (السنن الكبرىٰ للبيهقی، ج۳ص۳۴۵، رقم الحديث ۵۹۵۹)

وقال البيهقی ايضاً: قال احمد: هذامرسل (معرفة السنن والآثار ج۴ص۲۱۲، تحت رقم الحديث ۶۲۵۰، باب الهيئة للجمعة)

وقال الهيثمی: رواه مسدد والبيهقی مرسلا بسند رجاله ثقات، ورواه البيهقی مرفوعا من حديث ابی هريرة ومن حديث انس وقال الصحيح انه مرسل (اتحاف الخيرة المهمرة، ج۲، ص۲۷۶، تحت رقم الحديث ۱۵۱۱، باب الزينة والطيب والسواک يوم الجمعة)

وقال ابن عبدالبر: ابن السباق هذا عبيد روى عنه ابن شهاب وابنه سعيد بن عبيد بن السباق وهو من ثقات التابعين بالمدينة ومن أشرافهم من بنی عبد الدار بن قصی (التمهيد لما فی الموطأ من المعانی والأسانيد، ج۱۱ ص۲۰۹، تابع لحرف الميم)

۲ عن الزهری قال أخبرنی من لا أتهم عن أصحاب النبی صلى الله عليه و سلم أنهم سمعوا رسول الله صلى الله عليه و سلم فی يوم جمعة من الجمع وهو على المنبر يقول يا معشر المسلمين إن هذا يوم جعله الله عيدا للمسلمين فاغتسلوا فيه من الماء ومن كان عنده طيب فلا يضره أن يمس منه وعليكم بهذا السواک (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۵۳۰۱)

وَشَهِدَ جَنَازَةً وَاَعْتَقَ رَقَبَةً ،وَعَادَ مَرِيْضًا [1] (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۱۰۴۴) [2]

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پانچ عمل ایسے ہیں کہ جو شخص اُن کو ایک دن میں انجام دے گا تو اللہ اُسے جنت والوں میں سے لکھ دیں گے؛ جس نے جمعہ کے دن روزہ رکھا، اور جمعہ کی نماز کے لیے گیا، اور جنازے میں شریک ہوا، اور غلام کو آزاد کیا، اور مریض کی عیادت کی (ابویعلیٰ)

اور ابنِ حبان کی روایت میں جمعہ کے دن روزہ کی قید مذکور نہیں۔ [3]

اس حدیث سے جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا جواز بلکہ فضیلت معلوم ہوتی ہے، مگر اس کے متعلق بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ یہ فضیلت اس صورت میں ہے کہ جبکہ جمعہ سے پہلے یعنی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:وأخرجه أبو يعلى ۱۰۴۴ من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الإسناد، بلفظ" :خمس من عملهن في يوم كتبه الله من أهل الجنة :من صام يوم الجمعة، وراح إلى الجمعة، وشهد جنازة، وأعتق رقبة "ولم يذكر الخامسة وهي "وعاد مريضا "كما جاء ت في رواية المؤلف. وذكره الهيثمي في "المجمع ۲/۱۶۹عن أبي يعلى، وقال :رجاله ثقات(حاشية ابنِ حبان، تحت رقم الحديث ۲۷۷۱، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

وقال الهيثمي:وعن أبي سعيد الخدري أنه سمع النبي -صلى الله عليه وسلم -يقول " :خمس من عملهن في يوم كتبه الله من أهل الجنة :من صام يوم الجمعة، وراح إلى الجمعة، وشهد جنازة وأعتق رقبة "، قلت :وسقط " :وعاد مريضا "فيما أحسب .رواه أبو يعلى ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۲۷، باب ما يفعل من الخير يوم الجمعة)

[2] قال حسين سليم أسد : رجاله ثقات(حاشية ابی یعلیٰ)

وقال الهيثمي: رواه أبو يعلى ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۲۷،باب ما يفعل من الخير يوم الجمعة)

[3] أخبرنا محمد بن الحسن بن قتيبة، قال :حدثنا حرملة بن يحيى، قال :حدثنا بن وهب قال :أخبرني حيوة بن شريح، أن بشير بن أبي عمرو الخولاني أخبره أن الوليد بن قيس التجيبي حدثه .أن أبا سعيد الخدري حدثه إنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول" :خمس من عملهن في يوم كتبه الله من أهل الجنة :من عاد مريضا، وشهد جنازة، وصام يوما، وراح يوم الجمعة، وأعتق رقبة"(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۷۷۱)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوی(حاشية ابنِ حبان)

جمعرات کا یا جمعہ کے بعد یعنی ہفتہ کا ایک روزہ اور رکھا جائے۔ [1]

(۱۵)......حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ کے شروع کے تین دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے اور جمعہ کے دن بہت کم روزہ چھوڑتے تھے (ترمذی، نسائی، ابنِ حبان) [3]

اس طرح کی روایات حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہیں، اور ان کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [4]

---

[1] "خمس من عملهن في يوم كتبه الله من أهل الجنة :من صام يوم الجمعة، وراح إلى الجمعة، وعاد مريضا، وشهد جنازة، وأعتق رقبة ."(ع حب) عن أبي سعيد.

(خمس من عملهن في يوم) أراد به الجمعة كما دل له بقيته من إطلاق المطلق على المقيد .(كتبه الله من أهل الجنة) أي حكم له بها أو كتبه في صحائف أعماله .(من صام يوم الجمعة) مضاف إلى شيء قبلها أو بعدها وإلا فقد ثبت النهي عن إفرادها وسواء كان فرضا أو نفلا .(وراح إلى الجمعة) إلى صلاتها .(وعاد مريضا، وشهد جنازة، وأعتق رقبة) ولو أنثى .(ع حب)عن أبي سعيد) قال الهيثمي :رجاله ثقات(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعاني، رقم الحديث ۳۹۴۶، باب الخاء مع الميم)

[2] رقم الحديث ۷۴۲، ابواب الصوم،باب ما جاء في صوم يوم الجمعة، سنن النسائي، رقم الحديث ۲۳۶۸ ،صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۳۶۴۵.

قال الترمذي:وفي الباب عن ابن عمر، وأبي هريرة:حديث عبد الله حديث حسن غريب وقد استحب قوم من أهل العلم صيام يوم الجمعة، وإنما يكره أن يصوم يوم الجمعة لا يصوم قبله ولا بعده "وروى شعبة، عن عاصم هذا الحديث ولم يرفعه.

وقال شعيب الارنؤوط: اسناده حسن(حاشية ابنِ حبان)

[3] غرة كل شهر :أوله ، ويقال للثلاثة أيام من أول الشهر :غرر(جامع الاصول من احاديث الرسول، تحت رقم الحديث ۴۴۸۸)

[4] حدثنا عمرو بن علي، قال :حدثنا ميمون بن زيد، عن ليث، عن طاووس، عن ابن عباس، رضي الله عنهما، أنه لم ير النبي صلى الله عليه وسلم أفطر يوم جمعة قط (مسند البزار، رقم الحديث ۴۸۷۲، كشف الاستار، رقم الحديث ۱۰۷۰)

قال البزار:وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن ابن عباس إلا من هذا الوجه، وقد روي عن غير ابن عباس بغير هذا اللفظ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ دونوں حدیثوں کے پیشِ نظر بعض فقہائے کرام جمعہ کے دن کے روزہ کو نہ صرف جائز

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الهيثمي: رواه البزار، وفيه ليث بن أبي سليم، وهو ثقة، ولكنه مدلس(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۲۱۵)

حدثنا حفص، عن ليث، عن طاووس، عن ابن عباس، قال: ما رأيته مفطرا يوم جمعة قط(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۹۳۵۱، باب من رخص فی صوم يوم الجمعة)

حدثنا محمد بن المثنى، ثنا مسلم، ثنا الحسن بن أبي جعفر، عن أيوب، عن محمد بن سيرين، عن ابن عمر، قال: ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مفطرا في يوم جمعة قط (كشف الاستار، رقم الحديث ۱۰۷۱، مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۹۳۵۲، باب من رخص فی صوم يوم الجمعة)

قال الهيثمي: رواه أبو يعلى والبزار، وفيه الحسن بن أبي جعفر، وهو ضعيف، وقال ابن عدى: له أحاديث صالحة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۲۱۴)

حدثنا معاذ بن المثنى، ثنا مسدد، ثنا حفص بن غياث، عن ليث، عن عمير بن أبي عمير، عن ابن عمر، قال: ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم صائما في يوم جمعة قط(المعجم الكبير للطبرانی)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وفيه ليث بن أبي سليم، وهو ثقة، ولكنه مدلس(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۲۱۳)

وقال ابن حبان: جعفر بن نصر العنبرى أبو الميمون كان يدور بالشام يروى عن الثقات ما لم يحدثوا بها روى عن حماد بن زيد عن هشام عن أبيه عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لما أتى إبراهيم ربه عز وجل قال له يا إبراهيم كيف وجدت لموت قال وجدت جسدى ينزع بالسلمة قيل له هذا وقد يسرنا عليك الموت وروى عن حفص بن غياث عن عبيد الله بن عمر قال ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مفطرا يوم جمعة قط حدثنا بالحديثين جعفر بن سهل البالسى ثنا جعفر بن نصر العنبرى وهذان متنان موضوعان(كتاب المجروحين لابن حبان، رقم الترجمة ۱۸۳)

وقال الذهبي: ليث بن أبي سليم، عن طاوس، عن ابن عباس "أنه لم ير النبي (صلى الله عليه وسلم) أفطر يوم جمعة قط." رواه أبو حفص الفلاس، ثنا ميون بن يزيد عنه.

وقال ابن المديني: نا حفص بن غياث، عن ليث بن أبي سليم، عن عمير، عن ابن عمر قال ": ما رأيت رسول الله مفطرا في يوم جمعة."

ليث ضعيف. ثم يحمل الحديث على أنه كان يصوم معه يوما(تنقيح التحقيق للذهبی، ج ۱ ص ۳۹۴، ۳۹۵، كتاب الصوم)

وقال ابن عبدالهادی: رواه ابن شاهين: ثنا محمد بن هارون الحضرمي ثنا عمرو ابن على ثنا ميمون بن زيد ثنا ليث عن طاوس عن ابن عباس أنه لم ير النبي صلى الله عليه وسلم أفطر يوم جمعة قط.

طريق آخر: قال أبو الطيب الطبرى: أنا أبو أحمد الغطرى ثنا أبو خليفة ثنا على بن المدينى ثنا حفص بن غياث عن ليث بن أبي سليم عن عمير بن أبي عمير عن ابن عمر قال: ما رأيت رسول الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں، جب تک کہ اس میں کوئی خرابی شامل نہ ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ -صلى الله عليه وسلم مفطرا في يوم جمعة قط.
والجواب من وجهين :أحدهما :أن الطريقين تدور على ليث، وهو متروك، تركه يحيى القطان ويحيى بن معين وابن مهدى وأحمد ، وقال ابن حبان الحافظ :اختلط في آخر عمره، فكان يقلب الأسانيد، ويرفع المراسيل، ويأتي عن الثقات بما ليس من حديثهم .
والثاني :أنا نحمله على أنه كان يصوم قبله أو بعده.
ز :هذا الحديث لم يخرجه أحد من أصحاب "السنن الأربعة ."
وقوله في الإسناد الأول :(ميمون بن زيد) وهم، إنما هو يزيد ، وهو أبو إبراهيم السقاء ، بصرى، روى عن ليث والحسن بن ذكوان، روى عنه (سريج) بن النعمان وعمرو بن على الفلاس ونصر بن على، قال أبو حاتم الرازى :لين الحديث .
وعمير بن أبي عمير -في الإسناد الثاني :-غير معروف، قال ابن أبي حاتم :عمير بن أبي عمير، روى عن ابن عمر، روى عنه ليث بن أبي سليم.سمعت أبي يقول ذلک.
قال عثمان بن سعيد :قلت ليحيى بن معين :عمير بن أبي عمير الذى يروى عنه ليث بن أبي سليم؟ قال :لا أعرفه .
وقول المصنف في ليث :(تركه القطان وابن معين وابن مهدى وأحمد) فيه نظر، وإنما أخذه من كلام ابن حبان ، فإنه قال ذلک، وقد قال الفلاس :كان يحيى لا يحدث عن ليث بن أبي سليم، ولا عن حجاج بن أرطأة، وكان عبد الرحمن يحدث عن سفيان وغيره عنهما.وقال معاوية بن صالح عن يحيى بن معين :ليث بن أبي سليم ضعيف، إلا أنه يكتب حديثه .وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل : سمعت أبي يقول :ليث بن أبي سليم مضطرب الحديث، ولكن حدث عنه الناس .
وقول المصنف :(هو متروک) خطأ، ولا ينبغي إطلاق هذه العبارة فيه، وقد قال عبد الرحمن بن مهدى :ليث بن أبي سليم وعطاء بن السائب ويزيد بن أبي زياد، ليث أحسنهم حالا عندى .وقال أبو داود :سألت يحيى عن ليث، فقال :ليس به بأس.وقال ابن عدى :قد روى عنه شعبة والثورى وغيرهما من ثقات الناس، ومع الضعف الذى فيه يكتب حديثه .
وقد سأل البرقاني الدارقطني عنه، فقال :صاحب سنة، يخرج حديثه .ثم قال :إنما أنكروا عليه الجمع بين عطاء وطاوس ومجاهد حسب .وقد استشهد به البخاري في "الصحيح "، وروى له مسلم مقرونا بغيره ، وروى له أصحاب "السنن "، والله أعلم(تنقيح التحقيق لابن عبدالهادى، تحت رقم الحديث ١٩٦٨ ، ج۳ص ٣٤٦ الیٰ ٣٤٩،كتاب الصيام)

[1] (وقلما كان يفطر يوم الجمعة) بضم الميم ويسكن، قال المظهر :تأويله أنه كان يصومه منضما إلى ما قبله أو إلى ما بعده أو أنه مختص بالنبي -صلى الله عليه وسلم -كالوصال، قال القاضي :أو أنه كان يمسک قبل الصلاة ولا يتغذى إلا بعد أداء الجمعة كما روى عن سهل بن سعد الساعدى اهـ .فمعنى الإفطار أكل الفطور هو ما يؤكل أول النهار لا الإفطار الذى ضد الصوم، وهو بعيد من السياق، والسباق، بل ظاهره الإطلاق المؤيد لمذهبنا أنه لا يكره إفراد صومه إذ الاختصاص لا يثبت بالاحتمال(مرقاة المفاتيح، ج٤ص ١٤٢٢ ، كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

لیکن کئی فقہائے کرام نے فرمایا کہ متعدد صحیح قولی احادیث میں تنہا جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اور مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں دوسرا احتمال بھی موجود ہے، مثلاً یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روزہ پہلے کا یا بعد کا ساتھ ملا کر جمعہ کے دن کا روزہ رکھتے ہوں یا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو، وغیرہ۔[1]

جہاں تک جمعہ کے دن کے روزہ کے متعلق فقہائے کرام کے اقوال کا تعلق ہے، تو شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن کا خاص وتنہا روزہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن جمعہ کے دن سے پہلے یعنی جمعرات کا ایک روزہ یا بعد میں یعنی ہفتہ کا ایک روزہ اور رکھ لیا جائے، اور اس کے ساتھ جمعہ کا روزہ رکھا جائے، تو پھر مکروہ نہیں۔

اور اسی طرح اگر کوئی جمعہ کے دن کا روزہ خاص کر کے نہ رکھے، بلکہ کسی اور وجہ سے رکھے، اور پھر وہ اتفاق سے جمعہ کا دن پڑ جائے، مثلاً کسی تاریخ میں روزہ رکھنے کا معمول ہے، یا یومِ عرفہ یا دس محرم کا روزہ رکھنا چاہتا ہے، یا کسی خاص تاریخ میں روزہ کی منت مانی ہوئی ہے، اور وہ جمعہ کا دن پڑ جائے، تو بھی حرج نہیں۔

---

[1] حسنه الترمذى وليس فيه حجة لأنه يحتمل أن يريد كان لا يتعمد فطره إذا وقع فى الأيام التى كان يصومها ولا يضاد ذلك كراهة إفراده بالصوم جمعا بين الحديثين ومنهم من عده من الخصائص وليس بجيد لأنها لا تثبت بالاحتمال(فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۲۳۴، ۲۳۵، قوله باب صوم يوم الجمعة وإذا أصبح صائما يوم الجمعة فعليه أن يفطر)

(كان يصوم من غرة كل شهر ثلاثة أيام) قال العراقى :يحتمل أنه يريد بغرته أوله وأن يريد الأيام الغر أى البيض وقال القاضى :غرر الشهر أوائله وقال :ولا منافاة بين هذا الخبر وخبر عائشة أنه لم يكن يبالى من أى أيام الشهر يصوم لأن هذا الراوى حدث بغالب ما اطلع عليه من أحواله فحدث بما عرف وعائشة اطلعت على ما لم يطلع عليه (وقلما كان يفطر يوم الجمعة) يعنى كان يصومه منضما إلى ما قبله أو بعده فلا يخالف حديث النهى عن إفراده بالصوم أو أنه من خصائصه كالوصال ذكره المظهرى قال القاضى :ويحتمل أن المراد أنه كان يمسك قبل الصلاة ولا يتغدى إلا بعد أداء الجمعة.

(ت عن ابن مسعود) قال الترمذى :حسن غريب قال الحافظ العراقى :وقد صححه أبو حاتم وابن حبان وابن عبد البر وابن حزم وكأن الترمذى اقتصر على تحسينه للخلاف فى رفعه(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۷۷۰۲)

کیونکہ کئی احادیث سے اسی طرح معلوم ہوتا ہے۔ ل

ل إفراد يوم الجمعة بالصوم : نص على كراهته الجمهور ، وقد ورد فيه حديث عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-لا تصوموا يوم الجمعة، إلا وقبله يوم، أو بعده يوم وفي رواية :إن يوم الجمعة يوم عيد، فلا تجعلوا يوم عيدكم يوم صيامكم، إلا أن تصوموا قبله أو بعده .

وورد في حديث ابن عباس -رضي الله عنهما -أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :لا تصوموا يوم الجمعة وحده .

وذكر في الخانية أنه لا بأس بصوم يوم الجمعة عند أبي حنيفة ومحمد، لما روى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه كان يصومه ولا يفطر، وظاهر هذا أن المراد بـ(لا بأس) الاستحباب، وقد صرح الحصكفي بندب صومه، ولو منفردا .وكذا الدردير صرح بندب صومه وحده فقط، لا قبله ولا بعده وهو المذهب عند المالكية، وقال :فإن ضم إليه آخر فلا خلاف في ندبه .

وقال الطحطاوي :ثبت في السنة طلب صومه، والنهي عنه، والأخير منهما :النهي .

وقال أبو يوسف :جاء حديث في كراهة صومه، إلا أن يصوم قبله أو بعده، فكان الاحتياط في أن يضم إليه يوما آخر .

قال الشوكاني :فمطلق النهي عن صومه مقيد بالإفراد .

وتنتفي الكراهة بضم يوم آخر إليه، لحديث جويرية بنت الحارث رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها يوم الجمعة، وهي صائمة، فقال :أصمت أمس؟ قالت :لا .قال :تريدين أن تصومي غدا؟ قالت :لا .قال :فأفطري (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۸،ص۱۴ و ۱۵، مادة "صوم")

ذهب جمهور الفقهاء إلى كراهة إفراد يوم الجمعة بالصوم لحديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال :قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم :لا يصوم أحدكم يوم الجمعة إلا يوما قبله أو بعده ، فإذا ضم إليه يوما قبله أو يوما بعده انتفت الكراهة باتفاق.

وذكر في الخانية عن أبي حنيفة ومحمد بن الحسن أنه لا بأس بصيامه ولو منفردا؛ لما روى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه كان يصومه ولا يفطر .

وذهب المالكية والحصكفي من الحنفية إلى أن صومه وحده مندوب(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۴۵،ص۳۰۶،مادة "يوم")

صوم يوم الجمعة:لا بأس عند الحنفية بصوم يوم الجمعة بانفراده، وهو قول أبي حنيفة ومحمد ويندب عند المالكية، لما روى عن ابن عباس -رضي الله تعالى عنهما -أنه كان يصومه ولا يفطر.

وقال أبو يوسف :جاء حديث في كراهته إلا أن يصوم قبله وبعده، فكان الاحتياط أن يضم إليه يوما آخر.

قال ابن عابدين :ثبت بالسنة طلبه والنهي عنه، والآخر منهما النهي؛ لأن فيه وظائف، فلعله إذا صام ضعف عن فعلها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض حنفی مشائخ نے جمعہ کے دن کا تنہا روزہ رکھنے کے متعلق امام ابو یوسف کی روایت کے مطابق کراہت کے قول کو اختیار فرمایا ہے، مگر ان حضرات کے نزدیک یہ کراہت چھوٹے درجہ کی، یعنی تنزیہی ہے، جس کی خلاف ورزی گناہ نہیں، بلکہ خلافِ اولیٰ کہلاتی ہے۔ [1]

لہٰذا ان حضرات کے نزدیک مناسب یہ ہے کہ جمعہ کے دن کے ساتھ یا تو ایک روزہ پہلے یا ایک روزہ بعد میں مزید ملا لیا جائے (کیونکہ بعض احادیث میں تنہا جمعہ کے دن کے روزہ کو ناپسند کیا گیا ہے) ہاں اگر جمعہ کے دن روزہ رکھنا خاص جمعہ کا دن ہونے کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ کسی اور وجہ سے ہو، مثلاً عرفہ یعنی نو ذی الحجہ یا دس محرم کا روزہ رکھنا ہے، جو کہ جمعہ کے دن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومحل النهى عند المالكية هو مخافة فرضيته. وقد انتفت هذه العلة بوفاة النبى صلى الله عليه وسلم.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى كراهة إفراد يوم الجمعة بالصوم، لحديث :لا يصم أحدكم يوم الجمعة، إلا أن يصوم قبله أو بعده وليتقوى بفطره على الوظائف المطلوبة فيه، أو لئلا يبالغ فى تعظيمه كاليهود فى السبت، ولئلا يعتقد وجوبه، ولأنه يوم عيد وطعام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۹۲، مادة"صوم")

ولا بأس بصوم يوم الجمعة، وقال أبو يوسف رحمه الله :جاء حديث فى كراهيته إلا أن يصوم يوما قبله أو بعده (المحيط البرهانى، ج۲ص۳۹۳، كتاب الصوم، الفصل الثامن فى بيان الأوقات التى يكره فيها الصوم)

وكره إفراد يوم الجمعة بالصوم عند أبى يوسف، لقوله عليه الصلاة والسلام :لا تختصوا ليلة الجمعة (بقيام من بين الليالى، ولا تخصوا يوم الجمعة) بصيام من بين الأيام إلا أن يكون فى صوم يصومه أحدكم .رواه مسلم، وقوله صلى الله عليه وسلم لا يصم أحدكم يوم الجمعة إلا أن يصوم قبله بيوم أو بعده .رواه أبو داود (شرح النقاية، ج۲ص۲۱۶، كتاب الصوم، الايام التى يحرم ويكره صومها)

[1] (قوله بأن يعتاد صيام يوم الجمعة) أقول صوم الجمعة مفردا، وكذا السبت مكروه نص عليه فى البرهان فكيف يكون معتاده المكروه (حاشية الشرنبلالى علىٰ درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج۱ص۱۹۸، كتاب الصوم)

(نهى أن يفرد يوم الجمعة بصوم) زاد فى رواية إلا أن يصوم يوما قبله أو بعده وعلته الضعف به عما تميز به من العبادات الكثيرة الفاضلة مع كونه يوم عيد فإن ضم إليه غيره لم يكره وكذا إذا وافق عادة أو نذرا أو قضاء كما ورد فى خبر (حم عن أبى هريرة) رمز المصنف لحسنه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۹۵۷۰)

واقع ہے، یا مثلاً کسی شخص نے جمعہ ہی کے دن خاص کر کے روزہ کی منت مان رکھی ہے، یا مثلاً کسی کی عادت ہر مہینہ میں مخصوص تاریخ میں روزہ رکھنے کی ہے اور یہ تاریخ اتفاق سے جمعہ کے دن واقع ہو رہی ہے، یا اسی طرح کی کوئی اور وجہ ہے تو پھر ان صورتوں میں صرف جمعہ کے دن کا تنہا روزہ رکھنا کراہتِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہوگا۔ [1]

اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تنہا اور خاص جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور عام حنفی مشائخ کے نزدیک تنہا اور خاص جمعہ کے دن کا روزہ مستحب ہے، کیونکہ جمعہ کا دن ہفتہ کے دوسرے دنوں کے مقابلہ میں عبادت کے اعتبار سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اور اس دن نیکیوں کے ثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور اس امت کے لئے جمعہ کا دن عبادت کے لئے خاص اہمیت وفضیلت رکھتا ہے اور روزہ رکھنا بھی ایک عبادت ہے۔ [2]

رہا یہ شبہ کہ خاص اور تنہا جمعہ کا روزہ رکھنے کی احادیث میں ممانعت وکراہت کیوں بیان کی گئی ہے؟

تو ان حضرات نے اس کی مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں، اور بعض حضرات نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ جمعہ کے دن کو عید کے دن کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، اور اس وجہ کی صحیح

---

[1] ان حضرات نے جمعہ کے دن روزہ کی ممانعت والی احادیث کو مکروہِ تنزیہی پر محمول کیا ہے، اور جائز قرار دینے والی احادیث کو جواز پر محمول کیا ہے، اور کسی عمل کے بیک وقت جائز اور مکروہِ تنزیہی ہونے میں کوئی تعارض وٹکراؤ نہیں ہوتا۔

ولکن لاینبغی افراده لماسبق من الادلة نعم حدیث جویریة فی البخاری یدل علی ان الافراد لایخلو عن شئی من الکراهة والله اعلم (فتح الملهم ج ۳ ص ۱۵۵ ملخصا، مطبوعه: مکتبه رشیدیه کراچی)

[2] (قوله :ويوم الجمعة ولو منفردا) صرح به فی النهر وكذا فی البحر فقال :إن صومه بانفراده مستحب عند العامة كالاثنين والخميس وكره الكل بعضهم اهـ ومثله فی المحيط معللا بأن لهذه الأيام فضيلة ولم يكن فی صومها تشبه بغير أهل القبلة كما فی الأشباه وتبعه فی نور الإيضاح من كراهة إفراده بالصوم قول البعض وفی الخانية ولا بأس بصوم يوم الجمعة عند أبی حنيفة ومحمد لما روی عن ابن عباس أنه كان يصومه ولا يفطر .اهـ .وظاهر الاستشهاد بالأثر أن المراد بلا بأس الاستحباب وفی التجنيس قال أبو يوسف :جاء حديث فی كراهته إلا أن يصوم قبله أو بعده فكان الاحتياط أن يضم إليه يوما آخر .اهـ .قال ط :قلت :ثبت بالسنة طلبه والنهی عنه والآخر منهما النهی كما أوضحه شراح الجامع الصغير؛ لأن فيه وظائف فلعله إذا صام ضعف عن فعلها (ردالمحتار ج ۲، ص ۳۷۵، کتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

احادیث میں تصریح بھی آئی ہے، جبکہ دوسری وجوہات اجتہادی درجہ کی ہیں، جن کا درجہ احادیث میں مذکور وجہ سے کمزور ہے، لہٰذا اس وجہ کو دوسری وجوہات پر ترجیح اور فوقیت حاصل ہوگی۔

مگر اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر جمعہ کے دن کے ساتھ آگے یا پیچھے کا کوئی دن ملا کر روزہ رکھا جائے، تو پھر کیوں مکروہ نہیں، جبکہ جمعہ کے دن کا عید کا دن ہونا اس صورت میں بھی برقرار رہتا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کے دن کو ہر اعتبار سے عید کے دن کا حکم حاصل نہیں، بلکہ بعض اعتبار سے عید کے دن کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، اس لیے جمعہ کے دن روزہ رکھنا نہ تو حرام ہے، بلکہ مکروہ درجہ کا عمل ہے، اور نہ ہی یہ کراہت ہر صورت میں لازم آتی ہے۔

اور ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے کہ جمعہ کے دن کو عید کے دن کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، اس لیے عام حالات میں تنہا جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کے بجائے اس دن کو دیگر عبادات، اور خوشی وفرحت، اور کھانے پینے میں خرچ کرنا چاہئے۔

اور روزہ کے بجائے جمعہ کے دن، جمعہ کی نماز سمیت دیگر کئی اعمال واذکار کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے، اس دن ان ہی کو اختیار کرنا چاہیے، جہاں تک عام نفلی روزہ کا تعلق ہے، تو اس کو کسی دوسرے دن رکھ کر فضیلت حاصل کی جاسکتی ہے۔[1]

---

[1] واختلف فی سبب النهی عن إفراده علی أقوال أحدها لكونه يوم عيد والعيد لا يصام واستشكل ذلک مع الإذن بصيامه مع غيره وأجاب بن القيم وغيره بأن شبهه بالعيد لا يستلزم استواء ه معه من كل جهة ومن صام معه غيره انتفت عنه صورة التحری بالصوم ثانيها لئلا يضعف عن العبادة وهذا اختاره النووی وتعقب ببقاء المعنی المذكور مع صوم غيره معه وأجاب بأنه يحصل بفضيلة اليوم الذی قبله أو بعده جبر ما يحصل يوم صومه من فتور أو تقصير وفيه نظر فإن الجبران لا ينحصر فی الصوم بل يحصل بجميع أفعال الخير فيلزم منه جواز إفراده لمن عمل فيه خيرا كثيرا يقوم مقام صيام يوم قبله أو بعده كمن أعتق فيه رقبة مثلا ولا قائل بذلک وأيضا فكأن النهی يختص بمن يخشی عليه الضعف لا من يتحقق القوة ويمكن الجواب عن هذا بأن المظنة أقيمت مقام المئنة كما فی جواز الفطر فی السفر لمن لم يشق عليه ثالثها خوف المبالغة فی تعظيمه فيفتتن به كما افتتن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جو حضرات تنہا جمعہ کے دن عام حالات میں نفلی روزے کو جائز لیکن مکروہِ تنزیہی (یعنی خلافِ اولیٰ) قرار دیتے ہیں، انہوں نے تو جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت والی احادیث کو کراہتِ تنزیہی پر محمول کیا ہے (جیسا کہ پہلے گزرا) لہٰذا ان پر تو ان احادیث سے کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔

اور جو حضرات جمعہ کے دن روزے کو مستحب قرار دیتے ہیں، ان پر ان احادیث سے الزام عائد ہوتا ہے، اس لئے انہوں نے خاص جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت والی احادیث کے بارے میں مختلف جوابات دیئے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اليهود بالسبت وهو منتقض بثبوت تعظيمه بغير الصيام وأيضا فاليهود لا يعظمون السبت بالصيام فلو كان الملحوظ ترك موافقتهم لتحتم صومه لأنهم لا يصومونه وقد روى أبو داود والنسائى وصححه بن حبان من حديث أم سلمة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصوم من الأيام السبت والأحد وكان يقول إنهما يوما عيد للمشركين فأحب أن أخالفهم رابعها خوف اعتقاد وجوبه وهو منتقض بصوم الاثنين والخميس وسيأتى ذكر ما ورد فيهما فى الباب الذى يليه خامسها خشية أن يفرض عليهم كما خشى صلى الله عليه وسلم من قيامهم الليل ذلك قال المهلب وهو منتقض بإجازة صومه مع غيره وبأنه لو كان كذلك لجاز بعده صلى الله عليه وسلم لارتفاع السبب لكن المهلب حمله على ذلك اعتقاده عدم الكراهة على ظاهر مذهبه سادسها مخالفة النصارى لأنه يجب عليهم صومه ونحن مأمورون بمخالفتهم نقله القمولى وهو ضعيف وأقوى الأقوال وأولاها بالصواب أولها وورد فيه صريحا حديثان أحدهما رواه الحاكم وغيره من طريق عامر بن لدين عن أبى هريرة مرفوعا يوم الجمعة يوم عيد فلا تجعلوا يوم عيدكم يوم صيامكم إلا أن تصوموا قبله أو بعده والثانى رواه بن أبى شيبة بإسناد حسن عن على وقال من كان منكم متطوعا من الشهر فليصم يوم الخميس ولا يصم يوم الجمعة فإنه يوم طعام وشراب وذكر(فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۲۳۵، قوله باب صوم يوم الجمعة وإذا أصبح صائما يوم الجمعة فعليه أن يفطر)

وقوله صلى الله عليه وسلم "لا يصوم أحدكم يوم الجمعة إلا أن يصوم قبله أو يصوم بعده "، وقوله صلى الله عليه وسلم "لا تختصوا ليلة الجمعة "الحديث أقول .السر فيه شيئان :أحدهما سد التعمق لأن الشارع لما خصه بطاعات وبين فضله كان مظنة أن يتعمق المتعمقون، فيلحقون بها صوم ذلك اليوم.

وثانيهما تحقيق معنى العيد، فإن العيد يشعر بالفرح واستيفاء اللذة، وفى جعله عيدا أن يتصور عندهم أنها من الاجتماعات التى يرغبون فيها من طبائعهم من غير قصر(حجة الله البالغة للدهلوى، ج۲ص۸۲، احكام الصوم)

بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ (تنہاء جمعہ کے دن روزہ کی ممانعت کا) یہ حکم ابتدائے اسلام کا ہے، اس وقت خطرہ یہ تھا کہ جمعہ کے دن کو کہیں اسی طرح عبادت کے لئے مخصوص نہ کرلیا جائے جس طرح یہود نے ہفتہ میں صرف یومُ السبت (یعنی ہفتہ کے دن) کو عبادت کے لئے مخصوص کرلیا تھا اور باقی ایام میں چھٹی کرلی تھی۔

لیکن بعد میں جب اسلامی عقائد واحکام راسخ ہوگئے تو یہ حکم ختم کردیا گیا، اور جمعہ کے دن بھی روزے رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ کسی عقیدہ یا عمل کی خرابی اس میں شامل ہو، مثلاً کوئی شخص روزہ کے عمل کو بھی جمعہ کے دن کے مخصوص اعمال (جمعہ کی نماز، اس کی تیاری وغیرہ) کی طرح اور جمعہ کے دن کی خاص عبادات کا حصہ سمجھے، یا وہ جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنے کا اس طرح اہتمام کرے کہ اس کے مقابلہ میں دوسرے دنوں میں روزہ نہ رکھا کرے اور صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا التزام کیا کرے، جس کی وجہ سے روزہ کے اعتبار سے دوسرے دنوں کے مقابلہ میں جمعہ کے دن کے ساتھ تخصیص لازم آتی ہو۔

یا کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ رکھنے کو جمعہ کے دن کی مخصوص عبادات پر ترجیح دے کر اوران کو نظرانداز کرکے صرف روزہ کا اہتمام کرے۔

یا اس کو جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے اتنی کمزوری اور ضعف واقع ہوجائے کہ جمعہ کے دیگر اعمال میں اس کی وجہ سے خلل واقع ہو۔

یا کہیں لوگ تمام عبادتیں ایک ہی دن اکٹھی کرکے فارغ نہ ہوجائیں اور پھر پورے ہفتے ضرورت نہ سمجھیں یا ہمت نہ رہے اور دل بھر جائے وغیرہ۔

اور اگر مندرجہ بالا یا اس جیسی خرابیوں میں سے کوئی خرابی لازم نہ آتی ہو تو پھر ان حضرات کے نزدیک تنہاء جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنا عام حالات میں بھی بلا کراہت جائز ہوگا۔

چنانچہ اگر کسی کو جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں سہولت ہو اور اس کے عقیدہ اور عمل میں بھی کوئی فساد اور خرابی نہ ہو تو اس کو جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ نہیں۔ ۱؎

۱؎ واعلم ان الروايات فی صوم يوم الجمعة مختلفة جداً ولذا اختلفت الائمة فيه علىٰ اقوال ......وحكى الحافظ فى الفتح منع الافراد عن احمدوابن المنذر وبعض الشافعية .
وقول ابن المنذريشعربانهٔ يرى تحريمه وقال ذهب الجمهورالىٰ ان النهى فيه للتنزيه وعن مالك وابى حنيفة لايكره والمشهور عندالشافعية وجهان احدهماونقله المزنى عن الشافعى انهٔ لايكره الالمن اضعفه صومه عن العبادة التى تقع فيه من الصلوٰة والدعاء والذكروالثانى وهوالذى صححه المتأخرون كقول الجمهور،اه ......وجملة ماوقفت فى ذلك اقوال(١) الاول مانقله النووى عن العلماء ان ذلك اليوم فيه عبادات كثيرة فاستحب الفطر ليكون اعون له على هذه الوظائف وادائها بنشاط وانشراح لها والتذاذ بها من غير ملل وهونظير الحاج يوم عرفة فان السنة له الفطر قال النووى فان قيل لوكان كذلك لم يزل النهى والكراهة بصوم يوم قبله اوبعده لبقاء المعنى ثم اجاب عن ذلك بانه يحصل له بفضيلة هذاالصوم الذى قبله اوبعده مايحصل له من فتور اوتقصير فى وظائف اليوم قال العينى فيه نظر اذجبرمافاته من اعمال يوم الجمعة بصوم يوم آخرلايختص بكون الصوم قبله بيوم اوبعده بيوم بل صوم الاثنين افضل من صوم يوم السبت وايضاً فان الجبرلاينحصرفى الصوم بل يحصل بجميع افعال الخيرفيلزم منه جواز افراده لمن عمل فيه خيراً كثيراً يقوم مقام صيام يوم قبله اوبعده كمن اعتق فيه رقبة مثلاولاقائل بذلك قاله الحافظ .
(٢)الثانى كونه شبه عيد ولايرد الاذن بالصيام مع غيره للفرق بين كونه يوم عيد وشبه عيد كماتقدم فى كلام ابن القيم وهومختارالحافظ وغيره كماسياتى فى آخر الاقوال (٣)الثالث مخافة المبالغة فى تعظيمه فيفتتن به كماافتتن اليهود بالسبت واعترض عليه مابثبوت تعظيمه بغيرالصيام .(٣) الرابع مخالفة اليهود فى انهم يعظمون السبت يوم عيدهم بالصوم كماحكى القارى عن التورپشتى ورد بانهم لايعظمون سبتهم بالصيام فلوكان الملحوظ ترك موافقتهم لتحتم الصوم قاله الحافظ والعينى(٥) الخامس مخالفة النصارى لانه يجب عليهم صومه ونحن مامورون بمخالفتهم نقله القمولى قال الحافظ وهو ضعيف وقال العينى لم يبين وجه الضعف (٦)السادس خوف اعتقاد وجوبه واعترض عليه بصوم الاثنين والخميس(٧) والسابع خشية ان يفرض عليهم كما خشى صلى الله عليه وسلم من قيام الليل قيل وهو منتقض باجازة صومه مع غيره ولانه لوكان ذلك لجاز بعده صلى الله عليه وسلم لارتفاع السبب كذا فى الفتح والعينى وغيرهمامع تغير(٨) والثامن ماحكى القارى عن التورپشتى ان الله تعالىٰ قداستاثرالجمعة بفضائل لم يستاثر بهاغيرها فلم يرالنبى صلى الله عليه وسلم ان يخصه بشئى من الاعمال غير ماخص به قال القارى لئلايجرالى هجران باقى الايام ولذامنع عن تخصيص ليلتها بالقيام ورجح الحافظ فى الفتح القول الثانى من هذه الاقوال وقال هواقواها واولاها بالصواب وورد فيه صريحا (اوجز المسالك شرح مؤطاامام مالك ج ٣ ص ٩٧ ، ٩٨)
وماورد من النهى عنه كما فى الحديثين الآتيين محمول علىٰ من قيد المطلق كما يدل عليه صريحاً

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال متعدد احادیث کا تقاضا ہونے کی وجہ سے ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ جمعہ کے دن کی تخصیص سے جمعہ کے دن نفلی روزہ نہ رکھا جائے، اور اگر کوئی رکھے تو گناہ بھی نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قولهٗ عليه السلام "لاتختصوا" وقولهٗ عليه السلام "الا ان يصوم قبلهٗ" الخ .ونحن قائلون ايضاً بالمنع لـمـن خـصـهٗ كذالک وهو مذهبنا ومذهب الجمهور (اعلاء السنن جلد ۹ صفحه ۱۷۳، باب اباحة صوم يوم الجمعة منفرداً)

ان كـان مـنـشـأ لـفساد الاعتقادفلايصوم والافيستحب ان يصوم وهكذا يجمع بين الروايات الفقهية والحديثية وراجع روايات الحديث واقوال افقهاء من العمدة (معارف السنن ج ۵ ص ۴۲۳)

وذكر ابن جرير عن مغيرة، عن إبراهيم :أنهم كرهوا صوم الجمعة ليقووا على الصلاة.

قلت :الـمـأخذ فى كراهته ثلاثة أمور، هذا أحدها، ولكن يشكل عليه زوال الكراهية بضم يوم قبله، أو بعده إليه.

والثانى :أنـه يوم عيد وهو الذى أشار إليه صلى الله عليه وسلم، وقد أورد على هذا التعليل إشكالان ....والمأخذ الثالث :سـد الذريعة من أن يلحق بالدين ما ليس فيه، ويوجب التشبه بأهل الكتاب فـى تـخـصـيـص بـعـض الأيـام بـالـتـجـرد عـن الأعمال الدنيوية(زادالمعاد فى هدى خيرالعباد، ج ۱ ص ۴۰۶، فصل فى بيان اختلاف الناس فى ساعة الإجابة، ملخصاً)

وذلک المعنى -والله أعلم -لا يـخـلـو من أحد الوجهين، على ما تبين لنا :أحـدهما أن نقول كره تـعـظـيـمـنـا يـوم الـجـمـعة باختصاصه بالصوم لأن اليهود يرون اختصاص السبت بالصوم تعظيما له، والـنـصـارى يـرون اخـتـصـاص الأحد بالصوم تعظيما له، ولما كان موقع الجمعة من هذه الأمة موقع اليومين من إحدى الطائفتين أحب أن يخالف هدينا هديهم فلم ير أن نخصه بالصوم، والآخر أن نقول إن النبى -صلى الله عليه وسلم -لما وجد الله -سبحانه -قد استأثر الجمعة بفضائل لم يستأثر بها غيـرهـا مـن الأيـام عـلى ما ورد فى الأحاديث الصحاح، وجعل الاجتماع فيه للصلاة فرضا مفروضا على العباد فى البلاد ثم غفر لهم ما اجترحوا من الآثام من الجمعة إلى الأخرى وفضل ثلاثة أيام، ولم ير فى باب فضيلة الأيام مزيدا على ما خص الله به الجمعة فلم ير أن يخصه بشىء من الأعمال سوى ما خصه به اهـ وهو غاية التحقيق ونهاية التدقيق، والوجه الأول هو المعقول لأنه على المقصود أولى لـكـن لا يـظـهـر وجـه نـهـى اخـتـصـاص ليلته من بين الليالى بالقيام مع أنه منهى عنه كاختصاص يومه بـالـصـيـام، ولـعـل الوجه أن لا تقتصر أمته على صيام نهاره من بين الأيام، وأن لا تنحصر همتهم على قيـام ليلته من بين الليالى، فإنه كان يجر إلى هجران سائر الأوقات عن إتيان الطاعات والعبادات، بل أراد الشـارع أن يـأخـذوا مـن كـل وقـت حـظـهم من الصيام والقيام، ولا يخصوا كل نوع من العبادة ببـعـض الأيام، كما هو دأب العوام، هذا ....ولعل وجه النهى عن زيادة العبادة على العادة فى ليلة الـجمعة إبقاء للقوى على القيام بوظائف يوم الجمعة، والله أعلم "(مرقاة المفاتيح، ج ۴ ص ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، الفصل الاول)

(فصل نمبر ۱۸)

جمعہ کے دن ہفتہ وار عام تعطیل کا حکم

جمعہ کے دن کے بارے میں ایک مسئلہ یہ عام طور پر پیش آتا ہے اور بعض علماء میں بھی زیرِ بحث رہتا ہے کہ جمعہ کے دن کاروبار کرنا اور چھٹی نہ کرنا جائز یا ثواب ہے یا ناجائز؟

اور ہفتہ وار تعطیل جمعہ کے دن ہونی چاہیے یا اتوار کے دن یا کسی اور دن؟

بعض لوگ جمعہ کے دن چھٹی کرنے نہ کرنے کو صرف ایک مباح اور جائز درجہ دیتے ہیں، اور بعض لوگ جمعہ کے دن چھٹی کرنے پر بہت زور دیتے ہیں، اور اس کے برعکس بعض لوگ اتوار کے دن چھٹی کو اہمیت دیتے ہیں اور اتوار کے دن چھٹی کی وجہ عالمی منڈیوں میں اس دن چھٹی ہونا بیان کی جاتی ہے۔

اور جمعہ کے بجائے اتوار کے دن ہفتہ وار تعطیل کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جمعہ کے دن چھٹی ہونے کی صورت میں لوگ اس دن مختلف خرافات میں مبتلا ہوتے ہیں، جس سے جمعہ کی بے حُرمتی ہوتی ہے، اس لیے جمعہ کے دن چھٹی نہیں ہونی چاہیے، اور اس کے بجائے اتوار کے دن چھٹی ہونی چاہئے۔

تو جاننا چاہیے کہ! یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں، دونوں میں خلط ملط ہونے کے باعث غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ کیا جمعہ کے دن حلال کاروبار کرنا جائز ہے، یا ناجائز۔

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آج کل کی مروّجہ ہفتہ وار سرکاری وغیر سرکاری سطح پر عام تعطیل کا انتظامی نظم جمعہ کے دن طے کیا جائے یا اتوار کو یا کسی اور دن۔

پہلے مسئلہ کا جواب واضح ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے جمعہ یا کسی بھی دن حلال اور جائز کاروبار

کرنے سے منع نہیں کیا، جب تک کہ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے، چنانچہ جس طرح دوسرے دنوں میں شرعی احکام کو اپنے اپنے مقام پر بجالاتے ہوئے کاروبار کرنا جائز ہے،اسی طرح جمعہ کے دن بھی جائز ہے۔

البتہ جہاں جمعہ کی نماز قائم ہوتی ہے، وہاں جمعہ کی نماز کی اذان ہونے پر خرید وفروخت بلکہ ہر وہ چیز ممنوع ہوجاتی ہے، جو جمعہ کی نماز کی تیاری میں داخل نہ ہو،اور وہ خطبہ اور جمعہ کی نماز کی حاضری میں مخل ہو،اوراس کا صحیح انتظام جب ہوسکتا ہے کہ جب بازار اور دکانیں بند کردی جائیں؛ کیونکہ اس طرح کرنے میں خریداری خود بخود بند ہوجائے گی ،وجہ اس کی یہ ہے کہ گاہکوں اور خریداروں کا تو کوئی حد وشمار نہیں ہوتا ان سب کے روکنے کا انتظام آسان نہیں، لیکن فروخت کرنے والے دکاندار افراد،خریداروں کے مقابلے میں محدود ہوتے ہیں ان کو اشیاء کے فروخت سے روک دیا جائے تو باقی سب خریداری سے خود رک جائیں گے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں وَ ذَرُوا الْبَیْعَ یعنی ''تم فروخت چھوڑ دو'' میں صرف بیع چھوڑ دینے کے حکم پر اکتفا فرمایا، تاکہ فروخت کرنے والوں کے کاروبار بند کرنے سے خریداری خود بخود بند ہوجائے۔

پھر جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہوجائیں،اس کے بعد پھر سے کاروباری مشاغل کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ. ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۃ الجمعۃ، رقم الآیۃ ۹ و ۱۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب ندا دی جائے، نماز کے لیے جمعہ کے دن کی، تو تم

سعی کرو اللہ کے ذکر کی طرف، اور چھوڑ دو بیع کو، یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم رکھتے ہو علم، پھر جب پوری ہو چکے نماز، تو تم منتشر ہو جاؤ زمین میں، اور تلاش کرو، اللہ کے فضل (یعنی روزی) کو، اور ذکر کرو اللہ کا کثرت سے، تا کہ تم فلاح پاؤ (سورہ جمعہ)

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کی طرف سے انفرادی طور پر جمعہ کے دن اذان سے نمازِ جمعہ ختم ہونے تک خرید وفروخت ممنوع نہیں ہے۔ [1]

جہاں تک دوسرے مسئلہ کا تعلق ہے کہ آج کل کی مروّجہ ہفتہ وار سرکاری وغیر سرکاری سطح پر عام تعطیل کا انتظامی نظم جمعہ کے دن طے کیا جائے یا اتوار کو یا کسی اور دن؟

تو اگرچہ شریعت نے ہفتہ وار چھٹی کو فرض اور واجب وغیرہ قرار نہیں دیا، کہ اگر کوئی ہفتہ وار چھٹی نہ کرے تو وہ گناہ گار ہو، اس لئے فی نفسہٖ شرعاً ہفتہ کے تمام دنوں میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے کاروباری سرگرمیاں جاری رکھنا جائز ہے۔

اور اسی وجہ سے اگر کسی ملک یا علاقہ میں ہفتہ میں سے کسی ایک دن بھی چھٹی کا نظم یا قانون نہ ہو، تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، لیکن اگر ہفتہ وار چھٹی کا نظم بنایا جائے اور کسی وجہ سے اس کی ضرورت سمجھی جائے، تو مسلمانوں کو ہفتہ وار عام تعطیل اور چھٹی کا جمعہ کے دن کرنا چند وجوہات کی بنا پر مستحب اور افضل ہے۔

اور وہ وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

(ا)...... جمعہ کا دن اس امت کے لئے خاص عبادت کا دن ہے، جو اس امت کو بطورِ خاص عطا ہوا ہے (جیسا کہ پہلے تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے)

لہٰذا اس دن میں دنیاوی مشغولیات کم کر کے عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ

---

[1] پھر جمعہ کی کون سی اذان پر خرید وفروخت وغیرہ منع اور سعی واجب ہوتی ہے، آیا کہ پہلی اذان پر یا دوسری اذان پر؟ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک پہلی اذان پر، اور دیگر فقہاء اور بعض حنفیہ کے نزدیک دوسری اذان پر، یہ حکم عائد ہوتا ہے، جس کی تفصیل اسی کتاب کے اگلے حصہ میں آتی ہے۔

کرنا چاہئے اور اس دن میں ہفتہ وار تعطیل اور چھٹی ہونے سے اس مقصد کو بآسانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ [1]

(۲)...... جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانے کے احادیث میں بہت فضائل آئے ہیں، اور ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے پہلے زمانے میں بہت سے حضرات صبح سویرے جامع مسجد پہنچ جایا کرتے تھے اور احادیث میں بیان شُدہ جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانے کی فضیلت کا پہلا درجہ صبح سورج طلوع ہونے پر شروع ہوجاتا ہے، اور اس فضیلت کو حاصل کرنا کم از کم مستحب ہے۔

---

[1] چنانچہ علامہ ابنِ قیم تحریر فرماتے ہیں کہ:

أنه اليوم الذى يستحب أن يتفرغ فيه للعبادة، وله على سائر الأيام مزية بأنواع من العبادات واجبة ومستحبة، فالله سبحانه جعل لأهل كل ملة يوما يتفرغون فيه للعبادة ويتخلون فيه عن أشغال الدنيا، فيوم الجمعة يوم عبادة، وهو فى الأيام كشهر رمضان فى الشهور، وساعة الإجابة فيه كليلة القدر فى رمضان. ولهذا من صح له يوم جمعته وسلم سلمت له سائر جمعته، ومن صح له رمضان وسلم سلمت له سائر سنته، ومن صحت له حجته وسلمت له، صح له سائر عمره، فيوم الجمعة ميزان الأسبوع، ورمضان ميزان العام، والحج ميزان العمر. وبالله التوفيق (زادالمعاد فى هدى خير العباد، ج ا ص ۳۸۶، فصل فى بيان اختلاف الناس فى ساعة الإجابة)

ترجمہ: جمعہ کا دن ایسا دن ہے کہ اس دن میں اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کرنا مستحب ہے، اور اس دن کو (ہفتہ کے) دوسرے دنوں پر واجب اور مستحب قسم کی عبادات میں زیادتی حاصل ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ہر ملت کے لیے ایک دن ایسا مقرر کیا ہے جس میں وہ عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کیا کرتے تھے، اور اُس دن میں وہ دنیاوی مشغولیات سے خالی رہا کرتے تھے، پس جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے، اور اس دن کو دوسرے دِنوں میں اُس طرح کی حیثیت حاصل ہے جس طرح کی رمضان کے مہینے کو دوسرے مہینوں کے مقابلے میں حاصل ہے اور اس دن میں قبولیت کی گھڑی کو ایسی حیثیت حاصل ہے، جیسا کہ شبِ قدر کو رمضان کے مہینے میں حاصل ہے اور اسی وجہ سے جس شخص کا جمعہ کا دن صحیح سالم ہوگیا تو اُس کے لیے پورا ہفتہ صحیح سالم ہوگیا اور جس شخص کا رمضان کا مہینہ صحیح سالم ہوگیا اُس کے لیے پورا سال صحیح سالم ہوگیا اور جس شخص کا حج صحیح سالم ہوگیا اُس کی تمام عمر صحیح سالم ہوگئی۔

پس جمعہ کا دن پورے ہفتہ کی میزان اور کسوٹی ہے اور رمضان کا مہینہ پورے سال کی میزان اور کسوٹی ہے اور حج پوری عمر کی میزان اور کسوٹی ہے اور توفیق تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوا کرتی ہے (زادالمعاد)

(یہ بحث ہم نے آگے آنے والے دوسرے حصہ میں جمعہ کی نماز کے لیے جلدی جانے کے فضائل میں ذکر کردی ہے)

ظاہر ہے کہ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے بھی صبح سے فراغت کی ضرورت ہوگی، اور اس غرض کے لیے دوسرے مشاغل سے فارغ ہونا اور کاروباری چھٹی کرنا بھی مستحب ہوگا۔

(۳)...... جمعہ کے دن ایک گھڑی خاص قبولیت کی ہوتی ہے، جس میں دعاء قبول کی جاتی ہے، اور یہ گھڑی کس وقت ہوتی ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

اگرچہ بعض حضرات نے کسی قول کو اور بعض نے دوسرے کسی قول کو ترجیح دی ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ تمام اقوال صبح سے لے کر سورج غروب ہونے کے وقت کے درمیان دائر ہیں۔

(جس کی تفصیل ہم نے پہلے ذکر کردی ہے)

لہٰذا اس قبولیت کی گھڑی کو حاصل کرنے کے لیے بھی جمعہ کے دن کو دنیاوی مشغولیات سے فارغ رکھنے کی ضرورت ہوگی، اور جمعہ کے دن تعطیل سے اس پر بآسانی عمل ہوسکتا ہے۔ [1]

---

[1] ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ:

والحكمة فى إخفائها ليشتغل الناس بالعبادة فى جميع أجزاء نهارها، رجاء أن يوافق دعاؤهم وعبادتهم إياها (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۰۱۲، كتاب الصلاة، باب الجمعة، الفصل الاول)

ترجمہ: قبولیت کی گھڑی کو مخفی رکھنے میں یہ حکمت ہے تاکہ لوگ پورے دن عبادت میں مشغول رہیں، اس اُمید کے ساتھ کہ اُن کی دعاء اور عبادت قبولیت کی گھڑی کو پالے (مرقاۃ)

اور محدث امام نووی لکھتے ہیں کہ:

ويستحب الإكثار من الدعاء فى جميع يوم الجمعة من طلوع الفجر إلى غروب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۴)...... جمعہ کے دن ہفتہ وار عام تعطیل ہونے میں اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت کا اظہار ہے، وہ اس طرح سے کہ دوسرے مذاہب والے اپنے خاص عبادت وتعظیم والے دنوں میں ہفتہ وار عام تعطیل کرکے اس دن کی شرافت وکرامت کا اظہار کرتے ہیں، جب مسلمان جمعہ کے دن یہ عمل کریں گے تو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں جمعہ کے اس عظمت وفضیلت والے اسلامی دن کی کرامت وشرافت کا اظہار ہوگا اور جمعہ کے دن کے عبادت وفضیلت والا دن ہونے کی عملی طور پر تبلیغ ہوگی۔

(۵)......بعض احادیث میں جمعہ کے دن کو مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا گیا ہے، لہٰذا عید کے دن جس طرح چھٹی کو ترجیح دی جاتی ہے، اسی طرح یہ دن بھی چھٹی کا مستحق ہے، کئی احادیث میں جمعہ کے دن کے بارے میں عید کا دن ہونے کا ذکر آیا ہے (جیسا کہ پہلے اپنے مقام پر ذکر کیا جاچکا ہے)

(۶)...... بطورِ خاص ہمارے ملکِ پاکستان کے آئین کا تقاضا یہ ہے کہ ہفتہ یا اتوار کے بجائے جمعہ کے دن کی عام تعطیل کا نظم ہونا چاہئے، کیونکہ پاکستان کے آئین میں یہ صاف ذکر ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الشمس رجاء مصادفة ساعة الإجابة، فقد اختلف فيها على أقوال كثيرة، فقيل :هي بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس، وقيل :بعد طلوع الشمس وقيل :بعد الزوال، وقيل :بعد العصر، وقيل غير ذلك(الاذكارللنووية ،ج ا ، ص۸۵، كتاب اذكار الصلاة، باب مايقال في صبيحة الجمعة)

ترجمہ: اور جمعہ کے پورے دن طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک دعاء کی کثرت کرنا مستحب ہے، قبولیت کی گھڑی کو حاصل کرنے کی خاطر؛ اور اس گھڑی کے بارے میں اختلاف ہے اور بہت زیادہ اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ طلوعِ فجر کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے سے پہلے تک ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ زوال کے بعد ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ عصر کے بعد ہے اور اس کے علاوہ بھی اقوال پائے جاتے ہیں (الاذکار)

''مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق، جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں'' (تصورِ پاکستان بانیانِ پاکستان کی نظر میں، ص ۱۵۳)

اور ظاہر ہے کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ دلائل کا تقاضا ہفتہ یا اتوار کے دن چھٹی کا نہیں بلکہ جمعہ کے دن چھٹی کا ہے۔

(۷)...... تجارت اور کاروبار میں مشغولی کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں مبتلا ہو کر انسان عموماً غافل ہو جاتا ہے، اور مال وپیسہ کی کشش اس کو اپنے اندر ایسی منہمک کر دیتی ہے کہ اس کی وجہ سے جلدی جان نہیں چھوٹتی۔

تو اگر جمعہ کے دن کاروبار میں مشغولی رکھی جائے گی تو اس سے خطرہ ہے کہ جمعہ کی نماز تک یہ مشغولی جاری رہے اور جمعہ کی نماز کی سعی اور جمعہ کی نماز کے خطبہ کے حصول میں بھی خلل آئے (جیسا کہ آجکل مشاہدہ ہے) اس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ شروع دن ہی سے دنیاوی مشغولیات موقوف رکھی جائیں، اور اس دن تعطیل کی جائے۔

(۸)...... اسلاف اور متقدمین سے بھی جمعہ کے دن کی چھٹی کا معمول ثابت ہے، اور ان کی اتباع مستحب ہے۔ [۱]

---

[۱] عن عبد الله قال: ما رأى المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، وما رآه المسلمون سيئا فهو عند الله سيء (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۴۴۶۵، مسند احمد، رقم الحديث ۳۶۰۰)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه، وله شاهد أصح منه إلا أن فيه إرسالا.

و قال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن من أجل عاصم -وهو ابن أبی النجود-، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبی بكر -وهو ابن عياش-، فمن رجال البخاری، وأخرج له مسلم فی "المقدمة" (حاشية مسند احمد)

و قال الهيثمی: رواه أحمد والبزار والطبرانی فی الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۳۲)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ان وجوہات کی بناء پر جمعہ کے دن چھٹی کرنا اور عبادت میں مشغول ہونا مستحب ہے۔ [1]

[1] کئی اہل علم حضرات نے جمعہ کے دن چھٹی کی تحسین فرمائی ہے۔
چنانچہ کفایت المفتی میں ہے کہ:
اگر وہ جمعہ کی اذان سے پہلے کاروبار کو ناجائز نہ سمجھتے ہوں، بلکہ باوجود جائز اور حلال سمجھنے کے محض انتظام، ضروریاتِ نماز کے خیال سے دوکانیں بند رکھیں، کیونکہ غسل وغیرہ کے لیے اور نمازِ جمعہ میں تبکیر یعنی جلدی سے حاضری کے واسطے اس صورت میں آسانی ہے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ موجبِ اجر ہے (کفایت المفتی مبوب جلد۳ صفحہ ۲۸۵)
اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:
اتوار کے دن تعطیل کرنے میں تشبّہ ہے، غیروں کے ساتھ، دینی مدرسہ میں اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد۸ صفحہ ۳۶۳، باب صلاۃ الجمعۃ)
اور حیاتِ ترمذی میں ہے کہ:
جمعہ کے دن جامع مسجد میں بہت جلدی جانا اور صبح سے ہی وہاں پہونچنا شرعاً مستحب اور قربت ہے۔ حدیث شریف میں اس کا ثواب بتلا کر اس کی ترغیب اور فضیلت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے آدابِ جمعہ میں فرمایا ہے۔
اَلرَّابِعُ اَلْبُکُوْرُ اِلَی الْجَامِعِ .... وَیَدْخُلُ وَقْتُ الْبُکُوْرِ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ وَفَضْلُ الْبُکُوْرِ عَظِیْمٌ (شرح الاحیاء ج ۳ ص ۲۴۵)
جب صبح صادق سے ہی جامع مسجد میں جانا باعثِ ثواب اور موجبِ قربت ہے، تو پھر جمعہ کے دن کاروبار بند کر کے ہی یہ فضیلت حاصل کی جاسکتی ہے، اور عام تعطیل کر کے ہی تبکیرِ مستحب اور سویرے جانے پر عمل کیا جاسکتا ہے۔
اس لئے امام غزالی رحمہ اللہ نے ایسے تمام اشغال اور کاموں سے فارغ رہنے کو آدابِ جمعہ میں شمار فرمایا ہے۔ جن میں مشغول ہو کر جمعہ میں سویرے جانے کی فضیلت حاصل کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوسکتی ہے۔
چنانچہ فرماتے ہیں:
وَیُفَرِّغُ قَلْبَہٗ مِنَ الْاِشْغَالِ الَّتِیْ تَمْنَعُہٗ مِنَ الْبُکُوْرِ اِلَی الْجُمُعَۃِ (شرح الاحیاء ج ۳ ص ۲۷۰)
تبکیرِ مستحب کے بھی اگرچہ درجات ہیں اور ہر درجہ کا علیحدہ ثواب وارد ہوا ہے، مگر افضل درجہ صبح کے وقت جامع مسجد جانا ہی ہے، اور یہ درجہ کاروبار اور اشغالِ دنیا میں مصروفیت کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے جمعہ کے دن صبح سے ہی تعطیلِ عام اور کاروبار بند کرنا مستحب ہوگا۔
البتہ اذانِ جمعہ کے بعد کاروبار بند کرنا لازم اور واجب ہوگا، جس کا آیتِ جمعہ میں ذکر ہے، اور شریعت کا مشہور حکم ہے، مگر اذانِ جمعہ کے بعد کاروبار بند ہونے کے وجوبی حکم سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ اذان سے قبل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر کسی ملک وعلاقہ میں اتوار کے روز چھٹی کا نظم ہو اور اس کی وجہ سے کسی کو اتوار کے دن چھٹی کرنی پڑے اور اس کی نیت اتوار کے دن کی تعظیم کی نہ ہو، بلکہ انتظامی مجبوری اور ضرورت ہو، تو ایسا شخص مجبور ہے، اور وہ گناہ گار بھی نہیں ہے۔ ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کاروبار کرنا واجب ہے، اور یہ کہ کاروبار بند کرنا مستحب بھی نہیں ہے۔ ایسا سمجھنا حدیث **تَبْكِيرُ اِلَى الْجُمُعَةِ** (یعنی جمعہ کے دن جلدی اور سویرے جانے) کے خلاف ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اذانِ جمعہ کے بعد تو کاروبار بند کرنا واجب ہے اور اذانِ جمعہ کے قبل اگرچہ وجوبی حکم نہیں ہے، لیکن اس کا استحبابی حکم اوپر ثابت کردیا گیا ہے، اس لئے اگر اذانِ جمعہ کے قبل استحبابی حکم سمجھ کر تعطیل کی جائیگی تو درست ہے۔

تحریرِ بالا سے واضح ہوگیا ہوگا کہ اذانِ جمعہ سے قبل کی تعطیل بدعت اور گناہ اور شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک مستحب اور کارِ ثواب ہے، گو واجب بھی نہیں ہے، واجب صرف اذانِ جمعہ کے بعد نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے تک ہے۔ فقط واللہ اعلم، سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ، ساہیوال ضلع سرگودھا، ۸/ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ (حیاتِ ترمذی صفحہ ۴۰۷ وصفحہ ۴۰۸)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے عربی میں ایک سوال کے جواب میں جمعہ کے دن تدریس سے تعطیل کو مستحب اور سنتِ مسلوکہ للسلف الصالح قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ فرمائی ہے "**لتفردھم فی ھٰذا الیوم للعبادۃ ولکونہ یوم عیدنا**" (ملاحظہ ہو: امداد المفتین صفحہ ۴۰۵، ۴۰۶)

اور آپ کے مسائل اور ان کا حل میں ہے کہ:

چھٹی تو جمعہ کے دن ہی کی ہونی چاہیے (اگر ہفتہ میں ایک دن کی چھٹی ضروری ہو) رہا یہ کہ لوگ اس مقدس دن کو لغویات میں گزارتے ہیں۔

اس کے لیے ان لغویات پر پابندی ہونی چاہیے، اور جو لوگ ان لغویات میں مبتلا ہو کر جمعہ کی نماز میں کوتاہی کرتے ہیں، اُن کو اپنے دین وایمان کی خیر منانی چاہیے (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۸ صفحہ ۴۱۴)

اور انعامُ الباری میں ہے کہ:

اگر ہفتے میں کسی بھی دن چھٹی کرنی ہے، تو جمعہ کا دن زیادہ مستحق ہے، اس لیے کہ چھٹی کی وجہ سے اس دن کو زیادہ سے زیادہ عبادت میں خرچ کرنے کا موقع ہوگا۔

اگر اس دن کو کام کا دن بنادیا تو پھر عبادت کا موقع کم ہوگا، لہٰذا مقصد فوت ہوجائے گا۔

جمعہ کے علاوہ اتوار کو چھٹی کرنے میں دوسری خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں ایک غیر قوم کی نقالی کا شبہ ہے (انعام الباری جلد ۴ صفحہ ۴۱)

؎۱ چنانچہ کفایت المفتی میں ہے کہ:

یکشنبہ کو عیسائی تو اس لیے کاروبار بند رکھتے ہیں کہ یکشنبہ ان کے مذہب کے لحاظ سے مقدس دن ہے، تو اگر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آج کل اتوار کے دن چھٹی کرنے کے خواہش مند حضرات میں سے بعض لوگ ملکی سطح پر اتوار کے دن چھٹی کرنے پر اس لئے زور دیتے ہیں کہ اس دن عالمی منڈیاں خصوصاً مغربی ممالک کی مارکیٹیں بند رہتی ہیں، اس لئے بین الاقوامی سطح پر ان کے ساتھ اس دن کاروبار نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے برعکس جمعہ کے دن عالمی منڈیوں اور مارکیٹوں میں کاروبار جاری رہتا ہے، اس لئے اتوار کے بجائے جمعہ کے دن چھٹی کرنے میں ملک کو معاشی نقصان ہوتا ہے، اور جمعہ کے بجائے اتوار کے دن چھٹی کرنے میں اس نقصان سے بچا جاسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو ایک مسلمان اگر جمعہ کے دن کی چھٹی جمعہ کے دن عبادت اور اطاعت میں مشغولی کے باعث کرے اور اس دن میں عبادت ودعاء وغیرہ میں مشغولی اختیار کرے، تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو اتنا رزق عطا فرمائیں گے جس کا گمان بھی نہیں ہوسکتا۔

دوسرے مغربی ممالک سے سارا دن گزرنے کے بعد رابطہ ہوتا ہے، کیونکہ جب ہمارے ہاں صبح ہوتی ہے تو وہاں شام ہوجاتی ہے، اس لیے چھٹی کے اعتبار سے اتوار یا جمعہ دونوں دن برابر ہیں، لہٰذا یہ شبہ زیادہ وزنی معلوم نہیں ہوتا۔

تیسرے مسلمانوں کے دنیا میں بہت سے ممالک ہیں (اور بہت سے ملکوں میں جمعہ کے دن عام تعطیل بھی ہوتی ہے) اگر سب مسلمان باہم مل کر تجارتی وکاروباری معاملات چلائیں اور جمعہ کے دن چھٹی کریں اور اتوار کو کاروبار کریں تو مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے غیر مسلموں سے زیادہ ترقی کرسکتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کوئی مسلمان بھی یکشنبہ کی تقدیس کی نیت سے کاروبار بند کرے تو یہ مشابہت ہوگی، اور اس کا یہ فعل ناجائز ہوگا، لیکن اگر مسلمان کاروباری حیثیت سے کہ یکشنبہ کو بینک اور ڈاکخانہ کی مالیات کا شعبہ بند ہوتا ہے، ریلوے آفس میں بھی پارسل لینے دینے کا کام بند رہتا ہے، اس روز دوکان بند رکھے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے؛ یہ ایک قسم کی مجبوری ہے، دن کی تقدیس نہیں ہے (کفایت المفتی، مبوب، چھٹا باب، کتاب المعاش، جلد ۷ صفحہ ۳۵۷)

بعض لوگ جمعہ کے دن چھٹی ہونے میں یہ عذر پیش کیا کرتے ہیں کہ لوگ چھٹی کی وجہ سے اس دن کئی خرافات میں مبتلا ہوکراس دن کی ناقدری کرتے ہیں، مگر یہ عذر تو ایسا ہے کہ جیسے کسی مسجد میں اہلِ علاقہ نماز پڑھنے میں کوتاہی کریں، مسجد کو عبادت سے آباد نہ کریں، تو کوئی سمجھ دار اس کا یہ حل تجویز کرے کہ مسجد کو گرادو، یا اس میں دوکانیں بنادو، ظاہر ہے کہ لوگوں کو مسجد آباد کرنے پر راغب کرنا چاہئے، نہ کہ مسجد کی بندش کرنی چاہئے۔

اس لئے مسلمانوں کو اس طرزِ فکر سے باز آنا چاہیے، جمعہ کا دن خرافات اور فضولیات کا دن نہیں، بلکہ عبادت واطاعت کا دن ہے، جو اس امت کو بطورِ خاص عطا ہوا ہے، نہ یہ کہ الٹا جمعہ کے دن کی ناقدری کریں۔

خلاصہ: یہ کہ فی نفسہٖ جمعہ کے دن کاروبار کرنا گناہ نہیں، لیکن اگر ہفتہ وار تعطیل اور چھٹی کرنی ہو تو اس کے لیے جمعہ کا دن منتخب کرنا مستحب اور افضل ہے، تاکہ مسلمان اس دن زیادہ سے زیادہ عبادت کرکے اس دن کے فضائل سے فائدہ اُٹھاسکیں، اور اس دن کے عظمت وفضیلت والا ہونے کا اظہار کرسکیں، نہ یہ کہ اس وجہ سے کہ کاروباری مشاغل سے فارغ رہ کر اس دن کو فضولیات وخرافات اور منکرات وگناہوں کی نذر کریں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو جمعہ کے دن کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر۱۹)

جمعہ کے دن سفر کرنے کا حکم

فی نفسہٖ جمعہ کے دن سفر کرنا شرعاً جائز ہے،اور شریعت کی طرف سے جمعہ کا دن ہونے کی وجہ سے سفر کی ممانعت نہیں، البتہ بعض مخصوص صورتوں میں جبکہ جمعہ کی نماز کا فوت ہونا لازم آئے،تو جمعہ کے دن اس وجہ سے سفر کرنا منع ہوجاتا ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند روایات وآثار ذکر کیے جاتے ہیں،جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ متعلقہ مسائل کا ذکر کیا جائے گا۔

(۱)......حضرت ابنِ شہاب زہری تابعی سے مرسلاً روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَافِرًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ ضُحًى قَبْلَ الصَّلَاةِ (مصنف عبد الرزاق) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن چاشت کے وقت (یعنی سورج طلوع ہونے کے کچھ وقت گزرنے کے بعد) جمعہ کی نماز سے پہلے سفر کے لیے نکلے (عبدالرزاق)

(۲)......ابنِ ابی ذئب سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ شِهَابٍ يُرِيْدُ أَنْ يُّسَافِرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ضَحْوَةً ، فَقُلْتُ لَهٗ: تُسَافِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ؟ فَقَالَ:إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَافَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (مُصنف ابن أبى شيبة) [۲]

ترجمہ:میں نے ابنِ شہاب زہری (تابعی) کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت سفر

---

[۱] رقم الحديث ۵۵۴۰،كتاب الجمعة، باب السفر يوم الجمعة.

[۲] رقم الحديث ۵۱۵۴،كتاب الصلاة، من رخص فى السفر يوم الجمعة.

کا ارادہ کرتے ہوئے دیکھا، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ جمعہ کے دن سفر کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن سفر کیا ہے (ابنِ ابی شیبہ)

(۳)......حضرت قیس سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ: اَلْجُمُعَةُ لَا تَمْنَعُ مِنْ سَفَرٍ (مُصنف ابن أبی شیبة) [۱]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن سفر کرنے کے لیے مانع نہیں ہوتا (ابنِ ابی شیبہ)

(۴)......اور حضرت قیس کی ایک روایت میں ہے کہ:

فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ الْجُمُعَةَ لَاتَحْبِسُ مُسَافِرًا، فَاخْرُجْ مَالَمْ يَحِنُ الرَّوَاحَ (مصنف عبد الرزاق) [۲]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ مسافر کو سفر کرنے سے روکتا نہیں، لہٰذا آپ اُس وقت تک نکل سکتے ہیں، جب تک جمعہ کی نماز کے لیے جانے کا وقت نہ آ جائے (عبدالرزاق، مسند شافعی، بیہقی)

(۵)......حضرت ابنِ سیرین وغیرہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأٰى رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابُ سَفَرٍ بَعْدَ مَا قَضٰى الْجُمُعَةَ فَقَالَ مَاشَأْنُکَ؟ قَالَ أَرَدْتُّ سَفَراً فَكَرِهْتُ أَنْ أَخْرُجَ حَتّٰى أُصَلِّيَ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اِنَّ الْجُمُعَةَ لَاتَمْنَعُکَ السَّفَرَ مَالَمْ يَحْضُرْ وَقْتُهَا (مصنف عبد الرزاق) [۳]

---

[۱] رقم الحدیث ۵۱۴۷، کتاب الصلاة، من رخص فی السفر یوم الجمعة.

[۲] رقم الحدیث ۵۵۳۷؛ باب السفر یوم الجمعة، مسند الامام الشافعی، رقم الحدیث ۱۷۹؛ معرفة السنن والآثار للبیهقی، رقم الحدیث ۱۷۲۰.

[۳] رقم الحدیث ۵۵۳۶، کتاب الجمعة، باب السفر یوم الجمعة.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد دیکھا کہ اُس پر سفر کا لباس ہے، تو حضرت عمر نے (اس شخص سے) فرمایا کہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ اُس نے جواب میں کہا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا تھا، مگر میں نے جمعہ کی نماز ادا کرنے سے پہلے سفر کو مناسب نہیں سمجھا۔ اُس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو فرمایا کہ جب تک جمعہ کا وقت داخل نہ ہو (یعنی زوال نہ ہوجائے) اُس وقت تک آپ کو سفر کی کوئی ممانعت نہیں ہے (عبدالرزاق)

(۶)......حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْـنَ عُـمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، ذُكِرَ لَـهُ: أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْـنِ نُـفَيْـلٍ، وَكَـانَ بَـدْرِيًّا، مَرِضَ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ، فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ، وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ، وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے جمعہ کے دن یہ بات ذکر کی گئی کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو کہ بدری صحابی تھی، وہ بیمار ہوگئے ہیں، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ دن چڑھنے کے بعد جبکہ جمعہ کا وقت قریب ہو چکا تھا، ان کی طرف سوار ہوکر تشریف لے گئے، اور جمعہ کی نماز کو چھوڑ دیا (بخاری)

(۷)......حضرت نافع سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْـنًـا لِسَـعِيْـدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ نُفَيْلٍ كَانَ بِأَرْضٍ لَهُ بِالْعَقِيْقِ، عَلٰى رَأْسِ أَمْيَـالٍ مِّـنَ الْمَدِيْنَةِ، فَلَقِيَ ابْنَ عُمَرَ غَدَاةَ الْجُمُعَةِ فَأَخْبَرَهُ بِشَكْوَاهُ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ (مُصنف ابن أبي شيبة) [2]

ترجمہ: سعید بن زید بن نفیل کے بیٹے کی مقامِ عقیق میں مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلہ پر زمین تھی، تو ان کی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی صبح ملاقات

---

[1] رقم الحديث ۳۹۹۰، كتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرا.

[2] رقم الحديث ۵۱۴۹، كتاب الجمعة، من رخص فی السفر يوم الجمعة.

ہوئی، انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی شکایتِ مرض کی اطلاع دی، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ (مدینہ منورہ شہر کو چھوڑ کر) مقامِ عقیق تشریف لے گئے، اور جمعہ کی نماز کو چھوڑ دیا (ابن ابی شیبہ)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو کا انتقال ہو گیا تھا۔ [1]

(۸)......حضرت عبید اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ:

أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (مصنف عبد الرزاق) [2]

ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ (ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے) مکہ سے جمعہ کے دن (سفر پر) نکلے (عبدالرزاق)

(۹)......حضرت ابنِ ابی وقاص کے بارے میں روایت ہے کہ:

كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْمَدِينَةِ، ثُمَّ يَرْكَبُ إِلٰى قَصْرِهِ بِالْعَقِيقِ وَلَا يُجَمِّعُ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ دُوْنَ الْبَرِيدِ، أَوْ نَحْوٌ مِنْهُ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۵۴۴، كتاب الجمعة، باب السفر يوم الجمعة)

ترجمہ: حضرت ابنِ ابی وقاص جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں فجر کی نماز پڑھ کر، مقامِ عقیق میں اپنے محل کی طرف روانہ ہو جاتے تھے، اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، اور اس کا مدینہ سے فاصلہ ایک برید (یعنی چند میل فاصلہ) کے قریب تھا (عبدالرزاق)

(۱۰)......حضرت یونس سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن نافع، عن ابن عمر أنه، استصرخ فی جنازة سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل وهو خارج من المدينة يوم الجمعة، فخرج إليه ولم يشهد الجمعة حدثنا أبو على الحافظ، أنا عبد الله بن محمد بن ناجية، ثنا محمد بن الصباح، ثنا هشيم فذكره بنحوه(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۵۸۵۰)

[2] رقم الحديث ۵۵۳۹، كتاب الجمعة، باب السفر يوم الجمعة .

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالسَّفَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَالَمْ يَحْضُرْ وَقْتُ الصَّلَاةِ (مُصنف ابن أبي شيبة) [۱]

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ جمعہ کے دن سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ (جمعہ کی) نماز کا وقت داخل نہ ہو (ابنِ ابی شیبہ)

(۱۱)......حضرت خالد سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالسَّفَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۵۱۵۲، كتاب الصلاة، من رخص في السفر يوم الجمعة)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت ابنِ سیرین نے فرمایا کہ جمعہ کے دن سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں (ابن ابی شیبہ)

(۱۲)......حضرت صالح بن کیسان سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهٖ بُكْرَةً يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلَمْ يَنْتَظِرِ الصَّلَاةَ (مصنف عبد الرزاق) [۲]

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ جمعہ کے دن صبح کے وقت اپنے کسی سفر میں نکل گئے، اور آپ نے جمعہ کی نماز کا انتظار نہیں کیا (عبدالرزاق، ابنِ ابی شیبہ)

مذکورہ روایات وآثار سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن سفر کرنا جائز ہے۔

اور جمعہ کا وقت داخل ہونے کے بعد سفر کی ممانعت ذیل کے آثار سے واضح ہوتی ہے۔

(۱۳)......حضرت عطاء سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: إِذَا أَدْرَكَتْكَ الْجُمُعَةُ ، فَلَا تَخْرُجْ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْجُمُعَةَ (مُصنف ابن أبي شيبة) [۳]

---

[۱] رقم الحديث، رقم الحديث ۵۱۵۰، كتاب الصلاة، باب من رخص في السفر يوم الجمعة.

[۲] رقم الحديث ۵۵۳۸، كتاب الجمعة، باب السفر يوم الجمعة ، مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۵۱۴۸، من رخص في السفر يوم الجمعة.

[۳] رقم الحديث ۵۱۵۵، كتاب الصلاة، باب من كره إذا حضرت الجمعة أن يخرج حتى يصلى .

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ جمعہ (کا وقت) پالیں، تو آپ جمعہ پڑھے بغیر، سفر پر نہ نکلیں (ابنِ ابی شیبہ)

(۱۴)...... جلیلُ القدر تابعی حضرت خیثمہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ إِذَا حَضَرَتِ الْجُمُعَةُ أَنْ لَّا يَخْرُجُوا حَتّٰى يُجَمِّعُوا

(مُصنف ابن أبی شيبة) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام اس بات کو پسند کیا کرتے تھے کہ جب جمعہ کا وقت ہو جائے، تو وہ جمعہ پڑھے بغیر سفر پر نہ نکلیں (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا وقت داخل ہونے کے بعد، جمعہ پڑھے بغیر مقیم شخص کو سفر میں نکلنا، مناسب نہیں، تا کہ جمعہ کی نماز فوت نہ ہو جائے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اپنی اقامت گاہ سے سفر کرتا ہے، تو اس پر فرشتے یہ بددعاء کرتے ہیں کہ اس کو سفر میں کوئی ساتھی میسر نہ آئے۔

مگر اس روایت کی سند ضعیف قرار دی گئی ہے۔ [2]

اور اس طرح کا مضمون حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، مگر اس کی سند

---

[1] رقم الحديث ۵۱۵۷، كتاب الجمعة، من كره إذا حضرت الجمعة أن يخرج حتى يصلي.

[2] من سافر من دار إقامته يوم الجمعة دعت عليه الملائكة أن لا يصحب في سفره ." ضعيف. رواه الدارقطني في "الأفراد" من حديث ابن عمر مرفوعا. قال ابن القيم في "الزاد(۱/۱۴۵)" وهو من حديث ابن لهيعة. قلت: وهو ضعيف من قبل حفظه، وأشار الحافظ في "التلخيص" إلى إعلاله به، وأما تصحيح البجيرمي للحديث في "الإقناع(۲/۱۷۷)" فمما لا وجه له إطلاقا. وروى ابن أبي شيبة(۱/۲۰۶/۱) بسند صحيح عن حسان بن عطية قال: "إذا سافر يوم الجمعة دعى عليه أن لا يصاحب ولا يعان في سفر." فهذا مقطوع، ولعل هذا هو أصل الحديث، فوصله ورفعه ابن لهيعة بسوء حفظه ! وللحديث طريق أخرى لكنها موضوعة (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۲۱۸)

شدید ضعیف بلکہ موضوع قرار دی گئی ہے۔ [1]

اب اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے بیان کردہ چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز فرض ہونے کے لیے مقیم ہونا شرط ہے، جو شخص جمعہ کے دن، جمعہ کی نماز کے وقت مسافر ہو، اس پر جمعہ کی نماز فرض نہیں، بلکہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے وقت اس پر حسبِ معمول ظہر کی نماز فرض ہے، جس کی تفصیل اگلے حصہ میں ''نمازِ جمعہ کے لئے مقیم ومسافر سے متعلق احکام'' میں آتی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲...... مقیم ہونا جمعہ کی نماز واجب ہونے کی شرائط میں سے ہے، جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی شرائط میں سے نہیں ہے، اس لئے اگر کوئی مسافر جمعہ کی نماز پڑھتا ہے، تو فرض

---

[1] من سافر يوم الجمعة دعا عليه ملكاه أن لا يصحب في سفره ولا تقضى له حاجة ." موضوع.
أخرجه الخطيب في "كتاب أسماء الرواة عن مالك "من رواية الحسين بن علوان عن مالك عن الزهري عن أبي سلمة عن أبي هريرة مرفوعا، ثم قال الخطيب :الحسين ابن علوان غيره أثبت منه، قال العراقي :قد ألان الخطيب الكلام في الحسين هذا وقد كذبه يحيى بن معين ونسبه ابن حبان إلى الوضع، وذكر له الذهبي في الميزان هذا الحديث وإنه مما كذب فيه على مالك، كذا في " نيل الأوطار (۳/۱۹۴ ـ ۱۹۵) "قلت :ومن العجيب حقا أن العراقي نفسه قد ألان القول أيضا في الحديث هذا بقوله في "تخريج الإحياء(۱/۱۸۸) "بعد أن عزاه للخطيب ....:بسند ضعيف .
وليس في السنة ما يمنع من السفر يوم الجمعة مطلقا، بل روى عنه صلى الله عليه وسلم أنه سافريوم الجمعة من أول النهار، ولكنه ضعيف لإرساله، وقد روى البيهقي(۳/۱۸۷)عن الأسود بن قيس عن أبيه قال :أبصر عمر بن الخطاب رضي الله عنه رجلا عليه هيئة السفر فسمعه يقول :لولا أن اليوم يوم جمعة لخرجت قال عمر رضي الله عنه :اخرج فإن الجمعة لا تحبس عن سفر، ورواه ابن أبي شيبة (۲/۲۰۵/۲)مختصرا، وهذا سند صحيح رجاله كلهم ثقات، وقيس والد الأسود وثقه النسائي وابن حبان، فهذا الأثر مما يضعف هذا الحديث وكذا المذكور قبله إذ الأصل أنه لا يخفى على أمير المؤمنين عمر لو كان صحيحا(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۲۱۹)

[2] ج -سقوط وجوب الجمعة:
-اتفق الفقهاء على أن الإقامة من شروط وجوب الجمعة، وعلى هذا فلا تجب الجمعة على المسافر لقول النبي :من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة، إلا مريض أو مسافر أو امرأة أو صبي أو مملوك ولأن النبي وأصحابه كانوا يسافرون في الجمع وغيره فلم يصل أحد منهم الجمعة فيه مع اجتماع الخلق الكثير، ولأن المسافر يحرج في حضور الجمعة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۳۶، مادة " سفر")

نماز کی ادائیگی کرتا ہے، اور جمعہ کی نماز پڑھنے سے اس کے ذمہ سے ظہر کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے، اوراسی وجہ سے مسافر شخص کو جمعہ کی نماز میں امامت کرانا بھی جائز ہے، خواہ اس کے تمام مقتدی مقیم ہوں، یا مسافر، یا بعض مقتدی مقیم ہوں اور بعض مسافر۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... جس شخص میں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض اور صحیح ہونے کی شرائط پائی جائیں، جن شرائط میں یہ شرط بھی داخل ہے کہ وہ جمعہ کے دن کسی جگہ مقیم ہو، تو اسے جمعہ کے دن زوال کے بعد جمعہ کی نماز چھوڑ کر سفر پر نکلنا جائز نہیں ہوتا، کیونکہ اس پر زوال ہونے کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے کا استحقاق ثابت ہوجاتا ہے۔

البتہ اگر راستہ میں یا منزل پر پہنچ کر جمعہ کی نماز ادا کرنا ممکن ہو، تو پھر زوال کے بعد سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کسی مقیم شخص کو جمعہ کی نماز کا انتظار کرنے میں اپنے رفقاء سے بچھڑ جانے یا سواری

---

[1] ولا تجب الجمعة على مسافر ولا امرأة ولا مريض ولا عبد ولا أعمى "لأن المسافر يحرج في الحضور وكذا المريض والأعمى والعبد مشغول بخدمة المولى والمرأة بخدمة الزوج فعذروا دفعا للحرج والضرر "فإن حضروا وصلوا مع الناس أجزأهم عن فرض الوقت "لأنهم تحملوه فصاروا كالمسافر إذا صام "ويجوز للمسافر والعبد المريض أن يؤم في الجمعة "وقال زفر رحمه الله لا يجزئه لأنه لا فرض عليه فأشبه الصبي والمرأة ولنا أن هذه رخصة فإذا حضروا يقع فرضا على ما بيناه أما الصبي فمسلوب الأهلية والمرأة لا تصلح لإمامة الرجال وتنعقد بهم الجمعة لأنهم صلحوا للإمامة فيصلحون للاقتداء بطريق الأولى (الهداية، ج ا، ص ۸۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

م :(فإن حضروا) ش :أي فإن حضر هؤلاء المذكورين في يوم الجمعة إلى الصلاة .م: (وصلوا مع الناس أجزأهم عن فرض الوقت) ش :أي أجزأتهم الجمعة عن الظهر .وقال ابن قدامة :لا نعلم في هذا خلافا .وقال ابن المنذر :أجمع من يحفظ عنه من أهل العلم على أن النساء لو صلين الجمعة يجزئهن عن الظهر، مع إجماعهم على أن لا جمعة عليهن، انتهى (البناية شرح الهداية، ج۳، ص ۷۲، باب صلاة الجمعة، من لا تجب عليه الجمعة)

المسافر إذا صلى الجمعة والعيدين وضحى صح ذلك منه وأثيب (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ج ا، ص ۴۲۱، باب صلاة المسافر)

چھوٹ جانے کا خوف ہو، تو بھی بعض فقہائے کرام کے نزدیک اسے جمعہ کے دن زوال کے بعد سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ [1]

جہاں تک ایسے شخص کا جمعہ کے دن زوال سے پہلے سفر کرنے کا تعلق ہے، تو حنفیہ کے نزدیک زوال سے پہلے سفر پر نکلنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ زوال سے پہلے اس کے ذمہ جمعہ کی نماز کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] اتفق الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة على حرمة إنشاء السفر بعد الزوال (وهو أول وقت صلاة الجمعة) من المصر الذى هو فيه إذا كان ممن تجب عليه وعلم أنه لا يدرك أداء ها فى مصر آخر، فإن فعل ذلك فهو آثم على الراجح ما لم يتضرر بتخلفه عن رفقته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص ٢٨، مادة "مصر")

يحرم عند الجمهور إنشاء سفر بعد الزوال (وهو أول وقت الجمعة) من المصر الذى هو فيه، إذا كان ممن تجب عليه الجمعة، وعلم أنه لن يدرك أداء ها فى مصر آخر .فإن فعل ذلك فهو آثم على الراجح ما لم يتضرر بتخلفه عن رفقته .وهذا ما ذهب إليه جمهور الفقهاء -الحنفية والمالكية والحنابلة -حيث صرحوا بحرمة السفر بعد الزوال . كما صرح المالكية والحنابلة بكراهة السفر بعد طلوع فجر يوم الجمعة.

وذهب الشافعى فى الجديد :إلى أن حرمة السفر تبدأ من وقت الفجر وهو المفتى به فى المذهب، ودليله :أن مشروعية الجمعة مضافة إلى اليوم كله لا إلى خصوص وقت الظهر، بدليل وجوب السعى إليها قبل الزوال على بعيد الدار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص ٢١١، مادة "صلاة")

حكم السفر فى يوم الجمعة:

اتفق الفقهاء على حرمة السفر فى يوم الجمعة بعد الزوال لمن تلزمه الجمعة؛ لأن وجوبها تعلق به بمجرد دخول الوقت، فلا يجوز له تفويته .والحكم عند الحنفية الكراهة التحريمية، وحددوا ذلك بالنداء الأول .واستثنوا من ذلك ما إذا تمكن المسافر من أداء الجمعة فى طريقه أو مقصده، فلا يحرم حينئذ لحصول المقصود بذلك .كما استثنى المالكية والشافعية والحنابلة التضرر من فوت الرفقة، فلا يحرم دفعا للضرر عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٥، ص ٤٠، مادة "سفر")

وإن كان الخروج بعد الزوال، فإن كان يمكنه أن يخرج من مصره قبل خروج وقت الظهر، فإنه لا بأس به بالخروج قبل إقامة الجمعة، وإن كان لا يمكنه أن يخرج من مصره قبل خروج وقت الجمعة، فلا ينبغى له أن يخرج، بل يشهد الجمعة ثم يخرج (المحيط البرهانى، ج٢، ص٨٩، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون)

[2] اور حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کے دن طلوعِ فجر کے بعد اور زوال سے پہلے سفر کرنا مکروہ یا ممنوع ہوتا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴......جس شخص پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض نہ ہو، مثلاً یہ کہ وہ مسافر ہو، یا عورت ہو، جس پر جمعہ فرض نہیں، تو اس کو جمعہ کے دن زوال سے پہلے اور زوال کے بعد سفر کرنا اور سفر کا جاری رکھنا جائز ہوتا ہے، اور ظہر کے وقت حسبِ معمول اس کو ظہر کی نماز پڑھنا فرض

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نوع آخر فی الرجل يريد السفر يوم الجمعة:وإنه علی وجهين :إن كان الخروج قبل الزوال فلا بأس به بلا خلاف؛ لأن الجمعة لا تجب قبل الزوال فلا يصير بالخروج تاركا فرضا، وصار الخروج قبل الزوال، وليس فيه ترك فرض، نظير الخروج يوم الخميس (المحيط البرهانی، ج۲،ص ۸۹،كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون)

وأما السفر قبل الزوال، فهو محل خلاف بين الفقهاء ، فذهب المالكية والحنابلة إلى كراهة السفر قبل الزوال؛ لحديث ابن عمر رضی الله تعالی عنهما أن النبی صلی الله عليه وسلم قال :من سافر من دار إقامة يوم الجمعة دعت عليه الملائكة أن لا يصحب فی سفره، ولا يعان فی حاجته.

قال المالكية :بعد فجر يومها علی المشهور خلافا لما رواه علی بن زياد وابن وهب عن مالك بإباحته.

وقال الحنابلة :بعد طلوع الفجر قبل الزوال إلا إذا أتی بها فی طريقه فلا يكره.

وذهب الحنفية إلی جواز السفر قبل الزوال بلا خلاف عندهم، وكذا بعد الفراغ منها وإن لم يدركها.

وذهب الشافعية إلی تحريم السفر قبل الزوال أيضا -وأوله الفجر -لوجوب السعی علی بعيد المنزل قبله، والجمعة مضافة إلی اليوم .فإن أمكنه الجمعة فی طريقه أو تضرر بتخلفه جاز وإلا فلا. ولا فرق فی ذلك بين أن يكون السفر مباحا أو طاعة فی الأصح.

كما يكره عند الشافعية السفر ليلة الجمعة لخبر من سافر ليلة الجمعة دعا عليه ملكاه (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۵،ص ۴۰،مادة "سفر")

السفر يوم الجمعة :للفقهاء رأيان فی مشروعية السفر يوم الجمعة بعد الفجر، فأجازه الحنفية والمالكية، ومنعه الشافعية والحنابلة إن خيف فوت الجمعة، واتفقوا علی منعه بعد دخول وقت الظهر (أی بعد الزوال) وقبل أداء صلاتها.

قال الحنفية :لابأس بالسفر يوم الجمعة إذا خرج عن عمران المصر قبل دخول وقت الظهر، والصحيح أنه يكره السفر بعد الزوال وقبل أن يصلی الجمعة، ولا يكره قبل الزوال.

وكذلك قال المالكية :يجوز السفر يوم الجمعة قبل الزوال، ولكنه يكره لمن لا يدركها فی طريقه، ويحرم ويمنع بعد الزوال وقبل الصلاة اتفاقا .ودليلهم قول عمر :الجمعة لا تحبس عن سفر.

وقال الشافعية والحنابلة :يحرم علی من تجب عليه الجمعة السفر قبل الزوال وبعده، إلا أن تمكنه الجمعة فی طريقه أو يتضرر بتخلفه عن الرفقة أو كان السفر واجبا كالسفر لحج ضاق وقته وخاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہوتا ہے، کیونکہ اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں، اس لئے وہ فرض چھوڑ کر جانے والا شمار نہیں ہوتا۔[1]

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کوئی شخص شرعی مسافر تھا، اور اس نے ابھی کسی جگہ جمعہ کی نماز نہیں پڑھی، اور نہ ہی ابھی تک ظہر کی نماز ادا کی، اور اسی حالت میں وہ کسی ایسی جگہ مقیم ہوگیا، جہاں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے، اور وہاں ابھی جمعہ کی نماز ادا نہیں کی گئی، تو اس کو جمعہ کی نماز پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے۔[2]

مسافر اور مقیم کے نمازِ جمعہ سے متعلق مزید احکام دوسرے حصہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فوته، لما روى ابن عمر :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من سافر من دار إقامة يوم الجمعة، دعت عليه الملائكة، لا يصحب في سفره، ولا يعان على حاجته، وهذا وعيد لا يلحق بالمباح، ولأن الجمعة قد وجبت عليه، فلم يجز له الاشتغال بما يمنع منها كاللهو والتجارة.

كذلك كره الشافعية السفر ليلة الجمعة، جاء في الإحياء للغزالي :من سافر ليلة الجمعة دعا عليه ملكان وفي تقديري أن رأي المالكية والحنفية أصح، تيسيرا على الناس، ومنعا للحرج، ولضعف حديث الفريق الثاني (الفقه الاسلامي وادلته للزحيلي، ج٢، ص ١٢٨٩، وص ١٢٩٠، المبحث الثاني، المطلب الثالث، السفر يوم الجمعة)

[1] اتفق الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة على حرمة إنشاء السفر بعد الزوال (وهو أول وقت صلاة الجمعة) من المصر الذي هو فيه إذا كان ممن تجب عليه وعلم أنه لا يدرك أداء ها في مصر آخر، فإن فعل ذلك فهو آثم على الراجح ما لم يتضرر بتخلفه عن رفقته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص٢٨، مادة "مصر")

[2] اتفق الفقهاء على أن الإقامة من شروط وجوب الجمعة، فلا تجب الجمعة على المسافر، فإذا انقطع السفر قبل إقامة صلاة الجمعة، وجبت صلاة الجمعة، وانقطاع السفر يكون بدخول الوطن الأصلي مطلقا، ولو مرورا فيه، أو بعده مقيما في وطن الإقامة بشروطه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٤، ص١٦، مادة "وطن")

دوسرا حصہ

نمازِ جمعہ

کے

فضائل واحکام

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں

جمعہ مبارکہ کے دن کی مخصوص ''نمازِ جمعہ'' سے متعلق مدلّل ومفصَّل فضائل واحکام

(باب نمبر ۱)

نمازِ جمعہ کی اہمیت اور فضائل

اسلام میں نمازِ جمعہ کی بڑی تاکید واہمیت ہے، اور احادیث میں نمازِ جمعہ کو بلاعذر ترک کرنے پر بڑی سخت وعیدوں کا ذکر آیا ہے، یہاں تک کہ لگاتار چند مرتبہ نمازِ جمعہ ترک کرنے پر دلوں پر مہر لگا دیئے جانے اور دلوں میں نفاق پیدا ہونے کا ذکر آیا ہے۔

اس کے علاوہ احادیث میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کے مختلف فضائل کا بھی ذکر آیا ہے، جو عظیم الشان فضائل ہیں، بعض احادیث میں نمازِ جمعہ کو صحیح آداب کے ساتھ ادا کرنے کی صورت میں ایک ہفتہ اور بعض احادیث میں دس دن کے صغیرہ گناہوں کی معافی کا ذکر آیا ہے، اور بعض احادیث میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کے اور بھی عظیم فضائل کا ذکر آیا ہے۔

البتہ اس سلسلہ میں مروی بعض احادیث وروایات سند کے اعتبار سے کمزور یا نا قابلِ اعتبار بھی ہیں۔

مسلمانوں کو نمازِ جمعہ کی اہمیت اور اس کی صحیح ومستند فضیلتوں کو ملاحظہ کرنا، سمجھنا اور ان کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں پائی جانے والی کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہئے۔

آگے الگ الگ فصلوں کے تحت نمازِ جمعہ کی تاکید واہمیت اور اس کے فضائل کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(فصل نمبر۱)

نمازِ جمعہ کی تاکید واہمیت

جمعہ کی نماز فرض ہے، اور اس کی تاکید واہمیت قرآن مجید کی آیت اور بے شمار احادیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے، اس لئے نمازِ جمعہ کا منکر کافر قرار دیا گیا ہے۔ [۱]

ذیل میں اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں نمازِ جمعہ کا حکم

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ. ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورة الجمعة، رقم الآية ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب ندا (یعنی اذان) دی جائے، نماز کے لیے جمعہ کے دن کی، تو تم سعی کرو اللہ کے ذکر کی طرف، اور چھوڑ دو بیع کو، یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم رکھتے ہو علم (سورہ جمعہ)

---

[۱] صلاة الجمعة من الفرائض المعلوم فرضيتها بالضرورة، وبدلالة الكتاب والسنة؛ فيكفر جاحدها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۱۹۳، مادة "صلاة الجمعة")

قال ابن الهمام: الجمعة فريضة محكمة بالكتاب والسنة والإجماع، وقد صرح أصحابنا بأنه فرض آكد من الظهر، وبإكفار جاحدها اهـ، وقال في كتاب الرحمة في اختلاف الأمة: اتفق العلماء على أن الجمعة فرض على الأعيان، وغلطوا من قال: هي فرض كفاية(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۰۲۳، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

فالجمعة فرض لا يسع تركها ويكفر جاحدها والدليل على فرضية الجمعة الكتاب والسنة وإجماع الأمة(بدائع الصنائع، ج۱ص۲۵۶، فصل كيفية فرضية صلاة الجمعة، فصل صلاة الجمعة)

مذکورہ آیت میں جمعہ کی اذان ہونے پر ذکر یعنی نمازِ جمعہ کی سعی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس سے نمازِ جمعہ کا فرض ہونا معلوم ہوا۔ [1]

اور جمعہ کی فرضیت قرآن مجید کے علاوہ سنت اور اجماعِ امت سے بھی ثابت ہے۔ [2]

اذان سننے والے کو نمازِ جمعہ کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] صلاة الجمعة من الفرائض المعلوم فرضيتها بالضرورة، وبدلالة الكتاب والسنة؛ فيكفر جاحدها .قال الكاساني:

الجمعة فرض لا يسع تركها، ويكفر جاحدها والدليل على فرضيتها :الكتاب والسنة وإجماع الأمة.

أما الكتاب فقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله قيل " :ذكر الله "هو صلاة الجمعة، وقيل :هو الخطبة، وكل ذلك حجة؛ لأن السعي إلى الخطبة إنما يجب لأجل الصلاة، بدليل أن من سقطت عنه الصلاة لا يجب عليه السعي إلى الخطبة، فكان فرض السعي إلى الخطبة فرضا للصلاة؛ ولأن ذكر الله يتناول الصلاة ويتناول الخطبة من حيث إن كل واحد منهما ذكر الله تعالى.

وقد استدل الإمام السرخسي -أيضا -بالآية المذكورة من وجهين:

الوجه السابق، ووجه آخر حيث قال : اعلم أن الجمعة فريضة بالكتاب والسنة، أما الكتاب فقوله تعالى :(فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع) والأمر بالسعي إلى الشيء لا يكون إلا لوجوبه، والأمر بترك البيع المباح لأجله دليل على وجوبه أيضا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص١٩٣، مادة "صلاة الجمعة")

[2] ثم فرضية الجمعة :بالكتاب والسنة والإجماع ونوع من المعنى :أما الكتاب :فالآية المذكورة، والمراد من الذكر فيها الخطبة باتفاق المفسرين، والأمر للوجوب، فإذا فرض السعي إلى الخطبة التي هي شرط جواز الصلاة فإلى أصل الصلاة كان أوجب، ثم أكد الوجوب بقوله: (وذروا البيع) فحرم البيع بعد النداء ، وتحريم المباح لا يكون إلا من أجل واجب . .وأما السنة: فحديث جابر وأبي سعيد قالا :(خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم . .) . الحديث، وفيه: (واعلموا أن الله فرض عليكم صلاة الجمعة. .) الحديث .رواه البيهقي .وروى أبو داود من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال :(الجمعة على من سمع النداء) ، وعن حفصة، رضي الله تعالى عنها، أنه صلى الله عليه وسلم قال :(رواح الجمعة واجب على كل محتلم) ، رواه النسائي بإسناد صحيح على شرط مسلم، قاله النووي .وأما الإجماع :فإن الأمة قد أجمعت من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم :إلى يومنا هذا على فرضيتها من غير إنكار(عمدة القاري للعيني، ج٦ص١٦٢، كتاب الجمعة)

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْجُمُعَۃُ عَلٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ

(سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز اس شخص پر واجب ہے، جو نداء (یعنی اذان) سنے (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ اذان سننے والے پر جمعہ کی نماز واجب ہے، اذان سننے والے کو نمازِ جمعہ چھوڑنے پر اور بھی کئی احادیث میں وعیدیں آئی ہیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی جمعہ کی اذان کی آواز سنے، اور اسے جمعہ کی نماز سے کوئی عذر نہ ہو، تو وہ نمازِ جمعہ چھوڑنے کی وجہ سے گناہ گار ہوتا ہے، جس سے نمازِ جمعہ کا واجب ہونا معلوم ہوا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٠٥٦، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب من تجب عليه الجمعة.
قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية ابى داؤد)

[2] اور اس طرح کی احادیث کے پیشِ نظر بہت سے فقہائے کرام شہر سے متصل جمعہ کی آواز سننے والے لوگوں پر بھی جمعہ کی فرضیت کے قائل ہیں، جبکہ شہر کے لوگوں پر اذانِ جمعہ سنے بغیر بھی وجوبِ جمعہ کے قائل ہیں۔

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أنه تجب الجمعة على من كان خارج المصر .
قال ابن قدامة :فأما غير أهل المصر ممن كان بينه وبين الجامع فرسخ فما دون فعليه الجمعة، وإن كان أبعد فلا جمعة عليه، روى هذا عن سعيد بن المسيب والليث وإسحاق ، لما روى عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :الجمعة على من سمع النداء ، ولأن النبى صلى الله عليه وسلم قال للأعمى الذى قال :ليس لى قائد يقودنى :أتسمع النداء ؟ قال :نعم !قال :فأجب، ولأن من سمع النداء داخل فى عموم قول الله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله)
وهذا يتناول غير أهل المصر إذا سمعوا النداء ، ولأن غير أهل المصر يسمعون النداء وهم من أهل الجمعة، فلزمهم السعى إليها كأهل المصر .
وروى عن ابن عمر وأبى هريرة وأنس رضى الله عنهم ونافع وعكرمة والحكم وعطاء والأوزاعى أنهم قالوا :الجمعة على من آواه الليل إلى أهله، وهو من حديث أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم .
وذهب أبو حنيفة وأبو يوسف إلى أنه لا جمعة على من كان خارج المصر، لأن عثمان رضى الله عنه صلى العيد فى يوم جمعة ثم قال لأهل العوالى :من أراد منكم أن ينصرف فلينصرف، ومن أراد أن يقيم حتى يصلى الجمعة فليقم، ولأنه خارج المصر فأشبه الحل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص٢٧، ٢٨، مادة "مصر")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نمازِ جمعہ کے تارکین کے گھروں میں آگ لگانے کا ارادہ

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُم (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ کی نماز سے پیچھے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(مسئله) من كان مقيما فى قرية لا يقام فيها الجمعة او فى برية هل يجب عليهم حضور الجمعة بالمصر قال ابو حنيفة رح ومحمد رح لا يجب عليه الجمعة مطلقا وقال ابو يوسف رح والشافعى رح واحمد رح واسحق رح ان كان يبلغهم نداء مؤذن جهورى الصوت يوذن فى وقت تكون الأصوات هادئة والرياح يجب عليهم حضور الجمعة كذا قال مالک رح لكن حده بفرسخ وربيعة باربعة أميال وقال ابن همام قال بعض العلماء قدر ميل وقيل قدر ميلين ولم يجده الشافعى رح وعن احمد فى التحديد نحو قولهما والحجة بهذا القول عموم قوله تعالى إذا نودى للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا وقوله عليه السلام انما الجمعة على من سمع النداء رواه ابو داود وغيره من عبد الله بن عمرو فى رواية بلفظ الجمعة على من سمع النداء (التفسير المظهرى، ج۹،ص ۲۹۰،سورة الجمعة)

ثم فى ظاهر الرواية لا تجب الجمعة إلا على من سكن المصر والأرياف المتصلة بالمصر .وعن أبى يوسف -رحمه الله تعالى -أن كل من سمع النداء من أهل القرى القريبة من المصر فعليه أن يشهدها وهو قول الشافعى -رضى الله تعالى عنه -لظاهر قوله تعالى (إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة)(المبسوط،للسرخسى،ج۲ص ۲۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

ومن هو فى أطراف المصر ليس بينه وبين المصر فرجة بل الأبنية متصلة فعليه الجمعة وإن كان بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعى فلا جمعة عليه وإن كان يسمع النداء وعند محمد رحمه الله إن سمع النداء فعليه الجمعة(منية المصلى،ص ۲۹۹، فصل فى صلاة الجمعة)

[1] رقم الحديث ۶۵۲ "۲۵۴"كتاب المساجد ومواضع الصلاة؛ باب الذين يتخلفون عن صلاة الجماعة والجمعة، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۰۸۰ .

قال الحاكم: وهو صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه هكذا إنما خرجا بذكر العتمة، وسائر الصلوات .

وقال الذهبى فى التلخيص: على شرطهما.

رہ جاتے ہیں، فرمایا کہ میرے دل میں آتا ہے کہ میں کسی شخص کو کہہ جاؤں کہ وہ (جمعہ کی نماز میں حاضر شدہ) لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کو جو جمعہ کی نماز میں نہیں آتے ان کے گھروں سمیت آگ لگادوں (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے بہت ہی شفیق اور مہربان تھے، لیکن اس کے باوجود آپ نے جمعہ کی نماز سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں اتنے غم وغصہ کا اظہار فرمایا، اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ جمعہ کی نماز سے پیچھے رہ جانے والوں کو آخرت کے سخت عذاب سے ڈرانے اور بچانے کے پیشِ نظر ایسا فرمایا۔ [1]

نمازِ جمعہ کے تارکین کے دلوں پر مہر لگادی جاتی ہے

حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمِ الْجُمُعَاتِ اَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ (مسلم) [2]

---

[1] (عن ابن مسعود، أن النبی صلی الله عليه وسلم قال :لقوم) ، أی :فی شأنهم، قال ابن حجر: أو عنهم، وهو غير صحيح كما لا يخفى .(يتخلفون عن الجمعة) : قال الطيبی :سبق معنى الحديث فی باب الجماعات .("لقد هممت أن آمر رجلا يصلی بالناس، ثم أحرق ") : بالنصب، وفی نسخة بالتشديد ("على رجال يتخلفون ") ، أی :بغير عذر ("عن الجمعة ") ، أی :عن إتيانها ("بيوتهم ") : بضم الباء وكسرها مفعول لأحرق، والمعنى لقد أردت أن أجعل خليفتی فی الإمامة، ثم أتوجه بخدمتی نحو المتخلفين فأحرق بيوتهم، أی :ما فی بيوتهم من أنفسهم ومتاعهم عليهم، وفی هذا من الوعيد ما لا يوصف.

قال السيد بادشاه رحمه الله :فإن قلت :كيف يترک الفرض ويشتغل بهم؟ قلت :المقصود التغليظ والمبالغة دون الحقيقة، على أنه يجوز تركه إلى بدل لمصلحة ضرورة إذا أدى إليه الاجتهاد، ولكن الإحراق إنما يتصور إذا كان تخلفهم جحودا، ولعله وقع قبل نسخ الهم بالتحريق . قلت :لا يلزم من جعل الخليفة ترک فرض الجمعة مطلقا، فإنه يتصور تكرارها، كما هو الآن من المسائل الاجتهادية الخلافية(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۰۲۶، كتاب الصلاة، باب وجوبها)

[2] رقم الحديث ۸۶۵"۴۰"كتاب الجمعة، باب التغليظ فی ترک الجمعة.

ترجمہ: اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرِ منبر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یا تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ جمعہ کی نمازیں چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ اللہ (جمعہ چھوڑنے کے وبال کی وجہ سے) ان کے دلوں پر مہر لگادے گا، پھر وہ غافل لوگوں ہی میں سے ہوجائیں گے (مسلم)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَسْمَعُوْنَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ لَا يَأْتُوْنَهَا أَوْ لَيَطْبَعَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنَنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۹۷، ج ۱۹ ص ۹۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ جمعہ کے دن، جمعہ کی اذان کو سنتے ہیں، پھر وہ جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آتے، تو وہ باز آجائیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا، پھر وہ غافلین میں سے ہوکر رہ جائیں گے (طبرانی)

دلوں پر مہر لگانے سے مراد یہ ہے کہ دلوں پر پردہ پڑ جاتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی الطاف وعنایات سے محروم ہوجاتا ہے، اور جہل اور سختی وغیرہ پیدا ہوجاتی ہے، جو اصلاح وہدایت کے لئے مانع بن جاتی ہے، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جمعہ چھوڑنے والے کے دل میں نفاق پیدا ہوجاتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [2]

اس حدیث کی تشریح میں بعض محدثین نے فرمایا کہ بلا شرعی عذر کے جمعہ کی نماز چھوڑتے

---

[1] قال المنذری: رواه الطبرانی فی الكبير بإسناد حسن (الترغيب و الترهيب للمنذری، تحت رقم الحديث ۱۰۹۰)

و قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۸۱)

[2] (طبع الله على قلبه) أی ختم عليه وغشاه ومنعه ألطافه وجعل فيه الجهل والجفاء والقسوة أو صير قلبه قلب منافق (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۸۵۸۹)

رہنے والے لوگوں کے دلوں پر مہر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ جمعہ کی نماز چھوڑتے رہنے کی عادت سے دلوں پر زنگ کا غلبہ ہوجاتا ہے، اور نیک اعمال یا ان کی برکات سے محرومی مقدر بن جاتی ہے، اور پھر اس کے نتیجہ میں دل کی غفلت بڑھتی رہتی ہے، جو انسان کے لئے بڑی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ [1]

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے تین جمعوں (کی نمازوں) کو سستی کی وجہ سے چھوڑ دیا تو اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے (ابوداؤد، مسند احمد، حاکم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ

---

[1] ("أو ليختمن الله على قلوبهم ") ، أى :ليمنعنهم لطفه وفضله، والختم الطبع 'ومثله الرين.......... ("ثم ليكونن من الغافلين ") ، أى :معدودين من جملتهم، قال الطيبى :(ثم) لتراخى الرتبة فإن كونهم من جملة الغافلين المشهود عليهم بالغفلة أدعى لشقائهم، وأنطق لخسرانهم من مطلق كونهم مختوما عليهم، قال القاضى :والمعنى أن أحد الأمرين كائن لا محالة، إما الانتهاء عن ترك الجمعات، وإما ختم الله على قلوبهم، فإن اعتياد ترك الجمعة يغلب الرين على القلب، ويزهد النفوس فى الطاعة، وذلك يؤدى بهم إلى أن يكونوا من الغافلين(مرقاة المفاتيح ، ج۳ص۱۰۲۳ كتاب الصلاة،باب وجوب الجمعة)

[2] رقم الحديث ۱۰۵۲ ،كتاب الصلاة، ابواب الجمعة،باب التشديد فى ترك الجمعة؛ مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۴۹۸ ؛ مستدرك حاكم، رقم الحديث ۱۰۳۴ .

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو -وهو ابن علقمة ابن وقاص الليثى -فهو صدوق حسن الحديث(حاشية ابى داؤد)

وقال ايضاً:اسنادهٔ حسن(حاشية مسند احمد)

وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه

وقال الذهبى: على شرط مسلم.

غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بغیر ضرورت کے (یعنی شرعی عذر کے بغیر) تین جمعوں (کی نمازوں) کو چھوڑ دیا، اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا (ابنِ ماجہ، ابنِ خزیمہ)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ طُبِعَ عَلٰى قَلْبِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۵۵۸) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بغیر ضرورت کے تین مرتبہ جمعہ چھوڑ دیا، تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے (مسند احمد)

ملحوظ رہے کہ کسی حدیث میں بغیر ضرورت اور کسی حدیث میں سُستی کی وجہ سے تین جمعے چھوڑنے پر دل پر مہر لگانے کی وعید ہے، مطلب دونوں کا قریب قریب ہے، کیونکہ سُستی میں بھی کوئی ضرورت اور مجبوری نہیں ہوتی، سوائے نفس وشیطان کی شرارت کے۔

اور جو شخص معذور ہو یعنی اُسے ایسا عذر ہو کہ شریعت نے اس پر اس عذر کی وجہ سے نمازِ جمعہ کو لازم قرار نہ دیا ہو، وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

اس طرح کی احادیث کی کثرت کے پیشِ نظر بعض حضرات نے تین جمعہ چھوڑنے پر دل پر مہر

---

[1] رقم الحديث ۱۱۲۶، كتاب اقامه الصلاة والسنة فيها، باب فيمن ترك الجمعة من غير عذر؛ صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۸۵۶.
قال الدكتور مصطفىٰ الاعظمى: اسنادهٗ صحيح (حاشية ابنِ خزيمة)
وقال المنذرى: وروى ابن ماجه عنه بإسناد جيد مرفوعا (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۱۰۹۲، كتاب الجمعة الترغيب فى صلاة الجمعة)
قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل أسيد: وهو ابن أبى أسيد البراد (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

لگانے کی حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ [1]

نمازِ جمعہ کے ترک سے منافق ہونے کا اندیشہ

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَهُوَ مُنَافِقٌ (صحیح ابنِ حبان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے (کی نمازیں) بغیر کسی (شرعی) عذر کے چھوڑ دے، تو وہ منافق ہے (ابنِ حبان، ابنِ خزیمہ)

حضرت یحییٰ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، ثُمَّ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ فَلَمْ يُجِبْ، ثُمَّ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، طَبَعَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى قَلْبِهٖ، فَجُعِلَ قَلْبَ مُنَافِقٍ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۷۱۶۷) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کی اذان کو سنا، پھر جمعہ کی

---

[1] (من ترک الجمعة ثلاثاً من غیر عذر طبع الله علی قلبه) - من ترک الجمعة ثلاثاً من غیر عذر طبع اللہ علی قلبه أورده فی الأزهار من حدیث أبی الجعد الضمری وجابر وأبی قتادة وأسامة وحارثة بن النعمان وابن عمر وأبی هریرة وابن أبی أوفی وأبی عبس بن جبر وابن عباس وابن أسعد بن زرارة وصفوان ابن سلیم مرسلاً اثنی عشر نفساً.

(قلت) فی الباب أیضاً عن عائشة وکعب بن مالک ومحمد ابن عباد بن جعفر مرسلاً (نظم المتناثر، تحت رقم الحدیث ۹۲، کتاب الجمعة والعید)

[2] رقم الحدیث ۲۵۸، کتاب الایمان، باب ماجاء فی الشرک والنفاق، صحیح ابنِ خزیمة، رقم الحدیث ۱۸۵۷.

قال شعیب الارنؤوط: اسنادهٗ حسن (حاشیة ابن حبان)

قال الدکتور محمد مصطفیٰ الاعظمی: اسناده حسن صحیح (حاشیة ابن خزیمة)

[3] قال حسین سلیم أسد: إسناده حسن (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

نماز کے لیے نہیں آیا، یا (یہ فرمایا کہ)اس کا(عمل سے) جواب نہیں دیا، پھر دوبارہ جمعہ کی اذان کوسنا، پھر جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آیا، یااس کا جواب نہیں دیا، پھر تیسری مرتبہ جمعہ کی اذان کوسنا، پھر جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آیا، یااس کا جواب نہیں دیا،تو اللہ عزّ وجلّ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے، پھراس کا دل منافق والا دل بنادیا جاتا ہے(ابویعلیٰ)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعَاتٍ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ كُتِبَ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۴۲۲)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے (کی نمازیں) بغیر عذر کے ترک کردے،تو وہ منافقین میں سے لکھ دیا جائے گا (طبرانی)

اہلِ علم حضرات کے بقول یہاں نفاق سے عملی نفاق مراد ہے، اورمطلب یہ ہے کہ بغیر عذر تین جمعے کی نمازیں چھوڑ دینے والا عملی اعتبار سے منافق ہوجاتا ہے، کہ یہ منافقوں والا عمل ہے۔[2]

اوراگر نعوذ باللہ تعالیٰ جمعہ کی نماز کی اہمیت ہی دل میں نہ ہو،اوراس کو دل سے فرض نہ سمجھے، بلکہ اس کی تحقیر دل میں ہوتو پھر اعتقاد کے اعتبار سے بھی منافق ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہے گا،البتہ اعتقاد دل میں چھپی ہوئی چیز ہے،اس لئے جمعہ چھوڑنے کے ظاہری عمل کی بنیاد پر کسی کو اعتقادی اعتبار سے منافق قرار دینا درست نہیں ہوتا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

---

[1] قال المنذری: رواه الطبرانی فی الكبير من رواية جابر الجعفی وله شواهد(الترغيب و الترهيب للمنذری، تحت رقم الحديث ۱۰۸۹)

[2] أراد النفاق العملی (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۵۹۰)

قَالَ: مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ جُمَعٍ مُتَوَالِيَاتٍ فَقَدْ نَبَذَ الْإِسْلَامَ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۲۷۱۲) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے تین جمعے لگاتار چھوڑ دیئے، تو اس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا (ابویعلیٰ)

معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز چھوڑنے اور بطورِ خاص لگاتار تین مرتبہ جمعہ کی نماز چھوڑنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں، اس لئے بلاعذر جمعہ کی نماز چھوڑنے کے طرزِ عمل سے بچنا چاہئے۔

نمازِ جمعہ کے ترک سے ہلاکت کا اندیشہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَلَاکُ أُمَّتِيْ فِي الْكِتَابِ وَاللَّبَنِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللہِ مَاالْكِتَابُ وَاللَّبَنُ؟ قَالَ: يَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ فَيَتَأَوَّلُوْنَهٗ عَلٰى غَيْرِمَاأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيُحِبُّوْنَ اللَّبَنَ فَيَدَعُوْنَ الْجَمَاعَاتِ وَالْجُمَعَ وَيَبْدُوْنَ (مسند احمد) [2]

---

[1] قال حسين سليم أسد: إسناده صحيح إلى ابن عباس وهو موقوف عليه (حاشية مسند ابی يعلیٰ)

و قال الهيثمی: رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۷۷)

[2] رقم الحديث ۱۷۴۱۵؛ مسند ابویعلیٰ رقم الحديث ۱۷۰۶، شعب الايمان للبيهقی، رقم الحديث ۲۷۴۹)

قال شعيب الارنؤوط: اسناداه حسنان (حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمی: رواه أبو يعلى وأحمد وفيه ابن لهيعة وقال أبو قبيل: لم أسمع من عقبة إلا هذا الحديث (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۸۳، باب فيمن فاتته الجمعة)

و قال الالبانی: قلت: وهذا الحديث من أحاديث ابن لهيعة الصحيحة، لأنه من رواية أبی عبد الرحمن عنه، واسمه عبد الله بن يزيد المقرىء المكی، وهو ثقة من رجال الشيخين ومن كبار شيوخ البخاری، وقد ذكروا أنه من العبادلة الذين رووا عن ابن لهيعة قبل احتراق كتبه وأنه صحيح الحديث فيما رووه عنه. وقد روی هذا بإسنادين: الأول: عن أبی قبيل عن عقبة. والآخر: عن يزيد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میری امت کی ہلاکت کتاب اور دودھ کی وجہ سے ہوگی، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کتاب اور دودھ سے کیا مراد ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن سیکھ کر پھر (اس کے بعد بعض) لوگ اس کے ایسے معنیٰ بیان کریں گے جو اللہ عزوجل کی مراد نہیں، اور وہ دودھ کی محبت کی وجہ سے جمعہ اور جماعت کی نماز چھوڑ دیں گے، اور وہ ہلاک ہو جائیں گے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جانوروں کے دودھ کی وجہ سے جمعہ کی نماز اور جماعت کو چھوڑ دیں گے، اور جانوروں کے پاس وقت گزاریں گے، جس کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہوں گے، اور وہ ہلاکت دنیا کے اعتبار سے بھی ہو سکتی ہے، اور آخرت کے اعتبار سے بھی۔ [1]

نمازِ جمعہ کا وجوب

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَوَاحُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ (سنن النسائی) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بن أبی حبيب عن أبی الخير عن عقبة. وهذا إسناد صحيح، لأن من فوق ابن لهيعة ثقتان من رجال الشيخين أيضا وأبو الخير اسمه مرثد بن عبد الله اليزنی. وأما إسناده الأول فحسن لأن أبا قبيل واسمه حيی بن هانی المعافری وثقه جماعة منهم أحمد، وضعفه بعضهم، وقال الحافظ فی "التقريب": "صدوق يهم". فهو حسن الحديث على الأقل، والله أعلم (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۷۷۸)

[1] قال بعض العلماء والمراد أن الشيطان يحبب إليهم اللبن فيخرجون إلى البادية ويتركون الجمعة والجماعة (الآداب الشرعية والمنح المرعية لابن مفلح، ج۳ص۲۹۸، فصل فتن المال والنساء والبداوة والأمراء المضلين والعلماء المنافقين)

[2] رقم الحديث ۱۳۷۱، كتاب الجمعة، باب التشديد فی التخلف عن الجمعة، ابن حبان، رقم الحديث ۱۲۲۰.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، يزيد بن موهب ثقة، وباقی رجال الإسناد على شرط الصحيح (حاشية ابنِ حبان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے لیے جانا ہر بالغ (مرد) پر واجب ہے (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ ہر بالغ مرد پر جمعہ کی نماز واجب ہے، جبکہ جمعہ کی نماز واجب ہونے کی دیگر شرائط پائی جائیں، جن کا کہ دیگر احادیث وروایات میں ذکر پایا جاتا ہے، اوران شرائط میں مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ مرد وغیرہ ہونا بھی داخل ہے۔ [1]

حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةٍ: عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ، أَوْ اِمْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، أَوْ مَرِيْضٍ (سنن أبي داود) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةٍ: عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ، أَوْ اِمْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، أَوْ

---

[1] (على كل محتلم) أي بالغ (رواح الجمعة) إذا توفرت الشروط المذكورة في الفروع (وعلى كل من راح الجمعة) أي أراد الرواح إليها (الغسل) لها قال القاضي :إنما ذكر هذا اللفظ تأكيدا للسنة وتحريضا لهم عليه(د عن حفصة) أم المؤمنين بإسناد صالح(فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٥٤٦٢)

[2] رقم الحديث ١٠٦٧، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الجمعة للمملوك والمرأة.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح .طارق بن شهاب اتفِق على أنه رأى رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم-، لكن اختُلف هل سمع منه أم لا؟ وعلى تقدير أنه لم يسمع منه تكون روايته مرسل صحابي، وهو حجة بالإجماع إلا من شذَّ، كما قال ابنُ الملقن في "البدر المنير(حاشية سنن ابى داوٗد)

مَرِيُضٍ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۰۶۲، کتاب الجمعة) ل

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز واجب (بمعنیٰ فرض) ہے، لیکن کیونکہ اس کو عام نمازوں کی طرح بغیر جماعت کے ادا نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے لئے (خاص شرائط کے ساتھ) جماعت ضروری ہے، اس لئے جمعہ کی نماز کو (دن رات کی پانچ نمازوں کی طرح) ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض نہیں کیا گیا، اور اس سے بعض لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، جن میں سے بعض کا ذکر مذکورہ احادیث میں ہے، اور مزید تفصیل آگے "نمازِ جمعہ کی صحت اور وجوب سے متعلق احکام" کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کی جائے گی۔ ۲

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے نمازِ جمعہ چھوڑ دے، تو اسے ایک دینار صدقہ کرنا چاہئے، اور اگر ایک دینار میسر نہ ہو، تو اسے آدھا دینار صدقہ کرنا چاہئے۔

مگر بعض اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ ۳

ل قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد اتفقا جميعا على الاحتجاج بهريم بن سفيان ولم يخرجاه ورواه ابن عيينة، عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر ولم يذكر أبا موسى في إسناده، وطارق بن شهاب ممن يعد في الصحابة.

و قال الذهبي في التلخيص: صحيح.

۲ (الجمعة حق واجب على كل مسلم مكلف) زاد في رواية يؤمن بالله واليوم الآخر (في جماعة) فيشترط أن تقام في جماعة (إلا على أربعة) بالنصب لأنه استثناء من موجب (عبد مملوك) فلا جمعة عليه لشغله بخدمة سيده (أو امرأة) ومثلها الخنثى (أو صبي) ولو مراهقا (أو مريض) وكذا مسافر وكل من له عذر مرخص في ترك الجماعة (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ۳۶۳۰)

۳ عن سَمُرَةَ بن جُندب، عن النبيِّ -صلَّى الله عليه وسلم -قال" :مَن تَرَكَ الجمعة مِن غيرِ عُذْرٍ، فليتَصَدّقْ بدينارٍ، فإن لم يَجِدْ فبنصفِ دينارٍ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۱۰۳۵، باب كفارة مَن تركها، سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۱۲۸)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو تسلیم کرنے کی صورت میں فرمایا کہ یہ حکم مستحب درجے کا ہے، اور دراصل نفس کو سزا دینے اور تنبیہ کرنے کے لئے ہے، تاکہ آئندہ اس قسم کی حرکت سے باز رہنے کی طرف نفس کی توجہ ہو اور غفلت دور ہو، یہ مطلب نہیں کہ صدقہ کرنے سے جمعہ کی نماز چھوڑنے کا گناہ ختم اور جمعہ کی نماز کی پوری تلافی ہوجاتی ہے (جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں) [1]

وَاللّٰهُ سُبُحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لانقطاعه، قدامة بن وبرة -وإن وثقه ابن معين في رواية عثمان ابن سعيد الدارمي وذكره ابن حبان في "الثقات"- قال البخاري: لم يصح سماعه من سمرة، وقال أيضاً في "تاريخه الكبير ۴/۱۷۷" لا يصح حديث قدامة في الجمعة.

و في حاشية ابنِ ماجه: إسناده ضعيف، وقد خالف خالدَ بن قيس أخا نوح من هو أوثق منه، وهو همام بن يحيى العوذي، وتابعه اثنان، فرووه عن قتادة عن قدامة بن وبرة -وهو مجهول- عن سمرة، وهو ما رجحه البخاري في "تاريخه ۴/۱۷۷" ثم إن الحسن مدلس وقد عنعن.

وأخرجه البخاري في "تاريخه ۴/۱۷۷" والنسائي في "الكبرى" كما في "التحفة (۴۵۹۹)" والبيهقي ۳/۲۴۸ من طريق خالد بن قيس، بهذا الإسناد.

وخالفه همام بن يحيى العوذي، عند أبي داود (۱۰۵۳) والنسائي ۳/۸۹ وغيرهما، وحجاج الأحول عند البخاري في "تاريخه ۴/۱۷۶ - ۱۷۷" وسعيد بن بشير عند البيهقي ۳/۲۴۸، ثلاثتهم عن قتادة، عن قدامة بن وبرة، عن سمرة.

وأخرجه أبو داود (۱۰۵۴) والحاكم ۱/۲۸۰، والبيهقي ۳/۲۴۸ من طريق أيوب أبي العلاء، عن قتادة، عن قدامة أيضًا عن النبي ﷺ مرسلًا. وهو في "مسند أحمد (۲۰۰۸۷)" و"صحيح ابن حبان (۲۷۸۹)" كلاهما من طريق همام بن يحيى المذكورة (حاشية ابي داود)

قال المناوي: قال ابن الجوزي حديث لايصح وقال البخاري لايصح سماع قدامة من سمرة وقال احمد قدامة لايعرف وقال الدميري حديث منقطع مضطرب وذكره نحوه ابن القيم............ قال الدميري اتفقوا على ضعف هذه الروايات كلها (فيض القدير ج ۶ ص ۱۱۱، تحت رقم الحديث، ۸۵۸۲، ۸۵۸۳)

[1] (وعن سمرة بن جندب): بضم الدال وفتحها (قال: قال رسول الله " : من ترك الجمعة من غير عذر، فليتصدق ") : قال في المفاتيح: الأمر للندب لدفع إثم الترك ("بدينار ") : في الأزهار، أي: كفارة ("فإن لم يجد ") ، أي: الدينار بكماله ("فبنصف دينار ") ، أي: فليتصدق بنصفه. (رواه أحمد وأبو داود، وابن ماجه) : قال ميرك والنسائي: قال ابن حجر: وهذا التصدق لا يرفع إثم الترك، أي بالكلية، حتى ينافي خبر " : من ترك الجمعة من غير عذر لم يكن لها كفارة دون يوم القيامة ." وإنما يرجى بهذا التصدق تخفيف الإثم، وذكر الدينار ونصفه لبيان الأكمل، فلا ينافي ذكر الدرهم أو نصفه، وصاع حنطة أو نصفه في رواية أبي داود ; لأن هذا لبيان أدنى ما يحصل به الندب (مرقاة المفاتيح، ج۳ ص۱۰۲۴، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

(فصل نمبر۲)

نمازِ جمعہ کے فضائل

جہاں ایک طرف جمعہ کی نماز چھوڑنے پر احادیث میں سخت وعیدیں اور تنبیہات آئی ہیں، اسی کے ساتھ دوسری طرف جمعہ کی نماز ادا کرنے کے مختلف فضائل بھی آئے ہیں۔

جمعہ کی نماز کے فضائل سے متعلق چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہوں کی معافی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ، وَتَطَھَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ، ثُمَّ ادَّھَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِیْبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ یُفَرِّقْ بَیْنَ اثْنَیْنِ، فَصَلّٰی مَا کُتِبَ لَہٗ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْأُخْرٰی (بخاری)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور حسبِ استطاعت پاکی کا اہتمام کیا، پھر اس نے تیل یا خوشبو لگائی، پھر جمعہ کے لئے چلا، اور (مسجد میں جاکر) دو آدمیوں کے درمیان تفریق (وجدائی) نہیں ڈالی، پھر اس نے (مسجد میں پہنچنے کے بعد) حسبِ توفیق (نفل وغیرہ) نماز پڑھی، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) آیا، تو وہ خاموش ہوگیا، تو اس کے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (بخاری)

---

[1] رقم الحدیث ۹۱۰، کتاب الجمعۃ، باب: لا یفرق بین اثنین یوم الجمعۃ.

کئی احادیث میں کبیرہ گناہوں سے بچنے کی شرط لگی ہوئی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز سے کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَتَدْرِیْ مَا یَوْمُ الْجُمُعَةِ ؟ قُلْتُ: ھُوَ الْیَوْمُ الَّذِیْ جَمَعَ اللّٰہُ فِیْہِ أَبَاکُمْ، قَالَ: لٰکِنِّیْ أَدْرِیْ مَا یَوْمُ الْجُمُعَةِ، لَا یَتَطَھَّرُ الرَّجُلُ فَیُحْسِنُ طُھُوْرَہٗ، ثُمَّ یَأْتِی الْجُمُعَةَ، فَیَنْصِتُ حَتّٰی یَقْضِیَ الْإِمَامُ صَلَاتَہٗ، إِلَّا کَانَ کَفَّارَةً لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ مَا اجْتُنِبَتِ الْمَقْتَلَةُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۷۱۸) [1]

ترجمہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ وہ دن ہے کہ جس میں اللہ نے تمہارے باپ (حضرت آدم) کو جمع (و پیدا) کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ جمعہ کا دن کیا ہے، جو آدمی بھی پاکی حاصل کرتا ہے، اور اچھے طریقہ سے پاکی حاصل کرتا ہے، پھر وہ جمعہ کے لیے آتا ہے، اور خاموش رہتا ہے، یہاں تک کہ امام نماز مکمل کر لیتا ہے، تو یہ اس جمعہ سے لے کر، اگلے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، بشرطیکہ ہلاکت خیز (یعنی کبیرہ گناہوں) سے اجتناب کرے (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ کَفَّارَةٌ لِمَا بَیْنَھُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْکَبَائِرُ (مسلم) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح رجاله ثقات (حاشیة مسند احمد)

[2] رقم الحدیث ۲۳۳ "۱۴" کتاب الطھارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضان الی رمضان.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ (کی نماز) اگلے جمعہ (کی نماز) تک اُن گناہوں کا جو اِن کے درمیان ہوتے ہیں، کفارہ ہے، جب تک کہ کبیرہ گناہ نہ کئے جائیں (مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَلصَّلٰوتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَۃُ اِلَی الْجُمُعَۃِ وَرَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ مُکَفِّرَاتٌ مَابَیْنَھُنَّ اِذَا اجْتَنَبَ الْکَبَائِرَ (مسلم) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ پانچ نمازوں میں سے ہر نماز دوسری نماز تک اور ایک جمعہ (کی نماز) دوسرے جمعہ (کی نماز) تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، جب تک کہ وہ کبیرہ گناہ نہ کرے (مسلم)

اس طرح کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۲]

مذکورہ حدیثوں سے جمعہ کی نماز کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کی برکت سے ہفتہ بھر کے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، مگر کبیرہ گناہ اس سے معاف نہیں ہوتے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے۔ [۳]

---

[۱] رقم الحدیث ۲۳۳ "۱۶" کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان.

[۲] عن أنس، فذکر حدیثا بھذا، ثم قال: وبإسناده عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصلوات الخمس والجمعۃ إلی الجمعۃ کفارات لما بینھن ما اجتنبت الکبائر.
وقال: من الجمعۃ لساعۃ لا یوافقھا مسلم ولا مسلمۃ یسأل اللہ فیھا خیرا إلا أعطاہ
(کشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث ۳۴۷)
عن أنس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الصلوات الخمس والجمعۃ إلی الجمعۃ کفارات لما بینھن ما اجتنبت الکبائر (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، رقم الحدیث ۱۰۹)

[۳] معناہ أن الذنوب کلھا تغفر إلا الکبائر فإنھا لا تغفر ولیس المراد أن الذنوب تغفر مالم تکن کبیرۃ (شرح النووی علی مسلم، ج۳ص ۱۲۲، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَطَهَّرَ الرَّجُلُ فَأَحْسَنَ الطُّهُورَ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَلْغُ، وَلَمْ يَجْهَلْ حَتّٰى يَنْصَرِفَ الْإِمَامُ، كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ، وَفِي الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُؤْمِنٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَالْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ(مسند احمد، رقم الحديث ١١٣٤٧) [1]

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی پاکی حاصل کرتا ہے، اور اچھی طرح پاکی حاصل کرتا ہے، پھر نمازِ جمعہ کے لیے آتا ہے، اور کوئی لغو حرکت نہیں کرتا، اور نہ ہی جہالت والا کام کرتا ہے، یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہوجائے، تو یہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، اور جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے کہ جس میں کوئی مومن آدمی بھی اللہ سے کسی چیز کا سوال کرے، تو اللہ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے، اور فرض نمازیں ایک دوسرے کے درمیانی اوقات کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہیں (مسند احمد)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَحْسَنَ الْغُسْلَ وَتَطَهَّرَ فَأَحْسَنَ الطُّهُورَ، وَلَبِسَ مِنْ خَيْرِ ثِيَابِهِ، وَمَسَّ مِمَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ طِيبٍ أَوْ دُهْنِ أَهْلِهِ، وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف عطية، وهو ابن سعد العوفي، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير هشام -وهو ابن معاوية القصار الأزدي- فمن رجال مسلم، وهو مختلف فيه حسن الحديث(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٠٧٤، ج ١ ص ٤٢٨، كتاب الجمعة.
قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.
و قال الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور اچھی طرح غسل کیا، اور پاکیزگی حاصل کی، اور اچھے طریقہ سے پاکیزگی حاصل کی، اور اچھا لباس پہنا، اور اللہ نے جو اس کو خوشبو یا گھر میں تیل عطا کیا، اس کو لگایا، اور (پھر جمعہ کی نماز کے لیے آنے کے بعد) دو آدمیوں کے درمیان (گھس کر) تفریق (وجدائی) نہیں ڈالی، تو اللہ اس کے دوسرے جمعہ تک گناہ معاف فرمادیتا ہے (حاکم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ اِغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمَسْجِدَ فَيَرْكَعَ إِنْ بَدَا لَهُ، وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ، كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٥٧١) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو، تو وہ لگائی، اور اچھا لباس پہنا، پھر نکل کر مسجد پہنچا، پھر جتنی چاہی نماز پڑھی، اور کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی، پھر امام

---

[1] عن أبي ذر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :من اغتسل أو تطهر، فأحسن الطهور، ولبس من أحسن ثيابه، ومس ما كتب الله له من طيب أو دهن أهله، ثم أتى الجمعة، فلم يلغ ولم يفرق بين اثنين، غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرى "(مسند احمد، ٢١٥٣٩)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

کے نکلنے اور نماز سے فارغ ہونے تک خاموش رہا، تو یہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا (مسنداحمد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اِغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ لَبِسَ ثِيَابَهُ، وَمَسَّ طِيبًا إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، ثُمَّ مَشٰى إِلَى الْجُمُعَةِ وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ، وَلَمْ يَتَخَطَّ أَحَدًا، وَلَمْ يُؤْذِهِ، وَرَكَعَ مَا قُضِيَ لَهُ، ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰى يَنْصَرِفَ الْإِمَامُ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۷۲۹)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، پھر کپڑے پہنے، اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو، تو وہ لگائی، پھر جمعہ کی طرف سکون اور وقار کے ساتھ چلا، اور کسی کی گردن کو نہیں پھلاندا، اور نہ ہی کسی کو تکلیف دی، پھر جتنی توفیق ہوئی (نفل وسنت) نماز پڑھی، پھر انتظار کیا، یہاں تک کہ امام (خطبہ سے اور) نماز پڑھا کر فارغ ہوگیا، تو اس کے دو جمعوں کے درمیان کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے (مسنداحمد)

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُؤْذِيْ أَحَدًا، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْإِمَامَ خَرَجَ، صَلّٰى مَا بَدَا لَهُ، وَإِنْ وَجَدَ الْإِمَامَ قَدْ خَرَجَ، جَلَسَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، حَتّٰى يَقْضِيَ الْإِمَامُ جُمُعَتَهُ وَكَلَامَهُ، إِنْ لَّمْ يُغْفَرْ لَهُ فِيْ جُمُعَتِهِ تِلْكَ ذُنُوْبُهُ كُلُّهَا، أَنْ تَكُوْنَ كَفَّارَةً لِّلْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۷۲۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جب جمعہ کے دن غسل کرتا ہے، پھر وہ مسجد کی طرف آتا ہے، کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا، پھر اگر امام کو (خطبہ کے لیے) نکلا ہوا نہیں پاتا، تو حسبِ منشا (نفل وسنت) نماز پڑھ لیتا ہے، اور اگر امام کو (خطبہ کے لیے) نکلا ہوا پاتا ہے، تو بیٹھ جاتا ہے، اور (خطبہ) سنتا ہے، اور خاموش رہتا ہے، یہاں تک کہ امام جمعہ اور خطبہ کو مکمل کرلے، تو اگر اس کے اس جمعہ کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو آئندہ آنے والے جمعہ تک اس کے گناہوں کا کفارہ ضرور بن جائے گا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی غسل کر کے اور بعض دوسری چیزوں کا اہتمام کر کے جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے، تو اس کے اگلے جمعہ تک گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، لیکن اس سے پہلے کئی احادیث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچے، جس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ احادیث میں صغیرہ گناہوں کا معاف ہونا مراد ہے، اور کبیرہ گناہوں کے معاف ہونے کے لیے توبہ کا ہونا ضروری ہے۔

دس دن کے گناہوں کی معافی

گزشتہ احادیث میں تو ایک ہفتہ کے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، جبکہ بعض احادیث میں ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہونے کے بجائے، دس دن کے گناہ معاف ہونے کا ذکر آیا ہے،

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وهذا إسناد ضعیف لانقطاعه، فإن عطاء -وهو ابن أبی مسلم -الخراسانی روایته عن الصحابة مرسلة.
وله شاهد من حدیث أبی هریرة وأبی سعید الخدری جمیعاً، سلف برقم(۱۱۷٦۸)
ومن حدیث أبی ذر الغفاری، وأبی الدرداء، وأبی أیوب الأنصاری، وسلمان الفارسی، ستأتی فی "المسند "علی التوالی (۲۱۵۳۹)و۵/۱۹۸ و۴۲۰و۴۳۸.
ولقوله " :أن تکون کفارة للجمعة التی تلیها "شاهد من حدیث عبد الله بن عمرو، سلف برقم(۷۰۰۲)وإسناده حسن(حاشیة مسند احمد)

جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ اِغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَاقُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَفَضْلَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے غسل کیا، پھر جمعہ کے لیے حاضر ہوا، پھر اُس نے جو مقدر میں ہوئی نماز پڑھی، پھر خاموش رہا، یہاں تک کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہو گیا، پھر امام کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی تو (ان اعمال کی برکت سے) اُس شخص کے دوسرے جمعہ تک اور تین دن مزید کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جائیں گے (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اِغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَحْسَنَ غُسْلَهُ وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ أَوْ دُهْنِهٖ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَزِيَادَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الَّتِيْ بَعْدَهَا (صحيح ابن حبان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور اچھی طرح غسل کیا، اور اچھے کپڑے پہنے، اور اپنے گھر کی خوشبو یا تیل لگایا، تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، اور اس کے بعد مزید تین دن کے بھی (ابن حبان)

---

[1] رقم الحديث ۸۵۷ ”۲۶“ كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت فى الخطبة.

[2] رقم الحديث ۲۷۸۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں غسل کے بجائے اچھی طرح وضو کرنے کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی عذر سے جمعہ کے دن غسل نہ کرے، بلکہ وضو کرے، اور باقی چیزوں کا اہتمام کرے، تو اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ (حلية الاولياء لابی نعيم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں اِن کے (باہمی اوقات کے) درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں، جبکہ کبیرہ گناہوں سے

---

[1] عن أبی صالح، عن أبی هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من توضأ فأحسن الوضوء ، ثم أتى الجمعة، فاستمع وأنصت، غفر له ما بينه وبين الجمعة، وزيادة ثلاثة أيام، ومن مس الحصى فقد لغا(مسلم، رقم الحديث ۸۵۷"۲۷")

[2] ج۹، ص ۲۴۹، تحت ترجمة محمد بن اسلم،ذكر طوائف من جماهير النساك والعباد؛ مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۵۵۸۸؛بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث، رقم الحديث ۱۹۵.

قال الالبانی: الصلوات الخمس كفارات لما بينهن ما اجتنبت الكبائر والجمعة إلى الجمعة وزيادة ثلاثة أيام ."أخرجه أبو نعيم فی "الحلية (۹/۲۴۹ ـ ۲۵۰)"عن عبد الحكيم عن أنس بن مالک أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :فذكره. قلت :وهذا إسناد ضعيف، عبد الحكيم هذا هو ابن عبد الله القسملی وهو ضعيف كما فی "التقريب ."وتابعه زياد النميری عن أنس به دون قوله " وزيادة ثلاثة أيام ."أخرجه البزار (رقم۳۴۷) عن زائدة بن أبی الرقاد عنه، وقال: "زائدة ضعيف، وزياد النميری ليس به بأس ."كذا قال، وزياد -وهو ابن عبد الله النميری -ضعفه الأكثرون، وقال فی "التقريب " :"ضعيف ."لكن الحديث قد صح من حديث أبی هريرة مرفوعا دون الزيادة . أخرجه مسلم وفی رواية له بلفظ: "من توضأ فأحسن الوضوء ، ثم أتى الجمعة فاستمع وأنصت غفر له ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة أيام ومن مس الحصا فقد لغا ."وأخرجه أبو داود أيضا وغيره وهو مخرج فی "صحيح أبی داود (۹۶۴)"وبالجملة فالحديث بهذا الشاهد صحيح .والله أعلم(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۹۲۰)

بچا جائے، اور ایک جمعہ اگلے جمعہ تک اور تین دن مزید کے گناہوں کا کفارہ ہے (جب تک کہ کبیرہ گناہ نہ کرے) (ابونعیم، عبدالرزاق، مسند حارث)

اس طرح کی احادیث حضرت ابوذر اور حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن مذکورہ اعمال کی برکت سے مجموعی طور پر دس دنوں کے صغیرہ گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

اور بعض روایات میں دس دن کے گناہ معاف ہونے کی وجہ یہ منقول ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس کے برابر حاصل ہوتا ہے، اس وجہ سے ان اعمال کی برکت سے دس دن کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاسْتَنَّ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ، إِنْ كَانَ عِنْدَهُ وَلَبِسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَلَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، ثُمَّ رَكَعَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّرْكَعَ، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ كَانَتْ لَهُ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِيْ كَانَتْ قَبْلَهَا يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ زِيَادَةٌ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۰۴۶، کتاب الجمعة) [2]

---

[1] عن أبي ذر قال من اغتسل يوم الجمعة فأحسن غسله ولبس من صالح ثيابه ومس ما كتب الله له من طيب أهله أو دهنه ثم راح إلى الجمعة فلم يفرق بين اثنين غفر له ما بين الجمعتين وزيادة ثلاثة أيام(مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۵۵۸۹)
عن أبي أمامة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اغتسلوا يوم الجمعة فإنه من اغتسل يوم الجمعة فله كفارة ما بين الجمعة إلى الجمعة وزيادة ثلاثة أيام(مسند الشاميين،للطبراني، رقم الحديث ۸۸۱)

[2] قال الحاكم: إسماعيل ابن علية من الثقات الذى أجمعا على إخراجه.

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور مسواک کی، اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو اس کو لگایا، اور اپنے پاس موجود اچھا لباس پہنا، پھر مسجد کی طرف آیا، اور لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے نہیں پھلاندا، پھر جتنی اللہ نے چاہی، اس نے نماز پڑھی، پھر (امام کے خطبہ کے لئے) نکل کر نماز پڑھنے تک خاموش رہا، تو اس کے اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا، حضرت ابوہریرہ نے یہ بھی فرمایا کہ مزید تین دن کا بھی کفارہ ہو جائے گا، کیونکہ اللہ نے نیکی کا ثواب دس درجہ اضافی مقرر فرمادیا ہے (حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، رَجُلٌ حَضَرَهَا يَلْغُوْ وَهُوَ حَظُّهُ مِنْهَا، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا يَدْعُوْ، فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ شَاءَ أَعْطَاهُ، وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِإِنْصَاتٍ وَسُكُوْتٍ، وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا، وَزِيَادَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز میں تین قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں، ایک وہ آدمی جو حاضر ہو کر لغو حرکت کرتا ہے، تو اس کو تو اس کا گناہ

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۱۳، کتاب الصلاۃ، ابواب الجمعۃ، باب الکلام والإمام یخطب، مسند احمد، رقم الحدیث ۷۰۰۲۔

قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ حسن (حاشیۃ ابی داوٗد)

وقال ایضاً: إسنادہ حسن (حاشیۃ مسند احمد)

ملتا ہے، اور ایک وہ آدمی جو حاضر ہوکر دعاء کرتا ہے، تو یہ ایسا آدمی ہے، جو اللہ عزوجل سے دعاء کررہا ہے، اگر اللہ چاہے، تو اسے دے، اور اگر چاہے تو نہ دے، اور ایک آدمی وہ ہے، جو حاضر ہوکر خاموشی اور سکون اختیار کرتا ہے، اور کسی مسلمان کی گردن کونہیں پھلاندتا، اور نہ کسی کو ایذاء پہنچاتا ہے، تو یہ عمل اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، جس کی وجہ (سورہ انعام میں) اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ ''مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا'' (جو ایک نیکی لائے گا تو اس کو اس کے دس گنا کے برابر اجر ملے گا) (ابوداؤد، مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث میں جمعہ کی نماز سے دس دنوں کے گناہ معاف ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ایک نیکی کا ثواب اللہ تعالیٰ دس کے برابر عطا فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جمعہ کی نماز کا اہتمام (مثلاً جلدی یا دیر سے جانے، غسل وغیرہ کرنے نہ کرنے) اور اس میں اخلاص کے کم وبیش ہونے سے اس کی فضیلت اور گناہوں کے معاف ہونے کے عرصہ اور دنوں میں بھی کمی بیشی کردی جاتی ہو۔ واللہ اعلم۔ [2]

---

[1] عن أبی مالک، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الجمعۃ کفارۃ لما بینہا وبین الجمعۃ التی قبلہا وزیادۃ ثلاثۃ أیام، وذلک بأن اللہ عز وجل قال: (من جاء بالحسنۃ فلہ عشر أمثالہا) (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۴۵۹، ج۳ص۲۹۸)

[2] (الصلوات الخمس کفارۃ لما بینہن) من الصغائر (ما اجتنبت الکبائر والجمعۃ إلی الجمعۃ) أی کفارۃ لما بینہما ما اجتنبت الکبائر (وزیادۃ ثلاثۃ أیام) وذلک لأن العبد وإن توقی لا بد لہ من تدنیسہ بالذنوب وہو تعالی قدوس لا یقربہ إلا قدیس طاہر فجعل أداء الفرائض تطہیرا لہ من أدناسہ (إن الحسنات یذہبن السیئات) فإذا تطہر العبد بہذہ الطہارۃ صلح لدار الطہارۃ وقرب القدوس >تنبیہ< قال ابن بزیزۃ: ہنا إشکال صعب وہو أن الصغائر بنص القرآن مکفرۃ باجتناب الکبائر فما الذی یکفرہ الصلوات؟ وأجاب البلقینی بأن معنی (إن تجتنبوا) الموافاۃ علی ہذہ الحال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہر قدم پر ایک سال کی عبادت اور روزوں کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ، وَغَدَا وَابْتَكَرَ، وَدَنَا فَاقْتَرَبَ، وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا أَجْرُ قِيَامِ سَنَةٍ وَصِيَامِهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۶۹۵۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (جمعہ کے دن) غسل کرائے، اور خود بھی غسل کرے، اور (جمعہ کے لئے) سویرے جائے، اور خطبہ کے شروع کو پائے، اور (امام کے) خوب قریب ہو، اور توجہ سے سنے، اور خاموش رہے، تو اسے ہر اُٹھنے والے قدم پر ایک سال رات بھر کی عبادت اور دن بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے (مسند احمد)

غسل کرانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اِغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَّلَ، وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من الإيمان أو التكليف إلى الموت والذى فى الحديث أن الصلوات الخمس تكفر ما بينها أى فى يومها إذا اجتنبت الكبائر فى ذلك اليوم فالسؤال غير وارد وبفرض وروده فالتخلص منه أنه لا يتم اجتناب الكبائر إلا بفعل الخمس فمن لم يفعلها لم يجتنب لأن تركها من الكبائر فيتوقف التكفير على فعلها وأحوال المكلف بالنسبة لما يصدر منه من صغيرة وكبيرة خمسة :أحدها أن لا يصدر منه شىء فهذا ترفع درجاته .الثانية يأتى بصغائر بلا إصرار فهذا يكفر عنه جزما .الثالثة مثله لكن مع الإصرار فلا يكفر لأن الإصرار كبيرة .الرابعة يأتى بكبيرة واحدة وصغائر .الخامسة يأتى بكبائر وصغائر وفيه نظر يحتمل إذا لم يجتنب أن تكفر الصغائر فقط والأرجح لا تكفر أصلا إذ مفهوم المخالفة إذا لم يتعين جهته لا يعمل به (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۱۷۱)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

يَخْطُوْهَا أَجْرُ سَنَةٍ صِيَامُهَا وَقِيَامُهَا (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور غسل کرایا، اور جمعہ کے دن سویرے گیا، اور خطبہ کے شروع میں شریک ہوا، اور امام کے قریب ہوا، اور سنتا رہا اور خاموش رہا، تو اس کو ہر اٹھنے والے قدم پر ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا (ترمذی)

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا (سنن ابی داؤد) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کرایا، اور غسل کیا، پھر سویرے چلا، اور خطبہ کے شروع میں شریک ہوا، اور پیدل گیا، سوار ہو کر نہیں گیا، اور امام کے قریب رہا، پھر اس نے (خطبہ کو) توجہ سے سنا، اور کوئی لغو حرکت نہیں کی، تو اس کو ہر قدم پر ایک سال (دن بھر)

---

[1] رقم الحدیث ۴۹۶، ابواب الجمعة، باب ما جاء فی فضل الغسل یوم الجمعة.
قال الترمذی: قال محمود: قال وکیع: اغتسل هو وغسل امرأته، ویروی عن ابن المبارک: أنه قال فی هذا الحدیث " :من غسل واغتسل :یعنی غسل رأسه واغتسل "وفی الباب عن أبی بکر، وعمران بن حصین، وسلمان، وأبی ذر، وأبی سعید، وابن عمر، وأبی أیوب: حدیث أوس بن أوس حدیث حسن، وأبو الأشعث الصنعانی اسمه شراحیل بن آدة.

[2] رقم الحدیث ۳۴۵، کتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب فی الغسل یوم الجمعة، ابن ماجه، رقم الحدیث ۱۰۸۷، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۱۷۳.
قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح (حاشیة ابی داؤد)
وقال ایضاً: إسناده صحیح (حاشیة ابنِ ماجه)
وقال ایضاً: إسناده صحیح، رجاله ثقات رجال الصحیح، غیر أن صحابیه لم یخرج له إلا أصحاب السنن (حاشیة مسند احمد)

کے روزوں اور ایک سال (رات بھر) کی عبادت کا ثواب حاصل ہوگا (ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مسند احمد)

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فَغَسَلَ أَحَدُكُمْ رَأْسَهُ، وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ غَدَا أَوْ ابْتَكَرَ، ثُمَّ دَنَا فَاسْتَمَعَ، وَأَنْصَتَ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ خَطَاهَا، كَصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامِ سَنَةٍ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۱۶۱) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہو، پھر تم میں سے کوئی اپنے سر کو دھوئے، اور غسل کرے، پھر صبح سویرے جمعہ کے لیے جائے، اور خطبہ کے شروع سے شریک ہو، پھر امام کے قریب ہو، پھر توجہ سے سنے، اور خاموش رہے، تو اسے ہر اٹھنے والے قدم پر ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

جن روایات میں غسل کرانے کا لفظ آیا ہے، اس سے بعض حضرات نے یہ مراد لیا ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے صحبت کی، جس کی وجہ سے اس کی بیوی نے بھی غسل کیا، کیونکہ صحبت کرنے کے بعد جمعہ کی نماز ادا کرنے اور دوسرا کوئی نیک عمل کرنے میں نظر اور دل کی پاکیزگی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] يحيى بن شعبة قال: سمعت إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة يحدث عن أبيه، عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غسل واغتسل وغدا وابتكر ودنا من الإمام فأنصت ولم يلغ في يوم الجمعة كتب الله له بكل خطوة خطاها إلى المسجد صيام سنة وقيامها (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۴۷۲۶)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير وفيه إبراهيم بن محمد بن جناح، ولم أجد من ذكره وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۸۸)

اور بعض حضرات نے یہ مراد لیا ہے کہ اس نے غسل کے دوران سر کو اچھی طرح دھویا، جس کا بعض روایات میں ذکر بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ سر میں میل کچیل زیادہ جمع رہتا ہے، اس لئے غسل کے ساتھ سر دھونے کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے، تاکہ اس کا زیادہ اہتمام کیا جائے۔[1]

ملحوظ رہے کہ ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اس کے گناہ اور خطائیں مٹادی جاتی ہیں، پھر جب وہ (جمعہ کی طرف) چلنے لگتا ہے تو اس کے لئے ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب وہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر لوٹتا ہے تو اس کو دوسو سال کے عمل کا ثواب دیا جاتا ہے۔

---

[1] من غسل روى مشددا ومخففا قيل أى جامع امرأته قبل الخروج إلى الصلاة لأنه أغض للبصر فى الطريق من غسل امرأته بالتشديد والتخفيف إذا جامعها وقيل أراد غسل غيره لأنه إذا جامعها أحوجها إلى الغسل وقيل أراد غسل الأعضاء للوضوء وقيل غسل رأسه كما فى رواية أبى داود وأفرد بالذكر لما فيه من المؤنة لأجل الشعر أو لأنهم كانوا يجعلون فيه الدهن والخطمى ونحوهما وكانوا يغسلونه أولا ثم يغتسلون واغتسل أى للجمعة وقيل هما بمعنى والتكرار للتأكيد وغدا أى خرج إلى الجمعة أول النهار وابتكر أى أدرك أول الخطبة ودنا أى قرب ولم يلغ لم يتكلم فإن الكلام حال الخطبة لغو أو استمع الخطبة ولم يغيرها صيامها الظاهر أنه بالرفع بدل من العمل (حاشية السندى على سنن النسائى، تحت رقم الحديث ١٣٨١، كتاب الجمعة)

قوله (من اغتسل وغسل) روى بالتشديد والتخفيف قيل أراد به غسل رأسه وبقوله اغتسل غسل سائر بدنه وقيل جامع زوجته فأوجب عليها الغسل فكأنه غسلها واغتسل وقيل كرر ذلك للتأكيد

ويرجح التفسير الأول ما فى رواية أبى داود فى هذا الحديث بلفظ من غسل رأسه واغتسل وما فى البخارى عن طاوس قلت لابن عباس ذكروا أن النبى صلى الله عليه وسلم قال اغتسلوا واغسلوا رؤوسكم الحديث (وبكر) بالتشديد على المشهور أى راح فى أول الوقت (وابتكر) أى أدرك أول الخطبة ورجحه العراقى وقيل كرره للتأكيد وبه جزم بن العربى.

وقال الجزرى فى النهاية بكر أتى الصلاة فى أول وقتها وكل من أسرع إلى شىء فقد بكر إليه

وأما ابتكر فمعناه أدرك أول الخطبة وأول كل شىء باكورته وابتكر الرجل إذا أكل باكورة الفواكه وقيل معنى اللفظتين واحد وإنما كرر للمبالغة والتوكيد كما قالوا أجاد مجد انتهى (تحفة الاحوذى، ج٣، ص٣، باب ما جاء فى فضل الغسل يوم الجمعة)

مگر اہلِ علم حضرات کی آراء ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند کو ان حضرات نے ضعیف اور بعض نے شدید ضعیف وناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ [1]

جمعہ کی طرف چلنا اللہ کے راستہ میں داخل ہے

حضرت یزید بن ابی مریم سے روایت ہے کہ:

لَحِقَنِی عَبَایَةُ بُنُ رِفَاعَةَ بُنِ رَافِعٍ، وَأَنَا مَاشٍ إِلَى الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: أَبْشِرُ، فَإِنَّ خُطَاکَ هٰذِهٖ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ، سَمِعْتُ أَبَا عَبْسٍ یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اِغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَى النَّارِ (سنن الترمذی) [2]

---

[1] حدثنا عبد الله بن محمد بن الأشعث قال: نا إبراهيم بن محمد بن عبيدة قال: نا أبي قال: نا الجراح بن مليح قال: حدثني إبراهيم بن عبد الحميد، عن الضحاک بن حمرة، عن أبي نصيرة، عن أبي رجاء العطاردی، عن عتيق أبي بكر، وعن عمران بن حصين الخزاعی، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من اغتسل يوم الجمعة كفرت ذنوبه وخطاياه، فإذا أخذ فی المشی كتب له بكل خطوة عشرون حسنة، فإذا انصرف من الصلاة أجيز بعمل مائتی سنة (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۴۱۳)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، وفيه الضحاک بن حمزة ضعفه ابن معين والنسائی وذكره ابن حبان فی الثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۶۱، باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلک)

و قال الالبانی: (من اغتسل يوم الجمعة غفرت له ذنوبه وخطاياه، وإذا أخذ فی المشی إلى الجمعة؛ كان له بكل خطوة عمل عشرين سنة، فإذا فرغ من صلاة الجمعة؛ أجيز بعمل مئتی سنة) . موضوع أخرجه الطبرانی فی "الأوسط(۱/۵۰/۱)"حدثنا جبرون ابن عيسى المقرىء المصری: حدثنا يحيى بن سليمان الحفری المغربی: حدثنا عباد بن عبد الصمد أبو معمر عن أنس بن مالک: سمعت أبا بكر الصديق يقول ... :فذكره مرفوعا .وقال: "لا يروى عن أبی بكر إلا بهذا الإسناد، تفرد به يحيى." قلت :وهو ضعيف؛ كما تقدم تحت الحديث(۳۱۶،۳۱۷)وجبرون غير معروف عندی؛ كما تقدم هناک. لكن الآفة من عباد بن عبد الصمد (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۵۱۸۳)

[2] رقم الحديث ۱۶۳۲، ابواب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل من اغبرت قدماه فی سبيل الله.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: مجھ سے حضرت عبایہ بن رفاعہ بن رافع ملے، اور میں جمعہ کی طرف جا رہا تھا، تو انہوں نے کہا کہ آپ خوشخبری سن لو، کیونکہ آپ کے یہ قدم اللہ کے راستہ میں ہیں، میں نے حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے قدم اللہ کے راستہ میں گرد آلود ہو گئے، تو وہ جہنم پر حرام ہو جائیں گے (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی طرف چلنا، اللہ کے راستہ میں داخل ہے، جس پر عظیم فضیلت مرتب ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الترمذی :هذا حديث حسن صحيح .وأبو عبس اسمه عبد الرحمن بن جبر.وفی الباب عن أبی بكر، ورجل من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم :.ويزيد بن أبی مريم هو رجل شامی، روى عنه الوليد بن مسلم، ويحيى بن حمزة، وغير واحد من أهل الشام، وبريد بن أبی مريم كوفی، أبوه من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم، واسمه مالک بن ربيعة .وبريد بن أبی مريم سمع من أنس بن مالک .وروى عن بريد بن أبی مريم، أبو إسحاق الهمدانی، وعطاء بن السائب، ويونس بن أبی إسحاق، وشعبة، أحاديث.

[1] مطابقته للترجمة من حيث إن الجمعة تدخل فی قوله :(فی سبيل الله) ، لأن السبيل اسم جنس مضاف فيفيد العموم، ولأن أبا عبس جعل حكم السعی إلى الجمعة حكم الجهاد (عمدة القاری، ج٦، ص٢٠٥،باب المشی إلى الجمعة وقول الله جل ذكره فاسعوا إلى ذكر الله ومن قال السعی العمل والذهاب)

أورده هنا لعموم قوله فی سبيل الله فدخلت فيه الجمعة ولكون راوی الحديث استدل به على ذلک وقال بن المنير فی الحاشية وجه دخول حديث أبی عبس فی الترجمة من قوله أدركنی أبو عبس لأنه لو كان يعدو لما احتمل وقت المحادثة لتعذرها مع الجری ولأن أبا عبس جعل حكم السعی إلى الجمعة حكم الجهاد وليس العدو من مطالب الجهاد فكذلک الجمعة انتهى (فتح الباری لابن حجر، ج٢، ص٣٩١، و ٣٩٢،قوله باب المشی إلى الجمعة وقول الله جل ذكره فاسعوا إلى ذكر الله)

والظاهر أنه عالم لجميع سبل الخير، كما يدل عليه ما أخرجه الترمذی فی باب من أغبرت قدماه فی سبيل الله عن يزيد بن أبی مريم، قال :لحقنی عباية بن رفاعة بن رافع، وأنا ماش إلى الجمعة، فقال : أبشر، فإن خطاک هذه فی سبيل الله؛ سمعت أبا عيش يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اغبرت قدماه فی سبيل الله، فهما حرام عى النار اهـ .فهذا صريح أن هذا اللفظ كان عاما عند الصحابين المذكورين، ولذا حملاه على المشی إلى الجمعة أيضا (فيض الباری، ج٣، ص١٦٢،باب من اغبرت قدماه فی سبيل الله)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک حدیث میں جمعہ پڑھنے والے کو اللہ کے ضمان (وحفاظت) میں قرار دیا گیا ہے، اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اس کو بلایا، اور اس نے اللہ کی دعوت قبول کی، تو اللہ اس کی دعاء قبول فرمائے گا۔

مگر محدثین کی رائے میں اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

اور ایک روایت میں جمعہ کو فقراء کا حج قرار دیا گیا ہے، جبکہ ایک روایت میں ہے کہ جمعہ مسکینوں کا حج ہے۔

مگر تحقیق کرنے پر یہ روایات سند کے اعتبار سے نا قابلِ اعتبار معلوم ہوئیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(من اغبرت قدماه) أى أصابهما غبار أو صارتا ذا غبار والمراد المشى (فى سبيل الله) أى فى طريق يطلب فيها رضا الله فشمل طريق الجهاد وطلب العلم وحضور الجماعة والحج وغير ذلک لأنه اسم جنس مضاعف يفيد العموم إلا أن المتبادر فى سبيل الله الجهاد (حرمه الله) كله (على النار) أبلغ من قوله أدخله الجنة وإذا كان ذا فى غبار قدميه فكيف بمن بذل نفسه فقاتل وقتل فى سبيل الله؟ فيه تنبيه على فضيلة المشى على الأقدام للطاعات وأنه من الأعمال الرابحة التى يستوجب العبد بها معالى الدرجات والفردوس الأعلى (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۴۸۶)

[1] (الحاج والمعتمر والغازى فى سبيل الله والمجمع فى ضمان الله دعاهم فأجابوه وسألوه فأعطاهم) (الشيرازى فى الألقاب) عن جابر (الفتح الكبير فى ضم الزيادة إلى الجامع الصغير)

الحاج والمعتمر والغازى فى سبيل الله) لاعلاء كلمة الله تعالى (والمجمع) بشد الميم الثانية مكسورة مقيم الجمعة (فى ضمان الله دعاهم) إلى طاعته (فأجابوه وسألوه فأعطاهم) عين المسؤل أو ما هو خير منه (الشيرازى فى الألقاب عن جابر) / /(بإسناد ضعيف)(التيسير بشرح الجامع الصغير، للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۸۹۵)

قال الالبانى: الشيرازى فى الالقاب عن جابر، ضعيف (ضعيف الجامع الصغيروزيادته، تحت رقم الحديث ۲۷۵۱)

[2] أخبرنا أبو محمد التجيبى، أبنا ابن الأعرابى، ثنا الحسن هو ابن على بن عفان العامرى، ثنا عثمان بن عبد الرحمن، ثنا أبو يوسف، عن عيسى بن إبراهيم، عن مقاتل، عن الضحاک، عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :الجمعة حج الفقراء (مسند الشهاب القضاعى، رقم الحديث ۷۹؛ تاريخ دمشق لابن عساكر، ج۳۸، ص ۴۳۱، تحت رقم الترجمة ۴۶۱۲)

أخبرنا عبد الرحمن بن عمر البزاز، أبنا أحمد بن محمد بن زياد ثنا مشرف بن سعيد الواسطى، ثنا عيسى بن إبراهيم الهاشمى، عن مقاتل، عن الضحاک، عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، تو اس کو مقبول حج کا ثواب حاصل ہوتا ہے، اور جس نے عصر کی نماز پڑھی، اسے عمرہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله عليه وسلم :الجمعة حج المساكين(مسند الشهاب القضاعي، رقم الحديث ٧٨)

حديث " :الجمعة حج المساكين .وفي لفظ :حج فقراء أمتي.لا أصل له(الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة،للشوكاني،رقم الحديث٢٣،كتاب الفضائل)

(اَلْجُمُعَةُ حَجُّ الْمَسَاكِيْنِ) رواه القضاعي عن ابن عباس رضي الله عنهمارفعه وفي لفظ له الفقراء بدل المساكين وفي سنده مقاتل ضعيف و عزاه في الدرر لابن ابي اسامة في مسنده عن ابن عباس رضي الله عنهما و قال الصنعاني موضوع، وروى الديلمي عن ابن عمر رفعه الدجاج غنم فقراء امتي والْجُمُعَةُ حَجُّ فُقَرَائِهَا ولابن ماجه بسند ضعيف عن ابي هريرة رضي الله عنه قال امر رسول الله صلى الله عليه وسلم الاغنياء باتخاذ الغنم،وامر الفقراء باتخاذ الدجاج، وقال عند اتخاذ الاغنياء الدجاج يأذن الله بهلاك القرى (كشف الخفاء ومزيل الالباس ج ١ ص ٣٨٦، تحت رقم الحديث ١٠٧٦، حرف الجيم)

(الجمعة حج المساكين)جمع مسكين وهو الذي أسكنه الخلة وأصله دائم السكون كالمستكبر الدائم الكبر ذكره القاضي يعني من عجز عن الحج وذهابه يوم الجمعة إلى المسجد هو له كالحج وليس معناه سؤال الناس له.

(ابن زنجويه في ترغيبه والقضاعي) في مسند الشهاب والحارث بن أبي أسامة كلهم من حديث عيسى بن إبراهيم الهاشمي عن مقاتل عن الضحاك (عن ابن عباس) قال الحافظ العراقي :سنده ضعيف وأورده في الميزان في ترجمة عيسى هذا وقال عن جمع :هو منكر الحديث متروك انتهى وقال السخاوي :مقاتل ضعيف وكذا الراوي عنه(فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٣٦٣٥ و ٣٦٣٦)

الجمعة حج الفقراء ، وفي لفظ :المساكين ." موضوع. رواه أبو نعيم في "أخبار أصبهان (٢/١٩٠) " والقضاعي (رقم ٧٩) وابن عساكر(١١/١٣٢)عن ابن عباس باللفظ الأول، وابن زنجويه والقضاعي (٧٨)أيضا باللفظ الثاني أيضا كما في "الجامع الصغير "وقال المناوي في شرحه :ورواه الحارث بن أبي أسامة، أخرجوه كلهم من حديث عيسى بن إبراهيم الهاشمي عن مقاتل عن الضحاك عن ابن عباس، قال الحافظ العراقي :سنده ضعيف، وأورده في "الميزان " في ترجمة عيسى هذا وقال عن جمع :هو منكر الحديث، متروك. وقال السخاوي :مقاتل ضعيف، وكذا الراوي عنه. قلت :هذا الكلام إنما هو على اللفظ الثاني، وأما اللفظ الأول وهو الثاني في ترتيب السيوطي فلم يتكلم عليه المناوي بشيء فلعله اكتفى بذلك إشارة إلى أن طريقهما واحد وهو الظاهر من صنيع "الكشف "ولعله تبع فيه أصله "المقاصد "فإنه أورده باللفظين ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر اس روایت کو محدثین نے سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

بہر حال کئی معتبر و مستند احادیث و روایات میں جمعہ کی نماز کے عظیم فضائل کا ذکر آیا ہے، جن کو حاصل کرنے کے لئے ہر مسلمان کو اہتمام کرنا چاہئے، اور احادیث میں مذکور دوسری چیزوں کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال :وفی سنده مقاتل ضعيف. قلت :أما مقاتل فكذاب كما تقدم نقله عن وكيع فی الحديث (١٦٨)وأما الراوی عنه عيسى بن إبراهيم فضعيف جدا، قال البخاری والنسائی :منكر الحديث فما دام أن الحديث من رواية الكذاب فكان اللائق بالسيوطی أن ينزه منه الكتاب !ولهذا ذكره الصغانی فی "الأحاديث الموضوعة "(ص٧) ومن قبله ابن الجوزی فی "الموضوعات "وأقره السيوطی نفسه لكن بلفظ آخر، وهو:الدجاج غنم فقراء أمتی، والجمعة حج فقرائها ."

موضوع .أورده ابن الجوزی فی "الموضوعات(٣/٨) "من رواية ابن حبان فی "المجروحين (٣/٩٠) "من طريق عبد الله بن زيد -محمش -النيسابوری عن هشام ابن عبيد الله الرازی عن ابن أبی ذئب عن نافع عن ابن عمر مرفوعا ثم قال:

قال ابن حبان :باطل لا أصل له، وهشام لا يحتج به، وقال الدارقطنی :هذا كذب، والحمل فيه على محمش كان يضع الحديث.

وأقره السيوطی فی "اللآلیء (٢/٢٨) "فلم يتعقبه بشیء البتة، وأما ابن عراق فتعقبه فی "تنزيه الشريعة(٢/٢٣٦) "بقوله :قلت :اقتصر الحافظ الذهبی فی "طبقات الحفاظ "على قوله بعد إيراد (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ١٩١،و١٩٢)

[1] أخبرنا أبو الفتح محمد بن أحمد بن أبی الفوارس الحافظ:أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الله الشافعی قال :حدثنا الحسن بن سعيد الموصلی أبو علی قال :حدثنا إبراهيم بن حبان قال : حدثناشعبة بن الحجاج عن الحكم عن عبد الرحمن بن أبی ليلى عن أبی الدرداء قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تسليما" :من صلى يوم الجمعة فی جماعة كتبت له حجة متقبلة، وإن صلى العصر كانت له عمرة، فإن أمسى فی مكانه لم يسل الله تعالى شيئا إلا أعطاه."

قال الشيخ الإمام أبو بكر الخطيب " :هذا حديث غريب جدا من حديث شعبة/ (أ(٣٦/أ)) بن الحجاج، ومن بعده، تفرد إبراهيم بن حبان بن البراء بن النضر بن أنس بن مالك بروايته عن شعبة (المهروانيات الفوائد المنتخبة الصحاح والغرائب لابی القاسم يوسف بن محمد المهروانی، الهمذانی ،تحت رقم الحديث ٩٧، ج٢ص ٨٣١، ٨٣٢)

(فصل نمبر۳)

نمازِ جمعہ کے لئے سویرے اور جلدی جانے کے فضائل

کئی احادیث میں جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانے کے عظیم الشان اور مہتم بالشان فضائل بیان کئے گئے ہیں، اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جمعہ کے دن صبح سویرے سے ہی جمعہ کی نماز کے لیے آنے والوں کے لیے درجہ بدرجہ خاص ثواب لکھے جانے کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور جب امام جمعہ کی نماز کا خطبہ شروع کرتا ہے، تو اس وقت اس ثواب لکھے جانے کا سلسلہ بند کردیا جاتا ہے۔

آگے احادیث کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)...... حضرت ابو صالح سمان، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بُدْنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ (بخاری)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن ایسا غسل کیا جیسے جنابت اور ناپاکی سے غسل کیا جاتا ہے (کہ وہ بہت اچھی طرح اہتمام سے

---

[1] رقم الحدیث ۸۸۱، کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة، مسلم، رقم الحدیث ۱۰ "۸۵۰"؛ ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۵۱؛ ترمذی، رقم الحدیث ۴۹۹؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۹۹۲۶۔ قال شعیب الارنؤوط: اسناده صحیح علیٰ شرط الشیخین (حاشیة مسند احمد)

کیا جاتا ہے) پھر وہ (صبح سویرے پہلی ساعت میں) جمعہ کی نماز کے لئے گیا تو وہ (اجروثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اُس نے ایک اونٹ (اللہ کے راستے میں) پیش کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا وہ (اجروثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اس نے (اللہ کے راستے میں) گائے پیش کی، اور جو تیسری ساعت میں گیا (وہ اجر وثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اس نے (اللہ کے راستے میں) سینگوں والا (اچھی نسل کا) مینڈھا پیش کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا (وہ اجروثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اس نے (اللہ کے راستے میں) مرغی پیش کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا وہ (اجروثواب میں) ایسا ہے، جیسا کہ اس نے (اللہ کے راستے میں) ایک انڈا پیش کیا، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکل آتا ہے تو (مسجد میں درجہ بدرجہ آنے والوں کے نام لکھنے والے) فرشتے (مسجد کے اندر) حاضر ہو جاتے ہیں اور خطبہ سننے لگتے ہیں (اور اپنے صحیفے و رجسٹر بند کر دیتے ہیں) (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے خطبہ شروع کرنے کے لئے نکلنے تک آنے والوں کے لئے درجہ بدرجہ فضیلت حاصل کرنے کے اعتبار سے کچھ ساعتیں مقرر ہیں، بالترتیب ان ساعتوں میں آنے والوں کو درجہ بدرجہ ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(۴)...... اور حضرت ابو صالح سمان سے ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مصنف عبدالرزاق میں اس طرح مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فَاغْتَسَلَ اَحَدُكُمْ كَمَا يُغْتَسَلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَدَا إِلٰى أَوَّلِ سَاعَةٍ فَلَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ الْجُزُوْرِ، وَأَوَّلُ السَّاعَةِ وَآخِرُهَا سَوَاءٌ، ثُمَّ السَّاعَةُ الثَّانِيَةُ مِثْلَ الثَّوْرِ وَأَوَّلُهَا وَآخِرُهَا سَوَاءٌ، ثُمَّ الثَّالِثَةُ مِثْلَ الْكَبْشِ الْاَقْرَنِ، أَوَّلُهَا

وَآخِرُهَا سَوَاءٌ، ثُمَّ السَّاعَةُ الرَّابِعَةُ مِثْلَ الدَّجَاجَةِ، وَأَوَّلُهَا وَآخِرُهَا سَوَاءٌ، ثُمَّ مِثْلَ الْبَيْضَةِ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طُوِيَتِ الصُّحُفُ، وَجَاءَ تِ الْمَلَائِكَةُ تَسْمَعُ الذِّكْرَ، ثُمَّ غُفِرَلَهُ إِذَا اسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ مَابَيْنَ الْجُمُعَيْنِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے، پھر (جلدی) تم میں سے کوئی غسل کرتا ہے، جیسا کہ جنابت کا غسل کیا جاتا ہے (یعنی خوب اہتمام کے ساتھ میل کچیل دور کر کے غسل کرتا ہے) پھر وہ (صبح) سویرے پہلی ساعت میں (جمعہ کی نماز کے لیے) چل پڑتا ہے، تو اُس کو اونٹ کے برابر اجروثواب ملتا ہے، اور پہلی ساعت کا اوّل وآخر برابر ہے (یعنی پہلی ساعت میں جتنے لوگ بھی آتے ہیں، اُن کو اونٹ کے برابر ثواب ملتا ہے، اگر چہ اُن کے ثوابوں میں فرق ہوتا ہے، مثلاً کسی کو اعلیٰ اونٹ کا، کسی کو درمیانے اونٹ کا، اور کسی کو ادنیٰ وکمزور اونٹ کا ثواب ملتا ہے)

پھر دوسری ساعت میں (جمعہ کی نماز کے لیے) جانے والے کو بیل (وگائے) کے برابر اجروثواب ملتا ہے، اور دوسری ساعت کا اوّل وآخر برابر ہے (یعنی دوسری ساعت میں جتنے لوگ بھی آتے ہیں، اُن کو بیل کے برابر ثواب ملتا ہے، اگر چہ اُن کے ثوابوں میں فرق ہوتا ہے، مثلاً کسی کو اعلیٰ بیل کا، کسی کو درمیانے بیل کا، اور کسی کو ادنیٰ وکمزور بیل کا ثواب ملتا ہے)

پھر تیسری ساعت میں (جمعہ کی نماز کے لیے) جانے والے کو سینگوں والے (عمدہ) مینڈھے کے برابر اجروثواب ملتا ہے، اور تیسری ساعت کا اوّل وآخر

---

[1] رقم الحديث ۵۵۶۵، كتاب الجمعة، باب عظم يوم الجمعة.
إسناده صحيح على شرط الشيخين .سُمي :هو مولى أبي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام المخزومي، وأبو صالح :هو ذكوان السمان.

برابر ہے (یعنی تیسری ساعت میں جتنے لوگ بھی آتے ہیں، اُن کو مینڈھے کے برابر ثواب ملتا ہے، اگرچہ اُن کے ثوابوں میں فرق ہوتا ہے، مثلاً کسی کو اعلیٰ مینڈھے کا، کسی کو درمیانے مینڈھے کا، اور کسی کو ادنیٰ وکمزور مینڈھے کا ثواب ملتا ہے)

پھر چوتھی ساعت میں (جمعہ کی نماز کے لیے) جانے والے کو مرغی کے برابر اجروثواب ملتا ہے، اور چوتھی ساعت کا اوّل وآخر برابر ہے (یعنی چوتھی ساعت میں جتنے لوگ بھی آتے ہیں، اُن کو مرغی کے برابر ثواب ملتا ہے، اگرچہ اُن کے ثوابوں میں فرق ہوتا ہے، مثلاً کسی کو اعلیٰ مرغی کا، کسی کو درمیانی مرغی کا، اور کسی کو ادنیٰ وکمزور مرغی کا ثواب ملتا ہے)

پھر پانچویں ساعت میں (جمعہ کی نماز کے لیے) جانے والے کو انڈے کے برابر اجروثواب ملتا ہے (اور پانچویں ساعت کے اوّل وآخر میں بھی وہی تفصیل ہے جو پیچھے گزری یعنی پانچویں ساعت میں جتنے لوگ بھی آتے ہیں، اُن کو انڈے کے برابر ثواب ملتا ہے، اگرچہ اُن کے ثوابوں میں فرق ہوتا ہے، مثلاً کسی کو اعلیٰ انڈے کا، کسی کو درمیانے انڈے کا، اور کسی کو ادنیٰ وکمزور انڈے کا ثواب ملتا ہے)

پھر جب امام (خطبہ دینے کے لیے منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو (اجروثواب لکھے جانے والے یہ) صحیفے بند کردیے جاتے ہیں، اور فرشتے آکر ذکر (یعنی خطبہ) سُننے لگتے ہیں، پھر ایسے شخص کے دو جمعوں کے درمیان (یعنی پورے ہفتے) کے اور تین دن مزید کے (یعنی کل ملا کر دس دن کے) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں، بشرطیکہ وہ خطبہ کان لگا کر سُنے اور خاموش رہے (عبدالرزاق)

فائدہ: اس روایت کے شروع میں لفظِ ''غدا'' استعمال ہوا ہے اور عربی میں ''غدا'' کا لفظ صبح سویرے کے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے، جس سے ظاہر ہوا کہ جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانے

کی فضیلت کا وقت صبح سویرے سے شروع ہوجاتا ہے۔ ۱

سننِ کبریٰ نسائی کی ایک روایت میں ایک ایک چیز کے ثواب کو دو دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے، اُس کا مفہوم بھی مذکورہ روایت کے قریب قریب ہے، اور اس میں پانچ کے بجائے چھ قسم کے ثوابوں کا ذکر ہے، جن میں ایک اضافہ چڑیا کے ثواب کا ہے (جیسا کہ آگے آنے والی روایتوں میں بھی چھ قسم کے ثوابوں ہی کا ذکر ہے) ۲

---

۱ وفی هذه الرواية ذكر الغدوالی الجمعة والغدويكون من اول النهار(فتح البارى لابن رجب ، كتاب الصلاة)

۲ سننِ کبریٰ نسائی کی اُس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

عن أبی صالح، عن أبی هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :تقعد ملائكة يوم الجمعة على أبواب المسجد يكتبون الناس على منازلهم فالناس فيه كرجل قدم بدنة، وكرجل قدم بدنة، وكرجل قدم بقرة، وكرجل قدم بقرة، وكرجل قدم شاة، وكرجل قدم شاة، وكرجل قدم دجاجة، وكرجل قدم دجاجة، وكرجل قدم عصفورا، وكرجل قدم عصفورا، وكرجل قدم بيضة، وكرجل قدم بيضة (السنن الكبرىٰ للنسائی، رقم الحديث ١٧٠٦ ، باب التبكير إلى الجمعة)

قال ابن رجب: ورد ذلک آخرون منهم، وقالوا :من جاء فی أول ساعة من هذه الساعات وآخرها مشتركان فی تحصيل أصل البدنة أو البقرة أو الكبش مثلا، ولكن بدنة الأول أو بقرته أكمل مما للذی جاء فی آخرها، وبدنة المتوسط متوسطة .وهذا هو الأقرب، وعليه يحمل الحديث الذی خرجه عبد الرزاق(فتح البارى لابن رجب، ج۸ص ١٠١ ،كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة)

وقال زين الدين العراقی:(الأمر الثانی) قالوا مقتضى الحمل على الساعات الزمانية أن تتساوى مراتب الناس فی كل ساعة فمن أتى فی الساعة الأولى كان كمن قرب بدنة سواء أكان مجيئه فی أول الساعة أو فی آخرها وهذا خلاف ما قامت عليه الأدلة أن السابق لا يساويه من جاء بعده والجواب أن من جاء فی أول الساعة ومن جاء فی آخرها وإن اشتركا فی تحصيل البدنة مثلا لكن بدنة الأول أكمل فيكون التفاوت فی الساعة الواحدة بحسب الصفات ويدل لذلک قوله فی رواية للنسائی والناس فيه كرجل قدم بدنة وكرجل قدم بدنة وكذا كرر سائر المذكورات بعد البدنة إشارة إلى أن الآتيين فی ساعة واحدة وإن اشتركا فی التقرب بمسمى البدنة اختلفا من جهة أن بدنة السابق أعظم من بدنة المتأخر وهذا كما أن صلاة الجمعة تضاعف سبعا وعشرين درجة مع صدق الجماعة بالإمام والمأموم وبالعدد الكثير وذات العدد الكثير أفضل لقوله -عليه الصلاة والسلام - وما كثر فهو أحب إلى الله ففضل ذات العدد الكثير على ذات العدد القليل بكبر الدرجة مع اشتراک الكل فی سبع وعشرين درجة والله أعلم(طرح التثريب، ج۳ص ١٧٥،١٧٦ ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، حديث التبكير الى الجمعة)

(۳)......سنن نسائی اور دارمی کی روایت میں حضرت عبداللہ اغر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَكَتَبُوا مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَتِ الْمَلَائِكَةُ الصُّحُفَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُهَجِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَالْمُهْدِي بَدَنَةً ثُمَّ كَالْمُهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَالْمُهْدِي شَاةً ثُمَّ كَالْمُهْدِي بَطَّةً ثُمَّ كَالْمُهْدِي دَجَاجَةً ثُمَّ كَالْمُهْدِي بَيْضَةً (سنن النسائی) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور مسجد کی طرف (جلد یا بدیر) آنے والوں کا نام (اپنے صحیفے میں) لکھتے ہیں اور جب امام (خطبہ دینے کے لیے) نکل پڑتا ہے، تو یہ فرشتے اپنے صحیفے بند کردیتے ہیں۔

راوی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے لئے سویرے (یعنی پہلی ساعت میں) آنے والا (اجر وثواب کے لحاظ سے اللہ کے راستے میں) اونٹ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، پھر (دوسری ساعت میں آنے والا اجر وثواب کے لحاظ سے اللہ کے راستے میں) گائے صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، پھر (تیسری ساعت میں آنے والا اجر وثواب کے لحاظ سے اللہ کے راستے میں) بکری صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، پھر (چوتھی ساعت میں آنے والا اجر وثواب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں) بطخ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، پھر (پانچویں ساعت میں آنے والا

---

[۱] رقم الحدیث ۱۳۸۵، کتاب الجمعة، باب التبکیر الی الجمعة، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۱۷۰۴؛ سنن الدارمی، رقم الحدیث ۱۵۸۵.

اجروثواب کے لحاظ سے اللہ کے راستے میں) مرغی صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، پھر (چھٹی ساعت میں آنے والا اجروثواب کے لحاظ سے اللہ کے راستے میں) انڈا صدقہ کرنے والے کی طرح ہے (نسائی، دارمی)

فائدہ: مذکورہ حدیث میں جمعہ کے لئے پہلے آنے والے کے لئے لفظ ''مُهَجِّرُ'' استعمال ہوا ہے، جو ''سویرے'' کے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ [1]

اور ''ہدی'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو ایسی قربانی کے جانور کو کہا جاتا ہے جو حج کے لئے ہوتی ہے، جو کہ اس کی فضیلت واہمیت کی علامت ہے، اور امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے آنے والوں کے لئے بالترتیب چھ قسم کے ثوابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ [2]

(۴)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَيَكْتُبُوْنَ النَّاسَ مَنْ جَاءَ مِنَ النَّاسِ عَلٰى مَنَازِلِهِمْ فَرَجُلٌ قَدَّمَ جُزُوْرًا وَرَجُلٌ قَدَّمَ بَقَرَةً وَرَجُلٌ قَدَّمَ شَاةً وَرَجُلٌ قَدَّمَ دَجَاجَةً وَرَجُلٌ قَدَّمَ عُصْفُوْرًا وَرَجُلٌ قَدَّمَ بَيْضَةً قَالَ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَجَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ طُوِيَتِ الصُّحُفُ وَدَخَلُوا الْمَسْجِدَ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۷۶۹) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد

---

[1] فی النهاية التهجير التبكير فی كل شيئ (مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۸۱۳، كتاب المناسك، باب الدفع من عرفة والمزدلفة)

[2] فكأن المراد بالقربان فی رواية الباب الاهداء الى الكعبة، قال الطيبی فی لفظ الاهداء ادماج بمعنىٰ التعظيم للجمعة، وان المبادر اليها كمن ساق الهدى (فتح البارى لابن حجر، ج۲ص ۳۶۶، قوله باب فضل الجمعة)

[3] قال شعيب الارنؤوط: اسنادهٗ حسن (حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمی: رواه احمد ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۸۲، باب التبكير إلى الجمعة)

کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور جو لوگ (جمعہ کی نماز کی طرف) آئیں، درجہ بدرجہ اُن کا نام (صحیفوں میں) لکھتے ہیں۔

پس (پہلی ساعت میں) آنے والا شخص (اجر وثواب میں ایسا ہے، جیسے) اُس نے (اللہ کے راستے میں) اونٹ پیش کیا، اور (دوسری ساعت میں آنے والا) شخص (اجر وثواب میں ایسا ہے، جیسے) اُس نے (اللہ کے راستے میں) گائے پیش کی، اور (تیسری ساعت میں آنے والا) شخص (اجر وثواب میں ایسا ہے، جیسے) اُس نے (اللہ کے راستے میں) بکری پیش کی، اور (چوتھی ساعت میں آنے والا) شخص (اجر وثواب میں ایسا ہے، جیسے) اُس نے (اللہ کے راستے میں) مرغی پیش کی، اور (پانچویں ساعت میں آنے والا) شخص (اجر وثواب میں ایسا ہے، جیسے) اُس نے (اللہ کے راستے میں) چڑیا پیش کی، اور (چھٹی ساعت میں آنے والا) شخص (اجر وثواب میں ایسا ہے، جیسے) اُس نے (اللہ کے راستے میں) انڈا پیش کیا۔

(رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ پھر جب مؤذن (خطبے کی) اذان دیتا ہے اور امام (خطبہ دینے کے لیے) منبر پر بیٹھ جاتا ہے، تو یہ فرشتے اپنے صحیفے بند کردیتے ہیں اور مسجد میں داخل ہوجاتے ہیں اور (خاموشی سے) ذکر (یعنی خطبہ) سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں (مسند احمد)

فائدہ: اس حدیث میں بھی امام کے خطبہ سے پہلے آنے والوں کے لئے چھ قسم کے ہی ثوابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

فرق اتنا ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں بطخ کے بعد مرغی کا ذکر ہے، اور اس میں بطخ کی جگہ مرغی کا اور اس کے بعد چڑیا کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] اور یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے مطابق ہے، لہٰذا اس میں چڑیا کے ذکر کو بعض حضرات کا شاذ ومنکر قرار دینا ہمیں راجح معلوم نہیں ہوا۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بطخ، مرغی سے بڑا اور مرغی، چڑیا سے بڑا جانور ہے۔

اگر مرغی غیر معمولی بڑی ہو تو وہ بطخ میں اور بہت چھوٹی ہو تو چڑیا میں داخل ہے۔

اس لئے اس کو ایک ایک حیثیت سے دونوں سے مشابہت حاصل ہے۔

اور چڑیا بڑی ہونے کی صورت میں مرغی یا بطخ کے مفہوم کو بھی شامل ہو سکتی ہے۔

مراد یہ ہے کہ ہر اگلی ساعت کا ثواب پچھلی ساعت کے ثواب کے مقابلہ میں اسی تناسب سے کم ہوتا ہے۔ [1]

اس سلسلہ میں اور روایات بھی وارد ہوئی ہیں، لیکن ان سب کا مفہوم ہماری گزشتہ ذکر کردہ چاروں حدیثوں سے خارج نہیں ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ابن عجلان، عن سمی، عن أبی صالح، عن أبی هریرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :تقعد الملائكة يوم الجمعة على أبواب المسجد يكتبون الناس على منازلهم، فالناس فيه كرجل قدم بدنة، وكرجل قدم بقرة، وكرجل قدم شاة، وكرجل قدم دجاجة، وكرجل قدم عصفورا، وكرجل قدم بيضة(سنن النسائی،رقم الحديث ۱۳۸۷)

قال ابن الملقن:وفی (رواية للنسائی) بإسناد صحيح :قال فی الساعة الخامسة :كالذی يهدی عصفورا وفی السادسة بيضة .

وفی رواية (له) بإسناد صحيح قال فی الرابعة :كالمهدی بطة، ثم كالمهدی دجاجة، ثم كالمهدی بيضة.

قال النووی فی مجموعه و خلاصته :وهاتان الروايتان وإن صح (إسنادهما) فقد يقال :هما شاذتان لمخالفتهما سائر الروايات.

قلت :قد أخرج رواية العصفور أحمد فی مسنده بإسناد جيد من رواية أبی سعيد الخدری فلا مخالفة إذا(البدرالمنير، ج۴ص ۶۶۹،كتاب الجمعة، الحديث الحادی والخمسون)

[1] وفی النسائی بعد الكبش بطة ثم دجاجة ثم بيضةوفی رواية بعد الكبش دجاجة ثم عصفوراً ثم بيضة واسنادهما صحيح وبذالک يتضح استيعاب الست الساعات التی هی نصف النهار(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۸۰۴ ج ۱ ص ۴۲۱)

[2] اس سلسلہ میں طبرانی کی ایک روایت یہ ہے کہ:

حدثنا الوليد بن حماد، ثنا سليمان، ثنا بشر بن عون، ثنا بكار بن تميم، عن مكحول، عن واثلة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الله يبعث الملائكة يوم الجمعة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تشریح: ہم نے جمعہ کے لئے جلدی جانے کے فضائل سے متعلق اب تک چار روایات ذکر کی ہیں جن کو سامنے رکھ کر ان کی ضروری تشریح پیش کی جاتی ہے۔

شریعت کا مشہور قاعدہ ہے کہ ایک حدیث سے دوسری حدیث کی اور ایک روایت سے دوسری روایت کی تشریح وتوضیح ہوا کرتی ہے۔

اس قاعدہ کو پیشِ نظر رکھ کر پہلی بات تو یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے آنے والوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے پہلے اور دوسرے نمبر میں مذکور روایت میں، پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على أبواب المساجد، يكتبون القوم الأول والثانى والثالث والرابع والخامس والسادس، فإذا بلغوا السابع كانوا بمنزلة من قرب العصافير (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۴۶، ج۲۲ص ۶۱)

ترجمہ: ہم سے ولید بن حماد نے بیان کیا اور اُن سے سلیمان نے بیان کیا اور اُن سے بشر بن عون نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بکار بن تمیم نے بیان کیا، اُنہوں نے مکحول سے اور مکحول نے واثلہ سے روایت کیا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جمعہ کے دن فرشتوں کو مسجدوں کے دروازوں پر بھیج دیتا ہے، اور وہ (مسجد میں داخل ہونے والی) پہلی اور دوسری اور تیسری اور چوتھی اور پانچویں اور چھٹی قوم (کے درجہ بدرجہ اجر وثواب) کو لکھتے ہیں، پس جب وہ ساتویں قوم (کے ثواب) تک پہنچتے ہیں تو وہ (ساتویں قوم) چڑیوں کے صدقہ کرنے کے برابر اجر وثواب پانے والی ہوتی ہے (طبرانی)

لیکن اس روایت پر بشر بن عون راوی کی وجہ سے سخت جرح کی گئی ہے۔

قال الهيثمى :رواه الطبرانى فى الكبير من رواية بشير بن القرشى قال ابن حبان روى نحو مائة حديث كلها موضوعة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۸۶، ج۲ص ۱۷۸، باب التبكير إلى الجمعة)

وقال العينى :وفى روايته مجهول (عمدة القارى شرح البخارى، ج۶ص ۱۷۱، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة)

وقال الشيخ زين الدين عبدالرحيم العراقى :وبكار بن تميم مجهول وبشر بن عون روى عنه نسخة بهذا الإسناد نحو مائة حديث كلها موضوعة قال الذهبى فى الميزان فإن ثبت هذا فتكون الملائكة تكتب الآتى فى الساعة السابعة أيضا لكن هذا مخالف لقوله فى رواية الصحيحين أنهم يطوون الصحف عند خروج الإمام وقد كان خروجه -عليه الصلاة والسلام -فى أول السابعة كما تقدم وعلى تقدير أن لا تصح رواية النسائى التى تقتضى الساعة السادسة فلا محذور فى أن لا تكتب أهل الساعة السادسة فى السابقين والفضل بيد الله يؤتيه من يشاء (طرح التثريب، ج۳ص ۱۷۵، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، حديث التبكير الى الجمعة)

اور پانچویں ساعت کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

جبکہ دوسرے اور تیسرے نمبر کی روایت میں بالترتیب آنے والوں کی درجہ بدرجہ فضیلت بیان کی گئی ہے، اور ساعت کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی گئی، جبکہ پہلے اور دوسرے نمبر کی روایت میں جمعہ کی نماز کے لیے آنے والوں کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں ساعت کی قید لگائی گئی ہے، اور دوسرے نمبر کی روایت میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ ایک پوری ساعت میں آنے والوں کا ثواب ایک ہی قسم کا ہوتا ہے (اگرچہ اس قسم کے درجات میں فرق ہوتا ہے)

اس لیے پہلی دو روایتوں کو تیسری و چوتھی روایت کی اور ان میں بھی دوسری روایت کو چاروں روایتوں کی تشریح مانتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہوجاتا ہے کہ ثواب ملنے کی یہ ترتیب وتقسیم آگے پیچھے آنے والے صرف پانچ افراد تک محدود نہیں، بلکہ یہ سلسلہ پانچ ساعتوں تک جاری رہتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ پہلی اور دوسری روایتوں میں ثواب کی فضیلت کے درجات کا سلسلہ پانچ ساعتوں تک بیان کیا گیا ہے، جبکہ دوسری اور تیسری روایتوں میں ثواب کی فضیلت کے درجات کا یہ سلسلہ پانچ کے بجائے چھ کی تعداد میں بیان کیا گیا ہے۔

اب ان دو باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر دل کو لگنے والی بات یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانے کے مکمل فضائل کے درجات رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل چھ ہی بیان فرمائے ہیں، جو تیسری و چوتھی روایات میں مذکور ہیں۔ [1]

اور وہ درجات جمعہ کا وقت شروع ہونے یعنی زوال سے پہلے چھ ساعتوں میں تقسیم ہیں۔

اور جمہور فقہاء وعلماء کے نزدیک جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا آغاز جمعہ کے دن صبح

---

[1] رہا یہ شبہ کہ پہلی اور دوسری روایتوں میں پانچ کے عدد پر اکتفاء کیوں کیا گیا؟ تو اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے اختصار کے پیشِ نظر ایسا کیا گیا ہو، یا پھر یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ مرغی کو ایک طرح بطخ سے اور ایک طرح عصفور (یعنی چڑیا) سے مشابہت ہے، اس لئے اس کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

سویرے سے ہوجاتا ہے۔ [1]

اوراگرچہ اس بارے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس فضیلت کا آغاز صبح صادق یعنی فجر کا وقت داخل ہونے پر شروع ہوتا ہے، یا سورج طلوع ہونے پر؟

لیکن غور کرنے سے راجح اور قوی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس فضیلت کے وقت کا آغاز سورج طلوع ہونے پر ہوتا ہے (کیونکہ طلوعِ فجر مراد لینے کی صورت میں صفائی ستھرائی وغیرہ کا وقت باقی نہیں رہتا، اور طلوعِ فجر سے پہلے نمازِ فجر کی تیاری کا وقت ہوتا ہے، نہ کہ جمعہ کی تیاری کا) [2]

---

[1] قال الملاعلی القاری:وذهب الجمهور إلى أنها أول النهار، والرواح .قال الأزهری :إنه الذهاب سواء كان أول النهار أو آخره، أو فی الليل ;لأن ذكر الساعات إنما هو للحث على التبكير إليها، والترغيب فی فضيلة السبق، وانتظار الجمعة، والاشتغال بالتنفل والذكر، وهذا لا يحصل بالذهاب بعد الزوال اهـ .وقد كان السلف يمشون على السرج يوم الجمعة إلى الجامع، وفی الإحياء :وأول بدعة حدثت فی الإسلام ترک التبكير إلى المساجد(مرقاة المفاتيح ،ج۳، ص ۱۰۳۱،کتاب الصلاة، باب التنظيف والتبكير،الفصل الاول)

وقال النووی :اتفق أصحابنا وغيرهم على استحباب التبكير إلى الجمعة فی الساعة الأولى للحديث السابق وفيما يعتبر منه الساعات ثلاثة أوجه (الصحيح) عند المصنف والأكثرين من طلوع الفجر (والثانی) من طلوع الشمس وبه قطع المصنف فی التنبيه وينكر عليه الجزم به (والثالث) أن الساعات هنا لحظات لطيفة بعد الزوال واختاره القاضی حسين وإمام الحرمين وغيرهما من الخراسانيين وهو مذهب مالک.

واحتجوا بأن الرواح إنما يكون بعد الزوال وهذا ضعيف أو باطل والصواب أن الساعات من أول النهار وأنه يستحب التبكير من أول النهار وبهذا قال جمهور العلماء وحكاه القاضی عياض عن الشافعی وابن حبيب المالكی وأكثر العلماء ودليله أن النبی صلى الله عليه وسلم أخبر أن الملائكة يكتبون من جاء فی الساعة الأولى والثانية والثالثة والرابعة والخامسة والسادسة كما صح فی روايتی النسائی اللتين قدمتهما فإذا خرج الإمام طووا الصحف ولا يكتبون بعد ذلک أحدا ومعلوم أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يخرج إلى الجمعة متصلا بالزوال وكذلک جميع الأئمة فی جميع الأمصار وذلک بعد انقضاء الساعة السادسة فدل على أنه لا شء من الهدی والفضيلة لمن جاء بعد الزوال ولا يكتب له شء أصلا لأنه جاء بعد طی الصحف (المجموع شرح المهذب ج۴ص ۵۴۰،باب صلاة الجمعة، فی مذاهب العلماء فی مسائل من غسل الجمعةس)

[2] قال ابن رجب:وقالت طائفة :أولها من طلوع الشمس، وحكی عن الثوری وأبی حنيفة ومحمد بن إبراهيم البوشنجی، ورجحه الخطابی وغيره، لأن ما قبله وقت للسعی إلى صلاة الفجر. ورجح هذا القول عبد الملک بن حبيب المالكی(فتح الباری لابن رجب،ج۸ص ۹۵،۹۶،کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة)

اوراس کی تائیداس سے بھی ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کو بارہ ساعتوں پر مشتمل قرار دیا ہے۔ ؎[1]

سورج کے طلوع ہونے سے زوال تک چھ ساعتیں اور زوال کے بعد غروب تک مزید چھ ساعتیں ہیں، اور سورج کے طلوع ہونے سے لے کر غروب تک کل بارہ ساعتیں ہیں، اور ساتویں ساعت میں زوال ہوجاتا ہے، اس لئے وہ وقت جمعہ کی نماز کا ہے۔

اب ان چھ ساعتوں میں سے ہر ایک کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے سے لے کر سورج کے غروب تک کے وقت کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا جائے، ان میں سے ہر بارہواں حصہ ایک ساعت شمار ہوگا۔

اوراس سے بھی آسان طریقہ یہ ہے کہ سورج کے طلوع سے زوال تک کے وقت کو چھ حصوں

---

[1] چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کے ضمن میں درج کر دی گئی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

یوم الجمعة ثنتا عشرة -یرید -ساعة، لا یوجد مسلم یسأل اللہ عز وجل شیئا، إلا أتاہ اللہ عز وجل، فالتمسوھا آخر ساعة بعد العصر (ابو داؤد، رقم الحدیث ۱۰۴۸)

قال الالبانی: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم (صحیح ابی داؤد الام، تحت رقم الحدیث ۹۶۳، باب الاجابة؛ أیةَ ساعةٍ ھی فی یوم الجمعة)

گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہارِ عرفی پر محمول ہے، جو کہ ہمیشہ اور ہر موسم میں بارہ ساعتوں پر مشتمل ہوتا ہے، اور جب ہم سورج طلوع ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے کے وقت کو بارہ گھڑیوں اور ساعتوں میں تقسیم کر کے دیکھتے ہیں، تو چھ گھڑیاں زوال سے پہلے اور چھ گھڑیاں زوال کے بعد ہوتی ہیں (کیونکہ نہارِ عرفی، جس کا آغاز سورج طلوع ہونے اور اختتام سورج غروب ہونے پر ہوتا ہے اس کا ٹھیک نصف یعنی آدھا، زوال کا وقت بنتا ہے)

اور زوال ہونے پر ہی جمعہ کا وقت شروع ہوتا ہے، اور جمعہ جلدی پڑھنا مستحب ہے، لہٰذا ساتویں ساعت امام کے خطبہ کے لیے نکلنے کی ہے۔

البتہ احادیث میں کیونکہ آخری ساعت کو بیان کرنے کے بعد کسی خاص مقدار کو بیان کیے بغیر امام کے خطبہ کے لیے نکل پڑنے پر فرشتوں کے ثواب لکھنے کا سلسلہ بند کرنے کو بیان کیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جب تک امام خطبہ کے لیے نہیں نکلتا، اس وقت تک ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اگرچہ ساتویں ساعت شروع ہوچکی ہو، لیکن اس ساعت کا ثواب مستقلاً نہیں ہوتا، بلکہ چھٹی ساعت کے تابع ہو کر آخری درجہ کا ثواب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس تفصیل سے بحمد اللہ تعالیٰ بہت سے اشکالات دُور ہوجاتے ہیں، اور سب قسم کی روایات میں تطبیق ہوجاتی ہے۔ م۔ ر۔

میں تقسیم کیا جائے، جن میں سے ہر چھٹا حصہ ایک ساعت شمار ہوگا۔
اور موسم کے لحاظ سے اس ساعت کی مقدار کم وزیادہ ہوگی۔ ۱

---

۱ قال ابن القیم :وقد اختلف الفقهاء فی هذه الساعة علی قولین:
أحدهما :أنها من أول النهار وهذا هو المعروف فی مذهب الشافعی وأحمد وغیرهما.
والثانی :أنها أجزاء من الساعة السادسة بعد الزوال، وهذا هو المعروف فی مذهب مالک، واختاره بعض الشافعیة............
واحتج أصحاب القول الأول بحدیث جابر رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم " :(یوم الجمعة ثنتا عشرة ساعة) ." قالوا :والساعات المعهودة هی الساعات التی هی ثنتا عشرة ساعة، وهی نوعان :ساعات تعدیلیة وساعات زمانیة، قالوا :ویدل علی هذا القول أن النبی صلی الله علیه وسلم إنما بلغ بالساعات إلی ست، ولم یزد علیها، ولو كانت الساعة أجزاء صغارا من الساعة التی تفعل فیها الجمعة لم تنحصر فی ستة أجزاء ، بخلاف ما إذا كان المراد بها الساعات المعهودة، فإن الساعة السادسة متی خرجت ودخلت السابعة خرج الإمام وطویت الصحف ولم یكتب لأحد قربان بعد ذلک كما جاء مصرحا به............
قال أبو عمر بن عبد البر :اختلف أهل العلم فی تلک الساعات، فقالت طائفة منهم :أراد الساعات من طلوع الشمس وصفائها، والأفضل عندهم التبكیر فی ذلک الوقت إلی الجمعة، وهو قول الثوری وأبی حنیفة والشافعی، وأكثر العلماء بل كلهم یستحب البكور إلیها.
قال الشافعی رحمه الله :ولو بكر إلیها بعد الفجر وقبل طلوع الشمس كان حسنا(زادالمعاد فی هدی خیرالعباد، ج ۱ ص۳۸۷،۳۸۸،فصل فی بیان اختلاف الناس فی ساعة الإجابة، ملخصاً)
قال زین الدین العراقی:وقال والدی -رحمه الله -ولكن لیس العمل علیه فی أمصار الإسلام قدیما وحدیثا أن یبكر للجمعة من طلوع الفجر وفیه طول یؤدی إلی انتقاض الطهارة وتخطی الرقاب وصحح الماوردی أن التبكیر من طلوع الشمس لیكون ما قبل ذلک من طلوع الفجر زمان غسل وتأهب قال ابن الرفعة ویؤذن به قول الشافعی -رضی الله عنه -ویجزئه غسله لها إذا كان بعد الفجر قال والدی -رحمه الله -وأهل علم المیقات یجعلون ابتداء ساعات النهار من طلوع الشمس ویجعلون ما بین طلوع الفجر والشمس من حساب اللیل واستواء اللیل والنهار عندهم إذا تساوی ما بین غروب الشمس وطلوعها وما بین طلوعها وغروبها(طرح التثریب، ج۳ص ۱۷۱، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، حدیث التبكیر الی الجمعة)
فقال الجمهور المراد بهذه الساعات الأجزاء الزمانیة التی یقسم النهار منها علی اثنی عشر جزءا ......قال بعض أصحابنا وقد ورد التصریح بذلک فی قوله -علیه الصلاة والسلام -یوم الجمعة اثنتا عشرة ساعة فمن راح فی الساعة الأولی فكأنما قرب بدنة......وهو صحیح الإسناد فقد صح عن النبی -صلی الله علیه وسلم -أنه قال :یوم الجمعة اثنتا عشرة ساعة لكن لا فی معرض التبكیر بل فی معرض ساعة الإجابة لكنه یستأنس به فی التبكیر أیضا والله أعلم (طرح التثریب، ج۳ص ۱۷۴، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، حدیث التبكیر الی الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا سورج طلوع ہونے سے لے کر زوال تک کے وقت کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے ہر پہلی ساعت میں آنے والے کا ثواب اگلی ساعت میں آنے والے سے زیادہ ہوگا۔

مذکورہ فضائل سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جمعہ کے دن کو عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے مشابہت ہے، وہ اس طرح سے کہ عیدالاضحیٰ میں جانوروں کی قربانی ہوتی ہے اور عیدالفطر میں صدقۂ فطر ادا کیا جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ قربانی کا ثواب صدقۂ فطر سے زیادہ ہے، پس پہلی تین ساعتوں کی فضیلت کو قربانی سے اور آخری تین ساعتوں کی فضیلت کو صدقۂ فطر سے مشابہت ہے، کیونکہ پہلی تین ساعتوں میں ملنے والا اجر وثواب ایسی چیزوں پر مشتمل ہے جن کی عیدالاضحیٰ میں قربانی ادا کی جاتی ہے (یعنی اونٹ، گائے، اور بکری، جبکہ بیل گائے کے اور مینڈھا بکری کے درجہ میں داخل ہے) اور بعد کی تین ساعتوں میں ملنے والا اجر وثواب ایسی چیزوں پر مشتمل ہے جن کی عیدالاضحیٰ میں اگرچہ قربانی تو ادا نہیں کی جاسکتی، لیکن اُن چیزوں کا صدقہ ضرور دیا جاسکتا ہے (یعنی بطخ، مرغی اور انڈا۔ اور رہا چڑیا کا معاملہ تو بڑے ہونے کی صورت میں اس کا اطلاق مرغی اور بطخ پر بھی آسکتا ہے)

چنانچہ علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا كَانَ فِي الْأُسْبُوْعِ كَالْعِيْدِ فِي الْعَامِ ، وَكَانَ الْعِيْدُ مُشْتَمِلًا عَلٰى صَلَاةٍ وَقُرْبَانٍ ، وَكَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمَ صَلَاةٍ، جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقال أهل الميقات لهم اصطلاحان فى الساعات فالساعات الزمانية كل ساعة منها خمس عشرة درجة والساعات الآفاقية يختلف قدرها باختلاف طول الأيام وقصرها فى الصيف والشتاء فالنهار اثنتا عشرة ساعة ومقدار الساعة يزيد وينقص ويشهد لهذا الاصطلاح الثانى قوله -عليه الصلاة والسلام- يوم الجمعة اثنتا عشرة ساعة كما رواه أبو داود والنسائى بإسناد صحيح وصححه الحاكم فلم يفرق بين الصيف والشتاء فهو دائما اثنتا عشرة ساعة وعلى هذا الثانى تحمل الساعات المذكورة فى الحديث فلا يلزم عليه ما ذكره من اختلاف الأمر باليوم الشاتى والصائف ومن فوات الجمعة فى الشتاء لمن جاء فى الساعة الخامس (طرح التثريب، ج۳ص ۱۷۷، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، حديث التبكير الى الجمعة)

اَلتَّعْجِيلَ فِيهِ اِلَى الْمَسْجِدِ بَدْلًا مِنَ الْقُرْبَانِ ، وَقَائِمًا مَقَامَهُ فَيَجْتَمِعُ لِلرَّائِحِ فِيهِ اِلَى الْمَسْجِدِ الصَّلَاةُ،وَالْقُرْبَانُ (زادالمعاد فى هدى خيرالعباد، ج ا ص ۳۸۶،فصل فى بيان اختلاف الناس فى ساعة الإجابة)

ترجمہ: جمعہ کا دن جبکہ پورے ہفتہ میں ایسا ہے، جیسا کہ پورے سال میں عید کا دن اور عید کا دن نماز اور قربانی (یا صدقۂ فطر) پر مشتمل ہوتا ہے، اور جمعہ کا دن نمازِ جمعہ کا دن ہے، تو اللہ سبحانہٗ نے مسجد کی طرف (جمعہ کی نماز کے لیے) جلدی جانے کو قربانی (وصدقۂ فطر) کا بدل اور اس کے قائم مقام قرار دے دیا ہے؛ پس اس دن میں مسجد کی طرف جلدی جانے والے کے لیے (عیدُ الاضحیٰ کے دن کی طرح) نماز اور قربانی کا اجتماع ہوگیا (زادالمعاد)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے سویرے اور جلدی جانے کے عظیم الشان فضائل ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

سَارِعُوا اِلَى الْجُمَعِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْرُزُاِلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ فِىْ كُلِّ جُمُعَةٍ فِىْ كَثِيْبٍ مِنْ كَافُوْرٍ فَيَكُوْنُوْا مِنَ الْقُرْبِ عَلٰى قَدْرِ تَسَارُعِهِمْ اِلَى الْجُمُعَةِ فَيُحْدِثُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمْ مِّنَ الْكَرَامَةِ شَيْئًا لَمْ يَكُوْنُوْا رَأَوْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيهِمْ فَيُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهُمْ، قَالَ : ثُمَّ دَخَلَ عَبْدُاللّٰهِ الْمَسْجِدَ فَاِذَاهُوَبِرَجُلَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَدْسَبَقَاهُ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ : رَجُلاَ نِ وَاَنَاالثَّالِثُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يُّبَارِكَ فِى الثَّالِثِ (المعجم الكبير للطبرانى) [1]

ترجمہ: جمعہ کی نماز کے لیے جلدی نکلا کرو، کیونکہ اللہ عزوجل ہر جمعہ کو جنتیوں کو

---

[1] رقم الحديث ۹۱۶۹،ج۹ص۲۳۸، الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة، رقم الحديث ۳۱؛ التوحيد لابن خزيمة، رقم الحديث ۵۵۹.

کافور کے ٹیلے پر اپنی زیارت کرائیں گے، پس لوگ اللہ عزوجل کے اسی اعتبار سے قریب ہوں گے جتنی جلدی وہ دنیا میں جمعہ کی نماز کے لئے جایا کرتے تھے، پھر اللہ عزوجل اُن کے لئے ایسے اکرام واعزاز والی چیزیں ظاہر فرمائیں گے کہ جن کو اُنہوں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا ہوگا، پھر وہ (جنت میں) اپنے گھر والوں کے پاس لوٹیں گے، اور وہ اپنے گھر والوں سے اُن اعزاز واکرام والی چیزوں کا ذکر کریں گے جو اللہ نے ان کے لئے ظاہر فرمائیں۔

راوی (حضرت ابوعبیدہ) کہتے ہیں کہ: پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ جمعہ کے دن دو شخص اُن سے پہلے جمعہ کی نماز کے لئے پہنچ چکے ہیں، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو آدمی تو یہ ہیں، اور تیسرا میں ہوں، اگر اللہ نے چاہا تو تیسرے میں بھی برکت عطا فرمائے گا (یعنی میں تیسرا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے برکت سے محروم نہیں فرمائیں گے) (طبرانی، ابنِ بطہ، ابنِ خزیمہ)

اس روایت کی سند کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ بعض نے صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی تائید آگے آنے والی ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] قال المنذری: رواه الطبرانی فی الکبیر، وابوعبیدة اسمه عامر ولم یسمع من ابیه عبدالله بن مسعود رضی الله عنه وقیل سمع منه (الترغیب والترهیب، تحت رقم الحدیث ۱۰۶۸، کتاب الجمعة الترغیب فی صلاة الجمعة والسعی إلیها)

وقال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الکبیر، وابوعبیدة لم یسمع من ابیه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۳۰۸۹، باب التبکیر إلی الجمعة)

وقال ابن تیمیة: ورواه ابن بطة بإسناد صحیح من هذا الطریق وزاد فیه :(ثم یرجعون إلی أهلیهم فیحدثونهم بما قد أحدث لهم من الکرامة شیئا لم یکونوا رأوه فیما خلا) هذا إسناد حسن حسنه الترمذی وغیره.

ویقال إن أبا عبیدة لم یسمع من أبیه؛ لکن هو عالم بحال أبیه متلق لآثاره من أکابر أصحاب أبیه وهذه حال متکررة من عبد الله -رضی الله عنه- فتکون مشهورة عند أصحابه فیکثر المتحدث بها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد، حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِاللهِ اِلَى الْجُمُعَةِ فَوَجَدَ ثَلاثَةً وَقَدْ سَبَقُوْهُ فَقَالَ رَابِعُ اَرْبَعَةٍ وَمَا رَابِعُ اَرْبَعَةٍ بِبَعِيْدٍ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ يَجْلِسُوْنَ مِنَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى قَدْرِ رَوَاحِهِمْ اِلَى الْجُمُعَاتِ، اَلْاَوَّلَ وَ الثَّانِيَ وَ الثَّالِثَ ثُمَّ قَالَ رَابِعُ اَرْبَعَةٍ وَمَا رَابِعُ اَرْبَعَةٍ بِبَعِيْدٍ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن جمعہ (کی نماز) کے لئے نکلا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تین آدمی ان سے پہلے مسجد میں پہنچ چکے ہیں (اور یہ خود مسجد میں پہنچنے والے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولم يكن في أصحاب عبد الله من يتهم عليه حتى يخاف أن يكون هو الواسطة فلهذا صار الناس يحتجون برواية ابنه عنه وإن قيل إنه لم يسمع من أبيه (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، جلد٦ ص٤٠٤، فصل :في القاعدة العظيمة الجليلة في "مسائل الصفات والأفعال" من حيث قدمها ووجوبها الخ،تحت حديث "رؤية المؤمن ربهم في الجنة")

عن أبي عبيدة ، عن عبد الله بن مسعود قال : تسارعوا إلى الجمعة ؛ فإن الله تبارك وتعالى يبرز لأهل الجنة في كل يوم جمعة ، في كثيب من كافور أبيض ، فيكونون منه في القرب على قدر تسارعهم إلى الجمعة في الدنيا (الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الحديث ٢٠٥١، باب صفة النار)

قال ابن تيمية: وهذا الذي أخبر به ابن مسعود أمر لا يعرفه إلا نبي أو من أخذه عن نبي فيعلم بذلك أن ابن مسعود أخذه عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا يجوز أن يكون أخذه عن أهل الكتاب لوجوه :(أحدها) : أن الصحابة قد نهوا عن تصديق أهل الكتاب فيما يخبرونهم به :فمن المحال أن يحدث ابن مسعود رضي الله عنه بما أخبر به اليهود على سبيل التعليم ويبني عليه حكما .(الثاني) : أن ابن مسعود -رضي الله عنه -خصوصا كان من أشد الصحابة -رضي الله عنهم -إنكارا لمن يأخذ من أحاديث أهل الكتاب .(الثالث) : أن الجمعة لم تشرع إلا لنا والتبكير فيها ليس إلا في شريعتنا فيبعد مثل أخذ هذا عن الأنبياء المتقدمين ويبعد أن اليهودي يحدث بمثل هذه الفضيلة لهذه الأمة وهم الموصوفون بكتمان العلم والبخل به وحسد هذه الأمة (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية جلد٦ ص٤٠٥، فصل :في القاعدة العظيمة الجليلة في "مسائل الصفات والأفعال "من حيث قدمها ووجوبها الخ، تحت حديث رؤية المؤمنين ربهم في الجنة في مثل يوم الجمعة من أيام الدنيا)

[1] رقم الحديث ١٠٩٤، باب ما جاء في التهجير إلى الجمعة، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٠٠١٣.

چوتھے شخص تھے) تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں چار میں چوتھا ہوں اور چار میں چوتھا آدمی بھی (اللہ کی رحمت سے) دور نہیں ہوگا (پھر فرمایا کہ میں نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگ اس ترتیب سے بیٹھے ہوں گے، جس طرح جمعہ (کی نماز) کے لئے جایا کرتے تھے (یعنی جمعہ کی طرف) پہلے نمبر پر جانے والے پہلے، پھر دوسرے نمبر پر جانے والے، اور پھر تیسرے نمبر پر جانے والے، پھر فرمایا کہ (میں) چار میں سے چوتھا (ہوں) اور چار میں سے چوتھا بھی دور نہیں ہے (ابنِ ماجہ، طبرانی)

اس روایت کی سند کو بعض حضرات نے حسن اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے، مگر اس کی تائید گزشتہ روایت سے بھی ہوتی ہے۔[1]

---

[1] قال المنذری: رواه ابن ماجه وابن أبی عاصم وإسنادهما حسن (الترغیب والترهیب، تحت رقم الحدیث ۱۰۶۹، کتاب الجمعة الترغیب فی صلاة الجمعة والسعی إلیها)

وقال البوصیری: هذا إسناد فیه مقال عبد المجید هذا هو ابن عبد العزیز ابن أبی رواد وإن أخرج له مسلم فی صحیحه فإنما أخرج له مقرونا بغیره فقد کان شدید الإرجاء داعیة إلیه لکن وثقه الجمهور أحمد وابن معین وأبو داود والنسائی ولینه أبو حاتم وضعفه ابن حبان وباقی رجال الإسناد حسن، رواه ابن أبی عاصم من هذا الوجه بإسناد حسن ورواه الطبرانی فی الکبیر من حدیث عبد الله بن مسعود أیضا (مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه، ج ۱ ص ۱۳۱، باب غسل الجمعة)

وقال الزیلعی: وکذلک رواه الطبرانی فی معجمه ورواه البزار فی مسنده والبیهقی فی شعب الإیمان فی الباب الحادی عشر عن عبد المجید بن عبد العزیز بن أبی رواد عن مروان بن سالم عن الأعمش به قال البزار ومروان بن سالم لین الحدیث. وقال ابن أبی حاتم فی علله بعد أن رواه بسند ابن ماجة وقد روی عن عبد المجید عن مروان بن سالم ومروان بن سالم منکر الحدیث ضعیف الحدیث جدا لیس له حدیث قائم یکتب انتهی. وقال الدارقطنی فی علله وقد روی من حدیث عبد المجید عن سفیان الثوری عن الأعمش به ثم قال وهذا لا یصح عن الثوری انتهی (تخریج احادیث الکشاف، ج ۴ ص ۲۲، ۲۳، تحت رقم الحدیث ۱۳۴۶)

وقال المناوی: عن کثیر عن عبد المجید بن عبد العزیز بن أبی رواد عن معمر عن الأعمش عن إبراهیم عن علقمة (عن ابن مسعود) قال علقمة خرجت مع ابن مسعود إلی الجمعة فوجد ثلاثة نفر سبقوه فقال رابع أربعة؟ سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فذکره وعبد المجید هذا خرج له مسلم والأربعة لکن أورده الذهبی فی الضعفاء وقال قال ابن حبان یستحق الترک وقال أبو داود داعیة إلی الإرجاء ثقة (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۲۱۳۹) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لیے ہر جمعہ کی نماز میں حج اور عمرہ کی فضیلت ہے، پس جمعہ (کی نماز) کے لیے جلدی جانے میں تو حج کی فضیلت ہے اور جمعہ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الالبانی: (إن الناس یجلسون من اللہ یوم القیامۃ علی قدر رواحھم إلی الجمعات؛ الأول، ثم الثانی، ثم الثالث، ثم الرابع، ثم قال :وما رابع أربعۃ من اللہ ببعید). ضعیف .

رواہ ابن ماجہ(۱۰۹۴)وابن أبی عاصم فی السنۃ (۶۲۱)والطبرانی(۱/۶۰/۳)وأبو سھل القطان فی "الفوائد المنتقاۃ(۱/۹۴) "وابن أبی حاتم عن أبیہ(۱/۲۱۰)کلھم قالوا :حدثنا کثیر بن عبید الحذاء :أخبرنا عبد المجید بن عبد العزیز بن أبی رواد عن معمر عن الأعمش عن إبراھیم عن علقمۃ قال :رحت مع عبد اللہ بن مسعود یوم الجمعۃ ووجد ثلاثۃ قد سبقوہ فقال :رابع أربعۃ وما رابع أربعۃ من اللہ ببعید، إنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول :فذکرہ .وقال ابن أبی حاتم ":فسمعت أبی یقول :قلت لکثیر بن عبید :إنھم یروون عن عبد المجید عن مروان بن سالم عن الأعمش ھذا الحدیث؟ فقال :ھکذا حدثنا بہ عن معمر عم الأعمش .ومروان بن سالم منکر الحدیث، ضعیف الحدیث جدا، لیس لہ حدیث قائم، (لا) یکتب حدیثہ قلت :وھذا إسناد رجالہ کلھم ثقات، لکن عبد المجید فی حفظہ ضعف حتی بالغ ابن حبان فقال ":یستحق الترک، منکر الحدیث جدا، یقلب الأخبار ویروی المناکیر عن المشاھیر ."

وقد أخرجہ العقیلی فی "الضعفاء (۴۱۵)"حدثنا محمد بن ھارون :حدثنا عبد اللہ بن أبی غسان قال :حدثنا عبد المجید عن مروان بن سالم عن الأعمش بہ .وقال ":مروان بن سالم أحادیثہ مناکیر لا یتابع علیھا إلا من طریق یقاربہ، قال أحمد :لیس ھو بثقۃ ."

قلت :وقال الساجی وأبو عروبۃ ":یضع الحدیث ."

فھذا یعل الطریق الأولی عن عبد المجید، لکن فی ھذہ عنہ عبد اللہ بن أبی غسان؛ قال الحافظ فی " اللسان ":"سمع مالکا وأتی عنہ بخبر باطل ."

قلت :لکن فی قول أبی حاتم المتقدم " :یروون عن عبد المجید " ...؛ إشعار قوی أن ابن أبی غسان لم یتفرد بہ.

ومحمد بن ھارون یخ العقیلی ھو ابن مجمع أبو الحسن المصیصی، ترجمہ الخطیب (۳/۳۵۷) وقال ":وکان ثقۃ صالحا معروفا بالخیر ."

وجملۃ القول :أن عبد المجید بن أبی رواد اضطرب فی إسناد ھذا الحدیث،فتارۃ رواہ عن معمر عن الأعمش، وتارۃ عن مروان بن سالم عن الأعمش، فجعل مروان مکان معمر، والأول متھم بالوضع کما سبق، والآخر ثقۃ، ومن حسن الحدیث کالمنذری فی "الترغیب (۱/۲۵۵)"وقلدہ المعلق علی "زاد المعاد(۱/۴۰۹) "فإنما نظر إلی طریقہ، وخفیت علیہ ھذہ العلۃ القادحۃ فی ثبوتہ، ألا وھی الاضطراب فی إسنادہ، والتردد فی الراوی لہ عن الأعمش، وذلک مما یدل علی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نماز پڑھ کر عصر کی نماز کا انتظار کرنے میں عمرہ کی فضیلت ہے۔
مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس روایت کو محدثین نے باطل قرار دیا ہے۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ضعف عبد المجيد أو سوء حفظه الذى وصف به كما تقدم .والله أعلم.
وقد روى موقوفا من طريق المسعودى عن المنهال بن عمرو عن أبى عبيدة قال :قال عبد الله : فذكره نحوه.قال الذهبى فى "العلو "(ص ٦٠) ": موقوف حسن ."كذا قال، ويرده قول المنذرى ":رواه الطبرانى فى الكبير، وأبو عبيدة لم يسمع من أبيه عبد الله بن مسعود، وقيل :سمع منه ."قلت :والمسعودى كان اختلط (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٢٨١٠)

لے أخبرنا أبو منصور أحمد بن على الدامغانى، حدثنا أبو أحمد عبد الله بن عدى الحافظ، حدثنا القاسم بن عبد الله بن مهدى، وأنا سألته على شط النيل بأخميم، فأملى على من حفظه، حدثنا أبو مصعب أحمد بن أبى بكر الزهرى، حدثنا عبد العزيز بن أبى حازم، عن أبيه، عن سهل بن سعد الساعدى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "إن لكم فى كل جمعة حجة وعمرة، فالحجة التهجير للجمعة، والعمرة انتظار العصر بعد الجمعة "(شعب الايمان، رقم الحديث ۲۷۸۴،فضل الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم ليلة الجمعة ويومها)

قال ابن حجر: "قاسم "بن عبد الله بن مهدى الأخيمى الحافظ من شيوخ بن عدى ضعيف سمع أبا مصعب الزهرى رحل إليه بن عدى إلى اخميم وقال حدثنا من حفظه ولم يكن فى كتابه حدثنا أبو مصعب حدثنا ابن أبى حازم عن أبيه عن سهل رضى الله عنه مرفوعا " :إن لكم فى كل جمعة حجة وعمرة الحجة التهجير إلى الجمعة والعمرة انتظار العصر بعد الجمعة "قلت هذا موضوع باطل(لسان الميزان، تحت رقم الترجمة ۱۴۲۸، ج۴ص ۴۶۱)

وقال الالبانى: (إن لكم فى كل جمعة حجة وعمرة، فالحجَّةُ :الهجِيرُ للجُمُعَةِ، والعُمرة :انتظار العصر بعد الجمعة). موضوع.

أخرجه ابن عدى فى (الكامل ٦/٣٨"ومن طريقه البيهقى(٣/ ٢٤١)وفى "شعب الإيمان (٣٠٤٦/١١٥/٣) "وأبو عثمان البحيرى فى "الفوائد "(ق ٢/ ٢٥) من طريق القاسم بن عبد الله بن مهدى :ثنا أبو مصعب الزهرى :ثنا عبد العزيز بن أبى حازم عن أبيه عن سهل بن سعد الساعدى مرفوعاً.أورده ابن عدى فى ترجمة ابن مهدى هذا -وهو :الإخميمى -وقال: "لم أر له حديثاً منكراً .فأذكره، وهو عندى لا بأس به ."كذا قال !وتعقبه ألذهبى بهذا الحديث؛ فقال رداً عليه : "قلت :قد ذكرت له حديثاً باطلاً؛ فيكفيه ."وكان الذهبى ساق حديثه هذا، وقال عقبه ":هذا موضوع باطل، وأبطل منه ما روى عن سخبرة بن عبد الله عن مالک عن الزهرى عن أنس؛ أن النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان إذا توضأ؛ نضح عانته .ورواه الدارقطنى من طريقه، وقال :أمتهم بوضع الحديث ."وأقره الحافظ فى "اللسان ."(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٢٢٠٨)

جمعہ کے لئے جلدی جانے کے فضائل کو حاصل کرنے کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بہت اہتمام فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيلُ بَعْدَالْجُمُعَةِ (بخاری) [1]

ترجمہ: ہم (یعنی صحابۂ کرام) صبح سویرے ہی جمعہ (کی نماز) کے لئے چلے جاتے تھے اور نمازِ جمعہ کے بعد قیلولہ (یعنی آرام) کرتے تھے (بخاری)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَقِيلُ وَنَتَغَدّٰى بَعْدَ الْجُمُعَةِ (بخاری) [2]

ترجمہ: ہم قیلولہ اور صبح کا ناشتہ جمعہ کے بعد ہی کیا کرتے تھے (بخاری)

مطلب اس کا یہ ہے کہ صبح سے ہی جمعہ کی تیاری میں مشغول ہو جاتے اور جمعہ کی نماز بہت جلدی ادا کر لیا کرتے تھے، کہ صبح کے کھانے اور قیلولہ وغیرہ کا عمل جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر ہی انجام دیا کرتے تھے۔ [3]

امام غزالی اپنی کتاب احیاءُ العلوم میں فرماتے ہیں کہ:

قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ أَوْفَى النَّاسِ نَصِيبًا مِّنَ الْجُمُعَةِ مَنْ اِنْتَظَرَهَا وَرَعَاهَا مِنَ الْأَمْسِ وَأَخَفُّهُمْ نَصِيبًا مَنْ إِذَا أَصْبَحَ يَقُوْلُ أَيْشَ الْيَوْمَ وَكَانَ بَعْضُهُمْ يَبِيتُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فِي الْجَامِعِ لِأَجْلِهَا (احياء علوم الدين لغزانى) [4]

---

[1] رقم الحديث ٩٠٥، كتاب الجمعة، باب وقت الجمعة اذازالت الشمس.

[2] رقم الحديث ٦٢٧٩، كتاب الاستئذان، باب القائلة بعد الجمعة.

[3] وحمل الجمهور هذه الأحاديث على المبالغة فى تعجيلها وأنهم كانوا يؤخرون الغداء والقيلولة فى هذا اليوم إلى ما بعد صلاة الجمعة لأنهم ندبوا إلى التبكير إليها فلو اشتغلوا بشىء من ذلك قبلها خافوا فوتها أو فوت التبكير إليها (شرح النووى على مسلم، ج٦ ص١٤٨، كتاب الجمعة)

[4] ج ١ ص ١٨٠، كتاب اسرار الصلاة ومهماتها، الباب الخامس فضل الجمعة وآدابها وسننها وشروطها.

ترجمہ: بعض سلف نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ جمعہ سے فائدہ اٹھانے والا وہ شخص ہے، جو جمعہ کا انتظار جمعرات سے ہی کرے، اور سب سے زیادہ کم نصیب وہ شخص ہے کہ (جو جمعہ کے دن) صبح ہونے پر یہ معلوم کرے کہ آج کیا دن ہے؟ اور بعض سلف جمعہ کی نماز کی جلدی کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے رات جامع مسجد میں ہی گزارا کرتے تھے (احیاء العلوم)

نیز امام غزالی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ يُرٰى فِي الْقَرْنِ الْأَوَّلِ سَحْرًا وَبَعْدَ الْفَجْرِ اَلطُّرُقَاتُ مَمْلُوْءَةً مِنَ النَّاسِ يَمْشُوْنَ فِي السُّرُجِ وَيَزْدَحِمُوْنَ بِهَا إِلَى الْجَامِعِ كَأَيَّامِ الْعِيْدِ حَتّٰى اِنْدَرَسَ ذٰلِكَ فَقِيْلَ أَوَّلُ بِدْعَةٍ حَدَثَتْ فِي الْإِسْلَامِ (احياء علوم الدين للغزالی) [1]

ترجمہ: پہلے زمانے میں سحری کے وقت اور فجر کے وقت راستے لوگوں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے، جو روشنی لے کر اور ہجوم کے ساتھ عید کے دنوں کی طرح جامع مسجد جایا کرتے تھے، بعد میں یہ سلسلہ ختم ہوگیا، تو یہ کہا گیا کہ یہ پہلی بدعت ہے، جو اسلام میں پیدا ہوئی (احیاء العلوم)

خلاصہ یہ کہ نمازِ جمعہ کے لئے سورج طلوع ہونے کے بعد جتنا جلد ممکن ہو، جا کر عظیم فضیلت اور اجر وثواب کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانے کی فضیلت پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] ج ۱ ص ۱۸۲، کتاب اسرار الصلاة ومهماتها، الباب الخامس فضل الجمعة وآدابها وسننها وشروطها

(فصل نمبر۴)

نمازِ جمعہ میں تاخیر سے آنے کا نقصان

کئی احادیث میں نمازِ جمعہ میں تاخیر سے آنے والوں کے نقصان کا ذکر کیا گیا ہے، اور اگر تاخیر سے آنے والا کسی کو تکلیف پہنچائے، تو اس کے بارے میں سخت تنبیہ اور وعید کا بھی ذکر آیا ہے۔

آگے اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

خطبہ کے وقت صحیفوں میں ثواب کا اندراج بند ہوجاتا ہے

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تَقْعُدُ الْمَلاَئِكَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَعَهُمُ الصُّحُفُ يَكْتُبُوْنَ النَّاسَ فَإِذَاخَرَجَ الْإِمَامُ طُوِيَتِ الصُّحُفُ. قُلْتُ يَا اَبَااُمَامَةَ لَيْسَ لِمَنْ جَاءَ بَعْدَ خُرُوْجِ الْإِمَامِ جُمُعَةٌ ؟ قَالَ : بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِمَّنْ يُكْتَبُ فِيْ الصُّحُفِ

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۲۶۸، باب حديث أبى امامة الباهلى رضى الله عنه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے جمعہ کے دن مسجدوں کے دروازوں پر صحیفے لیے بیٹھے ہوتے ہیں، اورلوگوں (کی آمد کی ترتیب سے ثواب)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد من أجل أبى غالب البصرى نزيل أصبهان، فقد اختلف فيه، وهو ممن يعتبر به فى المتابعات والشواهد(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمى: رواه أحمد والطبرانى فى الكبير وفيه مبارك بن فضالة، وقد وثقه جماعة وضعفه آخرون (مجمع الزوائد، باب التبكير إلى الجمعة، تحت رقم الحديث ۳۰۷۹)

کو لکھتے رہتے ہیں، پھر جب امام (خطبہ ونماز پڑھانے کے لیے) نکل پڑتا ہے تو وہ صحیفے بند کردیتے ہیں۔

(حضرت ابو غالب راوی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ اے ابواُمامہ! کیا امام کے (خطبہ ونمازِ جمعہ پڑھانے کے لیے) نکل جانے کے بعد آنے والے شخص کا جمعہ نہیں ہوتا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کیوں نہیں؛ لیکن وہ اُن لوگوں میں سے نہیں ہوتا جن کے نام صحیفوں میں درج کیے جاتے ہیں (مسند احمد)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امام کے نمازِ جمعہ اور خطبہ کے لئے نکلنے کے بعد جو لوگ جمعہ کی نماز کے لئے آتے ہیں، ان کے ذمہ سے نماز کا فریضہ تو ادا ہوجاتا ہے، لیکن یہ لوگ جمعہ کے دن مخصوص فرشتوں کے صحیفوں میں اپنا نام درج کرانے سے محروم رہتے ہیں۔

کئی دوسری احادیث میں بھی امام کے خطبہ کے لئے نکلنے اور منبر پر بیٹھنے کے بعد فرشتوں کے صحیفے بند کرنے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا اگر کوئی بہت جلدی اور سویرے جمعہ کی نماز کے لئے نہ آسکے، تو اسے کم از کم خطبہ شروع ہونے سے تو پہلے حاضر ہو ہی جانا چاہئے، ورنہ ثواب سے محرومی لازم آئے گی۔ [1]

---

[1] فإذا خرج الامام حضرت الملائكة استنبط منه الماوردى أن التبكير لا يستحب للإمام (تنوير الحوالک شرح موطاء مالک للسيوطى، جزء ۱ صفحه ۹۳)

ولا تعارض بينهما بل ظاهر الحديثين أن بخروج الإمام يحضرون ولا يطوون الصحف فإذا جلس على المنبر طووها (شرح النووى على مسلم، ج۶ ص۱۴۶، كتاب الجمعة)

قال الحافظ استنبط منه الماوردى ان التبكير لايستحب للامام وقال ويدخل المسجد وإن اقرب ابوابه الى المنبر وما قاله غير ظاهر لامكان ان يجمع الامرين بأن يبكر ولايخرج من المكان المعد له فى الجامع لا اذا حضرت الوقت ويحمل على من ليس له مكان معد وزاد فى رواية الزهرى الآتية طووا صحفهم ولمسلم من طريقه فإذا جلس الامام طووا الصحف وجاؤوا يستمعون الذكر، و كأن ابتداء طىّ الصحف عند ابتداء خروج الامام وانتهاؤه بجلوسه على المنبر، وهو أول سماعهم للذكر والمراد به مافى الخطبة من المواعظ وغيرها (فتح الملهم شرح صحيح مسلم، جزء۲ صفحه ۳۹۰؛ مطبوعة المكتبة الرشيدية، كراچى)

تاخیر سے آنے والا جنت میں بھی مؤخر ہوگا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اُحْضُرُوْا الذِّكْرَ، وَادْنُوْا مِنَ الْإِمَامِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ يَتَبَاعَدُ حَتّٰى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ دَخَلَهَا

(سنن أبی داود)[1]

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ذکر (یعنی خطبہ ونماز) میں حاضر ہوجایا کرو، اور امام کے قریب بیٹھا کرو، کیونکہ آدمی دور ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جنت میں بھی مؤخر ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ جنت میں داخل کیوں نہ ہوجائے

(ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ خطبہ ونمازِ جمعہ میں جلدی حاضر ہونا چاہئے، ورنہ تاخیر ہونے پر حسبِ تاخیر جنت کے اعلیٰ درجات سے دور اور پیچھے رہ جانے کا خطرہ ہے۔[2]

دیر سے آنے والے کو گردنیں پھلاندنے کی ممانعت

حضرت ابوزاہریہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى

---

[1] رقم الحديث ۱۱۰۸، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الدنو من الإمام عند الموعظة.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] (احضروا) بضم الهمزة (الجمعة) أى خطبتها وصلاتها وجوبا على من هو أهلها ندبا لغيره فى رواية بدل الجمعة الذكر (وادنوا) ندبا (من الإمام) أى اقتربوا منه بأن تكونوا فى الصف الأول بحيث تسمعون الخطبة (فإن الرجل لا يزال يتباعد) عن الإمام أو عن استماع الخطبة أو عن مقام المقربين أو عن مقاعد الأبرار (حتى يؤخر) بضم أوله وفتح ثانيه أى عن الدرجات العالية (فى الجنة) قال الحرانى: والتأخر إبعاد الفعل من الاين الكائن وفيه توهين أمر المتأخرين وتسفيه رأيهم حيث وضعوا أنفسهم من أعالى الأمور إلى سفسافها والله يحب تلك ويكره هذه كما يأتى فى خبر وفى قوله (وإن دخلها) بغير سبق تعريض بأن الداخل قنع من الجنة ومن تلك الدرجات والمقامات الرفيعة بمجرد الدخول (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۲۶۱)

رِقَابَ النَّاسِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: اِجْلِسْ، فَقَدْ آذَيْتَ وَآنَيْتَ (مسند احمد) [۱]

ترجمہ: میں جمعہ کے دن حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ جائیے! آپ نے تکلیف دی اور تاخیر سے پہنچے (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی)

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ ایک تو آپ نے آنے میں تاخیر کی اور اوپر سے گردنیں پھلانگ کر، لوگوں کو تکلیف بھی پہنچا رہے ہیں، تو یہ دوہرا جرم ہے، کیونکہ گردنیں پھلانگ کر تکلیف پہنچانا، گناہ ہے۔ [۲]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ اِغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِيْبِ امْرَأَتِهِ إِنْ كَانَ لَهَا، وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهُمَا، وَمَنْ لَغَا وَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهْرًا (سنن ابی داود) [۳]

---

[۱] باب حديث عبد الله بن بسر، رقم الحديث ١٧٦٩٧، سنن ابى داوٗد، رقم الحديث ١١١٨، باب تخطّى رقاب الناس يوم الجمعة؛ سنن النسائى، رقم الحديث ١٣٩٩، باب النهى عن تخطى رقاب الناس والامام على المنبر.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً: إسناده صحيح (حاشية ابى داوٗد)

[۲] ومعنى: (آنيت): ابطأت فى المجئ، وأخرته عن آوانه (فتح البارى لابن رجب، ج٨ص١٠٧، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة)

[۳] رقم الحديث ٣٤٧، كتاب الطهارة، باب فى الغسل يوم الجمعة.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن، أسامة بن زيد -وهو الليثى- صدوق حسن الحديث، وهو وإن كانت له أوهام فرواية عبد الله بن وهب عنه صالحة لأنه روى عنه كتابه. وأخرجه البيهقى ٣/ ٢٣١ من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه الطحاوى (١/ ٣٦٨) وابن خزيمة (١٨١٠) من طريق ابن وهب، به (حاشية ابى داود)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اوراس کی بیوی کے پاس (یا گھر میں) خوشبو تھی، تو وہ لگائی، اوراچھے کپڑے پہنے، پھرلوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلانگا، اور خطبہ کے وقت لغوحرکت نہیں کی، تو اس کے دوجمعوں کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا، اور جس نے لغوحرکت کی، اورلوگوں کی گردنوں کو پھلاندا، تو یہ اس کے لیے بوجھ بن جائے گا (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص نمازِ جمعہ کے لیے آ کرلغوحرکات کرتا ہے، اورلوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہے، تو وہ مذکورہ فضیلت سے محروم رہتا ہے۔ [1]

البتہ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص جمعہ (کی نماز) کے لیے اس وقت آیا جب امام خطبہ دے رہا تھا، تو یہ اس کے لیے بوجھ ہوگا۔ [2]

مگر اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] ولأبی داود، من طریق عمرو بن شعیب، عن أبیه، عن جده رفعه" :ومن تخطی رقاب الناس كانت له ظهرا "، أی :لا تكون له كفارة لما بینهما (إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری للقسطلانی، ج۲، ص۱۷۶، باب لا یفرق بین اثنین یوم الجمعة)

[2] عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده عن النبی (صلی الله علیه وسلم) قال من أتی الجمعة والإمام یخطب كانت له ظهرا (تاریخ دمشق لابن عساكر، ج۲۴ ص۳۳، رقم الترجمة ۲۸۶۶)

[3] قال الالبانی: (من أتی الجمعة والإمام یخطب؛ كانت له ظهراً)ضعیف .

رواه ابن عساكر(۲/۱۴۱/۸)عن أبی الفتح صدقة بن محمد بن محمد بن خالد بن معتوق الهمدانی -من أهل عین ثرما :-أخبرنا أبو الجهم بن طلاب :أخبرنا یوسف بن عمر :أخبرنا سعید بن المغیرة :أخبرنا أبو إسحاق الفزاری عن الأوزاعی عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده مرفوعاً.أورده فی ترجمة أبی الفتح هذا، ولم یذكر فیه أكثر من هذا الحدیث.

وأبو الجهم بن طلاب وشیخه یوسف بن عمر؛ لم أجد لهما ترجمة.وبقیة الرجال ثقات.

وأبو إسحاق الفزاری :اسمه إبراهیم بن محمد بن الحارث.

والحدیث؛ أورده السیوطی فی "الجامع الصغیر "من روایة ابن عساكر هذه .ولم یتعقبه المناوی بشیء ، بل شرحه شرحاً یوهم صحة الحدیث، فقال ":أی فاتته الجمعة؛ فلا یصح ما صلاه جمعة؛ بل ظهراً؛ لفوات شرطها من سماعه للخطبة، وهذا إذا لم یتم العدد إلا به!"ولا دلیل فی السنة علی شرطیة سماع الخطبة، ولا علی اشتراط عدد أكثر من عدد صلاة الجماعة؛ فتنبه ! (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة، تحت رقم الحدیث ۴۵۲۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ:

اِفْتَقَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِهٖ، قَالَ: أَيْنَ كُنْتَ؟ فَإِنِّيْ لَمْ أَرَكَ؟ أَلَمْ تَشْهَدِ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنِّيْ جِئْتُ وَقَدْ ثَبَتَ النَّاسُ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ، قَالَ: أَحْسَنْتَ

(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۲۸۰، ج۱ ص۱۳۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے ایک آدمی کو (جمعہ کے دن) موجود نہیں پایا، تو (ان سے بعد میں ملاقات ہونے پر) فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں نے آپ کو نماز میں حاضر نہیں پایا، انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں حاضر ہوا تھا، اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے، تو میں نے اس بات کو ناپسند سمجھا کہ لوگوں کی گردنوں کو پھلاند کر آؤں (اس لیے میں پیچھے ہی بیٹھ گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے بہت اچھا کیا (طبرانی)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لوگوں کی گردنیں پھلاندنے کے نقصان کا علم تھا، اس لیے وہ اس سے بچا کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس عمل کی تحسین وحوصلہ افزائی فرمائی۔

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جمعہ کے دن سویرے سے ہی شیاطین اپنے جھنڈے لے کر (جو اُن کے لشکر کی علامت ہوتی ہے) بازاروں میں چلے جاتے ہیں اور لوگوں کو ان کے (مختلف) کام کاج یاد دلا کر اپنے جال میں پھنساتے ہیں اور انہیں (نمازِ) جمعہ سے روکتے (اور دیر کراتے) ہیں اور (دوسری طرف) فرشتے صبح سویرے ہی مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور (مسجد کی طرف) پہلی اور دوسری ساعت میں آنے والے لوگوں کے نام (اپنے صحیفوں میں ان کی آمد کی ترتیب کے لحاظ سے ملنے والا ثواب) لکھ لیتے ہیں (اور یہ ثواب لکھنے کا سلسلہ چلتا رہتا ہے) یہاں تک کہ امام (خطبے کے لئے منبر کی

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۹۵، باب منه فيمن يتخطى رقاب الناس)

طرف) نکل جاتا ہے۔ [1]

مگر بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک اس حدیث کی سند میں ضعف کا حکم ظاہر ہوا۔ [2]

اورایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص امام کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آئے، تو وہ جمعہ پانے والا شمار نہیں ہوتا۔

مگر اس حدیث کی سند میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔ [3]

اورایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آئے

---

[1] سمعت عليا، رضي الله عنه على منبر الكوفة يقول " :إذا كان يوم الجمعة، غدت الشياطين براياتها إلى الأسواق، فيرمون الناس بالترابيث، أو الربائث، ويثبطونهم عن الجمعة، وتغدو الملائكة فيجلسون على أبواب المسجد، فيكتبون الرجل من ساعة، والرجل من ساعتين، حتى يخرج الإمام، فإذا جلس الرجل مجلسا يستمكن فيه من الاستماع والنظر، فأنصت ولم يلغ كان له كفلان من أجر، فإن نأى وجلس حيث لا يسمع فأنصت ولم يلغ له كفل من أجر، وإن جلس مجلسا يستمكن فيه من الاستماع والنظر فلغا، ولم ينصت كان له كفل من وزر، ومن قال يوم الجمعة لصاحبه :صه، فقد لغا، ومن لغا فليس له في جمعته تلك شيء "، ثم يقول في آخر ذلك :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذلك(ابوداؤد، رقم الحديث ۱۰۵۱، باب فضل الجمعة)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف لإبهام مولى امرأة عطاء الخراساني -وعطاء :هو ابن أبي مسلم، وعيسى :هو ابن يونس بن أبي إسحاق السبيعي(حاشية سنن ابی داؤد)

[3] حدثنا عفان، حدثنا حماد بن سلمة، حدثنا علي بن زيد، عن أوس بن خالد، عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال " :إن الملائكة يوم الجمعة على أبواب المسجد ، يكتبون الناس على منازلهم، جاء فلان من ساعة كذا، جاء فلان من ساعة كذا، جاء فلان والإمام يخطب، جاء فلان فأدرك الصلاة ولم يدرك الجمعة، إذا لم يدرك الخطبة (مسند احمد، رقم الحديث ۸۵۲۳)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف، له علتان :ضعف علي بن زيد بن جدعان، وجهالة أوس بن خالد، فقد تفرد بالرواية عنه علي بن زيد.وأخرجه ابن أبي شيبة ۱۵۲/۲ عن عفان بن مسلم، بهذا الإسناد.

وأخرجه الطيالسي(۲۵۲۵)عن حماد بن سلمة، به.وسيأتي من طريق أوس بن خالد، برقم (۱۰۳۶۰)وانظر ما سلف برقم (۷۲۵۸) و(۷۲۵۹)

قوله " :جاء فلان والإمام يخطب"، قال السندي :هذا مخالف للمشهور :إذا جاء الإمام طويت الصحف، وتحضر الملائكة لاستماع الذكر، والله تعالى أعلم(حاشية مسند احمد)

اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی پیدا کرے، جبکہ امام خطبہ کے لیے آچکا ہو، تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اپنی آنتوں کو آگ میں کھینچنے والا۔

مگر اس حدیث کی سند کو بھی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [۱]

اور ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے دن مسلمانوں کی گردنیں پھلانگیں تو اُس کو (قیامت کے دن) جہنم کا پُل بنایا جائے گا (جس سے جہنمی گزر کر جائیں گے)

---

[۱] حدثنا عباد بن عباد المهلبي، عن هشام بن زياد، عن عثمان بن الأرقم بن أبي الأرقم المخزومي، عن أبيه، وكان من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال " " :إن الذي يتخطى رقاب الناس يوم الجمعة، ويفرق بين الاثنين بعد خروج الإمام كالجار قصبه في النار "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۴۴۷، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۶۱۳۲، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۹۰۸)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف جدا، لضعف هشام بن زياد :وهو ابن أبي يزيد القرشي، وعثمان بن الأرقم روى عنه جمع، وذكره ابن حبان في "الثقات."

وأخرجه أبو نعيم في "معرفة الصحابة(۱۰۰۹)"وابن الأثير في "أسد الغابة(۱/۷۴-۷۵)"من طريق الإمام أحمد، بهذا الإسناد.

وأخرجه الطبراني في "الكبير(۹۰۸)"والحاكم(۳/۵۰۴)من طريق عباد ابن عباد المهلبي، به، وسكت عنه الحاكم، وقال الذهبي :هشام واه.

وأورده الهيثمي في "مجمع الزوائد(۲/۱۷۸) "وقال :رواه أحمد والطبراني في "الكبير"، وفيه :هشام بن زياد، وقد أجمعوا على ضعفه.

وأخرجه الطبراني في "الكبير(۸۳۹۹)"من طريق هشام بن زياد، عن عمار ابن سعد، عن عثمان بن الأزرق، عن النبي صلى الله عليه وسلم ,مرفوعا، فجعله من حديث عثمان بن الأزرق، وإنما هو تحريف عن عثمان بن أرقم، صحف بعض رواته في اسم أبيه وأسقط منه (يعني أسقط من السند الأرقم بن أبي الارقم) ، والصواب إسناد أحمد، والحديث للأرقم بن أبي الارقم لا لابنه عثمان، نبه على ذلك الحافظ في "الإصابة(۸/۷) "(حاشية مسند احمد)

وقال الذهبي: هشام بن زياده واه (مستدرک حاکم، حواله بالا)

وقال الهيثمي: رواه أحمد والطبراني في الكبير، وفيه هشام بن زياد وقد أجمعوا على ضعف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۹۱، باب فيمن يتخطى رقاب الناس يوم الجمعة)

مگراس حدیث کی سند کو بھی اہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ۱؎

خلاصہ یہ کہ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے لئے جلدی حاضر ہونے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور تاخیر سے آنے کے عمل سے پرہیز کرنا چاہئے، اور بعد میں آنے والے کو لوگوں کی گردنیں پھلاندنے سے بچنا چاہئے، البتہ بعض صورتوں میں گردنیں پھلاندنے کی اجازت بھی ہے، جس کا ذکر آگے ''نمازِ جمعہ کے خطبہ سے متعلق احکام'' میں آتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

۱؎ حدثنا أبو كريب قال :حدثنا رشدين بن سعد، عن زبان بن فائد، عن سهل بن معاذ بن أنس الجهنی، عن أبيه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا إلى جهنم حديث سهل بن معاذ بن أنس الجهنی حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث رشدين بن سعد ، والعمل عليه عند أهل العلم :كرهوا أن يتخطى الرجل يوم الجمعة رقاب الناس، وشددوا فی ذلک، وقد تكلم بعض أهل العلم فی رشدين بن سعد وضعفوه من قبل حفظه "(ترمذی، رقم الحديث ۵۱۳،مسند احمد، حديث معاذ بن انس الجهنی رضی الله عنه، رقم الحديث ۱۵۶۰۹)

قال الترمذی: حديث سهل بن معاذ بن أنس الجهنی حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث رشدين بن سعد ، والعمل عليه عند أهل العلم :كرهوا أن يتخطى الرجل يوم الجمعة رقاب الناس، وشددوا فی ذلک، وقد تكلم بعض أهل العلم فی رشدين بن سعد وضعفوه من قبل حفظه ".

وقال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف لضعف زبان بن فائد :وهو المصری، وابن لهيعة :وهو سیء الحفظ، وسهل بن معاذ فی روايات زبان عنه .وبقية رجاله ثقات .أبو سعيد مولى بنی هاشم :هو عبد الرحمن بن عبد الله بن عبيد .وحسن :هو ابن موسى الأشيب.

وأخرجه ابن عبد الحكم فی "فتوح مصر "ص۲۹۸، والطبرانی فی "الكبير(۲۰/۴۱۸)"وابن عدی فی "الكامل(۳/۱۰۱۲)"من طرق عن ابن لهيعة، به.

وأخرجه الترمذی(۵۱۳) وابن ماجه(۱۱۱۶)وأبو يعلى(۱۴۹۱)وابن عدی۳/۱۰۱۲ والبغوی فی "شرح السنة(۱۰۸۶)"من طريق رشدين بن سعد، عن زبان، به .وقال الترمذی :حديث سهل بن معاذ بن أنس الجهنی حديث غريب، لا نعرفه إلا من حديث رشدين بن سعد .والعمل عليه عند أهل العلم :كرهوا أن يتخطى الرجل رقاب الناس يوم الجمعة، وشددوا فی ذلک، وقد تكلم بعض أهل العلم فی رشدين بن سعد، وضعفه من قبل حفظه(حاشية مسند احمد)

(فصل نمبر ۵)

نمازِ جمعہ کی حکمت اور اس کا ابتدائی قیام

اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں اور اسی واسطے کسی عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت شریعت میں نہیں ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کو اپنی اُن غیر متناہی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے جن کا سلسلہ ابتدائے پیدائش سے آخر وقت تک بلکہ موت کے بعد بھی ختم نہیں ہوتا، ہر دن میں پانچ وقت مقرر فرمایا ہے۔

اور جمعہ کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائز ہوئی ہیں، حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام جو انسانی نسل کے لئے اصلِ اوّل ہیں اسی دن پیدا کئے گئے ہیں، لہٰذا اس دن ایک خاص نماز کا حکم ہوا۔

اور جس قدر جماعت زیادہ ہو اسی قدر ان فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب مختلف محلّوں اور جگہوں کے لوگ اور اس مقام کے اکثر باشندے ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں اور ہر روز پانچوں وقت یہ امر سخت تکلیف کا باعث ہوتا۔

ان جیسی وجوہات کی بنا پر شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرمایا جس میں مختلف محلّوں اور جگہوں کے مسلمان آپس میں جمع ہو کر اس عبادت کو ادا کریں اور چونکہ جمعہ کا دن تمام دنوں میں افضل واشرف تھا، لہٰذا یہ تخصیص اسی دن کے لئے کی گئی۔ [1]

---

[1] الحکمة من مشروعيتها:

قال الدهلوی :إنه لما كانت إشاعة الصلاة فی البلد بحيث يجتمع لها أهلها متعذرة كل يوم، وجب أن يعين لها ميقات لا يتكرر دورانه بسرعة حتى لا تعسر عليهم المواظبة على الاجتماع لها، ولا يبطؤ دورانه بأن يطول الزمن الفاصل بين المرة والأخرى، كی لا يفوت المقصود وهو تلاقی المسلمين واجتماعهم بين الحين والآخر .ولما كان الأسبوع قدرا زمنيا مستعملا لدى العرب والعجم وأكثر الملل، وهو قدر متوسط الدوران والتكرار بين السرعة والبطء -وجب جعل الأسبوع ميقاتا لهذا الواجب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۱۹۳، مادة "صلاة الجمعة)

اسلام میں جمعہ کی نماز کا ابتدائی قیام

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے حالات ایسے نہ تھے کہ وہ باقاعدہ مسجد تعمیر کر کے یا کسی جگہ جمع ہوکر اس میں نمازِ جمعہ قائم کریں، اس لئے مکہ کے ابتدائی دور میں جمعہ کی نماز فرض نہیں ہوئی۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ جمعہ کی نماز ہجرت سے پہلے فرض ہوئی یا ہجرت کے بعد؟

اس سلسلے میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے، کہ جمعہ کی نماز ہجرت کے بعد فرض ہوئی، کیونکہ سورہ جمعہ کی جس آیت میں جمعہ کی نماز کا حکم ہے، وہ آیت مدنی ہے، البتہ جمعہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے مدینہ منورہ میں صحابۂ کرام نے اپنی رائے واجتہاد سے جمعہ کی نماز شروع کردی تھی، اور پھر بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد جمعہ کا باقاعدہ حکم بھی نازل ہوگیا تھا۔

جبکہ دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کا حکم تو مکہ مکرمہ کے آخری دور میں ہی آچکا تھا، لیکن مکہ میں جمعہ کو قائم کرنے کے حالات نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جمعہ کی نماز قائم نہیں فرمائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت وحکم سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔

اور یہ بات ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا حکم نبی پر وحی کے ذریعہ سے پہلے آجائے، اور اس کے لئے باقاعدہ آیت بعد میں نازل ہو۔ [1]

---

[1] شرعت صلاة الجمعة فی أول الهجرة عند قدوم النبی صلی الله علیه وسلم المدینة، قال الحافظ ابن حجر :الأکثر علی أنها فرضت بالمدینة .وهو مقتضی أن فرضیتها ثبتت بقوله تعالی : (یا أیها الذین آمنوا إذا نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا إلی ذکر الله وذروا البیع وهی مدنیة، وقال الشیخ أبو حامد :فرضت بمکة، وهو غریب .

ومن المتفق علیه :أن أول جمعة جمعها رسول الله صلی الله علیه وسلم بأصحابه، کانت فی قبیلة بنی سالم بن عوف فی بطن واد لهم قد اتخذ القوم لهم فی ذلک الموضع مسجدا، وذلک عندما قدم إلی المدینة مهاجرا .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اب رہا یہ سوال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے جمعہ کی امامت کس نے انجام دی؟

اس سلسلہ میں روایات میں دو صحابہ کا نام ملتا ہے، ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر ہیں، اور دوسرے حضرت اسعد بن زرارۃ ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غير أنه ثبت أيضا أن أسعد بن زرارة أول من جمع الناس لصلاة الجمعة في المدينة، وكان ذلك بأمر النبي صلى الله عليه وسلم له قبل أن يهاجر من مكة، فقد ورد عن كعب بن مالك أنه "كان إذا سمع النداء ترحم لأسعد بن زرارة، وكان يقول :إنه أول من جمع بنا في هزم النبيت من حرة بني بياضة في نقيع يقال له :نقيع الخضمات .

فمن رجح أنها فرضت بالمدينة بعد الهجرة، استدل بأنه صلى الله عليه وسلم لم يقم أي جمعة في مكة قبل الهجرة، ومن قال :إنها فرضت بمكة قبل الهجرة استدل بأن الصحابة قد صلوها في المدينة قبل هجرته -عليه الصلاة والسلام -فلا بد أن تكون واجبة إذ ذاك على المسلمين كلهم سواء من كان منهم في مكة وفي المدينة، إلا أن الذي منع من أدائها في مكة عدم توافر كثير من شرائطها .قال البكري :فرضت بمكة ولم تقم بها؛ لفقد العدد، أو لأن شعارها الإظهار، وكان صلى الله عليه وسلم مستخفيا فيها .وأول من أقامها بالمدينة قبل الهجرة أسعد بن زرارة بقرية على ميل من المدينة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۹۲، مادة "صلاة الجمعة)

والجمعة عندالحنفية فرضت بمكة ، ولم يتمكنوا من ادائها هناک لعدم القدرة والسلطة، ثم هاجر صلى الله عليه وسلم الى المدينة فوصل الى قباء واقام في بني عمروبن عوف اربعة عشر يوما ولم يجمع فيها، وذالک لفقد شرط من شرائط وجوب الجمعة وهو المصر،ثم لما وصل المدينة جمع هناک، وقد فصله مولانا الشيخ الفقيه المحدث رشيد احمد الكنكوهي في رسالته سماها:"اوثق العرى في تحقيق الجمعة في القرى"وكذابسطه صاحبه الشيخ المحقق محمودحسن الديوبندي في كتابه : "احسن القرى في بيان الجمعة في القرى"وكذا الشيخ ظهير احسن النيموي في رسالته:"جامع الآثار"،وكذا في "آثارالسنن"و"تعليقاته"،وسيأتي بعض بيانه ان شاء الله تعالىٰ في (باب ماجاء من كم يؤتى الى الجمعة)وانكرالخصم فرضيتهابمكة،قال وانما فرضت بالمدينة ،السيوطي يقول في "الاتقان"من الجزء الاول في النوع الثاني عشر: ان آية الجمعة مدنية والجمعةفرضت بمكة ، وذكر عدة امثلة مماتأخر حكمه عن نزوله وما تأخرنزوله عن حكمه ،وذكرمن امثلة الثاني آية الوضوء فانهامدينة، وفرض الوضو بمكة وهذا الاصل ذكره عن الزركشي وابن الحصار،وامثال الثاني : ذكر عن ابن عبد البر، وايدالسيوطي تشريع الجمة بمكة بقصة اقامة اسعد بن زرارة الجمعة بالمدينة قبل مقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة (معارف السنن ج۴ص۳۰۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَحَّمَ لِأَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: إِذَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ تَرَحَّمْتَ لِأَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، قَالَ: لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِنَا فِي هَزْمِ النَّبِيتِ مِنْ حَرَّةِ بَنِي بَيَاضَةَ فِي نَقِيعٍ، يُقَالُ لَهُ: نَقِيعُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فتبين بهذا :أن النبى -صلى الله عليه وسلم -أمر بإقامة الجمعة بالمدينة، ولم يقمها بمكة، وهذا يدل على أنه كان قد فرضت عليه الجمعة بمكة.

وممن قال :إن الجمعة فرضت بمكة قبل الهجرة :أبو حامد الاسفراييني من الشافعية، والقاضى أبو يعلى فى (خلافه الكبير) من أصحابنا، وابن عقيل فى (عمد الادلة) ، وكذلك ذكره طائفة من المالكية، منهم :السهيلي وغيره.

وأما كونه لم يفعله بمكة، فيحمل أنه إنما امر بها أن يقيمها فى دارالهجرة، لا فى دار الحرب، وكانت مكة إذ ذاك دار حرب، ولم يكن المسلمون يتمكنون فيها من إظهار دينهم، وكانوا خائفين على أنفسهم، ولذلك هاجروا منها إلى المدينة، والجمعة تسقط بأعذار كثيرة منها الخوف على النفس والمال.

وقد أشار بعض المتأخرين من الشافعية إلى معنى آخر فى الامتناع من إقامتها بمكة، وهو :أن الجمعة إنما يقصد بإقامتها اظهار شعار الإسلام، وهذا إنما يتمكن منه فى دار الإسلام(فتح البارى لابن رجب ، ج۸ص ۶۶،۶۷، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة)

وفى شرح المنهاج للعلامة ابن حجر إن صلاة الجمعة فرضت بمكة ولم تقم بها لفقد العدد أو لأن شعارها الإظهار وكان صلى الله عليه وسلم بها مستخفيا(تفسير روح المعانى للألوسى، ج۸ص۸، تحت سورة الإسراء)

أن الجمعة فرضت على النبى -صلى الله عليه وسلم -وهو بمكة قبل الهجرة كما أخرجه الطبرانى عن ابن عباس، فلم يتمكن من إقامته هنالك من أجل الكفار (نيل الأوطار للشوكانى، ج۳ص ۲۷۴،ابواب الجمعة، باب انعقاد الجمعة)

أن الجمعة فرضت على النبى صلى الله عليه وسلم وهو بمكة قبل الهجرة، فلم يتمكن من إقامتها هناك من أجل الكفار(الحاوى للفتاوىٰ السيوطى، ج ۱ ص۷۸، ۷۹،باب صلاة الجمعة)

وما نقل عن الحافظ ابن حجر أنها فرضت بالمدينة فيمكن حمله على معنى أنها استقر وجوبها فى المدينة والحاصل أنه طلب فعلها بمكة لكن لما لم يتفق فعلها للعذر لم يوجد شرط الوجوب ووجد بالمدينة فكأنه لم يخاطب بها إلا فيها (حاشية الشروانى على تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج۲ص ۴۰۵، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

الْخَضَمَاتِ، قُلْتُ: كَمْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: أَرْبَعُوْنَ (سنن أبی داؤد) [1]

ترجمہ: ان کے والد جمعہ کے دن اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ کے لئے دعاء کرتے میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جب جمعہ کی اذان سنتے ہیں، تو اسعد بن زرارہ کے لیے کیوں دعاء کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اسعد بن زرارہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے (مدینہ منورہ میں) ''نقیع میں بنی بیاضہ کے ہزم النبیت'' میں ہمیں جمعہ پڑھایا ہے، جس کو ''نقیعُ الخضمات'' کہا جاتا تھا، میں نے عرض کیا کہ تم اس وقت کتنے لوگ تھے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ چالیس لوگ تھے (ابوداؤد)

اس روایت کو اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

حضرت زہری رحمہ اللہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے اور وہ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَلْمَدِيْنَةَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ جَمَّعَهُمْ قَبْلَ اَنْ يَّقْدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ (المعجم الكبير للطبرانی) [3]

---

[1] رقم الحديث ۱۰۶۹، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القرى.
قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية ابی داؤد)

[2] عن محمد بن إسحاق، قال :حدثنی محمد بن أبی أمامة بن سهل، عن أبيه، عن عبد الرحمن بن كعب، قال :كنت قائد أبی حين ذهب بصره، إذ خرجت به إلی الجمعة فسمع الأذان صلى على أبی أمامة أسعد بن زرارة واستغفر له، فمكثت كثيرا لا يسمع أذان الجمعة إلا فعل ذلک، فقلت :يا أبی أرأيت استغفارک لأبی أمامة كلما سمعت الأذان للجمعة ما هو؟ قال :أی بنی، كان أول من جمع بنا بالمدينة فی هزم النبت من حرة بنی بياضة يقال لها نقيع الخضمات .قال :قلت :كم كنتم يومئذ؟ قال :أربعين رجلا(مستدرک حاكم، رقم الحديث ۱۰۳۹)
قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه.
و قال الذهبی فی التلخيص: على شرط مسلم.

[3] رقم الحديث ۷۳۳،ج۱۷ص۲۶۷؛ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۶۲۹۴.

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر تشریف لائے، اور انہوں نے ہی مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے جمعہ کے دن لوگوں کو جمع کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی (طبرانی)

اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [1]

اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ: أَنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ كَانَ أَوَّلَ مَنْ جَمَّعَ الْجُمُعَةَ بِالْمَدِينَةِ لِلْمُسْلِمِينَ قَبْلَ أَنْ يَّقْدَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ (دلائل النبوة للبيهقي، ج ۲، ص ۴۴۱، باب ذكر العقبة الأولى) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ شہاب زہری نے فرمایا کہ حضرت مصعب بن عمیر نے مدینے میں مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے سب سے پہلا جمعہ پڑھایا (بیہقی)

اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت زہری سے روایت ہے کہ:

قَالَ اَبْعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرِ بْنِ

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط والكبير وفيه صالح بن أبي الأخضر وفيه كلام (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۷۶، باب في أول من صلى الجمعة بالمدينة)

[2] قال الالباني: وروى الدارقطني من طريق المغيرة بن عبد الرحمن عن مالك عن الزهري عن عبيد الله عن ابن عباس قال " :أذن النبي صلى الله عليه وسلم الجمعة ,قبل أن يهاجر ,ولم يستطع أن يجمع بمكة ,فكتب إلى مصعب بن عمير :أما بعد فانظر اليوم الذي تجهر فيه اليهود بالزبور , فاجمعوا نساء كم وأبناء كم ,فإذا مال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة ,فتقربوا إلى الله بركعتين ,قال فهو أول من جمع حتى قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة ,فجمع عند الزوال ,من الظهر ,وأظهر ذلك ."
سكت عليه الحافظ ,ولم أره في سنن الدارقطني فالظاهر أنه في غيره من كتبه ,وإسناده حسن (ارواء الغليل، ج۳، ص۶۸، تحت رقم الحديث ۶۰۱)

هَاشِمٍ اِلیٰ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لِيُقْرِئَهُمُ الْقُرْآنَ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَمِّعَ بِهِمْ فَاَذِنَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم کو مدینے والوں کی طرف بھیجا تا کہ وہ اُن کو قرآن مجید پڑھائیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینے والوں کو جمعہ پڑھانے کی اجازت بھی طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب کو اس کی اجازت مرحمت فرمادی (عبدالرزاق)

امام عبدالرزاق ابنِ جریج سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سوال کیا کہ:

مَنْ اَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ ؟قَالَ: رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ عَبْدِالدَّارِ، زَعَمُوْا قُلْتُ أَبِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟قَالَ فَمِهْ (مصنف عبدالرزاق) [2]

ترجمہ: سب سے پہلے جمعہ کس نے پڑھایا؟ حضرت عطاء نے جواب میں فرمایا، لوگوں کا گمان ہے کہ بنی عبدالدار کے ایک شخص نے (یعنی مصعب بن عمیر نے) حضرت ابنِ جریج کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جمعہ پڑھایا؟ تو حضرت عطاء نے فرمایا کہ جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے (عبدالرزاق)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اسلام میں سب سے پہلے جمعہ کی نماز مدینہ منورہ میں ادا کی گئی، اور اس کو پڑھانے والے حضرت مصعب بن عمیر تھے۔

اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے

---

[1] رقم الحديث ۵۱۴۶، كتاب الجمعة، باب اول من جمع .

[2] رقم الحديث ۵۱۴۵، كتاب الجمعة، باب اول من جمع .

جمعہ کی نماز پڑھائی۔

چنانچہ حضرت ابنِ سیرین فرماتے ہیں کہ:

جَمَّعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَبْلَ أَنْ يَّقْدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْلَ اَنْ تَنْزِلَ الْجُمُعَةُ وَهُمُ الَّذِيْنَ سَمُّوْهَا الْجُمُعَةَ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلْيَهُوْدِ يَوْمٌ يَجْتَمِعُوْنَ فِيْهِ كُلَّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ وَلِلنَّصَارٰى اَيْضًا مِثْلَ ذَالِكَ فَهَلُمَّ. فَلْنَجْعَلْ يَوْمًا نَجْتَمِعُ وَنَذْكُرُ اللّٰهَ وَنُصَلِّيْ وَنَشْكُرُهٗ فِيْهِ اَوْكَمَا قَالُوْا، فَقَالُوْا يَوْمُ السَّبْتِ لِلْيَهُوْدِ وَيَوْمُ الْاَحَدِ لِلنَّصَارٰى، فَاجْعَلُوْهُ يَوْمَ الْعَرُوْبَةِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ الْعَرُوْبَةِ فَاجْتَمَعُوْا اِلٰى اَسْعَدِ بْنِ زُرَارَةَ فَصَلّٰى بِهِمْ يَوْمَئِذٍ وَذَكَّرَهُمْ، فَسَمُّوْهُ الْجُمُعَةَ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: مدینہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور جمعہ کا حکم (یا آیت) نازل ہونے سے پہلے جمعہ کی نماز ادا کی، اور اُنہوں نے ہی اس دن کا نام جمعہ رکھا، اُنہوں نے کہا کہ یہود ونصاریٰ کا ہفتہ میں ایک دن اجتماع کے لئے مخصوص ومقرر ہے (یہودی ہفتہ کے دن اور عیسائی اتوار کے دن ایک جگہ جمع ہوتے ہیں) اس لئے ہمیں بھی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن ایسا مقرر کرلیں، جس میں سب لوگ ایک جگہ جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کا ذکر وشکر اور نماز پڑھیں، تو انہوں نے کہا کہ ہفتے کا دن تو یہودیوں کا ہے، اور اتوار کا دن نصاریٰ کا ہے، تو تم اپنے لیے عروبہ کا دن مقرر کرلو، اور مدینہ کے لوگ اُس وقت جمعہ کے دن کو عروبہ کا دن کہتے تھے، تو وہ حضرات حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس (اس دن) جمع ہوئے اور حضرت اسعد نے ان کو نماز پڑھائی اور وعظ ونصیحت کی تو انہوں نے اس

---

[1] رقم الحدیث ۵۱۴۴، کتاب الجمعة، باب اول من جمع.

کا نام جمعہ رکھا(عبدالرزاق)

بعض اہلِ علم حضرات نے ترجیح کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر والی روایت کو اور بعض نے حضرت اسعد بن زرارۃ والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

لیکن بعض محدثین نے تطبیق اور دونوں قسم کی روایات کو جمع کرنے کا راستہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ درحقیقت جمعہ کی نماز کی امامت انجام دینے والے تو حضرت مصعب بن عمیر ہی تھے، لیکن وہ حضرت اسعد بن زرارہ کے مہمان اور اُن کے گھر پر قیام پذیر تھے، اور حضرت اسعد بن زرارہ نے ہی جمعہ کی نماز کے لیے لوگوں کو جمع کیا تھا، تو حضرت اسعد کے لوگوں کا داعی اور حضرت مصعب اور دیگر حضرات کے میزبان و معین ہونے کی حیثیت سے اُن کی طرف مجازی (یعنی غیر حقیقی) طور پر نسبت کر دی گئی ہے۔ [1]

اور بعض حضرات نے تطبیق اور دونوں قسم کی روایات کو اس طرح جمع کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارۃ نے مدینہ منورہ میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ملنے سے پہلے امامت انجام دی اور حضرت مصعب بن عمیر نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت و حکم سے امامت انجام دی۔ [2]

(اس صورت میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت اسعد نے جو امامت فرمائی، وہ ان

---

[1] قلت: ويحتمل أن لايخالف هذا قول ابن شهاب، وكأن مصعب جمع بهم بمعونة أسعد بن زرارة، فأضافه كعب إليه والله أعلم (دلائل النبوة للبيهقي، ج۲، ص ۴۴۱،باب ذكر العقبة الأولى وما جاء في بيعة من حضر الموسم من الأنصار رسول الله صلى الله عليه وسلم على الإسلام)

فالزهري أضاف الجمع إلى مصعب لكونه إماما في الجمعة، وكعب بن مالك أضافه إلى أسعد لنزول مصعب بالمدينة أولا في داره ونصرة أسعد إياه، وخروجه إلى دار الأنصار يدعوهم إلى الإسلام(معرفة السنن والأثار للبيهقي، ج۴ص۳۱۸، كتاب الجمعة)

ويجمع بينه وبين الاول بان اسعد كان آمرا وكان مصعب امام (التلخيص الحبير، ج۲ص۱۱۵، كتاب الجمعة)

[2] أو يجمع بأن أسعد أول من أقامها بغير أمر منه صلى الله تعالى عليه وسلم كما يدل عليه خبر ابن سيرين، وصرح به ابن الهمام ومصعبا أول من أقامها بأمره عليه الصلاة والسلام (تفسير الآلوسي، ج۱۴ص۲۹۵،تحت آيت ۹، سورة الجمعة)

کی اور دوسرے صحابہ کی رائے واجتہاد سے تھی اور اس وقت تک جمعہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اور حضرت مصعب نے جمعہ کا حکم نازل ہونے کے بعد امامت فرمائی۔ واللہ اعلم)

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما کر سب سے پہلی جمعہ کی نماز مدینہ منورہ کے علاقے ''بنوسالم'' میں ادا فرمائی تھی۔ [1]

اور اسی نسبت سے اس مقام پر آج بھی ''مسجد جمعہ'' کے نام سے مسجد قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ تا قیامت اس کو اور تمام مساجدُ اللہ کو قائم ودائم اور شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] حدثنا موسى بن زكريا التسترى، ثنا شباب العصفرى، ثنا بكر بن سليمان، عن ابن إسحاق، ووهب بن جرير، عن أبيه، عن ابن إسحاق قال " :نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم بقباء على كلثوم بن هرم أخى بنى عمرو بن عوف، ويقال :بل نزل على سعد بن خيثمة، فأقام فى بنى عمرو بن عوف يوم الاثنين والثلاثاء والأربعاء والخميس، وأسس مسجدهم، وخرج من بنى عمرو بن عوف، فأدركته الجمعة فى بنى سالم بن عوف، فصلى الجمعة فى المسجد الذى ببطن الوادى "، قال ابن إسحاق :ثم نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم على أبى أيوب، وأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ببناء مسجده فى تلك السنة(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۵۴۱۴، ج۶ص ۳۰)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۹۲۲)

قال الشمنى :لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة أقام يوم الاثنين والثلاثاء والأربعاء والخميس فى بنى عمرو بن عوف، وأسس مسجدهم، ثم خرج من عندهم، فأدركته الجمعة فى بنى سالم بن عوف، فصلاها فى المسجد الذى فى بطن الوادى، فكانت أول جمعة صلاها -عليه الصلاة والسلام -بالمدينة، وهى فرض لقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع)(والناس) ، أى :أهل الكتابين كنى عنهم بذلك لكثرتهم (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۰۰۹، كتاب الجمعة، باب الجمعة)

(باب نمبر۲)

نمازِ جمعہ کی صحت اور وجوب سے متعلق احکام

جمعہ کے دن بعض شرائط کے ساتھ جمعہ کی نماز کو ظہر کے بدلہ میں مقرر کیا گیا ہے، یعنی جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھنے کے نتیجہ میں ظہر کی نماز کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے، اور جمعہ کی نماز کی شرائط پائے جانے کی صورت میں جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ [1]

مگر جمعہ کی نماز فرض اور صحیح ہونے کے لئے کچھ شرائط مقرر ہیں، اور جمعہ کی نماز ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض نہیں۔

جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

سورہ جمعہ کی آیت سے اہلِ علم حضرات نے جمعہ کی نماز کی فرضیت پر استدلال کیا ہے۔

اور مختلف احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر واجب نہیں (جیسا کہ روزمرہ کی پانچ نمازیں ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہیں) بلکہ اس کے واجب ہونے کے لئے عاقل بالغ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ مزید کچھ شرائط مقرر ہیں، اور ان شرائط کے نہ پائے جانے کی صورت میں جمعہ کی نماز ذمہ میں لازم نہیں ہوتی، ایسی شرائط کو ''شرائطِ وجوبِ جمعہ'' کہا جاتا ہے، جن کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان شرائط کے بغیر جمعہ کی نماز پڑھے تو اس کی جمعہ کی نماز معتبر ہو جاتی ہے، اور ظہر کی نماز کا فریضہ اس کے ذمہ میں سے ادا ہو جاتا ہے۔

اور کچھ شرائط ایسی ہیں کہ جو نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں، ایسی شرائط کو ''شرائطِ صحتِ جمعہ'' کہا جاتا ہے، جن کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان شرائط کے بغیر جمعہ کی نماز پڑھے،

---

[1] اختص يوم الجمعة بوجوب صلاة خاصة فيه تقوم مقام صلاة الظهر هى صلاة الجمعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ ص ۲۷۰، مادة "اختصاص")

تو اس کی جمعہ کی نماز معتبر نہیں ہوتی، اور ظہر کی نماز کا فریضہ اس کے ذمہ میں سے ادا نہیں ہوتا۔

پھر ان میں سے کچھ شرائط ایسی ہیں کہ جو ''شرائطِ وجوبِ جمعہ'' کے ساتھ ساتھ ''شرائطِ صحتِ جمعہ'' میں بھی داخل ہیں، یعنی ان کو دونوں قسم کی شرائط کا حکم حاصل ہے۔ [1]

آگے فقہائے کرام کے وسیع تر اقوال کی روشنی میں ان شرائط اور ان شرائط سے متعلق احکام کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اہلِ علم حضرات کو بطورِ خاص اس باب کے متعلقہ مسائل کو بغور ملاحظہ کرنا چاہئے۔

اور جن مسائل میں کسی خاص فقہ کے مطابق عمل میں حرج ودشواری کا سامنا ہو، ان میں دوسرے فقہائے کرام کے قول کے مطابق گنجائش کے پہلو پر غور وفکر کرنا چاہئے۔

ہم نے جہاں کہیں اپنی نظر میں دلائل وحالات کے پیشِ نظر ضرورت سمجھی، وہاں اپنی رائے کا اظہار کردیا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] شروط صلاة الجمعة:

لصلاة الجمعة ثلاثة أنواع من الشروط.

النوع الأول :شروط للصحة والوجوب معا، والثاني :للوجوب فقط، والثالث :للصحة فقط.

والفرق بين هذه الأنواع الثلاثة من الشروط، أن ما يعتبر شرطا لصحة صلاة الجمعة ووجوبها معا، يلزم من فقده أمران اثنان :بطلانها، وعدم تعلق الطلب بها.

وما يعتبر شرطا للوجوب -فقط -يلزم من فقده عدم تعلق الطلب وحده، مع ثبوت صحة الفعل، وما يعتبر شرطا للصحة فقط يلزم من فقده البطلان مع استمرار المطالبة به(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۱۹۵، مادة "صلاة الجمعة")

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(فصل نمبر۱)

نمازِ جمعہ کے لئے مسلم، عاقل وبالغ سے متعلق احکام

نمازِ جمعہ واجب ہونے کے لئے مسلم وعاقل اور بالغ سے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنِ الصَّغِیْرِ، وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ، وَعَنِ النَّائِمِ (ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نابالغ) بچہ سے اور مجنون (یعنی پاگل) سے اور سونے والے سے قلم (یعنی احکام کے مکلّف ہونے) کو اٹھالیا گیا ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی اس قسم کی احادیث مروی ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۰۴۲، کتاب الطلاق، باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم، ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۴۰۱، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۱۷۰، مسند احمد، رقم الحدیث ۹۵۶.

قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وجهالة القاسم بن یزید لا تضر، لأنه متابع (حاشیة ابن ماجه)

وقال ایضاً: صحیح لغیره (حاشیة مسند احمد)

[2] عن ابن عباس، قال: مر علی علی بن أبی طالب رضی الله عنه بمعنی عثمان، قال: أو ما تذكر أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: رفع القلم عن ثلاثة، عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق، وعن النائم حتی یستیقظ، وعن الصبی حتی یحتلم، قال: صدقت، قال: فخلی عنها (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۴۰۱، واللفظ لهٔ، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۹۴۹)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرطهما.

عن عائشة، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال ": رفع القلم عن ثلاثة: عن الصبی حتی یحتلم، وعن النائم حتی یستیقظ، وعن المعتوه حتی یعقل "(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۴۷۰۳، واللفظ لهٔ، سنن النسائی، رقم الحدیث ۳۴۳۲)

فی حاشیة مسند احمد: إسناده جید.

(۲)......حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةٍ: عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ، أَوْ اِمْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، أَوْ مَرِيْضٍ (سنن أبی داود) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (ابوداؤد)

(۳)......حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةٍ: عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ، أَوْ اِمْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، أَوْ مَرِيْضٍ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۰۶۲، کتاب الجمعة) [۲]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (حاکم)

---

[۱] رقم الحديث ۱۰۶۷، کتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الجمعة للمملوک والمرأة.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح. طارق بن شهاب اتفِق على أنه رأى رسولَ الله - صلَّى الله عليه وسلم -، لكن اختُلف هل سمع منه أم لا؟ وعلى تقدير أنه لم يسمع منه تكون روايته مرسل صحابي، وهو حجة بالإجماع إلا من شذَّ، كما قال ابنُ الملقن في "البدر المنير (حاشية سنن ابی داؤد)

[۲] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد اتفقا جميعا على الاحتجاج بهريم بن سفيان ولم يخرجاه ورواه ابن عيينة، عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر ولم يذكر أبا موسى في إسناده، وطارق بن شهاب ممن يعد في الصحابة.

و قال الذهبي في التلخيص: صحيح.

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ نمازِ جمعہ بلکہ کسی بھی نماز کے واجب ہونے کے لئے مسلم، عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے۔ [2]

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبرا...... کیونکہ نمازِ جمعہ بلکہ ہر نماز واجب ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، اس لئے جو شخص مسلمان نہ ہو، بلکہ غیر مسلم ہو، اس پر نماز واجب نہیں، اور مسلمان ہونے کے بعد بھی اس پر کفر کی حالت کی نماز کی قضا واجب نہیں۔

اور اگر کوئی غیر مسلم ہونے کی حالت میں نماز پڑھے، تو وہ صحیح اور ادا بھی نہیں ہوتی۔ [3]

---

[1] حدثنی أبو حازم، عن مولی لآل الزبیر یرفعه إلی النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال " :الجمعة واجبة علی کل حالم، إلا علی أربعة، علی الصبی، والمملوک، والمرأة، والمریض "(السنن الکبریٰ للبیهقی، رقم الحدیث ۵۶۳۵)

قال الالبانی: رواه البیهقی(۳/۱۸۴)من طریق أخری عن حسن یعنی ابن صالح به.قلت :وهذا سند صحیح رجاله کلهم ثقات غیر المولی فلم أعرفه ,فإن کان من الصحابة فلا تضر جهالته ,وهو الأرجح لأن راویه عنه أبو حازم هو سلمان الأشجعی الکوفی تابعی ,وإن کان غیر صحابی فالسند ضعیف لجهالته (ارواء الغلیل، تحت رقم الحدیث ۵۹۲)

[2] یشترط لوجوب الجمعة شروط وجوب الطهارة والصلاة، وهی ثلاثة عند الجمهور : (الإسلام والبلوغ والعقل) وعشرة عند المالکیة وهی :الإسلام والبلوغ والعقل، وعدم الحیض والنفاس، ودخول الوقت، وعدم النوم، وعدم النسیان، وعدم الإکراه، ووجود الماء أو الصعید، والقدرة علی الفعل بقدر الإمکان(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحیلی، ج۲ص ۱۲۸۴،۱۲۸۵، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الثالث)

(وبلوغ وعقل) ذکره الزیلعی وغیره ولیسا خاصین(الدر المختار)

(قوله :ولیسا خاصین) أی بالجمعة بل هما شرطا التکلیف بالعبادات کلها کالإسلام علی أن الجنون یخرج بقید الصحة لأنه مرض، بل قال الشاعر:وأصعب أمراض النفوس جنونها(رد المحتار علی الدر المختار، ج۲،ص۱۵۴،باب الجمعة)

[3] تجب الصلاة علی کل مسلم ذکر أو أنثی .ولا تجب علی الکافر الأصلی؛ لأنها لو وجبت علیه حال کفره لوجب علیه قضاؤها؛ لأن وجوب الأداء یقتضی وجوب القضاء ، واللازم منتف، ویترتب علی هذا أنا لا نأمر الکافر بالصلاة فی کفره ولا بقضائها إذا أسلم؛ لأنه أسلم خلق کثیر فی عهد النبی -صلی الله علیه وسلم -ومن بعده فلم یؤمر أحد بقضاء الصلاة؛ ولما فیه من التنفیر عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲ ...... جو شخص مسلمان تھا، پھر وہ نعوذ باللہ مرتد یعنی دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا، تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر بھی نماز واجب نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس حالت میں نماز کا ادا کرنا صحیح ہوتا ہے۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک مرتد کی نماز صحیح تو نہیں ہوتی لیکن اس پر نماز واجب ہوجاتی ہے، یعنی اس کو اسلام لانے کے بعد ارتداد کے زمانہ کی فوت شدہ نمازوں کو قضا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر۳ ...... نابالغ بچہ پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب نہیں، جس طرح کہ اس پر کسی دوسری نماز کا پڑھنا واجب نہیں۔

البتہ جب بچہ سات سال کا ہوجائے، تو اس کے سرپرست پر واجب ہے کہ بچہ کو نماز پڑھنے کا حکم کرے، اور جب بچہ دس سال کا ہوجائے، تو اسے نماز ترک کرنے پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے تنبیہ کرے اور مارے۔ [۳]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإسلام، ولقول الله تعالى :(قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف قال الشيخ العدوى: هذا بناء على أن الكفار غير مكلفين .وعلى القول بتكليفهم وهو المعتمد فهو شرط صحة.

وقد صرح الشافعية والحنابلة بأن الصلاة لا تجب على الكافر الأصلي وجوب مطالبة بها في الدنيا؛ لعدم صحتها منه، لكن يعاقب على تركها في الآخرة زيادة على كفره؛ لتمكنه من فعلها بالإسلام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۵۵، مادة "صلاة")

[۲] لیکن چونکہ نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے وقت کا ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے اگر کوئی مرتد شخص جمعہ کا وقت گزرنے کے بعد اسلام لایا، تو شافعیہ کے نزدیک اس پر جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز کا پڑھنا واجب ہوگا۔

واختلف الفقهاء في وجوب الصلاة على المرتد .فذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والمالكية والحنابلة - :إلى أن الصلاة لا تجب على المرتد فلا يقضى ما فاته إذا رجع إلى الإسلام؛ لأنه بالردة يصير كالكافر الأصلي، وذهب الشافعية إلى وجوب الصلاة على المرتد على معنى أنه يجب عليه قضاء ما فاته زمن الردة بعد رجوعه إلى الإسلام تغليظا عليه؛ ولأنه التزمها بالإسلام فلا تسقط عنه بالجحود كحق الآدمي (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۵۶، مادة "صلاة")

[۳] البتہ مالکیہ کے نزدیک سات سال میں نماز کا حکم اور دس سال میں ضرب کا حکم وجوب کے بجائے "ندب واستحباب" پر محمول ہے۔

لا خلاف بين الفقهاء في أن البلوغ شرط من شروط وجوب الصلاة، فلا تجب الصلاة على الصبي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی نابالغ بچہ دیگر شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے نمازِ جمعہ یا کوئی دوسری نماز پڑھے، تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے، لیکن یہ نماز اس کے حق میں نفل شمار ہوتی ہے۔

اگر کوئی بچہ کسی نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے بالغ ہو گیا، تو اس پر اس نماز کا پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، اور اگر مذکورہ صورت میں اس نے بالغ ہونے سے پہلے اس وقت کی فرض نماز پڑھ لی تھی، تب بھی اس فرض نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے، کیونکہ نابالغی کی حالت میں پڑھی ہوئی نماز نفل شمار ہوتی ہے۔ ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حتى يبلغ؛ للخبر الآتي؛ ولأنها عبادة بدنية، فلم تلزمه كالحج، لكن على وليه أن يأمره بالصلاة إذا بلغ سبع سنوات، ويضربه على تركها إذا بلغ عشر سنوات؛ لحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر، وفرقوا بينهم في المضاجع.

وقد حمل جمهور الفقهاء -الحنفية والشافعية والحنابلة -الأمر في الحديث على الوجوب، وحمله المالكية على الندب.

وقد صرح الحنفية بأن الضرب يكون باليد لا بغيرها كالعصا والسوط، وأن لا يجاوز الثلاث، لقول النبي صلى الله عليه وسلم لمرداس المعلم :إياك أن تضرب فوق ثلاث، فإنك إذا ضربت فوق الثلاث اقتص الله منك ويفهم من كلام المالكية جوازه بغير اليد، قال الشيخ الدسوقي :ولا يحد بعدد كثلاثة أسواط بل يختلف باختلاف حال الصبيان.

ومحل الضرب عند المالكية إن ظن إفادته، قالوا :الضرب يكون مؤلما غير مبرح إن ظن إفادته وإلا فلا.

وقد ذهب الحنفية والحنابلة إلى أن وجوب الأمر بها يكون بعد استكمال السبع والأمر بالضرب يكون بعد العشر بأن يكون الأمر في أول الثامنة وبالضرب في أول الحادية عشرة.

وقال المالكية :يكون الأمر عند الدخول في السبع والضرب عند الدخول في العشر.

وقال الشافعية :يضرب في أثناء العشر، ولو عقب استكمال التسع .قال الشربيني الخطيب : وصححه الإسنوي، وجزم به ابن المقري، وينبغي اعتماده؛ لأن ذلك مظنة البلوغ .وأما الأمر بها فلا يكون إلا بعد تمام السبع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۵۸، وص ۵۹، مادة "صلاة")

؎۲ اگر کسی نابالغ بچہ نے جمعہ کی نماز ادا کر لی، پھر وہ وقت ختم ہونے سے پہلے بالغ ہو گیا، تو اگر اسے جمعہ مل جائے تو جمعہ، ورنہ وقت گزرنے کے بعد جمعہ کے بجائے وہ ظہر کے فرض ادا کرے گا۔

البتہ شوافع کے نزدیک جو بچہ نابالغی کی حالت میں نماز پڑھ لے، اور پھر وہ اسی نماز کے وقت میں بالغ ہو جائے، تو اس پر اس نماز کا اعادہ واجب نہیں ہوتا۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۵...... حنفیہ سمیت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک نمازِ جمعہ اور کسی بھی فرض نماز میں نابالغ بچہ کا بالغ لوگوں کی امامت کرنا درست نہیں ہوتا۔

اور اگر نابالغ بچہ دوسرے نابالغ بچہ یا بچوں کی امامت کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تجب على الصبى أو الصبية الصلاة التى بلغ فى وقتها إن لم يكن قد صلاها إجماعا، حتى المالكية - الذين قالوا :يحرم تأخير الصلاة إلى الوقت الضرورى، أى للعصر فى الجزء الآخر من وقتها، والصبح كذلك -قالوا :لو بلغ فى الوقت الضرورى فعليه أن يصليها، ولا حرمة عليه.

ولو أنه صلى صلاة الوقت، ثم بلغ قبل خروج وقتها، لزمه إعادتها، وذلك لأن الصلاة التى صلاها قبل البلوغ نفل فى حقه؛ لعدم وجوبها عليه، فلم تجزئه عن الواجب، هذا مذهب الحنفية والمالكية والحنابلة .ونص المالكية أيضا على أنه لو صلى الظهر، ثم بلغ قبل صلاة الجمعة، تجب عليه الجمعة مع الناس.

وكذا إن صلى الجمعة، ثم بلغ ووجد جمعة أخرى، وجب عليه الإعادة معهم، وإن فاتته الجمعة أعادها ظهرا؛ لأن فعله الأول -ولو جمعة -وقع نفلا، فلا يجزء عن الفرض.

أما مذهب الشافعية، فهو أنه لا يلزم الصبى الإعادة إذا بلغ فى الوقت وقد صلى، قالوا :لأنه أدى وظيفة الوقت .ولو أنه بلغ فى أثناء الصلاة يلزمه إتمام الصلاة التى هو فيها، ولا يجب عليه إعادتها، بل تستحب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٨، ص ١٩٨، مادة "بلوغ")

[1] البتہ شوافع کے نزدیک نابالغ وسمجھدار بچہ کا فرض نماز میں بالغ لوگوں کی امامت کرنا درست ہوجاتا ہے۔

اور نابالغ بچہ کا غیر فرض نماز میں بالغین کی امامت کے درست ہونے کا مسئلہ فقہائے کرام کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والحنابلة) على أنه يشترط لصحة الإمامة فى صلاة الفرض أن يكون الإمام بالغا، فلا تصح إمامة مميز لبالغ فى فرض عندهم، لما ورد عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال : لا تقدموا صبيانكم، ولأنها حال كمال والصبى ليس من أهلها، ولأن الإمام ضامن وليس هو من أهل الضمان، ولأنه لا يؤمن معه الإخلال بالقراء ة حال السر.

واستدلوا كذلك على عدم صحة إمامة الصبى للبالغ فى الفرض أن صلاة الصبى نافلة فلا يجوز بناء الفرض عليها.

أما فى غير الفرض كصلاة الكسوف أو التراويح فتصح إمامة المميز للبالغ عند جمهور الفقهاء (المالكية والشافعية والحنابلة وبعض الحنفية) لأنه لا يلزم منها بناء القوى على الضعيف.

والمختار عند الحنفية عدم جواز إمامة المميز للبالغ مطلقا، سواء أكانت فى الفرائض أم فى النوافل، لأن نفل الصبى ضعيف لعدم لزومه بالشروع، ونفل المقتدى البالغ قوى لازم مضمون عليه بعد الشروع.

ولم يشترط الشافعية فى الإمام أن يكون بالغا، فتصح إمامة المميز للبالغ عندهم مطلقا، سواء أكانت فى الفرائض أم النوافل، لحديث عمرو بن سلمة أنه كان يؤم قومه على عهد رسول الله صلى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۶ ...... جو شخص مجنون و پاگل ہو، اُس پر نمازِ جمعہ کا پڑھنا واجب نہیں ہوتا، خواہ وہ بالغ اور بڑی عمر کا آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر۷ ...... اگر کسی شخص کو جنون کا دورہ پڑنے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوگئی، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کی یہ بے ہوشی زیادہ سے زیادہ ایک دن اور ایک رات (یعنی چوبیس گھنٹے) یا اس سے کم وقت تک جاری رہی، پھر وہ ہوش میں آ گیا، تو اس کو بے ہوشی کے زمانہ کی نمازوں کو قضا کرنا واجب ہوگا، اور اگر ایک دن اور ایک رات (یعنی چوبیس گھنٹے) سے زیادہ تک بے ہوشی جاری رہی، تو پھر بے ہوشی کے زمانہ کی نمازوں کو قضا کرنا واجب نہیں ہوگا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علیہ وسلم وهو ابن ست أو سبع سنین لکنهم قالوا :البالغ أولى من الصبی، وإن کان الصبی أقرأ أو أفقه، لصحة الاقتداء بالبالغ بالإجماع، ولهذا نص فی البویطی علی کراهة الاقتداء بالصبی.

أما إمامة الممیز لمثله فجائزة فی الصلوات الخمس وغیرها عند جمیع الفقهاء (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۶، ص ۲۰۳، وص ۲۰۴، مادة "امامة الصلاة")

[1] لا خلاف بین الفقهاء فی أن المجنون غیر مکلف بأداء الصلاة فی حال جنونه، فلا تجب الصلاة علی مجنون لا یفیق؛ لأن أهلیة الأداء تفوت بزوال العقل لحدیث عائشة رضی الله تعالی عنهامرفوعا :رفع القلم عن ثلاثة :عن النائم حتی یستیقظ، وعن الصبی حتی یحتلم، وعن المجنون حتی یعقل(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۱۶، ص ۱۰۲، مادة "جنون")

یشترط لوجوب الصلاة علی المرء أن یکون عاقلا، فلا تجب علی المجنون باتفاق الفقهاء لقول النبی صلی الله علیه وسلم :رفع القلم عن ثلاث :عن النائم حتی یستیقظ، وعن المبتلی وفی روایة : المعتوه حتی یبرأ، وعن الصبی حتی یکبر (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۲۷، ص ۵۶، مادة "صلاة")

[2] مندرجہ بالا قول امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے، جبکہ امام محمد کے نزدیک چھ نمازوں سے زیادہ وقت گزر کر ساتویں نماز کا وقت بھی بے ہوشی کی حالت میں داخل ہوجائے، تو پھر اس بے ہوشی کے زمانہ کی نمازوں کو قضا کرنا واجب نہیں ہوتا، اور اس سے کم وقت تک بے ہوش رہنے کی صورت میں بے ہوشی کے زمانہ کی نمازوں کو قضا کرنا واجب ہوتا ہے۔

واختلفوا فی وجوب القضاء علیه بعد الإفاقة:

فذهب الحنفیة ما عدا محمدا إلی أن من جن یوما ولیلة، ثم أفاق قضی الخمس، وإن زاد الجنون وقت صلاة سادسة لا یقضی؛ لأن ذلک یدخل فی التکرار فسقط القضاء للحرج، وقال محمد: یسقط القضاء إذا صارت الصلوات ستا ودخل فی السابعة؛ لأن ذلک هو الذی یحصل به التکرار.

وأما أبو حنیفة وأبو یوسف فأقاما الوقت فی دخول الصلوات فی حد التکرار مقام الصلاة تیسیرا، فتعتبر الزیادة بالساعات(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۱۶، ص ۱۰۲، مادة "جنون")

اور حنابلہ کے نزدیک جو نماز جنون وغیرہ کی وجہ سے بے ہوشی کی حالت میں قضا ہوگئی، وہ معاف ہوجاتی ہے، خواہ وہ ایک نماز ہو یا اس سے زیادہ، البتہ اگر کسی نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے اسے افاقہ ہوجائے، اور وہ ہوش میں آجائے، تو پھر اس نماز کا پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... جس شخص پر جنون کے علاوہ کسی اور وجہ سے بے ہوشی طاری یا عقل مغلوب ہوگئی، مثلاً بیماری کی وجہ سے یا کوئی بے ہوشی وغیرہ کی چیز استعمال کرنے کی وجہ سے، تو اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے نزدیک تفصیل ہے۔

---

[1] جبکہ شافعیہ کے نزدیک اگر پوری نماز کا وقت جنون میں مستغرق ہوجائے، تو نہ تو وہ نماز واجب ہوتی ہے، اور نہ اس کی قضا ضروری ہوتی ہے۔

اور اگر نماز کے پہلے وقت میں جنون طاری ہو، اور آخری وقت میں افاقہ ہوجائے، تو دیکھا جائے گا اگر ایک رکعت کے بقدر وقت باقی ہو، اور طہارت حاصل کرنے کا بھی وقت باقی ہو، تو اس وقت کی نماز فرض ہوجائے گی۔

اور اگر کوئی نماز کے اول وقت میں یا درمیانی وقت میں صحیح تھا، پھر جنون طاری ہوگیا، تو اگر اتنے وقت صحیح رہا کہ اس نماز کو ادا کرسکتا تھا، تو ان کے نزدیک اس کی قضا واجب ہوگی، ورنہ واجب نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ويرى المالكية أن الجنون إذا ارتفع، وقد بقي من الوقت ما يسع أقل من ركعة سقطت الصلاتان، هذا إذا كان في وقت مشترك بين الصلاتين وإن بقي ما يسع ركعة فأكثر إلى تمام صلاة واحدة وجبت الأخيرة وسقطت الأولى، وإن بقي زيادة على ذلك بمقدار ركعة من الصلاة الأخرى وجبت الصلاتان، وإن ارتفع في وقت مختص بصلاة واحدة وجبت المختصة بالوقت.

وقد فصل الشافعية الكلام فقالوا :الجنون مانع من وجوب الصلاة وله ثلاثة أحوال:

١ ـ لا تجب على المجنون الصلاة ولا قضاؤها إذا استغرق الوقت جميعا، قل الجنون أو كثر.

٢ ـ أن يوجد في أول الوقت، ويخلو آخره :فينظر إن بقي الوقت قدر ركعة، وامتدت السلامة من الجنون قدر إمكان الطهارة، وتلك الصلاة، لزمه فرض الوقت.

٣ـ أن يخلو أول الوقت أو أوسطه عن الجنون ثم يطرأ، ففي القدر الماضي من الوقت :إن كان قدرا يسع تلك الصلاة وجب القضاء على المذهب .وخرج ابن سريج قولا :أنه لا يجب إلا إذا أدرك جميع الوقت، أما إذا كان الماضي من الوقت لا يسع تلك الصلاة، فلا يجب على المذهب، وبه قطع جمهور الشافعية.

وأما عند الحنابلة فلا يقضي المجنون الصلاة إذا أفاق لعدم لزومها له، إلا أن يفيق في وقت الصلاة فيصير كالصبي يبلغ، وذلك لحديث النبي صلى الله عليه وسلم :رفع القلم عن ثلاثة الحديث ولأن مدته تطول غالبا، فوجوب القضاء عليه يشق فعفي عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٦، ص ١٠٣، مادة "جنون")

حنفیہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ اگر اپنی کسی حرکت کے بغیر قدرتی طور پر مثلاً بیماری کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوئی، تو اس کا حکم جنون کی طرح ہے۔

اور اگر شراب وغیرہ پینے یا کسی نشہ آور چیز یا دوا کے استعمال کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوئی، تو پھر بے ہوشی کے زمانہ کی نمازوں کا قضا کرنا ضروری ہوگا، خواہ وہ کتنی زیادہ نمازیں کیوں نہ ہوں، اور بے ہوشی کتنے ہی وقت کے لئے کیوں نہ ہو۔ [1]

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔

لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو نمازیں نیند میں مشغول رہنے کی وجہ سے قضا ہوئیں، ان کو بہر حال ادا کرنا ضروری ہے، خواہ وہ نمازیں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ [2]

---

[1] اور حنفیہ میں سے امام محمد کے نزدیک اگر جائز دوا کے استعمال کی وجہ سے عقل زائل ہوئی ہو، تو پھر اس کا حکم مجنون کی طرح ہے۔

واختلفوا فيمن تغطى عقله أو ستر بمرض أو إغماء أو دواء مباح.
فذهب الحنفية :إلى التفريق بين أن يكون زوال العقل بآفة سماوية، أو بصنع العبد .فإن كان بآفة سماوية كأن جن أو أغمي عليه ولو بفزع من سبع أو آدمي نظر، فإن كانت فترة الإغماء يوما وليلة فإنه يجب عليه قضاء الخمس، وإن زادت عن ذلك فلا قضاء عليه للحرج، ولو أفاق في زمن السادسة إلا أن تكون إفاقته في وقت معلوم فيجب عليه قضاء ما فات إن كان أقل من يوم وليلة مثل أن يخف عنه المرض عند الصبح مثلا فيفيق قليلا ثم يعاوده فيغمى عليه، فتعتبر هذه الإفاقة، ويبطل ما قبلها من حكم الإغماء إذا كان أقل من يوم وليلة، وإن لم يكن لإفاقته وقت معلوم لكنه يفيق بغتة فيتكلم بكلام الأصحاء ثم يغمى عليه فلا عبرة بهذه الإفاقة.
وإن كان زوال العقل بصنع الآدمي كما لو زال عقله ببنج أو خمر أو دواء لزمه قضاء ما فاته وإن طالت المدة، وقال محمد :يسقط القضاء بالبنج والدواء ، لأنه مباح فصار كالمريض.
وقال ابن عابدين :إن المراد شرب البنج لأجل الدواء ، أما لو شربه للسكر فيكون معصية بصنعه كالخمر .ومثل ذلك النوم فإنه لا يسقط القضاء ؛ لأنه لا يمتد يوما وليلة غالبا، فلا حرج في القضاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٥٦، وص ٥٧، مادة "صلاة")

[2] وذهب المالكية :إلى سقوط وجوب الصلاة على من زال عقله بجنون أو إغماء ونحوه، إلا إذا زال العذر وقد بقي من الوقت الضروري ما يسع ركعة بعد تقدير تحصيل الطهارة المائية أو الترابية، فإذا كان الباقي لا يسع ركعة سقطت عنه الصلاة .ويستثنى من ذلك من زال عقله بسكر حرام فإنه تجب عليه الصلاة مطلقا، وكذا النائم والساهي تجب عليهما الصلاة، فمتى تنبه الساهي أو استيقظ النائم وجبت عليهما الصلاة على كل حال سواء أكان الباقي يسع ركعة مع فعل ما يحتاج إليه من الطهر أم لا، بل ولو خرج الوقت ولم يبق منه شيء. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹...... غیر عاقل یعنی مجنون و پاگل شخص اور بے ہوش شخص کا نماز میں امامت کرانا بھی درست نہیں ہوتا، خواہ جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز۔ ؎

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعُلَمُ وَعِلُمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وعند الشافعية :لا تجب الصلاة على من زال عقله بالجنون أو الإغماء أو العته أو السكر بلا تعد فى الجميع؛ لحديث عائشة :رفع القلم عن ثلاث :عن النائم حتى يستيقظ، وعن المعتوه حتى يبرأ، وعن الصبى حتى يكبر.

فورد النص فى المجنون، وقيس عليه من زال عقله بسبب يعذر فيه، وسواء قل زمن ذلك أو طال. إلا إذا زالت هذه الأسباب وقد بقى من الوقت الضرورى قدر زمن تكبيرة فأكثر؛ لأن القدر الذى يتعلق به الإيجاب يستوى فيه الركعة وما دونها، ولا تلزمه بإدراك دون تكبيرة .وهذا بخلاف السكر أو الجنون أو الإغماء المتعدى به إذا أفاق فإنه يجب عليه قضاء ما فاته من الصلوات زمن ذلك لتعديه.

قالوا :وأما الناسى للصلاة أو النائم عنها والجاهل لوجوبها فلا يجب عليهم الأداء ؛ لعدم تكليفهم، ويجب عليهم القضاء ، لحديث :من نسى صلاة أو نام عنها فكفارتها أن يصليها إذا ذكرها ويقاس على الناسى والنائم :الجاهل إذا كان قريب عهد بالإسلام .

وقصر الحنابلة عدم وجوب الصلاة على المجنون الذى لا يفيق، لحديث عائشة -رضى الله عنها - مرفوعا :رفع القلم عن ثلاث :عن النائم حتى يستيقظ، وعن المعتوه حتى يفيق، وعن الصبى حتى يكبر ولأنه ليس من أهل التكليف أشبه الطفل، ومثله الأبله الذى لا يفيق.

وأما من تغطى عقله بمرض أو إغماء أو دواء مباح فيجب عليه الصلوات الخمس؛ لأن ذلك لا يسقط الصوم، فكذا الصلاة؛ ولأن عمارا -رضى الله عنه " -غشى عليه ثلاثا، ثم أفاق فقال :هل صليت؟ فقالوا :ما صليت منذ ثلاث، ثم توضأ وصلى تلك الثلاث، وعن عمران بن حصين وسمرة بن جندب نحوه، ولم يعرف لهم مخالف، فكان كالإجماع؛ ولأن مدة الإغماء لا تطول -غالبا -ولا تثبت عليه الولاية، وكذا من تغطى عقله بمحرم -كمسكر -فيقضى؛ لأن سكره معصية فلا يناسب إسقاط الواجب عنه.

وكذا تجب الصلوات الخمس على النائم :بمعنى يجب عليه قضاؤها إذا استيقظ لقوله صلى الله عليه وسلم :من نسى صلاة أو نام عنها فكفارتها أن يصليها إذا ذكرها ولو لم تجب عليه حال نومه لم يجب عليه قضاؤها كالمجنون، ومثله الساهى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص٥٧، وص٥٨، مادة "صلاة")

؎ يشترط فى الإمام أن يكون عاقلا، وهذا الشرط أيضا متفق عليه بين الفقهاء ، فلا تصح إمامة السكران، ولا إمامة المجنون المطبق، ولا إمامة المجنون غير المطبق حال جنونه، وذلك لعدم صحة صلاتهم لأنفسهم فلا تبنى عليها صلاة غيرهم.

أما الذى يجن ويفيق، فتصح إمامته حال إفاقته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٦، ص٢٠٣، مادة "امامة الصلاة")

(فصل نمبر۲)

نمازِ جمعہ کے لئے آزادو غلام سے متعلق احکام

احادیث میں جن افراد سے جمعہ کی نماز کے وجوب کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، ان میں غلام بھی داخل ہے، جس سے متعلق مسائل ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱...... جو شخص شرعاً غلام اور عاقل و بالغ ہو، اور وہ مسلم بھی ہو، جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، البتہ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنا واجب ہے۔[۱]

اور حنابلہ کے نزدیک غلام پر جمعہ کی نماز واجب تو ہوتی ہے، لیکن اس کو جمعہ کی نماز کے لئے اپنے آقا کی اجازت سے ہی جانا جائز ہوتا ہے، اگر اس کا آقا اجازت نہ دے، تو پھر اس کو نمازِ جمعہ چھوڑنے میں کوئی گناہ نہیں۔

اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک غلام کو جمعہ کی نماز کے لئے اپنے آقا کی اجازت سے حاضر ہونا واجب نہیں، البتہ مستحب ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک آقا کی طرف سے جمعہ کی اجازت پائی جانے کی صورت میں غلام پر نمازِ جمعہ کے وجوب اور عدمِ وجوب میں اختلاف ہے۔[۲]

---

[۱] الشرط الرابع (الحرية) : فلا تجب على العبد المملوك، لانشغاله بخدمة المولى.
غير أنها تجب على المكاتب والمبعض وتجب على الأجير، بمعنى أنه لا يجوز للمستأجر منعه منها، فإذا ترك العمل لصلاتها، وكان المسجد بعيدا عن مكان عمله في -العرف -سقط من أجرته ما يقابل الزمن الذى ترك فيه العمل من أجلها بما فى ذلك مدة الصلاة نفسها، وإلا لم يسقط شيء .وهذه الشريطة -أيضا -محل اتفاق لدى مختلف المذاهب، ثم إن السيد إذا أذن لعبده فى الخروج لصلاة الجمعة وجبت عليه حينئذ(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۱۹۹، ۲۰۰، مادة "صلاة الجمعة")

[۲] ولا تجب الجمعة على العبيد عند الجمهور من الحنفية والمالكية والشافعية، وهى رواية عن أحمد، لقول النبى صلى الله عليه وسلم فيما رواه طارق بن شهاب :الجمعة حق واجب على كل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲......اگر کوئی مسلم شرعی غلام، جو مسلمان ہو، جماعت میں شامل ہوکر جمعہ کی نماز ادا کرے، تو اس کی نماز ادا ہوجاتی ہے، اور اس کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہوجاتی ہے، کیونکہ آزاد ہونا نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی شرائط میں سے ہے، صحیح ہونے کی شرائط میں سے نہیں۔ [۲]

مسئلہ نمبر۳......اگر کوئی شخص غلام تو نہ ہو، بلکہ آزاد ہو، لیکن وہ شخص کسی کا اجیرِ خاص وملازم ہو، کہ اس کو مخصوص وقت کے لیے کسی کام کے لیے (یومیہ، ماہانہ، یا سالانہ وغیرہ کی بنیاد پر) اجرت وتنخواہ یا مزدوری ونوکری پر ملازم رکھا گیا ہو، تو اس پر دیگر شرائط پائی جانے کی صورت میں جمعہ کی نماز واجب ہوتی ہے۔

البتہ اگر مسجد کے دور ہونے کی وجہ سے اس نوکر یا ملازم کو نمازِ جمعہ ادا کرنے میں غیر معمولی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾مسلم إلا أربعة :عبد مملوک، أو امرأة، أو صبى، أو مريض ، وروى نحوه مرفوعا من حديث جابر وتميم الدارى، ولأن الجمعة يجب السعى إليها ولو من مكان بعيد فلم تجب على العبد كالحج والجهاد، ولأن منفعته مملوكة محبوسة على السيد فأشبه المحبوس فى الدين، ولأنها لو وجبت عليه لجاز له المضى إليها من غير إذن السيد، ولم يكن لسيده منعه منها كسائر الفرائض.وذهب الحنابلة فى الرواية الأخرى إلى أنها تجب على العبد، ولكن لا يذهب إليها إلا بإذن سيده، فإن منعه سيده تركها.وحكى عن الحسن وقتادة أن العبد إن كان عليه ضريبة معلومة يؤديها إلى سيده تجب عليه الجمعة؛ لأن حق سيده عليه تحول إلى المال، فإن لم يكن كذلك لم تجب عليه .وصرح المالكية والشافعية بأنه يندب للعبد حضور الجمعة بإذن السيد .

واختلف قول الحنفية، فقال بعضهم :إن أذن له السيد وجب عليه الحضور .وقيل :لا؛ لأن لها بدلا وهو الظهر، بخلاف صلاة العيد، فتجب؛ لأنها لا بدل لها.

وصرح الشافعية بأن العبد لو حضر الجمعة بدون إذن السيد أجزأت عنه .

ثم قال الشافعية :لا تنعقد الجمعة بالعبد، أى فى إتمام العدد اللازم لانعقاد الجمعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳، ص ۴۲، وص ۴۳، مادة "رق")

[۲] والأصل فيه قوله عليه السلام :من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة إلا مسافر أو مملوک أو امرأة أو صبى أو مريض غير أن الإسلام والبلوغ والعقل شرائط الوجوب، والصحة والإقامة والحرية والذكورة شرائط الأداء ، حتى أن المسافر والمملوک والمريض إذا حضروا الجمعة وأدوها جازت، وكانت فريضة؛ لأن سقوط فرض السعى منهم للضرر والحرج، فإذا تحملوها التحقوا فى الأداء بغيرهم (المحيط البرهانى، ج ۲ ص ۸۶، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون فى صلاة الجمعة)

وقت خرچ ہو، تو مالک کے لئے جائز ہوگا کہ اتنے وقت کی اجرت وتنخواہ ادا نہ کرے۔ [1]

اور اس طرح کی ملازمت ومزدوری کے وقت کے دوران ملازم کو غیر موکدہ سنتوں اور عام نفلوں کا مالک کی اجازت کے بغیر پڑھنا جائز نہیں۔ [2]

---

[1] وتجب على الأجير، بمعنى أنه لا يجوز للمستأجر منعه منها، فإذا ترك العمل لصلاتها، وكان المسجد بعيدا عن مكان عمله في -العرف- سقط من أجرته ما يقابل الزمن الذى ترك فيه العمل من أجلها بما في ذلك مدة الصلاة نفسها، وإلا لم يسقط شيء.
وهذه الشريطة -أيضا- محل اتفاق لدى مختلف المذاهب، ثم إن السيد إذا أذن لعبده في الخروج لصلاة الجمعة وجبت عليه حينئذ(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ١٩٩، ٢٠٠، مادة "صلاة الجمعة")

ويجب على الأجير الخاص أن يقوم بالعمل في الوقت المحدد له أو المتعارف عليه .ولا يمنع هذا من أدائه المفروض عليه من صلاة وصوم، بدون إذن المستأجر .وقيل :إن له أن يؤدى السنة أيضا، وأنه لا يمنع من صلاة الجمعة والعيدين، دون أن ينقص المستأجر من أجره شيئا إن كان المسجد قريبا ولا يستغرق ذلك وقتا كبيرا، بل جاء في كتب الفقه أن من استأجر أجيرا شهرا ليعمل له كذا لا تدخل فيه أيام الجمع للعرف .قال الرشيدى " :لو آجر نفسه بشرط عدم الصلاة وصرف زمنها في العمل المستأجر له، فالأقرب أنه تصح الإجارة ويلغو الشرط "ولا يدخل في الإجارة بالزمن نحو شهر مثلا لغير مسلم أوقات الصلوات ولا أيام عطلتهم الدينية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص ٢٨٩، ٢٩٠، مادة "اجارة")

[2] (قوله وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة .قال في التتارخانية :وفي فتاوى الفضلي وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة وفي فتاوى سمرقند :وقد قال بعض مشايخنا له أن يؤدى السنة أيضا . واتفقوا أنه لا يؤدى نفلا وعليه الفتوى .وفي غريب الرواية قال أبو علي الدقاق :لا يمنع في المصر من إتيان الجمعة، ويسقط من الأجير بقدر اشتغاله إن كان بعيدا، وإن قريبا لم يحط شيء فإن كان بعيدا واشتغل قدر ربع النهار يحط عنه ربع الأجرة(ردالمحتار، ج٦ ص ٧٠، كتاب الاجارة، باب ضمان الاجير)

الأجير الخاص : هو من يعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصيص، كأن استؤجر لخدمة، أو خياطة، يوما أو أسبوعا ونحوه.

.ويجب على الأجير الخاص أن يقوم بالعمل في الوقت المحدد كله سوى زمن التطهر للصلوات الخمس، وزمن فعلها بسننها المؤكدة، وصلاة جمعة، وعيد، فهي مستثناة شرعا، ولا ينقص من الأجرة، ولا يصلي النوافل، فإن صلاها نقص من أجرته.

ولا يلزم المستأجر أن يمكن الأجير الخاص من الذهاب إلى المسجد للجماعة، إن كان المسجد بعيدا، وإن كان قريبا ففيه احتمال، إلا أن يكون الإمام ممن يطيل الصلاة، فلا يلزمه قطعا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ موکدہ سنتوں کا مالک کی اجازت کے بغیر پڑھنا جائز ہے، مگر ان میں زیادہ وقت خرچ کرنا، مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں، جیسا کہ آج کل بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وہ سرکاری ملازم ہوتے ہیں، اور قانونی طور پر اجازت کے بغیر، یا غیر سرکاری ملازم ہوتے ہیں، اور مالک کی اجازت ورضامندی کے بغیر نفل اور غیر موکدہ سنتوں میں ملازمت کے اوقات کے درمیان مشغول رہتے ہیں، یا سنت موکدہ میں بہت سا وقت خرچ کرتے ہیں، اور اس کو تقویٰ اور ثواب خیال کرتے ہیں، حالانکہ اوپر معلوم ہو چکا کہ یہ طرزِ عمل درست نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المجد من الحنابلة :ظاهر النص يمنع من شهود الجماعة إلا بشرط فى العقد أو إذن. وسبت اليهود، ويوم الأحد للنصارى مستثنى منه كذلك شرعا، وقال الزركشى :هل يلحق بذلك بقية أعيادهم؟ فقال :فيه نظر، لا سيما التى تدوم أياما، والأقرب المنع؛ لعدم اشتهارها فى عرف المسلمين وجهل الناس لها، وتقصير الذمى فى عدم اشتراطه فى العقد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص ٦، مادة"خاص")

(فصل نمبر ۳)

نمازِ جمعہ کے لئے مرد وعورت سے متعلق احکام

احادیث میں جن افراد سے جمعہ کی نماز کے وجوب کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، ان میں عورت بھی داخل ہے، اس سے متعلق مسائل ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... نمازِ جمعہ واجب ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ وہ مرد ہو، عورت پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔ [۱]

اسی طرح اگر کوئی فرد نہ تو مرد ہو اور نہ ہی عورت ہو، بلکہ خنثیٰ مشکل ہو، جس کو ہیجڑہ اور زنخا کہا جاتا ہے، اس پر بھی جمعہ کی نماز واجب نہیں۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۲...... اگر عورت جماعت کے ساتھ مرد امام کی اقتداء میں جمعہ کی نماز ادا کرے،

---

[۱] الشرط الثانی (الذکورة) : فلا تجب صلاة الجمعة علی النساء .وذکر صاحب البدائع حکمة ذلک فقال :وأما المرأة فلأنها مشغولة بخدمة الزوج، ممنوعة من الخروج إلی محافل الرجال، لکون الخروج سببا للفتنة ولهذا لا جماعة علیهن أیضا(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۲۷، ص ۱۹۸، مادة "صلاة الجمعة")

[۲] یہ حکم اس فرد کے لیے ہے، جو کہ حقیقی معنیٰ میں خنثیٰ ہو، جس کو عربی زبان میں "خنثیٰ مشکل" کہا جاتا ہے، اور اس سے مراد ایسا فرد ہے کہ جو نہ تو مرد ہو، اور نہ عورت ہو، یا اس میں مرد اور عورت کی علامات برابر ہوں۔

اور آج کل جو مرد یا عورتیں جان بوجھ کر بتکلف خسرے بن کر رہتے ہیں، حالانکہ وہ حقیقی معنیٰ میں یا تو مرد ہوتے ہیں، یا عورت، اور وہ مانگنے کھانے وغیرہ کا پیشہ اختیار کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں، تو ان کا یہ حکم نہیں، بلکہ وہ اگر مرد ہوں، تو ان پر مَردوں کے احکام جاری ہوتے ہیں، اور اگر عورت ہوں، تو عورتوں کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ محمد رضوان۔

الخنثی فی اللغة :الذی لا یخلص لذکر ولا أنثی، أو الذی له ما للرجال والنساء جمیعا من الخنث، وهو اللین والتکسر، یقال :خنثت الشیء فتخنث، أی :عطفته فتعطف، والاسم الخنث.

وفی الاصطلاح :من له آلتا الرجال والنساء ، أو من لیس له شیء منهما أصلا، وله ثقب یخرج منه البول (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۲۰ ص ۲۱، مادة " خنثیٰ ")

وقدمنا أیضا عن المعراج عن شرح الوجیز أن الخنثی کالمرأة(رد المحتار، ج ۱، ص ۵۰۴، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

جیسا کہ حرمین شریفین میں خواتین جمعہ کی نماز میں شریک ہوجاتی ہیں،تو اس طرح عورت کی نماز ادا ہوجاتی ہے،اور اس کی وجہ سے اس عورت کے ذمہ میں سے ظہر کی نماز ساقط و اداء ہوجاتی ہے،کیونکہ مرد کا ہونا نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی شرائط میں سے ہے،نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے نہیں۔[1]

جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ:

كُنَّ النِّسَاءُ يُجَمِّعْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَكَانَ يُقَالُ:لَا تَخْرُجْنَ إِلَّا تَفِلَاتٍ ، لَا يُوجَدُ مِنْكُنَّ رِيحُ طِيبٍ(مصنف ابن ابی شیبة)[2]

ترجمہ:خواتین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھا کرتی تھیں،اور ان کو یہ کہا جاتا تھا کہ وہ میلی کچیلی ہی نکلیں،ان سے عطر وغیرہ کی خوشبو محسوس نہ کی جائے(ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت حسن بصری سے ہی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كُنَّ نِسَاءُ الْمُهَاجِرِينَ يُصَلِّينَ الْجُمُعَةَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَحْتَسِبْنَ بِهَا مِنَ الظُّهْرِ(مصنف ابن ابی شیبة)[3]

ترجمہ:مہاجرین صحابۂ کرام کی خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کیا کرتی تھیں،پھر وہ اس کے بعد(اس دن) ظہر کی نماز نہیں پڑھا کرتی تھیں(ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن معدان اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ:إِذَا صَلَّيْتُنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ الْإِمَامِ ،

---

[1] ومنها حضور المرأة الجمعة والعيدين وصلاة الجماعة مع الرجال :فيجوز عند جمهور الفقهاء حضور المرأة صلاة الجماعة مع الرجال فی المسجد، وكذا حضورها الجمعة والعيدين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷، ص ۸۹، مادة"انوثة")

[2] رقم الحديث ۵۲۰۰، كتاب الصلاة، باب المرأة تشهد الجمعه أتجزئها صلاة الامام؟

[3] رقم الحديث ۵۲۰۲، كتاب الصلاة، باب المرأة تشهد الجمعه أتجزئها صلاة الامام؟

فَصَلِّيْنَ بِصَلَاتِهٖ ، وَإِذَا صَلَّيْتُنَّ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ فَصَلِّيْنَ أَرْبَعًا (مصنف ابن ابی شيبة) [1]

ترجمہ: ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم جمعہ کے دن امام کے ساتھ نماز پڑھو، تو تم امام کی طرح (جمعہ کی دو رکعت) نماز پڑھو، اور جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو، تو تم چار رکعت (ظہر کی) نماز پڑھو (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت یونس سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ؛ فِيْ امْرَأَةٍ تَحْضُرُ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، أَنَّهَا تُصَلِّيْ بِصَلَاةِ الْإِمَامِ وَيُجْزِئُهَا ذٰلِكَ (مصنف ابن ابی شيبة) [2]

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ جو عورت جمعہ کے دن مسجد میں حاضر ہو، تو وہ امام کی طرح (جمعہ کی) نماز پڑھے گی، اور اس کی جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت حماد سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ ؛ فِي الْمَرْأَةِ تَأْتِي الْجُمُعَةَ ، قَالَ: تُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ يُجْزِئُ عَنْهَا ، وَلٰكِنَّهٗ لَيْسَ لَهَا أَنْ تَأْتِيَ الْجُمُعَةَ (مصنف ابن ابی شيبة) [3]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ جو عورت جمعہ کی نماز کے لئے آئے، اور وہ جمعہ کی دو رکعتیں پڑھ لے، تو اس کی نماز ادا ہو جاتی ہے، لیکن اس کے لئے جمعہ کے لئے آنا مناسب نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

مسئلہ نمبر ۳...... خواتین کو عام حالات میں جمعہ کی نماز کے لئے جانے کے بجائے اپنے گھروں میں روزمرہ کی طرح ظہر کی نماز پڑھنے کو ترجیح اور زیادہ فضیلت حاصل ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۵۱۹۷ ، كتاب الصلاة، باب المرأة تشهد الجمعه أتجزئها صلاة الامام؟

[2] رقم الحديث ۵۱۹۸، كتاب الصلاة، باب المرأة تشهد الجمعه أتجزئها صلاة الامام؟

[3] رقم الحديث ۵۲۰۱، كتاب الصلاة، باب المرأة تشهد الجمعه أتجزئها صلاة الامام؟

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض شرائط کے ساتھ عورتوں کو نمازوں کے لئے مسجد میں آنے کی اجازت تھی۔

اور خواتین کا نماز کے لیے مسجد میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دینا اور اُن کو مسجد میں آنے سے منع نہ کرنا صحیح احادیث میں مذکور وموجود ہے۔ [1]

---

[1] عن نافع، عن ابن عمر، قال :قال عمر :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ۱۵۴)

قال حسين سليم اسد:إسناده صحيح(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

عن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إذا استأذنت أحدكم امرأته أن تأتي المسجد، فلا يمنعها "قال :وكانت امرأة عمر بن الخطاب تصلي في المسجد، فقال لها :إنك لتعلمين ما أحب فقالت :والله لا أنتهي حتى تنهاني قال: فطعن عمر وإنها لفي المسجد(مسند أحمد، رقم الحديث ۴۵۲۲)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

عن عاتكة بنت زيد بن عمرو بن نفيل، امرأة عمر بن الخطاب؛ أنها كانت تستأذن عمر بن الخطاب إلى المسجد .فيسكت .فتقول :والله لأخرجن، إلا أن تمنعني .فلا يمنعها(مؤطاامام مالک، رقم الحديث ٦٧٤)

عن ابن عمر، قال :كانت امرأة لعمر تشهد صلاة الصبح والعشاء في الجماعة في المسجد، فقيل لها :لم تخرجين وقد تعلمين أن عمر يكره ذلك ويغار؟ قالت :وما يمنعه أن ينهاني؟ قال :يمنعه قول رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله(بخارى، رقم الحديث ۹۰۰)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اگرچہ خواتین کے مسجد میں جانے کو پسند نہیں فرماتے تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ''خواتین کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو'' منع نہیں فرماتے تھے، اور آپ کا خواتین کو تنبیہ فرمانا اسی صورت میں تھا، جبکہ خواتین شرائط کی پابندی نہ کریں۔

أن عبد الله بن عمر قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :لا تمنعوا نساء كم المساجد إذا استأذنكم إليها قال :فقال بلال بن عبد الله :والله لنمنعهن، قال: فأقبل عليه عبد الله :فسبه سبا سيئا ما سمعته سبه مثله قط وقال " :أخبرك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول :والله لنمنعهن "(مسلم، رقم الحديث ۴۴۲"۱۳۵"، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة)

عن بلال بن عبد الله بن عمر، عن أبيه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تمنعوا النساء حظوظهن من المساجد، إذا استأذنوكم فقال بلال :والله، لنمنعهن .فقال له عبد الله " :أقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول أنت :لنمنعهن" (مسلم، رقم الحديث ۴۴۲"۱۴۰"، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ایک تو احادیث میں جہاں خواتین کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے کی اجازت ثابت ہے، اسی کے ساتھ خواتین کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنے کے مقابلہ میں گھروں میں رہ کر نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کی زیادہ فضیلت بھی ثابت ہے۔

چنانچہ صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین کو اپنے گھروں میں رہ کر نماز پڑھنے کی ترغیب دینا اور فضیلت بیان فرمانا مذکور ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، ولكن ليخرجن وهن تفلات(سنن أبي داود، رقم الحديث ۵۶۵)

عن زيد بن خالد الجهني، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا تمنعوا إماء الله المساجد، وليخرجن تفلات "(مسند أحمد، رقم الحديث ۲۱۶۷۴)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

فى حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

عن سالم، عن أبيه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إذا استأذنكم نساؤكم إلى المساجد فأذنوا لهن(مسند أبي يعلى، رقم الحديث ۵۴۴۳و رقم الحديث ۵۵۱۰)

قال حسين سليم اسد:إسناده صحيح(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

عن عائشة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، وليخرجن تفلات "قالت عائشة " :ولو رأى حالهن اليوم منعهن(مسند أحمد، رقم الحديث ۲۴۴۰۶)

[1] عن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تمنعوا نساء كم المساجد، وبيوتهن خير لهن (سنن أبي داود، رقم الحديث ۵۶۷؛ مستدرک حاكم، رقم الحديث ۷۵۵)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، فقد احتجا جميعا بالعوام بن حوشب، وقد صح سماع حبيب من ابن عمر، ولم يخرجا فيه الزيادة وبيوتهن خير لهن وشاهده .

وقال الذهبي فى التلخيص: على شرطهما.

عن أم سلمة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال " :خير مساجد النساء قعر بيوتهن (مسند احمد، رقم الحديث ۲۶۵۴۲)

قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن بشواهده(حاشية مسند احمد)

عن أم سلمة، زوج النبي صلى الله عليه وسلم، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاة المرأة فى بيتها خير من صلاتها فى حجرتها، وصلاتها فى حجرتها خير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور سرپرستی اور صحابہ وصحابیات کے انتہائی تقوے اور خیرُ القرون کے پاکیزہ اور مقدس زمانے کے باوجود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے مساجد میں آنے اور جانے کے متعلق سخت شرائط عائد فرمائی تھیں، تاکہ ہر قسم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من صلاتها فی دارها، وصلاتها فی دارها خیر من صلاتها خارج (المعجم الأوسط، رقم الحدیث ۹۱۰۱)

عن عبد الله، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال :صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۵۷۰)

عن عبد الله، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال :صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۵۷)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه، وقد احتجا جمیعا بالمورق بن مشمرج العجلی .

وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرطهما.

عن عبد الله، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :إن أحب صلاة تصلیها المرأة إلی الله فی أشد مکان فی بیتها ظلمة (صحیح ابن خزیمة، رقم الحدیث ۱۶۹۱ ،باب اختیار صلاة المرأة فی أشد مکان من بیتها ظلمة)

قال الألبانی :حسن بما بعده.

عن أبی هریرة قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :إن أحب صلاة تصلیها المرأة إلی الله أن تصلی فی أشد مکان من بیتها ظلمة .حدثناه علی بن حجر، نا عبد الله بن جعفر (صحیح ابن خزیمة، رقم الحدیث ۱۶۹۲ ،باب اختیار صلاة المرأة فی أشد مکان من بیتها ظلمة)

قال الألبانی: حسن بما قبله (حاشیة ابنِ خزیمة)

عن عائشة، قالت :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم " :لأن تصلی المرأة فی بیتها خیر من أن تصلی فی حجرتها، ولأن تصلی فی حجرتها خیر من أن تصلی فی الدار، وأن تصلی فی الدار خیر من أن تصلی فی المسجد (شعب الإیمان، رقم الحدیث ۷۴۳۵)

قال الألبانی: قلت :و لکنه شاهد لا بأس به لحدیث عائشة ، فالحدیث حسن بمجموعهما .و له شاهد آخر من حدیث أم حمید امرأة أبی حمید الساعدی مرفوعا بنحوه ، و له عنها طریقان یقوی أحدهما الآخر کما بینته فی "تخریج الترغیب "، فالحدیث به صحیح (السلسلة الصحیحة الکاملة، تحت رقم الحدیث ۲۱۴۲)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے فتنوں کا سدِّ باب رہے، مثلاً یہ کہ وہ مَرد حضرات کے آمدورفت والے دروازے سے نہ آئیں جائیں، اور مکمل پردے کے ساتھ آئیں، اور نظروں کی حفاظت رکھیں، اور بن سنور کر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عبد الله بن سويد الأنصارى، عن عمته أم حميد امرأة أبى حميد الساعدى، أنها جاء ت النبى صلى الله عليه وسلم فقالت :يا رسول الله، إنى أحب الصلاة معک، قال ": قد علمت أنک تحبين الصلاة معى، وصلاتک فى بيتک خير لک من صلاتک فى حجرتک، وصلاتک فى حجرتک خير من صلاتک فى دارک، وصلاتک فى دارک خير لک من صلاتک فى مسجد قومک، وصلاتک فى مسجد قومک خير لک من صلاتک فى مسجدى "، قال :فأمرت فبنى لها مسجد فى أقصى شىء من بيتها وأظلمه، فكانت تصلى فيه حتى لقيت الله عز وجل (مسند احمد، رقم الحديث ٢٧٠٩٠)

حدثنا ابن لهيعة ، حدثنى عبد الحميد بن المنذر الساعى ، عن أبيه ، عن جدته أم حميد ، قالت :قلت :يا رسول الله صلى الله عليه وسلم يمنعنا أزواجنا أن نصلى معک ونحب الصلاة معک ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاتكن فى بيوتكن أفضل من صلاتكن فى حجركن ، وصلاتكن فى حجركن أفضل من صلاتكن فى الجماعة(مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ٧٧٠٢)

حدثنى عبد الحميد بن المنذر الساعدى، عن أبيه، عن جدته أم حميد، قالت :قلت يا رسول الله يمنعنا أزواجنا أن نصلى معک، ونحب الصلاة معک؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاتكن فى بيوتكن أفضل من صلاتكن فى حجركن، وصلاتكن فى حجركن أفضل من صلاتكن فى دوركن، وصلاتكن فى دوركن أفضل من صلاتكن فى الجماعة(المعجم الكبير للطبرانى، ج٢٥ ص١٤٨ ،رقم الحديث ٣٥٦)

عن عبد الحميد بن المنذر بن أبى حميد الساعدى، عن أبيه، عن جدته أم حميد، أنها قالت :يا رسول الله، إنا نحب الصلاة تعنى معک فيمنعنا أزواجنا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :صلاتكن فى بيوتكن خير من صلاتكن فى دوركن، وصلاتكن فى دوركن أفضل من صلاتكن فى مسجد الجماعة ."قال أبو زكرى :سألت أبا بكر عن عبد المؤمن هذا أين سمع منه؟ قال :بودان، وبها يومئذ عبد المؤمن .قال الشيخ : تابعه أيضا ابن لهيعة، عن عبد الحميد، وفيه دلالة على أن الأمر بأن لا يمنعن أمر ندب واستحباب، لا أمر فرض وإيجاب، وهو قول العامة من أهل العلم (السنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث ٥٣٧١)

عن سعيد بن جبير ، عن عبد الله بن عباس ، أن امرأة سألته عن الصلاة فى المسجد يوم الجمعة ؟ فقال :صلاتک فى مخدعک أفضل من صلاتک فى بيتک ، وصلاتک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

زیور وغیرہ سے آراستہ ہوکر اور مزین لباس پہن کر اور خوشبو وغیرہ لگا کر نہ آئیں اور مَرد حضرات کے اٹھنے سے پہلے اٹھ کر چلی جائیں وغیرہ وغیرہ۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی بیتک أفضل من صلاتک فی حجرتک ، وصلاتک فی حجرتک أفضل من صلاتک فی مسجد قومک(مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحديث ۷۶۹۷)

عن أبی عمرو الشيبانی ، قال :سمعت رب هذه الدار ، يعنی ابن مسعود حلف فبالغ فی اليمين ما صلت امرأة صلاة أحب إلى الله من صلاة فی بيتها إلا فی حج أو عمرة ، إلا امرأة قد أيست من البعولة(مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۷۷۰۱)

عن أبی عمرو الشيبانی، قال :سمعت رب هذه الدار يحلف فيبلغ باليمين :ما من مصلى المرأة خير لها من بيتها إلا فی حج أو عمرة إلا امرأة يئست من البعولة فهی فی منقليها ، قلت :ما منقليها؟ قال :امرأة عجوز قد تقارب خطوها(المعجم الكبير للطبرانی،ج۹ص۲۹۳، رقم الحديث ۹۴۷۳)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله موثقون(مجمع الزوائد،ج۲ص۳۵،باب خروج النساء إلى المساجد وغير ذلک وصلاتهن فی بيوتهن وصلاتهن فی المسجد)

۱؎ عن عمرة بنت عبد الرحمن، عن عائشة، قالت :إن كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلی الصبح، فينصرف النساء متلفعات بمروطهن، ما يعرفن من الغلس(بخاری، رقم الحديث ۸۶۷)

عن عمرة، عن عائشة أنها قالت :إن كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلی الصبح فينصرف النساء متلفعات بمروطهن(مستخرج أبی عوانةرقم الحديث۱۰۹۵)

(فتنصرف النساء) : أی :اللاتی يصلين معه وكن فی ذلک الزمن على أعلى غاية الصيانة، فما كان يتطرق إليهن ولا بهن فتنة ألبتة، ولما حدثت الفتن لهن وبهن منعهن العلماء من ذلک، ولقد قالت عائشة :لو علم النبی صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء بعده لمنعهن المساجد كما منعت نساء بنی إسرائيل (ملتفعات) : بالنصب على الحالية أی :مستترات وجوههن وأبدانهن .قال الطيبی : التلفع شدة اللفاع وهو ما يغطی الوجه ويتلحف به (بمروطهن) : المرط :بالكسر كساء من صوف أو خز يؤتزر به، وقيل :الجلباب، وقيل :الملحفة (ما يعرفن) : ما :نافية أی ما يعرفهن أحد، وفی رواية للبخاری، ولا يعرف بعضهن بعضا (من الغلس) : من :ابتدائية بمعنى لأجل قاله الطيبی، والغلس :ظلمة آخر الليل، ثم إنه يستعمل على الاتساع فيما بقی منه بعد الصباح، وقيل :من غلس المسجد أی :من أجل ظلمته وعدم إسفاره؛ لأنه ما كان يظهر النور فيه إلا بطلوع الشمس(مرقاة المفاتيح،ج۲ص۵۳۰، كتاب الصلاة،باب المواقيت،باب تعجيل الصلوات)

أن أم سلمة، زوج النبی صلى الله عليه وسلم، أخبرتها :أن النساء فی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم كن إذا سلمن من المكتوبة، قمن وثبت رسول الله صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض صحابہ وتابعین نے حالات کی تبدیلی کو دیکھتے ہوئے خواتین کے نماز کے لیے مسجد میں آنے کو پسند نہیں فرمایا۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی مَااَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم ومن صلى من الرجال ما شاء الله، فإذا قام رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قام الرجال(بخاری، رقم الحديث ٨٦٦)

عن أم سلمة رضي الله عنها، قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم قام النساء حين يقضي تسليمه، ويمكث هو في مقامه يسيرا قبل أن يقوم، قال :نرى -والله أعلم -أن ذلك كان لكي ينصرف النساء ، قبل أن يدركهن أحد من الرجال(بخاری، رقم الحديث ٨٧٠)

عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :خير صفوف الرجال المقدم، وشرها المؤخر، وشر صفوف النساء المقدم، وخيرها المؤخر "، ثم قال " :يا معشر النساء ، إذا سجد الرجال فاغضضن أبصاركن، لا ترين عورات الرجال من ضيق الأزر " (مسنداحمدرقم الحديث ١٤١٢٣)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن في المتابعات والشواهد(حاشية مسند احمد)

عن بسر بن سعيد، أن زينب الثقفية، كانت تحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :إذا شهدت إحداكن العشاء فلا تطيب تلك الليلة (مسلم، رقم الحديث ٤٤٣ "١٤١")

عن زينب، امرأة عبد الله، قالت :قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمس طيبا(مسلم، رقم الحديث ٤٤٣"١٤٢")

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، ولكن ليخرجن وهن تفلات(ابو داؤد، رقم الحديث ٥٦٥)

عن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لو تركنا هذا الباب للنساء ، قال نافع :فلم يدخل منه ابن عمر، حتى مات، وقال غير عبد الوارث :قال عمر :وهو أصح(سنن أبي داود، رقم الحديث ٤٦٢،باب في اعتزال النساء في المساجد عن الرجال)

عن نافع، أن عمر بن الخطاب، كان ينهى أن يدخل من باب النساء (سنن أبي داود، رقم الحديث ٤٦٤،باب في اعتزال النساء في المساجد عن الرجال)

الْمَسْجِدَ كَمَامُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ (مسلم) [1]

ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حالات کو دیکھ لیتے جو (آپ کے بعد) عورتوں نے پیدا کر دیئے ہیں، تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے ضرور منع فرما دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا (مسلم)

اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ؟ فَقَالَ: صَلَاتُكِ فِيْ مَخْدَعِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ بَيْتِكِ ، وَصَلَاتُكِ فِيْ بَيْتِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ حُجْرَتِكِ ، وَصَلَاتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ (مصنف ابنِ ابی شيبة) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے جمعہ کے دن مسجد میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کا (گھر کی) اندر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا، آپ کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور آپ کا اپنے گھر کے اندر (کمرہ) میں نماز پڑھنا، آپ کے حجرہ (وبرآمدہ) میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور آپ کا اپنے حجرہ (وبرآمدہ) میں نماز پڑھنا، آپ کے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے

(ابن ابی شیبہ)

مطلب یہ ہے کہ عورت کو مسجد میں آ کر جمعہ کی نماز پڑھنے کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت اس کو

---

[1] رقم الحديث ۴۴۵ ''۱۴۴''، كتاب الصلاة، باب منع نساء بنى اسرائيل المسجد، داراحياء التراث العربى، بيروت، و اللفظ لهٗ ؛ بخارى، رقم الحديث ۸۶۹؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۵۶۹؛ مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۹۸۲.

[2] رقم الحديث ۷۶۹۷، كتاب الصلاة، باب من كره ذلك.

حاصل ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے، روزمرہ کی طرح ظہر کی نماز پڑھے، اور گھر میں بھی جتنا اندرونی حصہ میں باپردہ رہ کر نماز پڑھے گی، اتنی فضیلت زیادہ ہوگی۔

حضرت عمرو بن شیبانی سے روایت ہے کہ:

اَنَّـهٗ رَاٰی عَبْدَاللہِ یُخْرِجُ النِّسَآءَ مِنَ الْمَسْجِدِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَقُوْلُ اُخْرُجْنَ اِلٰی بُیُوْتِکُنَّ خَیْرٌ لَّکُنَّ(المعجم الکبیر للطبرانی) [1]

ترجمہ: انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ تم گھروں میں چلی جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے (طبرانی)

اس قسم کی احادیث وروایات اور حالات کے پیشِ نظر فقہائے کرام کا عورتوں کے جمعہ کی نماز کے لیے آنے کے جائز وناجائز ہونے میں کچھ اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بوڑھی اور جوان ہر قسم کی عورتوں کو جمعہ کی نماز کے لیے جانا کراہت سے خالی نہیں۔

جبکہ شافعیہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک صرف ایسی بوڑھی عورتوں کو جمعہ کی نماز کے لیے جانا جائز ہے کہ جو شہوت سے پاک ہوں، اور زیب وزینت اور خوشبو وغیرہ سے پرہیز کر کے جائیں۔

اور متاخرینِ حنفیہ نے ہر قسم کی عورتوں کو جمعہ کی نماز کے لیے جانے میں زمانہ کے فساد کی وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک عورتوں کو جمعہ کی نماز کے لیے جانا جائز ہے، مگر عورتوں کے ذمہ ہے کہ

---

[1] رقم الحدیث ۹۳۶۳، ج۹ص ۲۹۴.

قال الھیثمی : رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون(مجمع الزوائد،رقم الحدیث ۲۱۱۹، باب انتظار الصلاۃ)

وہ زیب وزینت، خوشبو وغیرہ سے پرہیز کر کے جائیں۔ ل

ل بعض شوافع کی تصریح کے مطابق بوڑھی عورتوں کو زیب وزینت سے پرہیز کر کے، جمعہ کی نماز کے لیے جانا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مستحب ہے، اور موجودہ دور میں خواتین کی اصلاح کی خاطر امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر بوقت ضرورت عمل کر لینے کی گنجائش ہونی چاہیے۔ محمد رضوان۔

ذهب الشافعية وصاحبا أبي حنيفة إلى أن المرأة إذا أرادت حضور المسجد للصلاة، إن كانت شابة أو كبيرة تشتهى كره لها، وكره لزوجها ووليها تمكينها منه، وإن كانت عجوزا لا تشتهى فلها الخروج بإذن الزوج إلى الجماعات في جميع الصلوات دون كراهة .

ومثله مذهب أبي حنيفة بالنسبة للشابة، أما العجوز فإنها تخرج عنده في العيدين والعشاء والفجر فقط، ولا تخرج في الجمعة والظهر والعصر والمغرب .

وكره متأخرو الحنفية خروجها مطلقا لفساد الزمن .

أما المالكية فالنساء عندهم على أربعة أقسام :عجوز انقطعت حاجة الرجال عنها، فهذه تخرج للمسجد، وللفرض، ولمجالس العلم والذكر، وتخرج للصحراء في العيد والاستسقاء ، ولجنازة أهلها وأقاربها، ولقضاء حوائجها، ومتجالة (مسنة) لم تنقطع حاجة الرجال منها بالجملة، فهذه تخرج للمسجد للفرائض، ومجالس العلم والذكر، ولا تكثر التردد في قضاء حوائجها أي يكره لها ذلك، وشابة غير فارهة في الشباب والنجابة، تخرج للمسجد لصلاة الفرض جماعة، وفي جنائز أهلها وأقاربها، ولا تخرج لعيد ولا استسقاء ولا لمجالس ذكر أو علم .وشابة فارهة في الشباب والنجابة، فهذه الاختيار لها أن لا تخرج أصلا .

وذهب الحنابلة إلى أنه يباح للنساء حضور الجماعة مع الرجال لأنهن كن يصلين مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالت عائشة رضي الله عنها :كان النساء يصلين مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ينصرفن متلفعات بمروطهن ما يعرفن من الغلس .وقال النبي صلى الله عليه وسلم :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله وليخرجن تفلات يعني غير متطيبات.

وتجدر الإشارة إلى أن جواز خروج النساء إلى المسجد -عند من يجيزه -مقيد بالقيود السابقة . ولا يقضى على زوج الشابة ومن في حكمها بالخروج لنحو صلاة الفرض ولو شرط لها في صلب عقدها .

قال النووي :يستحب للزوج أن يأذن لها إذا استأذنته إلى المسجد للصلاة إذا كانت عجوزا لا تشتهي، وأمن المفسدة عليها وعلى غيرها، فإن منعها لم يحرم عليه، هذا مذهبنا .قال البيهقي :وبه قال عامة العلماء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۱۰ و ۱۱۱، مادة "خروج")

(فرع لا بأس بحضور العجائز) الجمعة بل يستحب لهن ذلك (بإذن الأزواج وليحترزن من الطيب والزينة) أي يكرهان لهن لخبر مسلم إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمس طيبا وخبر أبي داود بإسناد صحيح لا تمنعوا إماء الله مساجد الله ولكن ليخرجن وهن تفلات بفتح التاء وكسر الفاء أي تاركات للطيب والزينة ولخوف المفسدة فإن لم يحترزن من الطيب أو الزينة كره لهن الحضور وخرج بالعجوز أي غير المشتهاة الشابة والمشتهاة فيكره لهما الحضور كما مر في صلاة الجماعة بزيادة وبالإذن ما إذا كان لها زوج ولم يأذن لها فيحرم حضورها مطلقا وفي معنى الزوج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴...... اس بات پر تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ عورت کو مرد حضرات کی امامت کرنا، جمعہ سمیت کسی نماز میں بھی جائز نہیں۔

البتہ اگر عورت، عورتوں کی امامت کرے، تو اس صورت میں نماز تو ادا ہو جاتی ہے، مگر حنفیہ کے نزدیک عورت کو ایسا کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۵...... خنثیٰ مشکل جس کی تفصیل پیچھے ذکر کی گئی، اس کا مرد حضرات کی امامت کرنا،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

السيد(أسنى المطالب فى شرح روض الطالب، ج ا ، ۲۷۰، كتاب صلاة الجمعة)

(قوله لا بأس بحضور العجائز) قال ابن السراج وفى معنى العجائز ذوات العاهات(حاشية الرملى الكبير، ج ا ، ۲۷۰، كتاب صلاة الجمعة)

فأما النساء فمن كانت ذات هيئة وجمال منعت من الخروج إلى الجمعة للنساء :صيانة لها ، وخوفا من الافتتان بها ، فأما غير ذوات الهيئات فلا يمنعن ، ويخرجن غير متزينات ، ولا متطيبات :لقوله صلى الله عليه وسلم لا تمنعوا إماء الله مساجد الله ، وليخرجن تفلات(الحاوى فى فقه الشافعى ، ج ۲، ص ۴۵۵، باب الهيئة الى الجمعة)

[1] ويصح أن يؤم القوم من هؤلاء كل من صحت إمامته المطلقة فى باب صلاة الجماعة فتصح إمامة المريض والمسافر والعبد، دون المرأة قال فى تنوير الأبصار :ويصلح للإمامة فيها من صلح لغيرها؛ فجازت لمسافر وعبد ومريض(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص ۲۰۰، مادة " صلاة الجمعة")

يشترط لإمامة الرجال أن يكون الإمام ذكرا، فلا تصح إمامة المرأة للرجال، وهذا متفق عليه بين الفقهاء ، لما ورد فى الحديث أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :أخروهن من حيث أخرهن الله والأمر بتأخيرهن نهى عن الصلاة خلفهن .ولما روى جابر مرفوعا :لا تؤمن امرأة رجلا ولأن فى إمامتها للرجال افتتانا بها.

أما إمامة المرأة للنساء فجائزة عند جمهور الفقهاء (وهم الحنفية والشافعية والحنابلة) واستدل الجمهور لجواز إمامة المرأة للنساء بحديث أم ورقة أن النبى صلى الله عليه وسلم أذن لها أن تؤم نساء أهل دارها.

لكن كره الحنفية إمامتها لهن، لأنها لا تخلو عن نقص واجب أو مندوب، فإنه يكره لهن الأذان والإقامة، ويكره تقدم المرأة الإمام عليهن .فإذا صلت النساء صلاة الجماعة بإمامة امرأة وقفت المرأة الإمام وسطهن.

أما المالكية فلا تجوز إمامة المرأة عندهم مطلقا ولو لمثلها فى فرض أو نفل.

ولا تصح إمامة الخنثى للرجال ولا لمثلها بلا خلاف، لاحتمال أن تكون امرأة والمقتدى رجلا، وتصح إمامتها للنساء مع الكراهة أو بدونها عند جمهور الفقهاء ، خلافا للمالكية حيث صرحوا بعدم جوازها مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۶، ص ۲۰۴، مادة "امامة الصلاة")

جمعہ سمیت کسی نماز میں جائز نہیں۔[1]

مسئلہ نمبر ۶ ...... اگر کوئی بھی عورت، مرد امام کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ شریک ہو کر جمعہ کی نماز ادا کرے، تو حنفیہ کے صحیح تر قول کے مطابق عورت کی نماز درست ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مرد امام، عورت یا عورتوں کا امام ہونے کی نیت کرے۔[2]

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء فى أن الخنثى لا تصح إمامته لرجل ولا لمثله، لاحتمال أنوثته، وذكورة المقتدى، وأما النساء فتصح إمامة الخنثى لهن مع الكراهة أو بدونها عند الحنفية والشافعية، والحنابلة، لأن غايته أن يكون امرأة، وإمامتها بالنساء صحيحة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۰ ص۲۵، ۲۰۷، مادة "خنثیٰ")

[2] وعند الحنفية، وهو مقابل الصحيح عند الشافعية :لا يشترط فى الجمعة نية الاقتداء وكذلك العيدان، لأن الجمعة لا تصح بدون الجماعة، فكان التصريح بنية الجمعة أو العيد مغنيا عن التصريح بنية الجماعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۶، ص ۲۰، مادة "اقتداء")

ولا فرق فى اشتراط النية للمأموم بين الجمعة وسائر الصلوات عند المالكية، وهو الصحيح عند الشافعية.

وعند الحنفية، وهو مقابل الصحيح عند الشافعية :لا يشترط فى الجمعة نية الاقتداء وكذلك العيدان، لأن الجمعة لا تصح بدون الجماعة، فكان التصريح بنية الجمعة أو العيد مغنيا عن التصريح بنية الجماعة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۶ ص ۲۰ ،مادة "اقتداء")

ظاهر إطلاقه أنه لا تصح صلاتها بلا نية الإمام إمامتها فى الجمعة والعيدين أيضا، فالنية شرط فيهما أيضا .قال فى النهر :وبه قال كثير إلا أن الأكثر على عدمه فيهما، وهو الأصح كما فى الخلاصة، وجعل الزيلعي الأكثر على الاشتراط وأجمعوا على عدمه فى الجنازة اهـ(ردالمحتار، ج ۱ ص ۵۷۶، كتاب الصلاة، باب الامامة)

وأما فى الجمعة والعيدين فأكثر مشايخنا قالوا :إن نية إمامتهن شرط فيهما، ومنهم من قال :ليست بشرط؛ لأنها لو شرطت للحقها الضرر لأنها لا تقدر على أداء الجمعة والعيدين وحدها، ولا تجد إماما آخر تقتدى به، والظاهر أنها لا تتمكن من الوقوف بجنب الإمام فى هاتين الصلاتين لازدحام الناس فصح اقتداؤها لدفع الضرر عنها بخلاف سائر الصلوات(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۱۲۸، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

وفى صلاة الجمعة والعيدين أكثر مشايخنا قالوا :لا يصح اقتداؤها به ما لم ينو إمامتها، وإن كان الجواب مطلقا فى الكتاب، ومنهم من سلم فقال :الضرورة فى جانبها هاهنا؛ لأنها لا تقدر على أداء صلاة العيد والجمعة وحدها ولا تجد إماما آخر تقتدى به، والظاهر أنها لا تتمكن من الوقوف بجنب الإمام فى هذه الصلوات لكثرة الازدحام فصححنا اقتداء ها به لدفع الضرر عنها، بخلاف سائر الصلوات (المبسوط للسرخسى، ج ۱ ص ۱۸۵، ۱۸۶، كتاب الصلاة، باب الحدث فى الصلاة)

اورحنابلہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت، بہرحال امام کو جمعہ سمیت ہر نماز میں مقتدی کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔ [1]

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک تمام نمازوں میں امام کو مطلقاً امامت کی نیت کرنا مستحب ہے، اور جمعہ کی نماز اور لوٹائی جانے والی نماز اور منذور نماز میں شافعیہ کے نزدیک اور جن نمازوں میں جماعت شرط ہے، مثلاً جمعہ، ان میں مالکیہ کے نزدیک امام کو امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔

فی مذاهب العلماء فی نية الإمامة :ذكرنا أن المشهور من مذهبنا أنه لا يشترط لصحة الجماعة وبه قال مالك وآخرون وقال الاوزاعی والثوری واسحق تجب وعن أحمد روايتان كالمذهبين وقال أبو حنيفة وصاحباه إن صلی برجل لم تجب وان صلی بامرأة أو نساء وجبت(المجموع شرح المهذب، ج۴ص۲۰۳، باب صلاة الجماعة)

قوله (ومن شرط الجماعة :أن ينوی الإمام والمأموم حالهما) أما المأموم :فيشترط أن ينوی بلا نزاع، وكذا الإمام علی الصحيح من المذهب مطلقا، وعليه جماهير الأصحاب وقطع به كثير منهم(الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف،للمرداوی الحنبلی، ج۲ص۲۷، كتاب الصلاة، باب النية)

(بخلاف الإمام) لا يلزمه نية الإمامة، وليست شرطا فی الاقتداء به (ولو بجنازة) إذ لا تشترط فيها الجماعة.

(إلا جمعة) فيشترط فيها نية الإمامة .لأن الجماعة شرط فيها فلو لم ينو الإمامة بطلت عليه وعليهم.

(و) إلا (جمعا) بين عشاء ين (لمطر) فلا بد فيه من نية الإمامة؛ لأن الجماعة شرط فيه ولا بد فيه من نية الإمامة فی الصلاتين، ويجب فيه نية الجمع عند الأولی وجوبا فلو تركها لم تبطل بخلاف ترك نية الإمامة فتبطل الثانية فقط(الشرح الصغير مع حاشية الصاوی ، ج ۱ ص ۴۵۰، باب الصلاة، فصل فی صلاة الجماعة واحكامها)

النية:يشترط فی الإمام عند الحنابلة نية الإمامة، فإنهم قالوا :من شرط صحة الجماعة : أن ينوی الإمام أنه إمام وينوی المأموم أنه مأموم .ولو أحرم منفردا ثم جاء آخر فصلی معه، فنوی إمامته صح فی النفل، لحديث ابن عباس أنه قال :بت عند خالتی ميمونة، فقام النبی صلی الله عليه وسلم متطوعا من الليل، فقام إلی القربة فتوضأ، فقام فصلی، فقمت لما رأيته صنع ذلك، فتوضأت من القربة، ثم قمت إلی شقه الأيسر، فأخذ بيدی من وراء ظهره يعدلنی كذلك إلی الشق الأيمن.

أما فی الفرض فإن كان ينتظر أحدا، كإمام المسجد يحرم وحده، وينتظر من يأتی فيصلی معه، فيجوز ذلك أيضا.

واختار ابن قدامة أن الفرض كالنفل فی صحة صلاة من أحرم منفردا ثم نوی أن يكون إماما.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ اگر خاتون یا خواتین، مرد امام کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کریں، جیسا کہ حرمین شریفین میں اداء کرتی ہیں، یا کسی اور جگہ میں، اور امام کو اس کا علم نہ ہو کہ اس کی اقتداء میں خاتون، یا خواتین نمازِ جمعہ ادا کر رہی ہیں، یا امام کو علم تو ہو، لیکن وہ خاتون یا خواتین کے لئے اپنے امام ہونے کی باقاعدہ دل میں نیت نہ کرے، تو اس خاتون یا خواتین کی نمازِ جمعہ حنفیہ کے نزدیک اداء ہوجاتی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الحنفية :نية الرجل الإمامة شرط لصحة اقتداء النساء إن كن وحدهن، وهذا فى صلاة ذات ركوع وسجود، لا فى صلاة الجنازة، لما يلزم من الفساد بمحاذاة المرأة له لو حاذته، وإن لم ينو إمامة المرأة ونوت هى الاقتداء به لم تضره، فتصح صلاته ولا تصح صلاتها، لأن الاشتراک لا يثبت دون النية.

ولا يشترط نية الإمام الإمامة عند المالكية والشافعية، إلا فى الجمعة والصلاة المعادة والمنذورة عند الشافعية، لكنه يستحب عندهم للإمام أن ينوى الإمامة فى سائر الصلوات للخروج من خلاف الموجب لها، وليحوز فضيلة الإمامة وصلاة الجماعة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦ ص٢٠٦، ٢٠٧، مادة " امام ")

(فصل نمبر۴)

نمازِ جمعہ کے لئے مریض ومعذور سے متعلق احکام

جمعہ کی نماز واجب ہونے کے لیے صحت مند ہونے کے ساتھ ساتھ، جمعہ کی نماز میں حاضر ہونے سے کوئی عذر نہ ہونا بھی شرط ہے، اور کئی احادیث میں مریض کو نمازِ جمعہ کے واجب ہونے سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں یہ مضمون مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِنَّ الْـجُـمُـعَةَ عَـزُمَةٌ وَإِنِّيْ كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحَضِ (صحيح البخاري)[1]

ترجمہ: جمعہ کی نماز ضروری ہے، لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں مشقت میں ڈالوں، اور تم (بارش ہوتے وقت) مٹی اور کیچڑ میں چل کر آؤ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ سخت بارش میں یا اس پر قیاس کرتے ہوئے کسی اور وجہ سے، جب جمعہ کی نماز کے لئے جانا دشوار ہو، جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب نہیں ہوتا۔[2]

---

[1] رقم الحديث ۹۰۱، كتاب الجمعة، باب الرخصة إن لم يحضر الجمعة في المطر.

[2] وتسقط أيضا بعذر المطر والوحل (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۹۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

وفي "المجتبى": "ولا تجب الجمعة على الأجير إلا بإذن المستأجر، أما العبد لو أذن له مولاه، فهو مخير بين الجمعة والظهر، والمختفي من السلطان الظالم يباح له أن لا يخرج إلى الجمعة والجماعة، وتسقط بعذر المطر والوحل (البناية شرح الهداية، ج۳ ص ۷۱، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

و "السابع "سلامة الرجلين "فلا تجب على المقعد لعجزه عن السعي اتفاقا ومن العذر المطر العظيم (مراقي الفلاح، ج ۱ ص ۱۹۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... اس بات پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ ایسے مریض ومعذور شخص پر جمعہ کی نماز واجب نہیں ہوتی، جس کو فرض نمازوں کی جماعت میں شریک ہونا ضروری نہیں ہوتا، کیونکہ جمعہ کی نماز کا جماعت کے ساتھ پڑھنا صحتِ جمعہ کے لئے شرط ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲...... جو شخص ایسا مریض ومعذور ہو کہ اسے جمعہ کی نماز کے لیے جانا ممکن نہ ہو، یا اس کی وجہ سے اُسے سخت تکلیف پیش آتی ہو، تو اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔ [۲]

مسئلہ نمبر۳...... جو شخص ایسا مریض ومعذور ہو کہ وہ جمعہ کی نماز کے لیے پیدل جانے پر قادر نہ ہو، یا اس کو پیدل جانے میں سخت مشقت پیش آتی ہو، لیکن اسے سوار ہو کر جانے میں مشقت پیش نہ آتی ہو، اور اسے بآسانی سواری میسر ہو، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس کو سواری پر سوار ہو کر جمعہ کی نماز کے لیے جانا واجب ہو جاتا ہے۔

لیکن اس حالت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لیے جانا واجب نہیں ہوتا۔ [۳]

---

[۱] قال ابن المنذر :لا أعلم خلافا بين أهل العلم :أن للمريض أن يتخلف عن الجماعات من أجل المرض، واستدلوا بما ورد أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من سمع المنادى فلم يمنعه من اتباعه عذر، قالوا :وما العذر؟ قال :خوف أو مرض لم تقبل منه الصلاة التى صلى .

وقد كان بلال رضى الله عنه يؤذن بالصلاة، ثم يأتى النبى صلى الله عليه وسلم وهو مريض فيقول : مروا أبا بكر فليصل بالناس .

وكل ما أمكن تصوره فى الجمعة من الأعذار المرخصة فى ترك الجماعة، يرخص فى ترك الجمعة، إذ لا خلاف بين الفقهاء فى أن الصحة شرط من شروط وجوب صلاة الجمعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص ۳۵۷ ، مادة "مرض")

[۲] الشرط الثالث (الصحة) : ويقصد بها خلو البدن عما يتعسر معه -عرفا -الخروج لشهود الجمعة فى المسجد، كمرض وألم شديد؛ فلا تجب صلاة الجمعة على من اتصف بشىء من ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۱۹۹ ، مادة "صلاة الجمعة")

والمراد بالمرض هنا بصفة عامة هو المرض الذى يشق معه الإتيان إلى المسجد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص ۳۵۷ ، مادة "مرض")

[۳] وأما إن شق عليه معه الإتيان ماشيا لا راكبا فاختلف الفقهاء على النحو التالى :صرح المالكية والشافعية ومحمد من الحنفية بأنه يلزمه الإتيان، وقيده المالكية بما إذا كانت الأجرة غير مجحفة وإلا لم تجب عليه .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۴......فقہائے کرام نے جمعہ کی طرف جانے کی وجہ سے پہلے سے موجود مرض میں اضافہ ہو جانے یا بیماری لمبی ہونے کی بنا پر دیر سے صحت یاب ہونے کو عذر میں شمار کیا ہے، جس پر جمعہ کی نماز کے لئے جانا واجب نہیں ہوتا۔ ؎١

مسئلہ نمبر۵......جس شخص کا پاؤں مفلوج یا کٹا ہوا ہو، یا وہ اپاہج ہو، اس پر جمعہ کی نماز کے لئے جانا واجب نہیں، بلکہ اس کو اپنے مقام پر نمازِ ظہر پڑھنے کا حکم ہے۔ ؎٢

مسئلہ نمبر۶ ...... جو شخص بہت زیادہ بوڑھا اور عمر رسیدہ ہو کہ اسے جمعہ کی نماز کے لیے جانا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذهب جمهور الحنفية إلى أنه لا يجب عليه الحضور إلى الجماعة والجمعة فى هذه الحالة، وقيل: لا يجب عند الحنفية اتفاقا كالمقعد.

وفرق الحنابلة بين الجمعة والجماعة فقالوا :إن تبرع أحد بأن يركبه لزمته الجمعة لعدم تكررها دون الجماعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٣٥٨ ، مادة "مرض")

وكذلک الأعمى إذا وجد قائدا يقوده إلى الحج لا يفترض عليه الحج عنده، وعندهما يفترض.

والمقعد إذا وجد من يحمله إلى الجمعة، ذكر الشيخ الإمام الجليل أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله :أنه لا جمعة عليه عند الكل، قال :وينبغي أن لا يكون عليه الحج، ولا حضور الجماعات بلا خلاف، وذكر القاضي الإمام ركن الإسلام على السغدى رحمه الله :أن الكل على الخلاف(المحيط البرهانى، ج ا ص١٤٧، كتاب الطهارات،الفصل الخامس)

فلا تجب على شيخ كبير لا يقدر على المشى ومريض وزمن وأعمى، ولو وجد من يقوده ويحمله عند أبى حنيفة لما عرف أنه لا عبرة بقدرة الغير وحقق فى فتح القدير أنه اتفاق والخلاف فى الجمعة لا الجماعة (البحر الرائق، ج ا ص٣٦٧، كتاب الصلاة، باب الامامة)

؎١ خرج به المريض "أى الذى لا يقدر على الذهاب إلى الجامع أو يقدر ولكن يخاف زيادة مرضه أو بطء برئه بسبب جلى (حاشية الطحطاوى على المراقى شرح نورالايضاح، ج ا ص٥٠٥، باب الجمعة)

المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتدادها فكذلک عندنا، وعليه القضاء إذا أفطر كذا فى المحيط .ثم معرفة ذلک باجتهاد المريض والاجتهاد غير مجرد الوهم بل هو غلبة ظن عن أمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق كذا فى فتح القدير(الفتاوىٰ الهندية،ج ا ص٢٠٧، كتاب الصوم،الباب الخامس)

؎٢ ولا تجب على مفلوج الرِّجل ومقطوعها وزَمِن، ومحبوس، ومعذور بمشقة مطر ووحل وثلج (الفقه الاسلامى وادلتہٗ للزحيلى، ج٢ص١٢٩٠، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الثالث)

دشوار ہو، تو اس پر بھی جمعہ کی نماز واجب نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... نابینا شخص پر بھی جمعہ کی نماز واجب نہیں۔

اگر نابینا شخص کو مفت میں یا معتدل اجرت ومزدوری کے ساتھ کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے لے جانے والا میسر آئے اور اس کو اجرت ومزدوری ادا کرنے کی قدرت بھی ہو، تو مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر جمعہ کی نماز کے لیے جانا واجب ہو جاتا ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک جمعہ کی نماز واجب ہونے کے لیے خود سے قدرت کا حاصل ہونا ضروری ہے، دوسرے کے سہارے پر قادر ہونے والے شخص پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک جمعہ کی نماز واجب نہیں ہوتی۔

البتہ اگر کوئی نابینا شخص جمعہ کی نماز قائم ہونے کے وقت پاکی کی حالت میں مسجد میں ہو، یا وہ نابینا ایسا شخص ہو کہ وہ تجربہ ومہارت کی وجہ سے دوسرے کے سہارے کے بغیر نمازِ جمعہ کے لیے مسجد جانے پر قادر ہو، تو اس پر سب کے نزدیک جمعہ کی نماز واجب ہو جاتی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی شخص کو جمعہ کی نماز کے لیے جانے میں، دشمن، درندے یا چور، ڈاکو

---

[1] الشرط الخامس (السلامة) : والمقصود بها سلامة المصلى من العاهات المقعدة، أو المتعبة له فى الخروج إلى صلاة الجمعة، كالشيخوخة المقعدة والعمى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۰، مادة "صلاة الجمعة")

[2] الشرط الخامس (السلامة) : والمقصود بها سلامة المصلى من العاهات المقعدة، أو المتعبة له فى الخروج إلى صلاة الجمعة، كالشيخوخة المقعدة والعمى.

فإن وجد الأعمى قائدا متبرعا أو بأجرة معتدلة، وجبت عليه عند الجمهور -أبى يوسف ومحمد والمالكية والشافعية والحنابلة-؛ لأن الأعمى بواسطة القائد يعتبر قادرا على السعى خلافا لأبى حنيفة.

وهناك صورتان أخريان تجب فيهما على الأعمى صلاة الجمعة:

الصورة الأولى :أن تقام الصلاة وهو فى المسجد متطهر متهيء للصلاة.

الصورة الثانية :أن يكون ممن أوتوا مهارة فى المشى فى الأسواق دون الاحتياج إلى أى كلفة أو قيادة أو سؤال أحد .إذ لا حرج حينئذ عليه فى حضور صلاة الجمعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۰، مادة "صلاة الجمعة")

غیرہ کا خوف ہو، یا شدید بارش، یا شدید سردی، برف باری کی وجہ سے نمازِ جمعہ کے لیے حاضری میں دشواری ہو، تو اس پر بھی جمعہ کی نماز واجب نہیں ہوتی۔ ل

مسئلہ نمبر۹...... جو شخص قید خانہ میں محبوس ہو، اور وہاں شرعی اصولوں کے مطابق نمازِ جمعہ کے قیام کا بندوبست نہ ہو، اس پر بھی جمعہ کی نماز واجب نہیں۔ ۲

مسئلہ نمبر۱۰...... جو شخص جمعہ کی نماز کے وقت کسی مریض کی تیمارداری میں مشغول ہو اور اس کے جمعہ کی نماز کے لئے چلے جانے کے بعد کوئی بیمار کی تیمارداری وخبر گیری کرنے والا نہیں ہے، جس سے بیمار کو نقصان کا خطرہ ہے، تو یہ تیماردار شخص بھی بیمار کے حکم میں ہے اور اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، بلکہ ظہر کی نماز واجب ہے۔ ۳

ل ولا تجب -أيضا -فى حالة خوف من عدو أو سبع أو لص، أو سلطان، ولا فى حالة مطر شديد، أو وحل، أو ثلج، يتعسر معها الخروج إليها .إذ لا تعتبر السلامة متوفرة فى مثل هذه الحالات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٢٠٠، مادة "صلاة الجمعة")

۲ مما تسقط به صلاة الجماعة والجمعة الحبس والمرض الذى يشق معه الحضور، وإذا خاف ضررا فى نفسه أو ماله أو عرضه، والمطر والوحل والبرد الشديد والحر الشديد ظهرا والريح الشديدة فى الليل، ومدافعة الأخبثين، وأكل نتن نىء إن لم يمكنه إزالته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٥، ص٨٣، مادة "سقوط")

ولا تجب على مفلوج الرِّجل ومقطوعها وزَمِن، ومحبوس(الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج٢ص ١٢٩٠، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الثالث)

۳ وألحق بالمريض ممرضه الذى يقوم بأمر تمريضه وخدمته، بشرط أن لا يوجد من يقوم مقامه فى ذلك لو تركه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ١٩٩، مادة "صلاة الجمعة")

التخلف عن الجمعة والجماعة:

اتفق الفقهاء فى الجملة على سقوط وجوب الجمعة، وجواز التخلف عن الجماعة لمن يقوم بالتمريض لقريب أو غيره.

قال ابن المنذر :ثبت أن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما "استصرخ على سعيد بن زيد بعد ارتفاع الضحى فأتاه بالعقيق وترك الجمعة.

ونقل هذا عن عطاء ، والحسن، والأوزاعى أيضا.

ثم اختلفوا فى التفاصيل :فصرح الحنفية بأن الممرض -وهو من يقوم بشؤون المريض -يعذر من الخروج إلى الجمعة إن بقى المريض ضائعا بخروجه فى الأصح، أو حصل له بغيبة الممرض إلى الجماعة المشقة والوحشة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۱...... جو شخص کوڑھی ہو، یا اس کو ایسی بیماری لاحق ہو کہ جس سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہو، یا منہ یا زخم کی بدبو سے لوگوں کو ایذاء پہنچتی ہو، تو ایسے شخص کو بھی بعض فقہائے کرام نے مریض میں داخل مان کر، جمعہ کی نماز واجب نہ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۲...... اگر کوئی مریض ومعذور شخص خود سے جدو جہد کر کے جمعہ کی نماز میں آ کر شریک ہو جائے، اور جمعہ کی نماز میں جماعت کے ساتھ شریک ہو کر، جمعہ کی نماز ادا کرلے، تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقيد المالكية جواز التخلف عن الجمعة والجماعة :بكون التمريض لقريب، وأن لا يكون هناك من يقوم به سواه .وخيف عليه الموت كالزوجة، والبنت، أو أحد الأبوين.

وأما الشافعية فقد فصلوا الكلام فى جواز التخلف عن الجمعة والجماعات بالتمريض فقالوا :إما أن يكون للمريض من يتعهده ويقوم بأمره أو لا :فإن كان الممرض قريبا والمريض مشرف على الموت، أو غير مشرف لكنه يستأنس به، فيرخص للممرض التخلف عن الجمعة والجماعة ويحضر عنده، وإلا فلا رخصة له فى التخلف على الصحيح .ومثل القريب عندهم الزوجة وكل من له مصاهرة، والصديق .وإن كان المريض أجنبيا -وله من يتعهده -فلا رخصة للممرض فى التخلف بحال عن الجمعة والجماعة.

أما إن لم يكن للمريض متعهد، أو كان لكنه لم يفرغ لخدمته، لاشتغاله بشراء الأدوية، فقال إمام الحرمين :إن كان يخاف عليه الهلاك لو غاب عنه فهو عذر، ولا فرق بين القريب والأجنبى؛ لأن إنقاذ المسلم من الهلاك فرض كفاية .وإن كان يلحقه ضرر ظاهر لا يبلغ مبلغ فروض الكفايات ففيه أوجه :الأصح أنه عذر أيضا، والثانى :لا، والثالث :أنه عذر فى القريب دون الأجنبى .

وأما الحنابلة فيقرب قولهم مما ذهب إليه المالكية؛ لأنهم يعتبرون التمريض عذرا فى التخلف عن الجمعة والجماعات إذا كان المريض قريبا أو رفيقا، وكان الممرض لو تشاغل بالجمعة أو الجماعة لمات المريض لعدم وجود من يقوم بشأنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۴، ص۱۸، و ۱۹ ،مادة "تمريض")

[1] خص بعض الفقهاء بعض الأمراض بالذكر فى التخلف عن الجماعة .

فقال المالكية :يجوز للجذم ترك الجماعة إن كان رائحتهم تضر بالمصلين، وكانوا لا يجدون موضعا يتميزون فيه، أما لو وجدوا موضعا يصح فيه الجمعة ويتميزون فيه بحيث لا يلحق ضررهم بالناس فإنها تجب عليهم اتفاقا، لإمكان الجمع بين حق الله تعالى، وحق الناس، وما قيل فى الجذام يقال فى البرص.

وقال الشافعية :ويندب للإمام منع صاحب البرص والجذام من المساجد، ومخالطة الناس والجمعة والجماعات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص ۳۵۹ ، مادة "مرض")

اس کی جمعہ کی نماز ادا ہو جاتی ہے، اور اس کو اس دن ظہر کی نماز پڑھنا ضروری نہیں رہتا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۳...... ایسے معذور لوگ جن پر جمعہ کی نماز واجب نہیں (مثلاً بیمار لوگ) اُن کو ظہر کی نماز کا جمعہ کی جماعت ختم ہونے کے بعد پڑھنا مستحب ہے، اور اس سے پہلے ان کو ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ خواتین ظہر کی نماز جمعہ سے پہلے اور زوال کے بعد اول وقت میں ادا کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ان پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] ولو حضر المريض الجمعة، تنعقد به، وإذا أداها أجزأه عن فرض الوقت، لأن سقوط فرض السعي عنه لم يكن لمعنى فى الصلاة بل للحرج والضرر، فإذا تحمل التحق فى الأداء بغيره، وصار كمسافر صام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٣٥٨، مادة "مرض")

[2] ويندب للمريض الذى يتوقع الخفة قبل فوات الجمعة تأخيره ظهره إلى اليأس من إدراك الجمعة، ويحصل اليأس برفع الإمام رأسه من ركوع الثانية، لأنه قد يزول عذره قبل ذلك فيأتى بها كاملا، فلو لم يؤخر، وزال عذره بعد فعله الظهر لم تلزمه الجمعة وإن تمكن منها.

ويندب لغيره ممن لا يمكن زوال عذره كالمرأة والزمن تعجيل الظهر ليحوز فضيلة أول الوقت.

والمرضى إذا فاتتهم الجمعة يصلونها ظهرا فرادى، وتكره لهم الجماعة. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ٣٥٨، مادة "مرض")

(فصل نمبر۵)

نمازِ جمعہ کے لئے مقیم ومسافر سے متعلق احکام

جمعہ کی نماز واجب ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ شخص شرعی اعتبار سے مقیم ہو، مسافر نہ ہو، جس کو نماز میں قصر کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ إِلَّا عَلَى الْعَبْدِ وَالْمَرْأَةِ، وَالْمَرِيْضِ، وَالْمُسَافِرِ (كتاب الآثار لابی یوسف، رقم الحديث ٣٦١،باب في الاضحى)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ واجب ہے، مگر غلام پر اور عورت پر اور مریض پر اور مسافر پر واجب نہیں (کتاب الآثار)

اس کے علاوہ کئی احادیث وروایات میں مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہ ہونے کا ذکر آیا ہے، جن کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [1]

---

[1] عن تميم الدارى، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :الجمعة واجبة إلا على صبى، أو مملوك، أو مسافر "وفى رواية ابن عبدان "إن الجمعة واجبة إلا على صبى، أو مملوك، أو مسافر "(السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ٥٦٣٣)

عن تميم الدارى، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :الجمعة واجبة، إلا على امرأة، أو صبى، أو مريض، أو عبد، أو مسافر (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٢٥٧، ج٢ص ٥١)

عن جابر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة يوم الجمعة، إلا على مريض، أو مسافر، أو صبى، أو مملوك، ومن استغنى عنها بلهو أو تجارة استغنى الله عنه، والله غنى حميد ."ورواه سعيد بن أبى مريم، عن ابن لهيعة فزاد فيهم أو امرأة(السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ٥٦٣٤)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لیکن ایک تو اس مضمون کی تائید کئی صحابہ وتابعین کی روایات وآثار اور عمل سے ہوتی ہے، دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر اور مختلف غزوات کے موقع پر جمعہ کی نماز پڑھنا ثابت نہیں، اور اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ آ گے آتا ہے۔

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن جابر رضى الله عنه أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة إلا امرأة أو مسافر أو عبد أو مريض .

هذا الحديث رواه الدارقطنى والبيهقى من حديث ابن لهيعة، حدثنى معاذ بن محمد الأنصارى، عن أبى الزبير، عن جابر مرفوعا (به) إلا أنهما قالا بدل عبد :مملوك وهو، هو وزاد أو صبى فمن استغنى بلهو أو تجارة استغنى الله عنه، والله غنى حميد .

وهذا إسناد ضعيف، ابن لهيعة قد عرفت حاله فيما مضى، ومعاذ هذا منكر الحديث غير معروف. (قاله) أبو أحمد، وأبو الزبير مدلس وقد عنعن، وأبو أحمد ذكر معاذا بهذا الحديث، وقال :ابن لهيعة يحدث عن أبى الزبير عن جابر (نسخة) . ولم يبين عبد الحق موضع علة هذا الحديث بل قال :إسناده ضعيف .وهو كما قال، وقال ابن عساكر فى تخريجه لأحاديث المهذب :هذا حديث غريب جدا لا نعرفه إلا من حديث ابن لهيعة بهذا الإسناد وهو ضعيف(البدر المنير فى تخريج الأحاديث والأثار الواقعة فى الشرح الكبير،لابن الملقن، ج۴ص ۶۴۱، ۶۴۲،كتاب الجمعة ، الحديث الأربعون)

عن ابن عمر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ليس على مسافر جمعة (المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ۸۱۸)

ثنا أبو البلاد، قال :سمعت ابن عمر يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الجمعة واجبة، إلا على ما ملكت أو ذى علة(المُعْجَمُ الكَبِير للطبرانى ،رقم الحديث ۱۳۸۴۶)

عن أبى هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :خمسة لا جمعة عليهم : المرأة، والمسافر، والعبد، والصبى، وأهل البادية(المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ۲۰۲)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الأوسط وفيه إبراهيم بن حماد ضعفه الدارقطنى(مجمع الزوائد، رقم الحديث ۳۰۳۳)

عن أبى الدرداء عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه قال " :الجمعة واجبة إلا على امرأة أو صبى أو مريض أو عبد أو مسافر ."

رواه الطبرانى فى الكبير وفيه ضرار، روى عن التابعين، وأظنه ابن عمرو الملطى وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۳۲)

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ:لَا جُمُعَةَ عَلَى الْمُسَافِرِ (الأوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۱٦٨٩، كتاب صفة الصلاة)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں (ابنِ منذر)

اور حارث اعور سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ:لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ جُمُعَةٌ (مُصنف ابن أبي شيبة) ؎۱

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں (ابن ابی شیبہ)

اس طرح کی روایات بعض دیگر صحابہ وتابعین کے بارے میں بھی مروی ہیں۔ ؎۲

؎۱ رقم الحديث ۵۱۳٦، كتاب الصلاة، باب من قال:ليس على المسافر جمعة.

؎۲ حدثنا وكيع ، عن العمري ، عن ابن عمر ؛ أنه كان لا يجمع في السفر (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث۵۱۳۷، باب من قال:ليس على المسافر جمعة)

حدثنا معتمر ، عن برد ، عن مكحول ، قال :ليس على المسافر أضحى ، ولا فطر ، ولا جمعة(ايضاً، رقم الحديث۵۱۳۸)

حدثنا أبو أسامة ، عن أبي العميس ، عن علي بن الأقمر ، قال :خرج مسروق ، وعروة بن المغيرة ، ونفر من أصحاب عبد الله ، فحضرت الجمعة فلم يجمعوا ، وحضر الفطر فلم يفطروا(ايضاً، رقم الحديث ۵۱۳۹)

حدثنا عبد الأعلى ، عن يونس ، عن الحسن ؛ أن عبد الرحمن بن سمرة شتا بكابل شتوة، أو شتوتين لا يجمع ، ويصلي ركعتين(ايضاً، رقم الحديث ۵۱۴۰)

حدثنا عبد الأعلى ، عن يونس ، عن الحسن ؛ أن أنس بن مالک أقام بنيسابور سنة ، أو سنتين ، فكان يصلي ركعتين ، ثم يسلم ، ثم يصلي ركعتين ، ثم يسلم ، ولا يجمع (ايضاً، رقم الحديث ۵۱۴۱)

حدثنا أبو الأحوص ، عن المغيرة ، عن إبراهيم ، قال :كان أصحابنا يغزون ، فيقيمون السنة ، أو نحو ذلک ، يقصرون الصلاة ، ولا يجمعون(ايضاً، رقم الحديث ۵۱۴۲)

حدثنا عيسى بن يونس ، عن هشام بن الغاز ، عن عبادة بن نسي ، قال :خرج عبد الملک بن مروان يريد الصلاة في بيت المقدس ، فضرب حجرته على فاثور إبراهيم ، فلقيته ومعي الجند ، فدخلت عليه ، فقال :يا عبادة ، إنا قوم سفر ليست علينا جمعة ، فجمع بأصحابک(ايضاً، رقم الحديث ۵۱۴۳)

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... جو شخص شرعی اعتبار سے مسافر ہو، اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، خواہ وہ عملی طور پر سفر کر رہا ہو، یا کوئی مسافر مدتِ اقامت سے کم وقت کے لئے کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہو، اور وہ شہر میں ہی کیوں نہ ہو۔

اور مسافر شخص پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے وقت حسبِ معمول ظہر کی نماز فرض ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲...... حنفیہ کے نزدیک شرعی اقامت کی مدت کم از کم پندرہ راتیں ہے۔

جبکہ دیگر جمہور فقہائے کرام (مالکیہ اور شافعیہ وحنابلہ) کے نزدیک چار دن ہے، البتہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک چار دن سے زیادہ ہے۔

لہٰذا حنفیہ کے نزدیک مسافر اپنے وطنِ اقامت سے باہر کسی جگہ مجموعی طور پر کم از کم پندرہ رات قیام کی نیت کرنے کی وجہ سے مقیم شمار ہوتا ہے، جبکہ حنابلہ کے نزدیک چار دن سے زیادہ (مثلاً پانچ یا زیادہ دن) اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک صرف چار دن قیام کی وجہ سے وہ

---

[۱] ج -سقوط وجوب الجمعة:

-اتفق الفقهاء على أن الإقامة من شروط وجوب الجمعة، وعلى هذا فلا تجب الجمعة على المسافر لقول النبى :من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة، إلا مريض أو مسافر أو امرأة أو صبى أو مملوک ولأن النبى وأصحابه كانوا يسافرون فى الجمع وغيره فلم يصل أحد منهم الجمعة فيه مع اجتماع الخلق الكثير، ولأن المسافر يحرج فى حضور الجمعة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۳۶، مادة "سفر")

(الإقامة بمصر) : فلا تجب على مسافر .ثم لا فرق فى الإقامة بين أن تكون على سبيل الاستيطان أو دون ذلک، فمن تجاوزت أيام إقامته فى بلدة ما الفترة التى يشرع له فيها قصر الصلاة وجبت عليه صلاة الجمعة وإلا فلا على التفصيل المبين فى (صلاة المسافر)

ودليل ذلک ما رواه جابر -رضى الله عنه :-قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة إلا مريض، أو مسافر، أو امرأة، أو صبى، أو مملوک، فمن استغنى بلهو أو تجارة استغنى الله عنه والله غنى حميد .قال السرخسى: والمعنى :أن المسافر تلحقه المشقة بدخول المصر وحضور الجمعة، وربما لا يجد أحدا يحفظ رحله، وربما ينقطع عن أصحابه، فلدفع الحرج أسقطها الشرع عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۱۹۸، مادة "صلاة الجمعة")

شخص مقیم شمار ہوتا ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۳...... مقیم ہونا جمعہ کی نماز واجب ہونے کی شرائط میں سے ہے، جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی شرائط میں سے نہیں ہے، اس لئے اگر کوئی مسافر جمعہ کی نماز پڑھتا ہے تو فرض نماز کی ادائیگی کرتا ہے، اور جمعہ کی نماز پڑھنے سے اس کے ذمہ سے ظہر کا فریضہ ہی ادا ہوتا ہے، اوراسی وجہ سے مسافر شخص کو جمعہ کی نماز میں امامت کرانا بھی جائز ہے، خواہ اس کے

۱؎ ثانيا :السفر:يشترط فی السفر المرخص فی الفطر ما يلی:
أ -أن يكون السفر طويلا مما تقصر فيه الصلاة قال ابن رشد :وأما المعنى المعقول من إجازة الفطر فی السفر فهو المشقة، ولما كانت لا توجد فی كل سفر، وجب أن يجوز الفطر فی السفر الذی فيه المشقة، ولما كان الصحابة كأنهم مجمعون على الحد فی ذلک، وجب أن يقاس ذلک على الحد فی تقصير الصلاة .
ب -أن لا يعزم المسافر الإقامة خلال سفره مدة أربعة أيام بلياليها عند المالكية والشافعية، وأكثر من أربعة أيام عند الحنابلة، وهی نصف شهر أو خمسة عشر يوما عند الحنفية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص۴۷، مادة "صوم")
مسألة :قال :(وإذا نوى المسافر الإقامة فی بلد أكثر من إحدى وعشرين صلاة، أتم) المشهور عن أحمد -رحمه الله -أن المدة التی تلزم المسافر الإتمام بنية الإقامة فيها، هی ما كان أكثر من إحدى وعشرين صلاة .رواه الأثرم، والمروذی، وغيرهما، وعنه أنه إذا نوى إقامة أربعة أيام أتم، وإن نوى دونها قصر .وهذا قول مالک، والشافعی، وأبی ثور؛ لأن الثلاث حد القلة، بدليل قول النبی -صلى الله عليه وسلم :-يقيم المهاجر بعد قضاء منسكه ثلاثا .ولما أخلى عمر -رضی الله عنه -أهل الذمة، ضرب لمن قدم منهم تاجرا ثلاثا، فدل على أن الثلاث فی حكم السفر، وما زاد فی حكم الإقامة .ويروى هذا القول عن عثمان -رضی الله عنه .-وقال الثوری، وأصحاب الرأی :إن أقام خمسة عشر يوما مع اليوم الذی يخرج فيه أتم، وإن نوى دون ذلک قصر(المغنی لابن قدامة، ج۲،ص۲۱۲، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر)
الذی يجوز للمسافر إذا أقام فيه فی بلد أن يقصر فاختلاف كثير حكی فيه أبو عمر نحوا من أحد عشر قولا، إلا أن الأشهر منها هو ما عليه فقهاء الأمصار، ولهم فی ذلک ثلاثة أقوال :أحدها :مذهب مالک، والشافعی أنه إذا أزمع المسافر على إقامة أربعة أيام أتم .
والثانی :مذهب أبی حنيفة، وسفيان الثوری أنه إذا أزمع على إقامة خمسة عشر يوما أتم۔
والثالث :مذهب أحمد، وداود أنه إذا أزمع على أكثر من أربعة أيام أتم(بداية المجتهد، ج۱،ص۱۸۰، كتاب الصلاة،الباب الرابع فی صلاة السفر،الفصل الأول فی القصر)

تمام مقتدی مقیم ہوں، یا مسافر، یا بعض مقتدی مقیم ہوں اور بعض مسافر۔ ل

ل ثم إن من حضر صلاة الجمعة ممن لم تتوفر فيه هذه الشروط الخمسة ينظر فی أمره :فإن كان فاقدا أهلية التكليف نفسها، كالصبی والمجنون، صحت صلاة الصبی واعتبرت له تطوعا، وبطلت صلاة المجنون؛ لعدم توفر الإدراک المصحح لأصل العبادة.

أما إن تكاملت لديه أهلية التكليف، كالمريض والمسافر والعبد والمرأة، فمثل هؤلاء إن حضروا الجمعة وصلوها أجزأتهم عن فرض الظهر؛ لأن امتناع الوجوب فی حقهم إنما كان للعذر، وقد زال بحضورهم لكن صرح الشافعية والحنابلة بأن لهم الانصراف؛ إذ المانع من وجوبها عليهم لا يرتفع بحضورهم إلا المريض ونحوه كالأعمى فيحرم انصرافهما إن دخل الوقت قبل انصرافهما؛ لأن المانع فی حقهما مشقة الحضور وقد زالت .

ويصح أن يؤم القوم من هؤلاء كل من صحت إمامته المطلقة فی باب صلاة الجماعة فتصح إمامة المريض والمسافر والعبد، دون المرأة قال فی تنوير الأبصار :ويصلح للإمامة فيها من صلح لغيرها؛ فجازت لمسافر وعبد ومريض.

وأما صفة الذين تنعقد بهم الجمعة فهی :أن كل من يصلح إماما للرجال فی الصلوات المكتوبة تنعقد بهم الجمعة، فيشترط صفة الذكورة والعقل والبلوغ لا غير، فتنعقد الجمعة بعبيد ومسافرين . وهذا عند الحنفية.

ومذهب الحنابلة :أنه لا تنعقد الجمعة بأحد من هؤلاء ، ولا تصح إمامته.

أما الشافعية :فصححوا الإمامة من هؤلاء دون الانعقاد به .فلو أم المصلين مسافر وكان عددهم لا يتجاوز مع إمامهم المسافر أربعين رجلا، لم تنعقد صلاتهم .

فمن توفرت فيه هذه الشروط، حرم عليه صلاة الظهر قبل فوات الجمعة، لما فی ذلک من مخالفة الأمر بإسقاط صلاة الظهر وأداء الجمعة فی مكانها .أما بعد فواتها عليه فلا مناص حينئذ من أداء الظهر، بل يجب عليه ذلک، غير أنه يعتبر آثما بسبب تفويت الجمعة بدون عذر.

فإن سعى إليها بعد أدائه الظهر والإمام فی الصلاة بطلت صلاته التی كان قد أداها بمجرد انفصاله عن داره واتجاهه إليها سواء أدركها أم لا .وذلک لأن السعی إلى صلاة الجمعة معدود من مقدماتها وخصائصها المأمور بها بنص كتاب الله تعالى، والاشتغال بفرائض الجمعة الخاصة بها يبطل الظهر وهذا عند أبی حنيفة، أما عند الصاحبين فلا يبطل ظهره بمجرد السعی، بل لا بد لذلک من إدراكه الجمعة وشروعه فيها .

وقال المالكية والحنابلة :من وجبت عليه الجمعة إذا صلى الظهر قبل أن يصلی الإمام الجمعة لم يصح ويلزمه السعی إلى الجمعة إن ظن أنه يدركها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۰، ۲۰۱، مادة "صلاة الجمعة")

ولا تجب الجمعة على مسافر ولا امرأة ولا مريض ولا عبد ولا أعمى "لأن المسافر يحرج فی الحضور وكذا المريض والأعمى والعبد مشغول بخدمة المولى والمرأة بخدمة الزوج فعذروا دفعا للحرج والضرر "فإن حضروا وصلوا مع الناس أجزأهم عن فرض الوقت "لأنهم تحملوه فصاروا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴...... جس شخص میں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض اور صحیح ہونے کی شرائط پائی جائیں، جن شرائط میں یہ شرط بھی داخل ہے کہ وہ جمعہ کے دن کسی نمازِ جمعہ والی جگہ مقیم ہو، تو اسے جمعہ کے دن زوال کے بعد جمعہ کی نماز چھوڑ کر سفر پر نکلنا جائز نہیں ہوتا، کیونکہ اس پر زوال ہونے کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے کا استحقاق اور وجوب ثابت ہوجاتا ہے۔

البتہ اگر راستہ میں یا منزل پر پہنچ کر جمعہ کی نماز ادا کرنا ممکن ہو، تو پھر زوال کے بعد سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا، جس کے دلائل اور اس کی تفصیل جمعہ کے دن سفر کرنے کے حکم کے بیان میں ذکر کی جاچکی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كالمسافر إذا صام "ويجوز للمسافر والعبد المريض أن يؤم في الجمعة "وقال زفر رحمه الله لا يجزئه لأنه لا فرض عليه فأشبه الصبي والمرأة ولنا أن هذه رخصة فإذا حضروا يقع فرضا على ما بيناه أما الصبي فمسلوب الأهلية والمرأة لا تصلح لإمامة الرجال وتنعقد بهم الجمعة لأنهم صلحوا للإمامة فيصلحون للاقتداء بطريق الأولى (الهداية، ج ١، ص ٨٣، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

م :(فإن حضروا) ش :أي فإن حضر هؤلاء المذكورين في يوم الجمعة إلى الصلاة .م :(وصلوا مع الناس أجزأهم عن فرض الوقت) ش :أي أجزأتهم الجمعة عن الظهر .وقال ابن قدامة :لا نعلم في هذا خلافا .وقال ابن المنذر :أجمع من يحفظ عنه من أهل العلم على أن النساء لو صلين الجمعة يجزئهن عن الظهر، مع إجماعهم على أن لا جمعة عليهن، انتهى (البناية شرح الهداية، ج٣، ص ٧٢، باب صلاة الجمعة، من لا تجب عليه الجمعة)

المسافر إذا صلى الجمعة والعيدين وضحى صح ذلك منه وأثيب (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج ١، ص ٤٢١، باب صلاة المسافر)

[1] اتفق الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة على حرمة إنشاء السفر بعد الزوال (وهو أول وقت صلاة الجمعة) من المصر الذى هو فيه إذا كان ممن تجب عليه وعلم أنه لا يدرك أداء ها في مصر آخر، فإن فعل ذلك فهو آثم على الراجح ما لم يتضرر بتخلفه عن رفقته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص ٢٨، مادة "مصر")

يحرم عند الجمهور إنشاء سفر بعد الزوال (وهو أول وقت الجمعة) من المصر الذى هو فيه، إذا كان ممن تجب عليه الجمعة، وعلم أنه لن يدرك أداء ها في مصر آخر .فإن فعل ذلك فهو آثم على الراجح ما لم يتضرر بتخلفه عن رفقته .وهذا ما ذهب إليه جمهور الفقهاء -الحنفية والمالكية والحنابلة -حيث صرحوا بحرمة السفر بعد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۵...... جس شخص پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض نہ ہو، مثلاً یہ کہ وہ مسافر ہو، یا عورت ہو، جس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں، تو اس کو جمعہ کے دن زوال سے پہلے اور زوال کے بعد سفر کرنا اور سفر کا جاری رکھنا جائز ہوتا ہے، اور ظہر کے وقت حسبِ معمول ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہوتا ہے، کیونکہ اس پر جمعہ فرض نہیں، اس لئے وہ فرض چھوڑ کر جانے والا شمار نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر۶ ...... اگر کوئی شخص شرعی مسافر تھا، اور اس نے نہ تو ظہر کی نماز ادا کی تھی، اور نہ ہی کسی جگہ جمعہ کی نماز ادا کی تھی، اور پھر وہ کسی ایسی جگہ مقیم ہوگیا، جہاں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزوال. كما صرح المالكية والحنابلة بكراهة السفر بعد طلوع فجر يوم الجمعة.

وذهب الشافعی فی الجديد :إلى أن حرمة السفر تبدأ من وقت الفجر وهو المفتى به فی المذهب، ودليله :أن مشروعية الجمعة مضافة إلى اليوم كله لا إلى خصوص وقت الظهر، بدليل وجوب السعی إليها قبل الزوال على بعيد الدار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۱۱، مادة "صلاة")

حكم السفر فی يوم الجمعة:

اتفق الفقهاء على حرمة السفر فی يوم الجمعة بعد الزوال لمن تلزمه الجمعة؛ لأن وجوبها تعلق به بمجرد دخول الوقت، فلا يجوز له تفويته .والحكم عند الحنفية الكراهة التحريمية، وحددوا ذلک بالنداء الأول .واستثنوا من ذلک ما إذا تمكن المسافر من أداء الجمعة فی طريقه أو مقصده، فلا يحرم حينئذ لحصول المقصود بذلک .كما استثنى المالكية والشافعية والحنابلة التضرر من فوت الرفقة، فلا يحرم دفعا للضرر عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۴۰، مادة "سفر")

وإن كان الخروج بعد الزوال، فإن كان يمكنه أن يخرج من مصره قبل خروج وقت الظهر، فإنه لا بأس به بالخروج قبل إقامة الجمعة، وإن كان لا يمكنه أن يخرج من مصره قبل خروج وقت الجمعة، فلا ينبغی له أن يخرج، بل يشهد الجمعة ثم يخرج (المحيط البرهانی، ج۲، ص۸۹، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون)

[1] اتفق الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة على حرمة إنشاء السفر بعد الزوال (وهو أول وقت صلاة الجمعة) من المصر الذی هو فيه إذا كان ممن تجب عليه وعلم أنه لا يدرک أداء ها فی مصر آخر، فإن فعل ذلک فهو آثم على الراجح ما لم يتضرر بتخلفه عن رفقته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸، ص۲۸ مادة "مصر")

ہے، اور وہاں ابھی جمعہ کی نماز ادا نہیں کی گئی، تو اس کو جمعہ کی نماز پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے، کیونکہ اب اس شخص کا حکم ایسا ہو گیا، جیسا کہ وہ پہلے سے ہی وہاں موجود ہے۔

البتہ اگر اتنی تاخیر ہو چکی ہے کہ اب اسے باجماعت نمازِ جمعہ کا دستیاب ہونا ممکن نہیں رہا، یا وہ جگہ غیر معمولی فاصلہ پر ہے، جہاں اس کو پہنچنا مشکل اور غیر معمولی مشقت کا باعث ہے، تو پھر اس کو نمازِ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم ہوتا ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] اتفق الفقهاء على أن الإقامة من شروط وجوب الجمعة، فلا تجب الجمعة على المسافر، فإذا انقطع السفر قبل إقامة صلاة الجمعة، وجبت صلاة الجمعة، وانقطاع السفر يكون بدخول الوطن الأصلى مطلقا، ولو مرورا فيه، أو بعده مقيما فى وطن الإقامة بشروطه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۴، ص۱۰۶، مادة "وطن")

(فصل نمبر ۶)

نمازِ جمعہ کے لئے وقت سے متعلق احکام

جمعہ کی نماز صحیح اور واجب ہونے کے لیے وقت کا پایا جانا بھی ضروری ہے، جس سے متعلق مسائل ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح اور واجب ہونے کے لیے ظہر کی نماز کا وقت پایا جانا شرط ہے، کیونکہ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے، جو ظہر کی نماز کا ہے، یعنی جمعہ کی نماز کا وقت زوال سے شروع ہوجاتا ہے، اور جب تک ظہر کی نماز کا وقت جاری رہے، اس وقت تک جمعہ کی نماز کا وقت بھی جاری رہتا ہے، اور جب ظہر کی نماز کا وقت ختم ہوجائے، تو جمعہ کی نماز کا وقت بھی ختم ہوجاتا ہے۔

پس ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے (یعنی زوال) سے پہلے اور اسی طرح ظہر کا وقت ختم (اور عصر کا وقت داخل) ہوجانے کے بعد جمعہ کی نماز درست اور صحیح نہیں ہوتی۔ [1]

---

[1] البتہ حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق جمعہ کی نماز کا وقت زوال سے پہلے اس وقت شروع ہوجاتا ہے، جب کہ عید کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور حنابلہ کی دوسری روایت کے مطابق زوال سے پہلے چھٹی یا پانچویں ساعت میں جمعہ کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ اللہ اعلم۔

الشرط الثالث من شروط صحة الجمعة ووجوبها معا :دخول الوقت، ووقتها عند الجمهور -الحنفية والمالكية والشافعية -هو وقت الظهر، فلا يثبت وجوبها، ولا يصح أداؤها إلا بدخول وقت الظهر، ويستمر وقتها إلى دخول وقت العصر، فإذا خرج وقت الظهر سقطت الجمعة واستبدل بها الظهر؛ لأن الجمعة صلاة لا تقضى بالتفويت .ويشترط دخول وقت الظهر من ابتداء الخطبة، فلو ابتدأ الخطيب الخطبة قبله لم تصح الجمعة، وإن وقعت الصلاة داخل الوقت.

وذهب الحنابلة إلى أن أول وقت صلاة الجمعة هو أول وقت صلاة العيد لحديث عبد الله بن سيدان " :شهدت الجمعة مع أبي بكر فكانت خطبته وصلاته قبل نصف النهار، ولحديث جابر : كان يصلي الجمعة ثم نذهب إلى جمالنا فنريحها حين تزول الشمس وكذلك روى عن ابن مسعود وجابر وسعد ومعاوية -رضي الله عنهم -أنهم صلوا قبل الزوال ولم ينكر عليهم، وفعلها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲...... اگر ظہر کا وقت ختم ہوجائے، تو جمعہ کا وقت بھی ختم ہوجاتا ہے، اور جمعہ کی نماز قضا بھی ادا نہیں کی جاسکتی، لہٰذا اگر جمعہ کی نماز نہیں پڑھی گئی، اور ظہر کا وقت ختم ہوگیا، تو پھر جمعہ کی نماز کا وقت نکل گیا، اب اس کی جگہ ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہوگا۔

اوراسی طرح اگر کسی کے ذمہ مثلاً کئی ہفتوں یا کئی ماہ کی نمازیں قضا ہیں، تو وہ قضا نمازیں ادا کرتے وقت جمعہ کے دن کی ظہر کی نماز ادا کرے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعد الزوال أفضل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۱۹۷،۱۹۸، مادة "صلاة الجمعة")

مسألة :قال :(وإن صلوا الجمعة قبل الزوال فى الساعة السادسة، أجزأتهم) وفى بعض النسخ، فى الساعة الخامسة .والصحيح فى الساعة السادسة .وظاهر كلام الخرقى أنه لا يجوز صلاتها فيما قبل السادسة .وروى عن ابن مسعود، وجابر، وسعيد، ومعاوية، أنهم صلوها قبل الزوال .وقال القاضى، وأصحابه :يجوز فعلها فى وقت صلاة العيد.

وروى ذلك عبد الله، عن أبيه، قال :نذهب إلى أنها كصلاة العيد .وقال مجاهد :ما كان للناس عيد إلا فى أول النهار .وقال عطاء :كل عيد حين يمتد الضحى؛ الجمعة، والأضحى، والفطر؛ لما روى عن ابن مسعود، أنه قال :ما كان عيد إلا فى أول النهار، ولقد كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يصلى بنا الجمعة فى ظل الحطيم .رواه ابن البخترى فى "أماليه "بإسناده.

وروى عن ابن مسعود، ومعاوية، أنهما صليا الجمعة ضحى، وقالا :إنما عجلنا خشية الحر عليكم .

وروى الأثرم حديث ابن مسعود .ولأنها عيد فجازت فى وقت العيد، كالفطر والأضحى والدليل على أنها عيد قول النبى -صلى الله عليه وسلم :-إن هذا يوم جعله الله عيدا للمسلمين .وقوله :قد اجتمع لكم فى يومكم هذا عيدان .

وقال أكثر أهل العلم :وقتها وقت الظهر، إلا أنه يستحب تعجيلها فى أول وقتها؛ لقول سلمة بن الأكوع :كنا نجمع مع النبى -صلى الله عليه وسلم -إذا زالت الشمس، ثم نرجع نتبع الفىء .

متفق عليه (المغنى لابن قدامة، ج۲، ص ۲۶۴، كتاب صلاة الجمعة)

[1] وقت الظهر:

فتصح فيه فقط، ولا تصح بعده، ولا تقضى جمعة، فلو ضاق الوقت، أحرموا، بالظهر، ولا تصح عند الجمهور غير الحنابلة قبله، أى قبل وقت الزوال، بدليل مواظبة النبى صلّى الله عليه وسلم على صلاة الجمعة إذا زالت الشمس، قال أنس رضى الله عنه :كان رسول الله صلّى الله عليه وسلم يصلى الجمعة حين تميل الشمس أى إلى الغروب، وهو الزوال، وعلى ذلك جرى الخلفاء الراشدون فمن بعدهم، ولأن الجمعة والظهر فرُضا وقت واحد، فلم يختلف وقتهما، كصلاة الحضر وصلاة السفر.

وقال الحنابلة :يجوز أداء الجمعة قبل الزوال، وأول وقتها أول وقت صلاة العيد، لقول عبد الله بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۳...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے،جس کی تفصیل آگے مستقل بیان میں آتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظہر کی نماز کا وقت اس وقت ختم اورعصر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے، جبکہ کسی چیز کا سایہ، اصلی سایہ کے علاوہ دوگنا نہ ہوجائے، جس کوعربی زبان میں ''مثلین'' بھی کہا جاتا ہے،اوراس وقت کو''عصرِ حنفی''اور''عصرِ ثانی'' سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف،امام محمداورشافعیہ اورحنابلہ سب کے نزدیک ظہر کا وقت اس وقت ختم اور عصر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے، جبکہ کسی چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ ایک گنا نہ ہوجائے ،جس کوعربی زبان میں''ایک مثل''اوراس وقت کو''عصرِ شافعی''اور''عصرِ اول''

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سَيْـدان السُّـلَمى، شهدت الجمعة مع أبي بكر، فكانت خطبته وصلاته قبل نصف النهار، ثم شهدتها مـع عـمر، فكانت صلاته وخطبته إلى أن أقول :انتـصف النـهار، ثم شهدتها مع عمر، فكانت صلاته وخطبته إلى أن أقول :انتـصف الـنهـار، ثـم شهدتها مع عثمان، فكانت صلاته وخطبته إلى أن أقول: زال الـنهـار، فـمـا رأيـت أحـداً عاب ذلک، ولا أنكره فكان كالإجماع، ولأنها صلاة عيد، أشبهت العيـديـنوتـفـعـل قبل الزوال جوازاً أو رخصة، وتجب بالزوال، وفعلها بعد الزوال أفضل لما روى سلمة بن الأكوع قال :كـنـا نجمِّع مع رسول الله صلّى الله عليه وسلم إذا زالت الشمس، ثم نرجع نتتبَّع الفيء.

وآخـر وقت الجمعة :آخـر وقـت الـظـهـر بـغيـر خلاف، ولأنها بدل منها، أو واقعة موقعها، فوجب الإلـحـاق بهـا، لـمـا بينهما من المشابهة(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ص۱۲۹۲،۱۲۹۳، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

[1] وقال أكثر أهل العلم :وقتها وقت الظهر، إلا أنه يستحب تعجيلها فى أول وقتها؛ لـقـول سلمة بن الأكوع :كـنـا نـجـمع مع النبى -صـلـى الـلـه عليه وسلم -إذا زالت الشـمس، ثم نرجع نتبع الفيء .متفق عليه (المغنى لابن قدامة، ج۲، ص۲۶۴، كتاب صلاة الجمعة)

قلت :وقـولـه لا يسـن الإبراد بها قدمنا فى أوقات الصلاة أنه قول الجمهور(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۱۶۵،باب الجمعة)

واما الـجـمـعة فـلا يستـحـب لهـا الابـراد بـل التـعـجيل صيفا وشتاء صرح فى الاشباه والنظائر(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج۲،ص۲۱۱،كتاب الصلاة)

سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ل

اور احتیاط بھی بہرحال اسی میں ہے کہ ظہر اور جمعہ کی نماز ایک مثل ہونے سے پہلے پہلے ادا کرلی جائے، کئی احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اور اس کے دلائل بڑے قوی اور وزنی ہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

ل وأما نهاية وقت الظهر فجمهور الفقهاء ، ومعهم الصاحبان، إلى أن آخر وقت الظهر بلوغ ظل الشيء مثله سوى فيء الزوال، لحديث إمامة جبريل المتقدم وفيه :أنه صلى به الظهر في اليوم الثاني حين صار ظل كل شيء مثله .

وأما عند أبي حنيفة :حين يبلغ ظل الشيء مثليه سوى فيء الزوال :والمراد بفيء الزوال :الظل الحاصل للأشياء حين تزول الشمس عن وسط السماء ، وسمى فيئا؛ لأن الظل رجع إلى المشرق بعد أن كان في المغرب، ويختلف ظل الزوال طولا وقصرا وانعداما باختلاف الأزمنة والأمكنة . وكلما بعد المكان من خط الاستواء كلما كان فيء الزوال أطول، وهو في الشتاء أطول منه في الصيف.

واستدل أبو حنيفة على أن آخر وقت الظهر بلوغ ظل الشيء مثليه سوى فيء الزوال، بما روى عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال :إنما بقاؤكم فيما سلف قبلكم من الأمم كان بين صلاة العصر إلى غروب الشمس أوتي أهل التوراة التوراة فعملوا حتى انتصف النهار عجزوا، فأعطوا قيراطا قيراطا . ثم أوتي أهل الإنجيل الإنجيل فعملوا إلى صلاة العصر ثم عجزوا فأعطوا قيراطا قيراطا، ثم أوتينا القرآن

فعملنا إلى غروب الشمس، فأعطينا قيراطين قيراطين، فقال :أهل الكتابين :أي ربنا، أعطيت هؤلاء قيراطين قيراطين، وأعطيتنا قيراطا قيراطا ونحن كنا أكثر عملا؟ قال :قال الله عز وجل :هل ظلمتكم من أجركم من شيء ، قالوا :لا .قال :فهو فضلي أوتيه من أشاء .

دل الحديث على أن مدة العصر أقل من مدة الظهر ولا يكون ذلك إلا إذا كان آخر وقت الظهر المثلين.

واستدل لأبي حنيفة كذلك بحديث أبي سعيد قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أبردوا بالظهر، فإن شدة الحر من فيح جهنم والإبراد لا يحصل إلا إذا كان ظل كل شيء مثليه، لا سيما في البلاد الحارة كالحجاز.

والمشهور في مذهب الشافعي أن الظهر له وقت فضيلة وهو أوله، ووقت اختيار إلى آخره، ووقت عذر لمن يجمع بين الظهر والعصر جمع تأخير، فيصلي الظهر في وقت العصر عند الجمع.

وذهب مالك إلى أن الوقت الاختياري للظهر إلى بلوغ ظل كل شيء مثله، ووقته الضروري حين الجمع بين الظهر والعصر جمع تأخير، فيصلي الظهر بعد بلوغ الظل مثله، إلى ما قبل غروب الشمس بوقت لا يسع إلا صلاة العصر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۷، ص ۱۷۳ ، مادة ''أوقات الصلاة'')

(فصل نمبر ۷)

نمازِ جمعہ کے لئے جماعت سے متعلق احکام

نمازِ جمعہ کے لیے جماعت کا ہونا شرط ہے، جس سے متعلق مسائل ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱...... جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے جماعت کا ہونا شرط ہے، اور جماعت کے بغیر تنہا کسی شخص کا جمعہ کی نماز پڑھنا درست نہیں ہوتا، اور جمعہ کے معنیٰ میں بھی جماعت کا شرط ہونا پایا جاتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کی نماز کبھی بھی جماعت کے بغیر ادا فرمانا ثابت نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲...... جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے حنفیہ کے راجح قول کے مطابق جمعہ کی نماز میں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا جمعہ کے خطبہ کے شروع سے موجود ہونا شرط ہے۔ اگرچہ وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت دوسرے لوگ ہوں، مگر یہ شرط ہے کہ یہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کرسکیں۔

پس اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو جمعہ کی نماز صحیح نہ ہوگی، البتہ مسافر ہوں تو درست ہوجائے گی۔ [۲]

---

[۱] أما بالنسبة لصلاة الجمعة فإن الجماعة شرط فى صحتها، فلا تصح بغير جماعة، وهذا باتفاق الفقهاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۱۶۷، مادة "صلاة الجماعة")

الثانى :الجماعة:قال فى البدائع :ودليل شرطيتها، أن هذه الصلاة تسمى جمعة، فلا بد من لزوم معنى الجمعة فيها، اعتبارا للمعنى الذى أخذ اللفظ منه . . .ولهذا لم يؤد رسول الله صلى الله عليه وسلم الجمعة إلا جماعة، وعليه إجماع العلماء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۰۲، مادة "صلاة الجمعة")

[۲] اگر پہلی رکعت کا پہلا سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی نہ رہے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ ہاں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک جمعہ کی نماز میں ایسے چالیس افراد کا موجود ہونا ضروری ہے کہ جن پر جمعہ کی نماز واجب ہو۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک جمعہ کی اہلیت رکھنے والے بارہ افراد کی موجودگی ضروری ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

پھر حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے امام کے علاوہ تین افراد کی موجودگی کا قول مشہور اور دلیل کے اعتبار سے راجح ہے، جبکہ ایک قول کے مطابق امام کے علاوہ صرف ایک شخص کا موجود ہونا کافی ہے۔

الجماعة شرط، لما رواه أبو داود :الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة .. وانعقد الإجماع على ذلك .وأقل الجماعة عند أبي حنيفة ومحمد في الأصح :ثلاثة رجال سوى الإمام، ولو كانوا مسافرين أو مرضى؛ لأن أقل الجمع الصحيح إنما هو الثلاث، والجماعة شرط مستقل في الجمعة، لقوله تعالى :(فاسعوا إلى ذكر الله) والجمعة مشتقة من الجماعة، ولا بد لهم من مذكر وهو الخطيب .فإن تركوا الإمام أو نفروا بعد التحريمة قبل السجود، فسدت الجمعة، وصليت الظهر .وإن عادوا وأدركوا الإمام راكعاً، أو بقي ثلاثة رجال يصلون مع الإمام .أو نفروا بعد الخطبة وصلى الإمام بآخرين، صحت الجمعة، فوجود الجماعة :شرط انعقاد الأداء ، لا شرط دوام وبقاء إلى آخر الصلاة، ولا يتحقق الأداء إلا بوجود تمام الأركان وهي القيام والقراءة والركوع والسجود، فلو نفروا بعد التحريمة قبل السجود فسدت الجمعة، ويستقبل (يستأنف) لظهر، كما بينا (الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲ص ۱۲۹۵ و ۱۲۹۶، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس)

ويتعلق ببيان كيفية هذا الشرط ثلاثة أبحاث:

أولها :حضور واحد سوى الإمام -على الصحيح من مذهب الحنفية -وقيل :ثلاثة سوى الإمام، قال في مجمع الأنهر :لأنها أقل الجمع، وقد ورد الخطاب للجمع، وهو قوله تعالى :(فاسعوا إلى ذكر الله فإنه يقتضي ثلاثة سوى الخطيب، هذا مذهب أبي حنيفة ومحمد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۲، مادة "صلاة الجمعة")

(قوله وأقلها ثلاثة رجال) أطلق فيهم فشمل العبيد والمسافرين والمرضى والأميين والخرسى لصلاحيتهم للإمامة في الجمعة، إما لكل أحد أو لمن هو مثلهم في الأمي والأخرس فصلحا أن يقتديا بمن فوقهما، واحترز بالرجال عن النساء والصبيان فإن الجمعة لا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها بحال بحر عن المحيط (قوله ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة) أي على رواية اشتراط حضور ثلاثة في الخطبة أما على رواية عدم الاشتراط أصلا أو أنه يكفي حضور واحد فأظهر (قوله سوى الإمام) هذا عند أبي حنيفة ورجح الشارحون دليله واختاره المحبوبي والنسفي كذا في تصحيح الشيخ قاسم (رد المحتار، ج۲، ص ۱۵۱، باب الجمعة)

[1] واشترط الشافعية والحنابلة أن لا يقل المجمعون عن أربعين رجلا تجب في حقهم الجمعة . قال صاحب المغني :أما الأربعون فالمشهور في المذهب أنه شرط لوجوب الجمعة وصحتها .. ويشترط حضورهم الخطبتين .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۳...... فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جمعہ کی نماز میں شرکت کرنے والا کس وقت تک جماعت میں شریک ہو کر جمعہ کی نماز کو پانے والا شمار ہوتا ہے؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المالكية :يشترط حضور اثنى عشر من أهل الجمعة .
ثانيها :يجب حضور ما لا يقل عن هذا العدد من أول الخطبة .قال في البدائع:
لو نفروا قبل أن يخطب الإمام فخطب وحده، ثم حضروا فصلى بهم الجمعة لا يجوز؛ لأن الجماعة كما هي شرط انعقاد الجمعة حال الشروع في الصلاة، فهي شرط حال سماع الخطبة؛ لأن الخطبة بمنزلة شفع من الصلاة، قالت عائشة -رضي الله عنها :-إنما قصرت الجمعة لأجل الخطبة، وجاء مثله عن عمر وعطاء وطاوس ومجاهد فتشترط الجماعة حال سماع الخطبة، كما المقتدى صحيحة على أنها جمعة إذا أدرك جزء ا منها مع الإمام، وإن قل .قال في المبسوط :ومن أدرك الإمام في التشهد في الجمعة أو في سجدتي السهو فاقتدى به فقد أدركها ويصليها ركعتين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٢٠٢،٢٠٣، مادة "صلاة الجمعة")
وقال المالكية :يشترط حضور اثنى عشر رجلاً للصلاة والخطبة، لما روى عن جابر أن النبى صلّى الله عليه وسلم كان يخطب قائماً يوم الجمعة، فجاء ت عِير (إبل تحمل التجارة) من الشام، فانفتل الناس إليها، حتى لم يبق إلا اثنا عشر رجلاً، فأنزلت هذه الآية التي في الجمعة :(وإذا رأوا تجارة أو لهواً، انفضوا إليها، وتركوك قائماً)
ويشترط لهذا الشرط شرطان أيضاً:
الأول ـ أن يكون العدد من أهل البلد، فلا تصح من المقيمين به لنحو تجارة، إذا لم يحضرها العدد المذكور من المستوطنين بالبلد.
الثاني ـ أن يكونوا باقين مع الإمام من أول الخطبة حتى السلام من صلاتها، فلو فسدت صلاة واحد منهم، ولو بعد سلام الإمام، بطلت الجمعة، أى أن بقاء الجماعة إلى كمال الصلاة شرط على المشهور.
وقال الشافعية والحنابلة :تقام الجمعة بحضور أربعين فأكثر بالإمام من أهل القرية المكلفين الأحرار الذكور المستوطنين، بحيث لا يظعن منه أحدهم شتاء ولاصيفاً إلا لحاجة، ولو كانوا مرضى أو خرساً أو صماً، لا مسافرين، لكن يجوز كون الإمام مسافراً إن زاد العدد عن الأربعين، ولا تنعقد الجمعة بأقل من أربعين، لحديث كعب المتضمن أن عدد المصلين في أول صلاة جمعة بالمدينة مع أسعد بن زرارة كانوا أربعين رجلاً وروى البيهقي عن ابن مسعود أنه صلّى الله عليه وسلم جمع بالمدينة وكانوا أربعين رجلاً .ولم يثبت أنه صلّى الله عليه وسلم صلى بأقل من أربعين، فلا تجوز بأقل منه .فلو انفض الأربعون أو بعضهم في الخطبة، لم تصح الجمعة؛ لأن سماع الأربعين جميع أركان الخطبة مطلوب، والمقصود من الخطبة إسماع الناس، فإن نقصوا عن الأربعين قبل إتمام الجمعة استأنفوا ظهراً ولم يتموها جمعة؛ لأن العدد شرط، فاعتبر في جميعها كالطهارة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس نے جمعہ کی نماز کو امام کے سلام پھیرنے سے پہلے جس حصہ میں بھی پالیا، تو وہ جمعہ کی نماز پانے والا شمار ہوتا ہے، اور وہ چھوٹی ہوئی نماز یا رکعت کو جمعہ کی نماز کے مطابق ہی ادا کرے گا۔ [1]

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک دوسری رکعت کو پانے والا شخص تو جمعہ کی نماز کو پانے والا شمار ہوتا ہے، اور وہ باقی ایک رکعت جمعہ کی نماز کے اعتبار سے مکمل کرتا ہے، لیکن اگر اس نے جمعہ کی دوسری رکعت کو نہیں پایا، تو پھر وہ ان حضرات کے نزدیک باقی ماندہ نماز ظہر کے اعتبار سے مکمل کرے گا۔ [2]

مسئلہ نمبر ۴...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز با جماعت کا جامع مسجد میں ادا کرنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ویظهر لی أن الجمعة تتطلب الاجتماع، فمتى تحققت الجماعة الكثيرة عرفاً، وجبت الجمعة وصحت، وليس هناك نص صريح فى اشتراط عدد معين .والجماعة فى الجمعة شرط بالاتفاق، إذ كان معلوماً من الشرع أنها حال موجودة فى الصلاة .فإن سبق أحد المصلين بركعة، صحت جمعته، وأتى بركعة ثانية، فإن لم يدرك مع الإمام ركوع الركعة الثانية، أتم صلاته ظهراً، والدليل ما رواه النسائى وابن ماجه والدارقطنى عن ابن عمر رضى الله عنهما قال :قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم :من أدرك ركعة من صلاة الجمعة وغيرها، فليضف إليها أخرى، وقد تمت صلاته (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ ص۱۲۹۵،الیٰ۱۲۹۷، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

[1] متى تدرك الصلاة جمعة؟

للفقهاء رأيان فى إدراك جزء من صلاة الجمعة مع الإمام.

فقال الحنفية على الراجح :من أدرك الإمام يوم الجمعة فى أى جزء من صلاته، صلى معه ما أدرك، وأكمل الجمعة، وأدرك الجمعة، حتى وإن أدركه فى التشهد أو فى سجود السهو .وهو رأى أبى حنيفة وأبى يوسف، لقوله صلّى الله عليه وسلم :ماأدركتم فصلوا، وما فاتكم فاقضوا (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ ص۱۲۹۳، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

[2] وقال الجمهور :إذا أدرك الركعة الثانية مع الإمام، فقد أدرك الجمعة، وأتمها جمعة، وإن لم يدرك معه الركعة الثانية، أتمها ظهراً، لإطلاق قوله صلّى الله عليه وسلم :من أدرك ركعة من الجمعة فليصل إليها أخرى وفى لفظ :من أدرك ركعة من الصلاة، فقد أدرك الصلاة وفى رواية : من أدرك فى الجمعة ركعة فقد أدرك الصلاة (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ ص۱۲۹۳، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

ضروری نہیں، بلکہ شہر وآبادی کی کسی مسجد یا آبادی کی حدود میں کسی بھی جگہ مثلاً کھلے میدان میں جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے، جیسا کہ عیدین کی نماز کا بھی یہی حکم ہے، اور آج کل بعض لوگ جو نمازِ جمعہ کے لئے مسجد کے ہونے کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

البتہ مالکیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز کا جامع مسجد میں ہونا ضروری ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] أن تكون بالإمام وفى الجامع:

اشترط المالكية هذين الشرطين وهما :أن تصلى بإمام مقيم، فلا تصح أفراداً، وأن يكون مقيماً غير مسافر، ولو لم يكن متوطناً، وأن يكون هو الخطيب إلا لعذر يبيح الاستخلاف كرعاف ونقض وضوء، وأن يكون حراً فلا تصح إمامة العبد .ولا يشترط أن يكون الإمام والياً، خلافاً للحنفية.

وأن تكون الصلاة بجامع يجمع فيه على الدوام، فلا تصح فى البيوت ولا فى رحبة دار، ولا فى خان، ولا فى ساحة من الأرض، وفى الجملة :لا تصح المواضع المحجورة كالدور والحوانيت.

وللجامع شروط أربعة :أن يكون مبنياً، وأن يكون بناؤه بحسب العادة والعرف فيجوز بالقصب ونحوه، وأن يكون متحداً، ومتصلاً بالبلد، فالجمعة لا تكون إلا متحدة فى البلد، وإذا تعددت الجمع، فالذى تصح الجمعة فيه هو الجامع العتيق الأقدم؛ دون غيره، والمراد بالعتيق :ما أقيمت فيه الجمعة ابتداء ، ولو تأخر بناؤه عن غيره.

ولا يشترط كون الجامع مسقفاً على الراجح، ولا قصد تأبيد إقامة الجمعة فيه، ولا قصد إقامة الصلوات الخمس فيه.

وتصح الجمعة فى رحاب المسجد :وهى ما زيد خارج محيطه لتوسعته، وتصح فى طرق المسجد المتصلة به من غير فصل ببيوت أو حوانيت أو أشياء محجورة، سواء ضاق المسجد أو اتصلت الصفوف أم لا، وتكره فى الرحاب والطرق من غير ضرورة.

ولا تجوز الجمعة على سطح المسجد، ولو ضاق بالناس، ولا فى الأماكن المحجورة كالدور والحوانيت(الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج٢ص ١٢٩٨، ١٢٩٩، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

(فصل نمبر ۸)

نمازِ جمعہ کے لئے آبادی یا جنگل سے متعلق احکام

جمعہ کی نماز کے لیے بعض فقہاء کے نزدیک شہر کا ہونا شرط ہے، اور بعض کے نزدیک شہر کا ہونا شرط نہیں، بلکہ گاؤں دیہات میں بھی جمعہ کی نماز پڑھنا جائز اور واجب ہے۔

اس موضوع کو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ آبادیاں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں، بعض بڑی اور بعض چھوٹی، اور ان کو عربی زبان میں مختلف ناموں سے تعبیر وموسوم کیا جاتا ہے۔

چنانچہ بعض آبادیوں کو عربی زبان میں ''قریہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس سے مراد عام دیہات اور گاؤں ہوتا ہے (جسے انگریزی زبان میں ''Village'' کہا جاتا ہے) جہاں عدالت، کچہری، پولیس تھانہ اور بازار وغیرہ قائم نہ ہوں۔

اور بعض اوقات قریہ بول کر شہر (یعنی City) بھی مراد لیا جاتا ہے، البتہ بعض حضرات نے فرمایا کہ بعض اوقات قریہ بول کر ایسا شہر مراد لیا جایا کرتا ہے، جو کہ بڑے شہر سے چھوٹا ہو۔[1]

---

[1] ملحوظ رہے کہ جو آبادی کسی جگہ، جنگل میں یا شہر وگاؤں کی آبادی سے ہٹ کر چند گھروں پر مشتمل ہوتی ہے، اس کو ''ڈھوک'' یا ''گوٹ'' یا ''چک'' اور پشتو زبان میں ''بانڈہ'' کہا جاتا ہے، یہ آبادی گاؤں کے مفہوم میں داخل نہیں کہلاتی، بلکہ اس سے چھوٹی ہوتی ہے، البتہ بعض اوقات کوئی ڈھوک یا چک وغیرہ آگے چل کر کسی بڑی آبادی (مثلاً شہر) کا حصہ بن جاتا ہے، اور ایک طرح سے اس کا محلّہ بن جاتا ہے، مگر نام پھر بھی اس کا وہی ڈھوک وغیرہ رہتا ہے۔

القرية فی اللغة :كل مكان اتصلت به الأبنية واتخذ قرارا.

وتطلق القرية على المدن وغيرها، والقريتان المذكورتان فی قوله تعالى (وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم) هما مكة المكرمة شرفها الله والطائف، كما تطلق على المساكن والأبنية والضياع .

واصطلاحا :عرفها القليوبی من الشافعية بأنها العمارة المجتمعة التی ليس فيها حاكم شرعی ولا شرطی ولا أسواق للمعاملة .

وعرفها الكاسانی من الحنفية بأنها البلدة العظيمة إلا أنها دون المصر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٣، ص ١٦٠ ، مادة ''قرية'')

اور عربی زبان میں لغت کے اعتبار سے ''مصر'' عموماً ایسے شہر کو کہا جاتا ہے کہ جہاں مثلاً گلی کوچے اور بازار ہوں، یا وہاں عدالت، کچہری، پولیس تھانہ وغیرہ جیسے ادارے اور محکمے قائم ہوں۔ [۱]

اور عربی زبان میں ''بلد'' ایسی آبادی کو کہا جاتا ہے، جو عام دیہات اور گاؤں سے تو بڑی ہو، لیکن مصر والے نوعیت کے شہر سے چھوٹی ہو، جس کو کہ آج کل قصبہ (اور انگریزی زبان میں Town) اور تحصیل وغیرہ کہا جاتا ہے۔

اور بڑا گاؤں بھی جس میں بازار وغیرہ ہو، مصر و بلد کا ہی حکم رکھتا ہے۔ [۲]

فقہائے کرام کے مستدلات

اس تمہید کے بعد ذیل میں چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں، جن سے فقہائے کرام نے اپنے اپنے طور پر مصر یا قریہ (یعنی شہر یا گاؤں) وغیرہ میں جمعہ کی نماز کے جائز و ناجائز اور واجب ہونے نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، جس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں فقہائے

---

[۱] البتہ مصر کے خاص فقہی اصطلاحی معنیٰ میں اقوال مختلف ہیں، جن کا ذکر آگے اپنے مقام پر آتا ہے۔

المصر فی اللغة :اسم لكل بلد محصور أی محدود تقام فيها الدور والأسواق والمدارس وغيرها من المرافق العامة، ويقسم فيها الفیء والصدقات.

واختلفوا فی معناها الاصطلاحی، فعن أبی حنيفة رحمه الله :أن المصر بلدة كبيرة فيها سكک وأسواق، ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمه وعلمه أو علم غيره، والناس يرجعون فی الحوادث إليه.

قال الكرخی :إن المصر الجامع ما أقيمت فيه الحدود ونفذت فيه الأحكام.

وقال القليوبی :المصر العمارة المجتمعة الذی فيه حاكم شرعی وشرطی وأسواق للمعاملات.

والمصر أعظم من القرية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٣، ص ١٦١ ، مادة "قرية")

[۲] ب -البلد:

البلد فی اللغة :اسم للمكان المختط المحدود المتأنس باجتماع قطانه وإقامتهم فيه، ويستوطن فيه جماعات ويسمى المكان الواسع من الأرض بلدا.

والبلد أكبر من القرية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٣، ص ١٦١ ، مادة "قرية")

وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها أسواق(ردالمحتار، ج٢ص١٣٨ ، باب الجمعة)

کرام ومشائخِ عظام کے اقوال کی روشنی میں مسائل کی تفصیل ذکر کی جائے گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورة الجمعة، رقم الآية ٩)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب ندا (یعنی اذان) دی جائے نماز کے لئے یومِ جمعہ کی، تو سعی کرو تم اللہ کے ذکر کی طرف، اور چھوڑ دو بیع کو، یہ بہتر ہے تمہارے لئے، اگر تم جانتے ہو (سورہ جمعہ)

اس آیت سے جمعہ کی نماز کی فرضیت اور وجوب کا حکم ثابت ہے، لیکن اس آیت میں شہر وغیرہ کی کسی قید کا ذکر نہیں، جس سے استدلال کرتے ہوئے، غیر حنفی فقہائے کرام نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز جس طرح شہر والوں پر واجب ہے، اسی طرح گاؤں والوں پر بھی واجب ہے۔ [1]

جبکہ بعض حنفی فقہائے کرام نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت چھوڑنے کا جو ذکر فرمایا ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جمعہ ہر جگہ نہیں ہوتا، بلکہ وہاں ہوتا ہے جہاں کے لوگ عموماً تجارت اور خرید وفروخت میں مشغول رہتے ہوں، اور یہ بات شہر میں ہوتی ہے، دیہات کے لوگ عموماً کھیتی وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں، تجارت اور خرید وفروخت کے لئے گاؤں والے عموماً شہر میں آ کر اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں، لہٰذا اس سے شہر میں جمعہ کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ [2]

---

[1] ولنا، قول الله تعالى :(إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله)وهذا يتناول غير أهل المصر إذا سمعوا النداء ، وحديث عبد الله بن عمرو، ولأن غير أهل المصر يسمعون النداء ، وهم من أهل الجمعة، فلزمهم السعي إليها، كأهل المصر (المغنى لابن قدامة، ج٢، ص٢٦٧، كتاب صلاة الجمعة)

[2] ففي هذه الآية ايماء على ان اقامة الجمعة مختصة بمحل التجارة وهو المصر الجامع ولهذا لا تجوز في الصحارى والبوادى ومناهل الاعراب بالاجماعِ (التعليق الصبيح جلد ٢ صفحه ١٣٨ ،باب وجوب الجمعة، الفصل الثانى)

حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ رَجُلًا، مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، آيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا، لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرِ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ، لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ: أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا. قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ (صحيح البخاری)[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی آدمی نے کہا کہ اے امیرُ المومنین! تم اپنی کتاب (یعنی قرآن مجید) میں ایک آیت کو پڑھتے ہو، مگر وہ ہمارے یہودیوں کے گروہ پر نازل ہوتی، تو ہم اس دن کو عید قرار دے دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ (سورۂ مائدہ کی) یہ آیت ہے کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.

’’آج کے دن مکمل کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو، اور تمام کر دی تم پر اپنی نعمت، اور راضی ہو گیا میں تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں اس دن کا علم ہے، اور اس جگہ کا بھی علم ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عرفات میں جمعہ کے دن تشریف فرما تھے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے موقع پر وقوفِ عرفہ، جمعہ کے دن

---

[1] رقم الحديث ۴۵، كتاب الايمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه.

واقع ہوا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا، حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ، حَتّٰى إِذَا انْتَهٰى إِلٰى بَطْنِ الْوَادِي خَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے، یہاں تک کہ عرفہ کے میدان میں پہنچ گئے، آپ نے ایک خیمہ پایا جو مسجدِ نمرہ میں لگادیا گیا تھا، آپ اس میں تشریف لے گئے، یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا (یعنی زوال ہوگیا) تو آپ نے قصواء اونٹنی لانے کا حکم فرمایا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کجاوہ کَس دیا گیا۔

یہاں تک کہ آپ وادی کے درمیان میں تشریف لائے، لوگوں کو خطبہ دیا، پھر حضرت بلال نے اذان دی، پھر اقامت کہی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی، پھر عصر کی نماز پڑھائی، اور دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (نفل وسنت) نماز نہیں پڑھی (سنن نسائی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں جمعہ کے دن، نمازِ جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز ادا فرمائی، کیونکہ ایک تو آپ مسافر تھے، دوسرے اس زمانہ میں میدانِ عرفات بیابان جنگل اور آبادی سے غیر معمولی فاصلہ پر تھا۔

جس سے معلوم ہوا کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں، اور نہ ہی بیابان جنگل میں اور آبادی سے دور

---

[1] رقم الحدیث ٦٠٤، کتاب المواقیت، باب الجمع بین الظهر والعصر بعرفة.

نمازِ جمعہ کا حکم ہے۔ [1]

حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةٍ: عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ، أَوِ امْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، أَوْ مَرِيْضٍ (سنن أبي داود) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (ابوداؤد)

---

[1] ومما يحتج به في إسقاط الجمعة عن المسافر أن النبي صلى الله عليه وسلم قد مر به في أسفاره جمع لا محالة ، فلم يبلغنا أنه جمع وهو مسافر ، بل قد ثبت عنه أنه صلى الظهر بعرفة وكان يوم الجمعة ، فدل ذلك من فعله على أن لا جمعة على المسافر ؛ لأنه المبين عن الله عز وجل معنى ما أراد بكتابه ، فسقطت الجمعة عن المسافر استدلالا بفعل النبي صلى الله عليه وسلم ، وهذا كالإجماع من أهل العلم(الأوسط لابن المنذر ،تحت رقم الحديث ١٧٣٦ ،جماع أبواب من تجب عليه الجمعة ومن يسقط عنه)

احتج به بن المنذر على سقوط الجمعة عن المسافر بكونه صلى الله عليه وسلم صلى الظهر والعصر جميعا بعرفة وكان يوم جمعة فدل ذلك من فعله على أنه لا جمعة على مسافر فهو عمل صحيح(فتح الباري لابنِ حجر، ج٢ص ٣٩١، قوله باب المشي إلى الجمعة وقول الله جل ذكره فاسعوا إلى ذكر الله)

وقال ابن المنذر :وفي صلاة رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -الظهر بعرفة، وكان يوم الجمعة دليل على أن لا جمعة على مسافر.

قلت :هذا وهم منه، فإن عرفات مفازة، ولا تقام الجمعة في المفازة عند الأئمة الأربعة خلافا للظاهرية ولا يعتد بخلافهم(البناية شرح الهداية، ج٣ص ٧٠، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

[2] رقم الحديث ١٠٦٧ ،كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الجمعة للمملوك والمرأة .

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح .طارق بن شهاب اتفِق على أنه رأى رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم -، لكن اختُلف هل سمع منه أم لا؟ وعلى تقدير أنه لم يسمع منه تكون روايته مرسل صحابي، وهو حجة بالإجماع إلا من شذَّ، كما قال ابنُ الملقن في "البدر المنير(حاشية سنن ابى داوٗد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس طرح کی احادیث میں عورت اور مریض وغیرہ کی طرح قریہ اور گاؤں والوں کو جمعہ کی نماز سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا، جس سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام نے گاؤں والوں پر بھی جمعہ کی نماز کو واجب قرار دیا ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اَلْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ

(سنن ابی داؤد) [3]

---

[1] عن طارق بن شهاب، عن أبي موسى، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال ": الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة إلا أربعة :عبد مملوك، أو امرأة، أو صبي، أو مريض (مستدرک حاكم، رقم الحديث ۱۰۶۲)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد اتفقا جميعا على الاحتجاج بهريم بن سفيان ولم يخرجاه ورواه ابن عيينة، عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر ولم يذكر أبا موسى في إسناده، وطارق بن شهاب ممن يعد في الصحابة .

و قال الذهبي في التلخيص: صحيح.

حدثني أبو حازم، عن مولى لآل الزبير يرفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال ": الجمعة واجبة على كل حالم، إلا على أربعة، على الصبي، والمملوك، والمرأة، والمريض "(السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۵۶۳۵)

قال الالباني: رواه البيهقي(۳/۱۸۴)من طريق أخرى عن حسن يعني ابن صالح به.قلت :وهذا سند صحيح رجاله كلهم ثقات غير المولى فلم أعرفه ,فإن كان من الصحابة فلا تضر جهالته ,وهو الأرجح لأن راويه عنه أبو حازم هو سلمان الأشجعي الكوفي تابعي ,وإن كان غير صحابي فالسند ضعيف لجهالته (ارواء الغليل، تحت رقم الحديث ۵۹۲)

[2] والدلالة على صحة قولنا وفساد قوله :قوله تعالى :يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع (الجمعة :) . فكان عموم الظاهر يقتضي إيجاب السعي إليها عند سماع النداء :لأنه جعل النداء علما لها ، ودل على ذلك عموم قوله صلى الله عليه وسلم :تجب الجمعة على كل مسلم إلا امرأة أو صبيا أو مملوكا .فاستثنى بعد عموم الإيجاب من لا تلزمه الجمعة من المرأة والصبي ، والمملوك ، فدخل من كان خارج المصر في عموم الإيجاب ، ولم يدخل خصوص الاستثناء ، والاعتماد على هذه الدلالة جيد(الحاوي في فقه الشافعي -الماوردي، ج۲،ص۴۰۷،كتاب الجمعة وغيرها من أمرها)

[3] رقم الحديث ۱۰۵۶ ، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب من تجب عليه الجمعة.

قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره(حاشية ابي داؤد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز اس شخص پر واجب ہے، جو نداء (یعنی اذان) سنے (ابوداؤد)

اور بھی کئی احادیث میں جمعہ کی اذان سُننے والے کو جمعہ کی نماز کے لئے جانے کا حکم دیا گیا ہے، اور اذان سُننے کے باوجود جمعہ کی نماز کے لئے نہ جانے پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ [1]

اس قسم کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے غیر حنفی فقہائے کرام نے فرمایا کہ یہ حکم گاؤں والوں کو بھی شامل ہے، اور اس سے گاؤں، دیہات میں نمازِ جمعہ کا حکم ثابت ہوتا ہے، کیونکہ شہر والوں پر تو بغیر اذانِ جمعہ سنے بھی جمعہ کی نماز واجب ہے۔ [2]

---

[1] عن عبد الله بن كعب بن مالك، عن أبيه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :لينتهين أقوام يسمعون النداء يوم الجمعة ثم لا يأتونها أو ليطبعن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١٩٧ ،ج١٩ ص ٩٩)

قال المنذری: رواه الطبرانی فی الكبير بإسناد حسن (الترغيب و الترهيب للمنذری، تحت رقم الحديث ١٠٩٠)

و قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣١٨١)

عن محمد بن عبد الرحمن قال :سمعت عمی يحدث، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :من سمع النداء يوم الجمعة فلم يأت، أو لم يجب، ثم سمع النداء فلم يأت، أو فلم يجب، ثم سمع النداء فلم يأت، أو لم يجب، طبع الله عز وجل على قلبه، فجعل قلب منافق(مسند ابی یعلیٰ ، رقم الحديث ٦٧١٧)

قال حسين سليم أسد: إسناده حسن.

[2] والذی ذهب إليه الجمهور أنها تجب على من سمع النداء أو كان فی قوة السامع سواء كان داخل البلد أو خارجه ومحله كما صرح به الشافعی ما إذا كان المنادی صيتا والأصوات هادئة والرجل سميعا وفی السنن لأبی داود من حديث عبد الله بن عمرو مرفوعا إنما الجمعة على من سمع النداء وقال إنه اختلف فی رفعه ووقفه وأخرجه الدارقطنی من وجه آخر عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده مرفوعا ويؤيده قوله صلى الله عليه وسلم لابن أم مكتوم أتسمع النداء قال نعم قال فأجب وقد تقدم فی صلاة الجماعة ذكر من احتج به على وجوبها فيكون فی الجمعة أولى لثبوت الأمر بالسعی إليها(فتح الباری للعسقلانی، ج٢ ص ٣٨٥،قوله باب من أين تؤتى الجمعة وعلى من تجب لقول الله تعالى إذا نودی للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى)

عن أبی سلمة بن نبيه عن عبد الله بن هارون عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن النبی صلى الله عليه وسلم قال :تجب الجمعة على كل من سمع النداء وهذا نص فيمن كان خارج المصر :لأن سماع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ حنفیہ نے اس کو شہر کی اذان کے ساتھ خاص رکھا ہے۔ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

النداء اعتباره فى الجمعة فى أهل المصر غير معتبر ، فإن قيل :الخبر موقوف على عبد الله بن عمرو بن العاص ، غير مسند إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم .قلنا :أبو داود رواه عن سفيان موقوفا على عبد الله بن عمرو بن العاص وقد أسنده قبيصة وهو ثقة ، والخبر عندنا إذا رواه راو تارة موقوفا وتارة مسندا ، حمل الموقوف على فتواه وحمل المسند على روايته .ويدل على ذلك أيضا ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :لينتهين أقوام يسمعون النداء فلا يحضرون الجمعة أو ليطبع الله تعالى على قلوبهم ولأن أبا حنيفة خالف إجماع الصحابة ، رضى الله عنهم : لأن عبد الله بن عمرو بن العاص قال :الاعتبار بسماع النداء وابن عمر وأبو هريرة وأنس قالوا إن الاعتبار بالإيواء إلى الوطن .ولم يرو عنهم غير هذا .والصحابة إذا أجمعت على قولين فى مسألة فإحداث قول ثالث محرم ، كما إذا أجمعوا على قول واحد كان إحداث قول ثان محرما ، ولأنه متمكن من سماع النداء مع ارتفاع العوارض ، فوجب أن تلزمه الجمعة كأهل المصر ، ولأنها صلاة مفروضة فلم يختص بها أهل الأمصار كالظهر ، ولأنها عبادة على البدن شرط فيها الحرية ، فجاز أن يشترط فيها قطع مسافة كالحج .فأما الجواب عن قوله "لا جمعة إلا على أهل مصر جامع "فهو مروى عن على ، رضى الله عنه ، وموقوف عليه ، ولو صح مسندا لحمل على من لم يسمع النداء ، وخص بقوله صلى الله عليه وسلم "الجمعة على كل من سمع النداء "لأنه عام ، وهذا خاص منه . وأما قولهم أنه صلى الله عليه وسلم لم يأمر أهل العوالى والسواد بها فبهت مع نص كتاب الله تعالى وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم :لأن الله تعالى قد أمرهم بها بقوله تعالى :فاسعوا إلى ذكر الله (الجمعة :) . ورسول الله صلى الله عليه وسلم قد ندبهم إليها فى قوله صلى الله عليه وسلم : تجب الجمعة على كل مسلم .وأما قياسهم فالمعنى فى أصله :أنه لم يبلغهم شعار الجمعة .وأما قولهم لما بطل اعتبار النداء فى وجوب الجمعة فى البلد بطل اعتباره خارج البلد وهو نداء الجامع فلا يعتبر فى أهل البلد ولا فى الخارجين عنه ، والنداء الذى اعتبرناه خارج البلد اعتبرناه فى البلد وهو النداء فى كل موضع منه فاستويا .

وأما قولهم ما قرب من البلد فى حكم ما بعد عنه ، فغير صحيح :لأنه لو نوى سفر ما قرب لم يقصر ، ولو نوى سفر ما بعد جاز أن يقصر ، فعلم أن حكم ما قرب قد يخالف حكم ما بعد .فإذا صح ما ذكرناه فهو حجة على جميع من خالفنا (الحاوى فى فقه الشافعى -الماوردى، ج۲،ص۴۰۷، كتاب الجمعة وغيرها من أمرها)

[1] قوله :(سمعت النداء أو لم تسمعه) وهذا لداخل البلد(فيض البارى على صحيح البخارى، ج۲ص۴۲۸، كتاب الجمعة، باب من أين تؤتى الجمعة وعلى من تجب)

أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَحَّمَ لِأَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: إِذَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ تَرَحَّمْتَ لِأَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، قَالَ: لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِنَا فِي هَزْمِ النَّبِيتِ مِنْ حَرَّةِ بَنِي بَيَاضَةَ فِي نَقِيعٍ، يُقَالُ لَهُ: نَقِيعُ الْخَضَمَاتِ، قُلْتُ: كَمْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: أَرْبَعُونَ (سنن أبی داؤد) [1]

ترجمہ: ان کے والد جمعہ کے دن اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ کے لئے دعاء کرتے، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جب جمعہ کی اذان سنتے ہیں، تو اسعد بن زرارہ کے لیے کیوں دعاء کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اسعد بن زرارہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے ''نقیع میں بنی بیاضہ کے ہزم البیت'' میں ہمیں جمعہ پڑھایا ہے، جس کو ''نقیعُ الخضمات'' کہا جاتا تھا، میں نے عرض کیا کہ تم اس وقت کتنے لوگ تھے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ چالیس لوگ تھے (ابوداؤد)

اس روایت کو اور محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔ [2]

نقیعُ الخضمات کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی یا گاؤں کی شکل کی آبادی تھی، جس سے استدلال کرتے ہوئے ان حضرات نے یہ قرار دیا کہ

---

[1] رقم الحديث ۱۰۶۹، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القرى.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابی داؤد)

[2] عن محمد بن إسحاق، قال: حدثنی محمد بن أبی أمامة بن سهل، عن أبيه، عن عبد الرحمن بن كعب، قال: كنت قائد أبی حين ذهب بصره، إذ خرجت به إلى الجمعة فسمع الأذان صلى على أبی أمامة أسعد بن زرارة واستغفر له، فمكثت كثيرا لا يسمع أذان الجمعة إلا فعل ذلک، فقلت: يا أبی أرأيت استغفارک لأبی أمامة كلما سمعت الأذان للجمعة ما هو؟ قال: أی بنی، كان أول من جمع بنا بالمدينة فی هزم النبت من حرة بنی بياضة يقال لها نقيع الخضمات. قال: قلت: كم كنتم يومئذ؟ قال: أربعين رجلا (مستدرک حاكم، رقم الحديث ۱۰۳۹)
قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه.
و قال الذهبی فی التلخيص: على شرط مسلم.

شہر سے باہر بستی اور آبادی میں بھی جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔ [1]

جبکہ اس سلسلہ میں حنفی فقہائے کرام کا فرمانا یہ ہے کہ یہ مقام مدینہ منورہ کی حدود میں داخل تھا، لہٰذا اس واقعہ سے شہر ہی میں نمازِ جمعہ کا قائم کرنا معلوم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] وفی حدیث کعب بن مالک وذکر الجمعة فی نقیع یقال له نقیع الخضمات وهو موضع بنواحی المدینة(النهاية فی غريب الحديث والاثر ،لابن الاثير، ج۲ ص۴۴، مادة "خضم" باب الخاء مع الضاد)

وفی الحديث :(أول جمعة جمعت فی الإسلام بالمدينة، فی هزم بنی بياضة) ، قال ابن الأثير :هو موضع، قلت :وهو فی معجم الطبرانی :فی هزم من حرة بنی بياضة، فی نقيع الخضمات، ومثله فی كتاب الصحابة لأبی نعيم، وابن منده، والاستيعاب لابن عبد البر، والآثار للبيهقی .ووقع فی الروض للسهيلی :(عند هزم البيت) ، وهو جبل علی بريد من المدينة، ففی سياقه خلافان، الأول : قوله) :(البيت) وكلهم قال :بياضة،و (الثانی) قوله " :جبل "والهزم بإجماع أهل اللغة : المنخفض من الأرض، وذكر بعضهم، جمعا بين القولين، "أنه جمع فی هزم بنی النبيت، من حرة بنی بياضة، فی نقيع يقال له نقيع الخضمات ."والنبيت، وبياضة :بطنان من الأنصار(تاج العروس للزبيدی، ج۳۴ص ۹۹، مادة "هـ ز م")

وفی الحديث من الفقه أن الجمعة جوازها فی القرى كجوازها فی المدن والأمصار لأن حرة بنی بياضة يقال قرية علی ميل من المدينة، وقد استدل به الشافعی علی أن الجمعة لا تجزیء بأقل من أربعين رجلا أحرارا مقيمين وذلك أن هذه الجمعة كانت أول ما شرع من الجمعات فكان جميع أوصافها معتبرة فيها لأن ذلك بيان لمجمل واجب، وبيان المجمل الواجب واجب(معالم السنن،للخطابی ،ج ۱ ص ۲۴۵، كتاب الصلاة، ومن باب فی الجمعة فی القرى)

ولا يشترط لها المصر، وبه قال مالك والشافعی .وعن أبی حنيفة :لا جمعة ولا تشريق إلا فی مصر جامع .ولنا :قول كعب بن مالك" :أول من جمع بنا :أسعد بن زرارة فی هزم النبيت، من حرة بنی بياضة، فی نقيع يقال له :الخضمات ."رواه أبو داود .قال ابن جريج :قلت لعطاء :أكان بأمر النبی صلی الله عليه وسلم؟ قال :نعم .قال الخطابی :حرة بنی بياضة :قرية علی ميل من المدينة . وحديث ابن عباس " :فی جواثا "(مختصر الإنصاف والشرح الكبير،ص ۱۹۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

[2] قوله " :فی هزم النبيت "الهزم -بفتح الهاء ، وسكون الزای، وبعدها ميم :-موضع بالمدينة؛ والنبيت -بفتح النون، وكسر الباء الموحدة،وبعدها ياء آخر الحروف ساكنة، وبعدها تاء ثالث الحروف :-حی من اليمن.

قوله " :من حرة بنی بياضة -"بالحاء المهملة -هی قرية علی ميل من المدينة، وبنو بياضة/ بطن من الأنصار منهم :سلمی بن صخر البياضی، له صحبة.

قوله " :فی نقيع "النقيع -بفتح النون، وكسر القاف، وسكون الياء آخر الحروف، وفی آخره عين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام بیہقی نے معاذ بن موسیٰ اور محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَكِبَ مِنْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فِيْ هِجْرَتِهٖ إِلَى الْمَدِيْنَةِ مَرَّ عَلٰى بَنِيْ سَالِمٍ، وَبَنِيْ قُرَّةَ بَيْنَ قُبَاءَ، وَالْمَدِيْنَةِ فَأَدْرَكَتْهُ الْجُمُعَةُ فَصَلّٰى فِيْهِمُ الْجُمُعَةَ، وَكَانَتْ أَوَّلَ جُمُعَةٍ صَلَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ (معرفة السنن والآثار للبيهقى) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے بنی عمرو بن عوف سے سوار ہوئے، تو آپ بنی سالم اور بنی قرہ قبیلوں پر گزرے، قباء اور مدینہ کے درمیان، جہاں جمعہ کی نماز کا وقت آ گیا، تو آپ نے اُن لوگوں کے درمیان جمعہ کی نماز پڑھی، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت سب سے پہلی جمعہ کی نماز تھی (بیہقی)

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے غیر حنفی فقہائے کرام نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے باہر بستی میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی، اور اس زمانہ میں قباء کا علاقہ مدینہ منورہ سے خارج تھا، جس سے گاؤں میں جمعہ کا ثبوت ہوا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مهملة -بطن من الأرض يستنقع فيه الماء مدة، فإذا نضب الماء أنبت الكلأ، ومنه حديث عمر -رضى الله عنه -أنه حمى النقيع لخيل المسلمين .وقد يصحفه بعض الناس فيروونه بالباء، والبقيع بالباء بالمدينة موضع القبور، وهو بقيع الغرقد.

قوله " :يقال له نقيع الخضمات "الخضمات :بفتح الخاء وكسر الضاد المعجمتين .قال ابن الأثير :نقيع الخضمات موضع بنواحى المدينة(شرح سنن أبى داود،لبدر الدين العينى، ج۴،ص ۳۹۶،باب :الجمعة فى القرى)

[1] رقم الحديث ۲۳۲۰، كتاب الجمعة، باب العدد الذين إذا كانوا فى قرية وجبت عليهم الجمعة.

[2] وروى البيهقى فى المعرفة عن مغازى بن إسحاق بن عقبة :أن النبى -صلى الله عليه وسلم - حين ركب من بنى عمرو بن عوف فى هجرته إلى المدينة، مر على بنى سالم وهى قرية بين قباء والمدينة، فأدركته الجمعة فصلى فيهم الجمعة، وكانت أول جمعة صلاها حين قدم .

ووصله ابن سعد من طريق الواقدى بأسانيد له، وفيه :أنهم كانوا حينئذ مائة رجل (التلخيص الحبير فى تخريج احاديث الرافعى الكبير، ج۲ص ۱۱۱،۱۱۲، كتاب الجمعة)

جبکہ حنفیہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر جمعہ کی نماز مدینہ منورہ کی حدود میں ادا فرمائی تھی، جس سے جمعہ کا گاؤں میں قائم کرنا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ شہر میں ہی قائم کرنا ثابت ہوتا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ، لَجُمُعَةٌ جُمِّعَتْ بِجَوُاثَاءَ، قَرْيَةٌ مِنْ قُرٰى الْبَحْرَيْنِ، قَالَ عُثْمَانُ: قَرْيَةٌ مِنْ قُرٰى عَبْدِ الْقَيْسِ (سنن ابی داؤد) [2]

ترجمہ: پہلا جمعہ جو اسلام میں قائم کیا گیا، اس جمعہ کے بعد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مدینہ میں قائم کیا گیا تھا، وہ جمعہ ہے، جو ''جواثا'' میں پڑھا گیا، جو کہ بحرین کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے، عثمان (راوی نے) نے فرمایا کہ عبدالقیس کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے (ابوداؤد، بخاری)

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے غیر حنفی فقہائے کرام نے شہر کے علاوہ قریہ یعنی گاؤں میں بھی جمعہ کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ اس حدیث میں ''قریہ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے اصل معنیٰ گاؤں کے آتے ہیں، البتہ یہ بعد میں شہر بن گیا تھا۔ [3]

---

[1] فنزل بأعلى المدينة فى حى يقال لهم بنو عمرو بن عوف، فقام فيهم أربع عشرة ليلة، ثم خرج يوم الجمعة، فأدركته الجمعة فى بنى سالم بن عوف فى المسجد الذى فى بطن الوادى، وكانت أول جمعة صلاها بالمدينة(عمدة القارى،لبدر الدين العينى، ج ۱، ص ۲۴۴، باب الصلاة من الإيمان)

[2] رقم الحديث ۱۰۶۸، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الجمعة فى القُرى، بخارى، رقم الحديث ۸۹۲.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح(حاشية ابى داؤد)

[3] قوله بجواثى بضم الجيم وتخفيف الواو وقد تهمز ثم مثلثة خفيفة قوله من البحرين فى رواية وكيع قرية من قرى البحرين وفى أخرى عنه من قرى عبد القيس وكذا للإسماعيلى من رواية محمد بن أبى حفصة عن بن طهمان وبه يتم مراد الترجمة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ اس سلسلہ میں حنفیہ کا فرمانا یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور قریہ سے مراد شہر ہے، کیونکہ ''قریہ'' کا اطلاق بعض اوقات شہر پر بھی کیا جاتا ہے، اور قرآن مجید میں بھی اس طرح کا اطلاق کیا گیا ہے، اور جواثی امیں بعض مورخین کے مطابق بڑی منڈی تھی، جس سے جمعہ قائم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ووجه الدلالة منه أن الظاهر أن عبد القيس لم يجمعوا إلا بأمر النبى صلى الله عليه وسلم لما عرف من عادة الصحابة من عدم الاستبداد بالأمور الشرعية فى زمن نزول الوحى ولأنه لو كان ذلك لا يجوز لنزل فيه القرآن كما استدل جابر وأبو سعيد على جواز العزل بأنهم فعلوه والقرآن ينزل فلم ينهوا عنه وحكى الجوهرى والزمخشرى وبن الأثير أن جوائى اسم حصن بالبحرين وهذا لا ينافى كونها قرية وحكى بن التين عن أبى الحسن اللخمى أنها مدينة وما ثبت فى نفس الحديث من كونها قرية أصح مع احتمال أن تكون فى الأول قرية ثم صارت مدينة وفيه اشعار بتقديم إسلام عبد القيس على غيرهم من أهل القرى وهو كذلك كما قررته فى أواخر كتاب الإيمان(فتح البارى شرح صحيح البخارى، للعسقلانى، ج۲، ص ۳۸۱، قوله باب الجمعة فى القرى والمدن)

واشترط الحنفية لإقامتها المصر أو فناء ه، لقوله عليه الصلاة والسلام " :لا جمعة ولا تشريق إلا فى مصر جامع ."رواه عبد الرزاق.

وأجابوا عن قوله جؤاثى :إنها مدينة، كما قاله البكرى، وقول امرء القيس:

ورحنا كأنا من جؤاثى عشية ...نعالى النعاج بين عدل ومحقب.

يريد :كأنا من تجار جؤاثى لكثرة ما معهم من الصيد، وأراد :كثرة أمتعة تجار جؤاثى، وكثرة الأمتعة تدل غالبا على كثرة التجار، وكثرة التجار تدل على أن جؤاثى مدينة قطعا، لأن القرية لا يكون فيها تجار غالبا عادة، ولئن سلمنا أنها قرية، فليس فى الحديث أنه عليه الصلاة والسلام اطلع على ذلك وأقرهم عليه .اهـ.

وقد سبق فى نفس الحديث من رواية وكيع :أنها قرية من قرى البحرين، وفى أخرى عنه :من قرى عبد القيس .وكذا للإسماعيلى من رواية محمد بن أبى حفصة، عن ابن طهمان، وهو نص فى موضع النزاع، فالمصير إليه أولى من قول البكرى وغيره، على أنه يحتمل أنها كانت فى الأول قرية، ثم صارت مدينة.

والظاهر أن عبد القيس لم يجمعوا إلا بأمر النبى -صلى الله عليه وسلم-، لما عرف من عادة الصحابة من عدم الاستبداد بالأمور الشرعية فى زمن الوحى، ولأنه لو كان ذلك لا يجوز لنزل فيه القرآن، كما استدل جابر وأبو سعيد على جواز العزل، بأنهم فعلوه والقرآن ينزل، فلم ينهوا عنه(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۲ص۱۶۷ ،باب الجمعة فى القرى والمدن)

کرنے کے وقت ہی سے اس کا شہر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمُ كَتَبُوا إِلٰى عُمَرَ يَسْأَلُوْنَهُ عَنِ الْجُمُعَةِ ؟ فَكَتَبَ: جَمِّعُوْا حَيْثُمَا كُنْتُمُ (مُصنف ابن أبی شیبة) [2]

ترجمہ: لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ کر جمعہ کے بارے میں سوال کیا، تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھ کر یہ جواب بھیجا کہ تم جہاں بھی ہو، جمعہ پڑھ لیا کرو (ابن ابی شیبہ)

اس روایت میں چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر کی قید نہیں لگائی، جس سے استدلال کرتے ہوئے غیر حنفی فقہائے کرام نے شہر اور گاؤں میں جمعہ کی نماز کو درست قرار دیا ہے۔ [3]

لیکن اس سلسلہ میں حنفیہ کا فرمانا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ تم جس شہر

---

[1] قلنا :لا نسلم أنها قرية، بل هى مدينة كما حكينا عن البكرى وغيره، حتى قيل :كان يسكن فيها فوق أربعة آلاف نفس، والقرية لا تكون كذلك، وإطلاق القرية عليها من الوجه الذى ذكرناه. ولئن سلمنا أنها قرية فليس فى الحديث أنه صلى الله عليه وسلم اطلع على ذلك وأقرهم عليه(عمدة القارى للعينى، ج٦ص١٨٧، باب الجمعة فى القرى والمدن)

[2] رقم الحديث ٥١٠٨، كتاب الصلاة، باب من كان يرى الجمعة فى القرى وغيرها.

[3] وقد روى ابن أبى شيبة عن عمر :أنه كتب إلى أهل البحرين أن جمعوا حيث ما كنتم .وهذا يشمل المدن والقرى، وصححه ابن خزيمة .وروى البيهقى عن الليث بن سعد :أن أهل مصر وسواحلها كانوا يجمعون على عهد عمر وعثمان بأمرهما وفيها رجال من الصحابة وأخرج عبد الرزاق عن ابن عمر بإسناد صحيح أنه كان يرى أهل المياه بين مكة والمدينة يجمعون فلا يعتب عليهم(نيل الاوطار للشوكانى، ج٣ص٢٧٨،ابواب الجمعة، باب انعقاد الجمعة بأربعين وإقامتها فى القرى)

ودليلنا مع ما ذكرناه من الظواهر المتقدمة قوله صلى الله عليه وسلم :جمعوا حيث كنتم ولم يخص بلدا من قرية ، فكان على عمومه ، وروى أن النبى صلى الله عليه وسلم كتب إلى قرية مزنية أن يصلوا الجمعة والعيدين وروى أن أسعد بن زرارة صلى أول جمعة فى الإسلام بالمدينة ، فى حرة بنى بياضة ، بموضع يقال له الخضمات ولم يكن مصرا(الحاوى فى فقه الشافعى للماوردى، ج٢ص٤٠٨، كتاب الجمعة وغيرها من امرها)

میں بھی ہو، وہاں نمازِ جمعہ پڑھ لیا کرو، کیونکہ انہوں نے یہ مکتوب اپنے عاملوں (یعنی گورنروں) کو لکھا تھا، اور عامل (اور گورنر) عموماً شہروں میں ہوتے ہیں۔ [1]

حضرت مالک بن انس سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهِ الْمِيَاهِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ يُجَمِّعُوْنَ (مُصنف ابن أبی شیبة) [2]

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام مکہ اور مدینہ کے درمیان ان چشموں کے قریب بستیوں میں جمعہ قائم فرماتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے غیر حنفی فقہائے کرام نے گاؤں میں نمازِ جمعہ کو درست قرار دیا ہے، کیونکہ ان چشموں کے قریب بستیوں سے مراد گاؤں ہی ہیں۔ [3]

حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ يَرٰى أَهْلَ الْمِيَاهِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ يُجَمِّعُوْنَ فَلَا يُعِيْبَ ذٰلِکَ عَلَيْهِمْ (الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف) [4]

---

[1] قلنا :أما الجواب عن الأول :فمعناه :جمعوا حيث ما كنتم من الأمصار، ألا ترى أنها لا تجوز فی البراری(شرح ابی داوٗد للعینی، ج۴ص ۳۹۳، باب الجمعة فی القریٰ)

وأما أثر عمر رضی الله تعالى عنه :جمعوا حيث ما كنتم فخطاب للولاة، وكانوا يكونون فی الأمصار دون القرى(فيض الباری علی صحيح البخاری، ج۲ص ۴۲۵، كتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن)

[2] رقم الحديث ۵۱۱۹، كتاب الصلاة، باب من كان يرى الجمعة فی القرى وغيرها.

[3] عن عمر أنه كتب إلى أهل البحرين أن جمعوا حيثما كنتم وهذا يشمل المدن والقرى أخرجه بن أبی شيبة أيضا من طريق أبی رافع عن أبی هريرة عن عمر وصححه بن خزيمة وروى البيهقی من طريق الوليد بن مسلم سألت الليث بن سعد فقال كل مدينة أو قرية فيها جماعة أمروا بالجمعة فإن أهل مصر وسواحلها كانوا يجمعون الجمعة على عهد عمر وعثمان بأمرهما وفيهما رجال من الصحابة وعند عبد الرزاق بإسناد صحيح عن بن عمر أنه كان يرى أهل المياه بين مكة والمدينة يجمعون فلا يعيب عليهم فلما اختلف الصحابة وجب الرجوع إلى المرفوع(فتح الباری لابنِ حجر، ج۲ص ۳۸۰، قوله باب الجمعة فی القرى والمدن)

[4] رقم الحديث ۱۷۴۷، كتاب صفة الصلاة، باب ذكر اختلاف أهل العلم فی القرى التی يجب على أهلها الجمعة.

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی والے (یعنی چشموں کے قریب آباد) لوگوں کو جمعہ پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے، اور ان پر کوئی عیب نہیں لگاتے تھے (ابن منذر)

مکہ ومدینہ کے درمیان چشموں کے قریب آباد گاؤں والوں کے جمعہ قائم کرنے کو دیکھ کر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے اعتراض نہ کرنے سے استدلال کرتے ہوئے غیر حنفی فقہائے کرام نے گاؤں میں نمازِ جمعہ کو درست قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ إِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ

(الجمعة وفضلها للمروزى) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں ہے جمعہ اور تشریق مگر مصرِ جامع میں (مروزی، ابن ابی شیبہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو متعدد حضرات نے سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۹، باب ما جاء فيمن مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة، مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۵۰۹۸، من قال: لا جمعة، ولا تشريق إلا فى مصر جامع.

[2] ومن ذلك حديث على لا جمعة ولا تشريق إلا فى مصر جامع أخرجه أبو عبيد بإسناد صحيح إليه موقوفا ومعناه لا صلاة جمعة ولا صلاة عيد(فتح البارى لابنِ حجر، ج ۲ ص۴۵۷، كتاب الجمعة باب فضل العمل فى ايام التشريق)

فقد صح عن على -رضى الله عنه :-لا جمعة ولا تشريق إلا فى مصر جامع(المحلىٰ بالآثار لابنِ حزم، ج۳ ص ۲۵۶، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

[3] حدثنا عباد بن العوام ، عن حجاج ، عن أبى إسحاق ، عن الحارث ، عن على ، قال :لا جمعة ، ولا تشريق ، ولا صلاة فطر ، ولا أضحى ، إلا فى مصر جامع ، أو مدينة عظيمة (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۵۰۹۹، من قال :لا جمعة ، ولا تشريق إلا فى مصر جامع)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بعض حنفیہ نے مرفوع حدیث کا درجہ دیا ہے، جبکہ بعض دیگر حضرات نے اس کو مرفوع حدیث کا درجہ دینے سے اختلاف کیا ہے۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز شہر کے ساتھ خاص ہے، اور گاؤں میں جمعہ کی نماز واجب نہیں، اور درست بھی نہیں۔

جبکہ بعض دیگر حضرات نے اس روایت میں مصر سے مراد قریہ لیا ہے، کیونکہ مصرِ جامع بول کر بعض اوقات اکٹھی وجمع شدہ شکل کی آبادی بھی مراد لی جایا کرتی ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کے مقابلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کا ارشاد وعمل بھی ہے، لہٰذا ان کے پیشِ نظر گاؤں میں جمعہ قائم کرلینا درست ہے۔ [2]

---

[1] ثم يجب أن يحمل على كونه سماعا ;لأن دليل الافتراض من كلام الله تعالى يفيده على العموم فى الأمكنة، فإقدامه على نفيها فى بعض الأماكن لا يكون إلا عن سماع ;لأنه خلاف القياس المستمر فى مثله(مرقاة المفاتيح ، ج ٣، ص ١٠٥٠ ،كتاب الصلاة،باب الخطبة والصلاة)

واحتجوا بما روى عن على -عليه السلام -مرفوعا :لا جمعة ولا تشريق إلا فى مصر جامع وقد ضعف أحمد رفعه وصحح ابن حزم وقفه، وللاجتهاد فيه مسرح فلا ينتهض للاحتجاج به. وقد روى ابن أبى شيبة عن عمر :أنه كتب إلى أهل البحرين أن جمعوا حيث ما كنتم .وهذا يشمل المدن والقرى، وصححه ابن خزيمة .وروى البيهقى عن الليث بن سعد :أن أهل مصر وسواحلها كانوا يجمعون على عهد عمر وعثمان بأمرهما وفيها رجال من الصحابة وأخرج عبد الرزاق عن ابن عمر بإسناد صحيح أنه كان يرى أهل المياه بين مكة والمدينة يجمعون فلا يعتب عليهم، فلما اختلفت الصحابة وجب الرجوع إلى المرفوع.

ويؤيد عدم اشتراط المصر حديث أم عبد الله الدوسية المتقدم .وذهب الهادى إلى اشتراط المسجد، قال :لأنها لم تقم إلا فيه (نيل الاوطار للشوكانى، ج٣، ص٢٧٨، ابواب الجمعة، باب انعقاد الجمعة بأربعين وإقامتها فى القرى)

[2] وأما أبو حنيفة فإنه يستدل بقوله -صلى الله عليه وسلم :-لا جمعة ولا تشرين إلا فى مصر جامع وقد أجيب عن هذا بأنه موقوف على على ابن أبى طالب رضى الله عنه .وأيضًا فإنه مرسل فإن الأعمش رواه عن سعيد ولم يصله .وأيضا فإن كل قرية هى قرار، لأهلها مصر، كما أن كل مصر قرية *كلا وقد سمى الله مصر قرية لقوله تعالى :(وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا).

وتسمى مكة أم القرى .وليس على العرف الآن :على ترك تسمية القرية مصرًا يوجب كون ذلك هو عرف العرب أو لسانهم .ويستدل أبو حنيفة أيضًا بأن الصحابة فتحوا البلدان والقرى ولم يشتغلوا ابنصب المنابر فى القرى ولا أمروا بإقامة الجمعات فيها، ولو كانت واجبة لما أعرضوا عنها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں اس معنیٰ کا احتمال قرار دیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهی من أظهر شعار الإسلام .ولأن السلطان شرط فی إقامتها .ومقام السلطان فی الأمصار علی غالب العادات ولأن أمر الجمعة مبنی علی العموم .ولهذا لا يحل لأحد من أهلها أن يتخلف عنها، ولا أن تقام الجماعات حتی تصلی الجمعة .وهذا يشعر بأنها من شعار الإسلام العامة .فلهذا لا تقام بكل مكان كسائر الصلوات .وإذا كان هذا هكذا وجب أن تخص بمكان جامع للعامة ليتحقق معنی .الشعار للعموم بذلک الاختصاص .وهذا لا يحصل إلا فی الأمصار الجامعة.

والذی قدمناه من الجمع بجؤاثی يرد هذا الذی قاله .وأما ما أشرنا إليه من الاختلاف فيما كان فيه جماعة استقروا وفقد الشبه من ناحية الأبنية .فإن ما قدمناه من الإشارة يطلع منها علی سبب الاختلاف .وأيضًا فإن قبائل العرب كانت حول المدينة ولم ينقل أن النبی -صلی الله عليه وسلم - أمرهم بإقامة الجمعة .وهذا فيه أيضًا رد لمذهب أبی ثور ويرده أيضًا أن النبی -صلی الله عليه وسلم -وقف بعرفة، وكان يوم جمعة، ولم يجمّع .وتعلقه بأن عمر كتب إلی أبی هريرة رضی الله عنهما أن جمّعوا حيث كنتم.

محمله علی المواضع التی تقام فيها الجمعة بدليل ما ذكرناه من الأدلة المتقدمة(شرح التلقين،لابی عبد الله محمد بن علی بن عمر التميمی المازری المالكی، ج ا ص ۹۵۱، ۹۵۲، باب الجمعة)

وروی ابن أبی شيبة عن عبد الله بن إدريس عن سعيد عن عطاء عن أبی ميمون عن أبی رافع عن أبی هريرة أنهم كتبوا إلی عمر رضی الله عنه يسألونه عن الجمعة فكتب جمعوا حيث ما كنتم وليس فی هذا الأثر عن عمر رضی الله عنه تعرض للتعدد وإنما فيه إجازته الجمعة فی أی مكان كان من القری والمدن.

وروی ابن أبی شيبة عن غندر عن شعبة عن مغيرة عن إبراهيم قال لا جمعة ولا تشريق إلا فی مصر جامع .

وعن أبی معاوية عن الأعمش عن سعد بن عبيدة عن عبد الرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه قال لا تشريق ولا جمعة إلا فی مصر .

وهذا مع الأول يقتضی الحكم بصحة ذلک عن علی رضی الله عنه وإن كان سفيان رضی الله عنه أيضا مدلسا لكنه جليل ورأيت فی علل الحديث التی رواها الأثرم عن أحمد قلت لأبی عبد الله وروی أبو إسرائيل شيئا غريبا فقال أبو عبد الله نعم لا جمعة ولا تشريق إلا فی مصر جامع وهذا من أحمد يقتضی التوقف فی تصحيحه وعلی تقدير صحته فهذا اختلاف بين عمر وعلی رضی الله عنهما فی اشتراط المصر(فتاویٰ السبكی،لأبی الحسن تقی الدين علی بن عبد الكافی السبكی، ج ا ص ۱۷۱، كتاب الصلاة)

والذی عليه الجمهور كمالک والشافعی وأحمد أن الجمعة تقام فی القری ؛ لأن فی الصحيح عن ابن عباس أنه قال " :أول جمعة جمعت فی الإسلام بعد جمعة المدينة جمعة "بجواثی "قرية من قری البحرين "وكان ذلک علی عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم حين قدم عليه وفد عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہے کہ گاؤں والوں پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب نہیں، نہ یہ کہ اگر وہ جمعہ پڑھیں، تو صحیح بھی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ حُذَيْفَةَ ، قَالَ:لَيْسَ عَلٰى أَهْلِ الْقُرٰى جُمُعَةٌ ، إِنَّمَا الْجُمُعَةُ عَلٰى أَهْلِ الْأَمْصَارِ ، مِثْلِ الْمَدَائِنِ (مُصنف ابن أبی شيبة) [2]

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گاؤں والوں پر جمعہ نہیں بلکہ شہر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القيس .وكذلک كتب عمر بن الخطاب إلى المسلمين يأمرهم بالجمعة حيث كانوا .وكان عبد الله بن عمر يمر بالمياه التى بين مكة والمدينة وهم يقيمون الجمعة فلا ينكر عليهم .وأما قول على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق إلا فى مصر جامع .فلو لم يكن له مخالف لجاز أن يراد به أن كل قرية مصر جامع كما أن المصر الجامع يسمى قرية .وقد سمى الله مكة قرية بل سماها "أم القرى "بل وما هو أكبر من مكة كما فى قوله :(وكأين من قرية هى أشد قوة من قريتک التى أخرجتک أهلكناهم فلا ناصر لهم) وسمى مصر القديمة قرية بقوله :(واسأل القرية التى كنا فيها والعير التى أقبلنا فيها) . ومثله فى القرآن كثير والله أعلم (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۴ ص ۲۱۰،باب صلاة الجمعة)

[1] چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''لاجمعۃ ولاتشریق الخ'' حنفیہ نے اس میں ''لا'' سے نفیِ صحت مراد لی ہے، مگر محتمل ہے کہ نفیِ وجوب مراد ہو (کفایت المفتی مدلل ومکمل، ج۳ص۲۴۲، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، سنِ طباعت: جولائی2001ء)

مزید لکھتے ہیں کہ:

شرطیتِ مصر وجوبِ جمعہ کے لیے تو صحیح ہے، لیکن جواز کے لیے بھی ہو، یہ میں نہیں سمجھ سکا (ایضاً ج۳ ص ۲۵۴)

مفتی کفایت اللہ صاحب کے مذکورہ موقف کے مطابق ان تمام روایات اور واقعات کی بھی تطبیق ہوجاتی ہے، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانہ میں بہت سے دیہات میں نمازِ جمعہ کا قائم کرنا ثابت نہیں، کیونکہ عدمِ ثبوت سے عدمِ وجوب کا حکم ثابت ہوتا ہے، نہ کہ عدمِ صحت کا، اور جن روایات سے ثبوت ملتا ہے، وہ صحت کو ثابت کرتی ہیں، اور کوئی صحیح و صریح مرفوع حدیث ایسی موجود نہیں، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گاؤں میں جمعہ کی صحت کی نفی فرمائی ہو، اس صورت میں ''لاجمعة الخ'' کا مطلب یہ ہوگا کہ ''لایجب الجمعة الا فی مصر جامع'' واللہ اعلم۔

[2] رقم الحديث ۵۱۰۰،كتاب الصلاة، باب من قال لاجمعة ولاتشريق الا فى مصر جامع.

والوں پر ہی ہے، جیسے (بغداد کا) مدائن نامی شہر (ابن ابی شیبہ)

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ نے گاؤں میں نمازِ جمعہ کی نفی کی ہے، جبکہ دیگر حضرات نے اس کے مقابلہ میں دوسرے صحابۂ کرام کے قول اور دیگر روایات اور دلائل کو ترجیح دی، اور بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ گاؤں والوں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں، لیکن اگر پڑھیں، تو درست ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اس طرح کی اور بھی مختلف روایات بعض تابعین ومحدثین کے بارے میں مروی ہیں۔ [1]

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جمعہ ہر قریہ پر واجب ہے، اگر چہ چار ہی افراد کیوں نہ ہوں۔

مگر یہ حدیث سند کے اعتبار سے انتہائی کمزور معلوم ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا ابن إدريس ، عن هشام ، عن الحسن ، ومحمد ؛ أنهما قالا :الجمعة فى الأمصار (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ۵۱۰۱، باب من قال لا جمعة ولاتشريق الا فى مصر جامع)

حدثنا هشيم ، قال :أخبرنا يونس ، عن الحسن ؛ أنه سئل :على أهل الأبلة جمعة ؟ قال :لا (ايضاً، رقم الحديث ۵۱۰۲)

حدثنا غندر ، عن شعبة ، عن مغيرة ، عن إبراهيم ، قال :لا جمعة ، ولا تشريق إلا فى مصر جامع (ايضاً، رقم الحديث ۵۱۰۵)

حدثنا وكيع ، عن جعفر بن برقان ، قال :كتب عمر بن عبد العزيز إلى عدى بن عدى ، أيما أهل قرية ليسوا بأهل عمود ينتقلون ، فأمر عليهم أميرا يجمع بهم(ايضاً، رقم الحديث ۵۱۰۹، من كان يرى الجمعة فى القرى وغيرها)

حدثنا ابن إدريس ، عن معقل ، عن عطاء ، قال :إذا كانت قرية لازقة بعضها ببعض ، جمعوا(ايضاً ، رقم الحديث ۵۱۱۰)

أخبرنا أبو بكر بن الحارث الفقيه، أنبأ أبو محمد بن حيان، ثنا إبراهيم بن محمد بن الحسن الأصبهانى، ثنا أبو عامر موسى بن عامر، ثنا الوليد بن مسلم قال :سألت الليث بن سعد، فقال ": كل مدينة أو قرية فيها جماعة وعليهم أمير أمروا بالجمعة فليجمع بهم .فإن أهل الإسكندرية ومدائن مصر، ومدائن سواحلها كانوا يجمعون الجمعة على عهد عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضى الله عنهما بأمرهما، وفيها رجال من الصحابة(السنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث ۵۶۱۲)

[2] حدثنى أبو بكر النيسابورى ,ثنا محمد بن يحيى ,ثنا محمد بن وهب بن عطية , ثنا بقية بن الوليد ,ثنا معاوية بن يحيى ,ثنا معاوية بن سعيد التجيبى ,ثنا الزهرى ,عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح ایک حدیث میں یہ مضمون مذکور ہے کہ پانچ قسم کے افراد پر جمعہ کی نماز لازم نہیں، عورت، مسافر، غلام، نابالغ بچہ اور گاؤں والے۔
مگر تحقیق کرنے سے اس حدیث کی سند میں غیر معمولی ضعف معلوم ہوا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أم عبد الله الدوسية ,قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :الجمعة واجبة على كل قرية ,وإن لم يكن فيها إلا أربعة .يعني بالقرى :المدائن ,لا يصح هذا عن الزهرى(سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۱۵۹۲)

حدثنا أبو عبد الله محمد بن على بن إسماعيل الأبلى ,ثنا عبد الله بن محمد بن خنيس الكلاعى ,ثنا موسى بن محمد بن عطاء ,ثنا الوليد بن محمد ,ثنا الزهرى ,حدثتنى أم عبد الله الدوسية ,قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :الجمعة واجبة على كل قرية فيها إمام وإن لم يكونوا إلا أربعة .الوليد بن محمد الموقرى متروك ,ولا يصح هذا عن الزهرى كل من رواه عنه متروك(سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۱۵۹۳)

[1] حدثنا أحمد بن محمد بن الحجاج بن رشدين بن سعد المصرى قال :نا إبراهيم بن حماد بن أبي حازم المدينى قال :نا مالك بن أنس، عن أبي الزناد، عن الأعرج، عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :خمسة لا جمعة عليهم :المرأة، والمسافر، والعبد، والصبى، وأهل البادية.

لم يرو هذا الحديث عن مالك إلا إبراهيم بن حماد بن أبي حازم (المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ۲۰۲)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط وفيه إبراهيم بن حماد ضعفه الدارقطنى(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۳۳)

وقال الالبانى: (خمسة لا جمعة عليهم :المرأة، والمسافر، والعبد، والصبى، وأهل البادية).
ضعيف جدا

أخرجه الديلمى عن حفص بن سالم السمرقندى :حدثنا مالك بن أنس، عن أبى الزناد، عن الأعرج، عن أبى هريرة مرفوعا.

ومن طريق إبراهيم بن حماد مولى هاشم بن المسور بن مخرمة :حدثنا مالك بن أنس به.

قلت :وهذا ضعيف جدا؛ آفته حفص بن سالم (كذا الأصل، وفى كتب الرجال :سلم) السمرقندى، يكنى بأبى مقاتل، قال الذهبى:

"وهاه قتيبة شديدا، وكذبه ابن مهدى."

وقال الحاكم والنقاش:

"حدث عن مسعر وأيوب وعبيد الله بأحاديث موضوعة."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ شہر میں تو بالاتفاق جمعہ کی نماز جائز اور واجب ہے، البتہ گاؤں میں جمعہ کے قائم کرنے نہ کرنے اور جائز ہونے نہ ہونے کا مسئلہ مختلف فیہ اور مجتہد فیہ ہے، جس میں دلائل دونوں طرف پائے جاتے ہیں، وہ الگ بات ہے کہ کسی کے نزدیک کس طرف کے دلائل راجح ہیں، اور کس طرف کے مرجوح، اس میں اصحابِ فقہ واجتہاد کے درمیان اختلافِ رائے کا امکان پایا جاتا ہے، جو کہ مجتہد فیہ مسائل کا خاصہ ہے۔

مذکورہ تفصیل کے بعد اب اس سلسلے میں فقہائے کرام ومشائخِ عظام کے بیان کردہ مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

متعلقہ مسائل

مسئلہ نمبر ۱...... حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح اور واجب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جس مقام پر جمعہ کی نماز قائم کی جائے، وہ ’’مصر‘‘ یا ’’بلد‘‘ یعنی شہر (City) ہو، عام قریہ یعنی دیہات اور گاؤں (Village) میں جہاں شہر کی تعریف صادق نہ آئے، جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب نہیں ہوتا، اور اگر کوئی پڑھے تو جمعہ کی نماز صحیح اور درست بھی نہیں ہوتی۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲...... جو جگہ شہر (City) کے تابع یا شہر کی ’’فِناء‘‘ یعنی شہر وقصبہ کی ضروریات ومصالح

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد تابعه فى الطريق الأخرى إبراهيم بن حماد، ولكنه ضعيف، ولعله سرقه منه؛ فقد أخرجه من طريقه :الدارقطنى فى "الغرائب "وقال:

"تفرد به إبراهيم، وكان ضعيفا."

كذا قال !وكأنه لن يطلع على الطريق الأولى(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۳۵۵۵)

[۱] الشرط الأول :اشترطه الحنفية، وهو أن يكون المكان الذى تقام فيه (مصرا)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۱۹۵، مادة ’’صلاة الجمعة‘‘)

اختلف الفقهاء فى حكم وجوب الجمعة على أهل القرى فذهب الحنفية إلى أنه لا تجب الجمعة على أهل القرى التى ليست من توابع المصر، ولا يصح أداء الجمعة فيها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۳، ص ۱۶۲، مادة ’’قرية‘‘)

میں داخل ہو، مثلاً شہر وقصبہ کا بس اڈہ، ریلوے اسٹیشن، ائر پورٹ، کھیل کا میدان، عیدگاہ، جنازہ گاہ اور گھوڑ دوڑ کی جگہ وغیرہ، تو حنفیہ کے نزدیک ان مقامات کو جمعہ کی نماز قائم ہونے کے اعتبار سے شہر وقصبہ کا حکم حاصل ہوتا ہے، اور اس لیے ان مقامات میں شہر کے اندرونی مقامات کی طرح جمعہ کی نماز کا قائم کرنا جائز اور درست ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳..... حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح اور واجب ہونے کے لیے ''مصر'' یعنی شہر کا ہونا، شرط نہیں، البتہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بعض جزوی چیزوں میں فرق ہے۔ [2]

---

[1] المصر أو فناء ہ شرط جواز الجمعة(ردالمحتار، ج۲ص ۱۳۹، کتاب الصلاة، باب الجمعة)
وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب، فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وإن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا كما يأتي، بخلاف الجمعة فتصح إقامتها فى الفناء ولو منفصلا بمزارع لأن الجمعة من مصالح البلد بخلاف السفر(ردالمحتار، ج۲ص ۱۲۱، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر)
ويلحق الفناء بالمصر لصحة صلاة الجمعة من مصالح المصر وفناء المصر ملحق بالمصر فيما هو من حوائج المصر وأداء الجمعة منها وقصر الصلاة ليس من حوائج أهل المصر فلا يلحق فناء المصر بالمصر فى حق هذا الحكم أى قصر الصلاة "والفناء المكان المعد لمصالح البلد كركضى الدواب ودفن الموتى "وإلقاء التراب(مراقی الفلاح شرح نورالايضاح، ص ۱۶۲، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر)
أما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة أدائها عند أصحابنا حتى لا تجب الجمعة إلا على أهل المصر ومن كان ساكنا فى توابعه وكذا لا يصح أداء الجمعة إلا فى المصر وتوابعه فلا تجب على أهل القرى التى ليست من توابع المصر ولا يصح أداء الجمعة فيها وقال الشافعي المصر ليس بشرط للوجوب ولا لصحة الأداء فكل قرية يسكنها أربعون رجلا من الأحرار المقيمين لا يظعنون عنها شتاء ولا صيفا تجب عليهم الجمعة ويقام بها الجمعة(بدائع الصنائع، ج۱ص ۲۵۹، كتاب الصلاة، فصل بيان شرائط الجمعة)

[2] ذهب الحنفية إلى أن المصر الجامع شرط وجوب الجمعة وشرط صحة أدائها .ولم تشترط المذاهب الأخرى هذا الشرط(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۲۶، ۲۷،مادة "مصر")
والخلاصة :لا بد لإقامة الجمعة عند الجمهور من كونها فى مدينة أو قرية، ولابد أن تكون القرية كبيرة عند الحنفية، فلا تجب على سكان القرى الصغيرة، أى لا بد من المصر عندهم، أما عند غيرهم فلا يشترط المصر، والقرية والبلد سواء (الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی،ج۲ص ۱۲۹۵، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

مسئلہ نمبر۴......شافعیہ کے نزدیک نمازِ جمعہ کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کو ایسی آبادی والے مقام میں قائم کیا جائے، جہاں کم از کم ایسے چالیس افراد رہائش پذیر ہوں، جن پر جمعہ کی نماز واجب ہو، خواہ وہ آبادی شہر کی ہو، یا گاؤں کی ہو، جبکہ وہاں کے عرف کے اعتبار سے وہ آبادی متصل ہو، اور وہ آبادی ایسی ہونی چاہیے کہ جس کو لوگوں نے اپنا مستقل ٹھکانہ بنایا ہوا ہو، صرف بنجاروں یا خیمہ بستی کی شکل میں وہاں لوگ رہائش پذیر نہ ہوں۔ [1]

---

[1] پھر شافعیہ کے نزدیک شہر والوں پر تو بہر حال نمازِ جمعہ واجب ہے، خواہ وہ اذانِ جمعہ سنیں یا نہ سنیں، اور شہر سے باہر والا اگر اذانِ جمعہ سنے، تو اس پر بھی واجب ہے۔

اگر کوئی جگہ شہر ہو، یا مستقل گاؤں ہو، اور اس میں کم از کم چالیس مرد رہائش پذیر ہوں، تو ایسی صورت میں شافعیہ کے نزدیک یہ گاؤں بھی جمعہ قائم ہونے کے اعتبار سے شہر کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔

اور اگر کوئی گاؤں بہت چھوٹا ہو، جس میں مذکورہ تعداد میں لوگ آباد نہ ہوں، اور وہ گاؤں، کسی شہر یا مذکورہ صفت والے گاؤں کے متصل واقع ہو، اور وہاں عام حالات میں شہر یا دوسرے گاؤں کی جمعہ کی اذان کی آواز پہنچتی ہو، تو شافعیہ کے نزدیک وہاں کے لوگوں کو شہر یا دوسرے گاؤں میں جا کر جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔

اور اگر کسی آبادی وبستی میں نہ تو مذکورہ تعداد میں لوگ آباد ہوں، اور نہ ہی وہاں عام حالات میں شہر یا مذکورہ صفت والے گاؤں کی جمعہ کی اذان کی آواز پہنچتی ہو، تو پھر شافعیہ کے نزدیک ان پر جمعہ کی نماز واجب نہیں ہوتی، اور نہ ہی ان کو جمعہ کی نماز پڑھنا درست ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فأما الشافعية :فاكتفوا باشتراط إقامتها في خطة أبنية سواء كانت من بلدة أو قرية، قال صاحب المهذب :لا تصح الجمعة إلا في أبنية يستوطنها من تنعقد بهم الجمعة من بلد أو قرية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ١٩٦، مادة "صلاة الجمعة")

وذهب الشافعية إلى أن أهل القرية إن كان فيهم جمع تصح به الجمعة وجبت عليهم الجمعة لأن القرية في هذه الحالة كالمدينة، وكذا إن بلغهم صوت من مؤذن يؤذن في البلدة المجاورة بصورة عادية في الأوقات الهادئة لقول النبي صلى الله عليه وسلم :الجمعة على من سمع النداء .

ولو سمع أهل القرية النداء من بلدين مجاورين فعليهم حضور الأكثر جماعة فإن استويا فمراعاة الأقرب أولى كنظيره في الجماعة، وقيل :الأولى مراعاة الأبعد لكثرة الأجر بسبب المشي الزائد.

أما إذا لم يوجد في القرية الجمع المذكور ولم يبلغهم نداء الأذان من بلد مجاور فلا جمعة عليهم، قالوا :حتى لو كانت قريتان أو قرى متقاربة يبلغ بعضها نداء بعض، وكل واحدة منها ينقص أهلها عن أربعين لم تجب الجمعة عليهم ولم تصح منهم باجتماعهم في إحدى قراهم؛ لأنهم غير متوطنين في محل الجمعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٣، ص ١٦٢ ، مادة "قرية")

وقال الشافعية :تجب الجمعة على المقيم في بلد، مصر أو قرية، سمع النداء أو لم يسمعه، وعلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۵...... حنابلہ کے نزدیک جمعہ کی نماز جس طرح شہر میں قائم کرنا درست ہے، اسی طرح گاؤں میں بھی جمعہ کی نماز قائم کرنا درست ہے، بشرطیکہ وہاں کم از کم چالیس ایسے مرد حضرات رہائش پذیر ہوں کہ جن میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں۔

اور حنابلہ کے نزدیک شہر اور گاؤں کے قریب جنگل میں بھی جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من فی خارجه إن سمع النداء ، لقوله صلّى الله عليه وسلم :الجمعة على من سمع النداء فلا جمعة على الحصادين، إلا إذا سمعوا النداء .والاعتبار فی سماع النداء :أن يقف المؤذن فی طرف البلد، والأصوات هادئة، والريح ساكنة، وهو مستمع، فإذا سمع النداء لزمه، وإن لم يسمع لم يلزمه.

وتجب الجمعة على مسافر نوى الإقامة أربعة أيام، أو سافر يوم الجمعة بعد فجر يومها، فإن سافر قبل الفجر فلا جمعة عليه، ولكن لا تنعقد الجمعة بالعدد المطلوب وهوأربعون بالمسافر، بل لا بد من كون الأربعين متوطنين، فالاستيطان شرط الانعقاد لا شرط الوجوب للجمعة، كما أن شرط صحة الجمعة هو وقوعها فی بناء لا صحراء .روى البيهقی عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال: مضت السنة أن فی كل أربعين فما فوق ذلك جمعة وروى أبو داود عن كعب بن مالك رضی الله عنه :أن أول من جمَّع بهم ــ أی فی المدينة ــ أسعد بن زرارة رضی الله عنه، وكانوا يومئذٍ أربعين(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج۲ص۱۲۸۷،۱۲۸۸، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الثالث)

وقرر الشافعية :أن تقام الجمعة فی خِطّة بلد أو قرية، وإن لم تكن فی مسجد .ولا تلزم الجمعة فی الأظهر أهل الخيام وإن استقروا فی الصحراء أبداً؛ لأنهم على هيئة المسافرين أو المستوفزين للسفر، وليس لهم أبنية المستوطنين، ولأن قبائل العرب الذين كانوا مقيمين حول المدينة ما كانوا يصلونها، وما أمرهم النبی صلّى الله عليه وسلم بها.

والمراد بالخِطَّة :الأرض التی خُطَّ عليها أعلام للبناء فيها .ويقصد بها هنا الأمكنة المعدودة من البلد .وهی تشبه المخطط التنظيمی لكل بلد فی عصرنا .ولا بد أن تكون الأبنية مجتمعة بحسب العرف (الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج۲ص ۱۲۹۵، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

(فرع) إذا كان فی القرية أربعون من أهل الكمال صحت جمعتهم فی قريتهم ولزمتهم سواء كان فيها سوق ونهر أم لا وبه قال مالك واحمد واسحق وجمهور العلماء وحكاه الشيخ أبو حامد عن عمر وابنه وابن عباس رضی الله عنهم(المجموع شرح المهذب، ج۴ص۵۰۵، باب صلاة الجمعة)

[1] اگر کوئی گاؤں شہر کے قریب واقع ہو، اور اس گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ (یعنی تین میل) سے زیادہ کا فاصلہ ہو، تو حنابلہ کے نزدیک ایسی صورت میں ان گاؤں کے لوگوں کی حالت اپنی ذات میں معتبر سمجھی جاتی ہے، پس وہ اگر کم از کم چالیس افراد ہوں، اور وہ جمعہ کے اہل ہوں، تو ان پر جمعہ کی نماز واجب ہوتی ہے، لیکن ان کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ خود اپنے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۶ ...... مالکیہ کے نزدیک بھی جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں میں قائم کرنا درست ہے، بشرطیکہ وہاں لوگ مستقل وطن بنا کر رہتے ہوں، اور جو مقام مستقل آبادی نہ ہو، بلکہ عارضی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

گاؤں میں جمعہ قائم کریں، یا شہر میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کریں، البتہ انہیں اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، تا کہ وہاں کے سب لوگوں کو جمعہ میں شرکت کرنا آسان ہو۔

اور اگر وہ لوگ جمعہ کے اہل نہ ہوں، مثلاً چالیس افراد سے کم ہوں، تو ان کو شہر میں جمعہ کی نماز کے لیے جانے اور اپنے مقام پر رہتے ہوئے ظہر پڑھنے میں سے دونوں چیزوں کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر اس گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ (یعنی تین میل) یا اس سے کم کا فاصلہ ہو، اور ان لوگوں کی تعداد ایسے چالیس افراد سے کم ہو کہ جو جمعہ کے اہل ہوں، تو ان پر شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وأما الحنابلة :فلم يشترطوا ذلك أيضا، وصححوا إقامتها في الصحاري، وبين مضارب الخيام .

قال صاحب المغني:

ولا يشترط لصحة الجمعة إقامتها في البنيان ويجوز إقامتها فيما قاربه من الصحراء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ١٩٦، مادة "صلاة الجمعة")

أما الحنابلة فذهبوا إلى أن أهل القرية لا يخلون من حالين :إما أن يكون بينهم وبين المصر أكثر من فرسخ أو لا؟ فإن كان بينهم وبين المصر أكثر من فرسخ لم يجب عليهم السعي إلى المصر، وحالهم معتبر بأنفسهم فإن كانوا أربعين واجتمعت فيهم شرائط الجمعة، فعليهم إقامة الجمعة وهم مخيرون بين السعي إلى المصر وبين إقامتها في قريتهم، والأفضل إقامتها في قريتهم لأنه إذا سعى بعضهم أخل على الباقين الجمعة، وإذا أقاموها في قريتهم حضرها جميعهم؛ ولأن إقامتها بموضعهم تكثير لجماعات المسلمين.

وإن كانوا ممن لا تجب عليهم الجمعة بأنفسهم فهم مخيرون بين السعي إليها وبين أن يصلوا ظهرا، والأفضل السعي إليها لينالوا فضل الساعي إلى الجمعة ويخرجوا من الخلاف.

والحال الثاني :أن يكون بين قريتهم وبين المصر فرسخ فما دون فينظر فيهم فإن كانوا أقل من أربعين -من أهل الجمعة -فعليهم السعي إلى الجمعة لقوله تعالى (يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله)الآية.

وإن كانوا ممن تجب عليهم الجمعة بأنفسهم وكان موضع الجمعة القريب منهم قرية أخرى لم يلزمهم السعي إليها وصلوا في مكانهم إذ ليست إحدى القريتين بأولى من الأخرى، وإن أحبوا السعي إليها جاز ولكن الأفضل أن يصلوا في مكانهم، فإن سعى بعضهم فنقص عدد الباقين لزمهم السعي لئلا يؤدي ذلك إلى ترك الجمعة.

وإن كان موضع الجمعة القريب مصرا فهم مخيرون أيضا بين السعي إلى المصر وبين إقامة الجمعة في قريتهم.

وعن أحمد أن السعي إلى المصر يلزمهم إلا أن يكون لهم عذر فيصلوا جمعة في قريتهم، والأول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خیموں وغیرہ کی شکل میں قائم ہو، مثلاً خیمہ بستی، تو اس میں جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز نہیں۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أصح لأن أهل القرى يقيمون الجمع في بلاد الإسلام وإن كانوا قريبين من المصر من غير نكير.
وإذا كان أهل المصر دون الأربعين فجاء هم أهل القرية فأقاموا الجمعة في المصر لم يصح؛ لأن أهل القرية غير مستوطنين في المصر وأهل المصر لا تنعقد بهم الجمعة لقلتهم.
وإن كان أهل القرية ممن تجب عليهم الجمعة بأنفسهم لزم أهل المصر السعي إليهم، إذا كان بينهم أقل من فرسخ كما يلزم أهل القرية السعي إلى المصر إذا أقيمت به، وكان أهل القرية أقل من أربعين.
أما إن كان في كل واحد من المصر والقرية دون الأربعين لم تجز إقامة الجمعة في واحد منهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۳، ص ۱۶۳، مادة "قرية")
واشترط الحنابلة: أن يكون المكلفون بالجمعة وهم أربعون فأكثر مستوطنين أي مقيمين بقرية مجتمعة البناء، بما جرت العادة بالبناء به، من حجر أو لبن أو طين أو قصب أو شجر؛ لأنه صلّى الله عليه وسلم كتب إلى قرى عُرينة أن يصلوا الجمعة ولا جمعة على أهل الخيام وبيوت الشعر والحركات، ولا تصح منهم؛ لأن ذلك لا ينصب للاستيطان غالباً (الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲، ص ۱۲۹۵، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس)

[1] مالکیہ کے نزدیک گاؤں والوں پر نمازِ جمعہ واجب ہونے کے لیے گاؤں میں لوگوں کی مخصوص تعداد کا آباد ہونا شرط نہیں، البتہ مالکیہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہاں اتنے لوگ رہائش پذیر ہوں کہ جتنے لوگوں کی وجہ سے کسی جگہ کو گاؤں یا دیہات سمجھا جاتا ہے، اور وہ لوگ اپنی دفاعی حفاظت کے ساتھ وہاں رہائش رکھتے ہوں، نیز مالکیہ کے نزدیک اگر وہاں صرف تین اور چار افراد ہوں، تو ان پر جمعہ واجب نہیں ہوتا، اور چالیس افراد سے کم کی صورت میں جمعہ منعقد ہو جاتا ہے، اور بعض مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ جس گاؤں یا دیہات میں کم از کم چالیس مرد ہوں، اور وہ جمعہ قائم کریں، تو بہت اچھا ہے، اور اگر بارہ افراد بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہوں، تب بھی جمعہ کی نماز جائز ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اس آبادی کے بارہ (۱۲) ایسے افراد کی شرکت ضروری قرار دی گئی ہے، جو وہاں کے مستقل باشندے ہوں، جیسا کہ جمعہ کی نماز کے لئے جماعت سے متعلق احکام میں تفصیل ذکر کر دی گئی ہے۔

وأما المالكية: فإنما شرطوا أن تقام في مكان صالح للاستيطان. فتصح إقامتها في الأبنية، أو الأخصاص؛ لصلاحها للاستيطان فيها مدة طويلة. ولا تصح في الخيم لعدم صلاحيتها لذلك في الغالب.
قال في الجواهر الزكية في تعداد شروطها: موضع الاستيطان، ولو كان بأخصاص لا خيم، فلا تقام الجمعة إلا في موضع يستوطن فيه بأن يقيم فيه صيفا وشتاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۱۹۷، مادة "صلاة الجمعة")
وذهب المالكية إلى وجوب الجمعة على أهل القرية بشرط أن يوجد فيها عدد تتقرى بهم القرية من أهل الجمعة، يمكنهم الإقامة آمنين مستغنين عن غيرهم في الدفاع عن أنفسهم وعن قريتهم، ولم

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۷...... بعض مشائخ وفقہائے حنفیہ نے قریۂ کبیرہ یعنی بڑے گاؤں کو بھی شہر کا درجہ دے کر اس میں نمازِ جمعہ کو جائز قرار دیا ہے۔

اس طرح سے بعض مشائخِ حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز جائز ہونے کے اعتبار سے گویا کہ شہر کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقی اور دوسرے حکمی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يحددوا ذلک بعدد معين بل قالوا :إن ذلک العدد يختلف بالنسبة إلى الجهات والأوطان فی كثرة الأمن والخوف، ففی الجهات الآمنة تتقرى القرية بالنفر اليسير بخلاف غيرها مما يتوقع فيه الخوف، إلا أنهم اتفقوا فی المذهب على أنها لا تجب على الثلاثة والأربعة وعلى أنها تنعقد بما دون الأربعين، قال المواق بعدما استعرض أقوال علماء المالكية فی عدد الذين تتقرى بهم القرية : وقد حصل من هذا صحة ما صدرت منی بها فتيا وهی :أن من شرط إقامة الجمعة أن تكون القرية بها ثلاثون رجلا فإن حضروا فبها ونعمت، وإلا صلوا ظهرا فإن صلوا جمعة أجزأتهم، إن كانوا اثنی عشر رجلا فأكثر، فأجزت الصلاة مراعاة لقول ابن العربی وغيره -فی هذا المجال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۳، ص ۱۶۲ ، مادة ”قرية“)

وقال المالكية :كونها فی موضع الاستيطان، وهو إما بلد أو قرية، مبنية بأحجار ونحوها، أو بأخصاص من قصب أو أعواد شجر، لا خيم من شعر أو قماش؛ لأن الغالب على أهلها الارتحال، فأشبهوا المسافرين .وهذا شرط صحة ووجوب عند المالكية؛ لأن الصحيح عندهم أن الشروط الأربعة وهی الإمام والجماعة والمسجد وموضع الاستيطان هی شروط وجوب وصحة معاً، ولا بد أن تستغنی القرية بأهلها عادة، بالأمن على أنفسهم، والاكتفاء فی معاشهم عن غيرهم .ولا يحدون بحد كمئة أو أقل أو أكثر (الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج ۲ ص ۱۲۹۴ ، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

وقال المالكية :يشترط حضور اثنی عشر رجلا للصلاة والخطبة، لما روى عن جابر أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يخطب قائما يوم الجمعة، فجاء ت عير (إبل تحمل التجارة) من الشام، فانفتل الناس إليها، حتى لم يبق إلا اثنا عشر رجلا، فأنزلت هذه الآية التی فی الجمعة :(وإذا رأوا تجارة أو لهوا، انفضوا إليها، وتركوک قائما)

ويشترط لهذا الشرط شرطان أيضا:

الأول۔ أن يكون العدد من أهل البلد، فلا تصح من المقيمين به لنحو تجارة، إذا لم يحضرها العدد المذكور من المستوطنين بالبلد.

الثانی۔ أن يكونوا باقين مع الإمام من أول الخطبة حتى السلام من صلاتها، فلو فسدت صلاة واحد منهم، ولو بعد سلام الإمام، بطلت الجمعة، أی أن بقاء الجماعة إلى كمال الصلاة شرط على المشهور(الفقه الاسلامی وادلتهٔ، ج ۲ ص ۱۲۹۶ ، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

حقیقی شہر کو تو سب ہی جانتے ہیں اور اس میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا (جیسے پاکستان میں کراچی، ملتان، لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، فیصل آباد وغیرہ، اور ہندوستان میں بمبئی، کلکتہ، دہلی، مراد آباد، لکھنؤ، امرتسر، انبالہ، سہارنپور وغیرہ)

اور حکمی شہر وہ ہے جس میں شہر کی علامات پائے جانے کی وجہ سے اس مقام کو شہر کا حکم حاصل ہو، اور اس سے مراد قصبہ، تحصیل اور بڑا گاؤں ہے جس کو عربی میں قریہ کبیرہ کہا جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... جو شخص یا جو افراد شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں میں نہ ہوں، بلکہ اس سے الگ مگر شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں کے قریب میں ہوں، مثلاً شہر یا قصبہ کے قریب کسی گاؤں یا جنگل میں، تو کیا حنفیہ کے نزدیک ان کو جمعہ کی نماز کے لیے شہر یا قصبہ میں آنا ضروری ہوگا، یا نہیں؟ اس بارے میں حنفیہ کے کئی اقوال ہیں۔

ایک قول کے مطابق اگر ان کو عام حالات میں شہر یا قصبہ کی جمعہ کی اذان کی آواز سنائی دیتی ہو، تو ان پر نمازِ جمعہ کے لیے آنا واجب ہوگا، اور بعض حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔ [2]

---

[1] وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق (ردالمحتار، ج۲ص ۱۳۸، باب الجمعة)

والخلاصة: لا بد لإقامة الجمعة عند الجمهور من كونها في مدينة أو قرية، ولابد أن تكون القرية كبيرة عند الحنفية، فلا تجب على سكان القرى الصغيرة، أي لا بد من المصر عندهم، أما عند غيرهم فلا يشترط المصر، والقرية والبلد سواء (الفقه الاسلامي وادلتهٗ للزحيلي، ج۲ص، ۱۲۹۵، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس)

امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

میں قریہ کبیرہ کے معنٰی قصبہ کے سمجھتا ہوں قرینہ اس کا یہ ہے کہ فقہاء قریہ کبیرہ کی صفت میں التی فیھا اسواق بڑھاتے ہیں گویا یہ تفسیر ہے اور یہ شان قصبہ کی ہوتی ہے اور عرف میں مصر قصبہ کو بھی کہتے ہیں (امدادالفتاویٰ ج۱ص۴۵۴)

یہ مذہب حنفی میں مصرح و متفق علیہ ہے کہ مصر شرائطِ جمعہ سے ہے اور اہلِ فتاویٰ نے قصبات و قریٰ کبیرہ کو حکمِ مصر میں فرمایا ہے (امدادالفتاویٰ ج۱ص۴۱۶)

[2] اور شافعیہ اور بعض حنابلہ کا بھی یہی قول ہے، اور احادیث کے زیادہ موافق ہونے کی وجہ سے ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے کہ جب جمعہ کی اذان سنائی دے، تو جمعہ واجب ہو جائے گا، بشرطیکہ نمازِ جمعہ میں حاضری سے کوئی معتبر مثلاً بیماری، یا جمعہ کے لئے چل کر آنے میں دشواری جیسا عذر مانع نہ ہو۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ دوسرے قول کے مطابق اگر اس جگہ کا فاصلہ شہر سے ایک فرسخ (یعنی تین میل) یا اس سے کم ہو، تو جمعہ کی نماز کے لیے شہر میں آنا واجب ہوگا، اور ایک فرسخ سے زیادہ ہونے کی صورت میں واجب نہیں ہوگا، اور بعض حنفیہ کا فتویٰ اسی پر ہے۔

اور تیسرے قول کے مطابق اگر وہ جگہ اقامت کی حد میں داخل ہو (یعنی شہر کے لوگ اگر سفر کرنے کی غرض سے وہاں سے گزریں، تو انہیں قصر کرنے کا حکم نہ ہو، اور سفر سے واپسی پر وہاں کا باشندہ اس جگہ پہنچ کر مقیم شمار ہوتا ہو) تو جمعہ کی نماز کے لیے شہر میں آنا واجب ہوگا، ورنہ واجب نہیں ہوگا، بعض حنفی حضرات مثلاً علامہ شامی نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

اور چوتھے قول کے مطابق اگر شہر میں جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کی طرف بغیر کلفت ومشقت کے لوٹ سکتا ہو، تو جمعہ کی نماز کے لیے شہر میں جانا واجب ہوگا، ورنہ واجب نہیں ہوگا، بعض حنفی حضرات مثلاً صاحبِ بدائع اور صاحبِ بحر نے اس کو پسند اور اختیار کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقالت طائفةٌ :المعتبر :إمكان سماع النداء ، فمن كان مو موضع الجمعة بحيث يمكنه سماع النداء لزمه، وإلا فلا .هذا قول الشافعي وأحمد وإسحاق.

واستدلوا :بظاهر قول الله تعالى :(إِذَا نُودِيَ لِلصَّلاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ)

وروى عن عبد الله بن عمرو بن العاص وسعيد بن المسيب وعمرو بن شعيب.

وروى عن أبى أمامة الباهلى -معناه.

وخَّرج أبو داود من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص، عن النبى -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :- (الجمعة على من سمع النداء).

وروى موقوفاً، وهو أشبه (فتح البارى لابن رجب، ج٨، ص١٥٨، باب من أين تؤتى الجمعة، وعلى من تجبُ؟)

[1] دوسرا قول جس میں زیادہ سے زیادہ ایک فرسخ کے فاصلہ کا اعتبار کیا گیا ہے، وہ غالباً اس تجربہ پر مبنی ہے کہ اتنے فاصلہ پر شہر کی اذان کی آواز سنائی دیتی ہے، اس صورت میں یہ قول پہلے قول پر ہی متفرع ہوگا، واللہ اعلم۔

اختلفوا في المنفصل عن المصر على أقوال، منها:

الأول :إن كان يسمع النداء تجب عليه الجمعة عند محمد -رضى الله عنه -، في الملتقى وبه يفتي. الثاني :إن من كان بينه وبين المصر فرسخ تجب عليه الجمعة، وفي الذخيرة والتاتارخانية: وهو المختار وعليه الفتوى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۹ ...... نمازِ جمعہ قائم کرنے کے اعتبار سے حنفیہ کے نزدیک مصر یعنی شہر کون سی آبادی کہلاتی ہے، جہاں کہ جمعہ جائز ہے؟

اس بارے میں حنفیہ کے کئی اقوال ہیں:

ایک قول کے مطابق جس آبادی میں دین ودنیا کے مختلف شعبوں کے لوگ آباد ہوں، وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے۔

دوسرے قول کے مطابق جس آبادی کے لوگ اپنی قوت اور شوکت کے لحاظ سے اپنے دشمنوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثالث :، إن كان داخل حد الإقامة تجب عليه الجمعة، أى الذى من فارقه يصير مسافرا، وإذا وصل إليه يصير مقيما، وهو قول أبى يوسف -رضى الله عنه -، وقال فى معراج الدراية :إنه أصح ما قيل فيه، وصححه صاحب مواهب الرحمن واختاره ابن عابدين فى رد المحتار وقال :هو ظاهر المتون.

الرابع :إن كان عوده إلى بيته بلا كلفة تجب عليه، استحسنه صاحب البدائع ورجحه صاحب البحر(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج۳،ص ۴۶،كتاب الصلاة،باب صلاةالجمعة)

وأما المنفصل عنه فإن كان يسمع النداء تجب عليه عند محمد وبه يفتى كذا فى الملتقى، وقدمنا عن الولوالجية تقديره بفرسخ ورجح فى البحر اعتبار عوده لبيته بلا كلفة (الدرالمختارمع ردالمحتار، ج۲ص ۱۵۴، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

(ومن هو خارج المصر) منفصلا عنه (إن كان يسمع النداء) من المنادى بأعلى صوت (تجب عليه الجمعة (عند محمد وبه يفتى) فيه مخالفة لأنه صرح صاحب الفتح وغيره بأن هذا رواية عن أبى يوسف إلا أن يحمل على اختلاف الروايتين وعن أبى يوسف أنها تجب فى ثلاثة فراسخ.

وقال بعضهم :قدر ميل وقيل :قدر ميلين وقيل :ستة.

وفى الولوالجى أن المختار للفتوى قدر الفرسخ لأنه أسهل على العامة وهو ثلاثة أميال وقيل :إن أمكنه أن يحضر الجمعة ويبيت بأهله من غير تكلف تجب عليه الجمعة وإلا فلا قال فى البدائع وهو أحسن.وفى البحر وكان أولى لأنه الأحوط(مجمع الانهر،ج ۱ ص ۱۶۹، ۱۷۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

ومن كان من مكان من توابع المصر فحكمه حكم أهل المصر فى وجوب الجمعة عليه بأن يأتى لمصر فليصلها فيه .واختلفوا فيه؛ فعن أبى يوسف إن كان الموضع يسمع النداء فيه من المصر فهو من توابعه وإلا فلا، وعنه كل قرية متصلة بربض المصر، وغير المتصلة لا، وعنه أنها تجب فى ثلاثة فراسخ، وقال بعضهم قدر ميل، وقيل قدر ميلين، وقيل ستة أميال .وعن مالك ستة، وقيل إن أمكنه أن يحضر الجمعة ويبيت بأهله من غير تكلف تجب عليه الجمعة وإلا فلا .قال فى البدائع :وهذا حسن(فتح القدير، ج۲،ص ۵۴،باب صلاة الجمعة)

کی مدافعت پر قادر ہوں،، وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے۔
تیسرے قول کے مطابق جس آبادی کا رقبہ اتنا ہو کہ جتنے رقبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ قائم فرمایا (جیسا کہ ابتدائی نبوی دور کا مدینہ شہر) وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے۔
چوتھے قول کے مطابق جس آبادی کو لوگ اپنے عرف وعادت میں شہر سمجھیں، وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے۔
پانچویں قول کے مطابق جس جگہ جمعہ کی نماز کے مکلّف لوگ اتنی تعداد میں آباد ہوں کہ وہ سب وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سَما سکیں، وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے (آخری زمانہ کے بعض مشائخِ حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے)
چھٹے قول کے مطابق جس آبادی میں مختلف قبیلے وجماعتیں آباد ہوں، اور بازار اور گلیاں ومحلے ہوں، وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے۔
ساتویں قول کے مطابق جس مقام کی آبادی دس ہزار لوگوں کے لگ بھگ ہو، وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے۔
آٹھویں قول کے مطابق جس آبادی میں قاضی وحاکم ہو، جو اسلامی سزاؤں کو قائم ونافذ کرتا ہو، یا اس کی قدرت رکھتا ہو، وہاں نمازِ جمعہ جائز ہے۔
اور اس آخری قول کو حنفیہ کا ظاہرِ مذہب یا ظاہرُ الروایۃ قرار دیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] وإذا ثبت أن المصر شرط لإقامة الجمعة نحتاج إلى بيان حد المصر الذى تقام فيه الجمعة، وقد تكلموا فيه على أقوال :روى عن أبى حنيفة رحمه الله :أن المصر الجامع ما يجتمع فيه مرافق أهلها دينا ودنيا، وعن أبى يوسف رحمه الله ثلاث روايات، فى رواية قال :كل موضع فيه منبر وقاضى ينفذ الأحكام ويقيم الحدود فهو مصر جامع، وهو رواية عن أبى حنيفة رحمه الله، وفى رواية أخرى عنه كل موضع أهلها بحيث لو اجتمعوا فى أكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك فهو مصر جامع، وفى رواية أخرى قال :كل موضع يسكن فيه عشرة آلاف نفر، فهو مصر جامع.
ومن العلماء من قال :المصر الجامع ما يعيش فيه كل صانع لصنعته، ولا يحتاج إلى العود من صنعة إلى صنعة، وعن محمد رحمه الله أنه قال :كل موضع مصر للإمام فهو مصر حتى أن الإمام إذا بعث إلى قرية نائبا لإقامة الحدود فيهم وقاضيا يقضى بينهم صار ذلك الموضع مصرا، وإذا عزله ودعاه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۰...... لوگوں کی طرف سے دین کے احکام میں سستی اور غفلت اور جمعہ کی اہمیت اور اس کے ساتھ مسلمانوں کی دینی وابستگی کے پیشِ نظر بہت سے متاخرینِ حنفیہ کا فتویٰ اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى نفسه عادت قرية كما كانت، وقال بعض العلماء :كل مصر بلغت مساحته مصرا جمع فيه رسول الله عليه السلام، فهو مصر جامع.

ومن العلماء من قال :كل موضع كان لأهله من القوة والشوكة، ما لو توجه إليهم عدو دفعوه عن نفسهم، فهو مصر جامع.

وقال سفيان الثورى رحمه الله :المصر الجامع ما يعده الناس مصرا عند ذكر الأمصار المطلقة كبخارى أو سمرقند، فعلى هذا القول لا يجوز إقامة الجمعة بكرمينة وكثانية.

قال شمس الأئمة السرخسى رحمه الله :وظاهر المذهب أن المصر الجامع أن يكون فيه جماعات الناس، وجامع وأسواق للتجارات وسلطان أو قاضي يقيم الحدود، وينفذ الأحكام، ويكون فيه مفتى إذا لم يكن الوالى أو السلطان مفتيا(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج۲،ص۶۶، كتاب الصلاة،الفصل الخامس والعشرون فى صلاة الجمعة)

أما المصر الجامع فقد اختلفت الأقاويل فى تحديده ذكر الكرخى أن المصر الجامع ما أقيمت فيه الحدود ونفذت فيه الأحكام، وعن أبى يوسف روايات ذكر فى الإملاء كل مصر فيه منبر وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود فهو مصر جامع تجب على أهله الجمعة، وفى رواية قال :إذا اجتمع فى قرية من لا يسعهم مسجد واحد بنى لهم الإمام جامعا ونصب لهم من يصلى بهم الجمعة، وفى رواية لو كان فى القرية عشرة آلاف أو أكثر أمرتهم بإقامة الجمعة فيها، وقال بعض أصحابنا :المصر الجامع ما يتعيش فيه كل محترف بحرفته من سنة إلى سنة من غير أن يحتاج إلى الانتقال إلى حرفة أخرى، وعن أبى عبد الله البلخى أنه قال :أحسن ما قيل فيه إذا كانوا بحال لو اجتمعوا فى أكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا إلى بناء مسجد الجمعة فهذا مصر تقام فيه الجمعة، وقال سفيان الثورى :المصر الجامع ما يعده الناس مصرا عند ذكر الأمصار المطلقة، وسئل أبو القاسم الصفار عن حد المصر الذى تجوز فيه الجمعة فقال :أن تكون لهم منعة لو جاء هم عدو قدروا على دفعه فحينئذ جاز أن يمصر وتمصره أن ينصب فيه حاكم عدل يجرى فيه حكما من الأحكام، وهو أن يتقدم إليه خصمان فيحكم بينهما.

وروى عن أبى حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمه وعلمه أو علم غيره والناس يرجعون إليه فى الحوادث وهو الأصح(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۱،ص۲۵۹، كتاب الصلاةفصل بيان شرائط الجمعة)

وظاهر المذهب فى بيان حد المصر الجامع أن يكون فيه سلطان أو قاض لإقامة الحدود وتنفيذ الأحكام .وقد قال بعض مشايخنا رحمهم الله تعالى أن يتمكن كل صانع أن يعيش بصنعته فيه ولا يحتاج فيه إلى التحول إلى صنعة أخرى وقال ابن شجاع -رضى الله تعالى عنه -أحسن ما قيل فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پر ہے کہ جس جگہ جمعہ کی نماز کے مکلّف لوگ اتنی تعداد میں آباد ہوں کہ وہ سب وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سَما سکیں، وہاں جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز ہے، خواہ وہ قریہ اور گاؤں ہی کیوں نہ کہلاتا ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إن أهلها بحيث لو اجتمعوا فى أكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا إلى بناء مسجد الجمعة فهذا مصر جامع تقام فيه الجمعة (المبسوط للسرخسى، ج ۲،ص ۲۳،باب صلاة الجمعة)

کفایت المفتی میں ہے کہ:

گاؤں میں (جس پر مصر کی کوئی تعریف صادق آتی ہو) جمعہ پڑھنے والوں کو غیر مقلد نہیں کہا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ ان کے فعل کو مرجوح کہا جاسکتا ہے، چونکہ ایسے گاؤں کے مصر ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، اس لئے جمعہ پڑھنے والے اور ظہر پڑھنے والے دونوں مأوّل ہیں، کوئی دوسرے کی تضلیل یا تفسیق نہیں کرسکتا، ہاں ہر ایک اپنے فعل کو راجح اور دوسرے فعل کو مرجوح ثابت کرنا چاہے، تو کرسکتا ہے، نفسانیت امرِ مخفی ہے، اس کا الزام کوئی دوسرے پر نہیں لگا سکتا (کفایت المفتی مدلل ومکمل، ج۳ص۲۲۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

۱ البلد:أى كونها فى مصر جامع، أو فى مصلى المصر عند الحنفية :وهو كل موضع له أمير وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود، هذا فى مشهور المذهب الحنفى، لكن المفتى به عند أكثر الحنفية، أن المصر كما قدمنا :هو ما لا يسع أكبر مساجدها أهلها المكلفين بالجمعة .وهذا شرط وجوب وصحة، فلا يصح أداء الجمعة إلا فى المصر وتوابعه، ولا تجب على أهل القرى التى ليست من توابع المصر، ولا يصح أداء الجمعة فيها(الفقه الاسلامى وادلتۂ، ج۲ص ۱۲۹۴، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

(ويشترط لصحتها) سبعة أشياء :

الأول :(المصر وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها) وعليه فتوى أكثر الفقهاء مجتبى لظهور التوانى فى الأحكام وظاهر المذهب أنه كل موضع له أمير وقاض يقدر على إقامة الحدود كما حررناه فيما علقناه على الملتقى.

وفى القهستانى :إذن الحاكم ببناء الجامع فى الرستاق إذن بالجمعة اتفاقا على ما قاله السرخسى وإذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه فليحفظ(الدر المختار)

(قوله ما لا يسع إلخ)هذا يصدق على كثير من القرى ط (قوله المكلفين بها) احترز به عن أصحاب الأعذار مثل النساء والصبيان والمسافرين ط عن القهستانى (قوله وعليه فتوى أكثر الفقهاء إلخ) وقال أبو شجاع :هذا أحسن ما قيل فيه .وفى الولوالجية وهو صحيح بحر، وعليه مشى فى الوقاية ومتن المختار وشرحه وقدمه فى متن الدرر على القول الآخر وظاهره ترجيحه وأيده صدر الشريعة بقوله لظهور التوانى فى أحكام الشرع سيما فى إقامة الحدود فى الأمصار (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۱۳۸ ،باب الجمعة) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس اگر مذکورہ نوعیت والے مقام پر نمازِ جمعہ کو قائم کیا جائے، تو بعض حنفیہ کے فتویٰ کے مطابق وہاں جمعہ کی نماز درست اور اداء ہوجاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا تقام إلا في المصر (ف) أو مصلاه، والمصر ما لو اجتمع أهله في أكبر مساجده لم يسعهم(المختارمع الاختيار لتعليل المختار، ج ا ،ص ۸۲،باب صلاة الجمعة)

(ولا تقام إلا في المصر) لما روينا .(أو مصلاه) لأنه في حكمه.

(والمصر ما لو اجتمع أهله في أكبر مساجده لم يسعهم) روى ذلك عن أبي يوسف .قال محمد بن شجاع الثلجي :هذا أحسن ما قيل فيه (الاختيار لتعليل المختار، ج ا ،ص ۸۲،باب صلاة الجمعة)

(وما لا يسع أكبر مساجده أهله) الذي يجب عليهم الجمعة (مصر) روى ذلك عن أبي يوسف . وفيه إشكال، حيث لم يصدق على المساجد الثلاثة، اللهم إلا أن يقال :إنها مستثناة معلومة من الشريعة، أو يقال :هذا إذا كانت المساجد متعددة، ولا تعدد في مكة والمدينة والقدس .وعنه :كل موضع له أمير وقاض ينفذ الأحكام، ويقيم حدود الإسلام .قال في الهداية :وهو الظاهر۔أي من المذهب۔وعليه أكثر الفقهاء ، واختاره الكرخي.

وعن أبي حنيفة :كل بلد لها سكك، وأسواق، ووال لدفع المظالم، وعالم يرجع إليه في الحوادث. قيل :هو الأصح .واختار الثلجي الأول لظهور التواني في أحكام الشرع، لا سيما في إقامة الحدود . وقال محمد :هو كل موضع مصره الإمام بإرسال نائب لإقامة الحدود والقصاص، حتى إذا عزله يلحق بالقرى(شرح النقاية،لعلي بن سلطان محمد القاري الحنفي، ج ا ،ص ۴۸۵)

اختلفوا في تفسير المصر:فعند البعض:هو موضع له أميروقاض ينفذ الأحكام، ويقيم الحدود . وعند البعض :هو موضع إذا اجتمع أهله في أكبر مساجده لم يسعهم، فاختار المصنف هذا القول، فقال :(وما لا يسع أكبر مساجده أهله مصر)

وإنما اختار هذا دون التفسير الأول؛ لظهور التواني في أحكام الشرع لاسيما إقامة الحدود في الأمصار(شرح الوقاية، ج۳ص ۱۵،باب صلاة الجمعة)

[1] کفایت المفتی میں ہے کہ:

اگر آپ کے موضع میں عرصے سے جمعہ جاری ہے، اور متعدد مساجد یعنی دو یا دو سے زائد مسجدیں ہوں، اور ان میں سے بڑی مسجد میں موضع کے مکلّف بالجمعہ اشخاص نہ سَما سکیں، تو وہاں جمعہ پڑھتے رہنے میں مضائقہ نہیں، اور فرض ظہر ذمہ سے ساقط ہوجائے گا، شرح وقایہ کی یہ تعریف قابلِ عمل ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ، ۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ ، 31 جنوری 1934ء (کفایت المفتی مدلل ومکمل، ج۳ص۲۳۲، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

شرطیتِ مصر میں فقہاء نے بہت تنزل کرلیا ہے، حتیٰ کہ ”مالایسع اکثر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا“ تک اتر آئے، اوراس تعریف پر خالص کافر حکومت کے شہر مثلاً لندن وغیرہ بھی مصر میں داخل ہوجاتے ہیں، نیز بہت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حنفیہ کی تصریح ہے کہ یہ تعریف بہت سے گاؤں پر بھی صادق آتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سے دیہات بھی مصر میں شامل ہوجاتے ہیں، ۱۸، ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ (ایضاً، ج۳ص ۲۳۹، ۲۴۰)

''مالایسع اکبر مساجدہ'' پر بہت سے مشائخِ حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے، تنفیذِ احکام واقامتِ حدود والی تعریف آج کل کسی شہر پر صادق نہیں ہے، اور قدرت علی التنفیذ کی تاویل بھی اقامتِ حدود میں صحیح نہیں، کیونکہ حدودِ شرعیہ قانونِ مروجہ کے ماتحت ممتنع الاقامت ہیں، کوئی حاکم حتی کہ ویسرائے بھی رجم پر قدرت نہیں رکھتا، قطع ید پر قدرت نہیں رکھتا، اس لئے اس کو جوازِ جمعہ کے لئے مدارِ حکم ٹھہرانا کسی بھی طرح درست نہیں، ۲۶، شوال ۱۳۵۵ھ (ایضاً، ج۳ص ۲۴۵)

''مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ'' اس تعریف پر بہت سے مشائخ نے فتویٰ دیا ہے، اور امام اعظم کی روایت پر بالاتفاق عمل متروک ہے، کیونکہ اجراءِ احکام اور تنفیذِ حدود تو بہت سے ممالکِ اسلامیہ میں نہیں، چہ جائیکہ ہندوستان میں، نیز فقہاء کی اس تصریح نے کہ دارالحرب میں بھی جمعہ ادا ہوسکتا ہے ''**بلاد علیها ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد فیها**'' مصر کی تعریف میں اجراءِ احکام وتنفیذِ حدود کی شرط کو نظر انداز کردیا، اسی طرح باقی شروط بھی مالایسع والی تعریف میں نظر انداز کردی گئیں، اور اس پر بہت سے مشائخ نے فتویٰ دے دیا ہے، اور آج کل اقامتِ جمعہ بہت سے مصالحِ عظیمہ اسلامیہ کی وجہ سے اہم ہے، اس لئے بھی اور اس نظریے سے بھی کہ جمعہ قدیمہ کو بند کرنا بہت سے فتنہ ہائے شدیدہ کا موجب ہے، مالایسع والی روایت پر عمل کرنا لازم ہے، ۲۳ رجب ۱۳۵۶ھ (ایضاً، ج۳ص ۲۴۶، ۲۴۷)

[1] کفایت المفتی میں ہے کہ:

یہ صحیح ہے کہ حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ نمازِ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے، گاؤں میں نمازِ جمعہ نہیں ہوتی، لیکن مصر کی تعریف میں جو تدریجی تنزل فقہاء ومشائخِ حنفیہ کرتے رہے ہیں، وہ بھی ہمارے سامنے ہے، پہلے ظاہرِ روایت کی بناء پر مصر کی تعریف یہ تھی کہ مصر وہ مقام ہے کہ جہاں امیرِ اسلام ہو، اور حدودِ شرعیہ کی تنفیذ اور احکامِ اسلام کا اجراء ہو، ظاہر ہے کہ اگر اس تعریف کا اعتبار کیا جائے، تو آج دہلی، لاہور اور ہندوستان کے کسی بڑے سے بڑے شہر میں بھی جمعہ جائز نہیں، کیونکہ اس تعریف کے بموجب کوئی شہر مصر نہیں، اس لئے فقہائے کرام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دوسری تعریف ''**مالایسع اکبر مساجده اهله المکلفین بها**'' کو معتبر اور معمول اور مفتیٰ بہ بنالیا، اور فقہاء کا خود اقرار ہے کہ یہ تعریف بہت سے قریٰ پر صادق آتی ہے ''**ویصدق علی کثیر من القریٰ**'' (ردالمحتار) پس اگر مسئول عنہ موضع پر یہ تعریف صادق آتی ہو کہ اس میں کم از کم دو مسجدیں ہوں، اور ان میں سے بڑی مسجد میں موضع کے مکلفین بالجمعہ نہ سماسکیں، تو اس میں مذہبِ حنفی مفتیٰ بہ کے موافق نمازِ جمعہ جائز ہے، اور امام ابو حنیفہ کے قول اور ان سے جو تعریفِ مصر مروی ہے، اس کے موافق تو دہلی، لاہور میں بھی جائز نہیں، ۲۰ صفر ۱۳۶۱ھ (ایضاً، ج۳ص ۲۵۲)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک موجودہ دور میں لوگوں کے دین کی حفاظت کے لئے اس تعریف کے مطابق جمعہ کے جواز کی گنجائش دی جانی چاہئے، اور ایسے مقام پر قائم ہونے والی نمازِ جمعہ کو بعض حنفی اہلِ علم حضرات کا باطل اور ظہر کے فریضہ کا تارک قرار دینا اور اس میں تشدد اور سختی اختیار کرنا ہمارے نزدیک راجح نہیں ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ہمارے فقہائے حنفیہ نے اقامتِ جمعہ کو اس قدر اہم لکھا ہے کہ ظاہرِ روایت کی تمام شرائط کا گلا گھونٹ کے ان کو کالعدم بنا دیا، شرطیتِ مصر یقیناً متفق علیہ ہے، یعنی متون اس پر متفق ہیں، لیکن مصر کی تعریف ظاہر الروایۃ میں یہ تھی کہ وہاں امیر وقاضی ہو، جو تنفیذِ احکام واقامتِ حدود کرتا ہو، لیکن اسلامی زمانے میں ہی تنفیذِ احکام واقامتِ حدود میں سستی واقع ہوئی، تو انہوں یہ دیکھ کر کہ جمعہ بند ہو جائے گا، فوراً ''ینفذ ویقیم'' کی جگہ ''یقدر علی التنفیذ والاقامۃ'' کر دیا، اور جب بلادِ اسلامیہ پر کفار کی حکومت ہوگئی، تو انہوں نے ''بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد فیہا'' کہہ دیا، یعنی ظاہر روایت کی تعریف کے بموجب وہاں مصریت باطل ہو جانے کے بعد بھی جمعہ قائم رکھا، اسی طرح سلطان کی قید وشرط کا گلا گھونٹ دیا، اور سب سے آخر میں ''مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ'' کہہ کر اور بلادِ محکومہ کفار میں اجازت دے کر دونوں شرطوں کو عملاً باطل کر دیا، اس کے علاوہ شرطیتِ مصر، وجوبِ جمعہ کے لئے تو صحیح، لیکن جواز کے لئے بھی ہو، یہ میں نہیں سمجھ سکا (ایضاً، ج ۳ ص ۲۵۳، ۲۵۴)

جس قصبہ میں تین مسجدیں ہوں، اور بڑی مسجد میں وہاں کے مکلّف بالجمعہ اشخاص نہ سما سکیں، تو وہاں جمعہ پڑھا جائے (ایضاً، ج ۳ ص ۲۵۵)

اس بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے، حنفیہ کے مذہب میں بھی اس کی گنجائش ہے، کیونکہ حدِ مصر میں ''مالایسع اکبر مساجدہ'' پر بہت سے فقہائے حنفیہ نے فتویٰ دیا ہوا ہے (ایضاً، ج ۳ ص ۲۵۷)

جس جگہ کم از کم دو مسجدیں ہوں، اور ان میں سے بڑی مسجد میں وہاں کے مسلمان مکلّف بالجمعہ نہ سما سکیں، وہ شہر کا حکم رکھتی ہے (ایضاً، ج ۳ ص ۲۵۷)

ہاں یہ تعریف بھی ''مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا'' بہت سے فقہائے عظام کے نزدیک معتبر اور مفتیٰ بہ ہے، اس لئے اس کے موافق عمل کرنے بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے (ایضاً، ج ۳ ص ۲۵۸)

ل مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شہر (مصر) سے کیا مراد ہے؟ یہ حدیث میں متعین نہیں، فقہاء نے اپنے ذوق ومزاج اور اپنے عہد کے عرف کو ملحوظ رکھتے ہوئے مصر کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس میں خاصا اختلاف ہے، فقہاء کے نزدیک شہر کا جو مفہوم راجح ہے، وہ یہ ہے کہ اگر اس جگہ کے تمام لوگ وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں، تو مسجد ناکافی ہو جائے، اور یہ شہر کا ایسا مفہوم ہے کہ اس کے اعتبار سے شہر کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے، اور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۱...... بعض مشائخِ حنفیہ نے مصراور شہر کی حقیقت کا دارومدار کسی خاص علامت پر رکھنے کے بجائے فرمایا کہ کسی آبادی کے شہراوراس کے برعکس گاؤں ہونے کا دارومدار عرف ورواج پر موقوف ہوتا ہے، اور عرف ورواج میں جس آبادی کو شہر سمجھا و کہا اور قرار دیا جائے، اس کو شہر کا حکم حاصل ہوتا ہے، اور وہاں نمازِ جمعہ جائز ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۲...... بعض متاخرین مشائخِ حنفیہ نے آج کل کے عرف میں شہر کی دو بنیادی علامات ایسی قرار دی ہیں جن کی بنیاد پر کسی آبادی کو جمعہ کی نماز جائز ہونے کے اعتبار سے بلا شک وشبہ شہر کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ اس میں آبادی کی کثرت ہو، جس کی کل (مسلم وغیر مسلم، عورتوں اور مرد حضرات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ضرورت اس وقت یہی ہے کہ شہر کا ایسا مفہوم متعین ہو کہ زیادہ سے زیادہ مقامات پر نمازِ جمعہ کی گنجائش نکل آئے، کیوں کہ جمعہ نہ صرف ایک عبادت ہے، بلکہ یہ تذکیر وموعظت کا بھی بہترین موقعہ ہے، اور بعض علاقوں میں جمعہ ہی کی وجہ سے اسلام سے اپنی وابستگی محسوس کرتے ہیں (کتاب الفتاویٰ، تیسرا حصہ، ص ۳۷، نماز سے متعلق سوالات، مطبوعہ: زمزم پبلشرز، کراچی، سنِ طباعت: جنوری 2008ء)

[1] چنانچہ امدادُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

جو عرفاً شہر کہا جاوے وہ شہر ہے اور وجودِ قضاۃ (یعنی قاضیوں کا موجود ہونا) وغیرہ سب امارات (وعلامات) ہیں (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۷۳)

حسنُ العزیز میں ہے کہ:

مصر کی تعریفات ہر زمانہ میں وہ لوگوں نے کی ہیں، جن سے اس کی شناخت ہو جائے؛ کوئی تعریف جامع نہیں ہے، رسوم اور امارات (یعنی نشانیاں) ہیں، اور اصل مدار عرف پر ہے، پس کسی خاص امارت (نشانی وعلامت) کا کسی بلد (یعنی شہر) میں نہ پایا جانا مضر نہیں اور نہ ان تعریفات میں باہم تعارض (وٹکراؤ) ہے (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۵۹، ۶۰، ملفوظاتِ حکیم الامت جلد ۲۰)

احسنُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

جن الفاظ کے شریعت نے خود کوئی مخصوص معنٰی متعین نہیں کیے وہ اصل لغت اور عرفِ عام پر ہی محمول ہوتے ہیں، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفِ عام سے الگ مصر کے کوئی خاص معنٰی متعین نہیں فرمائے اس لئے یہ لفظ عرفِ عام پر ہی رہے گا، حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے زمانہ میں مصر کی علامات کے مطابق مختلف تعریفیں بیان فرمائی ہیں اس لئے نہ ان تعریفوں میں کوئی تضاد ہے اور نہ ہی ان کے وجود وعدم پر مصریت کا مدار (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۸۷)

کی) مردم شماری کی مقدار تین چار ہزار کے لگ بھگ ہو۔
اور دوسرے یہ کہ اس میں بازار ہو، جس میں روزمرہ کی ضروریات بآسانی دستیاب ہوں۔
البتہ بعض حضرات نے مستقل بازار کے بجائے دوکانوں میں روزمرہ کی ضروریات کا بآسانی مہیا ہونا کافی قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ امداد الفتاویٰ میں فارسی زبان میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

آرے نظر بر عرف واصطلاح حکماء وحکام تمدن ایں ملک کہ آبادی چہار ہزار مردم را قصبہ می شمارند مع نظر بہ قول فقہاء التی فیھا اسواق درتعریف قریہ کبیرہ کہ صالح اقامتِ جمعہ است معمول خود درفتویٰ چنین کردہ ام کہ ہر جا کہ ہر دو شرط یافتہ شود اجازتِ اقامتِ جمعہ میدہم وزیادہ ازیں تحقیق نیست۔ ۲۷/ شوال ۱۳۲۷ھ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۵۲)

"ہماری نظر اس پر ہے کہ اس ملک کے عرف اور عقلاء اور حکام کی اصطلاح یہ ہے کہ چار ہزار لوگوں کی آبادی کو قصبہ شمار کرتے ہیں، اور فقہاء کے اس قول پر بھی نظر ہے کہ شہر وہ ہے جس میں بازار ہوں، اس قریہ کبیرہ (قصبہ) کی تعریف کے مطابق میرا فتویٰ دینے کا معمول یہ ہے کہ ایسا مقام جمعہ کے قائم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، پس ہر وہ جگہ کہ جس میں یہ دو شرطیں پائی جائیں، جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور اس سے زیادہ ہمیں تحقیق نہیں"

اور ایک مقام پر ہے کہ:

اور کبیرہ وصغیرہ میں مابہ الفرق اگر آبادی کی مقدار لی جاوے تو اس کا مدار عرف پر ہوگا، اور عرف کے تتبع سے معلوم ہوا کہ حکامِ وقت جو کہ حکمائے تمدن بھی ہیں، چار ہزار کی آبادی کو قصبہ میں شمار کرتے ہیں، اور چار ہزار کے قریب بوجہ معتبر نہ ہونے کے کسر کے حکم میں چار ہزار کے ہے (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۸۱)

امداد المفتین میں ہے کہ:

اور تعریفِ مشہور بڑے گاؤں کی یہ ہے کہ جس میں بازار اور گلی کوچے ہوں اور تمام ضروریات ہمیشہ وہاں ملتی ہوں (امداد المفتین، ص ۳۹۵)

فتاویٰ دار العلوم میں ہے کہ:

شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں دو چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں وہاں جمعہ واجب ہے اور اداء ہوتا ہے (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۷۸)

فتاویٰ مظاہر العلوم میں ہے کہ:

آپ کو مولوی صاحب نے چار ہزار مردم شماری کو جو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے اکثر اس قدر مردم شماری قصبہ جات میں ہوتی ہے (فتاویٰ مظاہر العلوم ج ۱ ص ۱۱۸)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

بڑا گاؤں وہ ہے جس میں گلی کوچے ہوں، بازار ہو روزمرہ کی ضروریات ملتی ہوں، تین چار ہزار کی آبادی ہو (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد ۸ صفحہ ۱۴۵)

لیکن اگر کسی علاقے کے خاص ماحول ومعاشرے اورعرف ورواج کے باعث ان دو چیزوں کے بغیر بھی اس علاقہ کے عرف میں کسی آبادی کو شہر سمجھا جاتا ہو، مثلاً اس کی آبادی اس علاقہ کے عام گاؤں، دیہاتوں سے زیادہ ہو، نیز وہاں اصطلاحی بازار (مسلسل دورویہ دوکانوں کا سلسلہ) اور دوکانوں کی کثرت نہ ہو، مگر اردگرد کی آبادیوں کے لئے وہ آبادی مرکزی آبادی کی حیثیت رکھتی ہو، تو بھی اس میں جمعہ جائز ہوگا، کیونکہ زمان ومقام کے اعتبار سے عرف مختلف ہوسکتا ہے، اور ہر علاقہ کا اپنا عرف معتبر ہوتا ہے۔ [۱]

---

[۱] العرف يتغير مرة بعد مرة فلو حدث عرف آخر لم يقع في الزمان السابق فهل يسوغ للمفتي مخالفة المنصوص واتباع العرف الحادث؟ قلت نعم......لكن بعد ان يكون المفتي لمن له رأى ونظر صحيح ومعرفة بقواعد الشرع حتى يميز بين العرف الذى يجوز بناء الاحكام عليه وبين غيره (شرح عقود رسم المفتي مشموله مجموعة رسائل ابنِ عابدين ج ۱ ص ۴۵)

وحاصلهٗ ان حكم العرف يثبت علىٰ اهلهٖ عاماًاو خاصاًفالعرف العام في سائر البلاد يثبت حكمهٗ علىٰ اهل سائر البلاد والخاص في بلدة واحدة يثبت حكمهٗ علىٰ تلك البلدفقط (مجموعة رسائل ابنِ عابدين جلد ۲ ص ۱۳۲، رسالة "نشر العرف في بناء بعض الاحكام على العرف")

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

آبادی کے اعداد پر مدار نہیں، جہاں کہیں آبادی کو بتایا گیا ہے، وہ تخمینی ہے، تعیین نہیں، اور مجموعی آبادی مراد ہے، نہ کہ صرف مسلم آبادی (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج ۸ ص ۶۰، باب صلاۃ الجمعہ، ناشر: جامعہ فاروقیہ، کراچی، سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ)

تحریرِ اکابر سے جو کچھ مستفاد ہے، وہ یہ ہے کہ ایسی بستی ہونی چاہئے، جو حوائجِ اصلیہ کے لئے جامع ہو، جس کو شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں کہا جائے، وہاں گلی کوچے ہوں، محلے ہوں، ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں، حکیم یا ڈاکٹر ہو، ڈاک خانہ ہو، حاکم یا گرام پنچایت کا انتظام ہو، ضروری پیشہ ور ہوں، آس پاس کے دیہات والے اپنی ضروریات وہاں سے پوری کرتے ہوں، محض مردم شماری پر موقوف نہیں، یہ جملہ امور پہلے تین چار ہزار کی آبادی میں موجود ہوتے تھے، اب تمدن تیزی سے بڑھ رہا ہے، اس سے کم میں بھی یہ سب چیزیں موجود ہوجاتی ہیں، اگر وہاں یہ سب چیزیں موجود ہیں، تو جمعہ صحیح درست ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج ۸ ص ۶۴، باب صلاۃ الجمعہ، ناشر: جامعہ فاروقیہ، کراچی، سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ)

مردم شماری کے لحاظ سے کوئی خاص عدد لازم نہیں، یہ علامات کچھ مدت پہلے تین چار ہزار کی آبادی میں ہوتی تھیں، اب تمدن تیزی سے ترقی کر رہا ہے، اب اس سے کم آبادی میں بھی یہ علامات جمع ہوجاتی ہیں، بعض بستیوں کی آبادی دو ہزار ہے، اس میں بھی یہ علامات موجود ہیں، بعض میں نہیں (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج ۸ ص ۸۳، باب صلاۃ الجمعہ، ناشر: جامعہ فاروقیہ، کراچی، سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ)

مسئلہ نمبر ۱۴۳ ...... اگر کوئی آبادی اس نوعیت کی ہو کہ جس کے درمیان میں کچھ خلاء وانقطاع ہو اور اس آبادی کے کسی ایک حصے میں شہر کی تعریف یا علامات موجود ہوں یا چند آبادیاں قریب قریب واقع ہوں اور اُن میں سے کسی ایک آبادی میں شہر کی تعریف یا علامات موجود ہوں، تو کیا اس تعریف یا علامات کو اس پوری آبادی کے مجموعے کے لئے معتبر قرار دیا جائے گا، یا نہیں؟

تو اس کا دارومدار بھی عُرف پر ہے، یعنی اگر وہاں کے عُرف وعادت میں یہ پوری آبادی ایک مقام شمار کی جاتی ہو، یعنی اس آبادی کے متفرق اجزاء کو ایک ہی آبادی کے مختلف محلے اور حصے قرار دیا جاتا ہو، تو اس مجموعے پر ایک آبادی کا حکم لگایا جائے گا اور مجموعی آبادی کو شمار کیا جائے گا، اگرچہ درمیان میں آبادی کا انقطاع وخلاء ہی کیوں نہ ہو۔ [1]

البتہ بعض اوقات عرف سے فیصلہ مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں اُن آبادیوں کے ظاہری اتصال کو دیکھا جائے گا، اگر دیکھنے میں ایک ہی آبادی محسوس ہو اور الگ الگ آبادیاں محسوس نہ ہوں تو تب بھی مجموعے پر ایک آبادی کا حکم لگایا جائے گا۔ [2]

---

[1] امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

اگر کوئی آبادی ایسی ہو کہ اہلِ عرف اس کے مجموعۂ اجزاء کو باوجود کسی قدر فصل کے ایک آبادی سمجھتے ہوں وہاں مجموعہ کا اعتبار کیا جائے گا لیکن صرف ایک نام ہونا کافی نہیں کیونکہ ضلع وقسمت (غالباً تحصیل) کا نام بھی ایک ہی ہوتا ہے بلکہ وحدۃ تسمیہ کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو ایک آبادی سمجھتے ہوں (امداد الفتاویٰ ج۱ص۴۱۷)

(ویجوز اقامتها فی الابنیة المتفرقة إذا شملها اسم واحد) وفیما قارب البنیان من الصحراء تجوز اقامة الجمعة المتفرقة البنیان إذا کان تفرقا جرت العادة به فی القریة الواحدة، فان کانت متفرقة فی قریة تفرقا لم تجر به العادة لم تجب علیهم الجمعة إلا أن یجتمع منها ما یسکنه اربعون فتجب بهم الجمعة ویتبعهم الباقون، ولا یشترط اتصال البنیان بعضه ببعض. وحکی عن الشافعی اشتراطه ولنا أن القریة المتقاربة البنیان قریة مبنیة بما جرت به عادة القری أشبهت المتصلة(الشرح الکبیر علی متن المقنع لابنِ قدامة الحنبلی، ج۲ ص ۱۷۲، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

[2] امدادُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

اگر ایک قریہ اتنا بڑا نہیں ہے مگر اس کے قریب دوسرا قریہ بھی ہے کہ مجموعہ دونوں کا اس سابق ایک کے مثل ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس دوسرے قریہ کو پہلے قریہ سے کیسا اتصال ہے اگر ایسا اتصال ہو کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتلا دیا جاوے کہ فلاں جگہ سے دوسرا قریہ شروع ہوا ہے تو دونوں کو ایک ہی سمجھے ایسے اتصال سے ان دونوں کو متحد سمجھا جائے گا (امداد الفتاویٰ ج۱ص۴۵۳)

مسئلہ نمبر۱۴۱...... حنفیہ کے اصل مذہب کے مطابق چھوٹے گاؤں میں جہاں حنفیہ کے کسی قول کے مطابق جمعہ کی نماز جائز نہ ہوتی ہو، وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا درست اور صحیح نہیں، اور اگر کوئی پڑھے، تو بہت سے حنفی اہلِ علم حضرات کے نزدیک اس میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں، اور اس سے ظہر کا فریضہ ذمہ سے ادا نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

(گاؤں میں) جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے اول نفل کی جماعت، دوم نوافل نہار میں جہر، سوم غیر لازم کا التزام، چہارم ترک جماعت فرض ظہر، پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر شرائطِ جوازِ جمعہ سے ہے، شرائط وجوب سے نہیں، پس یہ احتمال بھی دفع ہوگیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز تو ہو جاوے گا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جمعہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک ممنوع اور ناجائز ہے (امداد الفتاویٰ ج ۱ص ۴۳۱)

اور امداد المفتین میں ہے کہ:

گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، اور جو لوگ پڑھتے ہیں ان کے ذمہ فریضۂ ظہر باقی رہتا ہے، اگر ظہر ادا نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے، اور جمعہ ادا کرنا بھی ایسے گاؤں میں خود گناہ ہے، کیونکہ جب ظہر کی نیت نہیں اور جمعہ واجب نہیں تو یہ نماز نفل ہوگی، اور نفلوں کا جماعت سے ادا کرنا اور دن میں جہری قراءت کرنا ناجائز ہے، اور اگر کوئی جمعہ پڑھ کر بعد میں احتیاطُ الظہر پڑھے تو یہ بھی ایسے گاؤں میں بالکل ناجائز ہے کیونکہ جمعہ تو ادا نہ ہوا، اور احتیاطُ الظہر میں ظہر کی نیت مشکوک ہوتی ہے، اس لیے ظہر بھی ادا نہ ہوگی۔

البتہ اگر کوئی یقینی طور پر یہی نیت کرے کہ فرض ظہر میرے ذمہ ہیں اور میں اس کو ادا کرتا ہوں تو نمازِ ظہر درست ہو جائے گی، لیکن ظہر سے پہلے جو جمعہ پڑھا ہے، اُس کا گناہ اُس کے ذمہ باقی رہے گا، اور جبکہ جمعہ وہاں جائز نہیں تو تبلیغ عدمِ جواز کرتے رہنا ضروری ہے (امداد المفتین صفحہ ۳۹۷)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

اتنی بات تو صاف اور مسلَّم ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قریۂ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں، بلکہ روزانہ کی طرح جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز فرض ہے، اور ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے ظہر کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور جس نماز کو جمعہ سمجھ کر پڑھیں گے وہ نماز نفل ہوگی، نفل کو فرض اعتقاد کرنا اور نفل پڑھ کر یہ سمجھنا کہ فرض ادا ہوگیا اور نفل کے لیے اذان کہنا، اقامت کہنا، جماعت سے علیٰ سبیل التداعی پڑھنا، نفلِ نہاری میں قراءت بالجہر کرنا، یہ سب محظوراتِ شرعیہ لازم آئیں گے (فتاویٰ محمودیہ مبوب، جلد ۸ صفحہ ۴۲، باب صلاۃ الجمعۃ)

اور احسنُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

جمعہ فی القریٰ مذہبِ حنفی میں جائز نہیں، اور بعض قریٰ میں بالاجماع باطل ہے۔

گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کا فرض ساقط نہ ہوگا، مزید بریں مذہب سے خروج، مذہب میں تلبیس، نوافل کی جماعت، دن کے نوافل میں جہراً قراءت اور جماعتِ ظہر کے ترک کا گناہ الگ ہوگا (احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۱۸۵)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور آج کل ہندوستان و پاکستان اور دنیا کے بے شمار ممالک میں عام دیہات اور گاؤں میں جو نمازِ جمعہ پڑھی جاتی ہے، اور اس کی مختلف حکمتیں و مصلحتیں بیان کی جاتی ہیں، یا حنفی فقہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کے قول کے مطابق نمازِ جمعہ کے جائز ہونے کا حوالہ دیا جاتا ہے، تو بہت سے حنفی اہلِ علم ومشائخ حضرات نے جمعہ کے جواز پر کسی ضرورت و مصلحت کے تحت دوسرے فقہاء کے قول پر بھی فتویٰ دینے یا عمل اختیار کر لینے کی اجازت نہیں دی۔ ل

ل چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا یا تو اس وقت جائز ہے جب اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آوے اور یا موضع ضرورت میں جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جمعہ میں نہ تو کوئی ضرورت ہے اور جو مصلحتیں لکھی ہیں یہ حدِ ضرورت کو نہیں پہنچیں کیونکہ ضرورت کی حقیقت یہ ہے کہ بدون اس کے کوئی ضرر لاحق ہونے لگے، اور ضرر سے مراد حرج اور تنگی اور مشقت ہے، سو یہ امور متحقق نہیں، اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے (امداد الفتاویٰ ج ا ص ۴۳۱)

مگر مفتی کفایت اللہ صاحب نے دینی مصلحت وضرورت کے تحت اس کی اجازت دی ہے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے بڑے طبقہ کی اسلام سے وابستگی ہے، اور جبکہ ایک مرتبہ نمازِ جمعہ شروع ہو چکی ہو، اور بند کرنے میں فتنہ لازم آتا ہو، اس کو سخت دینی ودنیوی فتنہ کا باعث قرار دیا ہے، اور مکروہ کے ارتکاب کا بھی جواب دیا ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

امداد المفتین میں ہے کہ:

کسی کا یہ کہنا بالکل صحیح نہیں کہ لوگ اس بہانہ سے نماز پڑھ لیتے ہیں، مسلمان تو احکامِ شرعیہ کے مامور ہیں، حدود مذہب کے اندر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنا چاہئے، اور اگر وہ کسی ایسی صورت میں جمع ہوں جو شرعاً جائز نہ ہو تو ایسے اجتماع ہی سے کیا فائدہ ہے، جب نمازِ جمعہ چھوٹے گاؤں میں ادا ہی نہیں ہوگی تو پھر ایسی نماز کے لئے اگر جمع بھی ہو گئے اور پڑھ بھی لی تو کیا فائدہ، اس لئے مسلمانوں کو تو فتوے پر عمل کرنا چاہئے، جس کی قسمت میں نماز اور عبادت لکھی ہے اور جس کو خدا کا خوف ہے وہ پھر بھی پڑھے گا، اور جو بدقسمت نہ پڑھے تو اس کا فکر کسی کے ذمہ نہیں وہ اپنی قبر کا خود سامان کرے گا (امداد المفتین ص ۳۹۶، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

مگر اس پر غور کرنا چاہئے کہ جب کسی قطعی فرض کا ترک لازم آتا ہو، تو مجتہد فیہ مسئلہ میں اس سے بچنے کے لئے بعض حنفیہ نے دوسرے فقیہ کے قول پر عمل کی اجازت دی ہے "کما فی الصلاة عند طلوع الشمس"

جو (کتب) حنفیہ کے مذہب کی صحیح اور نہایت معتمد ومعتبر ترجمان ہیں، سب کی سب اس شرط پر متفق ہیں اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اور ان اساطینِ امت اور ائمۂ حنفیہ کی تصریحات کے بعد اگر بالفرض کسی حنفی المذہب عالم محقق کی تحقیق ان سب حضرات کے خلاف بھی واقع ہو کہ یہ شرط ضروری نہیں؛

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے مذہبِ غیر کے مطابق جمعہ قائم کرنے کی صورت میں فرمایا کہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی صورت میں جب تک اس مذہب کی تمام متعلقہ شرائط کو نہ لیا جائے، تلفیق کا اندیشہ ہے، جس میں کسی کے نزدیک بھی جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوتی۔ [1]

جبکہ بعض حنفی اہلِ علم حضرات نے موجودہ دور میں جمعہ کی اہمیت، عام مسلمانوں کے دین کی حفاظت اور بعض دیگر مصالحِ مہمہ عالیہ اسلامیہ کے پیشِ نظر گاؤں میں نمازِ جمعہ کے قیام کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تب بھی از روئے عقل ونقل حنفی المذہب مسلمانوں کا فرض یہی ہوگا کہ ان عالم محقق کی تحقیق کا احترام باقی رکھتے ہوئے ان کی طرف سے تاویل کریں اور عمل میں جمہور فقہاء کا اتباع کریں، کیونکہ یہی دستور امت کے سنجیدہ حضرات اہلِ سنت والجماعت کا ہے کہ اتباع ہمیشہ جمہور کا کیا جاتا ہے (امداد المفتین صفحہ ۳۹۸)

امداد الاحکام میں ہے کہ:

باقی سائل نے حجۃ اللہ البالغۃ اور فیوضِ قاسمیہ وارکانِ اربعہ کی عبارت کا جو حوالہ دیا ہے، سو ان کتابوں کی عبارات اس کو نقل کرنا چاہئے تھیں یہ کتابیں میرے پاس موجود نہیں ہیں، باقی محض سائل کا لکھ دینا کافی نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے سمجھنے میں غلطی کی ہو (وبعدہٗ) اور بعد تسلیم کے جواب یہ ہے کہ سائل کو معلوم ہونا چاہئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب ومولانا محمد قاسم صاحب ومولانا بحر العلوم کو ہم امام شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں سمجھتے، تو جب ہم نے اس مسئلہ میں ان ائمہ ثلاثہ کے قول کے خلاف ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول اختیار کیا ہے، کیونکہ روایۃً ودرایۃً ان کا قول ہمارے نزدیک صحیح ہے تو ہم ان متاخرین کے قول کو اس کے مقابلہ میں کب تسلیم کر سکتے ہیں، ان کے اقوال کو ائمہ اربعہ کے اقوال سے کیا نسبت ہے، کچھ نہیں اگر ان کی تحقیق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف ہے ہوا کرے، ہم نے ان کی تقلید کا التزام نہیں کیا، بعد میں فیوضِ قاسمیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سائل نے مولانا قاسم العلوم کا مطلب بالکل نہیں سمجھا مولانا قاسم العلوم کی عبارت کا مطلب سمجھنے کے لئے بڑی عقل کی ضرورت ہے (امداد الاحکام ص ۶۳۸ بعنوان گاؤں میں جمعہ صحیح نہ ہونے کا بیان)

لیکن آگے آتا ہے کہ اگر کوئی فقہی بصیرت واجتہاد کی صلاحیت رکھنے والا مذہبِ غیر پر فتویٰ دے، تو عامی شخص کو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

[1] چنانچہ فتاویٰ عثمانی میں ہے کہ:

کسی ایک مسئلے میں مالکیہ یا شافعیہ کے قول کو لینا اور باقی نماز حنفیہ کے طریقے پر پڑھنے میں تلفیق کا اندیشہ ہے، جو باجماعِ فقہاء باطل ہے اور اس سے کسی کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوتی؛ لہٰذا مالکیہ یا شافعیہ کے مسلک پر عمل کر کے جمعہ ادا کر لینا کسی طرح درست نہیں (فتاویٰ عثمانی جلد ۱ صفحہ ۵۶۳)

گنجائش دی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ کفایتُ المفتی میں ہے کہ:

اب یہ بات کہ حنفیہ کا اصل مذہب کیا ہے، تو یہ بات صاف صاف ہے کہ اصل مذہب جو متون میں منقول ہے، وہ یہی ہے کہ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے، پس جو مقام کہ مصر قرار پائے گا، وہاں جمعہ جائز ہوگا (خواہ وہ عرف میں شہر کہلاتا ہو یا قصبہ یا بڑا گاؤں) مصر کی کون سی تعریف معتبر ہے؟ تو معتبر تعریف تو وہی ہے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے باختلافِ عبارات منقول ہے، اگرچہ بہت سے متاخرین نے ''مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ'' کو اختیار کیا ہے، مصر کی شرط بے شک ظنی ہے، لیکن حنفیہ کے اصل مذہب میں مصر کا شرط ہونا ظنی نہیں ہے، اور ایک حنفی بحیثیتِ حنفی ہونے کے اس کا انکار نہیں کرسکتا، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فروع میں مذہبِ حنفیہ کے متبع تھے، لیکن چونکہ وہ ایک متبحر اور محقق عالم تھے، اس لئے انہوں نے چند مسائل میں حنفی مذہب کے خلاف بھی اظہار رائے کیا، اسی طرح مولانا بحرالعلوم سے چند مسائل میں حنفیہ کا خلاف کرنا منقول ہے، ان بزرگوں کے قول کا یہ مطلب ہے کہ شرطِ مصر ہمارے نزدیک ضروری نہیں، اگرچہ حنفی مذہب اس کے اشتراط کی تصریح کرتا ہے، یہ مطلب نہیں کہ حنفیہ کے مذہب میں مصر شرط نہیں ہے۔

پس اگر کوئی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے اس قول کے موافق عمل کرے یا فتویٰ دے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے اس مسئلے میں اپنے امام کی تقلید چھوڑ کر شاہ ولی اللہ صاحب یا مولانا بحرالعلوم کی تقلید کی، ان دونوں بزرگوں نے اس میں اگر حنفیہ کے اصل مذہب سے عدول کیا، تو حنفی ہونے سے نہ نکلیں گے، کیونکہ ان کا تبحر اور درجہ تحقیق بہت اعلیٰ ہے (کفایت المفتی مدلل ومکمل، ج۳ص۲۲۸،۲۲۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

بندہ کی نظر میں کفایت المفتی کا یہ فتویٰ متعدد فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

قریہ کبیرہ جس پر مصر کی کوئی تعریف بھی صادق آجائے، مثلاً ''مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا'' اس میں اقامتِ جمعہ جائز ہے، اور اگر کوئی تعریف بھی صادق نہ آئے، جب بھی اس مسئلے میں حنفیہ کے مصالحِ عامہ اسلامیہ کے لحاظ سے شوافع کے مسلک پر عمل کرلینا جائز ہے (ایضاً ج۳ص۲۴۱)

حنفیہ کے اصول کے بموجب دیہات میں اقامتِ جمعہ درست نہیں، مصر ہونا جوازِ جمعہ کے لئے شرط ہے، لیکن مصر کی تعریفیں مختلف اور متعدد منقول ہیں، اس مسئلے میں زیادہ سختی کا موقع نہیں ہے، اور اس زمانے کے مصالحِ عامہ مہمہ اس امر کے مقتضی ہیں کہ اقامتِ جمعہ کو نہ روکا جائے، تو بہتر ہے، بالخصوص ایسی حالت میں کہ مدتِ دراز سے جمعہ قائم ہو، اس کو روکنا بہت سے مفاسدِ عظیمہ کا موجب ہوتا ہے (ایضاً ج۳ص۲۴۲)

چھوٹی بستیوں میں نمازِ جمعہ حنفیہ کے نزدیک نہیں ہے، لیکن انہوں نے جمعہ کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے، مصر کی تعریف میں یہاں تک تنزل کیا ہے کہ ''**مالا یسع اکبر مساجدہ اهله المکلفین بها**'' تک لے آئے، حالانکہ ان کے اپنے اقرار (**هذا یصدق علی کثیر من القریٰ**) سے یہ تعریف بہت سے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بالخصوص جب کسی گاؤں میں جمعہ کی نماز قائم وشروع کر لی جائے، اور اس کو روکنے اور بند کرنے میں باہم انتشار وافتراق اور فتنہ لازم آتا ہو، تو ان حضرات نے وہاں دوسرے فقہاء کے قول پر عمل کرتے ہوئے جمعہ کی نماز کو درست وجائز قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

''قریٰ'' پر صادق آتی ہے، پس نمازِ جمعہ کی اہمیت اور مصالحِ مہمہ عالیہ اسلامیہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کو ترک نہ کیا جائے، اگر چہ امام شافعی کے مسلک پر عمل کے ہی ضمن میں ہو، ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ (ایضاً ج۳ص۲۴۹)

حنفی مذہب کے موافق ایسی چھوٹی بستی میں جمعہ جائز نہیں، مگر آج کل حنفی اس مسئلہ میں شافعی مذہب کے اوپر عمل کر سکتے ہیں، ۳ر جب ۱۳۵۷ھ (ایضاً ج۳ص۲۵۰)

اعظم پور چھوٹا سا موضع ہے، اس میں جمعہ کی نماز نہ پڑھنی چاہئے، اور اگر کوئی دینی مصلحت ہو کہ وہاں جمعہ پڑھنا مناسب ہو، تو پھر حنفیہ کے نزدیک تو جمعہ جائز نہیں، دیگر ائمہ کے قول کے موافق پڑھ لیں، تو گنجائش ہے (ایضاً ج۳ص۲۵۳)

شرطیتِ مصر وجوبِ جمعہ کے لیے تو صحیح ہے، لیکن جواز کے لیے بھی ہو، یہ میں نہیں سمجھ سکا، اور اس زمانہ کی ضروریات اس کی مقتضی ہیں کہ اگر حنفی مذہب کی رُو سے کسی طرح بھی اجازت نہ نکلے، تو دوسرے ائمہ کے مذہب پر ہی عمل کر کے، دیہات میں اقامتِ جمعہ سے نہ روکا جائے، اور قائم شدہ جمعہ کو بند کرنا، تو بہت خطرناک چیز ہے، کم ازکم میں اس کی جرائت نہیں کر سکتا، اور ایک مجتہد فیہ مسئلہ میں ترکِ ظہر کی بنا پر مسلمانوں کو فاسق یا گناہ گار کہنا امرِ عظیم ہے، ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ (ایضاً ج۳ص۲۵۴)

[1] چنانچہ کفایتُ المفتی میں ہے کہ:

گاؤں میں جمعہ کا صحیح ہونا نہ ہونا مجتہدین میں مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک جوازِ جمعہ کے لئے مصر ہونا شرط ہے، لیکن مصر کی تعریف میں اختلافِ عظیم ہے، تاہم جس مقام میں کہ زمانہ قدیم سے جمعہ قائم ہے، وہاں جمعہ کو ترک کرانے میں جو مفاسد ہیں، وہ ان مفاسد سے بدرجہا زیادہ سخت ہیں، جو سائل نے جمعہ پڑھنے کی صورت میں ذکر کئے ہیں، جو لوگ جمعہ کو جائز سمجھ کر جمعہ پڑھتے ہیں، ان کا فرض ادا ہو جاتا ہے، نفل کی جماعت یا جہر بقرأت نفل نہار یا ترکِ فرض لازم نہیں آتا، ۲۴ر جب ۱۳۵۲ھ (کفایت المفتی مدلل ومکمل، ج۳ص۲۳۱، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

جن بستیوں میں قدیم سے جمعہ پڑھا جاتا ہے، اور جمعہ چھوڑانے سے لوگ نماز پنج وقتہ بھی چھوڑ دیتے ہیں، ایسی بستیوں میں جمعہ پڑھنا چاہئے، تا کہ اسلام کی رونق اور شوکت قائم رہے، اور جو لوگ کہ ایسے گاؤں میں جمعہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے، وہ نہ پڑھیں، ان سے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے، پڑھنے والے بھی گناہگار نہیں ہیں، اور نہ پڑھنے والے بھی گناہ گار نہیں، آپس میں اختلاف اور فتنہ وفساد پیدا کرنا حرام ہے، ہاں جن چھوٹے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال حنفیہ کے اصل مذہب کے مطابق جمعہ کی نماز شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یعنی بڑے گاؤں میں ہی پڑھنا جائز ہے، جس میں مصر کی تعریف صادق آئے، اور عام چھوٹی بستی اور عام دیہات و گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔

اس لیے حنفی فقہ کے مطابق جمعہ کی نماز عام بستی اور گاؤں میں قائم کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اگر کسی عام بستی و دیہات والے شخص کو جمعہ کی نماز کا شوق ہو، تو اسے اپنے قرب و

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

گاؤں میں پہلے سے جمعہ قائم نہیں ہے، وہاں قائم نہ کریں، اور جہاں پہلے سے قائم تھا، پھر چھوڑ دیا، اور اس کی وجہ سے لوگوں نے نمازِ جمعہ چھوڑ دی، وہاں پھر شروع کر دیں (ایضاً ج۳ص۲۳۵)

مطلب یہ ہے کہ اگر دیہات میں جمعہ قائم کرنے سے لوگ نماز پڑھ لیں، اور ان کو دین کے دوسرے احکام بھی سننے کا موقع حاصل ہو، تو یہ مقدم ہے، بنسبت اس کے کہ لوگ بالکل ہی نماز چھوڑ دیں اور دین سے دور ہو جائیں۔

ان دونوں موضعوں میں جمعہ کی نماز حنفی مذہب کے موافق قائم نہ کرنا چاہئے، لیکن اگر قدیم الایام سے ان میں جمعہ قائم ہو، تو اسے بند بھی نہ کرنا چاہئے کہ دوسرے ائمہ کے مذہب کے موافق جمعہ ہو جاتا ہے، ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ (ایضاً ج۳ص۲۳۸)

حنفی مذہب کے موافق قریٰ یعنی دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا، اس لئے اگر کسی گاؤں میں پہلے سے جمعہ قائم نہیں ہے، تو وہاں جمعہ قائم نہ کرنا چاہئے، کیونکہ حنفی مذہب کے موافق اس میں جمعہ صحیح نہ ہوگا، اور فرض ظہر جمعہ پڑھنے سے ساقط نہ ہوگا، لیکن اگر وہاں قدیم الایام سے جمعہ قائم ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں، یا یہ کہ اسلامی حکومت میں بادشاہِ اسلام کے حکم سے قائم ہوا تھا، تو حنفی مذہب کی رُو سے بھی وہاں جمعہ صحیح ہوتا ہے، اس لئے بند کرنا درست نہیں، یا یہ کہ بادشاہِ اسلام کے حکم سے قائم ہونا ثابت نہیں، یا یہ معلوم ہے کہ مسلمانوں نے خود قائم کیا تھا، مگر ایک زمانہ دراز سے پڑھا جاتا ہے، اس صورت میں حنفی مذہب کے اصول کے موافق تو اسے بند کرنا چاہئے، یعنی بند کرنا ضروری ہے، لیکن چونکہ عرصہ دراز کے قائم شدہ جمعہ کو بند کر دینے میں جو فتنے اور مفاسد پیدا ہوتے ہیں، ان کے لحاظ سے اس مسئلے میں حنفیہ کو شوافع کے مذہب پر عمل کر لینا جائز ہے، اور جب کہ وہ شوافع کے مذہب پر عمل کر کے جمعہ پڑھیں گے، تو ظہر ساقط نہ ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں، مسئلہ مجتہد فیہ ہے، اور مفاسد لازمہ عمل بمذہب الغیر کے لئے وجہ جواز ہیں، ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ (ایضاً ج۳ص۲۳۹)

اگر نمازِ جمعہ وہاں عرصہ سے قائم ہے، تو اب اس کو بند کرنے میں مذہبی و دینی فتنہ ہے، اس لیے اس کو موقوف کرنا درست نہیں، بلکہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے قول یا امام مالک کے قول کے موافق عمل کر لینا جائز ہے (ایضاً ج۳ص۲۴۸)

جوار کے شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں میں جمعہ کی نماز کے لیے جانا چاہیے۔

اور کسی ضرورت ومصلحت کے تحت کسی بستی یا گاؤں میں جمعہ کی نماز قائم کرنا بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک جائز نہیں، اور اگر ایسی جگہ جمعہ کی نماز شروع کردی گئی ہو، تو اس کو بند کرنے کا حکم ہے، ورنہ کم از کم اپنی حد تک اس میں شرکت سے پرہیز کرکے ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کا کہنا یہ ہے کہ جمعہ کا دن وعظ وتذکیر کا دن ہے، اور اس دور میں عام مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے لیے جمعہ کے دن وعظ اور جمعہ کی نماز کی بڑی اہمیت ہے، بالخصوص جبکہ اہلِ باطل کسی بستی میں جمعہ کی نماز قائم کرکے عام مسلمانوں کے دینی نظریات کو بگاڑنے میں مصروفِ عمل ہوں، تو وہاں اہلِ حق کی طرف سے جمعہ کی نماز کے قیام کو، یا مثلاً کسی بستی میں جمعہ کی نماز قائم کرلی گئی ہو، اور اس کو بند کرنے میں انتشار وافتراق اور فتنہ لازم آتا ہو، تو وہاں دوسرے فقہاء کے قول پر عمل کرتے ہوئے، جمعہ کی نماز کے قیام کو درست قرار دینے کی گنجائش پائی جاتی ہے، بشرطیکہ وہ آبادی مستقل ہو، عارضی یا خیمہ بستی کی شکل میں نہ ہو، اور عرف میں وہ آبادی ایک مستقل گاؤں وقریہ کی حیثیت رکھتی ہو، عام جنگل نہ ہو، اور اسی طرح چند گھرانوں پر مشتمل نہ ہو، جس کو پوٹھوہاری زبان میں ''ڈھوک'' یا ''چک'' اور سندھی زبان میں ''گوٹ'' اور پشتو زبان میں ''بانڈہ'' وغیرہ کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] دونوں طرف کے اہلِ علم حضرات کے دلائل پیچھے حواشی میں باحوالہ ذکر کیے جا چکے ہیں، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے، جس میں اہلِ فقہ واجتہاد حضرات کے لیے کسی ایک جانب کو راجح اور دوسری جانب کو مرجوح قرار دینے کی گنجائش پائی جاتی ہے، بشرطیکہ دوسرے کی تذلیل وتفسیق نہ کی جائے۔

اور چونکہ دونوں طرف کے اہلِ علم حضرات، اہلِ فقہ واجتہاد ہیں، اس لیے ان کی طرف ہواء پرستی کی نسبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اور فقہی بصیرت رکھنے والے صاحبِ علم کو کسی مجتہد فیہ مسئلہ میں اپنے امام کے بجائے دوسرے امام کے قول کو یا مرجوح قول کو دلیل یا ضرورت وتیسیر وغیرہ کی وجہ سے ترجیح دینا قابلِ مذمت نہیں، بلکہ باعثِ اجر ہے، جس پر کوئی عامی شخص عمل کرے، تو اس کے لیے بھی گنجائش پائی جاتی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بہت سے اہلِ علم کے نزدیک بوقتِ ضرورت دوسرے فقہائے کرام کے قول کے مطابق

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور جہاں تک ہم نے بچپن سے اب تک مشاہدہ کیا، تو ہندوستان و پاکستان بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک کے اکثر دیہات میں جمعہ کی نماز قائم کرنے کا رواج ہے، جس کو ایک طرح سے ابتلائے عام کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، اور علماء کی کوششوں کے باوجود لوگ جمعہ کی نماز ترک کر کے اس کی جگہ ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، اور وہاں جمعہ کی نماز کو بند کرنے میں سخت فتنہ لازم آتا ہے، سالہا سال تک گروہ بندیاں ہوکر جھگڑوں اور ایک دوسرے پر فتویٰ بازی اور قطع تعلقی کا سلسلہ قائم رہتا ہے، اور جمعہ پھر بھی بند نہیں ہوتا، اور جمعہ نہ پڑھنے کے نتیجے میں عوام الناس ظہر کی نماز بھی ادا نہیں کرتے، اور بعض فقہاء کے نزدیک فریضہ کی ادائیگی اہون ہے، بنسبت اس کے کہ سب کے نزدیک فرض کا تارک شمار ہو" کما فی الصلاۃ عند طلوع الشمس"

اور جمعہ کی نماز اور جمعہ کے دن وعظ وتذکیر کے نتیجہ میں دیہات کے بہت سے لوگوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے، اور اس کے علاوہ وہاں عام مسلمانوں کو دین کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرنے کا اور کوئی ذریعہ میسر نہیں، اور اسی وجہ سے اہلِ بدعت و دیگر گروہ اپنے اپنے طور پر جمعہ کی نماز قائم کر کے، عامۃ الناس کے نظریات کو بری طرح مسخ کرتے ہیں، جو کہ سخت دینی و دنیوی فتنہ ہے، ان حالات کا ایک عرصہ سے مشاہدہ کرتے رہنے اور مسئلہ ہٰذا کے مجتہد فیہ ہونے اور بعض اہلِ علم کی تصریحات کے نتیجہ میں گاؤں دیہات میں جمعہ کی نماز کے عدمِ جواز پر مصر رہنے پر اب بندہ کا بھی رجحان نہیں رہا، اور ضرورت و مصلحت کے تحت بندہ کو بھی "کفایت المفتی" کے فتوے اور دوسرے فقہاء کے قول کے مطابق بوقتِ ضرورت اور دفعِ فساد کے موقع پر جمعہ کے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، بالخصوص جبکہ وہاں جمعہ قائم ہو چکا ہو، یا مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے لئے وہاں جمعہ کے قیام کی ضرورت ناگزیر ہو جائے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ آبادی مستقل گاؤں کی شکل میں آباد ہو، عارضی خیموں وغیرہ کی شکل میں یا صرف چند گھروں پر مشتمل بہت چھوٹی آبادی نہ ہو، جس کو گاؤں و دیہات سے تعبیر کرنے کے بجائے "ڈھوک" یا "چک" وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذكر الحنفية، والمالكية، والشافعية، والحنابلة أنه لا يقلد المجتهد مجتهدا غيره، لأن القدرة على الاجتهاد تمنع من التقليد. ومن علم أدلة القبلة لا يجوز له أن يقلد غيره مطلقا، وأما غير المجتهد فعليه أن يقلد المجتهد، لقوله تعالى :(فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)

وإذا كان هناك أكثر من مجتهد فالمقلد له أن يختار أحدهم، والأولى أن يختار من يثق به أكثر من غيره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۲ ۷، مادة "استقبال")

ولا تتصور معاتبة احد من الايمة إذا انتقل واحد من قلديهم إلى مذهب امام اخر او قلده فى بعض المسائل لالغرض نفسانى بل لفرض شرعى وقوة دليل لاحت له فاحفظه(إمام الكلام فى القراءة خلف الإمام ،لعبد الحى اللكنوى، ص ۲)

لأنه مجتهد فيه) أى موضع اجتهاد صحيح، بمعنى أنه يسوغ فيه الاجتهاد لأنه لم يخالف كتابا ولا سنة مشهورة ولا إجماعا، إذ لو خالف شيئا من ذلك فى رأى المجتهد لم يكن مجتهدا فيه(رد المحتار على الدر المختار، ج۳، ص ۴۴۴، كتاب الطلاق، باب الخلع)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمل کر لینے کی صورت میں ان کے مسلک کی تمام قیود وشرائط کا لحاظ کرنا اور قید لگانا ضروری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال فی جواهر الفتاوی :لو أن رجلا من أهل الاجتهاد برء من مذهبه فی مسألة أو فی أكثر منها باجتهاد لما وضح له من دليل الكتاب أو السنة أو غيرهما من الحجج لم يكن ملوما ولا مذموما بل كان مأجورا محمودا وهو فی سعة منه وهكذا أفعال الأئمة المتقدمين فأما الذی لم يكن من أهل الاجتهاد فانتقل من قول إلى قول من غير دليل لكن لما يرغب من غرض الدنيا وشهوتها فهو مذموم آثم مستوجب للتأديب، والتعزير لارتكابه المنكر فی الدين واستخفافه بدينه ومذهبه .اهـ.

ونقل السيوطی فی رسالته المسماة بجزيل المواهب فی اختلاف المذاهب من فصل الانتقال من مذهب إلى مذهب وهو جائز إلى أن قال وأقول :للمنتقل أحوال:

الأول أن يكون السبب الحامل له على الانتقال أمرا دنيويا كحصول وظيفة أو مرتب أو قرب من الملوك وأهل الدنيا فهذا حكمه كمهاجر أم قيس لأن الأمور بمقاصدها ثم له حالان الأول أن يكون عاريا من معرفة الفقه ليس له فی مذهب إمامه سوى اسم شافعی أو حنفی كغالب متعممی زماننا أرباب الوظائف فی المدارس حتى أن رجلا سأل شيخنا العلامة الكافيجی -رحمه الله تعالى- مرة يكتب له على قصة تعليقا بولاية أول وظيفة تشغر بالشيخونية فقال له :ما مذهبك فقال: مذهبی خبز وطعام يعنی وظيفة أما فی الشافعية أو المالكية أو الحنابلة فإن الحنفية فی الشيخونية لا خبز لهم ولا طعام فهذا أمره فی الانتقال أخف لا يصل إلى حد التحريم لأنه إلى الآن عامی لا مذهب له يحققه فهو يستأنف مذهبا جديدا ثانيهما أن يكون فقيها فی مذهب ويريد الانتقال لهذا الغرض فهذا أمره أشد وعندی.أنه يصل إلى حد التحريم لأنه تلاعب بالأحكام الشرعية لمجرد غرض الدنيا.

الحال الثانی أن يكون الانتقال لغرض دينی وله صورتان :الأولى أن يكون فقيها فی مذهبه وقد ترجح عنده المذهب الآخر لما رآه من وضوح أدلته وقوة مداركه فهذا ما يجب عليه الانتقال أو يجوز كما قاله الرافعی ولهذا لما قدم الشافعی مصر تحول أكثر أهلها شافعية بعد أن كانوا مالكية، والثانية أن يكون عاريا من الفقه وقد اشتغل بمذهبه فلم يحصل منه على شیء ووجد مذهب غيره سهلا عليه سريعا إدراكه بحيث يرجو التفقه فيه فهذا يجب عليه الانتقال قطعا ويحرم التخلف لأن التفقه على مذهب إمام من الأئمة الأربعة خير من الاستمرار على الجهل وليس له من التمذهب سوى اسم حنفی أو شافعی أو مالكی فالتمذهب على مذهب أی إمام كان خير من الجهل بالفقه على كل المذاهب فإن الجهل بالفقه تقصير كبير، وقل أن تصح معه عبادة وأظن هذا هو السبب لتحول الطحاوی حنفيا بعد أن كان شافعيا فإنه كان يقرأ على خاله المزنی فاعتاص عليه الفهم يوما فحلف المزنی أنه لا يجیء منه فانتقل حنفيا ففتح عليه وصنف كتابه شرح معانی الآثار فكان إذا قرء عليه يقول لو عاش خالی كفر عن يمينه، قال بعض العلماء وقد حكى هذه الحكاية لا حنث على المزنی لأن مراده لا يجیء منه شیء فی مذهب الشافعی قلت :ولا يستنكر ذلك فرب شخص يفتح عليه فی علم دون علم، وفی مذهب دون مذهب وهی قسمة من الله تعالى وكل ميسر لما خلق له وعلامة الإذن التيسير.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نہیں ہوتا، بالخصوص جبکہ اس مسئلہ کو کسی دلیل سے ترجیح دی جائے، اور کسی محقق عالم کے اجتہاد سے اس مسئلہ میں گنجائش ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحال الثالث :أن يكون الانتقال لا لغرض ديني ولا لغرض دنيوى بل مجردا عن القصد فهذا يجوز للعامي ويكره أو يمنع للفقيه لأنه قد حصل فقه ذلك المذهب ويحتاج إلى زمن آخر لتحصيل فقه هذا المذهب فيشغله ذلك عما هو الأهم من العمل بما تعلمه وقد ينقضي العمر قبل حصول المقصود من المذهب الثاني فالأولى ترك ذلك انتهت عبارة الرسالة(العقود الدرية فی تنقيح الفتاوى الحامدية، ج ۲، ص ۳۲۸، مسائل وفوائد شتى من الحظر والإباحة وغير ذلك)

وظاهره ترجيح التيسير على قوة الدليل(رد المحتار، ج ۴، ص ۵۴۰، كتاب البيوع، مطلب مهم فی أحكام النقود إذا كسدت أو انقطعت أو غلت أو رخصت)

إن وجد المستفتي أكثر من عالم، وكلهم عدل وأهل للفتيا، فقد ذهب جمهور الفقهاء إلى أن المستفتي بالخيار بينهم يسأل منهم من يشاء ويعمل بقوله، ولا يجب عليه أن يجتهد فی أعيانهم ليعلم أفضلهم علما فيسأله، بل له أن يسأل الأفضل إن شاء ، وإن شاء سأل المفضول مع وجود الفاضل، واحتجوا لذلك بعموم قول الله تعالى :(فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)، وبأن الأولين كانوا يسألون الصحابة مع وجود أفاضلهم وأكابرهم وتمكنهم من سؤالهم.

وقال القفال وابن سريج والإسفرايينی من الشافعية :ليس له إلا سؤال الأعلم والأخذ بقوله(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲، ص ۴۷،۴۸، مادة "فتوى")

ثم اعلم أنه ذكر فی التحرير وشرحه أيضا أنه يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل .وبه قال الحنفية والمالكية وأكثر الحنابلة والشافعية .وفی رواية عن أحمد وطائفة كثيرة من الفقهاء لا يجوز .ثم ذكر أنه لو التزم مذهبا معينا .كأبی حنيفة والشافعي، فقيل يلزمه، وقيل لا وهو الأصح اهـ وقد شاع أن العامي لا مذهب له(رد المحتار على الدر المختار، ج ۱، ص ۴۸، مقدمة)

مطلب العامي لا مذهب له قلت :وأيضا قالوا العامي لا مذهب له، بل مذهبه مذهب مفتيه، وعلله فی شرح التحرير بأن المذهب إنما يكون لمن له نوع نظر واستدلال وبصر بالمذهب على حسبه، أو لمن قرأ كتابا فی فروع ذلك المذهب وعرف فتاوى إمامه وأقواله.

وأما غيره ممن قال أنا حنفي أو شافعي لم يصر كذلك بمجرد القول كقوله أنا فقيه أو نحوي اهـ وتقدم تمام ذلك فی المقدمة أول هذا الشرح(رد المحتار على الدر المختار، ج ۴، ص ۸۰، كتاب الحدود، باب التعزير)

[1] جیسا کہ بعض اہلِ علم حضرات کا یہ فرمانا ہے کہ اس مسئلہ میں دوسرے فقہاء کے قول کے مطابق عمل کرنے کی صورت میں ان کے مذاہب کے مطابق صحتِ جمعہ کی تمام قیود وشرائط کی ضرورت ہوگی، ورنہ تلفیق کا اندیشہ ہے، تو مذکورہ مسئلہ میں اس بات سے اتفاق مشکل ہے، کیونکہ اولاً تو تلفیق کا عدمِ جواز متفق علیہ نہیں، اور بر سبیلِ تسلیم تلفیق اس وقت مذموم ہے، جبکہ وہ اتباعِ ہوا پر مبنی ہو، محقق عالم کی طرف سے کسی معتبر دلیل یا ضرورت پر مبنی نہ ہو، پھر عوام کی طرف سے جمعہ کا قیام کسی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہم مسئلہ نمبر ۶ کے ضمن میں مالکیہ کا قول بھی ذکر کر چکے ہیں، جن کے نزدیک کسی گاؤں میں جمعہ کی نماز کے جواز کے لئے بارہ افراد کی شرکت کافی ہے، پس اگر کوئی مستقل گاؤں ہو، جہاں کے کم از کم بارہ عاقل بالغ افراد جمعہ کی نماز میں شرکت کریں، تو ان کے نزدیک نمازِ جمعہ درست قرار پاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قطعی معصیت اور تساہل وہوا پرستی کے بجائے عبادت کے شوق کے جذبہ وداعیہ پر مبنی ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہا نے بعض مسائل میں تیسیر کو قوتِ دلیل پر ترجیح دی ہے، اور اس کو تساہل سے تعبیر کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں، کیونکہ تساہل بابِ تفاعل سے ہے، جس میں بتکلف مزاجِ شریعت کے خلاف سہولت پسندی پائی جاتی ہے، بلکہ اس کو تیسیر سے تعبیر کرنا مناسب ہے، جو کہ مجتہد فیہ مسائل میں بعض اوقات محمود ومطلوب ہے، بالخصوص جبکہ لوگ دین سے دور ہو کر، اجماعِ امت سے خروج اختیار کر رہے ہوں، ایسی حالت میں فقہاء کے کسی قول کی اتباع کر لینا اہون ہوا کرتا ہے، اور دیہات میں جمعہ کی نماز کے قیام کو دیگر منصوص وغیر مجتہد فیہ معاصی مثلاً زنا وغیرہ پر قیاس کر کے تشدد کرنا نامناسب طریقہ معلوم ہوا۔ محمد رضوان۔

قد استفاض عند فضلاء العصر منع التلفيق فى التقليد وذلك بأن يعمل مثلا فى بعض أعمال الطهارة والصلاة أو أحداهما بمذهب إمام وفى بعض العبادات بمذهب إمام آخر لم أجد على امتناع ذلك برهانا بل قد أشار إلى عدم منعه المحقق فى التحرير وأنه لم يرد ما يمنع ونقل منع التلفيق عن بعض المتأخرين قال شارح تحريره العلامة ابن أمير حاج القائل بالمنع العلامة القرافى رحمه الله تعالى . قلت والقرافى رجل من فضلاء الأصوليين من المالكية ولا علينا أن نأخذ بقوله خصوصا وقد وجدت عن بعض أئمتنا ما يدل على جوازه بل على وقوعه(القول السديد فى بعض مسائل الاجتهاد والتقليد،لمحمد بن عبد العظيم المكى الرومى المورى الحنفى،ص ۸۴ الیٰ ۸۷،الفصل الاول)

لو حصل التلفيق بالاجتهاد حكمنا بالصحة فكذلك إذا حصل التلفيق بالتقليد حكمنا بالصحة لأن الاجتهاد أصل فى العمل والتقليد فرع التكليف فى الأصل إنما هو بالاجتهاد عند عدم النص فإن عجز عن ذلك الاجتهاد نزل إلى التقليد ففى كل موضع قلنا بالصحة مع الاجتهاد نقول بها مع التقليد عند العجز عنه من غير زيادة أمر آخر ومازاد على ذلك فهو قول مخترع لا يقوم به دليل مرضى و لا تنهض به حجه(ايضاً، ص ۹۴،الفصل الاول)

فقد تلخص من المنقول عن الأئمة أن التلفيق جائز وهو الصحيح كما صرح به فى مذهب الشافعية أن التلفيق عندهم أيضا جائز ثم بعد مدة من استنباطى جواز التلفيق من مسألتى أبى يوسف وبعض علماء خوارزم ومسألة صحة الحكم على الغائب بصحة النكاح بعد وقوعه كما سبق فى المسألة التى ذكروها واستئناسى بمقالة المحقق فى التحرير وما على الإنسان أن يختار الأسهل فى العمل ثم وجدت شيخ الإسلام خاتمة الأئمة المتأخرين مولانا العلامة زين الدين ابن نجيم صرح فى رسالة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

موجودہ دور کے اہلِ علم حضرات کو انتہائی سنجیدگی اور اعتدال پسندی اور حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر اس پر غور کرنا اور ممکن حد تک گنجائش کا راستہ نکالنا ہمارے نزدیک وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، اگرچہ بعض دوسرے حضرات اس کی ضرورت نہ سمجھیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ألفها فی بیع الوقف علی وجه الاستبدال بأن ما وقع فی آخر التحریر من منع التلفیق فإنما عزاه إلی بعض المتأخرین ولیس هذا المذهب انتهی فحمدت الله تبارک وتعالی علی موافقة ما ادعیته لما نص علیه مولانا العلامة ابن نجیم(القول السدید فی بعض مسائل الاجتهاد و التقلید،لمحمد بن عبد العظیم المکی الرومی الموری الحنفی،ص ۱۱۳، ۱۱۴، الفصل الاول)

بعد تأمل أقوال الأصولیین والفقهاء فی التلفیق ,وتکرار النظر فی أدلتهم والأسئلة الواردة علیها ; تبین لی النتائج التالیة:

ان من و فقه الله لبلوغ رتبة الاجتهاد واستنباط الأحکام الشرعیة العملیة من أد لتها التفصیلیة سواء فی جمیع المسائل أو بعضها لا یجوز له أن یلفق بین المذاهب ;لأن التلفیق نوع تقلید ,والقدرة علی الاجتهاد تمنع التقلید ,وإنما یجب علیه أن یرفع همته إلی النصوص الشرعیة ,مع الاستضاء ة بآراء الأئمة السابقین والاستفادة منها فی التوصل إلی الصواب ,ثم إذا أداه اجتهاده إلی رأی فیه تلفیق بین قولین لإمامین من أئمة هذا الدین فی مسألة من المسائل فلاضیر علیه ;لأ ن التلفیق حصل هنا تبعا لا بالقصد الأول(التلفیق بین المذاهب الفقهیة وعلاقته بتیسیر الفتویٰ، ص ۳۲، المبحث الاول،للدکتور غازی بن مرشدبن خلف العتیبی:استاذ مساعد بقسم الشریعة بجامعة ام القریٰ)

وعلی هذا فکل من کان أهلا للنظر والاجتهاد ,إذا اجتهد فی مسألة فله أن یعمل لنفسه بما أداه إلیه اجتهاده ,ولو خالف مذهبه ,ولو لزم منه التلفیق.

وبالنظر إلی ما تقدم من خلاف فقد ظهر لک أن مسألة التلفیق مسألة خلافیة ,لیس فیها إجماع, وما نقل عن بعض الفقهاء فی ثنایا البحث من الإجماع علی منعه ینقضه ما نقل عن الفقهاء من خلاف فیه ,فلعل ما ذکروه من إجماع محمولاً علی المذهب الواحد(التلفیق وحکمه فی الفقه الإسلامی،ص ۴۶،للدکتور عبد الله بن محمد بن حسن السعیدی: الأستاذ المشارک فی قسم الثقافة الإسلامیة،بجامعة الملک سعود)

ومما ینشأ من الجهل والتعصب تفویت فرض من فروض الله تعالی مع إمکان اقامته علی رأی مجتهد جلیل بل رأی جمع من المجتهدین وذلک أن جهلة المتعصبین یمتنعون ویمنعون من جمع الصلاتین فی السفر الذی ذهب إلی جوازه الإمام الشافعی وغیره من صدر الإسلام رحمة الله علیهم ویؤدی ذلک إلی تفویت الفرض رأسا وذلک إنهم لما یعزمون علی السیر عند الزوال مثلا فیصلون الظهر لأول وقتها ویمتنعون من جمع العصر الیها فیرکبون ویسیرون بناء علی إنهم قد لا یتهیأ لهم النزول إلا مع المغرب أو الغروب بحیث لا یتسع الوقت إلی الطهارة والصلاة وخصوصا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۵...... پہلے زمانہ میں عرفات، مزدلفہ اور منیٰ کی حدود، مکہ کی آبادی اور مکہ کی حدود سے دور اور فاصلہ پر تھیں، اس لئے وہاں جانا اور قیام کرنا مکہ مکرمہ میں جانے اور مکہ مکرمہ میں قیام کرنے میں داخل نہیں تھا، بلکہ یہ مقامات جنگل میں یا مستقل آبادی سے باہر شمار ہوتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی حق من تتعسر الطهارة عليه فتفوتهم الفرصة وقد كانوا يمكنهم أداؤها فی المنزل فی المكان الذی كانوا به مجموعة جمع تقديم إلى الظهر على مذهب الإمام الشافعی رحمة الله عليه وعلى مذهب غيره ممن جوز الجمع لأجل السفر فيمتنعون عن ذلك ويرضون بتفويتها ولا يرضون بفعلها على مذهب مجتهد يجوز لهم أو يجب عليهم اتباعه والحال ما قرر لأن تحصيل الفرض من وجه مقدم على تفويته من كل وجه وما هذا إلا محض التعصب والجهل وقد ذكر الإمام الأجل ظهير الدين الكبير المرغينانی عن أستاذه السيد الإمام أبی شجاع رحمه الله تعالى انه سئل شمس الأئمة الحلوانی عن كسالى بخاری أنهم يصلون الفجر والشمس طالعة فهل نمنعهم من ذلک فقال لا يمنعون لأنهم لوا منعوا يتركونها أصلا ظاهرا أی مما يظهر من حالهم ولو صلوها تجوز عند أصحاب الحديث ولا شک أن الاداء الجائز عند البعض أولى من الترک أصلا هذا جواب الحلوانی وناهيک به إذ هو شيخ المذهب فی عصره تخرج به الفحول النظار من أئمتنا كشمس الأئمة السرخسی وفخر الإسلام البزودی صاحب المبسوطين وأضرابهم من رؤساء المذهب الذين هم قدماء الدهر وعظماء ما وراء النهر(القول السديد فی بعض مسائل الاجتهاد والتقليد،لمحمد بن عبد العظيم المكی الرومی الموری الحنفی،ص ۱۳۱ الی ۱۳۶، الفصل الاول)

فلا مانع شرعا من تقليد أئمة المذاهب والمجتهدين المشهورين والمغمورين، كما لامحذور فی الشرع من التلفيق بين أقوال المذاهب عملا بمبدأ اليسر فی الدين لقوله تعالى :(يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر) ومن المعلوم أن أغلب الناس لامذهب لهم، وإنما مذهبهم مذهب مفتيهم، وهم حريصون على أن يكون عملهم شرعيا (الفقه الاسلامی و ادلتهٔ للزحيلی، ج ۱، ص ۹۰، المطلب السادس: الضوابط الشرعية للأخذ بأيسر المذاهب: تمهيد)

وجواز التلفيق مبنی على ما قررناه من أنه لا يجب التزام مذهب معين فی جميع المسائل، فمن لم يكن ملتزما مذهبا معينا، جاز له التلفيق، وإلا أدى الأمر إلى بطلان عبادات العوام، لأن العامی لا مذهب له ولو تمذهب به، ومذهبه فی كل قضية هو مذهب من أفتاه بها .كما أن القول بجواز التلفيق يعتبر من باب التيسير على الناس.

وتقليد إمام فی جزئية أو مسألة لايمنع من تقليد إمام آخر فی مسألة أخرى(الفقه الاسلامی و ادلته، ج ۱، ص ۱۰۷، المطلب السادس: الفرع الرابع۔ آراء الأصوليين فی مسألة اختيار الأيسر (أو تتبع الرخص)، وفی التلفيق بين المذاهب)

المراد بعموم البلوى :الحالة أو الحادثة التی تشمل كثيرا من الناس ويتعذر الاحتراز عنها ، وعبر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تھے، لیکن اب جبکہ مکہ مکرمہ کی آباد بڑی تیزی سے آگے بڑھ چکی ہے، اور پھیل چکی ہے، تو اب اس بارے میں علمائے عصر کی آراء مختلف ہیں کہ منیٰ، مزدلفہ وعرفات مکہ شہر کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں اور مکہ شہر کے تابع ہو چکے ہیں یا نہیں؟ بہت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عنه بعض الفقهاء بالضرورة العامة وبعضهم بالضرورة الماسة، أو حاجة الناس. وفسره الأصوليون بما تمس الحاجة إليه فى عموم الأحوال (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۷، مادة "عموم")

عندما يتعلق الأمر بالعموم، وبمصلحة اجتماعية معتبرة، فالأولى بأهل الفتوى أن ييسروا ولا يعسروا، دون تجاوز للنصوص المحكمة، أو القواعد الثابتة.

ولهذا جعل الفقهاء من موجبات التخفيف: عموم البلوى بالشىء مراعاة لحال الناس ورفقًا بهم، هذا بالإضافة إلى أن عصرنا الحاضر خاصة أحوج ما يكون إلى التيسير والرفق بأهله (بنوك الحليب، لفضيلة الدكتور يوسف القرضاوى، مجلة مجمع الفقه الإسلامى التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامى بجدة، ج ۲، ص ۲۶۰)

ويَتَخَرَّج منه: أى من جوازِ اتِّباع غيرِ مقلِّده الأوّل، وعدمِ التضييق عليه، جوازُ اتِّباع رخصِ المذاهب: أى أخذَه من المذاهب ما هو الأهونُ عليه فيما يقعُ من المسائل، ولا يمنعُ منه مانع شرعى، إذ للإنسان أن يسلكَ المسلكَ الأخفَّ عليه إذا كان له إليه سبيلٌ، بأن لم يكن عَمِل بآخر: أى بقول آخر مخالفاً لذلك الأخفّ فيه: أى فى ذلك المحلّ المختلف فيه. كذا فى (شرح السيد بادشاه) على التحرير.

وقول ابن حَزم: إنّ متَّبعَ الرُّخصِ فاسقٌ بالإجماعِ لم يؤخذ به، وهو مردودٌ بما أفتى به العزُّ بن عبدِ السّلام من أنّه لا يتعيَّن على العامىّ إذا قلَّد إماماً فى مسألةٍ أن يقلّده فى سائر مسائل الخلاف؛ لأنَّ الناسَ من زمنِ الصحابة رضى الله تعالى عنهم إلى أن ظهرتِ المذاهبَ يسألونَ فيما يسنحُ لهم العلماءَ المختلفين من غيرِ نكيرٍ، وسواءٌ اتَّبع الرخصَ فى ذلك أو العزائم؛ لأنّ مَن جعلَ المصيبَ واحداً، وهو الصحيح، لم يعيِّنه، ومَن جعلَ كلَّ مجتهدٍ مصيبٌ فلا إنكار على مَن قلَّد فى الصواب.

وأمَّا ما حُكِيَ عن ابنِ حَزْم فلعلَّه محمولٌ على مَن تتبَّعَها من غيرِ تقليدٍ لمَن قال بها، أو على الرخص المركبة فى الفعل الواحد. كذا فى (العقد الفريد)

بل قيل: لا يصحُّ للعامىِّ مذهب؛ لأنّ المذهبَ لا يكون إلَّا لمَن له نوعُ نظرٍ وبصيرةٍ بالمذهب، أو لمَن قرأ كتاباً فى فروعِ مذهبٍ وعرفَ فتاوى إمامه وأقواله، وأمّا مَن لم يتأهل لذلك بل قال: أنا حنفىٌّ أو شافعىٌّ لم يصر من أهلِ ذلك المذهب بمجرَّدِ هذا (الدر الفريد فى بيان حكم التقليد، لاحمد بن محمد الحموى المتوفىٰ ۱۰۹۸ھ، ص ۱۸، ۱۹، انواع التقليد)

مقامات مکہ شہر کا حصہ بن چکے ہیں، اور مکہ شہر کے تابع ہو چکے ہیں، اور ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے (جس کی تفصیل ہم نے اپنے ایک مستقل رسالہ ''حج میں قصر واتمام کی تحقیق'' میں ذکر کردی ہے) پس اس قول کے مطابق منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں موجود شخص کا قیام مکہ شہر ہی کا قیام کہلائے گا، اور جو حجاجِ کرام ان مقامات پر حج کے دنوں میں مقیم ہوں گے نہ کہ مسافر، تو انہیں مقیم ہونے کی صورت میں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہوگا، خواہ وہ ان مقامات ہی میں اپنے خیمہ یا مسجد میں ادا کریں یا مکہ کے کسی اور حصے میں جا کر ادا کریں۔ لیکن جمعہ کی نماز کے لئے چونکہ جماعت کی نماز کا ہونا شرط ہے، اگر کوئی حاجی ایسا ہو کہ اسے یہاں ان مقامات پر جمعہ کی نماز باجماعت میسر نہ آئے، اور دوسری جگہ نمازِ جمعہ کے لئے جانے میں حج کے مناسک میں خلل آتا ہو، تو پھر جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنے میں بھی حرج نہیں ہوگا، کیونکہ حاجی کا اصل وظیفہ مناسکِ حج کی ادائیگی ہے، جس کی خاطر اس کے لئے عید کی نماز کو معاف کیا گیا ہے، اور عرفہ کے روزہ کے استحباب کا حکم نہیں لگایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] ولو وافق يوم التروية الجمعة له أن يخرج إلى منى قبل الزوال لعدم وجوب الجمعة عليه فى ذلك الوقت وبعده لا يخرج ما لم يصلها لوجوبها عليه(تبيين الحقائق، ج٢ص٢٢، باب الاحرام)
(قوله :وعدم التعييد بمنى) أى عدم إقامة العيد بها لا لكونها ليست بمصر بل للتخفيف على الحاج لاشتغالهم بأمور الحج من الرمى والحلق والذبح فى ذلك اليوم بخلاف الجمعة لأنه لا يتفق فى كل سنة هجوم الجمعة فى أيام الرمى أما العيد فإنه فى كل سنة سراج، وأيضا فإن الجمعة تبقى إلى آخر وقت الظهر والغالب فراغ الحاج من أعمال الحج قبل ذلك بخلاف وقت العيد؛ ومقتضى هذا أن الجمعة إذا أقيمت بمنى أن يجب على المقيمين من أهل مكة إذا خرجوا للحج خلافا لما بحثه فى شرح المنية بل الظاهر وجوب إقامتها عليهم تأمل(ردالمحتار، ج٢ص١٤٤، باب الجمعة)

(فصل نمبر ۹)

نمازِ جمعہ کے لئے حاکم کی اجازت سے متعلق احکام

اس بارے فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ جمعہ کی نماز قائم ہونے کے لیے کیا حاکمِ وقت کی اجازت ضروری ہے، یا نہیں؟ جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱......حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مسلمان حاکمِ وقت یا اس کے نائب اور مجاز شخص نے وہاں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہو۔

البتہ بعض حضرات کے بقول اگر کسی جگہ مسلمان حاکم یا اس کا نائب موجود نہ ہو (جیسا کہ کافروں کے ملکوں کی حالت ہے) تو وہاں کے لوگوں کو خود کسی امام کو مقرر کر کے جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر وجمہور فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لیے حاکمِ وقت کی طرف سے باقاعدہ قیامِ جمعہ کی اجازت کا پایا جانا ضروری نہیں۔ [1]

---

[1] الشرط الثانی :واشترطه الحنفية، إذن السلطان بذلک، أو حضوره، أو حضور نائب رسمی عنه، إذ هکذا کان شأنها علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی عهود الخلفاء الراشدین.
هـذا إذا کان ثمة إمام أو نائب عنه فی البلدة التی تقام فیها الجمعة، فإذا لم یوجد أحدهما، لموت أو فتنة أو ما شابه ذلک، وحضر وقت الجمعة کان للناس حینئذ أن یجتمعوا علی رجل منهم لیتقدمهم فیصلی بهم الجمعة .
أما أصحاب المذاهب الأخری فلم یشترطوا لصحة الجمعة أو وجوبها شیئا مما یتعلق بالسلطان، إذنا أو حضورا أو إنابة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص۱۹۷، مادة ”صلاة الجمعة“)
إذن السلطان لإقامة الجمعة :قال المالكية والشافعية، وهو الصحيح عند الحنابلة، إنه لا يشترط لصحة الجمعة إذن الإمام.وصرح المالكية والشافعية بأنه مندوب .ودليل ذلک أن عليا رضی الله عنه، عندما حوصر عثمان رضی الله عنه، أقام الجمعة من غير إذن ولا استئذان من عثمان رضی الله عنه، وكان ذلک بمحضر من الصحابة؛ ولأنها عبادة بدنية، لا يتوقف إقامتها علی إذن.
وذهب الحنفية، وهو قول عند الحنابلة، إلی أن إذن الإمام شرط لصحة صلاة الجمعة؛ لأن ذلک هو المأثور عن الأئمة، والمتوارث عنهم، ولأن فی هذا دفعا للفتنة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳، ص۱۵۵، مادة ”استئذان“)

مسئلہ نمبر ۲...... اگر کسی جگہ حکمران مسلمان عورت ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی یا اس کی طرف سے مقررہ کردہ اور مجاز شخص کی اجازت سے بھی جمعہ کا قائم کرنا جائز ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... حنفیہ کے نزدیک جمعہ قائم کرنے کے لیے حاکمِ وقت کی طرف سے اجازت کا صراحتاً پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ دلالتاً پایا جانا بھی کافی ہے۔

اسی وجہ سے بعض حنفیہ نے فرمایا کہ جہاں حاکمِ وقت کو جمعہ کا قائم کرنا معلوم ہو، اور وہ اس پر سکوت وخاموشی اختیار کرے، تو یہ بھی دلالتاً اجازت سمجھا جاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۴...... بعض حنفی اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے اجازتِ حاکم کی شرط اس مصلحت سے رکھی گئی تھی کہ جمعہ کی نماز ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، جس میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور فتنہ وفساد کا خوف ہوتا ہے، لہٰذا اگر حاکم یا اس کا نائب موجود ہوگا تو فتنہ کی روک تھام کر سکے گا اور انتظام درست

---

[1] (و) الثانی :(السلطان) ولو متغلبا أو امرأة فیجوز أمرها بإقامتها لا إقامتها (أو مأمورة بإقامتها) ولو عبدا(الدر المختار مع ردالمحتار، ج۲ص ۱۳۹ ، کتاب الصلاة، باب الجمعة)

وأما المرأة والصبی العاقل فلا یصح منهما إقامة الجمعة؛ لأنهما لا یصلحان للإمامة فی سائر الصلوات ففی الجمعة أولی إلا أن المرأة إذا کانت سلطانا فأمرت رجلا صالحا للإمامة حتی صلی بهم الجمعة جاز؛ لأن المرأة تصلح سلطانا أو قاضیا فی الجملة فتصح إمامتها(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ج ۱ ص ۲۶۲ ،کتاب الصلاة،فصل بیان شرائط الجمعة)

[2] وإذ قد عرفت هذا فیتمشی علیه ما یقع فی زماننا هذا من استئذان السلطان فی إقامة الجمعة فیما یستجد من الجوامع فإن إذنه بإقامتها فی ذلک الموضع لربه مصحح لإذن رب الجامع لمن یقیمه خطیبا، ولإذن ذلک الخطیب لمن عساه أن یستنیبه إلخ .وحاصله أنه لا تصح إقامتها إلا لمن أذن له السلطان بواسطة أو بدونها، أما بدون ذلک فلا کما هو صریح ما یذکره الشارح عن السراجیة، نعم وقع فی فتاوی ابن الشلبی ما یوهم ما أوهمه کلام الشارح حیث سئل عن ثغر فیه جوامع لها خطباء لیس لأحد منهم إذن صریح من السلطان مع علم السلطان بذلک الثغر وبإقامة الجمع والأعیاد فی جوامعه فهل یکون ذلک إذنا دلالة؟ فأجاب بأن أمور المسلمین محمولة علی السداد، وقد جرت العادة بأن من بنی جامعا، وأراد إقامة الجمعة استأذن الإمام فإذا وجد الإذن أول مرة فقد حصل به الغرض والإذن بعد ذلک اهـ ملخصا لکن یمکن حمله علی ما مر أی فلا یشترط إذن السلطان ثانیا بل کل خطیب له أن یستنیب للاکتفاء بالإذن أول مرة والله أعلم(رد المحتار علی الدر المختار، ج۲، ص ۱۴۱ ، کتاب الصلاة، باب الجمعة)

رہے گا، ورنہ فی نفسہ یہ شرط جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں، لہٰذا اگر کسی علاقے کے لوگ کسی امام کی اقتداء میں مل کر جمعہ کی نماز پڑھیں تو وہ بلاشبہ جائز اور درست ہے (ملاحظہ ہو: عمدۃ الفقہ حصہ دوم صفحہ ۴۴۴ وفتاویٰ محمودیہ مبوب جلد ۸ صفحہ ۵۰ تا ۵۲) [1]

پس موجودہ دور میں جبکہ مسلمان بہت سے ایسے ملکوں میں آباد ہیں کہ جہاں مسلم حکمرانوں کا وجود نہیں، اور جہاں مسلم حکمران موجود ہیں، وہاں بھی بیشتر مقامات پر حکمرانوں کو اسلامی احکام سے وابستگی اور جمعہ کی نماز کے قیام اوراس کی اجازت دینے لینے سے دلچسپی نہیں، اور نہ ہی حکمران کی اجازت کے بغیر جمعہ قائم کرنے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوتا ہے، ان حالات میں مقامی لوگوں یا مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے کسی کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کرنا بلاشبہ درست ہے۔

لہٰذا آج کل ہندوستان اور بعض دوسرے ممالک میں مسلمان حکمران یا ان کی طرف سے جمعہ کی نماز کی باضابطہ اجازت نہ پائے جانے کی بناء پر بعض لوگوں کی طرف سے جمعہ کی نماز کے قیام کو ناجائز اور غیر صحیح قرار دینا درست نہیں۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] فلو الولاۃ کفارا یجوز للمسلمین إقامۃ الجمعۃ (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۴۴، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ)

[2] (مسئلہ) الوالی او اذنہ شرط بصحۃ الجمعۃ عند ابی حنیفۃ رح خلافا لمالک والشافعی واحمد ولیس علی اشتراط السلطان او اذنہ دلیلا یعتمد علیہ (التفسیر المظھری، ج ۹، ص ۲۸۹، سورۃ الجمعۃ)

(فصل نمبر۱۰)

نمازِ جمعہ کے لئے اذنِ عام سے متعلق احکام

جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے کیا یہ ضروری ہے کہ جمعہ کی نماز میں شریک ہونے کے لیے لوگوں کو اجازتِ عام ہو؟ اس بارے میں بھی فقہائے کرام کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جمعہ کی نماز اذنِ عام کے ساتھ ادا کی جائے، یعنی جمعہ کی نماز میں عام لوگوں کو شرکت کی اجازت ہو۔ ۱

البتہ حنفیہ کی ایک روایت کے مطابق جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے اذنِ عام یا اجازتِ عام کا ہونا شرط نہیں۔ ۲

---

۱ الثالث من شروط الصحة :واشترط الحنفية أن تؤدى بإذن عام يستلزم الاشتهار، وهو يحصل بإقامة الجمعة فى مكان بارز معلوم لمختلف فئات الناس، مع فتح الأبواب للقادمين إليه، قال فى تنوير الأبصار :فلو دخل أمير حصنا أو قصره وأغلق بابه، وصلى بأصحابه لم تنعقد .
والحكمة من هذا الشرط ما قاله صاحب البدائع :وإنما كان هذا شرطا؛ لأن الله تعالى شرع النداء لصلاة الجمعة بقوله :(يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله).
والنداء للاشتهار؛ ولذا يسمى جمعة، لاجتماع الجماعات فيها فاقتضى أن تكون الجماعات كلها مأذونين بالحضور إذنا عاما تحقيقا لمعنى الاسم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۳، مادة "صلاة الجمعة")

۲ ملحوظ رہے کہ حنفیہ کی ظاہر الروایت میں اذنِ عام کی شرط کا ذکر نہیں پایا جاتا، البتہ نوادر کی روایت میں اس شرط کا ذکر پایا جاتا ہے، اور اکثر مشائخ حنفیہ نے اس نوادِر کی روایت کے مطابق ہی حکم ذکر کیا ہے۔

و "الخامس من شروط صحة الجمعة "الإذن العام "كذا فى الكنز لأنها من شعائر الإسلام وخصائص الدين فلزم إقامتها على سبيل الاشتهار والعموم حتى غلق الإمام باب قصره أو المحل الذى يصلى فيه بأصحابه لم يجز وإن أذن للناس بالدخول فيه صحت ولكن لم يقض حق المسجد الجامع فيكره ولم يذكر فى (الهداية) هذا الشرط لأنه غير مذكور فى ظاهر الرواية وإنما هو رواية (النوادر).

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر وجمہور فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے نماز جمعہ میں شرکت کی اذنِ عام یعنی اجازتِ عام کا ہونا شرط نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۲..... اگر کسی علاقہ میں حفاظتی تدبیر یا اس جیسی کسی اور وجہ سے عام داخلے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت اطلعت على رسالة العلامة بن الشحنة وقد قال فيها بعدم صحة الجمعة فى قلعة القاهرة لأنها تقفل وقت صلاة الجمعة وليست مصرا على حدتها .وأقول فى المنع نظر ظاهر لأن وجه القول بعدم صحة صلاة الإمام بقفله قصره اختصاصه بها دون العامة والعلة مفقودة فى هذه القضية فإن القلعة وإن قفلت لم يختص الحاكم فيها بالجمعة لأن عند باب القلعة عدة جوامع فى كل منها خطبة لا يفوت من منع من دخول القلعة الجمعة بل لو بقيت القلعة مفتوحة لا يرغب فى طلوعها للجمعة لوجودها فيما هو أسهل من التكلف بالصعود لها وفى كل محلة من المصر عدة من الخطب فلا وجه لمنع صحة الجمعة بالقلعة عند قفلها(مراقى الفلاح شرح متن نور الإيضاح،ص ۱۹۴،كتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة)

[1] كون الأمير أو نائبه هو الإمام، والإذن العام من الإمام بفتح أبواب الجامع للواردين عليه.
اشترط الحنفية هذين الشرطين:
الأول ــ أن يكون السلطان ولو متغلباً أو نائبه، أو من يأذن له بإقامة الجمعة كوزارة الأوقاف الآن هو إمام الجمعة وخطيبها؛ لأنها تقام بجمع عظيم، وقد تقع منازعة فى شؤون الجمعة، فلا بد منه تتميماً لأمره، ومنعاً من تقدم أحد.
والثانى ـ الإذن العام :وهو أن تفتح أبواب الجامع ويؤذن للناس بالدخول إذناً عاماً، بأن لا يمنع أحد ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذى تصلى فيه؛لأن كل تجمع يتطلب الإذن بالحضور، ولأنه لا يحصل معنى الاجتماع إلا بالإذن، ولأنها من شعائر الإسلام، وخصائص الدين، فلزم إقامتها على سبيل الاشتهار والعموم.
ولم يشترط غير الحنفية هذين الشرطين، فلا يشترط إذن الإمام لصحة الجمعة، ولا حضوره؛ لأن علياً صلى بالناس، وعثمان محصور، فلم ينكره أحد، وصوبه عثمان ولأن الجمعة فرض الوقت، فأشبهت الظهر فى عدم هذين الشرطين (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ص۱۲۹۷،۱۲۹۸، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

(مسئله) يشترط عند ابى حنيفة رح لاداء الجمعة الاذن العام حتى لو ان واليا اغلق باب بلد وجمع بحشمه ومنع الناس من الدخول لا يصح الجمعة عنده خلافا لجمهور العلماء احتج ابن همام فى هذه المسألة باشارة قوله تعالى نودى للصلوة فان النداء يقتضى الاذن وهذا الاستدلال ضعيف فانه تعالى جعل النداء سببا لوجوب السعى الى الجمعة ولا يلزم منه كون النداء شرطا لادائها كما ان قوله تعالى إذا قرء القران فاستمعوا له وانصتوا يدل على وجوب الاستماع والإنصات عند قراءة القران لا على كون الاستماع والإنصات شرطا لجواز القراءة حتى لا يجوز قراءة الامام فى الصلاة والخطبة ان قرأ المقتدى والله تعالى اعلم(التفسير المظهرى،ج۹،ص۲۹۰،سورة الجمعة)

ممانعت ہو، جیسا کہ کسی حساس سرکاری ادارہ میں آج کل عام داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی، یا جیل میں جمعہ کی نماز قائم کی جائے، جہاں باہر کے لوگوں کو شمولیت کی عام اجازت نہ ہو، لیکن اس شہر یا آبادی میں اس کے علاوہ دوسری جگہ جمعہ کی نماز ہو رہی ہو، تو حنفیہ کے نزدیک وہاں عام داخلہ کی اجازت کے بغیر بھی جمعہ کی نماز درست ہو جاتی ہے، خاص طور پر جبکہ وہاں عام داخلہ کی ممانعت کا مقصد نمازِ جمعہ میں شرکت سے روکنا نہ ہو، بلکہ حفاظتی یا کسی اور نکتۂ نظر سے ہو، تو پھر نمازِ جمعہ درست ہو جاتی ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] قلت: وينبغي أن يكون محل النزاع ما إذا كانت لا تقام إلا في محل واحد، أما لو تعددت فلا لأنه لا يتحقق التفويت كما أفاده التعليل تأمل (رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۱۵۲، باب باب الجمعة)

امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

اذنِ عام ہونا بھی منجملہ شرائطِ صحتِ جمعہ ہے، جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ خود نماز پڑھنے والے کو روکنا وہاں مقصود نہ ہو، باقی اگر روک ٹوک کسی اور ضرورت سے ہو وہ اذنِ عام میں مخل نہیں (امداد الفتاویٰ ج۱ص۶۱۲)

اور فقہی مقالات وفتاویٰ عثمانی میں ہے کہ:

جس آبادی میں (نہ کہ کسی انفرادی گھر میں) جمعہ پڑھا جا رہا ہے، اس آبادی کے لوگوں کو وہاں آنے کی اجازت ہو، اگر آبادی سے باہر کے لوگوں کو دفاع یا انتظام کے پیشِ نظر اس آبادی میں داخلے سے روکا گیا ہو تو یہ ''اذنِ عام'' کے منافی نہیں، بشرطیکہ روکنے کا اصل محرک نماز سے روکنا نہ ہو، بلکہ کوئی دفاعی یا انتظامی ضرورت ہو، اور اس آبادی سے باہر کے لوگ اس پابندی کی وجہ سے جمعہ سے محروم نہ ہوتے ہوں (فقہی مقالات ج۴ص۳۶؛ فتاویٰ عثمانی جلد۱صفحہ۵۷۵)

اگر کوئی آبادی ایسی ہے جس میں معتد بہ لوگ رہتے ہیں، اور وہ شہر کے اندر بھی ہے، لیکن دفاعی، انتظامی یا حفاظتی وجوہ سے اُس آبادی میں ہر شخص کو آنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ وہاں کا داخلہ ان وجوہ کی بنا پر کچھ خاص قواعد کا پابند ہے تو اس آبادی کے کسی حصے میں ایسی جگہ جمعہ پڑھنا جائز ہے، جہاں اُس آبادی کے افراد کو آ کر جمعہ پڑھنے کی اجازت ہو۔ مثلاً بڑی جیل، فوجی چھاؤنی، بڑی فیکٹریاں ایسے بڑے ایئرپورٹ جو شہر کے اندر ہوں اور ان میں سینکڑوں لوگ ہر وقت موجود ہوں، لیکن ان میں داخلہ کی اجازت مخصوص قواعد کی پابند ہو تو ان تمام جگہوں پر جمعہ جائز ہوگا، بشرطیکہ وہ شہر میں واقع ہو، اور بڑی فیکٹری، ایئرپورٹ یا ریلوے اسٹیشن کے تمام افراد کو نماز کی جگہ آ کر نماز جمعے پڑھنے کی کھلی اجازت ہو (فقہی مقالات ج۴ص۳۸؛ فتاویٰ عثمانی جلد۱صفحہ۵۷۶)

(فصل نمبر۱۱)

نمازِ جمعہ کے لئے تعدُّدِ جمعہ سے متعلق احکام

کیا کسی علاقہ یا آبادی میں صرف ایک ہی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، اور ایک سے زیادہ جگہ پڑھنا جائز نہیں؟ اس بارے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں، جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک عام حالات میں کسی آبادی یا شہر میں ایک سے زیادہ جگہ جمعہ کی نماز کا قائم کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی آبادی یا شہر میں ایک جگہ وہاں کے تمام لوگوں کا سمانا مشکل ہو، یا شہر کے غیر معمولی بڑا اور وسیع ہونے کی وجہ سے ایک جگہ تمام لوگوں کا اجتماع مشکل ہو، تو پھر اس طرح کے عذر کی صورت میں ضرورت کی وجہ سے ان حضرات کے نزدیک ایک سے زیادہ مقامات پر جمعہ کی نماز کا قائم کرنا جائز ہوتا ہے۔ [۱]

---

[۱] لا يجوز عند جمهور الفقهاء إقامة جمعتين في بلد واحد إلا لضرورة، كضيق المسجد، لأن الرسول صلى الله عليه وسلم والخلفاء بعده لم يقيموا سوى جمعة واحدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٢، ص ٢٣٠، مادة "تعدد")

اشترط الشافعية لصحة الجمعة ألا يسبقها ولا يقارنها جمعة في البلد أو القرية، إلا لكبر البلد وعسر اجتماع الناس في مكان، وتعسر الاجتماع :إما لكثرة الناس، أو لقتال بينهم، أو لبعد أطراف البلد، بأن يكون من بطرفها لا يبلغهم صوت المؤذن بالشروط السابقة في وجوب الجمعة.

ودليل هذا الشرط أنه صلّى الله عليه وسلم وصحبه والخلفاء الراشدين والتابعين لم يقيموا سوى جمعة واحدة، ولأن الاقتصار على واحدة أدعى لتحقيق المقصود من إظهار شعار الاجتماع، واجتماع الكلمة.

فإن سبقت إحدى الجمع غيرها فهي الصحيحة، وما بعدها باطل؛ لأنه لا يزاد على واحدة وإن تقارنتا فهما باطلتان .والعبرة في السبق والمقارنة :بالراء من تكبيرة إحرام الإمام .فإن علم السابق ثم نسي، وجبت الظهر على الجميع، لالتباس الصحيحة بالفاسدة، وإن علمت المقارنة أو لم يعلم سبق ولا مقارنة، أعيدت الجمعة إن اتسع الوقت، لعدم وقوع جمعة مجزئة.

وإن تعددت الجمعة لحاجة، بأن عسر اجتماع بمكان، جاز التعدد، وصحت صلاة الجميع على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز ایک شہر اور آبادی میں کئی جگہ پڑھنا جائز ہے، مگر زیادہ مناسب یہ ہے کہ حتی الامکان ہر محلّہ میں چھوٹے چھوٹے اجتماعوں کی بجائے کم از کم مقامات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأصح، سواء وقع إحرام الأئمة معاً أو مرتباً، وسن صلاة الظهر احتياطاً، فالاحتياط لمن صلى ببلد تعددت فيه الجمعة لحاجة، ولم يعلم سبق جمعته :أن يعيدها ظهراً، خروجاً من خلاف من منع التعدد، ولو لحاجة .وينوى آخر ظهر بعد صلاة الجمعة أو ينوى الظهر احتياطاً، خروجاً عن عهدة فرض الوقت بأداء الظهر.

وصلاة الظهر بعد الجمعة :إما واجبة إن تعددت الجمع لغير حاجة، أو مستحبة إذا كان التعدد بقدر الحاجة فقط، أو زائداً عليها ولم يدر هل التعدد لحاجة أو لا، أو حرام فيما إذا كان بالبلد جمعة واحدة فقط كبعض قرى الأرياف.

وكذلك قرر المالكية على الراجح :أنه يمنع تعدد الجمعة فى مسجدين أو أكثر فى مصر واحد، ولا تكون الجمعة إلا متحدة فى البلد، فإن تعددت صحت جمعة الجامع الأقدم أو العتيق :وهو المسجد الذى أقيمت فيه أول جمعة فى البلد، ولو تأخر بناؤه عن غيره، كما بينا.

والحنابلة مع الشافعية والمالكية فيما ذكر وهو إن كان البلد كبيراً يحتاج إلى جوامع أو فى حال خوف الفتنة بأن يكون بين أهل البلد عداوة، أو فى حال سعة البلد وتباعد أطرافه، فصلاه الجمعة فى جميعها جائزة؛ لأنها صلاة شرع لها الاجتماع والخطبة، فجازت فيما يحتاج إليه من المواضع كصلاة العيد، وقد ثبت أن علياً رضى الله عنه كان يخرج يوم العيد إلى المصلى، ويستخلف على ضعَفَة الناس أبا مسعود البدرى فيصلى بهم .وأما ترك النبى صلّى الله عليه وسلم وأصحابه إقامة جمعتين، فلعدم الحاجة إليه، ولأن الصحابة كانوا يؤثرون سماع خطبته عليه السلام، وشهود جمعته، وإن بعدت منازلهم، لأنه المبلغ عن الله تعالى.

ولما دعت الحاجة إلى تعدد الجمعات فى الأمصار، صليت فى أماكن، ولم ينكر أحد، فكان إجماعاً.

وإن تحققت الحاجة بجمعتين اثنتين، لم تجز الجمعة الثالثة لعدم الحاجة إليها، وهكذا الرابعة والخامسة.

ويحرم إقامة الجمعة والعيد بأكثر من موضع من البلد لغير حاجة، ويحرم إذن الحاكم فى إقامة جمعة زائدة عند عدم الحاجة إليها، كما يحرم الإذن فيما زاد على قدر الحاجة.

فإن أقيمت الجمعة فى موضعين فأكثر مع عدم الحاجة، فجمعة الإمام (الحاكم) التى باشرها أو أذن فيها :هى الصحيحة؛ لأن فى تصحيح غيرها افتياتاً عليه، وتفويتاً لجمعته.

فإن استويا فى الإذن وعدم إذن الإمام، فالسابقة هى الصحيحة، والثانية باطلة .والسبق يكون بتكبيرة الإحرام، كما قال الشافعية، لا بالشروع فى الخطبة ولا بالسلام .وإن تقارنتا معاً، واستوتا فى الإذن أو عدمه، بطلتا؛ لأنه لا يمكن تصحيحهما.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پر بڑے اجتماع کی کوشش کی جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن جهلت الجمعة الأولى ببلد لغير حاجة، أو لم يعلم سبق إحداهما، أو علم الحال ثم أنسى، صلوا ظهراً.

والخلاصة :إن رأى الجمهور (المالكية على المشهور، والشافعية والحنابلة) والكاساني من الحنفية :هو عدم جواز التعدد إلا لحاجة(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج۲ص ۱۲۹۹ الیٰ ۱۳۰۱، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

[1] اورحنفیہ کا ایک شہر میں ایک سے زیادہ جگہ جمعہ جائز نہ ہونے کا جو قول ہے، وہ مرجوح اور غیر مفتیٰ بہ ہے۔

أما الحنفية على المذهب وعليه الفتوى فقالوا :يؤدى أكثر من جمعة فى مصر واحد بمواضع كثيرة دفعاً للحرج؛ لأن فى إلزام اتحاد الموضع حرجاً بيناً، لتطويل المسافة على أكثر الحاضرين، ولم يوجد دليل على عدم جواز التعدد، والضرورة أو الحاجة تقضى بعدم اشتراطه، لا سيما فى المدن الكبرى.

والحق :رجحان هذا الرأى، لاتساع البنيان، وكثرة الناس، وللحاجة فى التيسير عليهم فى أداء الجمعة، ولأن منع التعدد لم يقم عليه دليل صحيح، قال ابن رشد:لو كان شرط عدم التعدد، واشتراط المصر والسلطان واشتراط مالك المسجد شروطاً فى صحة صلاة الجمعة، لما جاز أن يسكت عنها عليه الصلاة والسلام، ولا أن يترك بيانها، لقوله تعالى :(لتبين للناس ما نزل إليهم) ، ولقوله تعالى :(إلا لتبين لهم الذى اختلفوا فيه) وتعدد الجمع اليوم يتفق مع مبدأ يسر الإسلام ودفع الحرج عن المصلين، ولا تجب صلاة الظهر على أحد من المصلين، كما قرر بعض الشافعية كالرملى فى المدن الكبرى كالقاهرة وبغداد ودمشق، وأما كون الجمعة لمن سبق فمعناه زيادة الأجر لمن بكر فى المجىء للمسجد .قال ابن تيمية :إقامة الجمعة فى المدينة الكبيرة فى موضعين للحاجة يجوز عند أكثر العلماء ، ولهذا لما بنيت بغداد ولها جانبان أقاموا فيها جمعة فى الجانب الشرقى، وجمعة فى الجانب الغربى، وجوز ذلك أكثر العلماء(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج۲،ص ۱۳۰۲ ، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

وتعدد الجمعة فى البلد الواحد جائز مطلقا عند الحنفية، سواء أكانت هناك ضرورة أم لا، فصل بين جانبى البلد نهر أم لا، لأن الأثر الوارد بأنه لا جمعة إلا فى مصر جامع قد أطلق، ولم يشترط إلا أن تقع فى مصر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۲ ، ص ۲۳۰، مادة "تعدد")

وتؤدى فى مصر فى مواضع) أى يصح أداء الجمعة فى مصر واحد بمواضع كثيرة، وهو قول أبى حنيفة ومحمد، وهو الأصح؛ لأن فى الاجتماع فى موضع واحد فى مدينة كبيرة حرجا بينا، وهو مدفوع كذا ذكر الشارح وذكر الإمام السرخسى أن الصحيح من مذهب أبى حنيفة جواز إقامتها فى مصر واحد فى مسجدين وأكثر وبه نأخذ لإطلاق :لا جمعة إلا فى مصر شرط المصر فقط، وفى فتح القدير الأصح الجواز مطلقا خصوصا إذا كان مصرا كبيرا كمصر فإن فى إلزام اتحاد الموضع حرجا بينا لاستدعائه تطويل المسافة على الأكثر وذكر فى باب الإمامة أن الفتوى على جواز التعدد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آج کل شہر بہت وسیع اور بڑے ہوگئے ہیں، جن کا ایک ایک محلّہ ایک مستقل آبادی کی حیثیت اختیار کرگیا ہے، اور وہاں مختلف محلوں کی مساجد میں نمازِ جمعہ قائم کی جاتی ہے، حنفیہ کے راجح قول کے مطابق وہ تمام جمعہ کی نمازیں درست ہوجاتی ہیں، اور اس طرح کے بڑے بڑے شہروں میں حنفیہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک بھی ایک سے زیادہ مقامات پر نمازِ جمعہ کا قائم کرنا جائز ہونا چاہئے، جیسا کہ بعض اہلِ علم حضرت نے فرمایا۔

لہٰذا آج کل جو بعض لوگ اس طرح نمازِ جمعہ پڑھنے کو ناجائز اور غیر درست قرار دیتے ہیں، اور اس کی بنیاد پر خود بھی کسی جگہ جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتے، بلکہ اپنے گھروں میں رہ کر روزمرہ کی طرح ظہر کی نماز پڑھ لیتے ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل درست نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مطلقا وبما ذكرناه اندفع ما فى البدائع من أن ظاهر الرواية جوازها فى موضعين، ولا يجوز فى أكثر من ذلك، وعليه الاعتماد اهـ فإن المذهب الجواز مطلقا(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص۱۵۴، كتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة)

(وتؤدى فى مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا على المذهب وعليه الفتوى شرح المجمع للعينى وإمامة فتح القدير دفعا للحرج(الدر المختار)

(قوله على المذهب) فقد ذكر الإمام السرخسى أن الصحيح من مذهب أبى حنيفة جواز إقامتها فى مصر واحد فى مسجدين وأكثر به نأخذ لإطلاق لا جمعة إلا فى مصر شرط المصر فقط، وبما ذكرنا اندفع ما فى البدائع من أن ظاهر الرواية جوازها فى موضعين لا فى أكثر وعليه الاعتماد اهـ فإن المذهب الجواز مطلقا بحر (قوله دفعا للحرج) لأن فى إلزام اتحاد الموضع حرجا بينا لاستدعائه تطويل المسافة على أكثر الحاضرين ولم يوجد دليل عدم جواز التعدد بل قضية الضرورة عدم اشتراطه لا سيما إذا كان مصرا كبيرا كمصرنا كما قاله الكمال ط (قوله وعلى المرجوح) هو ما مر عن البدائع من عدم الجواز فى أكثر من موضعين(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۱۴۵،باب الجمعة)

(فصل نمبر۱۲)

نمازِ جمعہ کے لئے خطبہ سے متعلق احکام

جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے خطبہ کا ہونا بھی ضروری ہے، جس کے بغیر جمعہ کی نماز درست اور صحیح نہیں ہوتی۔

پھر جمعہ کے خطبہ کے لئے بعض چیزیں ضروری، بعض واجب اور بعض چیزیں سنت ومکروہ ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۱...... جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے خطبہ کا ہونا شرط اور ضروری ہے، اور جمعہ کے خطبہ کا جمعہ کی نماز سے پہلے واقع ہونا بھی شرط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ جمعہ کا خطبہ کا پڑھنا اور نماز سے پہلے پڑھنا ثابت ہے، اور کبھی اس کے خلاف ثابت نہیں۔ [۲]

---

[۱] الخطبة قبل الصلاة:

اتفق الفقهاء على أن الخطبة شرط في الجمعة، لا تصح بدونها ، لقوله تعالى :(فاسعوا إلى ذكر الله) والذكر :هو الخطبة، ولأن النبي صلّى الله عليه وسلم لم يصل الجمعة بدون الخطبة ، وقد قال: صلوا كما رأيتموني أصلي، وعن عمر وعائشة رضي الله عنهما أنهما قالا :قصرت الصلاة لأجل الخطبة .والأصح عند الحنفية :أن الخطبة ليست قائمة مقام ركعتين، بل كشطرها في الثواب، لما ورد به الأثر من أن الخطبة كشطر الصلاة.

وهي خطبتان قبل الصلاة اتفاقا(الفقه الاسلامي وادلتهٗ للزحيلي، ج۲ص ۱۳۰۳، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس)

[۲] بلکہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے دونوں خطبوں کا ہونا شرط ہے۔

أن تكون قبل الصلاة :فلو خطب بعدها أعاد الصلاة -فقط -إن قرب، وإلا استأنفها؛ لأن من شروطها وصل الصلاة بها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص۱۷۸، ۱۷۹، مادة "خطبة")

الخطبة :ويشترط تقدمها على الصلاة، وهي كل ذكر يسمى في عرف الناس خطبة، فمتى جاء الإمام بذلك بعد دخول الوقت، فقد تأدى الشرط وصحت الخطبة، سواء كان قائما، أو قاعدا أتى بخطبتين أو خطبة واحدة، تلا فيها قرآنا أم لا، عربية كانت أو عجمية، إلا أنها ينبغي أن تكون قبل الصلاة، إذ هي شرط، وشرط الشيء لا بد أن يكون سابقا عليه وهذا عند الحنفية .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲......نمازِ جمعہ کا خطبہ صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط اور ضروری ہے کہ وہ جمعہ کے وقت میں واقع ہو، اور اس کا وقت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک زوال ہونے پر داخل ہوتا ہے لہٰذا زوال ہونے سے پہلے جمعہ کا خطبہ پڑھنا درست نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۳......حنفیہ کے نزدیک نمازِ جمعہ کا خطبہ صحیح ہونے کے لیے یہ بھی شرط اور ضروری ہے کہ خطبہ اور جمعہ کے درمیان کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے، جو خطبہ کے لئے قاطع (یعنی قطع وختم کرنے والا) ہو، اور نہ ہی خطبہ اور نمازِ جمعہ کے درمیان غیر معمولی یعنی زیادہ فاصلہ کیا جائے، مثلاً خطبہ اور جمعہ کے درمیان کھانا کھانا یا غسل کرنا یا اور کوئی ایسا کام کرنا، جس میں زیادہ وقت خرچ ہوتا ہو، ورنہ خطبہ کو لوٹانا واجب ہوجاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واشترط لها المالكية والشافعية والحنابلة خطبتين مستدلين على ذلك بمواظبة النبى صلى الله عليه وسلم .

واعتبر الشافعية للخطبة أركانا خمسة لا بد من توافرها وهى :حمد الله، والصلاة على رسوله، والوصية بالتقوى .وهذه الثلاثة أركان فى كل من الخطبتين، والرابع :قراء ة آية من القرآن فى إحداهما، والخامس :ما يقع عليه اسم الدعاء للمؤمنين فى الخطبة الثانية .

واشترط الحنابلة من هذه الأركان قراء ة آية من القرآن .قال ابن قدامة . . .قال أصحابنا :ولا يكفى فى القراء ة أقل من آية؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم لم يقتصر على أقل من ذلك وما عدا ذلك مستحب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٢٠١،٢٠٢، مادة "صلاة الجمعة")

[1] لیکن حنابلہ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق جمعہ کا وقت سورج طلوع ہوکر بلند ہونے کے بعد اس وقت شروع ہوجاتا ہے، جبکہ نمازِ عید کا وقت شروع ہوتا ہے، جیسا کہ نمازِ جمعہ کے وقت سے متعلق احکام میں گزرا۔

شروطها:اتفق الفقهاء على بعض الشروط لصحة الخطبة وهى:

أن تقع فى وقت الجمعة.

ووقتها عند الجمهور هو وقت الظهر، يبدأ من بعد الزوال إلى دخول وقت العصر، للأخبار فى ذلك، وجريان العمل عليه.

أما الحنابلة فيرون أن وقتها يبدأ من أول وقت العيد، وهو بعد ارتفاع الشمس بمقدار رمح .

واستدل الحنابلة بحديث عبد الله بن سيلان قال "شهدت الجمعة مع أبى بكر رضى الله عنه فكانت خطبته وصلاته قبل نصف النهار، ثم شهدتها مع عمر رضى الله عنه فكانت خطبته وصلاته إلى أن أقول :قد انتصف النهار، ثم شهدتها مع عثمان رضى الله عنه فكانت صلاته وخطبته إلى أن أقول :قد زال النهار، فما رأيت أحدا عاب ذلك ولا أنكره ."(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص ١٧٨، مادة "خطبة")

اور اگر خطبہ ونماز کے درمیان مختصر عمل کیا جائے، یا ایسا عمل کیا جائے، جو خطبہ کو قطع کرنے والا نہ ہو، مثلاً خطبہ کے بعد صفوں کی درستگی کے لئے کہنا یا صفوں کو درست کرانے کا اہتمام کرنا یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا، یا خطیب کا وضو ٹوٹ جانے پر وضو کرنے کے لئے جانا، یا جمعہ کی نماز فاسد ہو جانے پر اس کو لوٹانا یا قضا نماز یاد آنے پر اس کو پڑھنا وغیرہ، تو اس سے خطبہ کی صحت میں خلل نہیں آتا، اور نہ خطبے کو لوٹانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... نمازِ جمعہ کے خطبہ میں خطیب کے لیے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طہارت و پاکی (یعنی غسل اور وضو) کا ہونا شرط نہیں، البتہ سنت ہے۔

جبکہ شافعیہ کے نزدیک خطیب کے لیے طہارت و پاکی کا ہونا شرط ہے۔ [2]

---

[1] اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک خطبہ کے ارکان (جن کا ذکر آگے آتا ہے) اور دونوں خطبوں کے درمیان اور خطبہ سے فراغت اور نماز کے درمیان موالاۃ (یعنی وقفہ کا نہ ہونا) کا ہونا شرط ہے۔

ويشترط أيضاً ألا يفصل فاصل كثير أجنبي كتناول غداء أو غسل بين الخطبة والصلاة، فإن وجد أعيدت الخطبة، لبطلان الخطبة الأولى .(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحیلی، ج۲ ص ۱۳۰۵، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

الموالاة بين أركان الخطبة، وبين الخطبتين، وبينهما وبين الصلاة.

ويغتفر يسير الفصل، هذا ما ذهب إليه الجمهور، أما الحنفية فيشترطون أن لا يفصل بين الخطبة والصلاة بأكل أو عمل قاطع، أما إذا لم يكن قاطعا كما إذا تذكر فائتة وهو فی الجمعة فاشتغل بقضائها أو أفسد الجمعة فاحتاج إلى إعادتها، أو افتتح التطوع بعد الخطبة فلا تبطل الخطبة بذلك؛ لأنه ليس بعمل قاطع، ولكن الأولى إعادتها، وإن تعمد ذلك يصير مسيئا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۰، مادة "خطبة")

[2] اور حنابلہ کے نزدیک خطبہ کے لئے جنابت سے پاک ہونا شرط ہے، باوضو ہونا شرط نہیں۔

وقد اختلف الفقهاء فی حكم الطهارة فی الخطبة، فذهب -الحنفية والمالكية والحنابلة -إلى أن الطهارة سنة فی الخطبة .

وذهبت الشافعية إلى اعتبارها شرطا فيها . ودليل الذين لم يشترطوا الطهارة فيها :أن الخطبة من باب الذكر، والمحدث والجنب لا يمنعان من ذكر الله تعالى، أما دليل الآخرين :فهو مواظبة السلف على الطهارة فيها، والقياس على الصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۰۶، مادة "صلاة الجمعة")

الطهارة من الحدث والخبث غير المعفو عنه فی الثوب والبدن والمكان.

وهی ليست شرطا عند الجمهور بل هی سنة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۵...... خطبہ کے دوران ستر کا چھپانا حنفیہ سمیت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک سنت اور شافعیہ کے نزدیک شرط اور ضروری ہے۔

لہٰذا اگر خطبہ کے دوران امام کا ستر کھل جائے، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس سے خطبہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ شافعیہ کے نزدیک فاسد ہو جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۶...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا

(بخاری، رقم الحديث ۹۲۸، كتاب الجمعة، باب القعدة بين الخطبتين يوم الجمعة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے، اوران دونوں کے درمیان بیٹھا کرتے تھے (بخاری)

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر اس بات پر تو فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے دو خطبے ہیں، لیکن یہ دونوں خطبے سنت ہیں یا فرض؟ اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک دو خطبوں کا ہونا سنت ہے، اور اگر ایک خطبہ پر اکتفاء کیا جائے تو بھی خطبہ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهى شرط عند الشافعية وأبى يوسف قال الشافعية :فلو أحدث فى أثناء الخطبة استأنفها، وإن سبقه الحدث وقصر الفصل؛ لأنها عبادة واحدة فلا تؤدى بطهارتين كالصلاة، ومن ثم لو أحدث بين الخطبة والصلاة وتطهر عن قرب لم يضر .

والمشهور من مذهب المالكية أن الطهارة ليست شرطا لصحة الخطبتين ولكن تركها مكروه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۳، مادة "خطبة")

أما سنن الخطبة فهى عند الحنفية ثمانى عشرة سنة، وهى ما يأتى، مع بيان آراء الفقهاء الآخرين .

الطهارة وستر العورة سنة عند الجمهور، شرط لصحة الخطبة عند الشافعية كما بينا، والطهارة من الجنابة شرط عند الحنابلة(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ص ۱۳۱۱، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب السادس)

[1] ستر العورة سنة عند الجمهور وهو شرط عند الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۳، مادة "خطبة")

فرضیت ادا ہوجاتی ہے، جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک دونوں خطبے نمازِ جمعہ صحیح ہونے کے لئے شرط اور ضروری ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خطبہ کا رکن، تحمید (یعنی الحمدللہ) یا تہلیل (یعنی لاالٰہ الااللہ) یا تسبیح (یعنی سبحان اللہ) کہہ دینا ہے، لہٰذا اگر کوئی ان میں سے کسی لفظ پر بھی اکتفاء کرلے، تو اس کے خطبہ کی فرضیت ادا ہوجاتی ہے، لیکن بلاعذر ایسا کرنا مکروہ کہلاتا ہے۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک خطبہ میں اتنا طویل ذکر شرط ہے، جس کو خطبہ قرار دیا جاسکے، اور ان حضرات کے نزدیک اس کی ادنیٰ مقدار نماز میں پڑھے جانے والے تشہد (یعنی پوری التحیات) کے برابر ہے۔ [2]

---

[1] واتفقوا على أن الخطبتين شرط في انعقاد الجمعة، إلا الحنفية فإنهم يرون أن الشرط خطبة واحدة، وتسن خطبتان.

ودليل الجمهور فعله صلى الله عليه وسلم مع قوله :صلوا كما رأيتموني أصلي ولأن الخطبتين أقيمتا مقام الركعتين، وكل خطبة مكان ركعة، فالإخلال بإحداهما كالإخلال بإحدى الركعتين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۷۷، مادة "خطبة")

[2] أركانها :اختلف الفقهاء في أركان خطبة الجمعة:

فذهب أبو حنيفة إلى أن ركن الخطبة تحميدة أو تهليلة أو تسبيحة، لأن المأمور به في قوله تعالى: (فاسعوا إلى ذكر الله) مطلق الذكر الشامل للقليل والكثير، والمأثور عنه صلى الله عليه وسلم لا يكون بيانا لعدم الإجمال في لفظ الذكر.

وقال الصاحبان :لا بد من ذكر طويل يسمى خطبة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۷۷، مادة "خطبة")

ولو اقتصر الخطيب على ذكر الله تعالى كتحميدة أو تهليلة أو تسبيحة، فقال :الحمد لله، أو سبحان الله، أو لا إله إلا الله، جاز عند أبي حنيفة مع الكراهة، لقوله تعالى :(فَاسْعَوْا إِلَى ذكر الله) والمراد به الخطبة باتفاق المفسرين، وقد أطلق عليها الذكر، من غير فصل بين قليل وكثير، فالزيادة عليها نسخ، وروى أن عثمان رضي الله عنه :لما صعد المنبر أول جمعة ولّي، قال :الحمد لله، فأرتج (أي أغلق)، فنزل، وصلى وكان بمحضر من علماء الصحابة، ولم ينكر عليه أحد، فدل على أن هذا المقدار كاف.

وقال الصاحبان :لا بد من ذِكْر طويل يسمى خطبة، وأقله قدر التشهد؛ لأن الخطبة هي الواجبة، والتسبيحة أو التحميدة لا تسمى خطبة (الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج ۲ ص ۱۳۰۴، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس)

اور مالکیہ کا فرمانا یہ ہے کہ عرب کے نزدیک جس مقدار کو خطبہ قرار دیا جاسکے، اتنی مقدار میں خطبہ کا پڑھنا رکن اور فرض ہونے میں داخل ہے۔ [1]

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک خطبہ میں اللہ کی حمد اور درود شریف اور کسی آیت کی قرائت وغیرہ کا ہونا رکن اور فرض ہونے میں داخل ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۸...... حنفیہ اور بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں۔

---

[1] أمـا المالكية فيرون أن ركنها هو أقل ما يسمى خطبة عند العرب ولو سجعتين، نحو :اتقوا الله فيما أمر، وانتهوا عما عنه نهى وزجر.
فإن سبح أو هلل أو كبر لم يجزه.
وجزم ابن العربي أن أقلها حمد الله والصلاة على نبيه صلى الله عليه وسلم وتحذير، وتبشير، ويقرأ شيئا من القرآن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩ ، ص ١٧٧ ، مادة "خطبة")

[2] وذهب الشافعية إلى أن لها خمسة أركان وهي:
أ -حمد الله، ويتعين لفظ (الله) ولفظ (الحمد).
ب -الصـلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ويتعين صيغة صلاة، وذكر النبي صلى الله عليه وسلم باسمه أو بصفته، فلا يكفي صلى الله عليه.
ج -الوصية بالتقوى، ولا يتعين لفظها.
د -الدعاء للمؤمنين في الخطبة الثانية.
هـ -قراء ة آية مفهمة -ولو في إحداهما -فلا يكتفي بنحو "ثم نظر"، لعدم استقلالها بالإفهام، ولا بمنسوخ التلاوة، ويسن جعلها في الخطبة الأولى.
واستدلوا على هذه الأركان بفعل النبي صلى الله عليه وسلم.
أما أركانها عند الحنابلة فأربعة، وهي :
أ -حمد الله تعالى بلفظ الحمد.
ب -الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم بصيغة الصلاة.
ح -الموعظة، وهي القصد من الخطبة، فلا يجوز الإخلال بها.
د -قراء ة آية كاملة وزاد بعضهم ركنين آخرين :
أ -الموالاة بين الخطبتين، وبينهما وبين الصلاة.
فلا يفصل بين أجزاء الخطبتين، ولا بين إحداهما وبين الأخرى، ولا بين الخطبتين وبين الصلاة.
ب -الجهر بحيث يسمع العدد المعتبر للجمعة، حيث لا مانع.
وعـدهما الآخرون في الشروط -وهو الأليق -كـما يعرف من الفرق بين الركن والشرط في علم أصول الفقه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩ ، ص ١٧٧، ١٧٨ ، مادة "خطبة")

البتہ شافعیہ کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا خطبہ صحیح ہونے کے لئے شرط اور ضروری ہے۔ [۱]

اور فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا دورانیہ مختصر ہونا چاہئے، جس کی مقدار بعض حضرات کے نزدیک تین آیات، اور بعض کے نزدیک سورہ اخلاص کے بقدر، اور بعض کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کی مقدار ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۹...... دونوں خطبوں کا مختصر ہونا اور دوسرے خطبہ کا پہلے سے بھی مختصر ہونا سنت ومستحب ہے۔ [۳]

---

[۱] الجلوس بين الخطبتين مطمئنا فيه، للاتباع.
وهو سنة عند الجمهور .وشرط عند الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۳، مادة "خطبة")
ذهب الحنفية، وجمهور المالكية، والحنابلة في الصحيح من المذهب إلى أن الجلوس بين خطبتي الجمعة، والعيدين سنة، لما روى عن أبي إسحاق قال :رأيت عليا يخطب على المنبر فلم يجلس حتى فرغ.
ويرى الشافعية وهو رواية عن أحمد أن الجلوس بينهما بطمأنينة شرط من شروط الخطبة، لخبر الصحيحين أنه صلى الله عليه وسلم كان يخطب يوم الجمعة خطبتين يجلس بينهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۵، ص ۲۷۰، مادة "جلوس")

[۲] ولا خلاف بين الفقهاء أن صفة هذه الجلسة أن تكون خفيفة، وأما مقدارها فقد قيل :مقدار قراءة ثلاث آيات، وقال جماعة من الفقهاء :بقدر سورة الإخلاص، وقيل :مقدار الجلسة بين السجدتين لأنه فصل بين مشتبهتين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۵، ص ۲۷۰، مادة "جلوس")

[۳] تقصير الخطبتين، وكون الثانية أقصر من الأولى ، لقوله صلى الله عليه وسلم :إن طول صلاة الرجل، وقصر خطبته مئنة من فقهه، فأطيلوا الصلاة، واقصروا الخطبة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۲، مادة "خطبة")
تقصير الخطبتين، وكون الثانية أقصر من الأولى :سنة عند الجمهور، مندوب عند المالكية، لما روى مسلم عن عمار مرفوعاً :إن طول صلاة الرجل، وقصر خطبته مئنة فقهه، فأطيلوا الصلاة، وقصروا الخطبة .
ويسن أيضاً كون الخطبة بليغة مفهومة بلا تمطيط كالأذان، وأن يتعظ الخطيب بما يعظ به الناس، ليحصل الانتفاع بوعظه، ولقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون، كَبُر مقتاً عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون)(الفقه الاسلامی وادلتہٗ للزحیلی، ج۲ ص ۱۳۱۴، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب السادس)

چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ يُطِيْلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِنَّمَا هِيَ كَلِمَاتٌ يَسِيْرَاتٌ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کو لمبا نہیں فرماتے تھے، وہ تو صرف چند مختصر کلمات ہوتے تھے (ابوداؤد)

مسئلہ نمبر۱۰...... خطبہ صحیح ہونے کے لئے خطبہ کے وقت اتنے لوگوں کا حاضر ہونا شرط ہے کہ ان کی وجہ سے جمعہ صحیح ہوجاتا ہو، جن کی تعداد حنفیہ کے راجح قول کے مطابق امام کے علاوہ کم از کم تین ایسے افراد کا ہونا ہے، جو امامت کی اہلیت رکھتے ہوں، یعنی عاقل، بالغ اور مرد، البتہ مقیم ہونا ضروری نہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١١٠٧، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب إقصار الخطب.
قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل سماك بن حرب شيبان أبو معاوية: هو ابن عبد الرحمن النحوى، والوليد: هو ابن مسلم الدمشقي، وقد صرح بالإخبار من شيبان، وتوبع على بقية الإسناد فيما سلف برقم (١١٠١)
وأخرجه الطبراني في "الكبير(٢٠١٥)" والحاكم ٢٨٩/١، والبيهقي ٢٠٧/٣ من طريق الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد. وانظر ما سلف برقم (١١٠١)

[2] حنفیہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین افراد کی موجودگی کا قول مشہور اور دلیل کے اعتبار سے راجح ہے، اور حنفیہ کے ایک قول کے مطابق امام کے علاوہ صرف ایک شخص کا موجود ہونا کافی ہے۔
حضور جماعة تنعقد بهم .
واختلفوا في العدد الذى تصح بهم، فذهب الحنفية إلى أنه يكفي حضور واحد من أهلها سوى الإمام -على الصحيح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٧٩، مادة "خطبة")
وأقل الجماعة عند أبي حنيفة ومحمد في الأصح: ثلاثة رجال سوى الإمام، ولو كانوا مسافرين أو مرضى؛ لأن أقل الجمع الصحيح إنما هو الثلاث، والجماعة شرط مستقل في الجمعة، لقوله تعالى: (فاسعوا إلى ذكر الله) والجمعة مشتقة من الجماعة، ولا بد لهم من مذكر وهو الخطيب. فإن تركوا الإمام أو نفروا بعد التحريمة قبل السجود، فسدت الجمعة، وصليت الظهر. وإن عادوا وأدركوا الإمام راكعاً، أو بقي ثلاثة رجال يصلون مع الإمام. أو نفروا بعد الخطبة وصلى الإمام بآخرين، صحت الجمعة، فوجود الجماعة: شرط انعقاد الأداء، لا شرط دوام وبقاء إلى آخر الصلاة، ولا يتحقق الأداء إلا بوجود تمام الأركان وهي القيام والقراءة والركوع والسجود، فلو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ مالکیہ کے نزدیک جمعہ کے خطبہ میں بارہ اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک چالیس ایسے افراد کی حاضری شرط ہے کہ جو جمعہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۱۱...... جتنے افراد کی خطبہ میں حاضری شرط ہے، صرف اتنے لوگوں تک خطبہ کی آواز بھی پہنچنا شرط ہے، بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ [۳]

اور خطبہ دیتے وقت خطیب کے لئے حتی الامکان آواز کو بلند کرنا سنت ہے۔ [۴]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

نفروا بعد التحريمة قبل السجود فسدت الجمعة، ويستقبل (يستأنف) لظهر، كما بينا (الفقه الاسلامي وادلتهٗ للزحيلي، ج۲ ص۱۲۹۵ و ۱۲۹۶، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

(قوله وأقلها ثلاثة رجال) أطلق فيهم فشمل العبيد والمسافرين والمرضى والأميين والخرسى لصلاحيتهم للإمامة فی الجمعة، إما لكل أحد أو لمن هو مثلهم فی الأمی والأخرس فصلحا أن يقتديا بمن فوقهما، واحترز بالرجال عن النساء والصبيان فإن الجمعة لا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها بحال بحر عن المحيط (قوله ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة) أی على رواية اشتراط حضور ثلاثة فی الخطبة أما على رواية عدم الاشتراط أصلا أو أنه يكفی حضور واحد فأظهر (قوله سوى الإمام) هذا عند أبی حنيفة ورجح الشارحون دليله واختاره المحبوبی والنسفی كذا فی تصحيح الشيخ قاسم (رد المحتار، ج۲، ص ۱۵۱، باب الجمعة)

[۲] أما المالكية فيرون وجوب حضور اثنی عشر من أهلها الخطبتين، فإن لم يحضروهما من أولهما لم يكتف بذلک؛ لأنهما منزلتان منزلة ركعتين من الظهر .

وذهب الشافعية والحنابلة إلى وجوب حضور أربعين من أهل وجوبها.

فلو حضر العدد، ثم انفضوا كلهم أو بعضهم، وبقی ما دون الأربعين، فإن انفضوا قبل افتتاح الخطبة لم يبتدأ بها حتى يجتمع أربعون، وإن كان فی أثنائها فإن الركن المأتی به فی غيبتهم غير محسوب، فإن عادوا قبل طول الفصل بنى على خطبته، وبعد طوله يستأنفها لفوات شرطها وهو الموالاة .هذا هو المعتمد وفی المذاهب أقوال أخرى ينظر فی المطولات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۷۹، مادة "خطبة")

[۳] رفع الصوت بها، بحيث يسمع العدد المعتبر، إن لم يعرض مانع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص۱۷۹، مادة "خطبة")

[۴] رفع الصوت بالخطبة زيادة على الجهر الواجب السابق بيانه لأنه أبلغ فی الإعلام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۲، مادة "خطبة")

إسماع القوم الخطبة، ورفع الصوت بها :سنة عند الجمهور، مندوب عند المالكية؛ لأنه أبلغ فی الإعلام(الفقه الاسلامی وادلتهٗ للزحيلي، ج۲ ص۱۳۱۳، ۱۳۱۴، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب السادس)

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیا کرتے تھے، تو آپ کی آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں، اور آپ کی آواز بلند ہوجاتی تھی، اور آپ کا غضب شدید ہوجاتا تھا (مسلم)

مسئلہ نمبر ۱۲...... حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک خطبہ صحیح ہونے کے لئے خطبہ کی نیت کا ہونا شرط ہے کہ خطبہ کے کلمات جمعہ کے خطبہ کی دل میں نیت ہونے کے ساتھ ادا کئے جائیں۔

اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک خطبہ صحیح ہونے کے لئے نیت کا ہونا شرط نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۳...... جمہور فقہائے کرام اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بوقتِ قدرت خطبہ کا عربی زبان میں ہونا شرط ہے، کیونکہ خطبہ کا ہونا جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے، اس وجہ سے اس کو نماز کے ساتھ مشابہت حاصل ہے۔

البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر عربی زبان میں خطبہ دیا جائے، تو اس کے نتیجہ میں نمازِ جمعہ کا پڑھنا معتبر ہوجاتا ہے، یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک جمعہ کے خطبہ کا عربی زبان میں ہونا، جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٨٦٧ "٤٣" كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة.

[2] النية :اشترط الحنفية والحنابلة النية لصحة الخطبة، لقوله صلى الله عليه وسلم :إنما الأعمال بالنيات،فلو حمد الله لعطاسه أو تعجبا، أو صعد المنبر وخطب بلا نية فلا تصح .
ولم يشترط المالكية والشافعية النية لصحة الخطبة .
وهناك أمور شرطها بعض الفقهاء وذهب الجمهور إلى سنيتها وتأتى فى السنن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص ١٨١، مادة "خطبة")

[3] كونها بالعربية، تعبدا .للاتباع، والمراد أن تكون أركانها بالعربية؛ ولأنها ذكر مفروض فاشترط فيه ذلك كتكبيرة الإحرام، ولو كان الجماعة عجما لا يعرفون العربية .وهذا ما ذهب إليه الجمهور.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خیرُ القرون کے دور میں خواہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال أبو حنيفة وهو المعتمد عند الحنفية :تصح بغير العربية، ولو كان الخطيب عارفا بالعربية، ووافق الصاحبان الجمهور فى اشتراط كونها بالعربية إلا للعاجز عنها.
وذهب المالكية إلى أنه عند العجز عن الإتيان بها بالعربية لا تلزمهم الجمعة .
وذهب المالكية إلى أنه يشترط فى الخطيب أن يكون عارفا معنى ما يقول، فلا يكفى أعجمى لقن من غير فهم -على الظاهر .
وقال الشافعية :عند عدم من يخطب بالعربية إن أمكن تعلم العربية خوطب به الجميع فرض كفاية وإن زادوا على الأربعين، فإن لم يفعلوا عصوا ولا جمعة لهم بل يصلون الظهر، وأجاب القاضى عن سؤال ما فائدة الخطبة بالعربية إذا لم يعرفها القوم بأن فائدتها العلم بالوعظ من حيث الجملة. ويوافقه قول الشيخين فيما إذا سمعوا الخطبة ولم يعرفوا معناها أنها تصح .وإن لم يمكن تعلمها خطب واحد بلغته، وإن لم يعرفها القوم، فإن لم يحسن أحد منهم الترجمة فلا جمعة لهم لانتفاء شرطها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۰، ۱۸۱، مادة "خطبة")
وعلى هذا الخلاف :الخطبة وأذكار الصلاة، كما لو سبح بالفارسية فى الصلاة، أو أثنى على الله تعالى، أو تعوذ، أو هلل، أو تشهد، أو صلى على النبى صلى الله عليه وسلم يصح عنده، وأما أبو يوسف ومحمد فشرطا العجز ....
وعند بعض شيوخ القاضى عياض :يجوز الإتيان بالتكبير بغير العربية، وأما الخطبة فلا تجوز عندهم بغير العربية ولو كان الجماعة عجما لا يعرفون العربية، فلو لم يكن منهم من يحسن الإتيان بالخطبة عربية لم تلزمهم جمعة............
وأما خطبة الجمعة، فذهب الشافعية فى الأصح من المذهب إلى :أنه يشترط أن تكون بالعربية، فإن لم يكن ثم من يحسن العربية، ولم يمكن تعلمها، خطب بغيرها، فإن انقضت مدة إمكان التعلم -ولم يتعلموا -عصوا كلهم ولا جمعة لهم......والقول الآخر عند الشافعية أن كون الخطبة بالعربية مستحب فقط، قال النووى :لأن المقصود الوعظ، وهو حاصل بكل اللغات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۱، ص ۱۷۱، ۱۷۲، مادة "ترجمة")
ولا تصح الخطبة بغير العربية مع القدرة) عليها بالعربية (كقراءة) فإنها لا تجزء بغير العربية وتقدم (وتصح) الخطبة بغير العربية (مع العجز) عنها بالعربية لأن المقصود بها الوعظ والتذكير وحمد الله والصلاة على رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بخلاف لفظ القرآن فإنه دليل النبوة وعلامة الرسالة ولا يحصل بالعجمية (غير القراءة) فلا تجزء بغير العربية لما تقدم (فإن عجز عنها) أى القراءة (وجب بدلها ذكر) قياسا على الصلاة(كشاف القناع عن متن الاقناع، ج۲ص ۳۴، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، فصل شروط صحة الجمعة)
لم يقيد الخطبة بكونها بالعربية اكتفاء بما قدمه فى باب صفة الصلاة من أنها غير شرط ولو مع القدرة على العربية عنده خلافا لهما حيث شرطاها إلا عند العجز كالخلاف فى الشروع فى الصلاة(ردالمحتار، ج۲ص۱۴۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

مخاطب عربی ہوں یا عجمی، عربی زبان میں ہی خطبہ پڑھنا متوارث ومنقول ہے، اس لئے عربی زبان میں خطبہ پر قدرت ہوتے ہوئے غیر عربی زبان میں خطبہ دینا امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی خلافِ سنت اور مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] ولا يشترط كونها بالعربية؛ فلو خطب بالفارسية أو بغيرها جاز، كذا قالوا، والمراد بالجواز هو الجواز في حق الصلاة، بمعنى أنه يكفي لأداء الشرطية، وتصح بها الصلاة، ولا الجواز بمعنى الإباحة المطلقة، فإنه لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة عن النبي -صلى الله عليه وسلم -والصحابة -رضي الله عنهم -فيكون مكروها تحريما، وكذا قراء ة الأشعار الفارسية الهندية فيها، وقد فصلنا هذا المقام في رسالتنا "آكام النفائس في أداء الأذكار بلسان الفارس"(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج٣ص ٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

وقد سئلت مرة بعد مرة عن هذه المسألة، فأجبت بأنه يجوز عنده مطلقا، لكن لا يخلو عن الكراهة، فعارضني بعض الأعزة بأن الخطبة إنما هي لإفهام الحاضرين، وتعليم السامعين، وهو مفقود في العربية في الديار العجمية بالنسبة إلى أكثر الحاضرين، فينبغي أن يجوز مطلقا من غير كراهة.

فقلت :الكراهة إنما هي لمخالفة السنة؛ لأن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم وأصحابه قد خطبوا دائما بالعربية، ولم ينقل عن أحد منهم أنهم خطبوا خطبة، ولو خطبة غير الجمعة بغير العربية.

فعاد قائلا :في ذلك الزمان والبلدان لم يكن احتياج لتبديل اللسان؛ لأن الحاضرين كانوا من العرب، ولغتهم كانت لغة العرب، وأما في هذه البلدان فليس كذلك، فيحتاج إلى التبديل لذلك.

فعدت قائلا :قد كان يحضر في مجالس الخطب النبوية رجال من الفرس والروم والحبش والعجم، ولم يبدل النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم خطبة أبدا، ولا علمه أحدا، ومن المعلوم أن منهم من لم يكن يفهم لسان العرب مطلقا، ومنهم من لا يقدر على فهم الكثير منه، وإن فهم قدرا قدرا.

وقد ورد أن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم لما فرغ من الخطبة في بعض الأعياد وظن أنها لم تصل إلى آذان النساء ؛ لبعدهن، حضرهن ووعظهن وخطبهن.

ولم يرو ولو من رواية الأفراد أنه عقد لمن لم يكن يفهم العربي مجلسا على حدة ووعظهم وخطبهم بلغة غير عربية.

ولا يتوهم أنه لم يكن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم يعلم اللغة العجمية وغيرها من اللغات الغير العربية، ولو كان علمها لخطب بها؛ لأنا نقول بعد تسليم ذلك :إن بعض الصحابة كزيد بن ثابت قد كان تعلم اللسان العجمي والرومي والحبشي وغيرها من الألسنة كما صرح به في (الإعلام بسيرة النبي عليه الصلاة والسلام)، وغيره من كتب الأعلام، فلم لم يأمره النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم بأن يخطبهم ويعظهم بألسنتهم.

وبالجملة؛ فالاحتياج إلى الخطبة بغير العربية لتفهيم أصحاب العجمية كان موجودا في القرون الثلاثة، ومع ذلك فلم يرو أحد ذلك من أحد في تلك الأزمنة، وهذا أول دليل على الكراهة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی وجہ سے اگر کوئی شخص عربی زبان پر قادر ہوتے ہوئے کسی دوسری زبان میں خطبہ دے، بطورِ خاص جبکہ اس کا معمول بنالے، تو اس کو اہلِ علم حضرات نے بدعت قرار دیا ہے، کیونکہ خیرُ القرون کے دور سے سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

اوراگر عربی زبان کا خطبہ کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبوجه آخر؛ الخطبة بالفارسية وغيرها من اللغات الغير العربية بدعة، (وكل بدعة ضلالة)، والضلالة أدنى درجاتها الكراهة، فلا يخلو الخطبة بغير العربية عن الكراهة.

ووجه كونه بدعة أنه لم يكن فى القرون الثلاثة، وهو لا يخلو:

إما أن يكون لعدم الحاجة إليه.

أو لوجود مانع يمنع منه.

أو لعدم التنبه له.

أو للتكاسل عنه.

أو لكراهته وعدم مشروعيته.

والأولان منتفيان؛ لأنا قد ذكرنا أن الحاجة فى تلك الأزمنة أيضا إليه كانت موجودة، وإن كانت بالنسبة إلى حاجة بلادنا قليلة، ولم يكن مانع يمنع عنه بالكلية؛ لأنهم كانوا مقتدرين على الألسنة العجمية.

وكذا الثالث والرابع أيضا مفقودان؛ لأنه بعيد فى الأمور الشرعية من النبى صلى الله عليه وعلى آله وسلم وأصحابه ومن تبعهم، بل مثله لا يظن به لعلماء الشريعة، فكيف بهم؟!

وإذا انتفت الوجوه الأربعة تعينت الكراهة(آكام النفائس فى أداء الأذكار بلسان الفارس،لعبدالحيى اللكنوى، ص ۱۱۲ الیٰ ۱۱۴، فصل فى الخطبة)

[1] علامہ عبدالحی لکھنوی نے اپنے ایک رسالہ میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے، چنانچہ وہ اپنے رسالہ میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وأما ما كان المقتضى لفعله فى عهده عليه السلام موجودا من غير وجود المانع منه، ومع ذلك لم يفعله، ولم يحث عليه، علم أنه ليس فيه مصلحة، بل هو بدعة قبيحة سيئة .انتهى.

إذا عرفت هذا، فنقول :الخطبة بالفارسية التى أحدثوها واعتقدوا حسنها ليس الباعث إليها إلا عدم فهم العجم اللغة العربية، وهذا الباعث قد كان موجودا فى عصر خير البرية، وإن كان فيه اشتباه فلا اشتباه فى عصر الصحابة والتابعين، ومن تبعهم من الأئمة المجتهدين، حيث فتحت الأمصار الشاسعة، والديار الواسعة، وأسلم أكثر الحبش، والروم، والعجم، وغيرهم من الأعاجم، وحضروا مجالس الجمع والأعياد وغيرها من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۴۱...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ کھڑے ہوکر دیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَجْلِسُ، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا، فَمَنْ نَبَّأَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ، فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَيْ صَلَاةٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے، پھر بیٹھ جاتے تھے، پھر کھڑے ہوجاتے تھے، پھر کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے، پس جو آپ کو یہ خبر دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے، تو اس نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو ہزار سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شعائر الإسلام، وقد كان أكثرهم لا يعرفون اللغة العربية، ومع ذلك لم يخطب لهم أحد منهم بغير العربية، ولما ثبت وجود الباعث في تلك الأزمنة وفقدان المانع، والتكاسل، ونحوه معلوم بالقواعد المبرهنة، لم يبق إلا الكراهة التي هي أدنى درجات الضلالة(آكام النفائس في أداء الأذكار بلسان الفارس،لعبدالحيي اللكنوي، ص۱۱۸، فصل في الخطبة)

وسئلت أيضا عما اعتاده أكثر خطباء زماننا من قراء ة الخطبة بالعربية وتضمينها بعض الأشعار الفارسية، أو الهندية، هل يجوز ذلك؟فأجبت :إن قراء ة الأشعار فيها إن كان بالغناء الممنوع عنه في الشريعة فلا ريب في كراهتها، وإن كانت بالعربية؛ لما في (نصاب الاحتساب)هل يجوز للمذكر أن يقرأ على المنبر دوبيتي كما اعتاده مذكرو زماننا؟

فالجواب أنه ورد في الحديث :(من أشراط الساعة أن توضع الأخيار، وترفع الأشرار، وأن تقرأ المثناة على رؤوس الناس)، والمثناة :هي التي تسمى بالفارسية :دوبيتي، من (صحاح الجوهري)، والفقه في منعه أنه غناء ، وأنه حرام في غير المنبر، فما ظنك في موضع معد للوعظ والنصيحة(آكام النفائس في أداء الأذكار بلسان الفارس،لعبدالحيي اللكنوي، ص۱۲۰،۱۲۱، فصل في الخطبة)

[1] رقم الحديث ۸۶۲"۳۵" كتاب الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيهما من الجلسة.

زیادہ نمازیں پڑھی ہیں (مسلم)

اور حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ سُئِلَ: أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا أَوْ قَاعِدًا؟ قَالَ: أَمَا تَقْرَأُ: وَتَرَكُوكَ قَائِمًا؟ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے یا بیٹھ کر؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ کیا آپ (سورہ جمعہ کی) یہ آیت نہیں پڑھتے کہ ''اور وہ آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ دیں'' (ابنِ ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ سورہ جمعہ کی مذکورہ آیت اس وقت نازل ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اور بعض لوگ آپ کو چھوڑ کر خریداری میں مشغول ہو گئے تھے، اور اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا ہوا چھوڑنے کا ذکر ہے، جس سے خطبہ کھڑے ہو کر دینے کا ثبوت ہوتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَجَاءَتْ عِيرٌ مِّنَ الشَّامِ، فَانْفَتَلَ النَّاسُ إِلَيْهَا، حَتّٰى لَمْ يَبْقَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، فَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْجُمُعَةِ: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوَانِ انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا (مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے، اسی

---

[1] رقم الحديث ١١٠٨، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى الخطبة يوم الجمعة.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابنِ ماجه)

[2] رقم الحديث ٨٦٣ "٣٦"، كتاب الجمعة، باب ما جاء فى الخطبة يوم الجمعة.

دوران ملکِ شام سے (تاجروں کا) ایک قافلہ آ گیا، لوگ اس کی طرف متوجہ ہوگئے، یہاں تک کہ بارہ آدمی ہی باقی رہ گئے، اس پر سورہ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

”وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوَانِ انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا“

یعنی ”جب انہوں نے تجارت یا لہو کو دیکھا، تو اس کی طرف متوجہ ہوگئے، اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ گئے“ (مسلم)

خلاصہ یہ کہ سورہ جمعہ کی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہوئے ہونے کی حالت میں چھوڑنے کا ذکر ہے، جس سے خطبہ میں کھڑے ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اب رہا یہ کہ خطبہ کے دوران کھڑا ہونا فرض درجہ کا عمل ہے یا سنت درجہ کا؟ تو اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک خطبہ کھڑے ہو کر دینا سنت ہے، اور اگر دونوں خطبے بیٹھ کر دیئے جائیں، یا ایک خطبہ بیٹھ کر اور ایک کھڑے ہو کر دیا جائے، تو بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلافِ سنت اور مکروہ کہلاتا ہے۔

اور شافعیہ اور اکثر مالکیہ کے نزدیک خطبہ کے دوران قیام یعنی کھڑا ہونا فرض یا واجب درجہ کا عمل ہے۔[1]

---

[1] وأما السنن المختلف فيها فهي:
القيام فى الخطبة مع القدرة، للاتباع.
وهو شرط عند الشافعية وأكثر المالكية.
وقال الدردير :الأظهر أن القيام واجب غير شرط، فإن جلس أثم وصحت .
فإن عجز خطب قاعدا فإن لم يمكنه خطب مضطجعا كالصلاة، ويجوز الاقتداء به سواء أقال لا أستطيع أم سكت؛ لأن الظاهر أن ذلك لعذر.
والأولى للعاجز الاستنابة وهو سنة عند الحنفية والحنابلة، ولو قعد فيهما أو فى إحداهما أجزأ، وكره من غير عذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص ١٨٣، مادة ”خطبة“)
ولو خطب قاعداً أو على غير طهارة، جاز لحصول المقصود، إلا أنه يكره لمخالفته الموروث،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر خطبہ دیا جائے، تو پھر کسی کے نزدیک بھی مکروہ نہیں، اور بلا کراہت جائز اور ادا ہو جاتا ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۱۵...... خطبہ کا منبر پر کھڑے ہو کر دینا سنت ہے، اور منبر کا محراب (یعنی امام کے مصلّٰی) کے دائیں طرف ہونا مستحب ہے، اور اگر کسی مجبوری مثلاً جگہ کی تنگی وغیرہ کے باعث منبر امام کے مصلّٰی کے بائیں طرف رکھا جائے، تو بھی حرج نہیں۔

اور اگر بآسانی میسر ہو، تو منبر کی تین سیڑھیاں ہونا مستحب ہے، اور مستحب یہ ہے کہ درمیانی والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے۔

اگر منبر میسر نہ ہو، تو کسی بھی قدرے اونچی چیز پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے، اور اگر کھڑے ہونے کے لئے کوئی مناسب چیز میسر نہ ہو، تو کمر کی طرف سے لکڑی، دیوار وغیرہ کا سہارا لے کر خطبہ دینا چاہئے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر کے تیار ہونے سے پہلے اسی طرح خطبہ دیا کرتے تھے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولـلفصل بينها وبين الصلاة لتجديد طهارته، فالطهارة والقيام سنةعندهم، والسبب فى ذلك أنها لا تـقوم مقام الركعتين فى الأصح؛ لأنها تنافى الصلاة، لما فيها من استدبار القبلة والكلام، فلا يشترط لهـا شرائط الصلاة (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ص ۱۳۰۳ ، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

۱؎ مـن خطب جالسا :فـإن كـان لـعـذر فلا خلاف بين الفقهاء فى أنه يجوز، لأن الصلاة تصح من القاعد العاجز عن القيام فالخطبة أولى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۵، ص ۲۷۰، مادة "جلوس")

۲؎ تنقسم هذه السنن إلى سنن متفق عليها وأخرى مختلف فيها

أما السنن المتفق عليها فهى:

أن تـكـون الـخـطبة عـلـى منبـر لإلـقـاء الخطبة، اتباعا للسنة، ويستحب أن يكون المنبر على يمين المحراب (بالنسبة للمصلى) ، للاتباع.

فـإن لـم يتيسـر المنبر فعلى موضع مرتفع؛ لأنه أبلغ فى الإعلام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۱، مادة "خطبة")

ذهـب الـفـقـهـاء إلـى أن اتـخاذ المنبر سنة مجمع عليها؛ كما أنه يسن أن تكون الخطبة على المنبر؛ وكذلك الجلوس على المنبر قبل الشروع فى الخطبة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنبَرِ (بخاری) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیا (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ (مسلم) ؎۲

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، يُسْنِدُ ظَهْرَهُ إِلَى خَشَبَةٍ، فَلَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ: اِبْنُوْا لِيْ مِنبَرًا، أَرَادَ أَنْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويستحب أن يكون المنبر على يمين المحراب بالنسبة للمصلين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۹، ۸۵، مادة "منبر")

كونها على منبر، بالاتفاق، اتباعاً للسنة كما روى الشيخان، ويسن أن يكون المنبر على يمين المحراب (أي مصلى الإمام) إذ هكذا وضع منبره صلّى الله عليه وسلم، وينبغي أن يكون بين المنبر والقبلة قدر ذراع أو ذراعين.

فإن لم يتيسر المنبر فعلى موضع مرتفع، لأنه أبلغ في الإعلام، فإن تعذر استند إلى نحو خشبة كما كان يفعل صلّى الله عليه وسلم قبل إيجاد المنبر، وكان النبي قد خطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحول إليه، فحن الجذع، فأتاه النبي صلّى الله عليه وسلم فالتزمه أو مسحه.

وكان منبره صلّى الله عليه وسلم ثلاث درجات غير درجة المستراح .ويستحب أن يقف على الدرجة التي تليها، كما كان يفعل النبي عليه السلام(الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲ص ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب السادس)

؎۱ كتاب الجمعة،باب الخطبة على المنبر،مسند أحمد،رقم الحديث۱۲۸۴۷ .

في حاشية مسند احمد: حديث صحيح

؎۲ رقم الحديث ۸۶۳ "۳۶"كتاب الجمعة،باب في قوله تعالى:وإذا رأوا تجارة أو لهوا انفضوا إليها وتركوك قائما.

يُسْمِعُهُمْ، فَبَنَوْا لَهُ عَتَبَتَيْنِ، فَتَحَوَّلَ مِنَ الْخَشَبَةِ إِلَى الْمِنبَرِ، قَالَ: فَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ الْخَشَبَةَ تَحِنُّ حَنِينَ الْوَالِهِ، قَالَ: فَمَا زَالَتْ تَحِنُّ حَتّٰى نَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِنبَرِ، فَمَشٰى إِلَيْهَا فَاحْتَضَنَهَا، فَسَكَنَتْ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۳۶۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے، تو اپنی پشت کا ایک لکڑی (کے ستون) کی طرف سہارا لیا کرتے تھے، پھر جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے لئے منبر تیار کردو، تاکہ سب تک آواز پہنچ جایا کرے، پس لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو سیڑھیوں کا منبر تیار کردیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ کے لئے) اس لکڑی (کے ستون) سے منبر کی طرف منتقل ہوگئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود اپنے کانوں سے (نبی صلی اللہ علیہ سلم کے فراق میں غم کے باعث) اس لکڑی (کے ستون) کے رونے کی ایسی آواز سنی، جیسے گمشدہ بچہ بلک بلک کر روتا ہے اور وہ (لکڑی کا ستون) مسلسل روتا ہی رہا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور اس کی طرف چل کر گئے، پھر اسے سینے سے لگایا تب جا کر وہ خاموش ہوا (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

وَكَانَ مِنبَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصِيرًا، إِنَّمَا هُوَ ثَلَاثُ دَرَجَاتٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۱۹) [2]

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر چھوٹا سا بس تین سیڑھیوں کا تھا (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد (حاشية مسند احمد)

بعض روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ سب سے پہلے منبر پر حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے خطبہ دیا، مگران روایات کی سند کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... سنت یہ ہے کہ امام خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر بیٹھ جائے۔ [2]

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ، كَانَ يَجْلِسُ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى يَفْرُغَ أُرَاهُ قَالَ: اَلْمُؤَذِّنُ، ثُمَّ يَقُوْمُ، فَيَخْطُبُ، ثُمَّ يَجْلِسُ فَلَا يَتَكَلَّمُ، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ (سنن ابی داؤد) [3]

---

[1] وعن معاذ بن جبل قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-إن أتخذ المنبر فقد اتخذه أبي إبراهيم وإن أتخذ العصا فقد اتخذها أبي إبراهيم -صلى الله عليه وسلم ." -

رواه البزار والطبراني في الكبير وفيه موسى بن محمد بن إبراهيم بن الحارث التيمي وهو ضعيف جدا.

وعن سعد بن إبراهيم عن أبيه قال :أول من خطب على المنابر إبراهيم -صلى الله عليه وسلم .-

رواه البزار وهو منقطع الإسناد(مجمع الزوائد،رقم الحديث ۳۱۰۳و۳۱۰۴)

[2] اور شافعیہ کے نزدیک جمعہ کا وقت داخل ہونے یعنی زوال کے بعد خطیب کا مسجد میں حاضر ہوجانا بھی سنت ہے، خواہ خطبہ بعد میں ہی کیوں نہ شروع کرے۔

الجلوس على المنبر قبل الشروع في الخطبة، عملا بالسنة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۱، مادة "خطبة")

يسن أن تكون الخطبة على المنبر؛ وكذلك الجلوس على المنبر قبل الشروع في الخطبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۹، ۸۵، مادة "منبر")

الجلوس على المنبر قبل الشروع في الخطبة، عملاً بالسنة لحديث ابن عمر السابق عند أبي داود، وهو متفق عليه(الفقه الاسلامی وادلتهٗ للزحيلی، ج۲ص ۱۳۱۲، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب السادس)

صرح الشافعية بسنية حضور الخطيب بعد دخول الوقت، بحيث يشرع في الخطبة أول وصوله إلى المنبر لأن هذا هو المنقول، ولا يصلي تحية المسجد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۴، مادة "خطبة")

[3] رقم الحديث ۱۰۹۲، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الجلوس إذا صعد المنبر.

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية سنن ابی داؤد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے، منبر پر تشریف لے جانے کے بعد بیٹھ جاتے تھے، یہاں تک کہ (آپ کے سامنے اذان دینے والا) موذن اذان دے کر فارغ ہو جاتا تھا، پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیا کرتے تھے، پھر خاموشی سے (ایک خطبہ کے بعد کچھ دیر کے لئے) بیٹھ جاتے تھے، پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے (ابنِ ماجہ)

مسئلہ نمبر ۱۷...... امام کے لیے خطبہ کے دوران لوگوں کی طرف رُخ کرنا سنت ہے، لیکن امام کو خطبہ کے دوران دائیں بائیں طرف التفات یعنی چہرہ کا رخ کرنا سنت نہیں، اور لوگوں کا اپنے چہرے (نہ کہ پورا رُخ) امام کی طرف کرنا مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۸...... خطبہ کے وقت سامعین وحاضرین کے لیے بیٹھنے کی کوئی نشست شریعت کی طرف سے مقرر نہیں، جس طرح سے چاہیں بیٹھ سکتے ہیں؛ البتہ بعض حضرات کے نزدیک دونوں خطبوں کے دوران نماز کے تشہُّد کی حالت کی طرح بیٹھنا کہ دونوں ہاتھ رانوں پر رہیں، مستحب ہے۔

بعض علاقوں میں رسم ہے کہ جب خطیب جمعہ کا پہلا خطبہ پڑھتا ہے تو مقتدی تشہُّد کی طرح بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ پیٹ یا سینہ پر باندھ لیتے ہیں اور دوسرے خطبے کے درمیان دونوں ہاتھ کھول کر رانوں پر رکھ لیتے ہیں اور اس کو ثواب یا شریعت کا حکم سمجھتے ہیں، ایسا سمجھنا غلط ہے، کیونکہ شریعت سے دونوں خطبوں میں اس طرح الگ الگ طریقوں سے بیٹھنے کا حکم

---

[1] استقبال الخطيب القوم بوجهه، ويستحب للقوم الإقبال بوجههم عليه، وجاء ت فيه أحاديث كثيرة، منها حديث عدى بن ثابت عن أبيه قال :كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا قام على المنبر استقبله أصحابه بوجوههم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص ١٨١، مادة "خطبة")

استقبال القوم بوجهه دون التفات يميناً وشمالاً، سنة بالاتفاق، لما روى ابن ماجه عن عدى بن ثابت عن أبيه عن جده قال :كان النبى صلّى الله عليه وسلم إذا قام على المنبر استقبله الناس بوجوههم (الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج ٢ ص ١٣١٢، الباب الثانى، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب السادس)

ثابت نہیں (کذا فی احسن الفتاویٰ جلد۴ صفحہ ۱۳۳، وفتاویٰ عثمانی جلد ا صفحہ ۵۵۶) ل

مسئلہ نمبر ۱۹...... حنفیہ کے نزدیک خطیب کے لئے یہ بات سنت نہیں کہ وہ جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے منبر پر جانے کے بعد لوگوں کو سلام کرے۔

البتہ شافعیہ اور حنابلہ اس کو سنت و مستحب قرار دیتے ہیں۔ ۲

ل إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبيا أو متربعا أو كما تيسر؛ لأنه ليس بصلاة عملا وحقيقة، كذا في المضمرات، ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة، كذا في معراج الدراية (الفتاوىٰ الهندية ج ١ ص ١٤٨ ، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر)

۲ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایک تو اس موقع پر امام کے لئے لوگوں کو سلام کرنا سنت ہے، جب امام خطبہ کے لئے اپنے حجرہ سے نکلے، یا مسجد میں داخل ہو، اور دوسرے اس موقع پر سلام کرنا سنت ہے، جب وہ منبر پر بیٹھ جائے، اور لوگوں کی طرف رُخ کرلے۔

اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک پہلے موقع پر سلام کرنا تو مستحب ہے، اور دوسرے موقع پر سلام کرنا مستحب نہیں، اور اگر وہ سلام کرے، تو ان حضرات کے نزدیک لوگوں پر اس کا جواب واجب نہیں۔ البتہ امام ابو یوسف کی ایک روایت کے مطابق سلام کا جواب دینا واجب ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

السلام على الناس:

يسن عند الشافعية والحنابلة أن يسلم الخطيب على الناس مرتين إحداهما حال خروجه للخطبة (أي من حجرته أو عند دخوله المسجد إن كان قادما من خارجه) والأخرى، إذا وصل أعلى المنبر وأقبل على الناس بوجهه.

وقال الحنفية والمالكية :يندب سلامه على الناس عند خروجه للخطبة فقط، ولا يسلم على المصلين عند انتهاء صعوده على المنبر واستوائه عليه، ولا يجب رده؛ لأنه يلجئهم إلى ما نهوا عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩ ، ص ١٨٣ ، مادة "خطبة")

تسليم الخطيب على الناس إذا صعد المنبر: ذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يستحب للخطيب إذا صعد المنبر فاستقبل الحاضرين أن يسلم عليهم؛ واحتجوا بما رواه جابر رضى الله عنه قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صعد المنبر سلم؛ ورواه الأثرم عن أبي بكر وعمر وابن مسعود والزبير رضى الله عنهم؛ ورواه البخارى عن عثمان رضى الله عنه؛ وفعله عمر بن عبد العزيز؛ وبه قال الأوزاعي؛ ولأنه استقبال بعد استدبار؛ فأشبه من فارق قوما ثم عاد إليهم.

وأضاف الشافعية أن يسلم على من عند المنبر ندبا إذا انتهى إليه .

وذهب الحنفية إلى أنه لا يسن السلام بعد الصعود على المنبر.

وقال المالكية :يندب أن يسلم الخطيب عند خروجه ليرقى المنبر؛ فإذا انتهى من صعوده فلا يندب بل يكره؛ ولا يجب رده لأن المعدوم شرعا كالمعدوم حسا؛ خلافا للقرافي الذى أوجب رده (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٩، ٨٥ و ٨٦، مادة "منبر")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شافعیہ اور حنابلہ کا فرمانا یہ ہے کہ بعض احادیث وآثار میں خطبہ کے شروع میں سلام کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن يسلم على الناس إذا صعد المنبر، اتباعاً للسنة، عند الشافعية والحنابلة، وحال خروجه للخطبة عند المالكية، لما روى ابن ماجه عن جابر قال :كان النبي صلّى الله عليه وسلم إذا صعد المنبر سلم ؛ لأنه استقبال للناس بعد استدبار في صعوده، أشبه من فارق قوماً، ثم عاد إليهم .ويجب رد السلام.
ولا يسلم على القوم عند الحنفية؛ لأنه يلجئهم إلى ما نهوا عنه من الكلام، والحديث الثاني غير مقبول(الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲ص ۱۳۱۲، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب السادس)

[1] اوران روایات کی اسناد پر اگرچہ کلام ہے، مگر تمام روایات مل کر ایک قوت حاصل کر لیتی ہیں، اوران سے استحباب ثابت ہوجاتا ہے۔"وهو الراجح عندی فیما بینی و بین ربی الله تعالیٰ"۔ محمد رضوان۔

عن جابر بن عبد الله، أن النبي صلى الله عليه وسلم، كان إذا صعد المنبر سلم(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۱۰۹)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف، ابن لهيعة -واسمه عبد الله -سيء الحفظ.
وأخرجه ابن عدي في ترجمة ابن لهيعة من "الكامل ۱۴۶۵/۴"، والبيهقي ۲۰۴/۳و۲۹۸ - ۲۹۹ من طريق عمرو بن خالد، بهذا الإسناد .وقال البيهقي عقبه :تفرد به ابن لهيعة!
وفي الباب عن ابن عمر عند الطبراني في "الأوسط(۶۶۷۷)"وابن حبان في "المجروحين ۱۲۱/۲" ، وسنده ضعيف .وعن عطاء بن أبي رباح والشعبي مرسلًا عند عبد الرزاق في "المصنف(۵۲۸۱)"و(۵۲۸۲)(حاشية ابنِ ماجه)

عن نافع، عن ابن عمر قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل المسجد يوم الجمعة سلم على من عند منبره من الجلوس، فإذا صعد المنبر توجه إلى الناس، فسلم عليهم.لم يرو هذا الحديث عن نافع إلا عيسى بن عبد الله، تفرد به الوليد، ولا يروى عن ابن عمر إلا بهذا الإسناد (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث۶۶۷۷)

قال الهيثمي:رواه الطبراني في الأوسط وفيه عيسى بن عبد الله الأنصاري وهو ضعيف وذكره ابن حبان في الثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۱۹، باب سلام الخطيب)
وقال ابن الملقن:عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي -صلى الله عليه وسلم - كان إذا دنا من منبره سلم (على من عند) المنبر، ثم صعد فإذا استقبل الناس بوجهه سلم ثم قعد .
هذا الحديث ضعيف، رواه ابن عدي في كامله والبيهقي في سننه من هذا الوجه بلفظ :كان إذا دنا من منبره يوم الجمعة سلم على من عنده من الجلوس، فإذا صعد المنبر استقبل الناس بوجهه ثم سلم.
قال البيهقي :تفرد به عيسى بن عبد الله الأنصاري .قال ابن عدي :عامة ما يرويه لا يتابع عليه، وله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مذکورہ حکم جمعہ کے خطبہ کے متعلق ہے، جہاں تک خطبہ کے بجائے وعظ اور بیان وتقریر کے شروع میں منبر پر بیٹھ کر مخاطبین کو سلام کرنے کا تعلق ہے، تو اس موقع پر سلام کرنے میں حنفیہ کے نزدیک بھی حرج نہیں، کیونکہ اس پر جمعہ کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

مسئلہ نمبر ۲۰...... امام کے منبر پر جا کر بیٹھ جانے کے بعد اس کے سامنے مؤذن کو کھڑے ہو کر جمعہ کی اذان دینا سنت ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنَّ الْاَذَانَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ کَانَ اَوَّلُهٗ حِیْنَ یَجْلِسُ الْاِمَامُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَی الْمِنْبَرِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم وَاَبِیْ بَکْرٍ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أحاديث مناكير .وتبعه على ذلك عبد الحق فقال في أحكامه بعد أن أخرجه من طريق ابن عدى: ولا يتابع عيسى هذا على هذا الحديث .وقال ابن طاهر في تذكرته :عيسى هذا يخالف الثقات فلا يحتج به(البدر المنير، ج۴ص ۶۲۶، كتاب الجمعة، الحديث الثلاثون)

عبد الرزاق عن بن جريج عن عطاء ان النبي صلى الله عليه و سلم كان إذا صعد المنبر أقبل بوجهه على الناس فقال السلام عليكم (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۲۸۱)

عن ابى اسحاق، عن الحارث، قال: كان على اذا صعد المنبر سلم(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل، رقم الحديث ۴۱۸)

حدثنا مجالد ، عن الشعبي ، قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صعد المنبر يوم الجمعة استقبل الناس بوجهه ، فقال :السلام عليكم ، ويحمد الله ويثنى عليه ويقرأ سورة ، ثم يجلس ، ثم يقوم فيخطب ، ثم ينزل .وكان أبو بكر ، وعمر يفعلانه(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۵۲۳۸، باب الإمام إذا جلس على المنبر يسلم)

عن سعيد بن يزيد ، عن أبي نضرة ، قال :كان عثمان قد كبر ، فإذا صعد المنبر ، سلم فأطال قدر ما يقرأ إنسان أم الكتاب(ايضاً رقم الحديث ۵۲۳۹)

أخبرنا الضحاك بن مخلد، عن سليمان بن نشيط، قال :رأيت ابن الزبير صعد المنبر، فلما قام عليه سلم ثم جلس(الاوسط لابن المنذر،رقم الحديث ۱۸۰۰)

عن عمرو بن مهاجر ؛ أن عمر بن عبد العزيز كان إذا استوى على المنبر سلم على الناس ، وردوا عليه(ايضاً رقم الحديث ۵۲۴۰)

[1] الأذان بين يدى الخطيب، إذا جلس على المنبر .وهذا الأذان هو الذى كان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۱، مادة "خطبة")

وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا (بخاری) [1]

ترجمہ: جمعہ کے دن کی اذان ابتداء میں اس وقت ہوتی تھی، جب امام جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بھی (بخاری)

مسئلہ نمبر ۲۱...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک خطیب کو خطبہ کے دوران ہاتھ میں عصاء یعنی لاٹھی یا تلوار وغیرہ کا سہارا لے کر کھڑا ہونا سنت و مستحب ہے۔ [2]

کیونکہ بعض احادیث وروایات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ہاتھ میں عصا (یعنی لاٹھی) وغیرہ کا سہارا لیتے تھے۔

چنانچہ حضرت حکم بن حزن کلفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک وفد کے ساتھ کچھ دن رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا، اُن دِنوں میں ایسا بھی ہوا کہ:

شَهِدْنَا فِيهَا الْجُمُعَةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَامَ

---

[1] رقم الحديث ۹۱۶، كتاب الجمعة، باب التأذين عند الخطبة.

[2] يستحب للخطيب يوم الجمعة أن يعتمد على قوس أو سيف أو عصا، وذلك عند جمهور الفقهاء ؛ لما روى الحكم بن حزن الكلفي قال :وفدت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقمنا أياما شهدنا فيها الجمعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام متوكئا على عصا أو قوس. . .) الحديث، ولأن ذلك أعون له .
وفصل الحنفية فقالوا :يخطب الإمام بسيف في بلدة فتحت عنوة، كمكة، وإلا لا كالمدينة .كما صرح به في الدر المختار .ثم نقل عن الحاوي القدسي أنه إذا فرغ المؤذنون قام الإمام والسيف في يساره، وهو متكء عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۳۱۱،مادة "سيف")
أن يعتمد الخطيب على قوس أو سيف أو عصا، لما روى الحكم بن حزن رضى الله عنه قال :وفدت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم . . .فأقمنا أياما شهدنا فيها الجمعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام متوكئا على عصا أو قوس فحمد الله وأثنى عليه كلمات خفيفات طيبات مباركات.
وللحنفية تفصيل في المسألة فقالوا :يتكء على السيف في كل بلدة فتحت عنوة، ليريهم قوة الإسلام والحزم، ويخطب بدونه في كل بلدة فتحت صلحا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۸۲، مادة "خطبة")

مُتَوَكِّئًا عَلٰى عَصَا اَوْ قَوْسٍ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: جمعہ کے لیے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی یا قوس (یعنی کمان) کے سہارے خطبہ دینے کی حالت میں کھڑے ہوئے (ابوداؤد، مسند احمد)

قوس سے مراد کمان ہے، جس سے تیر چلایا جاتا ہے، یہ بھی عام طور پر لکڑی کا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ بِمِخْصَرَةٍ فِيْ يَدِهٖ (الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ میں عصا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے (ابنِ سعد، بغوی، حلیۃُ الاولیاء)

اس طرح کی احادیث کے پیشِ نظر خطبہ کے وقت فی نفسہٖ ہاتھ میں عصا (یعنی لاٹھی) لینا سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے، لہٰذا اس کو اسی درجہ میں رکھنا چاہئے، اور اس کو اس کے درجہ سے بڑھا کر فرض یا واجب نہیں سمجھنا چاہئے، ورنہ یہ مکروہ وقابلِ کراہت عمل کے زمرے میں

---

[1] رقم الحديث ١٠٩٦، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الرجل يخطب على قوس، مسند احمد، باب حديث الحكم بن حزن، رقم الحديث ١٧٨٥٦.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى من أجل شهاب بن خراش وشعيب بن رُزَيق الطائفى، فهما صدوقان لا بأس بهما (حاشية ابى داؤد)

[2] ج ١ ص ٢٨٤، ٢٨٥، السيرة النبوية الشريفة، ذكر صفته صلى الله عليه وسلم فى خطبته، شرح السنة للبغوى، رقم الحديث ١٠٧٠، حلية الاولياء، ج٣ ص ١٦٧.

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير والبزار، وفيه ابن لهيعة وفيه كلام (مجمع الزوائد، رقم الحديث ٣١٤١، باب على أى شىء يتكء الخطيب)

وقال الالبانى: وهذا إسناد جيد رجاله كلهم ثقات على ضعف فى حفظ ابن لهيعة معروف؛ لكن قتيبة بن سعيد من الثقات الذين صحح العلماء حديثهم عن ابن لهيعة؛ لأنه كان يروى عنه من كتابه وليس من حفظه؛ كما تقدم تحقيق ذلک عن الذهبى فى غيرما موضع، فلا داعى للإعادة (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣٠٣٧)

داخل ہوجائے گا۔

اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خطبہ کے دوران ہاتھ میں عصا (یعنی لاٹھی) لے، تو سنت ومستحب اور باعثِ ثواب ہے۔

البتہ کبھی عصا ہاتھ میں لیے بغیر بھی خطبہ کہہ لینا چاہیے، تاکہ عوام بوقتِ خطبہ ہاتھ میں عصا لینے کو فرض یا واجب اور ضروری نہ سمجھ بیٹھیں۔

اور بعض علماء نے خطبہ کے وقت ہاتھ میں عصا وغیرہ لینے کو جو مکروہ وغیرہ کہا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی وقت میں لوگ اس کو خطبے کا لازمی حصہ سمجھنے لگے تھے، اسی لیے بعض علماء نے خطبے کے وقت عصا نہ لینے کا اہتمام کرنا شروع کردیا، کیونکہ غیر ضروری عمل میں اگر کوئی خرابی پیدا ہوجائے تو اس کی بعض اوقات عمل کے ذریعہ بھی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

صورت تطبیق (اور جمع کی) کی یہ ہے کہ فی نفسہٖ سنت ہے مگر غیر مؤکدہ، اگر مؤکدہ سمجھا جائے گا تو مکروہ ہے (امداد الفتاویٰ جلد ا صفحہ ۶۶۲، باب صلاۃ الجمعۃ والعیدین)

اور اعلاء السنن میں ہے کہ:

وَلَمْ يَثْبُتْ عَلَيْهِ دَوَامُهُ صلى الله عليه وسلم ، فَالْقَوْلُ بِتَأَكُّدِهٖ لَايَصِحُّ، وَأَمَّا الْكَرَاهَةُ فَهِيَ تَتَحَقَّقُ عِنْدَ الْإِلْتِزَامِ(اعلاء السنن جلد۸ صفحه ۷۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ عصا لینا ثابت نہیں، اس لئے عصا لینے کو مؤکدہ سنت کہنا صحیح نہیں، اور جب اس کو لازم قرار دیا جائے تو پھر مکروہ ہوگا (اعلاء السنن)

اور امداد الاحکام میں ہے کہ:

عصا لینا بوقتِ خطبہ سنت ہے، مگر سنتِ مقصودہ نہ سمجھے، گاہے (کبھی) ترک بھی کردے (امداد الاحکام جلد ا صفحہ ۷۳۶، کتاب الصلوٰۃ)

عصا لینا مستحب ہے، لیکن اگر اس کو ضروری سمجھا جاوے اور تارک (نہ لینے والے) پر ملامت کی جائے تو التزام مالایلزم (غیر لازم کو لازم کرلینے) کی وجہ سے منع کیا جائے گا" (امداد الاحکام جلد ا صفحہ ۷۵۹، کتاب الصلوٰۃ)

اور امداد المفتین میں ہے کہ:

خلاصہ کلام احقر کے نزدیک اس باب میں یہ ہے کہ بوقتِ خطبہ عصا یا قوس وغیرہ لینا حدیث سے ثابت اور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲۲...... خطبہ کے شروع میں حمد وثنا اور پھر شہادتین (یعنی اشہدان لا الٰہ الا اللہ، و اشہدان محمدا رسول اللہ، وغیرہ) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور وعظ وتذکیر اور قرآن مجید کی کسی آیت کی قرائت اور مومنین کے لئے دعاء کرنا، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سنت ومستحب ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک خطبہ کے اختتام پر ''یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ'' کہنا بھی مستحب ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مشروع ہے، کوئی شخص اس پر عمل کرے تو وہ قابلِ نکیر (وملامت) نہیں لیکن اس کی دوسری جانب بھی قابلِ نکیر (وملامت) نہیں ہے، کیونکہ یہ سننِ عادیہ میں سے ہے؛ جیسے امام کے لیے عمامہ اور سننِ عادیہ کا ایسا اہتمام والتزام (یعنی لازم کرلینا) جیسے سننِ مؤکدہ یا واجبات کا ہوتا ہے، خود اس فعل کو بدعات کی قبیل میں داخل کردیتا ہے، اور اس کا ترک اولیٰ (یعنی چھوڑنا بہتر) ہوجاتا ہے۔ ہمارے بلاد (وعلاقہ) میں جبکہ خطیب ہاتھ میں خطبہ لے کر (اور اس میں دیکھ کر خطبہ) پڑھتا ہے تو بلاشبہ عصا وغیرہ لینے اور سنبھالنے میں اُلجھن اور تکلف ہوگا اور شریعت نے اس اُلجھن میں پڑنے کا حکم نہیں کیا، ایسی حالت میں ترک کردینا ہی اسلم (زیادہ سلامتی والا عمل) معلوم ہوتا ہے، ہاں کوئی حفظ سے خطبہ پڑھے تو عصاء وغیرہ ہاتھ میں رکھنا افضل ہوگا۔
الغرض اس فعل کے ترک یا عمل کو معرکہ بحث بنانا اس کو اس کی حدِ شرعی سے نکالنا ہے، بلکہ اسلم یہ ہے کہ کوئی کرے تو اُس پر نکیر (لعن طعن) نہ کیا جاوے اور نہ کرے تو اُس پر نکیر (لعن طعن) نہ کیا جاوے، پھر کرنے والے اگر داہنے ہاتھ میں عصاء رکھیں، یہ اقرب الی الصواب (یعنی درستگی کے زیادہ قریب) معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر بائیں ہاتھ میں لے لیں تو اُس پر بھی نکیر (وملامت) نہ کرنا چاہیے، کیونکہ حدیث محتمل ہے اور صریح نقل کسی جانب موجود نہیں (امداد المفتین صفحہ ۳۸۱ تا صفحہ ۳۸۲)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

خطبۂ جمعہ کے وقت عصا کا ہاتھ میں لینا بدعتِ سیئہ نہیں بلکہ مستحب ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، جیسا کہ طحطاوی مصری باب الجمعہ، ص: ۴۲۱، میں ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب، جلد ہشتم صفحہ ۲۷۰)

نقل القهستانی عن عبدالمحيط أن أخذ العصا سنة كالقيام (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

[1] اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک پہلے حمد، پھر ثنا، پھر درود، پھر وعظ ونصیحت، ترتیب وار سنت ہے، اور شافعیہ کے نزدیک مومنین کے لیے دعاء خطبہ کے رکن میں داخل ہے۔

البداءة بحمد الله والثناء عليه، ثم الشهادتين ثم الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم، والعظة والتذكير، وقراءة آية من القرآن، والدعاء فيها للمؤمنين سنة عند الحنفية، والمالكية، كما يندب عند المالكية أيضا ختمها بيغفر الله لنا ولكم .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنفیہ کے نزدیک خطبہ کے شروع میں خطیب کو آہستہ آواز میں اعوذ باللہ پڑھنا اور خطبہ کے دوران خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنا مستحب درجہ کا عمل ہے، فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، جیسا کہ بعض نے سمجھ رکھا ہے۔

اور بادشاہِ اسلام کے لئے دعاء کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس کی ایسی تعریف نہ کی جائے، جو غلط اور غلو پر مبنی ہو۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ (صحیح ابن حبان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ خطبہ جس میں تشہد (یعنی ''اشہد ان لا الٰہ الا اللہ'' وغیرہ) نہ ہو، تو وہ مفلوج ہاتھ کی طرح ہے (ابنِ حبان)

اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ يَقُوْلُ: أَمَّا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الشافعية والحنابلة :يستحب الترتيب بأن يبدأ بالحمد، ثم بالثناء ، ثم بالصلاة، ثم بالموعظة، فإن نكس أجزأه لحصول المقصود .وهذا الترتيب سنة عندهم .
والدعاء للمؤمنين سنة عند الجمهور إلا الشافعية فإنه ركن عندهم) وقد تقدم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص ۱۸۴، مادة ''خطبة'')

[1] اور اگر کوئی ان میں سے کسی چیز کو ترک کردے، تو اس پر نکیر کرنا جائز نہیں، بلکہ ان چیزوں کا التزام کرنا بھی مناسب نہیں۔

ويبدأ قبل الخطبة الثانية بالتعوذ سراً، ثم يحمد الله تعالى والثناء عليه، ويأتي بالشهادتين، والصلاة على النبي صلّى الله عليه وسلم، والعظة والتذكير، ويندب ذكر الخلفاء الراشدين والعمّين (حمزة والعباس)، ولا يندب الدعاء للسلطان، وجوزه بعضهم، فقد ثبت أن أبا موسى الأشعري أمير الكوفة دعا لعمر، ويكره تحريماً وصفه بما ليس فيه (الفقه الاسلامي وادلتهٗ للزحيلي، ج۲ص ۱۳۰۳ الیٰ ۱۳۰۵، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الخامس)

[2] رقم الحديث ۲۷۹۶، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ذكر الزجر عن ترك المرء الشهادة لله جل وعلا في خطبته إذا خطب.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابنِ حبان)

بَعْدُ(بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پھر میں نے آپ سے سنا، جب آپ نے تشہد پڑھا، آپ نے فرمایا کہ ''**اَمَّابَعْدُ**'' (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ، يَحْمَدُ اللّٰهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَخَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ(مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دیا کرتے تھے، اللہ کی شایانِ شان حمد وثنا، بیان کیا کرتے تھے، پھر یہ فرماتے تھے کہ:

''مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَخَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ''

یعنی ''جس کو اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو وہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور تمام باتوں میں بہتر اللہ کی کتاب ہے'' (مسلم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، أَمَّا بَعْدُ(سنن ابن ماجه) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ میں فرمایا) کہ:

---

[1] رقم الحديث ۹۲۶، كتاب الجمعة، باب من قال فى الخطبة بعد الثناء :أما بعد.

[2] رقم الحديث ۸٦۷''۴۵''كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة.

[3] رقم الحديث ۱۸۹۳، كتاب النكاح،باب خطبة النكاح.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية ابنِ ماجه)

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، أَمَّا بَعْدُ“

یعنی ”ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اور ہم اس سے استعانت حاصل کرتے ہیں، اور ہم اللہ کے ذریعہ اپنے نفسوں کے شرور سے پناہ (وحفاظت) چاہتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو وہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اما بعد!“ (ابنِ ماجہ)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَيُذَكِّرُ النَّاسَ (مسلم) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے ہوا کرتے تھے، جن کے درمیان میں (کچھ دیر) بیٹھا کرتے تھے (خطبہ میں) قرآن (کی آیات) پڑھا کرتے تھے، اور لوگوں کو تذکیر (یعنی وعظ ونصیحت) فرمایا کرتے تھے (مسلم)

اور حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ: وَنَادَوْا يَا مَالِكُ (سنن الترمذی) [۲]

---

[۱] رقم الحدیث ۸۶۲ ”۳۴“ کتاب الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيهما من الجلسة.

[۲] رقم الحدیث ۵۰۸، ابواب الجمعة، باب ما جاء فی القراء ة على المنبر.

قال الترمذی: وفی الباب عن أبی هريرة، وجابر بن سمرة: حديث يعلى بن أمية حديث حسن صحيح غريب، وهو حديث ابن عيينة، "وقد اختار قوم من أهل العلم: أن يقرأ الإمام فی الخطبة آيا من القرآن "قال الشافعی: وإذا خطب الإمام فلم يقرأ فی خطبته شيئا من القرآن أعاد الخطبة.

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر (سورہ زخرف کی) یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ:

"وَنَادَوْا يَامَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ" (ترمذی)

اور حضرت اِمِ ہشام بنتِ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ تَنُّورُنَا وَتَنُّورُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا، سَنَتَيْنِ أَوْ سَنَةً وَبَعْضَ سَنَةٍ، وَمَا أَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ إِلَّا عَنْ لِّسَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقْرَؤُهَا كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، إِذَا خَطَبَ النَّاسَ (مسلم) [1]

ترجمہ: ہمارا تنور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور دو سال یا ایک سال یا سال کے کچھ حصہ تک ایک ہی تھا اور میں نے قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيد (والی ابتدائی آیات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک ہی سے سن کر یاد کی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو ہر جمعہ کو منبر پر جب لوگوں کو خطبہ دیتے، اس وقت پڑھا کرتے تھے (مسلم)

مسئلہ نمبر ۲۳...... مستحب یہ ہے کہ خطبہ فصیح اور بلیغ انداز میں دیا جائے، جس میں الفاظ صاف، مرتب اور سمجھ میں آنے والے ہوں، لیکن تکلف و تصنع اور بناوٹ واتراہٹ سے کام نہ لیا جائے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۴...... جمعہ کا خطبہ دینے اور جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دونوں کام ایک ہی شخص انجام دے، البتہ ایسا کرنا مستحب ہے، پس اگر ایک شخص جمعہ کا خطبہ دے،

---

[1] رقم الحديث ٨٧٣ "٥٢" كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة.
المراد أول السورة لا جميعها (مرقاة، ج٣ ص ١٠٤٤، كتاب الصلاة، باب الخطبة والصلاة)

[2] ويستحب أن تكون الخطبة فصيحة بليغة مرتبة مفهومة بلا تمطيط ولا تقعير، ولا تكون ألفاظا مبتذلة ملفقة، حتى تقع في النفوس موقعها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٨٢، مادة "خطبة")

اور دوسرا شخص جمعہ کی نماز پڑھائے، تو بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ دوسرا شخص خطبہ میں حاضر ہوا ہو (خواہ کُل میں یا بعض میں) مگر اس مسئلے میں مشائخ کا اختلاف ہے، کہ بعض حضرات نے بلاضرورت ایسا کرنے سے منع کیا ہے؛ لہٰذا بلاضرورت اس سے بچنا بہتر ہے، البتہ ضرورت میں حرج نہیں (کذافی امدادالاحکام، جلد ۱ صفحہ ۷۳۵، کتاب الصلاۃ، فصل فی الجمعۃ والعیدین واحسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۱۲۱) ۱؎

مسئلہ نمبر ۲۵...... خطبہ کی کسی سنت کو ترک کرنا مکروہ ہے۔

اور خطبہ کو زیادہ لمبا کرنا بھی مکروہ ہے، خواہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا، جس کی تفصیل آگے الگ مستقل مضمون میں ذکر کردی گئی ہے، وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر ۲۶...... خطبہ کے دوران خاموش رہنے، لغو حرکت اور ایذاء رسانی سے بچنے کا حکم ہے، اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں، جن میں سے چند کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱؎ لیکن مالکیہ کے نزدیک خطیب اور امام کا فردِ واحد ہونا واجب ہے، الا یہ کہ کسی عذر مثلاً بیماری وغیرہ کی وجہ سے اس کی خلاف ورزی کی جائے، تو پھر ان کے نزدیک بھی حرج نہیں۔

استحباب کون الخطیب والإمام واحدا:

یستحب أن لا یؤم القوم إلا من خطب فیهم؛ لأن الصلاة والخطبة کشیء واحد ، قال فی تنویر الأبصار :فإن فعل بأن خطب صبی بإذن السلطان وصلی بالغ جاز ، غیر أنه یشترط فی الإمام حینئذ أن یکون ممن قد شهد الخطبة .قال فی البدائع :ولو أحدث الإمام بعد الخطبة قبل الشروع فی الصلاة فقدم رجلا یصلی بالناس :إن کان ممن شهد الخطبة أو شیئا منها جاز، وإن لم یشهد شیئا من الخطبة لم یجز، ویصلی بهم الظهر، وهو ما ذهب إلیه جمهور الفقهاء .

وخالف فی ذلک المالکیة، فذهبوا إلی وجوب کون الخطیب والإمام واحدا إلا لعذر کمرض، وکأن لا یقدر الإمام علی الخطبة، أو لا یحسنها(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۷، ص۲۰۶، مادة "صلاة الجمعة")

۲؎ مکروهاتها:قال الحنفیة :یکره التطویل من غیر قید بزمن، فی الشتاء لقصر الزمان، وفی الصیف للضرر بالزحام والحر، ویکره ترک شیء من سنن الخطبة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۹، ص ۱۸۴، مادة "خطبة")

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور حسبِ استطاعت پاکی کا اہتمام کیا، پھر اس نے تیل یا خوشبو لگائی، پھر نمازِ جمعہ کے لئے چلا، اور (مسجد میں جا کر) دو آدمیوں کے درمیان تفریق (وجدائی) نہیں کی، پھر اس نے (مسجد میں پہنچنے کے بعد) حسبِ توفیق (نفل وسنت) نماز پڑھی، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکلا، تو وہ خاموش ہو گیا، تو اس کے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ اِغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَاقُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَفَضْلَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے غسل کیا پھر نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہوا، پھر اُس نے جو مقدر میں ہوئی (نفل وسنت) نماز پڑھی، پھر خاموش رہا، یہاں تک کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہو گیا، پھر امام کے ساتھ (جمعہ کی) نماز پڑھی تو اُس شخص کے دوسرے جمعہ تک اور تین دن مزید کے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

---

[1] رقم الحديث ٩١٠، كتاب الجمعة، باب: لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة.

[2] رقم الحديث ٨٥٧ "٢٦" كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت فى الخطبة.

سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَاسْتَنَّ، وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَلَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، ثُمَّ رَكَعَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّرْكَعَ، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ، كَانَتْ كَفَّارَةً مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِيْ كَانَتْ قَبْلَهَا (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور مسواک کی، اور اگر اس کے پاس خوشبو تھی وہ لگائی، اور اچھا لباس پہنا، پھر مسجد کی طرف آیا، اور لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلاندا، پھر اس نے جتنی (سنت ونفل) نماز اللہ کو منظور ہوئی پڑھی، پھر امام (وخطیب) کے برآمد ہونے کے بعد خاموش رہا، یہاں تک کہ نماز پڑھ لی، تو اس کے اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا (ابنِ حبان)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ اِغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمَسْجِدَ فَيَرْكَعَ إِنْ بَدَا لَهُ، وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ، كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٥٧١) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور اگر اس کے پاس خوشبو تھی، تو وہ لگائی، اور اچھا لباس

---

[1] رقم الحديث ٢٧٧٨، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى (حاشية ابن حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

پہنا، پھر نکل کر مسجد پہنچا، پھر جتنی چاہی (نفل وسنت) نماز پڑھی، اور کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی، پھر جب امام (خطبہ دینے کے لئے) نکلا، تو نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہا، تو یہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا (مسند احمد)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَّلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا اَجْرُ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور نہلائے اور سویرے سے (جمعہ کے لئے) جائے (تاکہ) شروع سے خطبہ پالے، اور امام کے قریب بیٹھے اور خطبہ سنے اور خاموش رہے، تو اس کے ہر قدم کے بدلے (دن میں) ایک سال کے روزوں اور (رات میں) ایک سال عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا (ترمذی)

اور حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت اس طرح مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا

---

[1] رقم الحديث ۴۹۶، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی فضل الغسل یوم الجمعة، مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۱۷۶.

قال الترمذی: وفی الباب عن أبی بكر، وعمران بن حصين، وسلمان، وأبی ذر، وأبی سعيد، وابن عمر، وأبی أيوب :حديث أوس بن أوس حديث حسن.

وقال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

وَقِيَامِهَا (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جمعہ کے دن (اہتمام سے سر وغیرہ) دھویا، اور غسل کیا، پھر سویرے چلا، اور خطبہ کے شروع میں شریک ہوا، اور پیدل گیا، سوار ہو کر نہیں گیا، اور امام کے قریب رہا، پھر اس نے توجہ سے سنا، اور کوئی لغو حرکت نہیں کی، تو اس کو ہر قدم پر ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہوگا (ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ ہوتے وقت خاموش رہنے اور لغو حرکت سے بچنے کا حکم ہے، جس پر عظیم فضیلت ہے، اور اس وقت بات یا لغو حرکت کرنے سے عظیم ثواب سے محرومی ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِصَاحِبِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ: أَنْصِتْ، فَقَدْ لَغَا (مسند احمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دوسرے شخص کو جمعہ کے دن جبکہ امام خطبہ دے رہا تھا، یہ کہا کہ خاموش ہو جا! تو اس نے لغو حرکت کی (مسند احمد)

---

[1] رقم الحديث ۳۴۵، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب فى الغسل يوم الجمعة، ابن ماجه، رقم الحديث ۱۰۸۷، مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۱۷۳.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابى داؤد)

وقال ايضاً: إسناده صحيح (حاشية ابنِ ماجه)

وقال ايضاً: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح، غير أن صحابيه لم يخرج له إلا أصحاب السنن (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۱۰۱۲۸، سنن الترمذى، رقم الحديث ۵۱۲.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ امام کے خطبہ دینے کے وقت زبان سے کسی کو خاموش رہنے کے لیے کہنا بھی لغو حرکت میں داخل ہے، البتہ اگر ضرورت ہو، تو اشارہ سے منع کرنا مناسب ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کے وقت کلام کرتا ہے وہ گدھے کی طرح ہے، جس نے اپنے اوپر بوجھ لاد رکھا ہو، اور جو شخص بات کرنے والے کو یہ کہے کہ خاموش ہو جا، اس کا جمعہ نہیں ہوتا۔

---

[1] چنانچہ امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وفی الباب عن ابن أبی أوفی، وجابر بن عبد الله :حدیث أبی هریرة حدیث حسن صحیح، "والعمل علیه عند أهل العلم :کرهوا للرجل أن یتکلم والإمام یخطب، فقالوا :إن تکلم غیره فلا ینکر علیه إلا بالإشارة (سنن الترمذی، تحت رقم الحدیث ۵۱۲، باب ماجاء فی کراهیة الکلام والامام یخطب)

ترجمہ: اوراس باب میں حضرت ابنِ ابی اوفیٰ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایات بھی موجود ہیں، اور امام ترمذی نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس کے مطابق ہی اہلِ علم حضرات کا عمل ہے، انہوں نے آدمی کے لیے اس کو مکروہ عمل قرار دیا ہے کہ وہ امام کے خطبہ دینے کے وقت بات چیت کرے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی دوسرا بات چیت کرے تو اس کو صرف اشارہ سے منع کیا جاسکتا ہے (ترمذی)

اورامام نووی فرماتے ہیں کہ:

ففی الحدیث النهی عن جمیع أنواع الکلام حال الخطبة ونبه بهذا علی ما سواه لأنه إذا قال أنصت وهو فی الأصل أمر بمعروف وسماه لغوا فیسیره من الکلام أولی وإنما طریقه إذا أراد نهی غیره عن الکلام أن یشیر إلیه بالسکوت إن فهمه فإن تعذر فهمه فلینهه بکلام مختصر ولا یزید علی أقل ممکن(شرح النووی علی مسلم، ج۶ ص ۱۳۸، کتاب الجمعة)

ترجمہ: اس حدیث میں خطبہ کے وقت ہر قسم کی بات چیت کی ممانعت موجود ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کے ذریعہ سے خطبہ کے وقت دوسری چیزوں کی ممانعت سے بھی آگاہ فرمادیا، کیونکہ جب خاموش رہنے کا کہنا جو امر بالمعروف ہے (خطبہ کے دوران) اس خیر والے عمل کا نام بھی لغو رکھ دیا، تو اس سے نیچے درجہ کی گفتگو (جو امر بالمعروف میں بھی داخل نہ ہو) بدرجہ اولیٰ لغو کام میں شامل ہوگی، اور جب کسی دوسرے کو خطبہ کے دوران گفتگو سے منع کرنا مقصود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے کو اگر سمجھ آجائے تو صرف اشارہ سے خاموشی کا کہے اور اگر دوسرے کو اشارہ سے سمجھ نہ آئے تو (بامرِ مجبوری) مختصر کلام کے ذریعہ سے منع کردے اور جتنا بھی کم کلام ممکن ہو، اس پر زیادتی نہ کرے (شرح نووی)

مگر اس حدیث کی سند کو اہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

بہر حال مذکورہ احادیث سے جمعہ کے خطبہ کے وقت خاموش رہنے کی تاکید واہمیت معلوم ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت خاموشی اختیار کرنے پر عظیم اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى الْمِنبَرِ، فَخَطَبَ النَّاسَ، وَتَلَا آيَةً وَإِلٰى جَنْبِيْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، فَقُلْتُ لَهٗ: يَا أُبَيُّ، مَتٰى أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ؟ قَالَ: فَأَبٰى أَنْ يُّكَلِّمَنِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهٗ فَأَبٰى أَنْ يُّكَلِّمَنِيْ، حَتّٰى نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيْ أُبَيٌّ: مَا لَکَ مِنْ جُمُعَتِکَ إِلَّا مَا لَغَيْتَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

---

[1] حدثنا ابن نمير، عن مجالد، عن الشعبى، عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من تكلم يوم الجمعة والإمام يخطب، فهو كمثل الحمار يحمل أسفارا، والذى يقول له :أنصت، ليس له جمعة (مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۳۳)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف، مجالد -وهو ابن سعيد الهمدانى -ضعفه يحيى القطان وعبد الرحمن بن مهدى وأحمد وابن معين والنسائى وغيرهم .ابن نمير :هو عبد الله.
وأخرجه ابن أبى شيبة (۲/۱۲۵)والبزار(۶۴۴)والرامهرمزى فى "الأمثال "ص ۹۱، والطبرانى (۱۲۵۶۳)من طريق عبد الله بن نمير، بهذا الإسناد.
وقوله" :والذى يقول له :أنصت " ...تقدم نحوه عن على برقم(۷۱۹)وسيأتى نحوه عن أبى هريرة ۲/۲۴۴ ۴۷۴، وهو متفق عليه(حاشية مسند احمد)

حدثنا أبو هشام، حدثنا أبو أسامة، عن مجالد، عن عامر، عن جابر، قال :قال سعد بن أبى وقاص لرجل :لا جمعة لک، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :لم يا سعد؟ قال: لأنه كان يتكلم وأنت تخطب، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :صدق سعد (مسند ابى يعلىٰ الموصلى، رقم الحديث ۸۰۷)

قال حسين سليم أسد : إسناده ضعيف(حاشية ابى يعلىٰ)
وقال الهيثمى:رواه أبو يعلى والبزار، وفيه مجالد بن سعيد وقد ضعفه الناس، ووثقه النسائى فى رواية(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۲۵)

اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ جِئْتُہٗ فَأَخْبَرْتُہٗ، فَقُلْتُ: أَیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ، إِنَّکَ تَلَوْتَ آيَۃً وَإِلٰی جَنْبِیْ أُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ، فَسَأَلْتُہٗ مَتٰی أُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْآيَۃُ؟ فَأَبٰی أَنْ يُّكَلِّمَنِیْ حَتّٰی إِذَا نَزَلْتَ زَعَمَ أُبَیٌّ أَنَّہٗ لَيْسَ لِیْ مِنْ جُمُعَتِیْ إِلَّا مَا لَغَيْتُ؟ فَقَالَ: صَدَقَ أُبَیٌّ فَإِذَا سَمِعْتَ إِمَامَكَ يَتَكَلَّمُ فَأَنْصِتْ حَتّٰی يَفْرُغَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۷۳۰)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (جمعہ کے روز) منبر پر تشریف فرما ہوئے، اور آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، اور ایک آیت تلاوت کی، اور میرے ساتھ ابی بن کعب تشریف فرما تھے، میں نے ان سے کہا کہ اے اُبی! یہ آیت کب نازل ہوئی؟ انہوں نے مجھ سے بات کرنے سے انکار کیا، پھر میں نے ان سے (دوبارہ یہی) سوال کیا، پھر انہوں نے مجھ سے بات کرنے سے انکار کیا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ سے فارغ ہوکر) منبر سے اتر گئے، پھر مجھے حضرت ابی نے فرمایا کہ آپ کا جمعہ لغو ہوگیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، تو میں آپ کے پاس گیا، اور آپ کو اس بات کی خبر دی، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے ایک آیت تلاوت کی، اور میرے برابر میں ابی بن کعب تھے، تو میں نے ان سے سوال کیا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی، مگر انہوں نے مجھ سے بات کرنے سے انکار کیا، یہاں تک کہ آپ (خطبہ سے فارغ ہوکر) منبر سے اتر گئے، ابی بن کعب کا یہ گمان ہے کہ میرا جمعہ (یعنی اس کا ثواب) لغو ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابی نے سچ فرمایا، جب آپ اپنے امام کو (خطبہ میں) کلام کرتے ہوئے سنیں، تو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)
وقال الهيثمي: رواه أحمد والطبراني في الكبير ورجال أحمد موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۲۴)

آپ اس کے فارغ ہونے تک خاموش رہا کریں (مسند احمد)

اس طرح کی روایات اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ ل

ل عن عطاء بن يسار، عن أبي ذر؛ أنه قال: دخلت المسجد يوم الجمعة -والنبي - صلى الله عليه وسلم -يخطب -فجلست قريبا من أبي بن كعب، فقرأ النبي -صلى الله عليه وسلم -سورة براء ة، فقلت لأبي :متى نزلت هذه السورة؟ قال :فتجهمني ولم يكلمني، ثم مكثت ساعة، ثم سألته فتجهمني ولم يكلمني، ثم مكثت ساعة، ثم سألته فتجهمني ولم يكلمني، فلما صلى النبي -صلى الله عليه وسلم -قلت لأبي :سألتك فتجهمتني ولم تكلمني، قال أبي :ما لک من صلاتک إلا ما لغوت، فذهبت إلى النبي - صلى الله عليه وسلم -فقلت :يا نبي الله، كنت بجنب أبي، وأنت تقرأ براء ة، فسألته : متى نزلت هذه السورة؟ فتجهمني ولم يكلمني، ثم قال :ما لک من صلاتک إلا ما لغوت قال النبي -صلى الله عليه وسلم " :-صدق أبي."

أنا أبو طاهر، نا أبو بكر، قال :وثناه محمد بن أبي زكريا بن حيويه الإسفراييني، أخبرنا ابن أبي مريم :بمثله(صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث۱۸۰۷، ۱۸۰۸)

قال الألباني: إسناده صحيح لغيره(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

عن أبي هريرة، قال :بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة إذ قال أبو ذر لأبي بن كعب :متى أنزلت هذه السورة؟، فلم يجبه، فلما قضى صلاته قال له :ما لک من صلاتک إلا ما لغوت فأتى أبو ذر النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلک له فقال :صدق أبي(مسند أبي داود الطيالسي، رقم الحديث ۲۴۸۶)

قال البوصيري:رواه أبو داود الطيالسي ، ورجاله ثقات(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة،تحت رقم الحديث ۱۵۳۱"۱")

وقال الهيثمي:رواه البزار وفيه محمد بن عمرو (و) قد حسن الترمذي حديثه وفيه اختلاف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۲۷)

حدثنا عبد الأعلى، حدثنا يعقوب، حدثني عيسى بن جارية، عن جابر قال :دخل عبد الله بن مسعود المسجد والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب، فجلس إلى جنبه أبي بن كعب فسأله عن شيء أو كلمه بشيء فلم يرد عليه أبي، فظن ابن مسعود أنها موجدة، فلما انفتل النبي صلى الله عليه وسلم من صلاته، قال ابن مسعود :يا أبي، ما منعک أن ترد علي؟ قال :إنک لم تحضر معنا الجمعة، قال :لم؟ قال :تكلمت والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب، فقام ابن مسعود فدخل على النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلک له، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صدق أبي أطع أبيا(مسند ابى يعلىٰ الموصلي، رقم الحديث ۱۷۹۹)

قال الهيثمي: رواه أبو يعلى والطبراني في الأوسط بنحوه وفي الكبير باختصار، ورجال أبي يعلى ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۲۶)

خطبہ کے دوران ایک دینی بات معلوم کرنے کو بھی لغو اور نماز کے ثواب سے محروم کرنے والا عمل قرار دے دیا گیا، جس سے خطبہ کے دوران خاموش رہنے کی تاکید واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَطَهَّرَ الرَّجُلُ فَأَحْسَنَ الطُّهُوْرَ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَلْغُ، وَلَمْ يَجْهَلْ حَتّٰى يَنْصَرِفَ الْإِمَامُ، كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ، وَفِي الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَالْمَكْتُوْبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۳۴۷) [1]

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی پاکی حاصل کرتا ہے، اور اچھی طرح پاکی حاصل کرتا ہے، پھر نمازِ جمعہ کے لیے آتا ہے، اور کوئی لغو حرکت نہیں کرتا، اور نہ ہی جہالت والا کام کرتا ہے، یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے، تو یہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، اور جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے کہ جس میں کوئی مومن آدمی بھی اللہ سے کسی چیز کا سوال کرے، تو اللہ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے، اور فرض نمازیں ایک دوسرے کے درمیانی اوقات کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، رَجُلٌ حَضَرَهَا يَلْغُوْ وَهُوَ حَظُّهُ مِنْهَا، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا يَدْعُوْ، فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ شَاءَ أَعْطَاهُ، وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ، وَرَجُلٌ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف عطية، وهو ابن سعد العوفي، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير هشام -وهو ابن معاوية القصار الأزدي- فمن رجال مسلم، وهو مختلف فيه حسن الحديث (حاشية مسند احمد)

حَضَرَهَا بِإِنْصَاتٍ وَسُكُوتٍ، وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا، وَزِيَادَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں، ایک وہ آدمی جو حاضر ہوکر لغو حرکت کرتا ہے، تو اس کو تو اس کی اسی حرکت کا حصہ ملتا ہے، اور ایک آدمی وہ جو حاضر ہوکر دعاء کرتا ہے، تو یہ ایسا آدمی ہے، جو اللہ عزوجل سے دعاء کررہا ہے، اگر اللہ چاہے، تو اسے دے، اور اگر چاہے تو نہ دے، اور ایک آدمی وہ ہے، جو حاضر ہوکر خاموشی اور سکون اختیار کرتا ہے، اور کسی مسلمان کی گردن کو نہیں پھلاندتا، اور نہ کسی کو ایذاء پہنچاتا ہے، تو یہ عمل اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، جس کی وجہ (سورہ انعام میں) اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" (یعنی جو ایک نیکی لائے گا تو اس کو اس کے دس گنا اجر ملے گا)

(ابوداؤد، مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ اِغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِيبِ امْرَأَتِهِ إِنْ كَانَ لَهَا، وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا

---

[1] رقم الحديث ١١١٣، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب الكلام والإمام يخطب، مسند احمد، رقم الحديث ٧٠٠٢.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (فی حاشية ابی داوٗد)
وقال ايضاً: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

بَيْنَهُمَا، وَمَنْ لَغَا وَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهْرًا (سنن ابی داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور اس کی بیوی کے پاس (یعنی گھر میں) خوشبو تھی، تو وہ لگائی، اور اچھے کپڑے پہنے، پھر لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلاندا، اور خطبہ کے وقت لغو حرکت نہیں کی، تو اس کے دو جمعوں کے درمیان (یعنی ہفتہ بھر کے) گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا، اور جس نے لغو حرکت کی، اور لوگوں کی گردنوں کو پھلاندا، تو یہ اس کے لیے بوجھ بن جائے گا (ابو داؤد)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص نمازِ جمعہ کے لیے آ کر لغو حرکات کرتا ہے، اور لوگوں کی گردنوں کو پھلاندتا ہے، تو وہ مذکورہ فضیلت سے محروم رہتا ہے۔ [2]

اور بیوی کی خوشبو لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وقت اپنے پاس خوشبو نہ ہو، اور بیوی کے پاس یعنی گھر میں ہو تو یہ خوشبو استعمال کر لے۔ [3]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ٣٤٧، كتاب الطهارة، باب فى الغسل يوم الجمعة.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن، أسامة بن زيد -وهو الليثى- صدوق حسن الحديث، وهو وإن كانت له أوهام فرواية عبد الله بن وهب عنه صالحة لأنه روى عنه كتابه. وأخرجه البيهقى ٣/ ٢٣١ من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه الطحاوى (١/ ٣٦٨) وابن خزيمة (١٨١٠) من طريق ابن وهب، به (حاشية ابى داود)

[2] ومن تخطى رقاب الناس كانت له ظهرا"، أى: لا تكون له كفارة لما بينهما (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٢، ص١٧٦، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة)

[3] والمعنى على هذا إن لم يتخذ لنفسه طيبا فليستعمل من طيب امرأته. وفى حديث سلمان عند البخارى ولفظه: (أو يمس من طيب بيته)، وقال شيخنا زين الدين فى (شرح الترمذى): الظاهر أن تقييد ذلك بطيب المرأة والأهل غير مقصود، وإنما خرج مخرج الغالب، وإنما المراد بما سهل عليه مما هو موجود فى بيته، ويدل عليه قوله فى حديث أبى سعيد وأبى هريرة: (ويمس من طيب إن كان عنده). أى: فى البيت سواء كان فيه طيب أهله أو طيب امرأته (عمدة القارى للعينى، ج٦ ص١٧٥، باب الدهن للجمعة)

اِفْتَقَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِہٖ، قَالَ: أَیْنَ کُنْتَ؟ فَإِنِّیْ لَمْ أَرَکَ؟ أَلَمْ تَشْھَدِ الصَّلَاۃَ؟ قَالَ: بَلٰی، وَلٰکِنِّیْ جِئْتُ وَقَدْ ثَبَتَ النَّاسُ، وَکَرِھْتُ أَنْ أَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ، قَالَ: أَحْسَنْتَ

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۲۸۰، ج ۱ ص ۱۳۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے ایک آدمی کو (جمعہ کے دن) موجود نہیں پایا، تو (بعد میں ملاقات پر) فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں نے آپ کو نماز میں حاضر نہیں پایا، انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں حاضر ہوا تھا، اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے، تو میں نے اس بات کو ناپسند سمجھا کہ لوگوں کی گردنوں کو پھلاند کر آؤں (اس لیے میں پیچھے ہی بیٹھ گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے بہت اچھا کیا (طبرانی)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لوگوں کی گردنیں پھلاندنے کے نقصان کا علم تھا، کیونکہ اس میں دوسرے کو ایذا رسانی اور تکلیف پہنچانا پایا جاتا ہے، اس لیے وہ اس سے بچا کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس عمل کی تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أَتَی الْجُمُعَۃَ، فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ، وَزِیَادَۃَ ثَلَاثَۃِ أَیَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰی فَقَدْ لَغَا (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور خوب اچھے طریقہ پر وضو کیا، پھر وہ جمعہ کی نماز کے لیے آیا، اور اس نے توجہ سے (خطبہ) سنا

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۰۹۵، باب منه فيمن يتخطى رقاب الناس)

[2] رقم الحديث ۸۵۷ "۲۷" كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة.

اور خاموش رہا، تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جائیں گے، اور مزید تین دن کے بھی؛ اور جس نے کنکری کو چُھوا تو اس نے لغو حرکت کی (مسلم)

جمعہ کے دن اصل میں تو غسل کرنا ہی سنت ہے، لیکن اگر کوئی وضو کرے تو بھی گناہ نہیں (جیسا کہ جمعہ کے دن غسل کرنے کے بیان میں گزر چکا) اس حدیث میں خطبہ توجہ کے ساتھ سُننے اور خطبہ کے وقت خاموش رہنے پر دس دن کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت سنائی گئی ہے، اور اس فضیلت کے مقابلہ میں خطبہ کے وقت کنکری وغیرہ کے چُھونے کو بھی لغو حرکت بتلایا گیا ہے۔

فقہائے کرام نے اس طرح کی احادیث کی روشنی میں متعدد مسائل ذکر فرمائے ہیں، جن کا آگے ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲...... جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو، اس وقت خطبہ کے دوران حاضرین کو زبان سے کلام وگفتگو کرنا، کوئی تسبیح یا ذکر واذکار کرنا، یا زبان کے ذریعہ سے امر بالمعروف، نہی عن المنکر کرنا اور کھانا پینا، اور لکھنا پڑھنا سب ناجائز ہوجاتا ہے۔

اور اسی طرح خطبہ کے دوران کوئی لغو حرکت کرنا اور امام وخطیب کے علاوہ دائیں بائیں دیکھنا اور متوجہ ہونا، اور لوگوں کی گردنوں کو پھلاندنا بھی مکروہ کہلاتا ہے۔

البتہ ان میں سے بعض چیزوں میں تفصیل بھی ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ [1]

---

[1] مکروهاتها:قال الحنفية :يكره التطويل من غير قيد بزمن، في الشتاء لقصر الزمان، وفي الصيف للضرر بالزحام والحر، ويكره ترك شيء من سنن الخطبة، وإذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام، إلا إذا تذكر فائتة ولو وترا، وهو صاحب ترتيب فلا يكره الشروع فيها حينئذ، بل يجب لضرورة صحة الجمعة، ويكره التسبيح وقراء ة القرآن والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم إذا كان يسمع الخطبة، إلا إذا أمر الخطيب بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم فإنه يصلي سرا إحرازا للفضيلتين، ويحمد في نفسه إذا عطس -على الصحيح -ويكره تشميت العاطس ورد السلام؛ لاشتغاله بسماع واجب، ويجوز إنذار أعمى وغيره إذا خشي تعرضه للوقوع في هلاك؛ لأن حق الآدمي مقدم على الإنصات -حق الله-

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۸...... خطبہ کے دوران امام کے علاوہ اور ایسے شخص کے علاوہ جو لوگوں کے درمیان خلا پائے، گردنیں پھلاندنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے بیٹھنے والوں کو ایذاء وتکلیف پہنچتی ہے، اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويكره لحاضر الخطبة الأكل والشرب، وقال الكمال :يحرم الكلام وإن كان أمرا بمعروف أو تسبيحا، والأكل والشرب والكتابة.

ويكره العبث والالتفات، ويكره تخطى رقاب الناس إذا أخذ الخطيب بالخطبة، ولا بأس به قبل ذلك.

وقال المالكية :يكره تخطى الرقاب قبل جلوس الخطيب على المنبر لغير فرجة؛ لأنه يؤذى الجالسين، وأن يخطب الخطيب على غير طهارة، والتنفل عند الأذان الأول لجالس فى المسجد يقتدى به كعالم وأمير، كما يكره التنفل بعد صلاة الجمعة إلى أن ينصرف الناس ويحرم الكلام من الجالسين حال الخطبة وبين الخطبتين، ولو لم يسمعوا الخطبة إلا أن يلغو الخطيب فى خطبته، بأن يأتى بكلام ساقط، فيجوز الكلام حينئذ، ويحرم السلام من الداخل أو الجالس على أحد، وكذا رده، ولو بالإشارة ويحرم تشميت العاطس، ونهى لا غ، والإشارة له، والأكل والشرب، وابتداء صلاة نفل بعد خروج الخطيب للخطبة، ولو لداخل .

وقال الشافعية :يكره فى الخطبة أشياء منها:

ما يفعله بعض جهلة الخطباء من الدق على درج المنبر فى صعوده، والدعاء إذا انتهى صعوده قبل جلوسه، والالتفات فى الخطبة، والمجازفة فى أوصاف السلاطين فى الدعاء لهم وكذبهم فى كثير من ذلك، والمبالغة فى الإسراع فى الخطبة الثانية، وخفض الصوت بها، واستدبار الخطيب للمصلين، وهو قبيح خارج عن عرف الخطاب، والتقعير والتمطيط فى الخطبة، ويكره شرب الماء للمصلين أثناء الخطبة للتلذذ، ولا بأس بشربه للعطش، ويكره للداخل أن يسلم والإمام يخطب، ويجب الرد عليه، ويستحب للمستمع تشميت العاطس لعموم الأدلة، ويكره تحريما تنفل من أحد من الحاضرين بعد صعود الخطيب على المنبر وجلوسه عليه، ويجب على من كان فى صلاة تخفيفها عند صعود الخطيب المنبر وجلوسه، ويكره الأذان جماعة بين يدى الخطيب.

وتستثنى التحية لداخل المسجد والخطيب على المنبر فيسن له فعلها، ويخففها وجوبا لقول النبى صلى الله عليه وسلم :إذا جاء أحدكم يوم الجمعة والإمام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما .

وقال الحنابلة :يكره الالتفات فى الخطبة، واستدبار الناس، ويكره للإمام رفع يديه حال الدعاء فى الخطبة، ولا بأس بأن يشير بأصبعه فى دعائه، ويكره الدعاء عقب صعوده المنبر، ويكره للمصلى أن يسند ظهره إلى القبلة، ومد رجليه إلى القبلة، ويكره رفع الصوت قدام بعض الخطباء ، وابتداء تطوع بخروج الخطيب خلا تحية المسجد فلا يمنع الداخل منها، ويكره العبث، وشرب ماء عند سماع الخطبة، ما لم يشتد عطشه (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۱۹ ،ص ۱۸۴، ۱۸۵، مادة "خطبة")

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک خطبہ شروع ہونے سے پہلے بھی لوگوں کی گردنوں کو پھلاندنا مکروہ ہے۔

مگر حنفیہ کے نزدیک امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے، لوگوں کی گردنوں کو پھلاند کر جانا، مکروہ نہیں، اور اسی طرح اگر گردنوں کو پھلاندنے سے دوسروں کو ایذاء نہ پہنچے، مثلاً دوسروں کے کپڑے یا جسم کو چھو کر خلا حاصل کر کے جائے، تو بھی حنفیہ کے نزدیک مکروہ نہیں۔

اور اگر کسی جگہ درمیان میں خلا موجود ہو، تو اس کو پُر کرنے کے لیے گردنوں کو پھلاند کر جانا، اکثر فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ نہیں، خواہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے ہو یا خطبہ شروع ہونے کے بعد، کیونکہ ایسی صورت میں خلا کو پُر نہ کرنے والے اور درمیان میں خلا چھوڑنے والے خود خطاوار اور قصوروار ہیں اور اپنے آپ کو ایذا پہنچنے کے ذمہ دار ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۹...... امام وخطیب کو اگر منبر ومصلیٰ تک پہنچنے کے لئے جگہ میسر نہ آئے، تو اس کو وہاں پہنچنے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلاند کر جانا مکروہ نہیں۔

---

[1] ویکرہ باتفاق العلماء تخطی الرقاب أثناء الخطبة لغیر الإمام ولغیر فرجة؛ لأنه یؤذی الجالسین، ولنهی النبی صلی الله علیه وسلم عنه فی حدیث عبد الله بن بسر المتقدم: اجلس فقد آذیت والکراهة تحریمیة عند الحنفیة والشافعیة علی المختار، ویجوز إن کان هناک فرجة لتقصیر القوم بإخلاء فرجة، مع کونه خلاف الأولی عند المالکیة.

وکراهة التخطی عند الشافعیة والحنابلة مطلقة، سواء أکان قبل الخطبة أم أثناء ها، لأن العلة هی إیذاء الجالسین، ویکره التخطی عند المالکیة قبل جلوس الخطیب علی المنبر لغیر فرجة، لأنه یؤذی الجالسین، ولکنهم أجازوا التخطی بعد الخطبة للصلاة، وقبل الصلاة لفرجةأو غیرها، کما أجازوا مع غیرهم المشی بین الصفوف مطلقا ولو حال الخطبة؛ لأنه لیس من التخطی.

وأجاز الحنابلة التخطی لفرجة لمن عادته الصلاة فی موضع، کذلک أجاز الشافعیة التخطی لفرجة، وأضافوا أنه یجوز التخطی إذا کان المتخطی ممن لا یتأذی به کرجل صالح أو عظیم، أو کانت الصفوف الأولی ممن لا تنعقد بهم الجمعة کالصبیان، فیجب التخطی فی هذه الحالة.

وقال الحنفیة: لا بأس بالتخطی بشرطین: الأول ــ ألا یؤذی أحدا به بأن یطأ ثوبه أو یمس جسده، والثانی ــ أن یکون ذلک قبل شروع الإمام فی الخطبة، وإلا کره تحریما، إلا إذا کان التخطی لضرورة کأن لم یجد مکانا إلا بالتخطی. فلا بأس بالتخطی عندهم ما لم یأخذ الإمام فی الخطبة، ولم یؤذ أحدا (الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحیلی، ج۲ ص ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب السادس)

اسی طرح اگر مسجد میں داخل ہونے والے کو مسجد میں جگہ میسر نہ آئے، اور پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان کوئی جگہ خالی ہو، تو بقدرِ ضرورت لوگوں کی گردنیں پھلاند کر اُس خالی جگہ میں جانا بوجہ مجبوری جائز ہے مکروہ نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... اگر کوئی مسجد میں موجود ہو، اور اس کا وضو فاسد ہو جائے، تو اسے وضو کرنے کے لئے جانا جائز ہے، اور اگر اس کو گزرنے کی جگہ میسر نہ آئے، تو بقدرِ ضرورت لوگوں کی

---

[1] حكمه الإجمالي:

لتخطى الرقاب أحكام تختلف باختلاف حالاته.

ففى الجمعة إما أن يكون المتخطى هو الإمام أو غيره.

فإن كان المتخطى هو الإمام، ولم يكن له طريق إلا أن يتخطى رقاب الناس ليصل إلى مكانه، جاز له ذلك بغير كراهة؛ لأنه موضع حاجة.

وإن كان غير الإمام :فعند الحنفية :إما أن يكون دخوله المسجد قبل أن يشرع الإمام فى الخطبة أو بعد الشروع فيها.

فإن كان قبله :فإنه لا بأس بالتخطى إن كان لا يجد إلا فرجة أمامه، فيتخطى إليها للضرورة، ما لم يؤذ بذلك أحدا؛ لأنه يندب للمسلم أن يتقدم ويدنو من المحراب إذا لم يكن أثناء الخطبة؛ ليتسع المكان لمن يجىء بعده، وينال فضل القرب من الإمام.

فإذا لم يفعل الأول ذلك فقد ضيع المكان من غير عذر، فكان للذى جاء بعده أن يأخذ ذلك المكان.

وإن كان دخوله المسجد والإمام يخطب :فإن عليه أن يستقر فى أول مكان يجده؛ لأن مشيه فى المسجد وتقدمه فى حالة الخطبة منهى عنه؛ لقول النبى صلى الله عليه وسلم: فلم يفرق بين اثنين وقوله :ولم يتخط رقبة مسلم، ولم يؤذ أحدا وقوله للذى جاء يتخطى رقاب الناس :اجلس :فقد آذيت وآنيت .

وعند المالكية يجوز لداخل المسجد أن يتخطى الصفوف لفرجة قبل جلوس الخطيب على المنبر، ولا يجوز التخطى بعده ولو لفرجة.

وقد نص الحنفية والشافعية على أنه إن لم يكن للداخل موضع وبين يديه فرجة لا يصل إليها إلا بتخطى رجل أو رجلين لم يكره له ذلك؛ لأنه يسير .

وإن كان بين يديه خلق كثير، فإن رجا إذا قاموا إلى الصلاة أن يتقدموا جلس حتى يقوموا، وإن لم يرج أن يتقدموا جاز أن يتخطى ليصل إلى الفرجة؛ لأنه موضع حاجة، وهذه إحدى الروايتين عن أحمد، وفى رواية أخرى أن للداخل إذا رأى فرجة لا يصل إليها إلا بالتخطى جاز له ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱ ،ص۴۷،مادة "تخطى")

گردنیں پھلاند کر بھی جانے کی اجازت ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۳۱...... جو لوگ مسجد میں داخل ہونے والے مقام پر راستہ گھیر کر بیٹھے ہوں، جبکہ مسجد کے اندر نمازیوں کے لئے جگہ موجود ہو، تو اس جگہ کو پُر کرنے کے لئے ان کی گردنیں پھلاند کر جانے میں کوئی کراہت نہیں۔ ۲؎

مسئلہ نمبر ۳۲...... امام کے خطبہ شروع کرنے کے بعد حنفیہ سمیت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک کلام کرنا حرام اور خاموشی کا اختیار کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

البتہ خطیب کو خطبہ کے درمیان ضرورت کے موقع پر کلام کرنا یا خطیب سے کوئی سوال کرنا، یا خطیب کا کسی کو مختصراً شرعی مسئلہ بتانا جائز ہے۔

اور امام شافعی کے جدید قول کے مطابق لوگوں کو خطبہ کے دوران خاموشی اختیار کرنا سنت ہے، اور کلام کرنا حرام نہیں۔ ۳؎

۱؎ وإذا جلس فی مكان، ثم بدت له حاجة أو احتاج الوضوء فله الخروج ولو بالتخطی .قال عقبة :صليت وراء النبی صلی الله عليه وسلم بالمدينة العصر فسلم، ثم قام مسرعا فتخطی رقاب الناس إلی بعض حجر نسائه، فقال :ذكرت شيئا من تبر عندنا، فكرهت أن يحبسنی، فأمرت بقسمته . فإذا قام من مجلسه ثم رجع إليه فهو أحق به؛ لقول النبی صلی الله عليه وسلم :من قام من مجلسه ثم رجع إليه فهو أحق به وحكمه فی التخطی إلی موضعه حكم من رأی بين يديه فرجة علی نحو ما مر.

ويجوز التخطی بعد الخطبة وقبل الصلاة، ولو لغير فرجة، كمشی بين الصفوف ولو حال الخطبة. قال به المالكية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱ ،ص۴۷،مادة "تخطی")

۲؎ ويجوز تخطی رقاب الذين يجلسون علی أبواب المساجد حيث لا حرمة لهم، علی ما هو المشهور عند الحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱ ،ص۴۸،مادة "تخطی")

۳؎ ذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والمالكية والحنابلة والشافعية فی القديم إلی أن الكلام يحرم أثناء خطبة الجمعة ويجب الإنصات من حين يأخذ الإمام فی الخطبة فلا يجوز الكلام لأحد من الحاضرين، ونهی عن ذلك عثمان وابن عمر، وقال ابن مسعود :إذا رأيته يتكلم والإمام يخطب فأقرع رأسه بالعصا ، واستدلوا بقوله تعالی :(وإذا قرء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا) قال أكثر المفسرين نزلت فی الخطبة وسميت الخطبة قرآنا لاشتمالها علی القرآن الذی يتلی فيها، ولقوله صلی الله عليه وسلم فی حديث أبی هريرة رضی الله عنه :إذا قلت لصاحبك يوم الجمعة أنصت والإمام يخطب فقد لغوت واللغو الإثم (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۳۵،ص۱۱۶،مادة "كلام")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۴۳...... خطبہ ہوتے وقت سلام کرنا اور چھینکنے والے کا جواب دینا بھی مکروہ ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وذهب الشافعي في الجديد وأحمد في رواية أخرى إلى أنه لا يحرم الكلام، والإنصات سنة لما ورد أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليه رجل وهو يخطب يوم الجمعة، فقال :متى الساعة؟ فأومأ الناس إليه بالسكوت فلم يفعل وأعاد الكلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الثالثة : ويحك ما أعددت لها قال :حب الله ورسوله فقال :إنك مع من أحببت . ولم ينكر عليهم النبي صلى الله عليه وسلم كلامهم ولو حرم عليهم لأنكره عليهم.

وروى أنس رضي الله عنه قال :بينما النبي صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة إذ قام رجل فقال :يا رسول الله هلك الكراع وهلك الشاة، فادع الله أن يسقينا . . .) وذكر الحديث.

وورد أن عثمان دخل وعمر يخطب فقال عمر :ما بال رجال يتأخرون بعد النداء ، فقال عثمان :يا أمير المؤمنين ما زدت حين سمعت النداء أن توضأت ، فدلت الأحاديث على جواز الكلام حال الخطبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص۱۱۷ ،مادة "كلام")

واختلفوا في وجوب الإنصات على المصلين، فمذهب الجمهور أنه واجب، وأنه يحرم الكلام إلا للخطيب أو لمن يكلمه الخطيب، وكذا لتحذير إنسان من مهلكة.ودليلهم قوله تعالى :(وإذا قرء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا)،وقوله صلى الله عليه وسلم إذا قلت لصاحبك يوم الجمعة :أنصت والإمام يخطب فقد لغوت .

ومذهب الشافعية في القديم متفق مع مذهب الجمهور، أما في الجديد فإنه لا يجب الإنصات ولا يحرم الكلام، لما صح أن أعرابيا قال للنبي صلى الله عليه وسلم وهو يخطب :يا رسول الله هلك المال وجاع العيال .

وسأله آخر عن موعد الساعة،ولم ينكر عليهما، ولم يبين لهما وجوب السكوت.

وحملوا الأمر على الندب، والنهي على الكراهة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹ ، ص ۱۷۹،۱۸۰ ، مادة "خطبة")

ولا يحرم الكلام على الخطيب، ولا على من سأله الخطيب، كأن يأمر إنساناً لغا أو خالف السنة أو ينهاه، فيقول :أنصت، أو لا تتكلم، أو لا تتخط أعناق الناس ونحو ذلك، وجاز للمأمور إجابته إظهاراً لعذره؛ لأن النبي صلّى الله عليه وسلم سأل سليكاً الداخل، وهو يخطب :أصليت؟ قال :لا وعن ابن عمر :أن عمر بينا هو يخطب يوم الجمعة، إذ دخل رجل من أصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلم، فناداه عمر :أية ساعة هذه قال :إني شغلت اليوم، فلم أنقلب إلى أهلي، حتى سمعت النداء ، فلم أزد على أن توضأت، قال عمر :الوضوء أيضاً؟ !وقد علمت أن رسول الله صلّى الله عليه وسلم كان يأمر بالغسل ،ولأن تحريم الكلام علته الاشتغال عن الإنصات الواجب وسماع الخطبة، ولا يحصل ههنا .وكذلك من كلم الإمام لحاجة، أو سأله عن مسألة، بدليل الخبر المذكور(الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲ ص ۱۳۱۷ ، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب السادس)

البتہ امام ابو یوسف کی ایک روایت کے مطابق خطبہ کے دوران سلام کا جواب دینا مکروہ نہیں ہوتا، کیونکہ سلام کا جواب دینا فریضہ میں داخل ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴۳...... اگر امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو، البتہ وہ خطبہ دینے کے لیے اپنے حجرہ سے نکل چکا ہو یا خطبہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر چل چکا ہو، تو امام ابو یوسف اور امام محمد اور بہت سے دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس وقت کلام یا ذکر کرنا، حرام نہیں ہوتا، بلکہ جائز ہوتا ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت بھی کلام کرنا حرام ہو جاتا ہے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کے خطبہ سے فارغ ہو کر، نماز پڑھنے سے پہلے، اور اسی طرح دونوں خطبوں کے درمیان کلام کرنا جائز ہوتا ہے۔

اور امام محمد اور مالکیہ کے نزدیک امام کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد اور نماز سے پہلے کلام کرنا جائز ہوتا ہے، اور امام محمد اور مالکیہ کے نزدیک دو خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھتا ہے، اس وقت کلام کرنا جائز نہیں ہوتا۔ **والراجح عندی قول ابی یوسف و هو قول الشافعية و الحنابلة** [2]

---

[1] قال الكمال بن الهمام :يحرم في الخطبة كلام وإن كان أمرا بمعروف أو تسبيحا والأكل والشرب والكتابة، ويكره تشميت العاطس ورد السلام .
وعن أبي يوسف لا يكره الرد لأنه فرض .
وصرح الدردير بحرمة رد السلام أثناء الخطبة وتشميت عاطس ونهى لا غ أو إشارة وأكل أو شرب
وقال ابن قدامة :إذا سمع الإنسان متكلما لم ينهه بالكلام لقول النبي صلى الله عليه وسلم إذا قلت لصاحبك أنصت فقد لغوت ولكن يشير إليه، نص عليه أحمد، فيضع أصبعه على فيه، وممن رأى أن يشير ولا يتكلم زيد بن صوحان وعبد الرحمن بن أبي ليلى والثوري والأوزاعي وابن المنذر، وكره الإشارة طاوس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۱۱۶ ،مادة "كلام")

[2] وأما الكلام بمجرد خروجه وقبل أن يبدأ بالخطبة، فإنه لا بأس به عند جمهور الفقهاء ، وبه قال عطاء وطاوس والزهري، والنخعي، وروى ذلك عن ابن عمر؛ لأن المنع للإخلال بغرض الاستماع، ولا استماع هنا، وكرهه الحكم، وقال ابن عبد البر :إن عمر وابن عباس كانا يكرهان الكلام، والصلاة بعد خروج الإمام، ويحرم الكلام عند أبي حنيفة بمجرد خروج الإمام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۱۰۶ ،مادة "خروج") ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۵...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خطبہ سے پہلے امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دی جانے والی اذان کا جواب بھی زبان سے نہیں دینا چاہیے، ہاں زبان کو حرکت دیے بغیر دل ہی دل میں جواب دینے میں حرج نہیں۔

جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد اور بہت سے دیگر فقہائے کرام کے قول کے مطابق اس اذان کا جواب زبان سے دینا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ ان کے نزدیک خطبہ شروع ہونے کے بعد ممانعت کا حکم ہوتا ہے، اس سے پہلے نہیں، اور خطبہ، اذان کے بعد شروع ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الشافعية :يجوز الكلام قبل الشروع فی الخطبة وبعد الفراغ منها وقبل الصلاة، وفيما بين الخطبتين خلاف، والظاهر أنه لا يحرم وجزم به فی المهذب، هذا فی الكلام الذی لا يتعلق به غرض مهم، فأما إذا رأى أعمى يقع فی بئر أو عقربا تدب على إنسان فأنذره فلا يحرم بلا خلاف، وكذا لو أمر بمعروف أو نهى عن منكر فإنه لا يحرم قطعا وقد نص على ذلک الشافعی واتفق عليه الأصحاب . ووافق الحنابلة الشافعية فی جواز الكلام قبل الخطبتين وبعدهما وبينهما إذا سكت الإمام .وقال أبو حنيفة :إذا خرج الإمام يوم الجمعة ترک الناس الصلاة والكلام حتى يفرغ من خطبته .وقال أبو يوسف ومحمد :لا بأس بالكلام إذا خرج الإمام قبل أن يخطب وإذا نزل قبل أن يكبر، واختلفا فی جلوسه إذا سكت :فعند أبی يوسف يباح الكلام فی هذه الحالة لأن الكراهة للإخلال بفرض الاستماع ولا استماع هنا وعند محمد لا يباح الكلام لإطلاق الأمر . وعند المالكية يحرم الكلام بين الخطبتين ويجوز بعد الخطبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص۱۱۷،ماده، كلام)

وهذا قول الإمام وقالا لا بأس به إذا خرج قبل أن يخطب وإذا نزل قبل أن يكبر وإذا جلس عند الثانی قبل الخلاف فی إجابة المؤذن (منحة الخالق على البحرالرائق، ج۲ص۱۶۸، باب صلاة الجمعة)

(وقالا يباح الكلام بعد خروجه ما لم يشرع فی الخطبة) لأن الكراهة للإخلال بفرض الاستماع ولا استماع هنا بخلاف الصلاة لأنها تمتد فتفضی إلى الإخلال وهذا يدل على إباحة الكلام إذا نزل حتى يكبر كما فی الهداية(مجمع الانهر، ج۱ص۱۷۱، باب صلاة الجمعة)

[1] فلا تكره إجابة الأذان الذی يؤذن بين يدی الخطيب، وقد ثبت ذلک من فعل معاوية فی صحيح البخاری(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج۳،ص۲۶،باب صلاة الجمعة)

لیکن درمختار میں اذانِ ثانی کا بالاتفاق جواب نہ دینا مذکور ہے، مگر اس کی دلیل ذکر نہیں کی گئی۔

وينبغی أن لا يجيب بلسانه اتفاقا فی الأذان بين يدی الخطيب(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۱ص۳۹۹، كتاب الصلاة، باب الاذان)

مسئلہ نمبر ۳۶...... دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام یا مقتدیوں کو امام ابوحنیفہ کے نزدیک زبان کو حرکت دے کر اور ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا منع ہے، البتہ بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے اگر دل میں دعاء مانگی جائے تو جائز ہے۔

البتہ شافعیہ، حنابلہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان زبان سے دعاء کرنا جائز ہے، کیونکہ ان حضرات کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان دعاء اور کلام کی ممانعت نہیں، جیسا کہ پہلے مسئلہ نمبر ۳۴ میں گزرا۔

مسئلہ نمبر ۳۷...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اور اسمِ مبارک اگر خطبے میں آئے تو مقتدیوں کو دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے، زبان سے پڑھنا منع ہے۔

البتہ بعض مشائخِ حنفیہ کے نزدیک اس موقع پر اتنی آہستہ آواز میں جو خود کو سنائی دے، اور دوسرے کو سنائی نہ دے، درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۸...... حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے خطبہ پر قیاس کرتے ہوئے عیدین اور نکاح کے خطبہ کے دوران بھی خاموش رہنے اور فضولیات ولغویات سے بچنے کا حکم ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۳۹...... خطبہ کے وقت چندہ کرنا بھی مکروہ ہے، اور چندہ کرنے والے کو لوگوں کی گردنیں پھلاندنا بھی مکروہ ہے۔ [3]

---

[1] قوله" :يصلى سرا "بحيث يسمع نفسه كذا أفاده القهستاني وفي الشرح عن الحسامي يصلى في نفسه وفي الفتح عن أبي يوسف ينبغي في نفسه لأن ذلك مما لا يشغله عن سماع الخطبة فكان إحرازا للفضيلتين وهو الصواب قوله " :ويحمد في نفسه "وإذا فرغ من الخطبة يحمد بلسانه(حاشية الطحطاوى على المراقى شرح نورالايضاح، ج ا ص ۵۱۹، باب الجمعة)

وإذا قرأ الخطيب إن الله وملائكته يصلون على النبي الآية فعن أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله أنه ينصت وعن أبي يوسف رحمه الله أنه يصلى سرا وبه أخذ بعض المشايخ والأكثر على أنه ينصت (منية المصلى، باب الجمعة)

[2] وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۵۹، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

[3] والتخطي للسؤال كرهه الحنفية، فلا يمر السائل بين يدى المصلى، ولا يتخطى رقاب الناس، ولا يسأل الناس إلحافا إلا إذا كان لأمر لا بد منه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۴۷، مادة "تخطى")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۴۰...... حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک خطبہ ہوتے وقت مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے تحیۃُ المسجد وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس وقت داخل ہونے والے کے لئے مختصر تحیۃُ المسجد جائز ہے، جس کی تفصیل آگے الگ مقام پر مستقل بیان میں ذکر کردی گئی ہے۔

مسئلہ نمبر۴۱...... اگر خطیب نے خطبہ شروع کردیا، اور کوئی پہلے سے سنتیں پڑھنے میں مشغول ہے، تو اگر اس نے ابھی تک تیسری رکعت شروع نہیں کی، تو بہت سے فقہائے کرام اور بعض حنفیہ کے نزدیک اسے دو رکعت پر سلام پھیر دینا چاہئے، جبکہ بہت سے حنفیہ کے نزدیک مختصر قرائت واذکار کے ساتھ ہلکی پھلکی چار رکعتیں پڑھ کر ہی سلام پھیرنا چاہئے، اور اسے اپنی چار رکعت سنت نماز کو ہلکے پھلکے انداز میں مکمل کر لینا چاہئے۔ ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التصدق وقت الخطبة:

قال الحنفية: يكره تحريما التخطي للسؤال بكل حال .واختار بعض الحنفية :جواز السؤال والإعطاء إن كان لا يمر السائل بين يدى المصلى، ولا يتخطى الرقاب، ولا يسأل إلحافا.

وكذلك قال الحنابلة وغيرهم :ولا يتصدق على سائل وقت الخطبة؛ لأن السائل فعل ما لا يجوز له فعله، فلا يعينه المرء على مالا يجوز، قال أحمد :وإن حصب السائل كان أعجب إلي؛ لأن ابن عمر فعل ذلك لسائل سأل، والإمام يخطب يوم الجمعة، ولا ينال السائل الصدقة حال الخطبة؛ لأنه إعانة على محرم.

فإن سأل أحد الصدقة قبل الخطبة، ثم جلس للخطبة، جاز التصدق عليه ومناولته الصدقة.

وأجاز الحنابلة الصدقة حال الخطبة على من لم يسأل، وعلى من سألها الإمام له.

والصدقة على باب المسجد عند الدخول والخروج أولى من الصدقة حال الخطبة(الفقه الاسلامی وادلتہ للزحیلی، ج۲ص ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب السادس)

؎۱ یہ حکم جمعہ سے پہلے کی چار سنتوں کے بارے میں ہے، اور اگر کوئی عام نفل نماز پڑھ رہا ہے، تو پھر اسے حنفیہ کے نزدیک بھی دو پر ہی سلام پھیر دینا چاہئے۔

فلو خرج الخطيب، وقد بدأ المصلي بصلاة نافلة، كان عليه أن يخففها ويسلم على رأس ركعتين، وهذا محل اتفاق بين الأئمة الأربعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۴، مادة ”صلاة الجمعة“)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۴۲ ...... اگر کوئی جمعہ کی نماز کے انتظار میں یا خطبہ کے دوران بیٹھا ہو، اور اسے اونگھ آنے لگے، تو اسے اپنی جگہ تبدیل کر لینی چاہیے، تاکہ اس کی نیند کا خمار ٹوٹ جائے، بشرطیکہ وہاں دوسری جگہ موجود ہو، اور اس کے جگہ بدلنے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچتی ہو، اور کسی کی حق تلفی لازم نہ آتی ہو، ورنہ وہیں بیٹھے بیٹھے اپنی نشست کی حالت کو تبدیل کر لینا چاہیے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فمن كان فى صلاة فإن كانت سنة الجمعة فالصحيح أنه يتم ولا يقطع لأنها بمنزلة صلاة واحدة كما فى الولوالجى(مجمع الانهر، ج ا ص ۱۷۱، باب صلاة الجمعة)

(والشارع فى نفل لا يقطع مطلقا) ويتمه ركعتين (وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعا (على) القول (الراجح) لأنها صلاة واحدة، وليس القطع للإكمال بل للإبطال خلافا لما رجحه الكمال(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲ص۵۳، باب ادراک الفريضة)

واختلف فى سنة الجمعة فقيل يقطع على رأس الركعتين كالنفل المطلق والصحيح أنه يتمها لأنه كصلاة واحدة واجبة بحر ولكن يخفف القراءة در يعنى بقدر الواجب لإدراك الواجب وهل يترك تسبيح الركوع والسجود والصلاة على البشير النذير فى القعود الأخير لأنها سنة والإستماع فرض يحرر(حاشية الطحطاوى على المراقى، ج ا ص۵۱۸، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

(قوله :وإن كانت سنة الجمعة يسلم على رأس الركعتين) أقول الصحيح خلافه وهو به يتم سنة الجمعة أربعا وعليه الفتوى كما فى الصغرى وهو الصحيح كما فى البحر عن الولوالجية والمبتغى؛ لأنها بمنزلة صلاة واحدة واجبة اهـ(حاشية الشرنبلالى على دررالحكام شرح غرر الاحكام، ج ا ص ۱۴۱، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

وفى فتح القدير، ولو خرج وهو فى السنة يقطع على ركعتين اهـ۔

وهو قول ضعيف وعزاه قاضى خان إلى النوادر قال فإذا قطع يلزمه أربع ركعات، والصحيح خلافه كما فى المحيط قال الولوالجى فى فتاويه إذا شرع فى الأربع قبل الجمعة ثم افتتح الخطبة أو الأربع قبل الظهر ثم أقيمت هل يقطع على رأس الركعتين تكلموا فيه والصحيح أنه يتم، ولا يقطع؛ لأنها بمنزلة صلاة واحدة واجبة اهـ(البحرالرائق، ج۲ص۱۶۷، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

(قال) :الإمام إذا خرج فخروجه يقطع الصلاة حتى يكره افتتاحها بعد خروج الإمام وينبغى لمن كان فيها أن يفرغ منها يعنى يسلم على رأس الركعتين(المبسوط للسرخسى، ج۲ص۲۹، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

[1] النعاس فى المسجد يوم الجمعة:

قال ابن قدامة :يستحب لمن نعس يوم الجمعة أن يتحول عن موضعه، واستدل لذلك بما روى ابن عمر -رضى الله عنهما -قال :سمعت رسول الله صلى الله وسلم يقول :إذا نعس أحدكم يوم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو جمعہ کے دن اونگھ آئے، تو وہ اپنی نشست گاہ کو تبدیل کرلے (تاکہ اس کی سستی اور نیند کا خمار دور ہوجائے) (ترمذی)

حدیث میں جمعہ کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ عموماً جمعہ کی نماز کے انتظار میں زیادہ دیر بیٹھنا پڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں دوسری نمازوں کے مقابلہ میں جمعہ کی نماز کے انتظار میں بیٹھنے والے کو اونگھ کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجمعة فليتحول من مجلسه ذلک .ولأن تحوله عن مجلسه يصرف عنه النوم .
وقال الشافعی :أحب للرجل إذا نعس فی المسجد يوم الجمعة ووجد مجلسا غيره -ولا يتخطى فيه أحدا -أن يتحول عنه ليحدث له القيام واعتساف المجلس ما يذعر عنه النوم وإن ثبت وتحفظ من النعاس بوجه يراه ينفی النعاس عنه فلا أكره ذلک له ولا أحب إن رأى أنه يمتنع من النعاس إذا تحفظ أن يتحول وأحسب من أمره بالتحول إنما أمره حين غلب عليه النعاس فظن أن لن يذهب عنه النوم إلا بإحداث تحول وإن ثبت فی مجلسه ناعسا كرهت له ذلک ولا إعادة عليه إذ لم يرقد زائلا عن حد الاستواء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰، ص۳۴۷، مادة "نعاس")

[1] رقم الحديث ۵۲۶،ابواب الجمعة، باب فيمن ينعس يوم الجمعة أنه يتحول من مجلسه.
قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

[2] (إذا نعس) بفتحتين (أحدكم) زاد فی رواية الترمذی :يوم الجمعة (وهو فی المسجد) أو نحوه مما تقام فيه الجمعة (فليتحول) ندبا (من مجلسه) أی محل جلوسه وذلک إلى غيره يعنی ينتقل منه إلى غيره لأن الحركة تذهب الفتور الموجب للنوم فإن لم يكن فی الصف محل يتحول له قام وجلس قال فی الأم ولو ثبت فی مجلسه وتحفظ من النعاس لم أكرهه والتحول الانتقال من موضع لآخر وهذا عام فی جميع الأيام وتخصيصه بالجمعة فی خبر الترمذی إنما هو لإطالة مكث المبكر بل أجراه بعضهم فی كل من قعد ينتظر عبادة فی أی يوم كان وفيه وما قبله حث على استقبال الصلاة بنشاط وخشوع وفراغ قلب وتعقل لما يقرأه أو يدعو به والمحافظة على الإتيان بالأركان والسنن والآداب.(د ت عن ابن عمر) قال الترمذی حسن صحيح ورواه الحاكم وقال على شرط مسلم (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۸۷۸)

مسئلہ نمبر ۳۴۳...... رمضان کے آخری جمعہ کے خطبہ میں رمضان کوالوداع کہنے کے مضامین پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں اور نہ ہی معتبر کتبِ فقہ میں اس کا ذکر ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ خطبہ کے احکام ومسائل کو سمجھنے اور اس کی برکات کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمام مرد حضرات کو پابندی کے ساتھ نمازِ جمعہ اور مکمل خطبہ میں حاضری کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خطبہ میں شرکت سے محروم نہ فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر۱۴)

نمازِ جمعہ سے متعلق متفرق، عمومی احکام

اب جمعہ کی نماز سے متعلق بعض متفرق اور عمومی مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱...... جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، اور جمعہ کی نماز سے پہلے دو خطبے پڑھے جاتے ہیں، جس کے بعد اقامت ہوتی ہے، اور حسبِ قاعدہ جمعہ کی دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، جو کہ فرض ہیں، اور جمعہ کی نماز اپنی شرائطِ صحت کے ساتھ ظہر کی نماز کا بدل ہے، جس کے پڑھنے سے ظہر کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے جمعہ کی نماز میں دو رکعت فرض ادا کرنے کی نیت کرنی چاہئے، اور جمعہ کی نماز میں جہری قرائت کی جاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲...... جمعہ کی نماز اور خطبہ سے پہلے جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے، تو مؤذن کو منبر کے سامنے کھڑے ہوکر اذان دینا سنت ہے، جس کے بعد امام دو خطبے دے کر جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر۳...... حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز میں امام کو جہری قرائت کرنا واجب ہے۔

---

[1] المطلب الرابع۔ كيفية الجمعة ومقدارها:
الجمعة :ركعتان وخطبتان قبلها ، قال عمر :صلاة الجمعة ركعتان، تمام غير قصر، وقد خاب من افترى فلها ركنان :الصلاة والخطبة، والصلاة ركعتان بقراءة جهرية إجماعاً، والخطبة :فرض وهي خطبتان قبل الصلاة، وشرط في صحة الجمعة على الأصح(الفقه الاسلامي وادلتہ للزحيلي، ج٢ص ١٢٩١ ، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب الرابع)

[2] المستحبات من كيفية أداء الجمعة:
الأذان بين يدي المنبر قبل البدء بالخطبة إذا جلس الخطيب على المنبر، وهذا الأذان هو الذي كان يؤذن لكل من الوقت والخطبة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي زمن أبي بكر وعمر - رضي الله عنهما -ثم رأى عثمان -رضي الله عنه -أن يؤذن أذانا أول للإعلام بدخول الوقت، وذلك بسبب كثرة الناس .وأبقى الأذان الثاني بين يدي المنبر التزاما للسنة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٢٠٦، مادة ”صلاة الجمعة“)

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز میں امام کو جہری قرائت کرنا واجب نہیں، بلکہ سنت ومستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... جس غلطی کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم ہوتا ہے، اگر جمعہ کی نماز میں امام سے اس طرح کی غلطی سرزَد ہو جائے، تو مجمع زیادہ ہونے کی صورت میں فتنہ وانتشار اور مقتدیوں کی نماز میں خلل واقع ہونے کے ڈر کی وجہ سے سجدہ سہو معاف ہو جاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۵...... جب جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے، تو حنفیہ کے اصح قول کے مطابق خرید و فروخت ودیگر معاملات ترک کر کے، جمعہ کی سعی کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

---

[1] الجهر بالقراء ة فى صلاة الجمعة:
ذهب الجمهور إلى أنه يسن للإمام الجهر فى قراء ة صلاة الجمعة.
وعند الحنفية يجب الجهر فيها بالقراء ة، قال فى البدائع :وذلك لورود الأثر فيها بالجهر وهو ما روى عن ابن عباس -رضى الله عنه -أنه قال :(سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقرأ فى صلاة الجمعة فى الركعة الأولى سورة الجمعة وفى الثانية سورة المنافقين ولو لم يجهر لما سمع ولأن الناس يوم الجمعة فرغوا قلوبهم، عن الاهتمام بأمور التجارة لعظم ذلك الجمع فيتأملون قراء ة الإمام فتحصل لهم ثمرات القراء ة، فيجهر بها كما فى صلاة الليل.
وخالف بقية الأئمة فى وجوب الجهر فذهبوا إلى استحبابه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۵، مادة "صلاة الجمعة")

[2] والمختار عند المتأخرين أن لا يسجد فى الجمعة والعيدين لتوهم الزيادة من الجهال كذا فى السراج الوهاج وغيره (البحرالرائق، ج۲ص۱۶۷، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)
والمختار عند المتأخرين أن لا يسجد للسهو فى الجمعة والعيدين لتوهم الزيادة من الجهال كذا فى السراج وغيره بحر وليس المراد عدم جوازه بل الأولى تركه كى لا يقع الناس فى فتنة أبو السعود عن العزمية ومثله فى الإيضاح لابن كمال(ردالمحتار، ج۲ص۱۵۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة)
السهو فى الجمعة والعيدين والمكتوبة والتطوع واحد إلا أن مشايخنا قالوا لا يسجد للسهو فى العيدين والجمعة؛ لئلا يقع الناس فى فتنة، كذا فى المضمرات ناقلا عن المحيط(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص۱۲۸، كتاب الصلاة، الباب الثانى عشر)
والسهو فى الجمعة والعيدين والمكتوبة واحد معناه أنه يسجد فيها للسهو ومن المشايخ من قال لا يسجد الإمام للسهو وفى الجمعة والعيدين كى لا يقع الاشتباه على من بعد من الإمام(الجوهرة النيرة، ج ۱ ص۹۵، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)
والسهو فى صلاة العيد وصلاة الجمعة والمكتوبة وصلاة التطوع سواء ومشايخنا رحمهم الله تعالى قالوا لا يسجد للسهو فى العيدين و الجمعة كيلا يقع الناس فى الفتنة(فتاوىٰ قاضيخان، ج ۱ ص۱۴۴، كتاب الصلاة)

جبکہ حنفیہ کے ایک قول کے مطابق اور دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک یہ حکم دوسری اذان پر لاگو ہوتا ہے، جس کی تفصیل الگ مقام پر تحقیقی مسائل میں آگے ذکر کردی گئی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲ ...... جمعہ کی نماز میں امام کے لئے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ، اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون کا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت ومستحب ہے۔

اوراسی طرح جمعہ کی نماز کی پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ کا پڑھنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت ومستحب ہے۔

لہٰذا کبھی ایک طریقے پر اور کبھی دوسرے طریقے پر عمل کرلینا چاہئے۔

لیکن مذکورہ سورتوں کے علاوہ کسی اور سورت کی قرائت کرنا بھی جائز ہے، اس لئے ہمیشہ ایک ہی طریقہ پر عمل نہیں کرنا چاہئے، تاکہ اس کو لوگ لازم نہ سمجھ لیں۔ [2]

---

[1] السعی لصلاة الجمعة:

من الواجبات المتعلقة بهذه الشعيرة :وجوب السعي إليها، وترك معاملات البيع والشراء عند الأذان الثاني، وهو قول الجمهور، لقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع ، وقال الحنفية -في الأصح عندهم -إنما يجب ذلك عند الأذان الأول ، ويترتب على تأخير هذا السعي الواجب عند سماع النداء ما يترتب على ترك الواجبات من الحرمة بسبب المعصية .أما حكم العقد الذي يباشره من بيع، ونحوه بدلا من المبادرة إلى السعي ففي بطلانه، أو كراهته اختلاف الفقهاء(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۵،۲۰۶، مادة "صلاة الجمعة")

[2] ما يقرأ في صلاة الجمعة:

اتفق الفقهاء على أنه :يستحب للإمام أن يقرأ في الركعة الأولى (سورة الجمعة) ، وفي الركعة الثانية (سورة المنافقين) . لما روى عبيد الله بن أبي رافع قال :صلى بنا أبو هريرة الجمعة فقرأ سورة الجمعة في الركعة الأولى، وفي الركعة الآخرة (إذا جاءك المنافقون) فلما قضى أبو هريرة الصلاة أدركته فقلت :يا أبا هريرة إنك قرأت بسورتين، كان علي بن أبي طالب يقرأ بهما بالكوفة فقال أبو هريرة :إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ بهما يوم الجمعة.

كما استحب جمهور الفقهاء -الحنفية والشافعية والحنابلة -أيضا قراءة سورة (سبح اسم ربك الأعلى) في الركعة الأولى و (هل أتاك) في الركعة الثانية .لما روى النعمان بن بشير قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في العيدين وفي الجمعة (سبح اسم ربك الأعلى) و (هل أتاك حديث الغاشية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷...... جن چیزوں سے عام نماز فاسد ہو جاتی ہے، ان چیزوں کی وجہ سے جمعہ کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ [1]

پھر اگر نمازِ جمعہ کا وقت باقی ہو، اور نمازِ جمعہ کی شرائط بھی موجود ہوں، تو باجماعت جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی، اور اگر وقت نکل گیا ہو، یا نمازِ جمعہ صحیح ہونے کی شرائط باقی نہ رہی ہوں، تو پھر ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم ہوگا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الكاساني :لكن لا يواظب على قراء تها بل يقرأ غيرها في بعض الأوقات حتى لا يؤدي إلى هجر بعض القرآن، ولئلا تظنه العامة حتما.

وصرح الماوردي من الشافعية بأن قراء ة (الجمعة، والمنافقين) أولى.

قال النووي :كان صلى الله عليه وسلم يقرأ بهاتين في وقت، وهاتين في آخر فهما سنتان،

وصرح المحلي من الشافعية :بأنه لو ترك قراء ة (سورة الجمعة) في الأولى قرأها مع (المنافقين) في الثانية، ولو قرأ (المنافقين) في الأولى قرأ (الجمعة) في الثانية .كي لا تخلو صلاته عن هاتين السورتين، ويندب عند المالكية أن يقرأ في الركعة الثانية -أيضا -بسورة (هل أتاك) ، أو (سبح اسم ربك الأعلى).

قال الدسوقي :إنه مخير في القراء ة في الركعة الثانية بين الثلاث -(هل أتاك) أو (سبح) أو (المنافقون) - وأن كلا يحصل به الندب، لكن (هل أتاك) أقوى في الندب، وهذا ما اعتمده مصطفى الرماصي .وفي كلام بعضهم ما يفيد أن المسألة ذات قولين، وأن الاقتصار على (هل أتاك) مذهب المدونة، وأن التخيير بين الثلاث قول الكافي(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۷، مادة ”صلاة الجمعة“)

[1] مفسدات الجمعة:تنقسم إلى نوعين:

مفسدات مشتركة، ومفسدات خاصة:

فأما المفسدات المشتركة :فهي كل ما يفسد سائر الصلوات (ر .صلاة) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۷، ص ۲۰۷، مادة ”صلاة الجمعة“)

[2] فإن فسدت الجمعة بسبب خروج الوقت أو بفوت الجماعة، تصلى ظهرا.

وإن فسدت بما تفسد به عامة الصلوات من الحدث العمد والكلام وغير ذلك، تصلى جمعة عند وجود شرائطها(الفقه الاسلامی وادلتہ للزحیلی، ج ۲ ص ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الثامن)

سادسا۔ صلاة الظهر بسبب اختلال شرط من شرائط الجمعة :إذا لم يتوافر شرط من شرائط صحة الجمعة الأخرى غير دخول الوقت، كأن نقص عدد المصلين عن المطلوب، أو لم يدرك المسبوق ركعة مع الإمام عند الجمهور، أو أي جزء من الصلاة ولو سجود السهو عند الحنفية، أو لم يتوافر البنيان وغير ذلك، صلى الناس الظهر بدلا عن الجمعة (الفقه الاسلامی وادلتہ للزحیلی، ج ۲ ص ۱۳۳۶، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب التاسع)

مسئلہ نمبر۸...... اگر جمعہ کی نماز مکمل ہونے سے پہلے ظہر کا وقت نکل جائے، تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۹...... جب جمعہ کی نماز نہ پڑھی جاسکے، اور ظہر کا وقت ختم ہونے میں تھوڑا وقت باقی رہ جائے کہ جس میں جمعہ کا خطبہ اور جمعہ کی دو رکعتیں نہ پڑھی جاسکیں، تو جمعہ کی نماز ساقط ہوجاتی ہے، اور نمازِ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر۱۰...... اگر جمعہ کی نماز قضا ہوجائے، یعنی جمعہ کی نماز ادا کئے بغیر جمعہ کی نماز کا وقت

---

[۱] اگر مقتدی امام کے سلام پھیرنے سے پہلے جمعہ کی نماز میں شریک ہوجائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی جمعہ کی نماز درست ہوجاتی ہے، اور وہ باقی ماندہ نماز کو جمعہ کی نماز کے مطابق پوری کرتا ہے۔

البتہ بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک امام کے پہلی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے شریک ہونے والا شخص تو جمعہ کی نماز پانے والا شمار ہوتا ہے، اور اس کے بعد وہ جمعہ کی نماز پانے والا شمار نہیں ہوتا، بلکہ اس کو ظہر پڑھنے کا حکم ہوتا ہے۔

وأما مفسداتها الخاصة بها فتنحصر في الأمور التالية:

أولها :خروج وقت الظهر قبل الفراغ منها فيصليها ظهرا، ويستوي في الفساد خروج الوقت قبل المباشرة بها، وخروجه بعد المباشرة بها وقبل الانتهاء منها هذا عند الحنفية، ونحوه للشافعية فإنها تنقلب ظهرا ولا تكون جمعة، وقال الحنابلة :إن أحرموا بها في الوقت فهي جمعة.

وهذا يعني :أن اشتراط وقت الظهر لها مستمر في الاعتبار إلى لحظة الفراغ منها قال في تنوير الأبصار :لأن الوقت شرط الأداء لا شرط الافتتاح.

وقال المالكية :شرط الجمعة وقوع كلها بالخطبة وقت الظهر للغروب.

ثانيها :انفضاض الجماعة أثناء أدائها، قبل أن تقيد الركعة الأولى بالسجدة فيصليها ظهرا .وذلك على ما ذهب إليه الأئمة القائلون :بأن الجماعة شرط أداء، وأما على ما رجحه الآخرون، فلا أثر لانفساخها بعد الانعقاد وإن لم تقيد الركعة الأولى جماعة.

وللشافعية ثلاثة أقوال :الأظهر :يتمها ظهرا، والثاني :إن بقي معه اثنان يتمها جمعة، والثالث :إن بقي معه واحد يتمها جمعة.

وسبب هذا الخلاف :أن الجماعة شرط أداء لصحة الجمعة عند بعض الأئمة، وهي عند بعضهم شرط انعقاد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص٢٠٧،٢٠٨، مادة "صلاة الجمعة")

[۲] خامسا۔صلاة الظهر بسبب خروج وقت الظهر :إذا انتهى وقت الظهر أو ضاق عن الجمعة بأن لم يبق منه ما يسع الخطبة والركعتين، سقطت الجمعة، فلا تقضى جمعة باتفاق العلماء، وإنما تصلى ظهرا، لأن القضاء على حسب الأداء، والأداء فات بشرائط مخصوصة، يتعذر تحصيلها على فرد، فتسقط، بخلاف سائر المكتوبات إذا فاتت عن أوقاتها(الفقه الاسلامى وادلتہ للزحیلی، ج۲ص۱۳۳۵، الباب الثانى، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب التاسع)

ختم ہو جائے، اور عصر کا وقت شروع ہو جائے، تو قضا کرتے وقت جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی، بلکہ اس کی جگہ ظہر کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر کسی ایک دن میں جمعہ اور عید دونوں واقع ہو جائیں، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اپنے وقت پر عید کی نماز پڑھنے کا الگ حکم ہوتا ہے، اور اپنے وقت پر جمعہ کی نماز پڑھنے کا الگ حکم ہوتا ہے، اور عید کی نماز پڑھنے سے جمعہ کی نماز ساقط و معاف نہیں ہوتی۔

البتہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں عید کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز نہ پڑھنے اور اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] قضاء صلاة الجمعة: صلاة الجمعة لا تقضى بالفوات، وإنما تعاد الظهر فى مكانها .قال فى البدائع :وأما إذا فاتت عن وقتها، وهو وقت الظهر، سقطت عند عامة العلماء ؛ لأن صلاة الجمعة لا تقضى؛ لأن القضاء على حسب الأداء ، والأداء فات بشرائط مخصوصة يتعذر تحصيلها على كل فرد، فتسقط، بخلاف سائر المكتوبات إذا فاتت عن أوقاتها وهذا محل اتفاق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٢٠٨، مادة "صلاة الجمعة")

[2] اجتماع العيد والجمعة فى يوم واحد:

ذهب الحنفية والمالكية إلى أنه إذا وافق العيد يوم الجمعة فلا يباح لمن شهد العيد التخلف عن الجمعة .قال الدسوقى :وسواء من شهد العيد بمنزله فى البلد، أو خارجها .

وذهب الحنابلة إلى أنه إذا اجتمع العيد والجمعة فى يوم واحد فصلوا العيد والظهر جاز وسقطت الجمعة عمن حضر العيد؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم صلى العيد، وقال :من شاء أن يجمع فليجمع وصرحوا بأن إسقاط الجمعة حينئذ إسقاط حضور لا إسقاط وجوب، فيكون حكمه كمريض ونحوه ممن له عذر أو شغل يبيح ترك الجمعة، ولا يسقط عنه وجوبها فتنعقد به الجمعة ويصح أن يؤم فيها .والأفضل له حضورها خروجا من الخلاف .ويستثنى من ذلك الإمام فلا يسقط عنه حضور الجمعة، لحديث أبى هريرة -رضى الله عنه -عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :قد اجتمع فى يومكم هذا عيدان، فمن شاء أجزأه من الجمعة وإنا مجمعون .

ولأنه لو تركها لامتنع فعلها فى حق من تجب عليه، ومن يريدها ممن سقطت عنه، وقالوا :إن قدم الجمعة فصلاها فى وقت العيد، فقد روى عن أحمد قال :تجزء الأولى منهما .فعلى هذا :تجزيه عن العيد والظهر، ولا يلزمه شىء إلى العصر عند من جوز الجمعة فى وقت العيد.

وأجاز الشافعية فى اليوم الذى يوافق فيه العيد يوم الجمعة لأهل القرية الذين يبلغهم النداء لصلاة العيد :الرجوع وترك الجمعة، وذلك فيما لو حضروا لصلاة العيد ولو رجعوا إلى أهليهم فاتتهم الجمعة؛ فيرخص لهم فى ترك الجمعة تخفيفا عليهم .ومن ثم لو تركوا المجىء للعيد وجب عليهم الحضور للجمعة، ويشترط -أيضا -لترك الجمعة أن ينصرفوا قبل دخول وقت الجمعة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٢٠٩، مادة "صلاة الجمعة")

مسئلہ نمبر۱۲...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنٰى هٰذَا الْمَسْجِدَ وَنَحْنُ مَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ، فَإِذَااشْتَدَّ الزِّحَامُ فَلْيَسْجُدِ الرَّجُلُ مِنكُمْ عَلٰى ظَهْرِ أَخِيهِ ،وَرَأٰى قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: صَلُّوا فِي الْمَسْجِدِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد (نبوی) کی بنیاد ڈالی، اور ہم مہاجرین اور انصار آپ کے ساتھ تھے، پس جب (نماز پڑھنے کی جگہ میں) ہجوم شدید ہوجائے، تو تم میں سے آدمی اپنے بھائی کی پشت پر سجدہ کرے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو راستہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ تم مسجد میں نماز پڑھو (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون اور روایات میں بھی آیا ہے۔ [2]

جن کی بناء پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے فرمایا کہ جب جمعہ وغیرہ کی نماز پڑھنے کے دوران زیادہ رش اور ہجوم ہو یا بارش یا برف باری وغیرہ کی وجہ سے مسجد کے اندر جگہ کی تنگی ہو، اور سب لوگوں کو سجدہ کی جگہ میں دشواری ہو، اور زمین پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو، تو نمازیوں کو اپنے سے آگے والے نمازیوں کی پشت پر سجدہ کرنا جائز بلکہ واجب ہے۔ [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] عن الشعبى أن عمر قال :إذا اشتد الزحام يوم الجمعة فليسجد أحدكم على ظهر أخيه (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۴۶۵)

عن نافع، عن ابن عمر قال " :صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ النجم، فسجد بنا فأطال السجود، وكثر الناس، فصلى بعضهم على ظهر بعض (السنن الكبرى، للبيهقى ، رقم الحديث ۵۶۲۸)

[3] إذا زحم المأموم وتعذر عليه السجود على الأرض متابعة للإمام، وقدر على السجود على ظهر إنسان أو دابة، فهل يلزمه السجود على ذلك؟ اختلف فيه الأئمة .فذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى :أنه يلزمه أن يسجد على ما يمكنه السجود عليه، وإن كان على ظهر إنسان أو قدمه؛

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۴۳...... جس شخص پر جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہو، اور اسے جمعہ کی نماز پڑھنے سے کوئی عذر نہ ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اسے جمعہ کے دن، جمعہ کی نماز سے پہلے اپنے گھر وغیرہ میں ظہر کی نماز پڑھنا معتبر مگر گناہ ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ صورت میں ایسے شخص کی ظہر کی نماز کا فریضہ صحیح اور معتبر نہیں ہوتا۔

پھر اگر ایسا شخص ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز کے لئے جانے لگے، اور ابھی جمعہ کی نماز ختم نہیں ہوئی، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز کے فرض ہونے کی حیثیت ختم ہو کر وہ نماز نفل بن جاتی ہے۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب تک امام کے ساتھ جمعہ میں شریک نہ ہو، اس وقت تک اس کی ظہر کے فرض ہونے کی حیثیت برقرار رہتی ہے، اور جمعہ کی نماز میں شریک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لتمكنه من المتابعة، ولخبر إذا اشتد الزحام فليسجد أحدكم على ظهر أخيه فإن لم يسجد فمتخلف عن المتابعة بغير عذر عند الأئمة المذكورين.

وعند المالكية :لا يجوز السجود على ظهر الإنسان، فإن سجد أعاد الصلاة .ويستدلون لذلك بقول النبى صلى الله عليه وسلم :مكن جبهتك من الأرض ولا يحصل التمكين من الأرض فى حالة السجود على ظهر إنسان .

أما إذا لم يتمكن من السجود مطلقا، فهل يخرج عن المتابعة أو ينتظر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۲۳۴، مادة "تزاحم")

السجود على الظهر ونحوه فى الزحمة:

قال الحنفية والشافعية والحنابلة متى قدر المزحوم على السجود على ظهر إنسان أو قدميه، لزمه ذلك وأجزأه، لما روى عن عمر :إذا اشتد الزحام، فليسجد على ظهر أخيه ، ولأنه أتى بما يمكنه حال العجز، فصح، كالمريض يسجد على المرفقة.

ولا يحتاج هنا إلى إذنه؛ لأن الأمر فيه يسير.

وقال المالكية :لا يفعل، وتبطل الصلاة، إن فعل، لقول النبى صلى الله عليه وسلم ومكن جبهتك من الأرض(الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج ۲ ص ۱۳۲۹، ۱۳۳۰ ، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب السابع)

ہونے کے بعد اس کی یہی جمعہ کی نماز فرض بن کر ادا ہو جاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۴...... جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب نہ ہو، جیسا کہ مسافر یا عورت یا مریض، تو اس کو جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر اگر ایسا شخص ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے چل پڑے، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز باطل نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اگر وہ جمعہ کی نماز پڑھے، تو وہ جمعہ کی نماز اس کے حق میں نفل شمار ہوتی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز باطل ہو جاتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [2]

---

[1] ثانیا۔صلاة الظهر فی المنزل یوم الجمعة بغیر عذر :قال الحنفیة : من صلی الظهر فی منزله یوم الجمعة، قبل صلاة الإمام،ولاعذر له، حرم ذلک، وجازت صلاته جوازا موقوفا :فإن بدا له، ولو بمعذرة علی المذهب أن یحضر الجمعة، فتوجه إلیها، والإمام إلیها، والإمام فیها، ولم تقم بعد، بطلت صلاة الظهر، وصارت نفلا عند أبی حنیفة بالسعی، وإن لم یدرکها؛ لأن السعی إلی الجمعة من خصائص الجمعة، فینزل منزلتها فی حق ارتفاض الظهر احتیاطا، بخلاف ما بعد الفراغ منها؛ لأنه لیس یسعی إلیها.
وقال الصاحبان :لا تبطل حتی یدخل مع الإمام؛ لأن السعی دون الظهر، فلا ینقضه بعد تمامه، والجمعة فوق الظهر، فینقضها، وصار کما لو توجه إلی الجمعة بعد فراغ الإمام.
واتفق أبو حنیفة وصاحباه علی أن السعی إذا کان بعدما فرغ الإمام من الجمعة، لم یبطل ظهره اتفاقا.
وقال الجمهور (المالکیة والشافعیة فی الجدید والحنابلة) : لا تصح للمرء صلاته الظهر قبل أن یصلی الإمام الجمعة، ویلزمه السعی إلی الجمعة إن ظن أنه یدرکها؛ لأنها المفروضة علیه، فإن أدرکها معه صلاها، وإن فاتته فعلیه صلاة الظهر، وإن ظن أنه لا یدرکها، انتظر حتی یتیقن أن الإمام قد صلی، ثم یصلی الظهر، والخلاصة :إنه إن صلی الظهر قبل الجمعة لا تصح وتجب علیه الجمعة، فإن کان بعد صلاة الجمعة أجزأه مع عصیانه.
ودلیلهم :أنه صلی ما لم یخاطب به، وترک ما خوطب به، فلم تصح، کما لو صلی العصر مکان الظهر، ولا نزاع فی أنه مخاطب بالجمعة، فسقطت عنه الظهر، کما لو کان بعیدا، ولا خلاف فی أنه یأثم بترکه، وترک السعی إلیها(الفقه الاسلامی وادلتہ للزحیلی، ج۲ص ۱۳۳۲،۱۳۳۳، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب التاسع)

[2] قال أکثر أهل العلم :من لا تجب علیه الجمعة کالمسافر والعبد والمرأة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۵...... جس شخص کو جمعہ کی نماز پڑھنے سے عذر ہو، اور اسے جمعہ کی نماز ختم ہونے سے پہلے عذر زائل ہونے کی امید ہو، تو اسے ظہر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے، جب تک کہ جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنے کی امید ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر کوئی نمازِ جمعہ سے معذور ہو، اور وہ ظہر کی نماز پڑھ لے، پھر نمازِ جمعہ ہونے سے پہلے اس کا عذر زائل ہو جائے، مثلاً مریض کو صحت حاصل ہو جائے یا مسافر مقیم ہو جائے، تو اسے اگر جمعہ کی نماز پڑھنا ممکن ہو، تو اس کو بعض حضرات کے نزدیک نمازِ جمعہ پڑھنے کا حکم ہے، اور اگر وہ نمازِ جمعہ پڑھ لے، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی یہی جمعہ کی نماز فرض واقع ہوتی ہے، اور ظہر کی نماز نفل بن جاتی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۷...... جو لوگ جمعہ کی نماز سے معذور ہوں، اور ان پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب نہ ہو مثلاً مریض ہوں، تو انہیں جمعہ قائم ہونے والے مقام مثلاً شہر اور قصبہ اور بڑے گاؤں میں جمعہ کی نماز سے پہلے اور جمعہ کی نماز کے بعد بہرحال ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والمريض المزمن وسائر المعذورين، له أن يصلي الظهر قبل صلاة الإمام في الجمعة؛ لأنه لم يخاطب بالجمعة، فصحت منه الظهر، كما لو كان بعيدا من موضع الجمعة .فإن صلاها، ثم سعى إلى الجمعة، لم تبطل ظهره عند الجمهور، وكانت الجمعة نفلا في حقه، سواء زال عذره، أو لم يزل .وقال أبو حنيفة كما قال في الحالة الأولى :تبطل ظهره بالسعي إليها(الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲ ص۱۳۳۵، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

[1] واتفق الجمهور مع الحنفية على أنه يستحب لمن يرجو زوال عذره أن يؤخر الظهر إلى اليأس عن إدراك الجمعة؛ لأنه قد يزول عذره(الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲ ص۱۳۳۵، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

[2] فإن زال عذره بعد الفراغ من الظهر كأن قدم من السفر، أو شفي من المرض، أو انفك من وثاقه، أعاد الجمعة إن أدركها .كذلك الصبي يعيد الجمعة إذا بلغ بعد أن صلى الظهر(الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲ ص۱۳۳۵، الباب الثاني، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

قلت أرأيت مسافرا صلى الظهر في السفر ركعتين ثم قدم المصر فأتى الجمعة فصلى مع الإمام الجمعة أيتها الفريضة قال الجمعة هي الفريضة أستحسن ذلك وأدع القياس(الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج۱ ص۳۵۲، باب صلاة الجمعة)

حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی شمار ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۸...... حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کی نماز کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھنا سنت ہے، اور شافعیہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے کم از کم دو رکعت اور جمعہ کے بعد بھی کم از کم دو رکعت پڑھنا سنت ہے، البتہ پہلے اور بعد میں چار چار پڑھنا زیادہ کامل ثواب رکھتا ہے، اس مسئلہ کی تفصیل آگے مستقل بیان میں آتی ہے۔ [2]

---

[1] ثالثا ــ صلاة الظهر جماعة من أصحاب الأعذار :قال الحنفية :يكره تحريما أن يصلي المعذورون من مسافر ومسجون ومريض وغيرهم الظهر بجماعة يوم الجمعة في موطن إقامة الجمعة (في المصر) قبل الجمعة وبعدها؛ لما فيه من الإخلال بالجمعة، إذ هي جامعة للجماعات، وربما يتطرق غير المعذور إلى الاقتداء بهم، ولما فيه من صورة معارضة الجمعة بإقامة غيرها .أما أهل القرى ممن لا جمعة عليهم فلهم صلاة الظهر بجماعة، ويكره أيضا لمن فاتتهم الجمعة من أهل المصر صلاة الظهر جماعة، وإنما يصلونها فرادى بغير جماعة ولا أذان ولا إقامة، ويستحب للمريض تأخير الظهر إلى فراغ الإمام، وكره إن لم يؤخر على الصحيح.

وقال الجمهور غير الحنفية : يجوز لمن فاتتهم الجمعة لعذر أو لمن لا تجب عليه الجمعة أن يصلوها ظهرا في جماعة، تحصيلا لثواب الجماعة المذكور في الحديث :صلاة الجماعة تفضل صلاة الفرد بخمس وعشرين درجة وروي عن ابن مسعود أنه فاتته الجمعة، فصلى بعلقمة والأسود.

لكن قال المالكية :تكره صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة لغير أرباب الأعذار الكثيرة الوقوع، والأولى الجماعة لأرباب الأعذار الكثيرة الوقوع.

ورأى الحنابلة أنه :لا يستحب إعادتها جماعة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم، ولا في مسجد تكره إعادة الجماعة فيه، وتكره أيضا في المسجد الذي أقيمت فيه الجمعة؛ لأنه يؤدي إلى التهمة كالرغبة عن الجمعة، أو أنه لا يرى الصلاة خلف الإمام، أو يعيد الصلاة معه فيه، وربما أفضى إلى فتنة أو لحوق ضرر به وبغيره، وإنما يصليها في منزله أو في موضع لاتحصل هذه المفسدة بصلاتها فيه(الفقه الاسلامي وادلتهٔ للزحيلي، ج۲ص ۱۳۳۴، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

[2] قال الحنفية والشافعية :تسن الصلاة قبل الجمعة وبعدها، فعند الحنفية :سنة الجمعة القبلية أربع، والسنة البعدية أربع كذلك، وقال الشافعية :أقل السنة ركعتان قبلها وركعتان بعدها، والأكمل أربع قبلها وأربع بعدها، لقوله صلى الله عليه وسلم :من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا.

وقال المالكية والحنابلة :يصلي قبلها دون التقيد بعدد معين، على أن أكثر من قال بصلاة السنة يوم الجمعة حملها على تحية المسجد، ومن كره صلاة السنة يوم الجمعة كرهها لأنها توافق وقت الاستواء غالبا، لكن لو تقدمت أو تأخرت بعد ذلك فلا شيء فيها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۲۷۸، و۲۷۹، مادة "السنن الرواتب" ، سنة الجمعة)

مسئلہ نمبر ۱۹......بعض لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد چار رکعت احتیاطی ظہر پڑھا کرتے ہیں، اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کے بغیر جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوتی، یا اسی قسم کا کوئی اور غلط عقیدہ رکھتے ہیں، جو کہ صحیح نہیں۔

اس لیے جمعہ کی نماز پڑھ کر احتیاطی ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲۰......فرض نماز کے بعد دعاء کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے، اور جمعہ کی نماز بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ جمعہ کی نماز روزمرہ کے ظہر کے فرضوں کی جگہ ادا کی جاتی ہے۔

لٰہذا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد خشوع وخضوع کے ساتھ دعاء کرنا مستحب ہوگا۔

مگر نماز کے بعد دعاء ایک مستحب درجہ کا عمل ہے، اس کو فرض وواجب سمجھنا یا فرض وواجب کا درجہ دینا غلط ہے۔ [۲]

اور شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں مختصر دعاء کرنی چاہئے، اور

---

[۱] البتہ بعض فقہاء نے ایسے مقام پر کہ جہاں جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی شرائط میں تردّد ہو، وہاں خواص کے لئے احتیاطی ظہر کا حکم لگایا ہے۔

(قوله والأحوط أن يصلى بعدها الظهر) أقول ظاهر كلام المصنف عدم وجوبه وهو صريح ما نقله شيخ الإسلام سرى الدين عن جده شيخ الإسلام أبى الوليد بن الشحنة اهـ.
وقال شيخ أستاذى العلامة الشيخ على المقدسى -رحمه الله -قلت يتعين تقييده بما قال حفيده أنه عند مجرد التوهم أما عند قيام الشك والاشتباه فى صحتها أى الجمعة وعلى قول من يعتقد قول أبى يوسف فالظاهر وجوب الأربع ويؤيده تعبير التمرتاشى بلا بد، وكذا قول الفقيه اهـ .لكن لا يفتى بهذه الصلاة للعوام الذين يخاف عليهم الوقوع فى الأوهام(درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ۱ ،ص ۶۳ ،باب صلاة الجمعة)

[۲] چنانچہ فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

نماز فرض کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعاء مانگنا ثابت ہے، مگر یہ صرف مستحب کے درجے میں ہے، اس کا واجب کے برابر اہتمام والتزام ثابت نہیں ہے۔

جیسا کہ بعض جگہ کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے............نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعاء کرنا شرعاً ثابت ہے، اور مستحب ہے، لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کردے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے(فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد پنجم ،صفحہ ۶۷۸ ،باب الذکر والدعاء بعد الصلوات)

کیونکہ جمعہ کی نماز کے بعد بھی سنتیں ہیں، اس لئے جمعہ کی نماز کے بعد بھی مختصر دعاء کر کے سنتوں میں مشغول ہونا مناسب ہوگا، اور سنتوں سے فراغت کے بعد ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اپنے طور پر جتنی لمبی چاہے دعاء کرے، اس میں نہ کوئی وقت کی پابندی ہے اور نہ ایک شخص دوسرے کا پابند ہے۔

اور عام حالات میں شرعاً آہستہ آواز سے دعاء کرنا افضل ہے، اس لئے اس دعاء کو آہستہ آواز میں کرنا چاہئے۔

آج کل بعض رواجی خطیب وائمہ حضرات جمعہ کی نماز کے بعد بہت لمبی دعاء کرتے ہیں، اور اونچی آواز سے دعاء کا اہتمام والتزام کرتے ہیں، بلکہ اونچی آواز سے دعاء پڑھتے ہیں، یعنی چند رٹے رٹائے الفاظ زبان سے پڑھنے کو کافی سمجھتے ہیں، جن کے معنیٰ کا بعض اوقات تو ان کو خود بھی علم نہیں ہوتا، اور اگر ان کو علم بھی ہو تو سب لوگوں کو تو ظاہر ہے کہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ کس غرض کے لئے دعاء کی جارہی ہے، جبکہ دُعا اصل میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور طلب کرنے کا نام ہے، جس کا اصل تعلق دل کے ساتھ ہے، اور کسی بھی زبان میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کی جاسکتی ہے۔

اس لیے الفاظ کو مقصود نہ سمجھا جائے اور دعاء کے رَٹے رَٹائے بول اور کلمات زبان سے پڑھنے کے بجائے دل کی توجہ اور انابت کے ساتھ دعاء کی جائے۔ [1]

---

[1] چنانچہ تفسیر معارفُ القرآن میں ہے کہ:

"آج کل عوام جس انداز سے دُعا مانگتے ہیں اول تو اس کو دُعا مانگنا ہی نہیں کہا جاسکتا، بلکہ پڑھنا کہنا چاہئے، کیونکہ اکثر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم جو کلمات زبان سے بول رہے ہیں اُن کا مطلب کیا ہے؟ جیسا کہ آج کل عام مساجد میں اماموں کا معمول ہوگیا ہے، کہ کچھ عربی زبان کے کلماتِ دُعائیہ اُنہیں یاد ہوتے ہیں، ختمِ نماز پر اُنہیں پڑھ دیتے ہیں، اکثر تو خود ان اماموں کو بھی ان کلمات کا مطلب ومفہوم معلوم نہیں ہوتا اور اگر ان کو معلوم ہو تو کم از کم جاہل مقتدی تو اس سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں، وہ بے سمجھے بوجھے امام کے پڑھے ہوئے کلمات کے پیچھے آمین آمین کہتے ہیں۔

اس سارے تماشہ کا حاصل چند کلمات کا پڑھنا ہوتا ہے، دُعا مانگنے کی جو حقیقت ہے یہاں پائی ہی نہیں جاتی،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلند آواز سے دعاء کا التزام کر لینے کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ بہت سے لوگوں نے بلند آواز سے دعاء کرنے ہی کو شریعت کی اصل تعلیم سمجھ لیا ہے، اور اگر کوئی امام آہستہ آواز سے دعاء کرے، تو اس پر لعن طعن کیا جاتا ہے، اور اسے دعاء کا تارک یا منکر اور نہ جانے کیا کچھ کہا جاتا ہے۔ [1]

حالانکہ یہ بات پہلے گزر چکی کہ دعاء اصل کرنے کا نام ہے نہ کہ پڑھنے کا، اور وہ دل کے استحضار کے ساتھ آہستہ آواز میں کرنا افضل ہے۔

لہٰذا جب کوئی شخص اس کے مطابق دعاء کر رہا ہو تو اس کو دعاء کا تارک یا منکِر وغیرہ قرار دینے کا کیا مطلب؟

اور اس طرح بلند آواز سے دعاء کرنے کے التزام سے ایک خرابی یہ بھی پیدا ہوگئی کہ بہت سے لوگ نماز کے بعد کی دعاء میں اجتماعیت کو مقصود سمجھنے لگے ہیں۔

اور اس قسم کی خرابیوں ہی کی وجہ سے بعض علماء نے اس کو ناجائز بھی کہہ دیا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ نماز کے بعد شرعاً اصل دعاء تو انفرادی ہے، اس میں اجتماع اصلی نہیں، اور اجتماع ایک ضمنی اور صوری درجہ کی چیز ہے، نہ اس کے لیے یہ اجتماع ہوتا ہے، اجتماع تو نماز کے لیے ہوتا ہے، اور نماز ایک ساتھ ختم ہونے کی وجہ سے دعاء میں یہ اجتماع ایک ضمنی درجہ میں پیدا ہو جاتا ہے، اس کو مقصود سمجھنا غلط ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے ان بے جان کلمات ہی کو قبول فرما کر قبولیتِ دعاء کے آثار پیدا فرما دیں، مگر اپنی طرف سے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دُعا پڑھی نہیں جاتی بلکہ مانگی جاتی ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ مانگنے کے ڈھنگ سے مانگی جائے'' (معارف القرآن جلد سوم صفحہ ۵۷۷، سورۃ اعراف درذیل آیت نمبر ۵۵، ۵۶)

[1] چنانچہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:

عوام کے حالات کا تجربہ شاہد ہے کہ امام کی نیت اگر درست بھی ہو تب بھی جب اس طرح جہر کے ساتھ دُعاء التزام سے کی جائے تو عوام اسی طریق کو سنت سمجھنے لگتے ہیں، جو ایسا نہ کرے، اُس کو بُرا جانتے ہیں، اس لیے جہرِ دُعا کا ترک کرنا ہی اسلم ہے (حاشیہ: احکامِ دعاء صفحہ ۳۳)

پھر بلند آواز سے دعاء کی صورت میں سب لوگ ایک ہی قسم کی دعاء کے پابند ہوجاتے ہیں، اوراس کے مقابلہ میں آہستہ آواز سے دعاء کرنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص کی ضرورت مختلف ہوا کرتی ہے، آہستہ آواز سے دعاء کرنے کی صورت میں ہر شخص اپنی اپنی ضرورت کے لئے دعاء کرسکتا ہے۔

اوران رواجی خطیبوں کے مذکورہ طرزِ عمل کی وجہ سے آہستہ دعاء کی فضیلت سے محرومی کے علاوہ بہت سے لوگ اس لمبی دعاء سے اکتاہٹ کا بھی شکار ہوجاتے ہیں اور مصروف لوگوں کو اس سے ایذاء پہنچتی ہے، نیز لمبی دعاء کرنے سے نمازِ جمعہ کے بعد کی سنتیں ادا کرنے میں جمعہ کی نماز سے فاصلہ ہوجاتا ہے، جوکہ پسندیدہ عمل نہیں۔

اس کے علاوہ اونچی آواز سے دعاء کرنے میں ایک خرابی یہ بھی لازم آتی ہے کہ جولوگ جمعہ کی نماز میں بعد میں آکر شامل ہوتے ہیں اوروہ سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کررہے ہوتے ہیں، ان کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔

اس لیے جمعہ کی نماز کے بعد مختصر دعاء پر اکتفاء کرنا چاہیے؛ اور لمبی چوڑی دعاء سے پرہیز کرنا چاہیے۔

نیز یہ دعاء عام حالات میں آہستہ آواز سے کرنی نہیں چاہئے، کبھی کبھار لوگوں کی تعلیم کی غرض سے مختصراً اونچی آواز سے بھی دعاء کرلی جائے، تو حرج نہیں، مگر اس کو مستقل معمول بنانے سے پرہیز مناسب ہے۔ [1]

(مزید تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''فرض نماز کے بعد دعاء وذکر کے احکام'' ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ نمبر ۲۱...... آج کل بعض مساجد میں جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر لوگ اجتماعی انداز میں

---

[1] فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

''بعد نمازِ جمعہ دعائے ماثور کے ساتھ دیگر دعاء شامل کرسکتے ہیں، لیکن مختصر ہونا چاہئے، تطویل کرکے لوگوں کو تنگ کرنا اور سننِ رواتب کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مناسب نہیں، کیونکہ بڑے مجمع میں کمزور، بیمار، کام کاج والے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، امام کو اس کا لحاظ چاہئے'' (فتاویٰ رحیمیہ کمپیوٹر ایڈیشن، جلد ششم، صفحہ ۸۱)

کھڑے ہوکر بآ وازِ بلند درود وسلام پڑھتے ہیں، اور اس درود وسلام میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براہِ راست خطاب کے صیغے استعمال کرتے ہیں، اور کھڑے ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس مجلس میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، لہٰذا وہ اُن کے ادب واحترام میں کھڑے ہوتے ہیں۔

تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام میں تمام عبادات، نماز، روزہ، قرآن مجید کی تلاوت اور ذکرُ اللہ وغیرہ سب کے لیے کچھ آداب وشرائط اور حدود وقیود مقرر کی گئی ہیں، جن کی رعایت کے ساتھ یہ عبادات ادا کی جائیں تو بہت بڑا ثواب اور دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہیں، اور ان سے ہٹ کر کوئی دوسری صورت اختیار کی جائے تو ثواب کے بجائے گناہ لازم آجاتا ہے۔

مثلاً نماز ہی کی عبادت کو لے لیجیے جو تمام عبادتوں میں افضل ترین عبادت ہے، لیکن سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت اس کو پڑھنا گناہ ہے۔

شریعت کی طرف سے نماز کی رکعتوں کی جو تعداد مقرر کی گئی ہے، اگر کوئی ان میں ایک رکعت کا بھی اضافہ کردے تو گناہ کا کام ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت اعلیٰ ذکر ہے، لیکن نماز میں رکوع وسجدے کی حالت میں تلاوت کرنا ممنوع ہے، اور اسی طرح سے ایسے مقامات پر بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جہاں لوگ قرآن مجید سُننے کی طرف متوجہ نہ ہوں، گناہ ہے۔

بالکل اسی تفصیل کے مطابق درود وسلام کثرت سے پڑھنے کے بے شمار فضائل آئے ہیں، اور یہ صحابہ وتابعین اور بزرگانِ دین کا معمول رہا ہے۔

اور جمعۃُ المبارک کی رات اور اُس کے دن میں خصوصیت کے ساتھ درود شریف کثرت کے ساتھ پڑھنے کے بھی احادیث میں عظیم فضائل آئے ہیں، جن کا ذکر پہلے اپنے مقام پر تفصیل سے گزر چکا ہے۔

لیکن اس کے لیے شریعت کی طرف سے اجتماعی صورت کا ثبوت نہیں ہے؛ لہٰذا اس میں اپنی طرف سے کچھ حدود وقیود بڑھالینا شریعت پر زیادتی کہلائے گا۔

جمعہ بلکہ کسی بھی نماز کے بعد مروّجہ اجتماعی انداز میں بلند آواز کے ساتھ درود وسلام پڑھنا نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور نہ صحابہ وتابعین سے اور نہ ہی ائمۂ مجتہدین اور علمائے سلف سے۔

اگر مذکورہ طریقے پر درود شریف پڑھنے کا یہ عمل اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ ہوتا تو صحابہ وتابعین اور ائمۂ دین اس کو پابندی کے ساتھ انجام دیتے اور اس کی امت کو ترغیب دیتے اور تلقین فرماتے۔

جبکہ اُنہوں نے دین کی چھوٹی بڑی ہر بات کی پوری تحقیق وتبلیغ فرمادی ہے، جس سے ظاہر ہے کہ مروجہ طریقے پر درود وسلام پڑھنا شرعاً ایک نوایجاد عمل ہے، جس کو عبادت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس کے علاوہ بلند آواز سے درود شریف پڑھنے میں ریا کاری اور نمائش کا بھی اندیشہ ہے، اور اس کی وجہ سے دوسرے عبادت یا آرام کرنے والوں کو بھی خَلَل وایذاء پہنچنے کا خدشہ ہے۔

لہٰذا مذکورہ طریقہ کے بجائے آہستہ آواز میں ہر شخص کو اپنے طور پر اخلاص کے ساتھ سنت سے ثابت شدہ طریقہ پر درود وسلام کی کثرت کرنی چاہیے، جن میں بہترین درود ''درودِ ابراہیمی'' ہے، جو نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے۔

نیز کسی مجلس کے بارے میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی شرعی دلائل سے ثابت نہیں، اور پھر خطاب کے الفاظ کے ساتھ اس عقیدہ سے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آواز کو براہِ راست سُنتے ہیں، ''یارسول'' اور ''یانبی'' وغیرہ کی صدائیں لگانا بھی نامناسب ہے، بلکہ اس طرح کا عقیدہ اختیار کرنے سے شرک کا اندیشہ ہے، کیونکہ ہر جگہ سے براہِ راست آواز کو سُننا، عالمُ الغیب ہونے کی صفت ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ

خاص ہے، کیونکہ ”علیم، خبیر، بصیر، عالم الغیب والشہادۃ، اور علیم بذات الصدور“ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اور قرآن وحدیث میں جا بجا مذکور ہیں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۲۲...... حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک زوال کے وقت تمام دِنوں میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، جس میں جمعہ کا دن بھی داخل ہے۔

البتہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز کا پڑھنا مکروہ نہیں۔ ۲؎

۱؎ امام ابوضیاء نورالدین شبراملسی فرماتے ہیں کہ:

(فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ) اَیْ تَعْرِضُهَا الْمَلَائِكَةُ فَمَا اُشْتُهِرَ اَنَّهُ يَسْمَعُ فِیْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِهَا بِلَاوَاسِطَةٍ لَا اَصْلَ لَهُ، نَعَمْ تَبْلُغُهُ بِلَاوَاسِطَةٍ مِمَّنْ صَلّٰى عِنْدَ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (حاشية الشبراملسی علی نهاية المحتاج، ج ۲ ص ۳۴۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، فصل فی الاغسال المستحبة فی الجمعة وغيرها)

ترجمہ: تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو فرشتے میرے اوپر پیش کرتے ہیں، پس لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ جمعہ کی رات اور دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر فرشتوں کے واسطے کے براہِ راست درود شریف سُنتے ہیں، یہ بے اصل بات ہے؛ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قبر مبارک پر پڑھا ہوا درود بغیر فرشتوں کے واسطے کے پہنچتا ہے (حاشیہ شبراملسی)

۲؎ وأما الذی يرجع إلی الوقت فيكره التطوع فی الأوقات المكروهة وهی اثنا عشر بعضها يكره التطوع فيها لمعنی فی الوقت، وبعضها يكره التطوع فيها لمعنی فی غير الوقت.

أما الذی يكره التطوع فيها لمعنی يرجع إلی الوقت فثلاثة أوقات :أحدها ما بعد طلوع الشمس إلی أن ترتفع وتبيض، والثانی عند استواء الشمس إلی أن تزول، والثالث عند تغير الشمس وهو احمرارها، واصفرارها إلی أن تغرب.

ففی هذه الأوقات الثلاثة يكره كل تطوع فی جميع الأزمان يوم الجمعة وغيره، وفی جميع الأماكن بمكة وغيرها، وسواء كان تطوعا مبتدأ لا سبب له، أو تطوعا له سبب كركعتی الطواف وركعتی تحية المسجد ونحوهما.

وروی عن أبی يوسف أنه لا بأس بالتطوع وقت الزوال يوم الجمعة، وقال :الشافعی لا بأس بالتطوع فی هذه الأوقات بمكة، احتج أبو يوسف بما روی أن النبی -عليه الصلاة والسلام -نهی عن الصلاة وقت الزوال إلا يوم الجمعة(بدائع، ج ۱ ،ص ۲۹۵ ،كتاب الصلاة،فصل بيان ما يكره من التطوع)

فصل :ولا فرق فی وقت الزوال بين الجمعة وغيرها، ولا بين الشتاء والصيف، كان عمر بن الخطاب ينهی عنه، وقال ابن مسعود :كنا ننهی عن ذلك .يعنی يوم الجمعة .وقال سعيد المقبری :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ جمعہ کی نماز اور جمعہ کے دن سے متعلق شرعی احکام کو سمجھ کر ان کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أدركت الناس وهم يتقون ذلك .وعن عمرو بن سعيد بن العاص، عن أبيه قال :كنت ألقى أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، فإذا زالت الشمس قاموا فصلوا أربعا .ورخص فيه الحسن، وطاوس، والأوزاعي، وسعيد بن عبد العزيز، والشافعي، وإسحاق في يوم الجمعة؛ لما روى أبو سعيد، أن النبي -صلى الله عليه وسلم -نهى عن الصلاة نصف النهار إلا يوم الجمعة . وعن أبي قتادة مثله، رواه أبو داود .ولأن الناس ينتظرون الجمعة في هذا الوقت، وليس عليهم قطع النوافل.وقال مالك :أكرهه إذا علمت انتصاف النهار، وإذا كنت في موضع لا أعلمه، ولا أستطيع أن أنظر، فإني أراه واسعا .وأباحه فيها عطاء في الشتاء دون الصيف؛ لأن شدة الحر من فيح جهنم، وذلك الوقت حين تسجر جهنم .ولنا، عموم الأحاديث في النهي.

وذكر لأحمد الرخصة في الصلاة نصف النهار يوم الجمعة، قال :فيه حديث النبي -صلى الله عليه وسلم -من ثلاثة وجوه :حديث عمرو بن عبسة، وحديث عقبة بن عامر، وحديث الصنابحي، رواه الأثرم، عن عبد الله الصنابحي، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :إن الشمس تطلع ومعها قرن الشيطان، فإذا ارتفعت فارقها، ثم إذا استوت قارنها، فإذا زالت فارقها، فإذا دنت للغروب قارنها، فإذا غربت فارقها .ونهى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عن الصلاة في تلك الساعات .ولأنه وقت نهي، فاستوى فيه يوم الجمعة وغيره، كسائر الأوقات، وحديثهم ضعيف، في إسناده ليث بن أبي سليم، وهو ضعيف، وهو مرسل؛ لأن أبا الخليل يرويه عن أبي قتادة، ولم يسمع منه(المغني لابن قدامة،ج٢،ص٩١،كتاب الصلاة،باب الساعات التي نهي عن الصلاة فيها)

فلا تصح الصلاة فيه إلا يوم الجمعة فيستثنى من كلامه لاستثنائه في خبر أبي داود وغيره، والأصح جواز الصلاة في هذا الوقت مطلقا سواء أحضر إلى الجمعة أم لا، وقيل يختص بمن حضر الجمعة وصححه جماعة (تحفة الحبيب على شرح الخطيب، ج٢،ص١١٩،كتاب الصلاة،فصل :في بيان الأوقات التي تكره فيها الصلاة بلا سبب)

قوله :(إلا يوم الجمعة) أي بالنسبة لوقت الاستواء ، أما غير وقت الاستواء فحكمه حكم غير الجمعة من بقية الأيام، وأما في حرم مكة فلا فرق بين وقت الاستواء وغيره فلا كراهة فيه مطلقا خ ض. قوله :(والأصح جواز الصلاة) أي يوم الجمعة (حاشية البجيرمي على الخطيب، ج٢،ص١١٩،كتاب الصلاة،فصل :في بيان الأوقات التي تكره فيها الصلاة بلا سبب)

(باب نمبر ۳)

نمازِ جمعہ سے متعلق چند تحقیقی مسائل ورسائل

آخر میں نمازِ جمعہ سے متعلق چند علمی وتحقیقی مسائل ورسائل کو الگ الگ کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)

زوال کے بعد نمازِ جمعہ جلدی ادا کرنے کا حکم

پہلے گزر چکا ہے کہ اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی پڑھنا مستحب اور افضل ہے، آگے دلائل کے ساتھ اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ (بخاری) [1]

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سورج ڈھل جانے کے وقت (یعنی زوال ہوجانے کے بعد جلدی) پڑھتے تھے (بخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِنَا الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۵۱۵) [2]

---

[1] رقم الحديث ۹۰۴، كتاب الجمعة، باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن من أجل فليح بن سليمان (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جمعہ کی نماز اُس وقت پڑھاتے تھے جب سورج ڈھل جاتا (یعنی زوال ہوجاتا) تھا (مسنداحمد)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد جلدی جمعہ ادا فرماتے تھے۔ [1]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ، وَلَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيْهِ (بخاری) [2]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے، پھر ہم لوٹ کر آتے تھے، اور دیواروں کا کوئی سایہ نہیں ہوتا تھا، جس سے ہم سایہ حاصل کرتے (بخاری)

اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَيْءَ (مسلم) [3]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے، جب سورج کا زوال ہوجاتا تھا، پھر ہم لوٹ کر آتے تھے، سایہ تلاش کرتے تھے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سورج کے زوال کے بعد جلدی پڑھا کرتے تھے۔ [4]

---

[1] قال ابن حجر: يؤخذ منه أنه كان يبادر بها عقب دخول الوقت، وأن وقتها لا يدخل إلا بعد وقت الزوال (مرقاة المفاتيح، ج۳ ص ۱۰۴۰، كتاب الصلاة، باب الخطبة والصلاة)

[2] رقم الحديث ۴۱۶۸، كتاب المغازى، باب غزوة الحديبية.

[3] رقم الحديث ۸۶۰ "۳۱" كتاب الجمعة، باب صلاة الجمعة حين تزول الشمس.

[4] قوله: كنا نصلي مع النبي -صلى الله عليه وسلم- الجمعة، ثم ننصرف وليس للحيطان ظل نستظل به، محمول على شدة التعجيل بعد الزوال جمعا بين الأدلة على أن هذا الحديث إنما ينفي ظلا يستظل به، لا أصل الظل (ارشاد السارى للقسطلانى، ج۲، ص ۱۷۳، باب إذا اشتد الحر يوم الجمعة)

حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ يُصَلِّيْ بِنَا الْجُمُعَةَ اِذَا سَقَطَ اَدْنَى الْفَيْئِ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جمعہ اس وقت پڑھاتے تھے، جب (چیزوں کا) کم ازکم سایہ ختم ہوجاتا تھا (عبدالرزاق)

ٹھیک زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ گھٹ کر کم ازکم ہوجاتا ہے، پھر زوال ہونے پر یہ کمی ختم ہونی شروع ہوجاتی ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ زوال کے بعد جلدی جمعہ پڑھادیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ (بخاری) [2]

ترجمہ: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھا کرتے تھے، اور جمعہ کی نماز کے بعد قیلولہ کیا کرتے تھے (بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَقِيْلُ وَنَتَغَدَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ (بخاری) [3]

ترجمہ: ہم قیلولہ اور صبح کا ناشتہ جمعہ کے بعد ہی کیا کرتے تھے (بخاری)

مطلب اس کا یہ ہے کہ صبح سے ہی جمعہ کی تیاری میں مشغول ہوجاتے اور جمعہ کی نماز بہت جلدی ادا کرلیا کرتے تھے، کہ صبح کے کھانے اور قیلولہ وغیرہ کا عمل جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر ہی انجام دیا کرتے تھے۔ [4]

---

[1] رقم الحديث ۵۲۲۱، كتاب الجمعة، باب وقت الجمعة .

[2] رقم الحديث ۹۰۵، كتاب الجمعة، باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس.

[3] رقم الحديث ۶۲۷۹، كتاب الاستئذان، باب القائلة بعد الجمعة.

[4] هذه الأحاديث ظاهرة فى تعجيل الجمعة وقد قال مالك وأبو حنيفة والشافعى وجماهير العلماء من الصحابة والتابعين فمن بعدهم لا تجوز الجمعة إلا بعد زوال الشمس......وحمل الجمهور هذه الأحاديث على المبالغة فى تعجيلها وأنهم كانوا يؤخرون الغداء والقيلولة فى هذا اليوم إلى ما بعد صلاة الجمعة لأنهم ندبوا إلى التبكير إليها فلو اشتغلوا بشىء من ذلك قبلها خافوا فوتها أو فوت التبكير إليها (شرح النووى على مسلم، ج۶ ص ۱۴۹، باب صلاة الجمعة حين تزول)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّي الْجُمُعَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُنَّا نَبْتَدِرُ الْفَيْءَ، فَمَا يَكُوْنُ إِلَّا قَدْرُ قَدَمٍ أَوْ قَدَمَيْنِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے، پھر ہم (نمازِ جمعہ کے بعد) جلدی سے سایہ تلاش کرتے تھے، تو وہ صرف ایک یا دو قدم کے برابر ہوتا تھا (حاکم، مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد سایہ لمبا نہیں ہوتا تھا، کیونکہ جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی ادا کی جاتی تھی۔

حضرت ابان بن عثمان سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّي الْجُمُعَةَ مَعَ عُثْمَانَ فَنَرْجِعُ فَنَقِيْلُ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٥٢١١، كتاب الجمعة، باب وقت الجمعة)

ترجمہ: ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے، پھر ہم لوٹ کر قیلولہ کیا کرتے تھے (عبدالرزاق)

مشہور تابعی حضرت عطاء سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

بَلَغَنِيْ اَنَّ عُثْمَانَ كَانَ يُجَمِّعُ ثُمَّ يَقِيْلُ النَّاسُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٥٢١٢، كتاب الجمعة، باب وقت الجمعة)

ترجمہ: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے جمعہ پڑھاتے تھے، پھر جمعہ کی نماز کے بعد لوگ قیلولہ کرتے تھے (عبدالرزاق)

حضرت سعد انصاری سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ١٠٧٦، ج ١ ص ٤٢٩، كتاب الجمعة، مسند احمد، رقم الحديث ١٤٣٦.
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه إنما خرج البخاري، عن أبي خلدة، عن أنس بغير هذا اللفظ "
و قال الذهبي في التلخيص: صحيح.
وقال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (في حاشية مسند احمد)

كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَقِيلُ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: ہم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے جمعہ پڑھتے تھے، پھر ہم لوٹتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمعہ کی دو اذانیں ہوتی تھیں، لیکن اس کے باوجود بھی صحابۂ کرام کا معمول جمعہ کے بعد ہی قیلولہ کرنے کا تھا، اور جمعہ کی نماز اس وقت بھی زوال کے بعد جلدی ادا کر لی جاتی تھی۔

حضرت ابورزین سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ فَاَحْيَاناً نَجِدُ فَيْئًا وَاَحْيَانًا لَمْ نَجِدْهُ (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

ترجمہ: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے، اس کے بعد ہم کبھی سایہ پاتے تھے اور کبھی نہیں پاتے تھے (ابن ابی شیبہ)

یعنی جمعہ کی نماز زوال کے بعد بہت جلد ادا کر لیتے تھے کہ ابھی تک چیزوں کا سایہ پوری طرح نظر نہیں آ رہا ہوتا تھا، کیونکہ وہ بہت کم ہوتا تھا، گویا کہ زوال کے بعد جلدی کا وقت ہوتا تھا۔

ملحوظ رہے کہ خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد کا ہے، آپ کے زمانے میں بھی جمعہ کی دو اذانوں کے باوجود جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی ادا کرنے کا معمول تھا۔

حضرت زید بن وہب سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّي الْجُمُعَةَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ، ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَقِيلُ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۵۵۷) [3]

---

[1] رقم الحديث ۵۱۶۴، كتاب الصلاة، باب من كان يقيل بعد الجمعة، ويقول: هي أول النهار.

[2] رقم الحديث ۵۱۸۶، كتاب الصلاة، بابمن كان يقول: وقتها زوال الشمس، وقت الظهر.

[3] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۱۸)

ترجمہ: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے، پھر لوٹ کر قیلولہ کیا کرتے تھے (طبرانی)

حضرت حکم بن عتبہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الْحَجَّاجَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ لَهُ شَيْخٌ: وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، فَمَا رَأَيْتُهُ صَنَعَ كَمَا تَصْنَعُ أَنْتَ، قَالَ: فَلَمَّا سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: رَأَيْتُهُ خَرَجَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ، وَإِذَا الشَّيْخُ أَبُوْ جُحَيْفَةَ (مسند أبی يعلی، رقم الحديث ۸۸۶) [1]

ترجمہ: حجاج نے جمعہ کے دن نماز میں تاخیر کی، تو ان کو ایک بزرگ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری طرح عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر جب میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے سنا، تو میں نے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو ان بزرگ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کی نماز کے لیے سورج کے زوال کے وقت نکلتے ہوئے دیکھا ہے، اور یہ (بات کہنے والے) بزرگ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ تھے (ابویعلیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی ادا کرنے کا تھا، اسی وجہ سے جمعہ کی نماز میں تاخیر پر تنبیہ کی گئی۔ [2]

---

[1] قال حسين سليم أسد: إسناده صحيح (حاشية ابی يعلیٰ)

[2] قوله أن النبی صلی الله عليه وسلم كان يصلی الجمعة حين تميل الشمس فيه إشعار بمواظبته صلی الله عليه وسلم علی صلاة الجمعة إذا زالت الشمس (فتح الباری، لابن حجر، ج ۲، ص ۳۸۸، قوله باب وقت الجمعة)

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَاَمَّا الْجُمُعَةُ فَيُسَنُّ تَعْجِيْلُهَا فِيْ كُلِّ وَقْتٍ بَعْدَ الزَّوَالِ مِنْ غَيْرِ اِبْرَادٍ لِاَنَّ سَلَمَةَ ابْنَ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَمْ يَبْلُغْنَا اَنَّهُ اَخَّرَهَا بَلْ كَانَ يُعَجِّلُهَا حَتّٰى قَالَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَلِاَنَّ السُّنَّةَ اَلتَّبْكِيْرُ بِالسَّعْيِ اِلَيْهَا وَيَجْتَمِعُ النَّاسُ لَهَا فَلَوْ اَخَّرَهَا لَتَأَذَّى النَّاسُ بِتَأْخِيْرِ الْجُمُعَةِ (المغنی لابن قدامة جلد ۱ ص ۴۰۱، فصل تعجیل الظهر فی غیر الحر والغیم)

ترجمہ: بہرحال جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی ادا کرنا ہمیشہ (یعنی گرمی وسردی غرض ہر موسم میں) سنت ہے، اس لیے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ جمعہ اس وقت پڑھا کرتے تھے جب زوال ہوجاتا تھا ”بخاری ومسلم نے اس کو روایت کیا ہے“ اور ایسی کوئی روایت ہم تک نہیں پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جمعہ پڑھنے میں تاخیر کی ہو، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جمعہ جلدی ہی ادا فرمایا ہے، یہاں تک کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (جمعہ کے دن) قیلولہ بھی جمعہ کے بعد کیا کرتے تھے، اور صبح کا کھانا بھی جمعہ کے بعد کھاتے تھے ”اس کو بخاری نے روایت کیا ہے“ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سنت یہ ہے کہ جمعہ کے لیے سعی سویرے کی جائے اور جمعہ کے لیے لوگ جلدی جمع ہوجائیں، پس اگر جمعہ ادا کرنے میں تاخیر کریں گے، تو (جمعہ کے لیے سعی کرکے پہلے پہنچنے والے) لوگوں کو ایذاء پہنچے گی (مغنی)

خلاصہ یہ کہ جمعہ کی نماز کا وقت زوال ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے، کیونکہ جمعہ کے دن یہ نماز

ظہر کی نماز کی جگہ مقرر کی گئی ہے، اور اسی وجہ سے جمعہ اگر اپنی شرائط کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو ظہر کی نماز کا فریضہ اس سے ادا ہو جاتا ہے۔ [1]

زوال سے پہلے تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز کا وقت داخل نہیں ہوتا، اور زوال ہونے پر اس کا وقت شروع ہوتا ہے۔

اور صحیح احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زوال کے بعد جمعہ کی نماز جلدی ادا فرما لیتے تھے اور یہی طریقہ خلفائے راشدین کا بھی تھا، اور اکثر فقہائے کرام نے بھی اسی وجہ سے گرمی اور سردی کے موسم کی تفریق کئے بغیر ہمیشہ اور ہر موسم میں جمعہ کی نماز جلدی ادا کرنے کو سنت ومستحب قرار دیا ہے۔

لہٰذا جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور اس میں بلاوجہ زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے، جیسا کہ آج کل بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وہ نمازِ جمعہ ادا کرنے میں بہت تاخیر سے کام لیتے ہیں، اس کی اصلاح مناسب ہے۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] لأنها أقيمت مقام الظهر بالنص فيصير وقت الظهر وقتا للجمعة، وما أقيمت مقام غير الظهر من الصلوات فلم تكن مشروعة فى غير وقته(بدائع الصنائع ، ج ا ص ۲۶۹، كتاب الصلاة، فصل صلاة الجمعة، فصلوقت صلاة الجمعة)

[2] وقال أكثر أهل العلم :وقتها وقت الظهر، إلا أنه يستحب تعجيلها فى أول وقتها؛ لقول سلمة بن الأكوع :كنا نجمع مع النبى -صلى الله عليه وسلم -إذا زالت الشمس، ثم نرجع نتبع الفىء . متفق عليه (المغنى لابن قدامة، ج۲، ص ۲۶۴، كتاب صلاة الجمعة)

قلت :وقوله لا يسن الإبراد بها قدمنا فى أوقات الصلاة أنه قول الجمهور(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص ۱۶۵،باب الجمعة)

واما الجمعة فلا يستحب لها الابراد بل التعجيل صيفا وشتاء صرح فى الاشباه والنظائر(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج۲،ص ۲۱۱، كتاب الصلاة)

(۲)

نمازِ جمعہ کی اذان اور اُس کے بعد سعی کے احکام

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن اذان کے بعد سعی کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ. ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (سورة الجمعة، رقم الاية ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب ندا (یعنی اذان) دی جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن کی، تو سعی کرو تم اللہ کے ذکر کی طرف، اور چھوڑ دو بیع کو، یہ بہتر ہے تمہارے لئے، اگر تم جانتے ہو (سورہ جمعہ)

اس آیت میں نداء سے مراد ''اذان'' ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے لئے اذان کا حکم ہے۔

اور اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن نماز کی اذان ہوتے ہی اللہ کا ذکر (یعنی خطبہ ونمازِ جمعہ) کی طرف سعی کا حکم فرمایا ہے، اور اس حکم کے بعد مزید تاکید یہ فرمائی کہ اذان کے بعد خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو۔

سورہ جمعہ کی مذکورہ آیت میں سعی سے مراد دوڑنا اور بھاگنا نہیں ہے، بلکہ خطبہ وجمعہ کی نماز کے لیے اہتمام کے ساتھ چلنا مراد ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ بیان القرآن میں ہے کہ:

سعی سے مراد دوڑنا نہیں ہے، صرف چلنا ہے؛ اہتمام ومبالغہ کے لیے سعی فرمایا (بیانُ القرآن جلد۱۲ صفحہ۷)

اور معارف القرآن میں ہے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اس کے بعد مذکورہ آیت میں ارشاد فرمایا کہ تمہارا اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑنا اور خرید وفروخت وغیرہ کو چھوڑ دینا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نفع اُخروی اور باقی ہے اور خرید وفروخت اور دوسرے دنیاوی مشاغل کا نفع دنیاوی اور فانی ہے۔

لیکن یہ بات اسی وقت سمجھ میں آ سکتی ہے جبکہ عقل اور سمجھ بوجھ ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سعی کے معنیٰ دوڑنے کے بھی آتے ہیں، اور کسی کام کو اہتمام کے ساتھ کرنے کے بھی؛ اس جگہ یہی دوسرے معنیٰ مراد ہیں، کیونکہ نماز کے لیے دوڑتے ہوئے آنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب نماز کے لیے آؤ تو سکینت اور وقار کے ساتھ آؤ، آیت کے معنیٰ یہی ہیں کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، یعنی نماز وخطبہ کے لیے مسجد کی طرف چلنے کا اہتمام کرو، جیسا دوڑنے والا کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں دیتا، اذان کے بعد تم بھی کسی اور کام کی طرف بجز نماز وخطبہ کے توجہ نہ دو (معارف القرآن عثمانی جلد ۸ صفحہ ۴۴۱)

اور تفسیر ابنِ کثیر میں ہے کہ:

فاسعوا إلی ذکر اللہ أی اقصدوا واعمدوا واھتموا فی سیرکم إلیھا، ولیس المراد بالسعی ھاھنا المشی السریع وإنما ھو الاھتمام بھا (تفسیر ابنِ کثیر، ج۸ ص ۱۴۵، سورۃ الجمعۃ)

ترجمہ: اور اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو، یعنی ارادہ وقصد کرو اور اس کی طرف چلنے کا اہتمام کرو، اور یہاں ''سعی'' سے مراد دوڑ کر چلنا نہیں ہے، بلکہ اس کا اہتمام کرنا مراد ہے (ابن کثیر)

اور علامہ ابنِ قدامہ فرماتے ہیں کہ:

والمراد بالسعی ھاھنا الذھاب إلیھا، لا الإسراع (المغنی لابنِ قدامۃ، ج۲ ص ۱۱۸، کتاب صلاۃ الجمعۃ)

ترجمہ: یہاں سعی سے مراد جمعہ (کی نماز) کی طرف جانا ہے، نہ کہ دوڑنا (المغنی)

اور حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

کان عبد اللہ یقرؤھا :(فامضوا إلی ذکر اللہ) ویقول :لو قرأتھا :(فاسعوا) لسعیت حتی یسقط ردائی (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۵۶۰۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (فَاسْعَوْا کے بجائے) فَامْضُوْا اِلیٰ ذِکْرِاللہِ ''یعنی چلو اللہ کے ذکر کی طرف'' پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں فاسعوا پڑھوں، تو میں دوڑوں، یہاں تک کہ میری چادر گر جائے (ابن ابی شیبہ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ وضاحت کے پیشِ نظر اب جمعہ کی اذان ہونے پر دو حکم ہوگئے، ایک مثبت اور دوسرا منفی۔

مثبت حکم جمعہ کی نماز کی ''سعی'' (یعنی خطبہ ونمازِ جمعہ کی طرف چلنا) ہے، اور منفی حکم ''خرید وفروخت وغیرہ'' کی ممانعت ہے۔

اور سورہ جمعہ کی مذکورہ آیت میں ''ذِکرُ اللّٰہ'' سے بعض حضرات کے نزدیک جمعہ کی نماز مراد ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک جمعہ کا خطبہ مراد ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مذکورہ دونوں چیزوں کا مجموعہ مراد ہے، اور دونوں کا مجموعہ مراد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مطلب یہ ہے کہ سعی سے مراد چلنا ہے، دوڑنا نہیں ہے، اگر دوڑنا مراد ہوتا تو میں اس طرح دوڑتا کہ میری چادر جسم سے گر جاتی۔

اور احکامُ القرآن جصاص میں ہے کہ:

فاسعوا إلى ذكر الله قرأ عمر وابن مسعود وأبي وابن الزبير فامضوا إلى ذكر الله قال عبد الله لو قرأت فاسعوا لسعيت حتى يسقط ردائي قال أبو بكر يجوز أن يكون أراد التفسير لا نص القراء ة(احكام القرآن للجصاص، ج۵ ص۳۳۷، سورة الجمعة)

ترجمہ: فاسعوالٰی ذکراللّٰہ'' کو حضرت عمر، ابنِ مسعود اور حضرت ابی اور ابنِ زبیر نے ''فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ'' یعنی ''چلو اللّٰہ کے ذکر کی طرف'' پڑھا ہے، حضرت عبداللّٰہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اگر میں ''فَاسْعَوْا'' پڑھوں، تو میں سعی کروں، یہاں تک کہ میری چادر گر جائے، امام ابوبکر جصاص نے فرمایا کہ ممکن ہے ان حضرات (صحابہ) نے تفسیر مراد لی ہو، نہ کہ منصوص قرأت (جصاص)

اور امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ:

السعي إلى الجمعة وهو التأهب لها والاشتغال بأسبابها والمشي واجب على الفور وجوبا مضيقا وليس على التوسعة كغيرها من الصلوات لقوله تعالى (فاسعوا)والمعنى فيه تعظيم الجمعة على غيرها من الصلوات فخصت بوجوب السعي إليها من أول الوقت قصدا(فتاوىٰ السبكي ج ۱ ص ۱۶۹ ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

ترجمہ: جمعہ (کی نماز) کی سعی کرنا، اور وہ جمعہ (کی نماز) کے لیے تیاری کرنا اور جمعہ (کی نماز) کی تیاری کے اسباب میں مشغول ہونا اور جمعہ (کی نماز) کی طرف چلنا ہے، فی الفور بغیر کسی تاخیر کے واجب ہے، اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں، جیسا کہ دوسری نمازوں میں گنجائش ہے، کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''سعی کرو''۔

اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کو دوسری نمازوں پر تعظیم حاصل ہے، اس لیے جمعہ (کی نماز) کی طرف سعی کا اول وقت میں واجب ہونا قصداً جمعہ (کی نماز) کے ساتھ خاص ہے (سبکی)

لینا زیادہ بہتر ہے، اس سے دونوں قسم کے اقوال پر عمل ہوجاتا ہے۔ ل

ل چنانچہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

ذکرُ اللہ سے مراد نمازِ جمعہ بھی ہوسکتی ہے، اور خطبۂ جمعہ، جو نمازِ جمعہ کے شرائط وفرائض میں داخل ہے، وہ بھی، اس لیے مجموعہ دونوں کا مراد لیا جائے، یہ بہتر ہے (معارف القرآن عثمانی جلد۸ صفحہ۴۴۱)

اور تفسیرِ مظہری میں ہے کہ:

فالظاهر ان المراد بالذكر الصلاة ويجوز ان يراد به الخطبة والاولى ان يراد به الخطبة والصلاة جميعا لصدقه عليها معا(التفسير المظهرى ، ج۹ ص ۲۸۲ ، سورة الجمعة)

ترجمہ: پس راجح یہی ہے کہ ذکر سے مراد نماز ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے خطبہ مراد ہو، اور بہتر یہ ہے کہ اس سے خطبہ اور نماز دونوں مراد لی جائیں، کیونکہ ذکر کا لفظ خطبہ اور نماز دونوں پر اکٹھا صادق آتا ہے (مظہری)

اور فتح القدیر میں ہے کہ:

رتب الأمر بالسعى للذكر على النداء للصلاة، فالظاهر أن المراد بالذكر الصلاة، ويجوز كون المراد به الخطبة(فتح القدير ، ج۲ ص ۴۹، باب صلاة الجمعة)

ترجمہ: ذکر کے لیے سعی کا حکم مرتب فرمایا ہے، نماز کے لیے اذان پر، پس ظاہر یہی ہے کہ ذکر سے مراد (جمعہ کی) نماز ہے، اور ذکر سے (جمعہ کا) خطبہ مراد لینا بھی درست ہے (فتح القدیر)

اور عنایہ میں ہے کہ:

أمر بالسعى إلى ذكر الله، وهى الخطبة التى هى شرط جواز الجمعة والأمر للوجوب، وإذا كان السعى واجبا إليها فإلى ما هو المقصود وهو الجمعة أولى، وأكد ذلك بتحريم المباح، ولا يكون إلا لأمر واجب مقتضى الحكمة(العناية شرح الهداية ، ج۲ ص ۵۰، باب صلاةالجمعة)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے) ذکر اللہ کی طرف سعی کرنے کا حکم دیا ہے اور ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے جو کہ جمعہ کی نماز جائز ہونے کے لئے شرط (اور ضروری) ہے اور حکم وجوب کے لئے ہوتا ہے اور جب سعی خطبہ کی طرف کرنا واجب ہے تو جو چیز اصل مقصود ہے یعنی جمعہ کی نماز، اس کی طرف سعی بدرجہ اولیٰ واجب ہوگی، اور (اللہ تعالیٰ نے) اس کی مزید تاکید اس طرح فرمائی کہ جائز کام کو بھی حرام قرار دے دیا اور یہ چیز کسی واجب چیز کے لئے ہی ہوا کرتی ہے، جیسا کہ حکمت کا تقاضا ہے (عنایہ)

اور بدائع الصنائع میں ہے کہ:

قيل ذكر الله هو صلاة الجمعة، وقيل هو الخطبة وكل ذلك حجة؛ لأن السعى إلى الخطبة إنما يجب لأجل الصلاة بدليل أن من سقطت عنه الصلاة لا يجب عليه السعى إلى الخطبة فكان فرض السعى إلى الخطبة فرضا للصلاة، ولأن ذكر الله يتناول الصلاة ويتناول الخطبة من حيث إن كل واحد منهما ذكر الله تعالى(بدائع الصنائع ، ج ۱ ص ۲۵۶، فصل صلاة الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ سورہ جمعہ کی مذکورہ آیت میں ذکرُ اللہ سے مراد خطبہ اور جمعہ کی نماز ہے، دونوں کا مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

لہٰذا مذکورہ آیت کی رُو سے جن لوگوں پر جمعہ کی نماز واجب ہے، اُن کو اذانِ خطبہ اور جمعہ کی نماز کی طرف سعی کرنا واجب ہے۔

اب رہا یہ کہ جمعہ کی کون سی اذان پر سعی واجب ہے؟

تو اس سلسلہ میں پہلے تو یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف ایک اذان ہی دی جاتی تھی، جو کہ منبر کے سامنے ہوتی تھی، ایک اور اذان کا اضافہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔

چنانچہ حضرت زہری سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدٍ، يَقُوْلُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهٗ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ ذکرُ اللہ سے مراد جمعہ کی نماز ہے اور کہا گیا ہے کہ خطبہ مراد ہے اور یہ دونوں باتیں حجت ہیں، اس لیے کہ خطبہ کی طرف سعی جمعہ کی نماز ہی کی وجہ سے ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس پر جمعہ کی نماز واجب نہ ہو، اس پر خطبہ کی سعی بھی واجب نہیں رہتی، پس خطبہ کے لیے سعی کا فرض ہونا جمعہ کی نماز ہی کے لیے فرض ہے اور اس لیے بھی کہ ذکرُ اللہ نماز اور خطبہ دونوں کو شامل ہے اس لیے کہ دونوں میں سے ہر ایک ذکرُ اللہ ہے (بدائع)

[1] رقم الحديث ٩١٦، كتاب الجمعة، باب التأذين عند الخطبة.

جمعہ کے دن کی اذان ابتداء میں اس وقت ہوتی تھی، جب امام جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بھی، پھر جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہوگئے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری (یعنی اقامت اور خطبہ والی اذان کے علاوہ ایک اور) اذان کا حکم دیا، چنانچہ زوراء (مقام) پر وہ اذان کہی گئی اور پھر (آئندہ) اسی پر مستقل طور پر عمل ہوگیا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے پہلے جمعہ کے دن ایک ہی اذان امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے وقت ہوا کرتی تھی، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے ایک دوسری اذان کا حکم فرمایا، اور بعد میں اسی کے مطابق عمل جاری رہا۔ [1]

حضرت زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْاَذَانَ الْأَوَّلَ عُثْمَانُ ، لِيُؤْذِنَ أَهْلَ الْأَسْوَاقِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۴۸۰، کتاب الصلاة، باب الاذان یوم الجمعة)

ترجمہ: جمعہ کی پہلی اذان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شروع کیا، تاکہ بازار والے لوگوں کو (جمعہ کی تیاری کی طرف) متوجہ کردیں (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت زہری سے ہی ایک روایت اس طرح سے مروی ہے کہ:

كَانَ الْأَذَانُ عِنْدَ خُرُوجِ الْإِمَامِ ، فَأَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانُ

---

[1] (فأذن به) بضم الهمزة، مبنيا للمفعول (على الزوراء ، فثبت الأمر) في الأذان (على ذلك) أي :على أذانين وإقامة في جميع الأمصار ، ولله الحمد(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری للقسطلانی، ج۲ ص ۱۷۹ ، کتاب الجمعة، باب التأذین عند الخطبة)

التَّأْذِيْنَةَ الثَّالِثَةَ عَلَى الزَّوْرَاءِ ، لِيَجْتَمِعَ النَّاسُ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: پہلے جمعہ کی اذان امام کے (خطبہ کے لیے) نکلنے کے وقت ہوا کرتی تھی، پھر امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ''زوراء'' مقام پر تیسری اذان کو جاری کیا، تاکہ لوگ (جمعہ کی نماز کے لیے) جمع ہوجائیں (ابن ابی شیبہ)

تیسری اذان دراصل اقامت کو شامل کرکے کہا گیا، یعنی ایک تو اقامت تھی، اور ایک اذان منبر کے سامنے ہوتی تھی، اور تیسری اذان اس سے پہلے اضافہ کی گئی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَنَّ الْأَذَانَ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم إِذَا خَرَجَ ، فَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْخُطْبَةِ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان اس وقت ہوا کرتی تھی، جب امام (خطبہ کے لیے) نکلتا تھا، پھر جب خطبہ سے فارغ ہوجاتا تھا، نماز کھڑی کی جاتی تھی (ابن ابی شیبہ)

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمعہ کی نماز اور اقامت سے پہلے ایک اذان دی جاتی تھی، پھر جب خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دَور آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو ایک اور اذان کا اضافہ کیا گیا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ چونکہ خلیفۂ راشد ہیں، اور صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے عمل کو سنت سے تعبیر کیا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۵۴۸۲، كتاب الصلاة، باب الاذان يوم الجمعة.

[2] رقم الحديث ۵۴۸۱، كتاب الصلاة، باب الاذان يوم الجمعة.

[3] عن العرباض بن سارية، قال: وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما بعد صلاة الغداة موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل: إن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا يا رسول الله؟ قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة، وإن عبد حبشي، فإنه من يعش منكم يرى اختلافا كثيرا، وإياكم ومحدثات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور پھر امت نے اس عمل کو قبول بھی کر لیا، جس سے معلوم ہوا کہ نمازِ جمعہ سے پہلے ایک اور اذان کا اضافہ شرعاً بدعت کے زمرہ میں نہیں آتا۔

البتہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے جمعہ کے دن دوسری اذان کا بدعت ومحدَث ہونا منقول ہے۔ [۱]

جس کے متعلق اہلِ علم حضرات نے فرمایا ہے کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ان حضرات نے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأمور فإنها ضلالة فمن أدرک ذلک منکم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ(سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۶۷۶، سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۴۲)

قال الترمذی:هذا حديث حسن صحيح وقد روى ثور بن يزيد، عن خالد بن معدان، عن عبد الرحمن بن عمرو السلمی، عن العرباض بن سارية، عن النبی صلى الله عليه وسلم نحو هذا، حدثنا بذلک الحسن بن علی الخلال، وغير واحد قالوا :حدثنا أبو عاصم، عن ثور بن يزيد، عن خالد بن معدان، عن عبد الرحمن بن عمرو السلمی، عن العرباض بن سارية، عن النبی صلى الله عليه وسلم نحوه والعرباض بن سارية يکنى أبا نجيح وقد روى هذا الحديث عن حجر بن حجر، عن عرباض بن سارية، عن النبی صلى الله عليه وسلم نحوه.

وقال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح بطرقه وشواهده کما هو مبيَّن فی التعليق على "مسند أحمد(۱۷۱۴۲)"وهذا الإسناد فی الظاهر جيِّد متصل، ورواته معروفون مشهورون، وقد صرَّح فيه يحيى بن أبی المطاع بالسماع من العرباض، واعتمد سماعه منه البخاری فی "تاريخه۸/۳۰۶" بناء على هذه الرواية، إلا أن حفاظ أهل الشام أنکروا ذلک وقالوا :يحيى بن أبی المطاع لم يسمع من العرباض ولم يلقه، وهذه الرواية غلط، وممن ذکر ذلک أبو زرعة الدمشقی وحکاه عنه دُحيم، وهؤلاء أعرف بشيوخهم من غيرهم، والبخاری رحمه الله يقع له فی "تاريخه "أوهام فی أخبار أهل الشام .قاله الحافظ ابن رجب فی "جامع العلوم والحکم۲/۱۱۰ "ح (۲۸)وأخرجه ابن أبی عاصم فی "السنة(۲۶)"و(۵۵)والطبرانی فی "الکبير(۱۸/۶۲۲)"والحاکم ۱/۹۷من طريق يحيى بن أبی المطاع، به .وانظر ما بعده(حاشية ابی داوٗد)

[۱] حدثنا شبابة ، قال :حدثنا هشام بن الغاز ، عن نافع ، عن ابن عمر ، قال :الأذان الأول يوم الجمعة بدعة(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۵۴۷۹،باب الاذان يوم الجمعة)

حدثنا وکيع ، قال :حدثنا هشام بن الغاز ، قال :سألت نافعا مولى ابن عمر عن الأذان الأول يوم الجمعة ؟ فقال :قال ابن عمر :بدعة(ايضاً، رقم الحديث۵۴۸۳)

حدثنا هشيم بن بشير ، عن منصور ، عن الحسن ، أنه قال :النداء الأول يوم الجمعة ؛ الذی يکون عند خروج الإمام ، والذی قبل ذلک محدث(ايضاً، رقم الحديث۵۴۷۷)

اپنے نزدیک اس کو بدعت تصور کیا ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے بدعت ومحدَث کے الفاظ سے شرعی بدعت مراد نہ لیا ہو، بلکہ یہ مراد لیا ہو کہ یہ عمل بعد میں شروع ہوا۔ [1]

---

[1] والذی یظهر أن الناس أخذوا بفعل عثمان فی جمیع البلاد إذ ذاک لکونه خلیفة مطاع الأمر لکن ذکر الفاکهانی أن أول من أحدث الأذان الأول بمکة الحجاج وبالبصرة زیاد وبلغنی أن أهل المغرب الأدنی الآن لا تأذین عندهم سوی مرة وروی بن أبی شیبة من طریق بن عمر قال الأذان الأول یوم الجمعة بدعة فیحتمل أن یکون قال ذلک علی سبیل الإنکار ویحتمل أنه یرید أنه لم یکن فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم وکل ما لم یکن فی زمنه یسمی بدعة لکن منها ما یکون حسنا ومنها ما یکون بخلاف ذلک وتبین بما مضی أن عثمان أحدثه لإعلام الناس بدخول وقت الصلاة قیاسا علی بقیة الصلوات فألحق الجمعة بها وأبقی خصوصیتها بالأذان بین یدی الخطیب وفیه استنباط معنی من الأصل لا یبطله وأما ما أحدث الناس قبل وقت الجمعة من الدعاء إلیها بالذکر والصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم فهو فی بعض البلاد دون بعض واتباع السلف الصالح أولی.

تنبیهان الأول ورد ما یخالف هذا الخبر أن عمر هو الذی زاد الأذان ففی تفسیر جویبر عن الضحاک من زیادة الراوی عن برد بن سنان عن مکحول عن معاذ أن عمر أمر مؤذنین أن یؤذنا للناس الجمعة خارجا من المسجد حتی یسمع الناس وأمر أن یؤذن بین یدیه کما کان فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وأبی بکر ثم قال عمر نحن ابتدعناه لکثرة المسلمین انتهی وهذا منقطع بین مکحول ومعاذ ولا یثبت لأن معاذا کان خرج من المدینة إلی الشام فی أول ما غزوا الشام واستمر إلی أن مات بالشام فی طاعون عمواس وقد تواردت الروایات أن عثمان هو الذی زاده فهو المعتمد ثم وجدت لهذا الأثر ما یقویه فقد أخرج عبد الرزاق عن بن جریج قال قال سلیمان بن موسی أول من زاد الأذان بالمدینة عثمان فقال عطاء کلا إنما کان یدعو الناس دعاء ولا یؤذن غیر أذان واحد انتهی وعطاء لم یدرک عثمان فروایة من أثبت ذلک عنه مقدمة علی إنکاره ویمکن الجمع بأن الذی ذکره عطاء هو الذی کان فی زمن عمر واستمر علی عهد عثمان ثم رأی أن یجعله أذانا وأن یکون علی مکان عال ففعل ذلک فنسب إلیه لکونه بألفاظ الأذان وترک ما کان فعله عمر لکونه مجرد إعلام.

الثانی تواردت الشراح علی أن معنی قوله الأذان الثالث أن الأولین الأذان والإقامة لکن نقل الداودی أن الأذان أولا کان فی سفل المسجد فلما کان عثمان جعل من یؤذن علی الزوراء فلما کان هشام یعنی بن عبد الملک جعل من یؤذن بین یدیه فصاروا ثلاثة فسمی فعل عثمان ثالثا لذلک انتهی وهذا الذی ذکره یغنی ذکره عن تکلف رده فلیس له فیما قاله سلف ثم هو خلاف الظاهر فتسمیة ما أمر به عثمان ثالثا یستدعی سبق اثنین قبله وهشام إنما کان بعد عثمان بثمانین سنة.

واستدل البخاری بهذا الحدیث أیضا علی الجلوس علی المنبر قبل الخطبة خلافا لبعض الحنفیة واختلف من أثبته هل هو للأذان أو لراحة الخطیب فعلی الأول لا یسن فی العید إذ لا أذان هناک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم فقہائے کرام نے جمعہ کی دوسری اذان پر بدعت ہونے کا حکم نہیں لگایا۔
اور آج کل جو بعض لوگ جمعہ کی دوسری اذان کو غیر شرعی قرار دیتے ہیں، اہلِ علم حضرات نے اس کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے، اور اس کے معقول جوابات دیئے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واستدل به أيضا على أن التأذين قبيل الخطبة وعلى ترك تأذين اثنين معا وعلى أن الخطبة يوم الجمعة سابقة على الصلاة ووجهه أن الأذان لا يكون إلا قبل الصلاة وإذا كان يقع حين يجلس الإمام على المنبر دل على سبق الخطبة على الصلاة(فتح الباری لابنِ حجر، ج۲ص۳۹۴، ۳۹۵، قوله باب الاذان يوم الجمعة)

[1] هذا الأذان لما سنه عثمان واتفق المسلمون عليه صار أذانا شرعيا(مجموع الفتاویٰ لابنِ تيمية، ج۲۴ص۱۹۳، ۱۹۴، باب صلاة الجمعة)

وأما قوله " :إنه زاد الأذان الثاني يوم الجمعة، وهو بدعة، فصار سنة إلى الآن ."
فالجواب :أن عليا -رضي الله عنه -كان ممن يوافق على ذلك في حياة عثمان وبعد مقتله .ولهذا لما صار خليفة لم يأمر بإزالة هذا الأذان، كما أمر بما أنكره من ولاية طائفة من عمال عثمان، بل أمر بعزل معاوية وغيره .ومعلوم أن إبطال هذه البدعة كان أهون عليه من عزل أولئك (ومقاتلتهم التي عجز عنها، فكان على إزالة هذه البدعة من الكوفة ونحوها من أعماله أقدر منه على إزالة أولئك، ولو أزال ذلك لعلمه الناس ونقلوه)
فإن قيل :كان الناس لا يوافقونه على إزالتها.
قيل :فهذا دليل على أن الناس وافقوا عثمان على استحبابها واستحسانها، حتى الذين قاتلوا مع علي، كعمار وسهل بن حنيف وغيرهما من السابقين الأولين .وإلا فهؤلاء الذين هم أكابر الصحابة لو أنكروا ذلك لم يخالفهم غيرهم، وإن قدر أن في الصحابة من كان ينكر هذا ومنهم من لا ينكره، كان ذلك من مسائل الاجتهاد، ولم يكن هذا مما يعاب به عثمان.
وقول القائل :هي بدعة .إن أراد بذلك أنه لم يكن يفعل قبل ذلك، فكذلك قتال أهل القبلة بدعة، فإنه لم يعرف أن إماما قاتل أهل القبلة قبل علي .وأين قتال أهل القبلة من الأذان؟ !
فإن قيل :بل البدعة ما فعل بغير دليل شرعي.
قيل لهم :فمن أين لكم أن عثمان فعل هذا بغير دليل شرعي؟ وأن عليا قاتل أهل القبلة بدليل شرعي؟
(وأيضا) فإن علي (بن أبي طالب) -رضي الله عنه -أحدث في خلافته العيد الثاني بالجامع، فإن السنة المعروفة على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وأبي بكر وعمر وعثمان أنه لا يصلى في المصر إلا جمعة واحدة، ولا يصلى يوم النحر والفطر إلا عيد واحد .والجمعة كانوا يصلونها في المسجد، والعيد يصلونه بالصحراء .وكان النبي -صلى الله عليه وسلم -يخطب يوم الجمعة وعرفة قبل الصلاة، وفي العيد بعد الصلاة .واختلف عنه في الاستسقاء .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ مشکاۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے کہ:

ثُمَّ مَا رُوِیَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یُسَمِّیهِ بِدْعَةً قِیلَ: إِنَّهُ نَظَرَ إِلٰی أَنَّ الْبِدْعَةَ مَا أُحْدِثَ بَعْدَهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلَوْ کَانَ حَسَنًا وَإِلَّا فَمَا أَحْدَثَهُ عُثْمَانُ أَجْمَعُوْا عَلَیْهِ إِجْمَاعًا سُکُوْتِیًّا (مرقاۃ ج۳ص ۱۰۴۱، کتاب الصلاۃ، باب الخطبة و الصلاۃ)

ترجمہ: پھر جو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے دوسری اذان کا نام بدعت رکھا، اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے اس بات پر نظر کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فلما کان علی عهد علی قیل له :إن بالبلد ضعفاء لا یستطیعون الخروج إلی المصلی، فاستخلف علیهم رجلا صلی بالناس بالمسجد .قیل :إنه صلی رکعتین بتکبیر، وقیل :بل صلی أربعا بلا تکبیر. وأیضا فإن ابن عباس عرف فی خلافة علی بالبصرة، ولم یرو عن علی أنه أنکر ذلک.

وما فعله عثمان من النداء الأول اتفق علیه الناس بعده :أهل المذاهب الأربعة وغیرهم، کما اتفقوا علی ما سنه أیضا عمر من جمع الناس فی رمضان علی إمام واحد(منهاج السنة النبویة لابنِ تیمیة، ج۶ص ۲۹۰ الیٰ ۲۹۲،فصل کلام الرافضی علی عثمان رضی الله عنه،الرد علی قول الرافضی أن عثمان زاد الأذان الثانی یوم الجمعة)

الأذان الأول یوم الجمعة أذان شرعی، ولا یجوز لأحدٍ أن یتکلم فیه بأی وجهٍ کان، فهذا الأذان الذی أحدثه عثمان رضی الله عنه وأرضاه أذان شرعی قضی به خلیفة راشد أمرنا باتباع سنته، وانعقد إجماع الصحابة کلهم والأمة کلها علی العمل به.

ومن قال بأن هذا الأذان بدعة فقد أخطأ کائناً من کان؛ لأننا لا نستطیع أن نرد هذا الإجماع، فکلٌّ یؤخذ من قوله ویرد، ولا یمکن أن نرد الإجماع، فلا یتکلم فی هذا الأذان.

ولو قال قائل :وجدت الآن الأجهزة والآلات -مکبرات الصوت -فهذا یُرد علیه بأنه فی الزمان القدیم کانت هناک قری صغیرة لا یحتاج إلیها الأذان الأول، ومع ذلک فالسلف لم یفرطوا فیه، وأتحدی أن یوجد واحد من علماء السلف ومن بعدهم ذکر أن هذا الأذان بدعة؛ لأنه لیس من السهولة بمکان أن نبدع سنة راشدة، وأن نقول إن هذه الأمة کلها علی ضلالة، وأنا لا أقصد شخصاً بعینه، وإنما أقصد أن هذا القول لا یجوز لمسلم أن یقول إن الأذان الأول یوم الجمعة بدعة، لأنه یرد سنة راشدة أجمعت الأمة کلها علی قبولها والعمل بها، وإذا قال :إن الزمان اختلف نقول :إن هذا باطل؛ لأن العلماء رحمهم الله وأئمة الإسلام کلهم قبلوا هذا الأذان وما فرقوا بین القری الصغیرة والکبیرة(شرح زاد المستقنع للشنقیطی، حکم الخروج من المسجد بعد الأذان الأول للجمعة)

کہ بدعت وہ ہے کہ جس کو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد شروع کیا گیا ہو، اگرچہ وہ اچھی چیز ہو، ورنہ تو جس اذان کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اضافہ فرمایا اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعِ سکوتی ہوگیا تھا (مرقاۃ)

اور تفسیر معارفُ القرآن میں ہے کہ:

حضرت عثمانِ غنی کے زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور اطرافِ مدینہ میں پھیل گئی، امام کے سامنے والی خطبہ کی اذان دُور تک سُنائی نہ دیتی تھی، تو عثمانِ غنی نے ایک اور اذان مسجد سے باہر اپنے مکانِ زوراء پر شروع کرادی، جس کی آواز پورے مدینہ میں پہنچنے لگی، صحابۂ کرام میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اس لیے یہ اذانِ اول باجماعِ صحابہ شروع ہوگئی (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۴۲)

مذکورہ تمہید کے بعد اب جمعہ کی اذان اور سعی سے متعلق چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی پہلی اذان سنت یا مستحب ہے، بدعت نہیں۔

البتہ امام شافعی کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے عام حالات میں یعنی جب ضرورت نہ ہو، جمعہ کی اُس ایک اذان کو ہی مستحب قرار دیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خطبہ شروع ہونے کے وقت منبر کے سامنے ہوا کرتی تھی۔ [1]

---

[1] وأما الجمعة فمثل باقي الصلوات لا يجوز الأذان لها قبل دخول الوقت، وللجمعة أذانان، أولهما عند دخول الوقت، وهو الذي يؤتى به من خارج المسجد -على المئذنة ونحوها -وقد أمر به سيدنا عثمان رضي الله عنه حين كثر الناس.

والثاني وهو الذي يؤتى به إذا صعد الإمام على المنبر، ويكون داخل المسجد بين يدي الخطيب، وهذا هو الذي كان في عهد النبي صلى الله عليه وسلم وعهد أبي بكر وعمر حتى أحدث عثمان الأذان الثاني.

وكلا الأذانين مشروع إلا ما روي عن الشافعي من أنه استحب أن يكون للجمعة أذان واحد عند المنبر. هذا وقد اختلف الفقهاء فيما يتعلق بأذاني الجمعة من أحكام وأيهما المعتبر في تحريم البيع (ر :بيع، وصلاة الجمعة)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۳۶۳، ۳۶۴، مادہ "اذان")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ امام شافعی کے نزدیک اگر لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری اذان دی جائے، تو کوئی حرج بھی نہیں۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله :ثم يؤذن لها ثانيا) أى على جهة السنية، وحاصل ما ذكر أن الأذان الأول مستحب، والثانى سنة.

قال عج :والذى ينبغى أن يقال إن كل واحد من الأذانين سنة كما فى أذانى الجمعة، وينبغى أن يكون الثانى آكد من الأول(حاشية العدوى على كفاية الطالب الربانى لابى الحسن العدوى المالكى ، ج ا ص ۲۵۵، كتاب الصلاة ، باب الاذان و الاقامة)

قوله (ثم يجلس إلى فراغ الأذان) الصحيح من المذهب :أن الأذان الأول مستحب، وقال ابن أبى موسى :الأذان المحرم للبيع واجب .ذكره بعضهم رواية، وقال بعض الأصحاب :يسقط الفرض يوم الجمعة بأول أذان، وقال ابن البنا فى العقود :يباح الأذان الأول، ولا يستحب، وقال المصنف : ومن سنن الخطبة :الأذان لها إذا جلس الإمام على المنبر.

قال فى مجمع البحرين :إن أراد :مشروع، من حيث الجملة، أو فى هذا الموضع .فلا كلام، وإن أراد به :سنة يجوز تركه فليس كذلك بغير خلاف ثم قال :قلت :فإن صليناها قبل الزوال، فلم أجد لأصحابنا فى الأذان الأول كلاما فيحتمل أن لا يشرع، ويحتمل أن يشرع كالثانى .انتهى.

وأما وجوب السعى إليها :فيأتى حكمه والخلاف فيه عند قوله ويبكر إليها ماشيا (الانصاف للمرداوى الحنبلى، ج ۲ ص ۳۹۶، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

أخبرنا الشافعى فى القديم قال :أخبرنا بعض أصحابنا، عن (ابن) أبى ذئب، عن الزهرى فذكر بمعناه وقال فى آخره :ثم أحدث عثمان الأذان الأول على الزوراء .

قال الشافعى :وأيهما كان -يعنى ما أحدثه عثمان أو معاوية -فالأمر الذى كان على عهد رسول الله - صلى الله عليه وسلم -أحب(الشافى فى شرح مسند الشافعى لابن اثير الجزرى، ج ۲ ص ۱۸۸، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفرع السادس)

لے وقال الشافعى -فيما حكاه ابن عبد البر :-أحب إلى أن يكون الأذان يوم الجمعة حين يجلس الإمام على المنبر بين يديه، فإذا قعد أخذ المؤذن فى الأذان، فإذا فرغ قام فخطب، قال :وكان عطاءٍ ينكر أن يكون عثمان أحدث الأذان الثانى، وقال :إنما أحدثه معاوية.

قال الشافعى :وأيهما كان، فالأذان الذى كان على عهد النبى -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وهو الذى ينهى الناس عنده عن البيع.

ولأصحابه فى أذان الجمعة -على قولهم :الأذان سنة -وجهان:

أحدهما :أنه سنة -أيضاً.

والثانى :أنه للجمعة خاصة فرض كفاية .فعلى هذا :هل تسقط الكفاية بالأذان الأول، أو لا تسقط الا بالاذان بين يدى الإمام؟ على وجهين -أيضاً.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲......فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی اذان ہونے پر خرید وفروخت ناجائز ہوجاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳......فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے دن اذان ہونے پر خرید وفروخت کی ممانعت کا حکم جمعہ کی پہلی اذان پر عائد ہوتا ہے یا دوسری اذان پر؟

اکثر مشائخِ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے امام طحاوی اور بعض اور مشائخِ حنفیہ کے نزدیک خرید وفروخت وغیرہ کی ممانعت کا حکم جمعہ کی دوسری اذان سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ جس وقت سورہ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی، اس وقت تک جمعہ کی ایک ہی اذان امام کے خطبہ شروع کرنے کے وقت ہوتی تھی، اور یہی اس آیت کا مصداق تھی، اور جمعہ کی دوسری اذان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جاری ہوئی۔

اور جمعہ کی پہلے اذان کے اضافہ کا مقصد بھی لوگوں کو جمعہ کی تیاری کا موقع دینا تھا، تاکہ ان کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن أصحابنا من قال :يسقط الفرض بالأذان الأول، وفيه نظر .والله أعلم.

وقال القاضي أبو يعلى :المستحب أن لا يؤذن الا أذان واحد، وهو بعد جلوس الإمام على المنبر، فإن أذن لها بعد الزوال وقبل جلوس الإمام جاز، ولم يكره.

ثم ذكر حديث السائب بن يزيد هذا.

ونقل حرب، عن إسحاق بن راهويه :أن الأذان الأول للجمعة محدث،احدثه عثمان، رأى أنه لا يسمعه إلا أن يزيد فى المؤذنين، ليعلم الأبعدين ذلک، فصار سنة :لأن على الخلفاء النظر فى مثل ذلک للناس.

وهذا يفهم منه أن ذلک راجع إلى رأى الإمام، فإن احتاج اليه لكثرة الناس فعله، وإلا فلا حاجة إليه (فتح البارى لابنِ رجب، ج۸ص ۲۲۰، ۲۲۱، كتاب الجمعة، باب الاذان يوم الجمعة)

[1] النوع الثاني :الأسباب التي تؤدى إلى مخالفة دينية أو عبادية محضة:

أ -البيع عند أذان الجمعة:

أمر القرآن الكريم بترک البيع عند النداء (الأذان) يوم الجمعة، فقال تعالى :(يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون) .

والأمر بترک البيع نهى عنه.

ولم يختلف الفقهاء فى أن هذا البيع محرم لهذا النص(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹، ص۲۲۳،مادة "بيع")

جمعہ کی دوسری اذان تک سعی کا حکم پورا کرنے میں آسانی رہے، لہٰذا اس اذان کے اضافہ کے بعد بھی اصل سعی کے واجب ہونے کا حکم اسی اذان کے ساتھ قائم رہا۔ ل

ل اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ اور ابتلائے عام اور بعض دوسری وجوہ سے مندرجہ بالا قول ہی راجح ہے۔

غير أن للجمعة أذانين، فعند أى الأذانين يعتبر مورد النهى عن البيع.

أ -فمذهب جمهور الفقهاء، ومنهم بعض الحنفية كالطحاوى، أنه الأذان الذى جرى به التوارث، ولم يكن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو أذان خطبة الجمعة بين يدى المنبر، والإمام على المنبر، فينصرف النداء إليه .ولهذا قيده المالكية والحنابلة بالأذان الثانى .

واستدلوا لذلك بما يلى:

-ما روى عن السائب بن يزيد رضى الله عنه، قال :كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر، على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وعمر رضى الله عنهما، فلما كان عثمان رضى الله عنه وكثر الناس، زاد النداء الثالث على الزوراء .

وفى رواية "زاد الثانى ."

وفى رواية "على دار فى السوق، يقال لها :الزوراء "وتسمية الأذان الأول فى أيامنا، أذانا ثالثا؛ لأن الإقامة -كما يقول ابن الهمام تسمى أذانا، كما فى الحديث بين كل أذانين صلاة -ولأن البيع عند هذا الأذان يشغل عن الصلاة، ويكون ذريعة إلى فواتها، أو فوات بعضها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹،ص ۲۲۴،مادة "بيع")

يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة أى فعل النداء لها أى الأذان، والمراد به على ما حكاه فى الكشاف الأذان عند قعود الإمام على المنبر .وقد كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مؤذن واحد فكان إذا جلس على المنبر أذن على باب المسجد فإذا نزل عليه الصلاة والسلام أقام الصلاة، ثم كان أبو بكر وعمر على ذلك حتى إذا كان عثمان وكثر الناس وتباعدت المنازل زاد مؤذنا آخر فأمر بالتأذين الأول على داره التى تسمى زوراء فإذا جلس على المنبر أذن المؤذن الثانى فإذا نزل أقام الصلاة فلم يعب ذلك عليه.

وفى حديث الجماعة -إلا مسلما -فلما كان عثمان وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء ، وفى رواية للبخارى ومسلم زاد النداء الثانى، والكل بمعنى، وتسمية ما يفعل من الأذان أولا ثانيا باعتبار أنه لم يكن على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وإنما كان بعد، وتسميته ثالثا لأن الإقامة تسمى أذانا كما فى الحديث بين كل أذانين صلاة

وقال مفتى الحنفية فى دار السلطنة السنية الفاضل سعد الله جلبى :المعتبر فى تعلق الأمر يعنى قوله تعالى الآتى :فاسعوا هو الأذان الأول فى الأصح عندنا لأن حصول الإعلام به لا الأذان بين يدى المنبر، ورد بأن الأول لم يكن على عهد النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كما سمعت فكيف يقال : المراد الأول فى الأصح، وأما كون الثانى لا إعلام فيه فلا يضر لأن وقته معلوم تخمينا ولو أريد ما ذكر وجب بالأول السعى وحرم البيع وليس كذلك.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک اصح اور مختار قول کے مطابق جمعہ کے دن خرید وفروخت کی ممانعت پہلی اذان پر شروع ہوجاتی ہے، کیونکہ اس اذان کا مقصد لوگوں کو جمعہ کی تیاری کی طرف متوجہ کرنا ہے، اور اگر یہ حکم جمعہ کی دوسری اذان پر شروع کیا جائے گا، تو پھر مقصود حاصل نہیں ہوسکے گا۔

چنانچہ اگر جمعہ کی نماز کا اہتمام دوسری اذان پر واجب ہوگا، اور دوسری اذان کے فوراً بعد خطبہ اور پھر جمعہ کی نماز ہوجائے گی، تو ایسی صورت میں نہ تو جمعہ کی نماز سے پہلے کی سنتیں پڑھنے کا وقت مل سکے گا اور نہ ہی خطبہ، بلکہ عین ممکن ہے کہ خطبہ اور جمعہ کی نماز یا اس کا کچھ حصہ فوت ہوجانے کے بعد آدمی نماز میں شامل ہو، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پہلی اذان کا اضافہ اسی لیے کیا تھا کہ دوسری اذان سے پہلے پہلے لوگ حاضر ہوجائیں۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی کتاب الأحکام روی عن ابن عمر والحسن فی قوله تعالی :إذا نودی إلخ قال :إذا خرج الإمام وأذن المؤذن فقد نودی للصلاة انتهی، وهو التفسیر المأثور فلا عبرة بغیره کذا قال الخفاجی.

وفی کتب الحنفیة خلافه ففی الکنز وشرحه :ویجب السعی وترک البیع بالأذان الأول لقوله تعالی :یا أیها الذین آمنوا إذا نودی للصلاة الآیة وإنما اعتبر لحصول الإعلام به، وهذا القول هو الصحیح فی المذهب، وقیل : العبرة للأذان الثانی الذی یکون بین یدی المنبر لأنه لم یکن فی زمنه إلا هو -وهو ضعیف -لأنه لو اعتبر فی وجوب السعی لم یتمکن من السنة القبلیة ومن الاستماع بل ربما یخشی علیه فوات الجمعة انتهی، ونحوه کثیر لکن الاعتراض علیه قوی فتدبر (روح المعانی، سورة الجمعة، تحت رقم الآیة ۹ ،سورة الجمعة)

[۱] اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق جمعہ کے دن خرید وفروخت زوالِ شمس پر منع ہوجاتی ہے، اگرچہ امام خطبہ کے لئے منبر پر نہ بیٹھا ہو، لیکن ابنِ قدامہ نے اس روایت کو چند وجوہ سے غیر صحیح قرار دیا ہے۔

ب -والقول الأصح والمختار عند الحنفیة، وهو اختیار شمس الأئمة، أن المنهی عنه هو البیع عند الأذان الأول الذی علی المنارة، وهو الذی یجب السعی عنده، وهو الذی رواه الحسن عن أبی حنیفة -رحمه الله تعالی -إذا وقع بعد الزوال.

وعللوه بحصول الإعلام به .ولأنه لو انتظر الأذان عند المنبر، یفوته أداء السنة وسماع الخطبة، وربما تفوته الجمعة إذا کان بیته بعیدا من الجامع.

بل نقل الطحاوی عن صاحب البحر قوله، فیما ذهب إلیه الطحاوی :وهو ضعیف .

ج -وهناک روایة عن الإمام أحمد، حکاها القاضی عنه، وهی :أن البیع یحرم بزوال الشمس، وإن لم یجلس الإمام علی المنبر. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۴...... جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت حرام یا مکروہ تحریمی درجہ کی کہلاتی ہے، جس سے بچنے کا حکم ہے، اور خلاف ورزی گناہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۵...... اذان کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے، جن پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب ہو، اور جن پر جمعہ کی نماز پڑھنا واجب نہ ہو، مثلاً عورت، نابالغ بچہ، مریض، اور مسافر تو ان لوگوں کے لیے یہ ممانعت نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهـذه الـرواية قـريبة مـن مـذهب الحنفية، لكن ابن قدامة قرر أنها لا تصح من وجوه، وهي :أن الله تـعـالى علق النهي عن البيع على النداء ، لا على الوقت .ولأن الـمقصود بهذا إدراك الجمعة، وهو يـحـصـل بالنداء عقيب جلوس الإمام على المنبر، لا بما ذكره القاضي، وهو زوال الشمس، وإن لم يجلس الإمام على المنبر .ولأنـه لو كان تحريم البيع معلقا بالوقت، لما اختص بالزوال، فإن ما قبله وقـت أيـضـا،لأن وقـت الـجـمـعة عـنـد أحـمـد هو ما بين ارتفاع الشمـس قدر رمح إلى آخر وقت الظهر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹،ص ۲۲۴،مادة "بيع")

[1] الحكم التكليفي فيه:

جـمـهـور الـفـقـهـاء عـلـى أن الـنـهـي عـن البيع عند الأذان هو للتحريم، صرح به المالكية والشافعية والحنابلة.

أمـا الـحـنـفية فـقد ذكروا أن أقل أحوال النهي الكراهة، وأن ترك البيع واجب، فيكره تحريما من الـطـرفين :الـبـائـع والـمشتـري عـلـى الـمـذهـب، ويـصـح إطلاق الحرام عليه، كما عبر المرغيناني ويفترض تركه، كما عبر الشرنبلالي(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹،ص ۲۲۵،مادة "بيع")

[2] اورشافعیہ کے نزدیک ممانعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بیع میں مشغول شخص کوممانعت کا علم بھی ہو، اور ممانعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شخص خرید وفروخت پر مضطر ومجبور نہ ہو۔

اوراکثر حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام اور بعض حنفیہ کے نزدیک یہ ممانعت اذانِ خطبہ کے شروع ہونے پر ہوتی ہے، اور حنفیہ کے راجح قول کے مطابق پہلی اذان کے شروع ہونے پر ہوجاتی ہے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

فصل :وتـحـريـم الـبـيـع، ووجـوب الـسـعـي، يـخـتـص بـالـمخاطبين بالجمعة، فأما غيرهم من النساء والصبيان والمسافرين، فلا يثبت في حقه ذلك .وذكر ابن أبي موسى في غير المخاطبين روايتين . والـصـحـيـح ما ذكرنا؛ فإن الله تعالى إنما نهى عن البيع من أمره بالسعي، فغير المخاطب بالسعي لا يتنـاولـه الـنهـي، ولأن تـحـريم البيع معلل بما يحصل به من الاشتغال عن الجمعة، وهذا معدوم في حقهم.

فإن كان المسافر في غير المصر، أو كان إنسانا مقيما بقرية لا جمعة على أهلها، لم يحرم البيع قولا واحدا، ولم يكره .وإن كان أحد المتبايعين مخاطبا والآخر غير مخاطب، حرم في حق المخاطب،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲ ...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک جس پر جمعہ واجب ہو، اسے اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کے علاوہ دوسرے عقود اور معاملات، مثلاً نکاح وغیرہ بھی ممنوع ہوجاتے ہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک ایسے تمام کام ممنوع ہوجاتے ہیں، جو جمعہ کی سعی میں مخل ہوں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكره فى حق غيره؛ لما فيه من الإعانة على الإثم ويحتمل أن يحرم أيضا :(ولا تعاونوا على الإثم والعدوان)(المغنى لابنِ قدامة الحنبلى، ج۲ص ۲۲۰، كتاب صلاة الجمعة ، فصل تحريم البيع ووجوب السعى يختص بالمخاطبين بالجمعة)

قيود تحريم هذا البيع:إن هذا النهى الذى اقتضى التحريم أو الكراهة، مقيد بقيود:

أ -أن يكون المشتغل بالبيع ممن تلزمه الجمعة، فلا يحرم البيع على المرأة والصغير والمريض، بل نص الحنفية على أن هذا النهى قد خص منه من لا جمعة عليه.ومع ذلك، فقد ذكر ابن أبى موسى - من الحنابلة -روايتين فى غير المخاطبين، والصحيح عندهم أن التحريم خاص بالمخاطبين بالجمعة .وذلك :لأن الله تعالى إنما نهى عن البيع من أمره بالسعى، فغير المخاطبين بالسعى لا يتناولهم النهى .ولأن تحريم البيع معلل بما يحصل به من الاشتغال عن الجمعة، وهذا معدوم فى حقهم.

ب -وأن يكون المشتغل بالبيع عالما بالنهى، كما نص عليه الشافعية.

ج -انتفاء الضرورة إلى البيع، كبيع المضطر ما يأكله، وبيع كفن ميت خيف تغيره بالتأخير، وإلا فلا حرمة، وإن فاتت الجمعة -كما يقول الجمل من الشافعية.

د -أن يكون البيع بعد الشروع فى أذان الخطبة -كما عبر الجمهور -أو عنده -كما عبر المالكية أيضا.

هـ -ولم يتعرض الحنفية للتقييد بغير كون الأذان بعد الزوال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹، ص ۲۲٦،مادة "بيع")

[1] البتہ حنابلہ کے نزدیک ممانعت بیع وشراء کے عقد کے ساتھ خاص ہوتی ہے، اور بیع وشراء کے علاوہ دیگر تمام عقود جائز ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

قياس غير البيع من العقود عليه فى التحريم:

النهى عند الجمهور شامل البيع والنكاح وسائر العقود.

بل نص الحنفية على وجوب ترك كل شىء يؤدى إلى الاشتغال عن السعى إلى الجمعة، أو يخل به.

ونص المالكية على أنه يفسخ بيع وإجارة وتولية وشركة وإقالة وشفعة، لا نكاح وهبة وصدقة وكتابة وخلع.

ونص الشافعية على حرمة الاشتغال بالعقود والصنائع وغيرها، مما فيه تشاغل عن الجمعة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہاں تک کہ اگر کسی پر جمعہ واجب ہو، تو اسے سفر کرنا اور کھانے پینے میں مشغول ہونا، اور لکھنا پڑھنا، اور کسی چیز کا بھاؤ تاؤ کرنا، ان سب چیزوں کی ممانعت ہو جاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی قول عند الحنابلة :أنه يحرم غير البيع من العقود، كالإجارة والصلح والنكاح، لأنها عقود معاوضة فأشبهت البيع.

والمذهب عند الحنابلة :تخصيص عقد البيع والشراء فقط بالتحريم وعدم الصحة، بعد الشروع فى الأذان الثانى، فتصح عندهم سائر العقود من النكاح والإجارة والصلح وغيرها، من القرض والرهن والضمان (الكفالة) ونحوها .لأن النهى ورد فى البيع وحده، وغيره لا يساويه لقلة وقوعه، فلا تكون إباحته ذريعة لفوات الجمعة، ولا يصح قياسه عليه.

ونصوا على أن إمضاء البيع الذى فيه خيار، أو فسخه يصح، ولا يعتبر مجرد الإمضاء والفسخ فى الخيار بيعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۹، ص ۲۲۶، مادة "بيع")

[1] خامسا :شمول النهى كل ما يشغل عن الجمعة:

الفقهاء متفقون على تحريم أو كراهة كل ما يشغل عن السعى إلى الجمعة بعد النداء -على اختلافهم فيه -ويجب ترك كل شىء يشغل عن السعى إليها :كإنشاء السفر عند النداء ، والأكل، والخياطة، والصناعات كلها :كالمساومة، والمناداة، والكتابة، وكذا الاشتغال بالعبادة، وكذا المكث فى بيته بعياله أو غيرهم، ولو كان منزله بباب المسجد أو قريبا منه، بل يجب عليه المبادرة إلى الجامع عملا بالآية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۹، ص ۲۲۹، مادة "بيع")

يعلم أن صورة البيع غير مقصودة، وإنما المقصود ما يشغله عن ذكر الله تعالى مثل النكاح وغيره، ولكن ذكر البيع لأنه أهم ما يشتغل به عن ذكر الله تعالى(تفسير القرطبى، ج۵ صفحه ۲۶، سورة النساء)

وذروا البيع أراد ترك ما يشغل عن الصلاة والخطبة وانما خص البيع بالذكر لاشتغالهم غالبا بعد الزوال فى الأسواق بالبيع والشراء فلو عقد البيع فى الطريق وهو يمشى الى الجمعة لا بأس به (التفسير المظهرى، ج ۹ ص ۲۸۲، سورة الجمعة)

امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

جس عمل میں مشغول ہونے سے سعی میں خلل پڑے وہ حکمِ بیع میں ہے (امداد الفتاویٰ جلد ۱، صفحہ ۴۵۷)

اور تفسیر معارف القرآن میں ہے کہ:

صرف بیع کہنے پر اکتفاء کیا گیا، اور مراد بیع وشراء (یعنی خرید وفروخت) دونوں ہیں، وجہ اکتفاء کی یہ ہے کہ ایک کے چھوٹنے سے دوسرا خود بخود چھوٹ جائے گا، جب کوئی فروخت کرنے والا فروخت نہ کرے گا تو خریدنے والے کے لیے خریدنے کا راستہ ہی نہ رہے گا۔

اس میں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اذانِ جمعہ کے بعد جو خرید وفروخت کو اس آیت نے حرام کر دیا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷...... اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت کا حکم اس وقت تک جاری رہتا ہے، جب تک جمعہ کی نماز سے فراغت حاصل نہ کر لی جائے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۸...... اگر خرید وفروخت کرنے والے دونوں فریقین ایسے اشخاص ہوں کہ جن پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، تب تو ان کو اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہے، اس پر عمل کرنا تو بیچنے والوں اور خریداروں سب پر فرض ہے، مگر اس کا عملی انتظام اس طرح کیا جائے کہ دُکانیں بند کر دی جائیں، تو خریداری خود بخود بند ہو جائے گی؛ اس میں حکمت یہ ہے کہ گاہکوں اور خریداروں کی تو کوئی حد وشمار نہیں ہوتی، اُن سب کے روکنے کا انتظام آسان نہیں، فروخت کرنے والے دُکاندار متعین اور معدود ہوتے ہیں، اُن کو فروخت سے روک دیا جائے تو باقی سب خرید سے خود رُک جائیں گے، اس لیے ذَرُوا الْبَیْعَ میں صرف بیع چھوڑ دینے کے حکم پر اکتفاء کیا گیا۔

فائدہ: اذانِ جمعہ کے بعد سارے ہی مشاغل کا ممنوع کرنا مقصود تھا، جن میں زراعت، تجارت، مزدوری، سب ہی داخل ہیں، مگر قرآن کریم نے صرف بیع کا ذکر فرمایا، اس سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے مخاطب شہروں اور قصبوں والے ہیں، چھوٹے دیہات اور جنگلوں میں جمعہ نہیں ہوگا، اس لئے شہروں اور قصبوں میں جو مشاغل عام لوگوں کو پیش آتے ہیں، اُن کی ممانعت فرمائی گئی وہ بیع وشراء کے ہوتے ہیں، بخلاف گاؤں والوں کے کہ ان کے مشاغل کاشت اور زمین سے متعلق ہوتے ہیں، اور باتفاقِ فقہاءِ امت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت کرنا نہیں بلکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف جانے کے اہتمام میں مخل ہو، وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے اس لئے اذانِ جمعہ کے بعد کھانا، پینا، سونا، کسی سے بات کرنا؛ یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں، صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہوں، وہ کیے جا سکتے ہیں (معارفُ القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۴۱ و ۴۴۲)

اور احسنُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

"اذانِ اول کے بعد جمعہ کی تیاری کے سوا کوئی کام بھی جائز نہیں، خواہ وہ دینی کام ہی کیوں نہ ہو" (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۵۰)

[۱] استمرار تحريم البيع حتى انقضاء الصلاة:

لا يكاد الفقهاء يختلفون في أن النهي عن البيع عند الأذان، يستمر حتى الفراغ من الصلاة، ومن نصوصهم في ذلك:

ويحرم البيع والنكاح وسائر العقود، من جلوس الخطيب إلى انقضاء الصلاة - . يستمر التحريم إلى الفراغ من الجمعة .

ويستمر تحريم البيع والصناعات من الشروع في الأذان الثاني أو من الوقت الذي إذا سعى فيه أدركها من منزل بعيد، إلى انقضاء الصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۹، ص ۲۲۶، مادة "بيع")

اور اگر ان میں سے ایک پر جمعہ کی نماز واجب ہو، اور دوسرے پر واجب نہ ہو، تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک دونوں فریق گناہ گار ہوتے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۹...... اگر دو شخص جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے پیدل یا کسی سواری پر سفر کر کے جارہے ہوں، تو حنفیہ کے راجح قول اور شافعیہ کے نزدیک، اور مالکیہ کے ایک قول کے مطابق ان کو جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت کرنے میں حرج نہیں ہوتا، کیونکہ اس صورت میں ان کی نمازِ جمعہ کی سعی میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] أحكام عامة في البيع عند الأذان:

أولا :حكم بيع من تلزمه الجمعة ممن لا تلزمه:

قرر الفقهاء أن من لا تجب عليه الجمعة مستثنى من حكم تحريم البيع عند الأذان، إذا لم تجب الجمعة عليهما معا ، فلو تبايع اثنان ممن لا تلزمهم الجمعة، لم يحرم ولم يكره -كما صرح به الشافعية .

أما لو وجبت على أحدهما دون الآخر:

-فمذهب الجمهور من الحنفية والشافعية، أنهما يأثمان جميعا؛ لأن الأول الذى وجبت عليه ارتكب النهى، والآخر الذى لم تجب عليه أعانه عليه.

-وفي قول ضعف عند الشافعية :أنه يكره للآخر الذى لم تجب عليه، ولا يأثم .

-ونص المالكية على أن البيع وغيره يفسخ فى هذه الحال، حيث كانت ممن تلزمه الجمعة، ولو مع من لا تلزمه .

-ونص الحنابلة على أن البيع لا يصح بالنسبة إلى من تلزمه الجمعة .ويكره البيع والشراء للآخر الذى لا تلزمه، لما فيه من الإعانة على الإثم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹،ص۲۲۷،مادة "بيع")

[2] ثانيا :حكم التبايع حال السعى إلى الجامع وقد سمع النداء :

اختلف الفقهاء فى هذه المسألة، بسبب تحصيل الساعى المقصود من النهى مع التلبس بالنهى عنه.

أ -فالراجح من مذهب الحنفية، ومذهب الشافعية، وهو أحد قولين للمالكية :أنهما إذا تبايعا وهما يمشيان، لا يحرم .وقال ابن نجيم من الحنفية، نقلا عن السراج :لا يكره إذا لم .يشغله .وقال الحصكفى :لا بأس به .

لكن النهى عن البيع ورد مطلقا فتخصيصه بالرأى ببعض الوجوه نسخ على قاعدة الحنفية، فلا يجوز بالرأى،وعلل انتفاء الكراهة :بأن النهى عن البيع عند الأذان، معلل بالإخلال بالسعى، فإذا انتفى الإخلال بالسعى انتفى النهى.

وأن النص الكريم خص منه من لا جمعة عليه، والعام إذا دخله التخصيص صار ظنيا، فيجوز تخصيصه ثانيا بالرأى، أى بالاجتهاد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۰...... اذانِ جمعہ کے بعد مسجد کے دروازہ پر یا مسجد کے اندر خرید وفروخت کرنا، حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

اور شافعیہ کے نزدیک مسجد میں موجود شخص کو حرام تو نہیں، البتہ مسجد کی وجہ سے مکروہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۱...... اذان پر خرید وفروخت کی ممانعت کا حکم اس وقت عائد ہوتا ہے، جبکہ جمعہ کی اذان وقت داخل ہونے، یعنی زوال کے بعد ہو۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمالكية عللوا الجواز :بأن البيع فى هذه الحال لم يشغلهما عن السعى، ونقلوه عن ابن عمر رضى الله عنهما.

ب -ومذهب بعض الحنفية -كصاحب النهر والزيلعى، والحصكفى أولا فى باب الجمعة والشرنبلالى -وجوب ترك البيع، ولو مع السعى .وصرح صاحب النهر بأنه الذى ينبغى التعويل عليه .

وهذا نفسه قول آخر أيضا للمالكية، وهو الذى يبدو من كلام الحنابلة، وإن لم يواجهوا هذه المسألة بذاتها.

ولا تعليل لهذا الاتجاه، إلا ما ذهب إليه الشرنبلالى من الحنفية، من أنه يخل بالسعى، فيجب تركه لإطلاق الأمر .وما ذهب إليه بعض المالكية، من سد الذريعة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۹، ص ۲۲۸، مادة "بيع")

[1] ثالثا :حكم البيع فى المسجد بعد السعى:

الفقهاء متفقون على كراهته:

أ -فقد نص الحنفية على أن البيع على باب المسجد أو فيه عند الأذان الأول الواقع بعد الزوال أعظم وزرا من البيع ماشيا إلى الجمعة.

ب -ونص الشافعية على أن حرمة البيع ونحوه، فى حق من جلس له فى غير المسجد، أما إذا سمع النداء فقعد فى الجامع، أو فى محل قريب منه وباع، لا يحرم .لكن البيع فى المسجد مكروه، وصرح ابن حجر وغيره بأن كلامهم للتحريم أقرب .

ج -ونص الحنابلة على كراهة شرب الماء بعد النداء ، بثمن حاضر أو فى الذمة (كما يحدث فى الحرمين) بل أشاروا إلى أن مقتضى عدم صحة البيع والشراء بعد الشروع فى النداء هو التحريم، وخصوصا إذا كان هذا فى المسجد، إلا أن يقال :ليس هذا بيعا حقيقة، بل هو إباحة، ثم تقع الإنابة عنها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۹، ص ۲۲۸، مادة "بيع")

[2] رابعا :حكم البيع قبل الأذان الثانى، بعد الزوال:

المعتبر عند الحنفية فى وجوب السعى وترك البيع، هو دخول الوقت، ولهذا قيدوا به الأذان فيما تقدم، فانبغى بذلك ثبوت كراهة البيع بعد الزوال، وانتفاؤها قبله.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۲...... اگر جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت کی جائے، تو حنفیہ، شافعیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک وہ خرید وفروخت معتبر اور صحیح ہو جاتی ہے، لیکن گناہ لازم آتا ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد نص الشافعية -كذلك -على كراهة البيع ونحوه، قبل الأذان الثاني والجلوس للخطبة إذا كان بعد الزوال، وذلك لدخول وقت الوجوب، أما العقد قبل الزوال فلا يكره.

وهذان الحكمان مقيدان عندهم، بما إذا كان العاقد لا يلزمه السعي حينئذ، وإلا بأن كان لا يدرك الجمعة إلا بذهابه في هذا الوقت، فيحرم عليه ذلك العقد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹، ص ۲۲۹، مادة "بيع")

؎ جس پر توبہ کا حکم ہے، اور حنفیہ کے ایک قول کے مطابق گناہ سے بچنے کے لئے اس بیع کا فسخ کرنا بھی واجب ہوتا ہے۔

جمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية، وبعض المالكية، يرون أن عقد البيع يقع صحيحا؛ لأن المنع منه لمعنى في غير البيع، خارج عنه، وهو ترك السعي، فكان البيع في الأصل مشروعا جائزا، لكنه يكره تحريما، لأنه اتصل به أمر غير مشروع، وهو ترك السعي .

ويتفرع عن صحة البيع الأمور التالية:

أ -عدم وجوب فسخه، في أحد قولين عند الحنفية، وأحد قولين عند المالكية أيضا، فقد قال الشيخ العدوي :وهناك قول آخر يقول :لا فسخ، والبيع ماض، ويستغفر الله.

ب -وجوب الثمن لا القيمة.

ج -ثبوت ملك المبيع قبل القبض لكن مشهور مذهب المالكية :أن هذا البيع كالبيع الفاسد يفسخ، ويرد من يد المشتري ما لم يفت بيده، فإن فات -بتغير سوق -مضى العقد، ولزم المشتري القيمة حين القبض على المشهور .وقيل بالقيمة حين البيع .

والذين نصوا من المالكية على وجوب فسخ البيع، ألحقوا به نحو البيع، من الإجارة والشركة والإقالة والشفعة -إذا أخذ بها، لا لو تركت -لكنهم استثنوا مثل :النكاح والهبة والصدقة والعتق، فلا يفسخ شيء من ذلك، وإن حرم.

والفرق بين هذه المذكورات، وبين البيع ونحوه عندهم هو :أن البيع ونحوه مما فيه العوض، يرجع لكل عوضه بالفسخ، فلا كبير ضرر فيها، بخلاف ما لا عوض فيه، فإنه يبطل أصلا لو فسخ .

وذكر العدوي في النكاح علة أخرى، وهي حصول الضرر بفسخه، فربما يتعلق أحد الزوجين بصاحبه.وهبة الثواب عندهم (وهي التي تنعقد بشرط المكافأة كما يعبرون، أو بشرط العوض، كما يعبر الحنفية وآخرون) كالبيع.

والخلع ينبغي أن يمضي ولا يفسخ، على مقتضى العلة المتقدمة، وهي أنه يبطل أصلا لو فسخ .

أما الحنابلة فقد صرحوا :بأن البيع لا يصح قليله وكثيره، ولا ينعقد للذي في النص الكريم، وهو ظاهر في التحريم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۹، ص ۲۳۰، مادة "بيع")

وصرح بالوجوب ليفيد أن الاشتغال بعمل آخر مكروه كراهة تحريم؛ لأنه في رتبته ويصح إطلاق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۳..... اگر شہر کی کئی مسجدوں میں مختلف وقتوں میں اذان ہو، تو سعی اور خرید و فروخت کے چھوڑنے کا حکم کون سی اذان سے شروع ہوگا؟

اس سلسلہ میں احادیث وفقہ میں صریح جزئیہ نظر سے نہیں گزرا کیونکہ پہلے زمانے میں پورے شہر میں عموماً صرف ایک ہی مقام پر نمازِ جمعہ ہوا کرتی تھی، اس لئے اب اس کو عام نمازوں کی اذان پر ہی قیاس کیا جائے گا، اور عام اذانوں کا زبان سے جواب دینے میں پہلی اذان کا اعتبار ہے، اور اپنے عمل سے جواب دینے (یعنی نماز کی طرف چل کر جانے) میں محلّہ کی اذان کا اعتبار ہے، اس پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ کے لیے سعی اور خرید وفروخت وغیرہ کو چھوڑنا محلّہ کی اذان پر واجب ہونا چاہئے (کذا فی احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۱۲۸، باب الجمعۃ والعیدین)

مسئلہ نمبر۱۴..... جمعہ کی پہلی اذان کو جاری کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگوں کو جمعہ کی نماز کا وقت داخل ہونے کی اطلاع ہو جائے اور لوگ دوسرے کام وکاج اور مشاغل چھوڑ کر جمعہ کی سعی میں مشغول ہو جائیں اور جمعہ کی نماز کی طرف متوجہ ہوں، جس کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان زوال کے بعد جلدی دی جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اسم الحرام عليه كما وقع فى الهداية وبه اندفع ما فى غاية البيان من أن فيه نظرا؛ لأن البيع وقت الأذان جائز لكنه مكروه فإن المراد بالجواز الصحة لا الحل وبه اندفع أيضا ما ذكره القاضى الإسبيجابى من أن البيع وقت النداء مكروه للآية، ولو فعل كان جائزا والأمر بالسعى من الله تعالى على الندب والاستحباب لا على الحتم والإيجاب اهـ.

فإنه يفيد أن الكراهة تنزيهية، وليس كذلك بل تحريمية اتفاقا؛ ولهذا وجب فسخه لو وقع (البحر الرائق، ج۲، ص ۱۶۹، باب صلاة الجمعة، السعى وترك البيع بالأذان الأول للجمعة)

[1] جمعہ کی پہلی اذان کو فقہاء ومحدثین نے "عندالزوال" "عقب الزوال" کے ساتھ مقید کیا ہے جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اس اذان کا اصل وقت زوال کے فوراً بعد ہے، کیونکہ عرف میں "عند" اور "عقب" کو تاخیر سے بعد کے معنٰی میں استعمال نہیں کیا جاتا اور "فی اول وقت الظهر متصلا بالزوال" کے الفاظ سے تو یہ مطلب بالکل ہی ظاہر ہے۔

علامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ:

وتبين بما مضى أن عثمان أحدثه لإعلام الناس بدخول وقت الصلاة (فتح البارى لابنِ حجر، ج۲ ص ۳۹۴، قوله باب الأذان يوم الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نمازِ جمعہ زوال کے بعد جلدی ادا کی جاتی تھی، جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جمعہ کی سعی کے لیے ایک اور اذان کا اضافہ کیا جا چکا تھا۔

مگر اس کے باوجود جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی ادا کرنے کا معمول رہا، اور غیر معمولی تاخیر کا رواج نہیں ہوا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان بھی زوال کے بعد جلدی ہوا کرتی تھی۔

اور دونوں اذانوں کے درمیان معمولی وقفہ بھی یقیناً ہوا کرتا ہوگا، تاکہ لوگ سعی کا عمل کر سکیں، کیونکہ اس وقفہ کے بغیر اس اذان کا پورا مقصد حاصل نہیں ہوتا، جس کو سعی کا حکم پورا کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

لہٰذا جمعہ کی پہلی اذان زوال کے متصل بعد اور اس کے بعد سعی کا وقت دے کر پھر دوسری اذان اور جمعہ کا قیام سنت ہوگا۔

اور جب دو اذانوں کے درمیان معمولی وقفہ ہوگا، تو اس وقفہ میں اگر دوسری اذان اور خطبہ سے پہلے وعظ و نصیحت کا سلسلہ شرعی اصول وقواعد کی پابندی کے ساتھ انجام دیا جائے تو بہت مفید اور خیر و برکت کا باعث اور بہت سے اکابر کے معمولات میں سے ہے، اور اس میں لوگوں کو جمعہ کے لیے جلدی آنے کی ترغیب بھی پائی جاتی ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ترجمہ: گزشتہ کلام سے ظاہر ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی اذان اس لئے شروع کی کہ لوگوں کو نماز کے وقت کے شروع ہونے کی اطلاع ہوجائے (فتح الباری)

اور ترمذی کی شرح معارف السنن میں ہے کہ:

وَبِالْجُمْلَةِ هٰذَا الْاَذَانُ كَانَ قَبْلَ التَّأْذِيْنِ بَيْنَ يَدَيِ الْخَطِيْبِ وَكَانَ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِ الظُّهْرِ مُتَّصِلاً بِالزَّوَالِ (معارف السنن ج ۴ ص ۳۹۶)

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ پہلی اذان خطیب کے سامنے والی اذان سے پہلے اور ظہر کے اول وقت میں زوال کے ساتھ متصل ہوتی تھی (معارف السنن)

پھر جمعہ کا دن عبادت اور وعظ وتذکیر کا دن ہے، جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قرآن اور احادیث میں ویسے ہی بڑی تاکید آئی ہے۔ [1]

اور جمعہ کا دن وعظ وتذکیر کا ہونے کی وجہ سے ہی بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جمعہ کے خطبہ سے پہلے احادیث وسنت کا وعظ کرنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے مسجد میں احادیث بیان فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد امیرُ المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔

حضرت محمد بن زید سے روایت ہے کہ:

كَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلٰى جَانِبِ الْمِنبَرِ فَيَطْرَحُ اَعْقَابَ نَعْلَيْهِ فِيْ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ يَقْبِضُ عَلٰى رَمَانَةِ الْمِنبَرِ يَقُوْلُ قَالَ

---

[1] علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

إنه يوم اجتماع الناس وتذكيرهم بالمبدأ والمعاد، وقد شرع الله سبحانه وتعالى لكل أمة في الأسبوع يوما يتفرغون فيه للعبادة ويجتمعون فيه لتذكر المبدأ والمعاد، والثواب والعقاب، ويتذكرون به اجتماعهم يوم الجمع الأكبر قياما بين يدي رب العالمين، وكان أحق الأيام بهذا الغرض المطلوب اليوم الذي يجمع الله فيه الخلائق، وذلك يوم الجمعة(زاد المعاد في هدي خير العباد، الجزء الاول، صفحه ٤٠٧، فصل في مبدء الجمعة؛ مطبوعة: بيروت، لبنان)

ترجمہ: جمعہ کا دن لوگوں کے جمع ہونے اور اُن کو مبدء ومعاد (یعنی دنیا وآخرت) کا وعظ ونصیحت کرنے کا دن ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت کے لیے ہفتہ میں ایک دن ایسا رکھا ہے، جس میں وہ عبادت کے لیے فارغ ہوتے ہیں، اور اُس دن میں جمع ہوتے ہیں مبدء اور معاد اور ثواب اور عذاب کو یاد کرنے کے لیے، اور اُس دن کے ذریعے سے اجتماعی طور پر قیامت کے بڑے دن میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کو یاد کرتے ہیں، اور دنوں میں اس مطلوبہ غرض کے لیے وہ دن زیادہ مستحق تھا، جس میں اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع فرمائیں گے اور وہ جمعہ کا دن ہے (زاد المعاد)

خطبۂ جمعہ کی اصل حیثیت ذکر کی اور ثانوی درجہ میں تذکیر کی ہے، لہٰذا عربی دانوں کے لئے تو خطبۂ جمعہ میں بھی ذکر کے ساتھ تذکیر ہوسکتی ہے، مگر جو لوگ عربی نہیں سمجھتے ان کے لئے خطبۂ جمعہ سے یہ مقصود حاصل کرنا مشکل ہے، لہٰذا اُن کے حق میں تذکیر کا مقصد حاصل کرنے کا بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ خطبۂ جمعہ سے پہلے مقامی زبان میں وعظ وتذکیر ہوجایا کرے۔

اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ثُمَّ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ ذَالِکَ : وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِاقْتَرَبَ فَاِذَا سَمِعَ حَرَكَةَ بَابِ الْمَقْصُوْرَةِ بِخُرُوْجِ الْاِمَامِ جَلَسَ. هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر کے قریب اپنے جوتوں کی ایڑیوں کو اپنی آستینوں میں ڈال لیتے تھے، پھر منبر کے کونہ کو ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صادق اور مصدوق نے فرمایا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ناموں کی نسبت سے احادیث بیان کیا کرتے تھے) پھر بعض اوقات یہ بھی

---

[1] رقم الحديث٣٦٧، ج ١ ص ١٩٠، كتاب العلم.

هذا الحديث قال عنه الحاكم :على شرطهما .وقال الذهبى :فى انقطاع.

قال عَبد الله بن حمد اللحَيدَان:قلت :لم يبين الذهبى مكان الانقطاع، إلا أن رواة الحديث قد صرحوا بالتحديث عن بعضهم بعضاً إلا عاصم بن محمد عن أبيه وكذا أبوه، عن أبى هريرة .أما عاصم بن محمد .فالذى يظهر أنه قد أدرک أباه؛ لأن عاصمًا عُدَّ من الرواة عن أبيه .عند ترجمة أبيه كما فى تهذيب التهذيب(٩/١٧٢)وعد محمد بن زيد من مشايخ ابنه عاصم عند ترجمة عاصم كما فى تهذيب التهذيب (٥/٥٧)وأما من ناحية الولادة والوفاة فلم أجد ذكراً لتاريخ أى منهما -والله أعلم.-

أما محمد بن زيد بن عبد الله بن عمر بن الخطاب .فلم يذكر عند ترجمته أنه روى عن أبى هريرة كما فى تهذيب الكمال(٣/١٦٥٦)أما من ناحية الوفاة فلم يتبين لى أيضاً.

فالذى يظهر من كل ما تقدم أن محمد بن زيد لم يرو عن أبى هريرة .فهو منقطع بينهما.

فعلى ذلک يكون الحديث بهذا الإسناد ضعيفاً لانقطاعه.

وعليه فتعقب الذهبى للحاكم فى محله- .والله تعالى أعلم.-

إلا أن قوله -صلى الله عليه وسلم" -ويل للعرب من شر قد اقترب "قد ثبت من حديث زينب بنت جحش -رضى الله عنها .-قالت :استيقظ النبى -صلى الله عليه وسلم -من النوم محمراً وجهه وهو يقول" :لا إله إلا الله ويل للعرب من شر قد اقترب " ...الحديث(حاشية مختصر تلخيص الذهبى، ج ١ ص ٩٦، كتاب العلم، رقم الحديث ٢٠)

فرماتے تھے کہ ہلاکت ہے عرب کی اس شر سے جو قریب آچکا ہے، پھر جب حجرہ کے دروازے سے امامِ جمعہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے) کی حرکت سن لیتے تھے، تو بیٹھ جاتے تھے (امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں) یہ حدیث صحیح ہے، اگرچہ امام بخاری و مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا (حاکم)

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ عمل، خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کیا کرتے تھے، جس سے اس عمل کا مستحب اور کم از کم جائز ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

چنانچہ امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

اِنَّمَا الْغَرَضُ فِيْهِ اِسْتِحْبَابُ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ عِنْدَالْمِنبَرِ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ (مستدرک حاکم، تحت رقم الحديث٣٦٧، ج ا ص ١٩٠، كتاب العلم)

ترجمہ: غرض اس سے یہ ہے کہ امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر کے قریب حدیث روایت کرنا مستحب ہے (حاکم)

حضرت ہلال سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُنَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَخْرُجَ الْإِمَامُ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٥٤٥٣، كتاب الصلاة، باب الحديث يوم الجمعة قبل الصلاة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن ہم سے حدیث بیان کرتے تھے، یہاں تک کہ امام (خطبہ کے لئے) تشریف لے آتا تھا (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کیونکہ احادیث بہت زیادہ یاد تھیں اس لئے وہ جمعہ کے خطبہ سے پہلے اپنے وعظ میں کثرت سے احادیث سنا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ [1]

---

[1] أخرج ابن عساكر عن بن حميد بن عبدالرحمن:

ان تميما الداری رضی الله عنه استاذن عمر رضی الله عنه فی القصص سنين، فأبى أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال جمعہ کے خطبہ سے پہلے وعظ ونصیحت اور تقریر بدعت نہیں بلکہ ثواب ہے، کیونکہ جو عمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور خاص کر خلفائے راشدین کی تقریر سے ثابت ہو، اس کو شرعی بدعت نہیں کہا جاسکتا، صحیح احادیث میں خلفائے راشدین کے طریقہ کو بھی سنت قرار دیا گیا ہے۔

لیکن کیونکہ جمعہ کی نماز جلدی ادا فرما لینے کا حکم ہے، لہٰذا زوال ہوتے ہی اول وقت میں پہلی اذان کے فوراً بعد وعظ شروع کیا جائے، مختصر وعظ کے بعد جمعہ کی دوسری اذان دی جائے اور پھر خطبہ ونماز پڑھ لی جائے۔

تو اس طرح سب کام اپنی جگہ ٹھیک طریقہ پر انجام پا جاتے ہیں۔

چنانچہ جمعہ بھی اول وقت میں ادا ہوجاتا ہے، اور دونوں اذانوں کے درمیان مختصر وقفہ ہونے سے لوگوں کو جمعہ کی تیاری اور سعی کرنے کا موقع بھی حاصل ہوجاتا ہے، اور بعض صحابۂ کرام نیز اکابر کے معمول پر بھی عمل ہوجاتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس پر عمل اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ پہلی اذان زوال کے فوراً بعد ہو، اس میں تاخیر نہ کی جائے، اور پہلی اذان کے بعد مختصر وعظ ہو، اس میں غلو نہ ہو اور وعظ میں اختصار سے کام لیا جائے اور وعظ بھی قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں حقیقی ہو نہ کہ روایتی ورسمی، جس میں بدزبانی وبدکلامی کا مظاہرہ ہو۔

اور اگر پہلی اذان تاخیر سے دی جائے یا وعظ کو غیر معمولی لمبا کردیا جائے یا دونوں اذانوں میں بہت معمولی برائے نام وقفہ رکھا جائے کہ جس میں لوگوں کو جمعہ کی سعی کا موقع نہ مل سکے، تو ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يأذن له، فأستاذنه في يوم واحد، فلما أكثر عليه، قال له: ماتقول؟
قال: أقرأ عليهم القرآن، وآمرهم بالخير، وأنها هم عن الشر.
قال عمر رضی اللہ عنه: "ذلک الذبح" ثم قال: "عظ قبل أن أخرج فی الجمعة".
فكان يفعل ذالک يوماً واحداً فی الجمعة (الموضوعات الکبریٰ، مقدمه، فصل: ولما كان أكثر القصاص والوعاظ صفحه ۲۰، مطبوعه: نور محمد، کراچی)

ذکر الملاعلی القاری رحمه الله هذا الحديث فی مقدمةالموضوعات الكبير، لكنه ليس بموضوع بل هو من مستدلاته على عدم جواز بيان القصص الطويلة التی لاضرورة الى بيانها. بل الاحسن ان يكون الوعظ مختصراً جامعاً خالياً عن الحشو والزوائد على طريق الايجاز (ماخوذ از: فتاویٰ محمودیہ مع حاشیہ جلد۸ ص۲۵۱)

سب صورتوں میں کچھ نہ کچھ مفاسد یا کم ازکم مسنون ومستحب چیزوں کا ترک لازم آتا ہے۔

جمعہ کے خطبہ سے پہلے وعظ وتقریر ہونے پر بعض حضرات یہ شبہ پیش کیا کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے مسجد میں موجود حضرات کو ذکر، تلاوت اور نفل وغیرہ پڑھنے میں خلل آتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ذکر وتلاوت اور نوافل کے لئے تو اور بہت سے اوقات اور مواقع ہیں، صرف تھوڑی دیر کے لئے اور وہ بھی ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ ان چیزوں کو موقوف کر کے دینی باتیں سننے میں کوئی بھی دشواری نہیں، علم حاصل کرنا بھی عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ ضروری، اور جمعہ کے دن کی شان کے لائق ہے۔

آج کل تعلیم یافتہ طبقہ اور مغربی تہذیب کا دلدادہ گروہ چاہتا ہے کہ ہر جمعہ کو خطبہ سے پہلے جو دین کی باتیں مسلمانوں کے کانوں میں پڑجاتی ہیں، اس کا موقع نہ رہے۔

حالانکہ اس سے مسلمانوں کے بہت بڑے طبقہ کی اصلاح ہورہی ہے اور بکثرت مسلمان اس سے استفادہ کر کے اپنے عقائد واعمال کو درست کررہے ہیں اور دراصل یہ ایک طرح سے ہفتہ وار تبلیغ اور عوامی اصلاح کا پروگرام ہے، بشرطیکہ شرعی حدود کا لحاظ رکھا جائے۔

امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

خطبہ کا ترجمہ سُنانا تذکیر ہے، اور آیت ''وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' اپنے عموم سے ہر وقت کے تذکیر کی اجازت دیتی ہے، بجز (یعنی سوائے) ان مواقع کے جو مستقل دلیل سے ممنوع ہیں، اور جو قیود سوال میں مذکور ہیں (یعنی جمعہ کے خطبہ کی اذان سے کچھ وقت پہلے نمازیوں کی فرمائش پر یہ عمل کرنا اور اس کے فوراً بعد خطبہ کی اذان کے وقت خطیب کا منبر پر جانا اور حسبِ معمول خطبے کا عربی میں پڑھنا) ان میں دو قیدیں اور قابلِ اضافہ ہیں۔

ایک یہ کہ عوامُ الناس اس کو ہمیشہ کے لیے لازم نہ سمجھیں، دلیل اس کی مشہور ہے۔

دوسرے یہ کہ مذکر (یعنی واعظ ومقرر۔ناقل) اس وقت منبر سے دُور (یا کم ازکم بیٹھا ہوا)

ہو، تاکہ ہیئتِ خطبہ کا ایہام (وشبہ) نہ ہو، دلیل اس کی مجوزینِ تکرارِ جماعت کی یہ تقیید ہے کہ عدول عن المحراب ہو۔ [۱]

پس ان سب قیود کے ہوتے ہوئے کوئی امر (پہلی اذان کے بعد اور دوسری اذان سے پہلے مقامی زبان میں بیان کے۔ ناقل) جواز سے مانع نہیں، لہٰذا جواز کا حکم کیا جائے گا اور کراہت کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس فعل میں اور نہ اس فعل سے نماز میں۔

اور فسادِ صلوٰۃ میں تو وسوسہ کا بھی درجہ نہیں۔ [۲]

البتہ اگر خود خطبہ ہی غیر عربی میں ہو سو وہ چونکہ بقولِ راجح خطبہ ہی نہیں اور خطبہ شرط ہے نمازِ جمعہ کی، اس لیے اس صورت میں فسادِ صلوٰۃ کے حکم کی گنجائش ہے، اور اس جواز کی تائید شیخین کی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

رَوٰی مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ فِیْ قِصَّةِ یَوْمِ الْفِطْرِ ثُمَّ خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَاَتٰی النِّسَآءَ فَذَكَّرَهُنَّ الحدیث. [۳]

وَرَوَی الْبُخَارِیُّ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ بَعْدَ وَعْظِ النِّسَآءِ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ

---

[۱] جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے اور دونوں خطبوں کے درمیان خطیب معمولی وقت کے لئے بیٹھتا ہے مگر اس وقت خاموش رہتا ہے، اس لئے اگر جمعہ کی دوسری اذان سے پہلے کا یہ مقامی زبان کا وعظ منبر پر بیٹھ کر ہی ہو اور لوگوں کو بھی معلوم ہو کہ اس کے بعد اصل جمعہ کا خطبہ عربی زبان میں پڑھا جائے گا، تو بھی جمعہ کے خطبہ کا شبہ نہیں ہوتا، اس لئے اس صورت میں یہ مقامی زبان کا وعظ منبر پر بیٹھ کر کہنے میں بھی کوئی مانع معلوم نہیں ہوتا، برخلاف تکرارِ جماعت کے کہ اس جماعت اور پہلی جماعت کی نماز میں کیونکہ عدول عن المحراب کے بغیر فرق نہیں ہوتا، اس لئے ایہام کی جو صورت وہاں پائی جاتی ہے وہ مبحوث فیہ مندرجہ بالا صورت میں موجود نہیں۔ فافترقا، لیکن بایں ہمہ اگر عذر نہ ہو اور آسانی ہو سکے تو دوسری اذان سے پہلے کا یہ وعظ منبر سے ہٹ کر کہا جائے تو بعض حضرات کے نزدیک احتیاط زیادہ ہوگی۔ محمد رضوان۔

[۲] یعنی جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اور دوسری اذان اور عربی خطبہ سے پہلے اردو یا مقامی زبان میں وعظ کی وجہ سے جمعہ کی نماز کے فاسد ہونے کا کوئی درجہ نہیں۔

[۳] ترجمہ: امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عید الفطر کے قصہ میں نقل کیا ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو (عید کا) خطبہ دیا، پھر جب خطبہ سے فارغ ہو گئے تو منبر سے نیچے اُترے اور خواتین کے پاس تشریف لے گئے، پھر اُن کو وعظ فرمایا۔ آخر حدیث تک۔

اِلٰی بَیْتِہٖ الحدیث. [1]

یہ احادیث اس میں نص ہیں کہ اس تذکیر کے وقت میں (جو کہ خطبہ نہ تھی جس کا قرینہ یہ ہے کہ یہ تذکیر بعد فراغِ خطبہ تھی، اور نیز منبر پر نہ تھی، اور اس کے بعد عود الی المنبر نہیں ہوا) اور خطبہ کے وقت میں کوئی فصل نہ تھا، جس سے معلوم ہوا کہ اس تذکیر کے اور خطبہ کے وقت میں فصل نہ ہونا مانعِ جواز نہیں اور تقدیم وتاخیر کو اس میں کوئی دخل نہیں، پس اس کا جواز سنت سے بھی ثابت ہو گیا (امداد الفتاویٰ جلد ا صفحہ ۴۳۸، باب صلوٰۃ الجمعۃ والعیدین)

اور بھی کئی اہلِ علم حضرات نے جمعہ سے پہلے وعظ وتقریر کو جائز قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] ترجمہ: اور امام بخاری نے حضرت ابنِ عباس سے عورتوں کے وعظ کے بعد روایت کیا ہے کہ پھر نبی علیہ السلام اور حضرت بلال اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ آخر حدیث تک۔

[2] چنانچہ امداد الاحکام میں ہے کہ:

خطبہ سے پہلے وعظ کہنا جائز ہے (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) حاصل یہ ہے کہ خطبہ سے پہلے وعظ کہنا فی نفسہٖ ممنوع نہیں (امداد الاحکام جلد اول صفحہ ۷۷۲)

اور فتاویٰ دارُالعلوم میں ہے کہ:

خطبہ سے پہلے اور اذان بین یدی الخطیب سے بھی پہلے وعظ کہا جاوے، اس میں کچھ حرج نہیں (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل جلد ۵ صفحہ ۶۷)

اور کفایتُ المفتی میں ہے کہ:

خطیب منبر پر جا کر پہلے اُردو میں وعظ ونصیحت جو کچھ کرنا ہو، کردے؛ پھر خطبہ کی اذان کہلوائے اور دونوں خطبے خالص عربی میں نہایت مختصر طور پر پڑھ دے کہ دونوں خطبوں میں پانچ منٹ صرف ہوں (کفایت المفتی مع عنوانات جلد ۳ ص ۲۶۴)

خطبۂ جمعہ سے قبل وعظ کہنا جائز ہے، اس میں کوئی وجہ ممانعت کی نہیں ہے (ایضاً)

بہتر صورت یہی ہے کہ خطبہ کی اذان سے پہلے مقامی زبان میں لوگوں کو وقتی ضروریات اور ضروری مسائل سے آگاہ کر دیا جائے، لیکن تطویل نہ کی جائے (ایضاً صفحہ ۲۶۵)

خطبۂ جمعہ کی اذان سے پہلے مقامی زبان میں وعظ ونصیحت کرنا جائز ہے (ایضاً)

خطیب اذانِ خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں پندرہ بیس منٹ پہلے کچھ ضروری باتیں بیان کر دے، اس کے بعد اذان کہلوائے اور بقدرِ ادائیگیِ فرض مختصر طور پر عربی میں خطبہ پڑھ لے (ایضاً صفحہ ۲۶۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ عام طور پر خطبہ سے پہلے وعظ کہنے میں مسلمانوں کا زیادہ فائدہ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اذانِ اول ہوجانے اور سنتیں ادا کرنے کے لیے وقت چھوڑ کر اذانِ خطبہ سے قبل اگر کچھ ضروری باتیں مسلمانوں کو مقامی زبان میں سُنادی جائیں، تو مضائقہ نہیں (ایضاً صفحہ ۲۷۱)

میں اس کے متعلق کئی مرتبہ یہ لکھ چکا ہوں کہ اگر خطیب مقامی زبان میں اذانِ خطبہ سے پہلے لوگوں کو وقتی ضروریاتِ اسلامیہ سُنادیا کرے، پھر اذانِ خطبہ کہلوا کر عربی زبان میں خطبہ بقدر ادائیگیِ فرض پڑھ دیا کرے تو مضائقہ نہیں تاکہ ضرورتِ تذکیر بھی پوری ہوجائے اور خطبہ کی ہیئتِ مسنونہ متوارثہ بھی پوری طرح محفوظ رہے (ایضاً صفحہ ۲۷۷)

اور فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

اذانِ ثانی (یعنی خطبے کی اذان) سے پہلے ضروری مسائل اور دینی احکام مختصراً بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جائز ہے بلکہ مستحب ہے، صحابۂ کرام کے عمل سے ثابت ہے، بدعت نہیں ہے (فتاویٰ رحیمیہ مبوب جلد ۵ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

جمعہ کے روز اذانِ ثانی سے پہلے ضروری احکام یا خطبے کا ترجمہ مختصر طور پر بیان کردینے میں مضائقہ نہیں ہے، بلکہ مستحسن ہے (ایضاً صفحہ ۱۴۹)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

اذانِ اول ہوتے ہی دین کے ضروری مسائل واحکام کو بیان کرنا شروع کردیا جائے، اور سامعین آ آ کر بیٹھتے اور سُنتے رہیں، اذان سے آٹھ دس منٹ پہلے بیان ختم کردیا جائے، اس وقت سب لوگ سنتیں اطمینان سے ادا کرلیا کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ دین کی تبلیغ بھی ہوجایا کرے گی اور سنتوں میں بھی خَلَل نہیں ہوگا، ممکن ہے کہ کچھ اہلِ علم حضرات ایسے ہوں، جن کو دینی احکام ومسائل سُننے کی ضرورت نہ ہو، بلکہ ان کو پہلے سے معلوم ومحفوظ ہوں اور ان کو تقریر ووعظ سے گرانی ہوتی ہو، لیکن مسلمانوں کی اکثریت ایسی نہیں، بلکہ وہ محتاج ہیں، کہ ان کو احکام ومسائل بتائے جائیں، ان کو اس سے نفع بھی ہوتا ہے، عموماً اپنے دنیاوی مشاغل میں مسلمان اس قدر پھنسے ہوئے ہیں کہ ان کو دینی علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا، جمعہ میں ان کو موقع مل جائے تو ان کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اس میں کھنڈت (وخلل) نہ ڈالیں (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد ۸ صفحہ ۲۵۰ و ۲۵۱)

جمعہ کی اذان کے بعد جب مقتدی (یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ اس وقت وعظ کرتے تھے اور مقتدی تھے) کو وعظ کہنا، حدیثیں سنانا شرعاً درست اور دورِ صحابہ سے ثابت ہے، تو امام کے لیے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد ۸ صفحہ ۲۵۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بار بار درخواست کرنے پر جمعہ کی نماز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ دونوں اذانوں کے درمیان مقامی زبان کا وعظ مختصر ہونا چاہیے، آج کل بہت سے خطیب لمبی چوڑی تقریر کر کے دونوں اذانوں میں بہت زیادہ فصل کر دیتے ہیں، اوراس کی وجہ سے جمعہ دیر سے کھڑا ہوتا ہے، اس طریقہ سے بچنا چاہیے۔ [1]

اس کے علاوہ آج کل بہت سے علماء اپنے اس وعظ میں غیر متعلقہ خصوصاً غیر مہذب اور سیاسی باتیں چھیڑ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وعظ وتذکیر کا مقصد ہی حاصل نہیں ہو پاتا، اور عمل کا جذبہ رکھنے والے مسلمانوں کو عموماً اس سے دلچسپی نہیں ہوتی، بلکہ اس طرزِ عمل کی وجہ سے بہت بڑا طبقہ علماء سے متنفر ہو رہا ہے، اس کے علاوہ بھی کئی مفاسد پائے جا رہے ہیں، اس لئے یہ طریقہ قابلِ اصلاح ہے، وعظ قرآن وسنت پر مشتمل اصلاحی انداز کا ہونا چاہیے، جس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ سے پہلے وعظ کی اجازت دیدی تھی، اور وہ وعظ فرمایا کرتے تھے، اور خروجِ خطیب پر وعظ ختم کر دیا کرتے تھے، اگر بعد نمازِ جمعہ مجمع ٹھہر جایا کرے تو اس وقت وعظ کہہ دیا جائے ورنہ جمعہ سے قبل وعظ کہہ دیا جائے، اور سامعین آ کر شریکِ وعظ ہوتے رہیں، اور خطبہ سے دس منٹ قبل وعظ ختم کر دیا جائے اور سب سنتیں پڑھ لیا کریں، اس صورت میں سنتوں میں بھی خلل نہیں آئے گا اور وعظ بھی ہو جایا کرے گا، یا سنتیں مکان پر پڑھ کر آئیں تو زیادہ بہتر ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد۸صفحہ۲۵۵)

اور نظام الفتاویٰ میں ہے کہ:

ہر خطبۂ جمعہ شروع ہونے کے متعینہ وقت سے قبل اذانِ اول کے بعد کوئی صاحب (امام یا غیر امام) خطبہ کا مضمون اور ضروری وعظ بیان کر دے، اور خطبہ کے متعینہ وقت سے دس آٹھ منٹ قبل اپنا بیان قطعاً بند کر دے، تاکہ لوگ اطمینان سے سنتِ مؤکدہ وقت کی پڑھ لیں اور خطبہ ونماز وقت سے ادا ہو اور گڑبڑی نہ ہو (نظام الفتاویٰ جلد۱صفحہ۷۸)

اور فتاویٰ عثمانی میں ہے کہ:

خطبہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد دونوں وقت وعظ کہنا جائز ہے، جس صورت میں مسلمانوں کا زیادہ فائدہ اور سہولت ہو، اسے اختیار کیا جا سکتا ہے، اور خطبہ سے پہلے وعظ کہنے کو بدعت قرار دینا غلط ہے (فتاویٰ عثمانی جلد۱صفحہ۵۵۹)

[1] چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

''آج کل نمازِ جمعہ سے قبل تقریر کا دستور ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے اذانِ اول اور خطبہ کے درمیان بہت وقفہ رکھا جاتا ہے، اس کی وجہ سے جو لوگ اذانِ اول سن کر فوراً جمعہ کی تیاری میں مشغول نہیں ہوتے ان کے اس گناہ کا سبب مسجد کی منتظمہ ہے، اس لئے منتظمہ بھی سخت گناہ گار ہوگی، منتظمہ پر لازم ہے کہ اذانِ اول وخطبہ کے درمیان زیادہ فصل نہ رکھیں'' (احسن الفتاویٰ جلد۴صفحہ۱۲۴، باب الجمعۃ والعیدین)

سے لوگوں کو آخرت کی رغبت ہو، اور شرعی احکام کا علم ہو۔ [1]

لہٰذا آج کل رسمی خطیبوں، مقرروں کا قرآن وسنت کے مطابق لوگوں کے اعمال کی اصلاح اور ترغیب وترہیب اور وعظ وتذکیر کے مضامین کو نظر انداز کر کے دنیاوی اور مروّجہ سیاسی وتفرقہ بازی وغیرہ والے موضوعات کو اپنے وعظ وتقریر کا مرکز ومحوَر بنانا درست نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... بعض مساجد میں جمعہ کی اذان زوال کے بعد تاخیر سے دی جاتی ہے اور اسی

---

[1] علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

كانت خطبته صلى الله عليه وسلم، إنما هي تقرير لأصول الإيمان من الإيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله ولقائه، وذكر الجنة والنار، وما أعد الله لأوليائه وأهل طاعته، وما أعد لأعدائه وأهل معصيته، فيملأ القلوب من خطبته إيمانا وتوحيدا، ومعرفة بالله وأيامه، لا كخطب غيره التي إنما تفيد أمورا مشتركة بين الخلائق، وهي النوح على الحياة، والتخويف بالموت، فإن هذا أمر لا يحصل في القلب إيمانا بالله، ولا توحيدا له، ولا معرفة خاصة به، ولا تذكيرا بأيامه، ولا بعثا للنفوس على محبته والشوق إلى لقائه، فيخرج السامعون ولم يستفيدوا فائدة غير أنهم يموتون، وتقسم أموالهم، ويبلى التراب أجسامهم، فيا ليت شعري أي إيمان حصل بهذا؟ !وأي توحيد ومعرفة وعلم نافع حصل به؟(زاد المعاد ،الجزء الاول صفحه ۴۰۹، فصل في مبدأ الجمعة. مطبوعة: بيروت لبنان)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ ایمان کے اُصولوں کی تقریر پر مشتمل ہوتا تھا، جس میں اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور اس سے ملاقات پر ایمان کا ذکر ہوتا تھا، اور جنت اور جہنم کا ذکر ہوتا تھا، اور ان نعمتوں کا ذکر ہوتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اور نیک بندوں کے لیے تیار کی ہیں، اور اُن عذابوں کا ذکر ہوتا تھا جو اپنے اعداء اور نافرمانوں کے لیے تیار کیے ہیں، پس رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ سے دلوں میں ایمان اور توحید اور اللہ تعالیٰ اور اس کے ایام کی معرفت بھر جاتی تھی۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اس طرح کا نہیں ہوتا تھا، جس طرح کا دوسرے عام لوگوں کا ہوتا ہے کہ جس سے مخلوقات کے درمیان مشترک اُمور کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور وہ دنیا کی زندگی پر مرنا اور موت سے خوف کھانا ہے، کیونکہ یہ ایسی چیز ہے کہ جو دل میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی توحید اور اس کی خاص معرفت اور اللہ تعالیٰ کے ایام کی یاد پیدا نہیں کرتی، اور نہ ہی نفسوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے ملاقات کے شوق پر اُبھارتی، پس سُننے والے نکل جاتے ہیں اور اُن کو کوئی معقول فائدہ نہیں ہوتا، سِوائے اس کے کہ وہ دنیا سے رُخصت ہوجاتے ہیں اور اُن کے اموال تقسیم ہوجاتے ہیں اور مٹی اُن کے جسموں کو بوسیدہ کر دیتی ہے۔

پس افسوس! اس سے کیا ایمان حاصل ہوگا اور کیا توحید اور معرفت حاصل ہوگی اور اس سے کون سا نفع بخش علم حاصل ہوگا؟ (زادالمعاد)

اعتبار سے پھر جمعہ کی نماز بھی تاخیر سے ادا کی جاتی ہے۔

یہ طریقہ سنت کے مطابق نہیں ہے، احادیث میں جمعہ کی نماز جلدی ادا کرنے کا ذکر آیا ہے، اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا معمول بھی جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی ادا کرنے کا تھا۔

لہٰذا جمعہ کی نماز کو تاخیر سے ادا کرنا خصوصاً اس کی عادت بنالینا سنت کے مطابق نہیں، اور اس طریقہ سے بچنے کی ضرورت ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... بعض مساجد میں جمعہ کی پہلی اذان تو زوال کے بعد جلدی دے دی جاتی ہے، لیکن نمازِ جمعہ بہت تاخیر سے ادا کی جاتی ہے، اور اس طرح دونوں اذانوں کے درمیان غیر معمولی فاصلہ ہوجاتا ہے۔

یہ طریقہ بھی سنت سے میل نہیں کھاتا، اور اس میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اکثر حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی پہلی اذان کے بعد جمعہ کی سعی کے علاوہ دوسرے تمام کام منع ہوجاتے ہیں، اور نمازِ جمعہ تاخیر سے ادا کرنے کے باعث لوگ گناہ گار ہوتے ہیں، اور اتنی جلدی مسجد میں آکر بیٹھ جانے کی لوگوں کو عادت نہیں؛ اس لئے بلاوجہ لوگوں کو گناہ گار کرنے کا باعث بننا لازم آتا ہے۔

لہٰذا اولاً تو جمعہ کی نماز جلدی پڑھنے کے سنت والے طریقہ کو اختیار کرنا چاہیے، اور اگر کسی معقول ضرورت ومجبوری کی وجہ سے جمعہ کی نماز تاخیر سے ہی ادا کرنی ہو، تو اتنی دیر پہلے جمعہ کی پہلی اذان دِلوا کر چھوڑ دینے سے تو کم از کم بچنا ہی چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... بعض مساجد میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ زوال کے فوراً بعد جمعہ کی پہلی اذان دے کر اور درمیان میں صرف سنتوں کا وقت دے کر فوراً ہی جمعہ کی نماز پڑھ لی جاتی ہے۔

اس طریقہ میں ایک تو یہ خرابی ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں جو پہلی اذان کا

اضافہ کیا گیا تھا، اس کا مقصود لوگوں کو جمعہ کی طرف متوجہ کرنا اور جمعہ کی سعی کرانا تھا۔

اور جب پہلی اور دوسری اذان میں اتنا کم فاصلہ رکھا جائے گا تو اس سے یہ مقصود پوری طرح حاصل نہیں ہو سکے گا، کیونکہ جب پہلی اذان سے انہیں جمعہ کی طرف متوجہ کیا جائے گا تو تیاری اور مسجد پہنچتے پہنچتے ہی یہ مختصر وقت ختم ہو جائے گا اور ان لوگوں کو خطبہ سے پہلے سنتیں ادا کرنے کا وقت نہیں مل سکے گا، بلکہ عین ممکن ہے کہ خطبہ کے کچھ حصہ یا شروع خطبہ کے وقت حاضری سے محروم رہیں، اس لیے پہلی اور دوسری اذان میں اتنا کم فاصلہ رکھنے کا مذکورہ طریقہ زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... بعض جگہ یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ زوال کے بعد مقامی زبان میں وعظ کیا جاتا ہے، اور وعظ سے فراغت کے بعد جمعہ کی پہلی اذان دی جاتی ہے، اور اس کے بعد سنتوں کا وقت فراہم کیا جاتا ہے اور سنتوں کے بعد خطبہ کی اذان دی جاتی ہے اور پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

اور اس طریقہ کو اختیا کرنے کی یہ وجہ بتلائی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ پہلی اذان کے بعد ترکِ سعی کے گناہ گار نہیں ہوتے، مگر یہ طریقہ کہ پہلی اذان تقریر کے فوراً بعد ہو اور اس کے بعد صرف اتنا وقت ہو کہ جو لوگ ابھی مسجد میں نہیں آئے وہ مسجد میں آ کر سنتیں پڑھ سکیں اور اس کے بعد دوسری اذان اور خطبہ و نماز ہو، یہ طریقہ اوّلاً تو معروف، مشہور اور رائج نہیں اور اس پر ہر جگہ اور ہر مسجد کے لوگوں کو جمع کیا جانا مشکل ہے۔

دوسرے پہلی اذان سے قبل لوگوں کا مسجد میں آنا ہی دنیا کی حرص اور دنیا میں انہماک کے زمانہ میں دشوار کام ہے۔

تیسرے دونوں اذانوں کے درمیان اتنا کم وقفہ سلف کے معمول کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے۔

جب لوگوں کا اجتماع اذان کے بعد ہی ہوتا ہو، تو پھر اجتماع سے پہلے تقریر و وعظ کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

اور اذان سے پہلے اجتماع کا معمول جب خیرُ القرون کے زمانہ میں کم ہو گیا تھا اور اس وجہ

سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان کا اجراء فرمایا تو اب اس کے لئے لوگوں کو تیار کرنا اور زیادہ مشکل ہوگا۔ اور پہلی اذان سے کیونکہ جمعہ کی دعوت مقصود ہے، اس طریقہ میں اُس کی بھی مخالفت ہے؛ جمعہ کے لئے اصل داعی اذان ہی ہے۔

اوراس طریقہ میں اصل داعی وعظ وتقریر ہوگی لوگ اس کے لئے جمع ہوں گے پھراس صورت میں تقریر ووعظ پہلی اذان کے ساتھ متصل ہوگا، اس میں اذان کا اپنے اصل وقت سے موخر کرنا ہے، کیونکہ اس کا اصل وقت زوال کے متصل بعد ہے۔

اس لیے پہلی اذان کو اپنے وقت پر یعنی زوال کے فوراً بعد ہی کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ مناسب اور بہتر طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان زوال ہوتے ہی کہہ دی جایا کرے اور دوسری اذان اتنی دیر بعد دی جایا کرے کہ جولوگ تیاری کر کے جمعہ کی نماز میں شریک ہونا چاہیں، وہ ہو جایا کریں، اور دونوں اذانوں کے درمیان مختصر اصلاحی وعظ ونصیحت کی جایا کرے۔

اس کے لیے ہمارے تجربہ میں آدھ گھنٹہ کے لگ بھگ کا وقفہ کافی ہے، وعظ کے بعد سنتیں ادا کر کے دوسری اذان اور خطبہ ہو جایا کرے۔

آج کل پہلی اذان کے بعد لمبی چوڑی تقریروں اور بے ضرورت مضامین بیان کرنے کا جورواج ہوگیا ہے، اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرنے اور دلانے کی ضرورت ہے نہ یہ کہ اصل وعظ وتقریر ہی کو بند کر دیا جائے، یا نیا طریقہ جاری کیا جائے۔

البتہ اگر کسی جگہ طویل وعظ کی ضرورت ہو، اور کوئی دوسری خرابی بھی لازم نہ آتی ہو تو اس کی یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ زوال سے پہلے وعظ شروع کر دیا جائے اور زوال ہونے پر درمیان میں جمعہ کی پہلی اذان دی جائے اور اذان کے بعد باقی وعظ کہا جائے، اور وعظ کے بعد حسبِ معمول سنتیں اور دوسری اذان وخطبہ ہو۔

وَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(۴)

خطبہ کو نمازِ جمعہ سے لمبا کرنے کی کراہت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا، وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا (مسلم) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھا کرتا تھا، تو آپ کی نماز درمیانی ہوا کرتی تھی، اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوا کرتا تھا (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ دونوں چیزیں نہ تو طویل ہوا کرتی تھیں، اور نہ بہت زیادہ مختصر ہوا کرتی تھیں، بلکہ درمیانہ مقدار کی ہوا کرتی تھیں۔ [2]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ وَيَقْرَأُ آيَاتٍ وَيَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَتْ خُطْبَتُهُ قَصْدًا وَصَلَاتُهُ قَصْدًا (سنن النسائی) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، پھر بیٹھ جاتے تھے، پھر (تھوڑی ہی دیر بعد) کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور چند آیات پڑھا

---

[1] رقم الحديث ٨٦٦ "٤١" كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة.

[2] كانت خطبته قصدا أى لا طويلة ولا قصيرة (فتح البارى لابن حجر، ج ١١ ص ٢٩٨، قوله باب القصد)

[3] رقم الحديث ١٤١٨، كتاب الجمعة، باب القراءة فى الخطبة الثانية والذكر، ؛ سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١١٠٦ ؛ مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٩٤٩.

قال شعيب الارنؤوط: اسناده حسن (حاشية ابن ماجه)

وقال ايضاً: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل سماك (حاشية مسند احمد)

کرتے تھے اور اللہ عزّ وجلّ کا ذکر کیا کرتے تھے، اور آپ کا خطبہ اور آپ کی نماز دونوں درمیانی مقدار کے (یعنی نہ زیادہ لمبے اور نہ بہت مختصر) ہوتے تھے (نسائی، ابنِ ماجہ، مسند احمد)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُطِيْلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِنَّمَا هِيَ كَلِمَاتٌ يَسِيْرَاتٌ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کو لمبا نہیں فرماتے تھے، وہ تو صرف چند مختصر کلمات ہوتے تھے (ابوداؤد)

اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَقَصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهٖ فَأَطِيْلُوْا الصَّلَاةَ وَاقْصُرُوْا الْخُطْبَةَ وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا (مسلم) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کا (جمعہ کی) نماز کو لمبا اور اس کے خطبے کو مختصر کرنا اس کے فقیہ (یعنی دین کی صحیح سمجھ اور فہم والا) ہونے کی نشانی ہے، لہٰذا تم نماز کو لمبا اور خطبہ کو مختصر رکھا کرو، اور بے شک بعض بیان جادو (کی طرح اثر انداز ہوتے) ہیں (مسلم)

خطبہ کو نماز کے مقابلہ میں مختصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز اصل مقصود ہے، اور خطبہ اُس کے

---

[1] رقم الحديث ١١٠٧، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب إقصار الخطب.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل سماك بن حرب شيبان أبو معاوية: هو ابن عبد الرحمن النحوى، والوليد: هو ابن مسلم الدمشقي، وقد صرح بالإخبار من شيبان، وتوبع على بقية الإسناد فيما سلف برقم(١١٠١)

وأخرجه الطبراني فى "الكبير(٢٠١٥)" والحاكم ٢٨٩/١، والبيهقى ٢٠٧/٣ من طريق الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد. وانظر ما سلف برقم(١١٠١)

[2] رقم الحديث ٨٦٩ "٤٧" كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة.

تابع ہے، جو نماز ہی کے لیے رکھا گیا ہے، اور تابع کو اصل کے ماتحت رکھنا چاہیے؛ بعض بیان جادو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعض باتیں سُننے والوں کے دل ودماغ پر جادو کی طرح اَثر انداز ہوجایا کرتی ہیں، اگرچہ وہ حق نہ ہوں۔ [1]

حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ:

خَطَبَنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ فَأَبلغَ وَأَوْجزَ فَقُلْنَا: يَاأَبَا الْيَقْظَان، لَقَدْ أَبْلَغْتَ وَأَوْجَزْتَ، فَقَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ: إِنَّ طُوْلَ الصَّلَاةِ، وَقَصْرَ الْخُطْبَةِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ، فَأَطِيْلُوا الصَّلَاةَ، وَأَقْصُرُوا الْخُطْبَةَ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: ہمیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جو کہ بہت ہی بلیغ (مؤثر) اور مختصر تھا (جب وہ خطبے سے فارغ ہوگئے) تو ہم نے کہا کہ اے ابوالیقظان! (بیدار کرنے والے کے والد) آپ نے بہت ہی بلیغ (یعنی مؤثر) مگر مختصر خطبہ دیا (اگر آپ تھوڑا تفصیلی خطبہ دیتے تو اچھا تھا) حضرت عمار رضی اللہ

---

[1] (من فقهه)اى علامة يتحقق فيها فقهه وحقيقتها مكان قول القائل انه فقيه(فأطيلوا)أيها الأمة (الصلاة)أى صلاة الجمعة(وأقصروا الخطبة)ندبا لان الصلاة اصل مقصود بالذات والخطبة فرع عليها وتوطئة ومقدمة لها ومن القضايا الفقهية ايثار الاصل على الفرع بالزيادة والفضل (وان من البيان لسحرا)اى منه مايصرف قلوب السامعين الى قبول مايستمعون وان كان غيرحق هذا ذم لتزيين الكلام وتعبيره بعبارة يتحير فيها السامعون كما يتحيرون بالسحر وكما يكتسب الاثم بالسحر يكتسب بعض البيان والمراد بطول صلاة الجمعة انها اطول من خطبتها والا فهى قصيرة كخطبتها لخبرمسلم كانت صلاته قصداوخطبته قصدا اى بين الطول الظاهر والتخفيف الماحق وقصد كل شيئ تحسينه وقصر الخطبة مندوب واوجبه الظاهرية(فيض القدير للمناوى ج۲ص ۵۸۰،تحت حديث رقم ۲۲۸۴)

[2] رقم الحديث ۵۶۸۳،ج۳ص ۴۴۴، كتاب معرفه الصحابة رضى الله عنهم، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۷۹۱.

قال الحاكم: صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه بهذه السياقة.

وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط البخارى ومسلم.

وقال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابنِ حبان)

عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا کہ بے شک نماز کولمبا اور خطبہ کو مختصر کرنا آدمی کے فقیہ (یعنی دین کی سمجھ بوجھ والا) ہونے کی نشانی ہے، تو تم نماز کولمبا اور خطبے کو مختصر کیا کرو (حاکم، ابنِ حبان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ قَصْرَ الْخُطْبَةِ وَطُوْلَ الصَّلَاةِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ فَأَطِيْلُوا الصَّلَاةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا وَإِنَّهُ سَيَأْتِي بَعْدَكُمْ قَوْمٌ يُطِيْلُوْنَ الْخُطَبَ وَيَقْصُرُوْنَ الصَّلَاةَ

(مسند البزار، رقم الحديث ١٩٠٨) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جمعہ کے) خطبے کو مختصر کرنا اور نماز کولمبا کرنا آدمی کے فقیہ (یعنی دین کی صحیح سمجھ اور فہم والا) ہونے کی نشانی ہے، لہٰذا تم نماز کو لمبا اور خطبہ کو مختصر کرو، اور بے شک بعض بیان جادو (کی طرح اثر انداز ہوتے) ہیں، اور عنقریب تمہارے بعد کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو خطبوں کو لمبا کریں گے اور نماز کو مختصر کریں گے (جو کہ دین کی صحیح فہم وسمجھ رکھنے والے لوگ نہیں ہوں گے) (بزار)

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ لِإِنْسَانٍ إِنَّكَ فِيْ زَمَانٍ كَثِيْرٌ فُقَهَاؤُهُ قَلِيْلٌ قُرَّاؤُهُ تُحْفَظُ فِيْهِ حُدُوْدُ الْقُرْآنِ وَتُضَيَّعُ حُرُوْفُهُ قَلِيْلٌ مَّنْ يَّسْأَلُ كَثِيْرٌ مَّنْ يُّعْطِيْ يُطِيْلُوْنَ فِيْهِ الصَّلَاةَ وَيَقْصُرُوْنَ الْخُطْبَةَ يُبْدُوْنَ أَعْمَالَهُمْ قَبْلَ أَهْوَائِهِمْ وَسَيَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ قَلِيْلٌ فُقَهَاؤُهُ كَثِيْرٌ

---

[1] قال الهيثمي: رواه البزار، وروى الطبراني بعضه موقوفا في الكبير ورجال الموقوف ثقات، وفي رجال البزار قيس بن الربيع وثقه شعبة والثوري وضعفه الناس (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣١٥٨، باب قصر الخطبة)

قُرَّاؤُهُ يُحْفَظُ فِيهِ حُرُوفُ الْقُرْآنِ وَتُضَيَّعُ حُدُودُهُ كَثِيرٌ مَنْ يَّسْأَلُ قَلِيلٌ مَنْ يُّعْطِي يُطِيلُونَ فِيهِ الْخُطْبَةَ وَيَقْصُرُونَ الصَّلَاةَ يُبْدُونَ فِيهِ أَهْوَاءَ هُمْ قَبْلَ أَعْمَالِهِمْ (موطأ امام مالک) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک انسان کو فرمایا کہ تو (اس وقت) ایسے زمانے میں ہے کہ جس میں فقہاء کی تعداد بہت ہے، اور (قرآن مجید کے) قُرَّاء کی تعداد کم ہے، اس زمانے میں قرآن مجید کی حدود (اور احکام) کی حفاظت کی جاتی ہے، اور اس کے حروف کو ضائع کیا جاتا ہے (یعنی پورے اصولوں کے ساتھ قرأت کرنے والے کم ہیں) سوال کرنے والے تھوڑے ہیں اور دینے والے زیادہ ہیں، اس زمانے میں وہ نماز کو لمبا اور خطبے کو مختصر کرتے ہیں، اپنے اعمال کو اپنی خواہشات سے پہلے ظاہر کرتے ہیں۔

اور عنقریب لوگوں پر (اس کے بالکل برعکس) ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے، جس میں فقہاء کی تعداد کم ہوگی اور (قرآن مجید کے) قُرَّاء کی تعداد زیادہ ہوگی، اُس زمانے میں قرآن مجید کے حروفوں کی حفاظت کی جائے گی اور اُس کی حدود (یعنی احکام) کو ضائع کیا جائے گا، سوال کرنے والے زیادہ ہوں گے اور دینے والے کم ہوں گے، اور خطبے کو لمبا اور نماز کو مختصر کریں گے، اُس زمانے میں اپنے اعمال کو سامنے کرنے سے پہلے اپنی خواہشات کو ظاہر کریں گے (مؤطا امام ملک، بیہقی)

اور حضرت ابوالاحوص، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت کرتے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا کہ:

إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ قَلِيلٌ خُطَبَاؤُهُ، كَثِيرٌ عُلَمَاؤُهُ يُطِيلُونَ الصَّلَاةَ وَيُقْصِرُونَ الْخُطْبَةَ وَ إِنَّهُ سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ كَثِيرٌ خُطَبَآؤُهُ قَلِيلٌ

---

[1] رقم الحديث ٣٧٩، كتاب السهو، باب جامع الصلاة؛ شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٤٧٩١.

عُلَمَآؤُهُ يُطِيْلُوْنَ الْخُطْبَةَ وَيُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ حَتّٰى يُقَالَ: هٰذَا شَرَقُ الْمَوْتٰى، قَالَ: قُلْتُ لَهُ، وَمَا شَرَقُ الْمَوْتٰى؟ قَالَ إِذَا صَفِرَتِ الشَّمْسُ جِدًّا الخ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: تم (اس وقت) ایسے زمانے میں ہو کہ جس میں خطباء کی تعداد کم ہے، اور علماء کی تعداد زیادہ ہے؛ یہ علماء حضرات نماز کو لمبا اور خطبے کو مختصر کرتے ہیں، اور عنقریب تمہارے اوپر ایک زمانہ ایسا آئے گا، جس میں خطباء کی تعداد بہت زیادہ اور علماء کی تعداد کم ہوگی، یہ خطباء خطبے کو لمبا کریں گے اور نماز کو مؤخر کریں گے، یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ یہ تو **شَرَق الموتیٰ** ہے (بالکل آخری وقت ہے، جس طرح قریب الموت پر آخری لمحات آتے ہیں) راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ **شَرَق الموتیٰ** کا مطلب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب سورج بہت زیادہ ماند پڑ جائے (یعنی جمعہ کی نماز میں اتنی تاخیر ہوگی کہ دوپہر کے سورج کی شدت کم ہو کر ڈھلنا شروع ہو جائے گی) (عبدالرزاق، طبرانی)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں خطبہ کو جمعہ کی نماز سے لمبا کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، اور نماز سے مکمل نماز مراد ہے، جس میں کہ خود تطویل نہ ہو، کیونکہ نماز کا غیر معمولی لمبا کرنا بھی مکروہ ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٣٧٨٧، كتاب الصلاة، باب الأمراء يؤخرون الصلاة، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٩٣٨٣.

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، رقم الحديث ٣١٦٠، باب فيمن ترك الجمعة)

[2] (إن طول صلاة الرجل) أي بالنسبة للخطبة فلا يشكل بحديث إذا صلى أحدكم بالناس فليخفف الحديث (وقصر خطبته مئنة من فقهه) وإنما كان كذلك لأن الفقيه يعلم أن الصلاة مقصودة بالذات والخطبة توطئة لها، فيصرف العناية إلى ما هو الأهم، وأيضا فإن الصلاة عبودية العبد والإطالة فيها مبالغة في العبودية، والخطبة المراد منها التذكير، وما قل وقر خير مما كثر وفر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض فقہائے کرام نے خطبہ کے لمبا اور مکروہ ہونے کی حد یہ بیان کی ہے کہ قرآن مجید میں جو سورتیں طوالِ مفصل کہلاتی ہیں (یعنی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک) خطبہ، ان میں سے کسی سورت سے زیادہ لمبا نہ ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(فأطيلوا الصلاة) أي بالنسبة للخطبة، لا بحيث أنه يشق حتى يوقع في النهي (وأقصروا الخطبة رواه مسلم) وقال السيوطي في الجامع الصغير بعد أن ذكره كذلك وزاد في آخره وإن من البيان لسحرا رواه أحمد ومسلم عن عمار (مئنة بميم مفتوحة ثم همزة) الأولى فهمزة (مكسورة ثم نون مشددة :أي علامة دالة على فقهه) وتقدم وجهه (دليل الفالحين، ج٥، ص ١٧٠، كتاب الادب، باب الوعظ)

يسن للإمام أن يخفف في القراء ة والأذكار مع فعل الأبعاض والهيئات، ويأتي بأدنى الكمال، لما روى عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :إذا صلى أحدكم بالناس فليخفف، فإن فيهم السقيم والضعيف والكبير ، ولحديث معاذ أنه كان يطول بهم القراء ة .فقال عليه الصلاة والسلام : أفتان أنت يا معاذ، صل بالقوم صلاة أضعفهم ، لكنه إن صلى بقوم يعلم أنهم يؤثرون التطويل لم يكره، لأن المنع لأجلهم، وقد رضوا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص ٢١٣، مادة" امامة الصلاة")

[1] ويكون قدر الخطبة قدر سورة من طوال المفصل (بدائع الصنائع، ج ١ ص ٢٦٣، فصل صلاة الجمعة، حكم الخطبة)

ومقدارهما مقدار سورة من طوال المفصل (الجوهرة النيرة، ج ١ ص ٨٩، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

تخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال المفصل ويكره التطويل (البحر الرائق، ج ٢ ص ١٥٩ ، باب صلاة الجمعة)

امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

> حدیث میں جو قصرِ خطبہ وطولِ صلاۃ وارد ہے کما رواہ مسلم عن عمار، اس میں صلاۃ سے مراد پوری نماز ہے، نہ کہ صرف قرائت (امدادالفتاویٰ ج ۱ ص ۴۸۰)

امدادالاحکام میں ہے کہ:

> خطبہ میں تطویل مکروہ ہے، پس اگر گاہے ایسا ہوجائے تو مضائقہ نہیں، مگر اس کا عادی ہونا مکروہ ہے (امدادُ الاحکام جلد ۱ صفحہ ۸۰۴)

امدادُالمفتین میں ہے کہ:

> خطبۂ جمعہ کو طویل پڑھنا مکروہ ہے، اور حد یہ ہے کہ طِوالِ مفصّل کی ایک سورت کے برابر ہو؛ اس سے زیادہ ہوگا تو وہ طویل اور مکروہ سمجھا جائے گا کیونکہ یہ خلافِ سنت ہے (امدادُالمفتین، کتاب الصلاۃ، فصل فی الجمعۃ صفحہ ۳۸۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بظاہر یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ جمعہ کی نماز کو سنت کے مطابق ادا کیا جائے، ورنہ اگر نماز مختصر ادا کی جائے، تو پھر نماز اور خطبہ میں خرچ ہونے والے وقت کا اعتبار ہوگا، اور نماز کے مقابلہ میں خطبہ کا لمبا ہونا مکروہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ خطبہ کو لمبا اور طویل کرنا دین کی صحیح سمجھ وفہم نہ ہونے کی علامت اور مکروہ ہے، اور اس کے مقابلہ میں خطبہ کا مختصر ہونا دین کی صحیح سمجھ وفہم ہونے کی علامت اور سنت ومستحب ہے۔ [1]

اسی کے مطابق حتی الامکان عمل کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور بلا سخت عذر اس کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے، جیسا کہ آج کل بعض خطباء وائمہ کی حالت ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

درسِ ترمذی میں ہے کہ:

حد اس کی یہ ہے کہ طِوالِ مفصَّل کی سورتوں میں سے کسی سورت کے برابر ہو، اس سے زیادہ طویل پڑھنا مکروہ ہے (درسِ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۸۰)

[1] يستحب تقصير خطبة الجمعة، وهذا محل اتفاق بين الفقهاء ، لما روى من أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن طول صلاة الرجل وقصر خطبته مئنة فى فقهه، فأطيلوا الصلاة وأقصروا الخطبة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٣ ،ص ١٥٢ ،مادة "تقصير")

تقصير الخطبتين، وكون الثانية أقصر من الأولى :سنة عند الجمهور، مندوب عند المالكية (الفِقهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ للزحيلى، ج ٢، ص ١٣١٤ ، المطلب السادس ـ سنن الخطبة ومكروهاتها، المبحث الثانى، صلاة الجمعة، الفصل العاشر)

(۵)

بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃُ المسجد کا شرعی حکم

کئی احادیث میں امام کے خطبہ دیتے وقت نماز پڑھنے سے رکنے کا ذکر آیا ہے، البتہ بعض احادیث میں امام کے خطبہ دیتے وقت آنے اور داخل ہونے والے شخص کو ہلکی پھلکی دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔

آج کل بعض لوگ اس مسئلہ میں ایک دوسرے کے ساتھ بحث مباحثہ اور مناظرہ ومباحثہ کا بازار گرم رکھتے ہیں، اور ایک دوسرے پر فتویٰ بازی کا ارتکاب کرتے ہیں، اور اس میں ایک دوسرے کے خلاف اپنے موقف پر بہت سختی، تشدُّد اور غلو سے کام لیتے ہیں، اس لئے اس مسئلہ میں اعتدال والا پہلو اور اس مسئلہ کی علمی تحقیق ذکر کی جاتی ہے۔

پہلے اس سلسلے میں وارد ہونے والی چند احادیث وروایات کا ذکر کیا جاتا ہے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ فقہائے کرام کے اقوال کا ذکر کیا جائے گا۔

(۱)......حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُؤْذِيْ أَحَدًا، فَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْإِمَامَ خَرَجَ، صَلّٰى مَا بَدَا لَهٗ، وَإِنْ وَجَدَ الْإِمَامَ قَدْ خَرَجَ، جَلَسَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، حَتّٰى يَقْضِيَ الْإِمَامُ جُمُعَتَهٗ وَكَلَامَهٗ، إِنْ لَّمْ يُغْفَرْ لَهٗ فِيْ جُمُعَتِهٖ تِلْكَ ذُنُوْبُهٗ كُلُّهَا، أَنْ تَكُوْنَ كَفَّارَةً لِلْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۷۲۱) [۱]

---

[۱] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه، فإن عطاء -وهو ابن أبى مسلم- الخراسانى روايته عن الصحابة مرسلة (حاشية مسند احمد)
و قال المنذرى: رواه أحمد وعطاء لم يسمع من نبيشة فيما أعلم (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۱۰۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جب جمعہ کے دن غسل کرتا ہے، پھر وہ مسجد کی طرف آتا ہے، کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا، پھر اگر امام کو (خطبہ کے لیے) نکلا ہوا نہیں پاتا، تو حسبِ منشا (نفل وسنت) نماز پڑھ لیتا ہے، اور اگر امام کو (خطبہ کے لیے) نکلا ہوا پاتا ہے، تو بیٹھ جاتا ہے، اور سنتا ہے، اور خاموش رہتا ہے، یہاں تک کہ امام جمعہ اور خطبہ کو مکمل کرلے، تو اگر اس کے اس جمعہ کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے، تو آئندہ آنے والے جمعہ تک اس کے گناہوں کا کفارہ ضرور بن جائے گا (مسنداحمد)

اس حدیث میں فضیلت بیان کرتے وقت امام کے خطبہ سے پہلے نفل وسنت نماز پڑھنے اور خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھے بغیر خاموشی سے بیٹھ جانے اور خطبہ سننے کی قید لگی ہوئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ امام کے خطبہ شروع کرنے کے بعد نوافل وغیرہ پڑھنے سے بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے۔ [1]

اس کے علاوہ کئی جلیل القدر صحابہ وتابعین سے خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھنے کی کراہت وممانعت مروی ہے۔ [2]

---

[1] قلت لایخفی ان قوله صلی الله علیه وسلم "فان لم یجد الامام خرج صلیٰ مابداله وان وجد الامام قد خرج جلس فاستمع وانصت الخ" یدل علی التقسیم، وان الصلاة والجلوس للانصات معلقان علیٰ خروج الامام وعدمه، وتقسیم الشیٔ علی الشیٔ یستلزم نفیه عما عداه، فالصلاة منفیة حال خروج الامام، كما ان الاستماع والانصات منفی قبل خروجه، وهٰذا كلهٗ یؤید ماقال ابو حنیفة ان الصلاة بعد خروج الامام علی المنبر مكروهة، فافهم (اعلاءُ السنن جلد ۲ صفحه ۷۸، باب كراهة الصلاة والكلام اذا خرج الامام للخطبة یوم الجمعة)

[2] حدثنا وكیع، عن سفیان، عن لیث، عن مجاهد (ح) وعن سفیان، عن أبی اسحاق، عن الحارث، عن علی (ح) وعن سفیان، عن ابن جریج، عن عطاء؛ أنهم كرهوا الصلاة والإمام یخطب یوم الجمعة (مصنف ابن ابی شیبه، رقم الحدیث ۵۲۱۰، من كان یقول :إذا خطب الإمام فلا یصلی)

حدثنا هشیم، قال :أخبرنا هشام، عن ابن سیرین؛ أنه كان یقول :إذا خرج الإمام فلا یصل أحد حتی یفرغ الإمام (ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے بعض فقہائے کرام نے مذکورہ اور اس جیسی احادیث وروایات کے پیشِ نظر جمعہ کا خطبہ شروع ہونے کے بعد ہر قسم کی نفل نماز پڑھنے کو ممنوع ومکروہ قرار دیا ہے۔

جبکہ بعض فقہائے کرام نے خطبہ ہوتے وقت مسجد میں داخل ہونے والے کو ہلکی پھلکی دو رکعت تحیۃُ المسجد پڑھنے کی اجازت دی ہے، کیونکہ بعض احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا هشيم ، قال :أخبرنا إسماعيل بن أبي خالد ، قال :رأيت شريحا دخل يوم الجمعة من أبواب كندة فجلس ، ولم يصل (ايضاً، رقم الحديث ۵۲۱۲)

حدثنا ابن مهدى ، عن حماد بن سلمة ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، قال :إذا قعد الإمام على المنبر فلا صلاة (ايضاً، رقم الحديث ۵۲۱۳)

حدثنا عبد الأعلى ، عن معمر ، عن الزهرى ؛ فى الرجل يجىء يوم الجمعة والإمام يخطب يجلس ، ولا يصلى (ايضاً، رقم الحديث ۵۲۱۴)

حدثنا أزهر ، عن ابن عون ، قال :كان ابن سيرين يجلس ، ولا يصلى (ايضاً، رقم الحديث ۵۲۱۵)

حدثنا عباد بن العوام ، عن يحيى بن سعيد ، عن يزيد بن عبد الله ، عن ثعلبة بن أبى مالك القرظى ، قال :أدركت عمر ، وعثمان ، فكان الإمام إذا خرج يوم الجمعة تركنا الصلاة (ايضاً، رقم الحديث ۵۲۱۶)

حدثنا ابن علية ، عن معمر ، عن الزهرى ، عن سعيد بن المسيب ، قال :خروج الإمام يقطع الصلاة (ايضاً، رقم الحديث ۵۲۱۷)

حدثنا ابن نمير ، عن حجاج ، عن عطاء ، عن ابن عباس ، وابن عمر ؛ أنهما كانا يكرهان الصلاة والكلام بعد خروج الإمام (ايضاً، رقم الحديث ۵۲۱۸)

حدثنا ابن نمير ، قال :حدثنا سفيان ، عن توبة ، عن الشعبى ، قال :كان شريح إذا أتى الجمعة ، فإن لم يكن خرج الإمام صلى ركعتين ، وإن كان خرج جلس واحتبى ، واستقبل الإمام ، فلم يلتفت يمينا ، ولا شمالا (ايضاً، رقم الحديث ۵۲۱۹)

حدثنا هشيم ، عن أشعث ، عن الزهرى ، قال :خروج الإمام يقطع الصلاة ، وكلامه يقطع الكلام (مصنف ابن ابى شيبه، رقم الحديث ۵۳۴۴، فى الكلام إذا صعد الإمام المنبر وخطب)

عبد الرزاق، قال :أخبرنا معمر، عن الزهرى، عن ابن المسيب قال :خروج الإمام يقطع الصلاة، كلامه يقطع الكلام (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۳۵۱)

عن ابن شهاب، قال :أخبرنى ثعلبة بن أبى مالك القرظى "أن جلوس الإمام، على المنبر يقطع الصلاة ,وكلامه يقطع الكلام ,وقال :إنهم كانوا يتحدثون حين يجلس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ(بخاری) [1]

ترجمہ: ایک آدمی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جمعہ کے دن کا لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فلاں! کیا آپ نے نماز پڑھ لی؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیجئے (بخاری)

(۳)......اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَعَدَ سُلَيْكٌ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: قُمْ فَارْكَعْهُمَا(مسلم) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عمر بن الخطاب رضى الله عنه على المنبر حتى يسكت المؤذن ,فإذا قام عمر رضى الله عنه على المنبر ,لم يتكلم أحد حتى يقضى خطبتيه كلتيهما ,ثم إذا نزل عمر رضى الله عنه عن المنبر وقضى خطبتيه ,تكلموا (شرح معانى الآثار، رقم الحديث ۲۱۷۴)

عن السائب بن يزيد ، قال : كنا نصلى فى زمن عمر يوم الجمعة ، فإذا خرج عمر وجلس على المنبر قطعنا الصلاة ، وكنا نتحدث ويحدثنا فربما سأل الرجل الذى يليه عن سوقهم وحدائقهم ، فإذا سكت المؤذن خطب فلم نتكلم حتى يفرغ من خطبته . هذا إسناد صحيح موقوف(المطالب العالية للحافظ ابن حجر العسقلانى، رقم الحديث ۷۴۷)

[1] رقم الحديث ۹۳۰، كتاب الجمعة، باب :إذا رأى الإمام رجلا جاء وهو يخطب، أمره أن يصلى ركعتين.

[2] رقم الحديث ۸۷۵ "۵۸" كتاب الجمعة، باب التحية والإمام يخطب.

ترجمہ: سلیک غطفانی جمعہ کے دن آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، تو سلیک بیٹھ گئے اور نماز نہیں پڑھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا آپ نے دو رکعتیں پڑھ لی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں (مسلم)

(۴)...... اور صحیح مسلم میں ہی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ، فَقَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَقَدْ خَرَجَ الْإِمَامُ، فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ (مسلم)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے، اور امام (خطبہ کے لیے) نکل چکا ہو، تو اسے چاہئے کہ دو رکعتیں پڑھ لے (مسلم)

(۵)...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَجَلَسَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ لِيَجْلِسْ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۴۴۰۵)[2]

ترجمہ: حضرت سلیک غطفانی جمعہ کے دن آئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے، پھر وہ بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے، اور امام خطبہ دے رہا ہو، تو اسے چاہئے کہ دو رکعت پڑھ لے، پھر بیٹھ جائے (مسند احمد)

---

[1] رقم الحديث ۸۷۵ "۵۷" كتاب الجمعة، باب التحية والإمام يخطب.

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد قوى على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

بعض روایات میں ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھنے کا حکم مذکور ہے۔ [1]

(۶)......حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جَاءَ سُلَيْکٌ الْغَطَفَانِيُّ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ لَهُ: أَصَلَّيْتَ شَيْئًا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزْ فِيْهِمَا (سنن ابی داؤد) [2]

ترجمہ: سلیک غطفانی تشریف لائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، تو ان کو رسول اللہ نے فرمایا کہ کیا تم نے کچھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھ لو (ابوداؤد)

(۷)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَدَخَلَ أَعْرَابِيٌّ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَجَلَسَ الْأَعْرَابِيُّ فِيْ آخِرِ النَّاسِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَمَرَهُ، فَأَتَى الرَّحَبَةَ الَّتِيْ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١١٦٦٩) [3]

ترجمہ: ہم جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر ایک دیہاتی

---

[1] عن جابر، عن السليک، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إذا جاء أحدكم إلى الجمعة، والإمام يخطب فليصل ركعتين خفيفتين "(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٥١٨٠)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد قوى(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١١١٦، كتاب الصلاة، ابواب الجمعة، باب إذا دخل الرجل والإمام يخطب.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد قوى(حاشية ابى داؤد)

[3] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن(حاشية مسند احمد)

داخل ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، پھر وہ دیہاتی لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے دو رکعتیں پڑھ لی ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں، تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا، پھر اس نے منبر کی سیڑھی کے قریب آ کر دو رکعتیں پڑھیں (مسند احمد)

(۸)......حضرت عیاض بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ يَخْطُبُ، فَقَامَ يُصَلِّيْ، فَجَاءَ الْأَحْرَاسُ لِيُجْلِسُوْهُ، فَأَبٰى حَتّٰى صَلّٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ مَرْوَانُ أَتَيْنَاهُ، فَقُلْنَا لَهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، إِنْ كَادُوْا لَيَفْعَلُوْنَ بِكَ قَالَ: مَا كُنْتُ لِأَتْرُكَهُمَا بَعْدَ شَيْءٍ رَأَيْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِيْ هَيْئَةٍ بَذَّةٍ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّتَصَدَّقُوْا، فَمَا لَقَوْا ثِيَابًا، فَأَمَرَ لَهُ بِثَوْبَيْنِ، وَأَمَرَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، ثُمَّ جَاءَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّتَصَدَّقُوْا، فَأَلْقٰى رَجُلٌ أَحَدَ ثَوْبَيْهِ، فَصَاحَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ زَجَرَهُ، وَقَالَ: خُذْ ثَوْبَكَ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هٰذَا دَخَلَ فِيْ هَيْئَةٍ بَذَّةٍ، فَأَمَرْتُ النَّاسَ أَنْ يَّتَصَدَّقُوْا، فَمَا لَقَوْا ثِيَابًا، فَأَمَرْتُ لَهُ بِثَوْبَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ الْيَوْمَ فَأَمَرْتُ أَنْ يَّتَصَدَّقُوْا، فَأَلْقٰى هٰذَا أَحَدَ ثَوْبَيْهِ، ثُمَّ أَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ

يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ (صحيح ابن خزيمة) [1]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن (مسجد میں) داخل ہوئے، اور مروان بن حکم خطبہ دے رہے تھے، تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، تو چوکیداروں نے آکر ان کو بٹھانا چاہا، مگر انہوں نے بیٹھنے سے انکار کیا، یہاں تک کہ (دورکعت) نماز پڑھ لی، پھر جب مروان بن حکم چلے گئے، تو ہم نے حضرت ابوسعید خدری سے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، قریب تھا کہ وہ (چوکیدار) لوگ آپ کے ساتھ کچھ کرتے، تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان دورکعتوں کو کبھی بھی نہیں چھوڑتا، اس واقعہ کے بعد سے، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، پھر انہوں نے ایک آدمی کا ذکر کیا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعہ کے خطبہ دیتے وقت خستہ حالت میں آیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا، اور اس کو لوگوں سے دو کپڑے لے کر دیے تھے، اور اس کو دورکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے، پھر وہ اگلے جمعہ آیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا، پھر ایک آدمی نے اپنے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا (اس کو) دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چیخ کر ڈانٹا تھا، اور فرمایا تھا کہ اپنا کپڑا واپس لے لو، پھر رسول اللہ

---

[1] رقم الحديث ١٧٩٩، كتاب الجمعة، باب أمر الإمام الناس فى خطبة يوم الجمعة بالصدقة، إذا رأى حاجة، وفقرا، مستدرك حاكم، رقم الحديث ١٠٥٤.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، وهو شاهد للحديث الذى قبله، وله شاهد آخر على شرط مسلم.

و قال الذهبى فى التلخيص: على شرط مسلم.

و قال الألبانى: إسناده حسن (حاشية ابن خزيمة)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آدمی خستہ حالت میں داخل ہوا ہے، تو میں نے لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو لوگوں نے کپڑے نہیں دیے، پھر میں نے دو کپڑوں کے دینے کا حکم دیا، مگر اس آدمی نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا ہی دیا، پھر اس آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا (اس وجہ سے میں بھی مسجد میں داخل ہو کر، امام کے خطبہ دینے کی حالت میں یہ دو رکعت پڑھا کرتا ہوں) (ابنِ خزیمہ، حاکم)

(۹)...... اور مسند حمیدی کی روایت میں تین جمعوں تک اس شخص کے آنے، اور تینوں مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شخص کو دو رکعتوں کے پڑھنے کے حکم دینے کا ذکر آیا ہے۔ [۱]

(۱۰)...... اور امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو اس طرح

---

[۱] ثنا عياض بن عبد الله بن سعد بن أبي سرح، قال :رأيت أبا سعيد الخدري، جاء ومروان بن الحكم يخطب يوم الجمعة، فقام يصلي الركعتين، فجاء إليه الأحراس ليجلسوه، فأبى أن يجلس حتى صلى الركعتين، فلما قضى الصلاة أتيناه، فقلنا له :يا أبا سعيد كاد هؤلاء أن يفعلوا بك، فقال أبو سعيد :ما كنت لأدعهما لشيء بعد شيء رأيته من رسول الله صلى الله عليه وسلم، رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وجاء رجل وهو يخطب يوم الجمعة، فدخل المسجد بهيئة بذة، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم :أصليت ؟ قال :لا، قال :فصل ركعتين ، ثم حث رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس على الصدقة، فألقى الناس ثيابا، فأعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجل منها ثوبين، فلما جاء ت الجمعة الأخرى، جاء الرجل والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب، فقال النبي صلى الله عليه وسلم :هل صليت ركعتين؟ قال :لا، قال :فصل ركعتين ، ثم حث الناس على الصدقة، فألقوا ثيابا، فأعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجل منها ثوبين، فلما جاء ت الجمعة الأخرى، جاء الرجل والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب، فقال النبي صلى الله عليه وسلم :هل صليت ركعتين؟ قال :لا، قال :فصل ركعتين ، ثم حث الناس على الصدقة، فألقوا ثيابا، فطرح الرجل أحد ثوبيه، فصاح به رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال :خذه، فأخذه ، ثم قال " :انظروا إلى هذا، جاء تلك الجمعة بهيئة بذة، فأمرت الناس بالصدقة، فألقوا ثيابا، فأعطيته منها ثوبين، فلما جاء ت هذه الجمعة أمرت الناس بالصدقة، فألقى أحد ثوبيه، قال سفيان: يقول :لا صدقة إلا عن ظهر غنى، ولا غنى بهذا عن ثوبه " (مسند الحميدى، رقم الحديث ٧٥٨)

روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَرْوَانُ يَخْطُبُ، فَقَامَ يُصَلِّي، فَجَاءَ الْحَرَسُ لِيُجْلِسُوهُ، فَأَبَى حَتَّى صَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَيْنَاهُ، فَقُلْنَا: رَحِمَكَ اللَّهُ، إِنْ كَادُوا لَيَقَعُوا بِكَ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَتْرُكَهُمَا بَعْدَ شَيْءٍ رَأَيْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي هَيْئَةٍ بَذَّةٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَأَمَرَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ.

قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ: كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ إِذَا جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ وَيَأْمُرُ بِهِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن (مسجد میں) داخل ہوئے، اور مروان اس وقت خطبہ دے رہے تھے، پھر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، تو چوکیدار ان کو بٹھانے کے لئے آئے، مگر انہوں نے نماز پڑھنے تک اس سے انکار کیا، پھر جب مروان لوٹ گئے، تو ہم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور ہم نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، قریب تھا کہ وہ چوکیدار آپ کے ساتھ کچھ کرتے، تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان دونوں رکعتوں کو اس کے بعد سے کبھی بھی نہیں چھوڑتا، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، پھر انہوں نے ایک آدمی کا ذکر کیا، جو جمعہ کے دن خستہ حالت میں آیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا، اور

---

[1] رقم الحديث ۵۱۱، ابواب الجمعة، باب ما جاء في الركعتين إذا جاء الرجل والإمام يخطب.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے میں ہی مشغول تھے۔

ابنِ ابی عمر کہتے ہیں کہ ابنِ عیینہ بھی آ کر دو رکعت پڑھتے تھے، اور امام خطبہ دے رہا ہوتا تھا، اور وہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا حکم دیتے تھے، اور ابوعبدالرحمٰن مقری بھی ان دو رکعتوں کے پڑھنے کی رائے رکھتے تھے (ترمذی)

اس قسم کی احادیث وروایات سے خطبہ کے دوران مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے ہلکی پھلکی دو رکعت تحیۃُ المسجد پڑھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے، جس کے بعض فقہائے کرام قائل ہیں۔ [۱]

اور ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو، اور امام خطبہ دے رہا ہو، تو امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک نہ تو کوئی نماز ہے، اور نہ کوئی کلام۔

مگر اس حدیث کی سند کو محدثین نے ضعیف اور بعض نے غیر معمولی ضعیف قرار دیا ہے۔ [۲]

---

[۱] قال الترمذی: وسمعت ابن أبی عمر يقول :قال ابن عيينة :كان محمد بن عجلان ثقة مأمونا فی الحديث وفی الباب عن جابر، وأبی هريرة، وسهل بن سعد .حديث أبی سعيد الخدری حديث حسن صحيح، والعمل على هذا عند بعض أهل العلم وبه يقول الشافعی، وأحمد، وإسحاق، وقال بعضهم :إذا دخل والإمام يخطب فإنه يجلس ولا يصلی، وهو قول سفيان الثوری، وأهل الكوفة، والقول الأول أصح .حدثنا قتيبة قال :حدثنا العلاء بن خالد القرشی، قال :رأيت الحسن البصری دخل المسجد يوم الجمعة والإمام يخطب، فصلى ركعتين، ثم جلس، إنما فعل الحسن اتباعا للحديث، وهو روى عن جابر، عن النبی صلى الله عليه وسلم هذا الحديث (سنن الترمذی، تحت رقم الحديث ۵۱۱)

[۲] حدثنا أبو شعيب، ثنا يحيى بن (عبد الله البابلتی، ثنا) أيوب بن نهيک، قال : سمعت عامر الشعبی يقول :سمعت ابن عمر يقول :سمعت النبی صلى الله عليه وسلم يقول :إذا دخل أحدكم المسجد والإمام على المنبر، فلا صلاة ولا كلام، حتى يفرغ (الـمُعجَمُ الكَبِير للطبرانی، رقم الحديث ۱۳۷۰۸ ، المُجَلَّدان الثَّالِثَ عَشَرَ والرابع عشر)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه أيوب بن نهيک، وهو متروک، ضعفه جماعة وذكره ابن حبان فی الثقات وقال :يخطء.(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۳۱۲۰،باب فيمن يدخل المسجد والإمام يخطب)

و قال ابن الملقن: ويروى عن (ابن) عمر مرفوعا :إذا خطب الإمام فلا صلاة ولا كلام .وهو غريب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث کے بعد اس سلسلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف اوران کی آراء ذکر کی جاتی ہیں۔

تو جاننا چاہئے کہ جو شخص پہلے سے مسجد میں موجود ہو،اور خطبہ شروع ہو جائے،تو حنفیہ،شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ سب کے نزدیک اسے خطبہ شروع ہونے کے بعد نفل وسنت نماز کی نیت نہیں باندھنی چاہئے،کیونکہ کئی احادیث میں امام کے خطبہ کے وقت نماز پڑھنے سے بچنے کا حکم آیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

ضعيف(البدر المنير فى تخريج الأحاديث والأثار الواقعة فى الشرح الكبير،لابن الملقن،ج۴،ص ٦٩٠،كتاب الجمعة،الحديث الحادى بعد الستين)

و قال العسقلانى: وعن على رفعه لاتصلوا والإمام يخطب أخرجه أبو سعيد المالينى فيما ذكره عبد الحق وإسناده واه(الدراية فى تخريج أحاديث الهداية،للعسقلانى،ج ا ص٢١٧،كتاب الصلاة،ذكر سنة الجمعة)

و قال ايضاً: حديث بن عمر بأنه ضعيف فيه أيوب بن نهيك وهو منكر الحديث قاله أبو زرعة وأبو حاتم(فتح البارى شرح صحيح البخارى لابنِ حجر،ج٢ ص ٤٠٩،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

[1] ذهب الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة إلى كراهة التنفل عند خروج الخطيب إلى المنبر؛ لقوله صلى الله عليه وسلم :إذا قلت لصاحبك أنصت -والإمام يخطب -فقد لغوت.دل الحديث على أن من يأمر غيره بالإنصات، كان أمره لغوا من الكلام منهيا عنه، فإذا كان الأمر بالإنصات -وهو أمر بمعروف -لغوا من الكلام منهيا عنه، كان التنفل لغوا من الأعمال منهيا عنه، أضف إلى ذلك أن التنفل يفوت الاستماع إلى الخطيب الذى هو واجب، فلا يترك الواجب من أجل النفل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ١٨۴، الوقت الخامس :عند خروج الخطيب حتى يفرغ من صلاته، مادة "أوقات الصلاة")

وأما ترك الصلاة فذهب الحنفية، والمالكية إلى أنه لا تطوع بعد خروج الإمام للخطبة، وبه قال شريح، وابن سيرين، والنخعى، وقتادة، والثورى، لأن النبى صلى الله عليه وسلم قال للذى يتخطى رقاب الناس :اجلس، فقد آذيت وآنيت ولأن الصلاة تشغله عن استماع الخطبة فكره، كصلاة الداخل.

ويرى الشافعية والحنابلة أنه ينقطع التطوع بجلوس الإمام على المنبر، فلا يصلى أحد غير الداخل، فمن دخل أثناء الخطبة استحب له أن يصلى التحية يخففها، إلا إذا كان الإمام فى آخرها، فلا يصلى لئلا يفوته أول الجمعة مع الإمام (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج١٩،ص١٠٦ ،ماده،خروج)

اور اگر کوئی مسجد میں ہی ایسے وقت داخل ہو، جب کہ امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو، تو ایسی حالت میں شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک داخل ہونے والے کو بیٹھنے سے پہلے تحیۃُ المسجد کی دو رکعتیں مختصر انداز میں پڑھ لینا چاہیے، پھر خطبہ سننے میں مشغول ہونا چاہئے، بشرطیکہ یہ گمان ہو کہ وہ دو رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ شروع نماز میں شریک ہو جائے گا، اور صفوف میں بھی خلل واقع نہ ہو گا۔ [1]

کیونکہ کئی صحیح احادیث وروایات میں خطبہ کے وقت مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے دو رکعت پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔

لہٰذا مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے دو رکعت تحیۃُ المسجد والی نماز کی تو اجازت ہو گی، اور ممانعت والی احادیث اس شخص کے لئے ہوں گی، جو پہلے سے مسجد میں موجود ہو۔

جبکہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک خطبہ ہوتے وقت مسجد میں داخل ہونے والے شخص کے لئے تحیۃُ المسجد کا پڑھنا مکروہ وممنوع ہے، بلکہ ایسی حالت میں مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ جانا چاہیے اور خطبہ سننے میں مشغول ہونا چاہیے۔ [2]

---

[1] وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يركع ركعتين يوجز فيهما، لحديث سليك الغطفاني المتقدم .وبهذا قال الحسن وابن عيينة ومكحول وإسحاق وأبو ثور وابن المنذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص٣٠٥، مادة "تحية")

واستثنى الشافعية والحنابلة تحية المسجد لمن دخل والإمام يخطب، فأجازوا التنفل بركعتين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص١٨٤، الوقت الخامس :عند خروج الخطيب حتى يفرغ من صلاته، مادة "أوقات الصلاة")

وذهب الشافعي وأحمد إلى أنه يصلي ركعتين خفيفتين ما لم يجلس، تحية للمسجد وقال الشافعية: إن غلب على ظنه أنه إن صلاها فاتته تكبيرة الإحرام مع الإمام لم يصلها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص٢٠٥، مادة "صلاة الجمعة")

[2] وكذلك اختلف الفقهاء بالنسبة لمن دخل المسجد والإمام يخطب :فذهب الحنفية والمالكية إلى أنه يجلس ويكره له أن يركع ركعتين، لقوله تعالى :(فاستمعوا له وأنصتوا)والصلاة تفوت الاستماع والإنصات، فلا يجوز ترك الفرض لإقامة السنة، وإليه ذهب شريح، وابن سيرين والنخعي وقتادة والثوري والليث(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص٣٠٥، مادة "تحية")

منع عن التنفل وقت الخطبة؛ لأن الاستماع فرض والأمر بالمعروف حرام وقتها لرواية الصحيحين إذا قلت :لصاحبك انصت والإمام يخطب فقد لغوت فكيف بالتنفل(البحر الرائق، ج١ ص٢٦٦، كتاب الصلاة، التنفل وقت الخطبة)

کیونکہ احادیث میں امام کے خطبہ شروع کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت عام ہے، جو خطبہ ہوتے وقت مسجد میں داخل ہونے والے کو بھی شامل ہے۔

جہاں تک ان احادیث وروایات کا تعلق ہے، جن میں مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے، تو حنفیہ نے ان کے مختلف جوابات دیئے ہیں، مثلاً ایک جواب یہ دیا ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اس آنے والے شخص نے دو رکعتیں مکمل نہیں کیں، اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اور خطبہ شروع نہیں فرمایا۔ [1]

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس قسم کی روایات اولاً تو ضعیف ہیں، اور وہ سند کے لحاظ سے مذکورہ صحیح احادیث کے مقابلہ کی نہیں ہیں، اور دوسرے خطیب کو مسجد میں داخل ہونے والے کی وجہ سے کسی کے نزدیک بھی خطبہ موقوف کرنے کا حکم نہیں ہے، اس لئے خطبہ موقوف کرنے کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ [2]

---

[1] أجابوا بأجوبة غير هذا .الأول :أن النبي صلى الله عليه وسلم أنصت له حتى فرغ من صلاته، والدليل عليه، ما رواه الدارقطني في (سننه) من حديث عبيد بن محمد العبدي :حدثنا معتمر عن أبيه عن قتادة عن أنس، قال :دخل رجل المسجد ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: قم فاركع ركعتين، وأمسك عن الخطبة حتى فرغ من صلاته) فإن قلت :قال الدارقطني :أسنده عبيد بن محمد ووهم فيه .قلت :ثم أخرجه (عن أحمد بن حنبل حدثنا معتمر عن أبيه قال :جاء رجل والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب، فقال :يا فلان أصليت؟ قال :لا. قال :قم فصل، ثم انتظره حتى صلى) . قال :وهذا المرسل هو الصواب .قلت :المرسل حجة عندنا، ويؤيد هذا ما أخرجه ابن أبي شيبة :حدثنا هشيم، قال :أخبرنا أبو معشر (عن محمد بن قيس :أن النبي، صلى الله عليه وسلم، حيث أمره أن يصلي ركعتين أمسك عن الخطبة حتى فرغ من ركعتيه، ثم عاد إلى خطبته)(عمدة القاري، ج۶، ص ۲۳۱ و ۲۳۲، باب إذا رأى الإمام رجلا جاء وهو يخطب أمره أن يصلي ركعتين)

[2] وأجاب المانعون أيضا بأجوبة غير ما تقدم اجتمع لنا منها زيادة على عشرة أوردتها ملخصة مع الجواب عنها لتستفاد .

الأول قالوا إنه صلى الله عليه وسلم لما خاطب سليكا سكت عن خطبته حتى فرغ سليك من صلاته فعلى هذا فقد جمع سليك بين سماع الخطبة وصلاة التحية فليس فيه حجة لمن أجاز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن آنے والے صحابی کو نماز پڑھنے کا حکم فرمایا، تو اس سے خطبہ کے سننے کی فرضیت کا حکم ساقط ہو گیا تھا۔

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی کو حکم فرما کر اپنے خطبہ میں مشغول ہو گئے تھے، اور خطبہ کے سننے کا حکم شروع ہو گیا تھا، مگر اس کے باوجود وہ صحابی نماز میں مشغول رہے۔ [1]

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس سلسلہ کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت ان صحابی کو دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا، اس وقت آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا تھا، لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ اس وقت آپ نے خطبہ دینا شروع نہیں کیا تھا، اور یہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے کی بات ہے، نہ کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد کی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التحية والخطيب يخطب والجواب أن الدارقطني الذي أخرجه من حديث أنس قد ضعفه وقال إن الصواب أنه من رواية سليمان التيمي مرسلا أو معضلا وقد تعقبه بن المنير في الحاشية بأنه لو ثبت لم يسغ على قاعدتهم لأنه يستلزم جواز قطع الخطبة لأجل الداخل والعمل عندهم لا يجوز قطعه بعد الشروع فيه لا سيما إذا كان واجبا(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص ۴۰۹،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

[1] الثاني قيل لما تشاغل النبي صلى الله عليه وسلم بمخاطبة سليك سقط فرض الاستماع عنه إذ لم يكن منه حينئذ خطبة لأجل تلك المخاطبة قاله بن العربي وادعى أنه أقوى الأجوبة.
وتعقب بأنه من أضعفها لأن المخاطبة لما انقضت رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى خطبته وتشاغل سليك بامتثال ما أمره به من الصلاة فصح أنه صلى في حال الخطبة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص ۴۰۹،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

[2] ماذكرنا من الاحتمال هواولى مما ذكرتم لما عرفت من انه صلى الله عليه وسلم انتظر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بیٹھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے کا ہو، بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیٹھنا دونوں خطبوں کے درمیان والا ہو، اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی نشست بہت مختصر ہوتی ہے، جس کے دوران دو رکعتوں کا پڑھنا ممکن نہیں ہوتا، لہٰذا وہ دو رکعتیں اس وقت تک جاری رہی ہوں گی، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا خطبہ شروع فرما چکے تھے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ راوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کے الفاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر موجود ہونے کی تعبیر کردی ہو، کیونکہ اکثر صحیح روایات میں اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ ان صحابی کے مسجد میں داخل ہونے کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ [1]

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے چوتھا جواب یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ ابتدائے اسلام میں اس وقت کا ہے، جب تک کہ نماز اور خطبہ کے دوران کلام کرنے اور نماز پڑھنے کی ممانعت کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سليكا وامسك عن خطبته حتى فرغ من ركعتيه وهذامما لاينبغي ان يكون بين الخطبتين لان زمن هذاالقعود لايطول، وايضافي امره صلى الله عليه وسلم الناس بالصدقة عليهم فالقوا ثيابهم ونزع الرجل الثوب حال الخطبة مكروه اجماعا، فالظاهر ان المراد بالقعود ابتداء قعوده.

فان قيل :ان الصلاة والامام قاعد على المنبر ولوقبل شروعه فى الكلام مكروهة ايضا عند الحنفية، قلنا انها تكره قبل شروع الامام فى الخطبة عند ابى حنيفة احتياطا لمخافة فوت الاستماع والانصات المامور بهما فى هذاالوقت، وتزول هذه المخافة اذافرغ عنها قبل الشروع فيها، اوصلى بامر الامام، وامسك هو عن الكلام، وانتظر فراغه عن الركعتين ،كمافعله رسول الله فى هذه القضية،فلاتكره والحال هذه(اعلاء السنن ج٢ص ١٩١)

[1] الثالث قيل كانت هذه القصة قبل شروعه صلى الله عليه وسلم فى الخطبة ويدل عليه قوله فى رواية الليث عند مسلم والنبى صلى الله عليه وسلم قاعد على المنبر وأجيب بأن القعود على المنبر لا يختص بالابتداء بل يحتمل أن يكون بين الخطبتين أيضا فيكون كلمه بذلك وهو قاعد فلما قام ليصلى قام النبى صلى الله عليه وسلم للخطبة لأن زمن القعود بين الخطبتين لا يطول ويحتمل أيضا أن يكون الراوى تجوز فى قوله قاعد لأن الروايات الصحيحة كلها مطبقة على أنه دخل والنبى صلى الله عليه وسلم يخطب(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٢ص ٤٠٩، ٤١٠،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

حکم نہیں آیا تھا۔ [1]

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ بہت بعد میں اسلام لائے، اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروان کے دور میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد اور واقعہ کی وجہ سے خطبہ کے دوران دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا اس واقعہ کو ابتدائے اسلام پر محمول اور اس حکم کو منسوخ قرار نہیں کیا جاسکتا۔ [2]

---

[1] والجواب عن قصة سليك بوجوه :اقواها عندى انهامحمولة على وقت اباحة الافعال فى الخطبة ، يدل عليه مارواه النسائى بسند صحيح رجاله ثقات عن ابى سعيد الخدرى يقول :جاء رجل يوم الجمعة والنبى صلى الله عليه وسلم يخطب بهيأة بذة ،فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم :اصليت؟ قال لا،قال صل ركعتين،وحث الناس على الصدقة،فالقوا ثيابهم فاعطاه منها ثوبين ، فلماكانت الجمعة الثانية جاء ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب ،فحث الناس على الصدقة، قال فالقى احد ثوبيه الخ(١ :٢٠٨)

قال العينى:وانما قال هذاالقائل (اراد به الطحاوى)ان قضية سليك كانت فى حالة اباحة الافعال فى الخطبة قبل ان ينهى عنها،الايرى ان فى حديث ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه "فالقى الناس ثيابهم"وقد اجمع المسلمون ان نزع الرجل ثوبه والامام يخطب مكروه، وكذلك مس الحصى، وقول الرجل لصاحبه "انصت"كل ذلك مكروه،فدل ذلك ان ماامر به صلى الله عليه وسلم سليكا وما امر به الناس بالصدقة عليه كان فى حال اباحة الافعال فى الخطبة اه (٣:٣١٥)

قلت:وكذلك قوله صلى الله عليه وسلم فى هذه القصة:"اذاجاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما"رواه مسلم(١ :٢٨٧)لايقال:ان اسلام سليك متاخراجدا،وتحريم الكلام فى الصلاةمتقدما جدا،لانا لم نبن كراهة الصلاة فى الخطبة على تحريم الكلام فى الصلاة، ،بل بناء ها على كراهة مس الحصى وامثاله من قول الرجل "انصت"فى الخطبة،وتحريم الكلام فى الصلاة لايستلزم كراهة مس الحصى والقول بانصت، فيمكن ان يكون هذاالحكم متأخرا عن قصة سليك ،بل هو المتعين لماعرفت من اشتمالها على امور لايجوز ارتكابها فى الخطبة اجماعا، كنزع الرجل ثوبه والقاء ه الى احد (اعلاء السنن ج٢ ص٨٨، كراهة الصلاة والكلام بعد خروج الامام للخطبة)

[2] الرابع قيل كانت هذه القصة قبل تحريم الكلام فى الصلاة وتعقب بأن سليكا متأخر الإسلام جدا وتحريم الكلام متقدم جدا كما سيأتى فى موضعه فى أواخر الصلاة فكيف يدعى نسخ المتأخر بالمتقدم مع أن النسخ لا يثبت بالاحتمال وقيل كانت قبل الأمر بالإنصات وقد تقدم الجواب عنه وعورض هذا الاحتمال بمثله فى الحديث الذى استدلوا به وهو ما أخرجه الطبرانى عن بن عمر إذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے پانچواں جواب یہ دیا ہے کہ مکروہ اوقات میں مسجد میں پہلے سے موجود اور داخل ہونے والے دونوں قسم کے افراد کو نماز پڑھنا ممنوع ہے، اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو شخص پہلے سے مسجد میں موجود ہو، اس کو خطبہ کی حالت میں نفل نماز پڑھنا ممنوع ہے، اس پر قیاس کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہونے والے شخص کو بھی نماز پڑھنا ممنوع ہونا چاہئے۔

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ صریح حدیث کے مقابلہ میں قیاس ہے، جو کہ درست نہیں۔ [1]

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے چھٹا جواب یہ دیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اس وقت داخل ہو، جبکہ امام نماز شروع کر چکا ہو، تو اس وقت اس سے تحیۃُ المسجد ساقط ہو جاتی ہے، اور خطبہ کا حکم بھی نماز کی طرح ہے، لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہوا کہ خطبہ ہونے کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے بھی تحیۃُ المسجد ساقط ہونی چاہئے۔

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ خطبہ کا حکم ہر اعتبار سے نماز کی طرح نہیں ہے، اسی وجہ سے احادیث میں امام کے خطبہ دینے کے وقت داخل ہونے والے کو، دو رکعت پڑھنے کا حکم آیا ہے، اور جماعت کھڑی ہونے کے وقت احادیث میں نماز پڑھنے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام لاحتمال أن يكون ذلك قبل الأمر بصلاة التحية والأولى فى هذا أن يقال على تقدير تسليم ثبوت رفعه يخص عمومه بحديث الأمر بالتحية خاصة كما تقدم(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص۴۱۰،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

[1] الخامس قيل اتفقوا على أن منع الصلاة فى الأوقات المكروهة يستوى فيه من كان داخل المسجد أو خارجه وقد اتفقوا على أن من كان داخل المسجد يمتنع عليه التنفل حال الخطبة فليكن الآتى كذلك قاله الطحاوى وتعقب.

بأنه قياس فى مقابلة النص فهو فاسد وما نقله من الاتفاق وافقه عليه الماوردى وغيره وقد شذ بعض الشافعية فقال ينبنى على وجوب الإنصات فإن قلنا به امتنع التنفل وإلا فلا(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص۴۱۰،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

ممانعت آئی ہے، لہٰذا اس طرح کی احادیث میں دونوں چیزوں میں فرق بیان کردیا گیا ہے۔ [1]

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے ساتواں جواب یہ دیا ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جائے، تو اس سے تحیۃ المسجد کا حکم ساقط ہوجاتا ہے، حالانکہ خطبہ کا آغاز امام ہی کرتا ہے، لہٰذا مقتدی سے بھی بدرجہ اولیٰ تحیۃ المسجد کا حکم ساقط ہونا چاہئے۔

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ قیاس بھی صریح حدیث کے مقابلہ میں درست نہیں، علاوہ ازیں احادیث میں دو رکعت پڑھنے کا حکم مسجد میں داخل ہونے والے شخص کے لئے آیا ہے، جبکہ خطیب خطبہ دے رہا ہو، لہٰذا یہ حکم خطیب کو شامل نہیں ہے۔ [2]

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے آٹھواں جواب یہ دیا ہے کہ یہ بات طے شدہ نہیں کہ مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے جن دو رکعتوں کے پڑھنے کا مذکورہ احادیث میں حکم آیا ہے، وہ دو رکعتیں تحیۃ المسجد کی ہوں، بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ دو رکعتیں مثلاً فجر کی قضا ہوں، لہٰذا اس سے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول کے

---

[1] السادس قيل اتفقوا على أن الداخل والإمام فى الصلاة تسقط عنه التحية ولا شك أن الخطبة صلاة فتسقط عنه فيها أيضا وتعقب بأن الخطبة ليست صلاة من كل وجه والفرق بينهما ظاهر من وجوه كثيرة والداخل فى حال الخطبة مأمور بشغل البقعة بالصلاة قبل جلوسه بخلاف الداخل فى حال الصلاة فإن إتيانه بالصلاة التى أقيمت يحصل المقصود هذا مع تفريق الشارع بينهما فقال إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة وقد وقع فى بعض طرقه فلا صلاة إلا التى أقيمت ولم يقل ذلك فى حال الخطبة بل أمرهم فيها بالصلاة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص۴۱۰،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

[2] السابع قيل اتفقوا على سقوط التحية عن الإمام مع كونه يجلس على المنبر مع أن له ابتداء الكلام فى الخطبة دون المأموم فيكون ترك المأموم التحية بطريق الأولى وتعقب بأنه أيضا قياس فى مقابلة النص فهو فاسد ولأن الأمر وقع مقيدا بحال الخطبة فلم يتناول الخطيب وقال الزين بن المنير منع الكلام إنما هو لمن شهد الخطبة لا لمن خطب فكذلك الأمر بالإنصات واستماع الخطبة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص۴۱۰،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

ذریعہ سے امام کے خطبہ دینے کے وقت مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے دو رکعت پڑھنے کا عام حکم فرمایا ہے، اور اس میں قضا نماز کا حکم نہیں لگایا، جس سے متبادر تحیۃ المسجد کا ہونا ہی ہے، اور اس کی تائید حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مروان کے دور کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

اور ان احادیث کے بارے میں حنفیہ نے نواں جواب یہ دیا ہے کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت خطبہ دے رہے تھے، وہ خطبہ جمعہ کا نہ ہو، بلکہ کوئی عام وعظ ہو۔

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کئی صحیح روایات میں جمعہ کے خطبہ کی تصریح پائی جاتی ہے، جس سے جمعہ کا خطبہ ہونا متعین ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] الثامن قيل لا نسلم أن المراد بالركعتين المأمور بهما تحية المسجد بل يحتمل أن تكون صلاة فائتة كالصبح مثلا قاله بعض الحنفية وقواه بن المنير فى الحاشية وقال لعله صلى الله عليه وسلم كان كشف له عن ذلك وإنما استفهمه ملاطفة له فى الخطاب قال ولو كان المراد بالصلاة التحية لم يحتج إلى استفهامه لأنه قد رآه لما دخل وقد تولى رده بن حبان فى صحيحه فقال لو كان كذلك لم يتكرر أمره له بذلك مرة بعد أخرى ومن هذه المادة قولهم إنما أمره بسنة الجمعة التى قبلها ومستندهم قوله فى قصة سليك عند بن ماجه أصليت قبل أن تجىء لأن ظاهره قبل أن تجىء من البيت ولهذا قال الأوزاعى إن كان صلى فى البيت قبل أن يجىء فلا يصلى إذا دخل المسجد.
وتعقب بأن المانع من صلاة التحية لا يجيز التنفل حال الخطبة مطلقا ويحتمل أن يكون معنى قبل أن تجىء أى إلى الموضع الذى أنت به الآن وفائدة الاستفهام احتمال أن يكون صلاها فى مؤخر المسجد ثم تقدم ليقرب من سماع الخطبة كما تقدم فى قصة الذى تخطى ويؤكده أن فى رواية لمسلم أصليت الركعتين بالألف واللام وهو للعهد ولا عهد هناك أقرب من تحية المسجد وأما سنة الجمعة التى قبلها فلم يثبت فيها شىء كما سيأتى فى بابه(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص۴۱۰،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

[2] التاسع قيل لا نسلم أن الخطبة المذكورة كانت للجمعة ويدل على أنها كانت لغيرها قوله للداخل أصليت لأن وقت الصلاة لم يكن دخل اه وهذا ينبنى على أن الاستفهام وقع عن صلاة الفرض فيحتاج إلى ثبوت ذلك وقد وقع فى حديث الباب وفى الذى بعده أن ذلك كان يوم الجمعة فهو ظاهر فى أن الخطبة كانت لصلاة الجمعة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص۴۱۰، ۴۱۱،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے دسواں جواب یہ دیا ہے کہ صحابۂ کرام اورخیرُ القرون کے دور میں خطبہ کی حالت میں داخل ہونے والے کو، تحیۃُ المسجد پڑھنا ثابت نہیں، بلکہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے۔

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اور جن حضرات سے ممانعت ثابت ہے، اُن کی ممانعت اس شخص سے متعلق ہے، جو پہلے سے مسجد میں موجود ہو، اور داخل ہونے والے کے لئے تحیۃُ المسجد کی ممانعت کی تصریح نہیں پائی جاتی، اور اس کے برعکس صحیح احادیث میں داخل ہونے والے کے لئے دو رکعت پڑھنے کے حکم کی تصریح پائی جاتی ہے، لہٰذا ان احادیث کو دوسرے احتمالات اور روایات پر ترجیح حاصل ہوگی۔ [1]

---

[1] العاشر قال جماعة منهم القرطبی أقوی ما اعتمده المالکية فی هذه المسألة عمل أهل المدينة خلفا عن سلف من لدن الصحابة إلی عهد مالک أن التنفل فی حال الخطبة ممنوع مطلقا وتعقب بمنع اتفاق أهل المدينة علی ذلک فقد ثبت فعل التحية عن أبی سعيد الخدری وهو من فقهاء الصحابة من أهل المدينة وحمله عنه أصحابه من أهل المدينة أيضا فروی الترمذی وبن خزيمة وصححاه عن عياض بن أبی سرح أن أبا سعيد الخدری دخل ومروان يخطب فصلی الركعتين فأراد حرس مروان أن يمنعوه فأبی حتی صلاهما ثم قال ما كنت لأدعهما بعد أن سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يأمر بهما انتهی ولم يثبت عن أحد من الصحابة صريحا ما يخالف ذلک وأما ما نقله بن بطال عن عمر وعثمان وغير واحد من الصحابة من المنع مطلقا فاعتماده فی ذلک علی روايات عنهم فيها احتمال كقول ثعلبة بن أبی مالک أدركت عمر وعثمان وكان الإمام إذا خرج تركنا الصلاة ووجه الاحتمال أن يكون ثعلبة عنی بذلک من كان داخل المسجد خاصة قال شيخنا الحافظ أبو الفضل فی شرح الترمذی كل من نقل عنه يعنی من الصحابة منع الصلاة والإمام يخطب محمول علی من كان داخل المسجد لأنه لم يقع عن أحد منهم التصريح بمنع التحية وقد ورد فيها حديث يخصها فلا تترک بالاحتمال انتهی ولم أقف علی ذلک صريحا عن أحد من الصحابة وأما ما رواه الطحاوی عن عبد الله بن صفوان أنه دخل المسجد وبن الزبير يخطب فاستلم الركن ثم سلم عليه ثم جلس ولم يركع وعبد الله بن صفوان وعبد الله بن الزبير صحابيان صغيران فقد استدل به الطحاوی فقال لما لم ينكر بن الزبير علی بن صفوان ولا من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوران احادیث کے بارے میں حنفیہ نے گیارہواں جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے حضرت سلیک نامی صحابی کونماز پڑھنے کا یہ حکم دیا ہوکہ وہ بہت بوسیدہ حالت میں تھے۔

اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان کی غربت وافلاس کوصحابہ کے مجمع کے سامنے ظاہر کرنا تھا، تاکہ ان کی مدد کی جاسکے، اور آپ نے اس وقت اس کا بہترین ذریعہ سب کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا سمجھا تھا، بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کوان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی (کذافی درسِ ترمذی ج۲ص ۲۸۷،۲۸۹)

مگر دیگر حضرات نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ تاویل مناسب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول کے ذریعہ صاف اور عام حکم یہ فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو، اور امام خطبہ دے رہا ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ ہلکی پھلکی دورکعت پڑھ لے، اور یہ حکم حضرت سُلیک کے ساتھ خاص نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حضرهما من الصحابة ترک التحية دل على صحة ما قلناه .
وتعقب بأن تركهم النكير لا يدل على تحريمها بل يدل على عدم وجوبها ولم يقل به مخالفوهم وسيأتى فى أواخر الكلام على هذا الحديث البحث فى أن صلاة التحية هل تعم كل مسجد أو يستثنى المسجد الحرام لأن تحيته الطواف فلعل بن صفوان كان يرى أن تحيته استلام الركن فقط (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٢ص ٤١١،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

[1] وقال القاضى :قال مالک والليث وأبو حنيفة والثورى وجمهور السلف من الصحابة والتابعين :لا يصليهما، وهو مروى عن عمر وعثمان وعلى، رضى الله تعالى عنهم، وحجتهم :الأمر بالإنصات للإمام، وتأولوا هذه الأحاديث أنه كان عريانا فأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقيام ليراه الناس ويتصدقوا عليه، وهذا تأويل باطل يرده صريح قوله :(إذا جاء أحدكم يوم الجمعة والإمام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما) وهذا نص لا يتطرق إليه تأويل، ولا أظن عالما يبلغه هذا اللفظ صحيحا فيخالفه .قلت :أصحابنا لم يأولوا الأحاديث المذكورة بهذا الذى ذكره حتى يشنع عليهم هذا التشنيع، بل أجابوا بأجوبة غير هذا (عمدة القارى، ج٦، ص ٢٣١، باب إذا رأى الإمام رجلا جاء وهو يخطب أمره أن يصلى ركعتين)

اور حنفیہ کی طرف سے اس سلسلہ میں دوسرے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ ۱

ہم نے علمی تحقیق کی غرض سے دونوں طرف کے دلائل کے ساتھ معتدل تفصیل ذکر کردی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ ایک فروعی اور مجتہد فیہ مسئلہ ہے، اور دلائل دونوں طرف ہیں۔

لہٰذا اس مسئلہ میں لوگوں کو اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہئے، اور اس پر ایک دوسرے کے خلاف مناظرہ ومباحثہ اور مجادلہ کا بازار گرم کرنا اور اہم امور کو چھوڑ کر اس مسئلہ میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنا اور ایک دوسرے پر ضلالت وگمراہی اور منکرِ حدیث وغیرہ کے فتوے صادِر کرنا بالکل بھی مناسب نہیں، اور اس سلسلہ میں اعتدال کا راستہ یہ ہے کہ تحیۃُ المسجد ایک نفل نماز ہے، اور امام کے خطبہ دینے کے وقت مسجد میں آنے والے کے لئے احتیاط اسی میں ہے کہ وہ نماز پڑھے بغیر خاموشی سے بیٹھ کر خطبہ سنے، اور خطبہ سے فارغ ہوکر ابتداء سے نمازِ جمعہ میں شریک ہو، تاکہ ہر طرح کی بدنظمی سے حفاظت رہے، لیکن اگر کوئی احادیث کے پیشِ نظر امام کے خطبہ دینے کی حالت میں مسجد میں داخل

---

۱ مثلاً ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھی جائے اور دوسری کئی احادیث وروایات کا تقاضا یہ ہے کہ نماز پڑھنا مکروہ وممنوع ہے، اس طرح یہ ٹکراؤ جائز وناجائز کا ہے، اور جب جائز وناجائز کے دلائل میں ٹکراؤ ہوجائے تو ناجائز اور حرام ہونے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ دو رکعتیں جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے، نفل نماز ہے، جوکہ کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں ہے، اگر نہ پڑھی تو کسی کے نزدیک بھی گناہ نہیں، اور دیگر احادیث وروایات سے خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کا مکروہ وممنوع اور گناہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس وقت نماز نہ پڑھی جائے، کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں کسی حدیث کے مطابق بھی گناہ نہیں اور پڑھنے کی صورت میں بعض دلائل کی رُو سے گناہ ہے، اور ایسے اختلاف کے وقت ترجیح گناہ سے بچنے کو ہوا کرتی ہے۔

اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ خطبہ سُننا واجب ہے اور یہ نماز نفل ہے، اور واجب میں مشغولی نفل عمل میں مشغول ہونے پر مقدم ہے۔

اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ خطبہ کے وقت نماز کے مکروہ وممنوع ہونے والی روایات اس اصول وقاعدہ کے موافق ہیں جس کی رُو سے خطبہ کے دوران خطبہ سننے اور خطبہ کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ دوسرے کام ممنوع ہوجاتے ہیں، لہٰذا اُن روایات کو اصول وقاعدہ کے موافق ہونے کی وجہ سے اس جزئی واقعہ پر ترجیح دی جائے گی؛ اور اس واقعہ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرے موقعے پر خطبہ کے دوران کسی آنے والے شخص کو نماز پڑھنے کا حکم دینا ثابت نہیں (کذا فی درسِ ترمذی ج۲ ص ۲۸۶ و ۲۹۱ و ۲۹۲)

ہوکر، ہلکی پھلکی دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھ لے، اور نماز شروع ہونے سے پہلے فارغ ہوکر، ابتداء سے نماز میں شریک بھی ہوجائے، اور کسی قسم کی بدنظمی کا بھی ارتکاب نہ کرے، تو اس پر بھی نکیر نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس نے شریعت کی ایک دلیل پر عمل کیا ہے۔ ؎

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

؎ وهذه الأجوبة التى قدمناها تندفع من أصلها بعموم قوله صلى الله عليه وسلم فى حديث أبى قتادة إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلى ركعتين متفق عليه وقد تقدم الكلام عليه وورد أخص منه فى حال الخطبة ففى رواية شعبة عن عمرو بن دينار قال سمعت جابر بن عبد الله يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يخطب إذا جاء أحدكم والإمام يخطب أو قد خرج فليصل ركعتين متفق عليه أيضا ولمسلم من طريق أبى سفيان عن جابر أنه قال ذلك فى قصة سليك ولفظه بعد قوله فاركعهما وتجوز فيهما ثم قال إذا جاء أحدكم يوم الجمعة والإمام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما قال النووى هذا نص لا يتطرق إليه التأويل ولا أظن عالما يبلغه هذا اللفظ ويعتقده صحيحا فيخالفه وقال أبو محمد بن أبى جمرة هذا الذى أخرجه مسلم نص فى الباب لا يحتمل التأويل وحكى بن دقيق العيد أن بعضهم تأول هذا العموم بتأويل مستكره وكأنه يشير إلى بعض ما تقدم من ادعاء النسخ أو التخصيص وقد عارض بعض الحنفية الشافعية بأنهم لا حجة لهم فى قصة سليك لأن التحية عندهم تسقط بالجلوس وقد تقدم جوابه وعارض بعضهم بحديث أبى سعيد رفعه لا تصلوا والإمام يخطب وتعقب بأنه لا يثبت وعلى تقدير ثبوته فيخص عمومه بالأمر بصلاة التحية وبعضهم بأن عمر لم يأمر عثمان بصلاة التحية مع أنه أنكر عليه الاقتصار على الوضوء وأجيب باحتمال أن يكون صلاهما وفى هذا الحديث من الفوائد غير ما تقدم جواز صلاة التحية فى الأوقات المكروهة لأنها إذا لم تسقط فى الخطبة مع الأمر بالإنصات لها فغيرها أولى وفيه أن التحية لا تفوت بالقعود لكن قيده بعضهم بالجاهل أو الناسى كما تقدم وأن للخطيب أن يأمر فى خطبته وينهى ويبين الأحكام المحتاج إليها ولا يقطع ذلك التوالى المشترط فيها بل لقائل أن يقول كل ذلك يعد من الخطبة واستدل به على أن المسجد شرط للجمعة للاتفاق على أنه لا تشرع التحية لغير المسجد وفيه نظر واستدل به على جواز رد السلام وتشميت العاطس فى حال الخطبة لأن أمرهما أخف وزمنهما أقصر ولا سيما رد السلام فإنه واجب وسيأتى البحث فى ذلك بعد ثلاثة أبواب فائدة قيل يخص عموم حديث الباب بالداخل فى آخر الخطبة كما تقدم قال الشافعى أرى للإمام أن يأمر الآتى بالركعتين ويزيد فى كلامه ما يمكنه الإتيان بهما قبل إقامة الصلاة فإن لم يفعل كرهت ذلك وحكى النووى عن المحققين أن المختار إن لم يفعل أن يقف حتى تقام الصلاة لئلا يكون جالسا بغير تحية أو متنفلا حال إقامة الصلاة واستثنى المحاملى المسجد الحرام لأن تحيته الطواف وفيه نظر لطول زمن الطواف بالنسبة إلى الركعتين والذى يظهر من قولهم إن تحية المسجد الحرام الطواف إنما هو فى حق القادم ليكون أول شيء يفعله الطواف وأما المقيم فحكم المسجد الحرام وغيره فى ذلك سواء ولعل قول من أطلق أنه يبدأ فى المسجد الحرام بالطواف لكون الطواف يعقبه صلاة الركعتين فيحصل شغل البقعة بالصلاة غالبا وهو المقصود ويختص المسجد الحرام بزيادة الطواف والله أعلم(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲ص ۴۱۱،۴۱۲،قوله باب الاستماع أى الإصغاء للسماع فكل مستمع سامع من غير عكس)

(۶)

خطبہ اور نمازِ جمعہ میں اسپیکر کا نازیبا استعمال

بعض خطیب جمعہ کے دن جمعہ کے خطبہ اور نماز کے دوران مسجد کا بیرونی اسپیکر استعمال کرتے ہیں، جس کی آواز دور دراز تک پہنچتی ہے، اور اس کی وجہ سے جہاں ایک طرف نماز وخطبہ کی بے احترامی لازم آتی ہے، وہاں دوسری طرف خواتین اور معذور لوگوں کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے اور عبادت کرنے میں خلل واقع ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے بہت سے مریضوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

پھر جب ایک وقت میں مختلف مسجدوں کے اسپیکر استعمال ہوتے ہیں، تو ایک کی آواز دوسرے کی آواز سے ٹکرانے کی وجہ سے بعض اوقات نماز پڑھانے والے کو بھی نماز پڑھانے میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، اور بعض اوقات نماز کے دوران مقتدیوں کو اپنے امام اور دوسری مسجد کے امام کی آواز میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے، اور نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔

ان جیسی خرابیوں کی وجہ سے خطبہ اور نمازِ جمعہ میں بڑا اور بیرونی اسپیکر استعمال کر کے دور دراز تک آواز پہنچانا مناسب نہیں۔

پھر خطبہ ونماز کے دوران اسپیکر استعمال کرنے کا کوئی شریعت نے حکم بھی نہیں دیا، زیادہ سے زیادہ یہ ایک سہولت اور انتظامی ضرورت کی چیز ہے، لہٰذا اس کی آواز کو ضرورت کی حد تک محدود رکھنا چاہئے، اور اس کو بے جا استعمال نہیں کرنا چاہئے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے، تاکہ اس مسئلہ کی نزاکت واہمیت کا اندازہ ہو۔

(۱)......فقہائے کرام نے بغیر لاؤڈ سپیکر کے بھی امام کو اپنی آواز میں اعتدال رکھنے کا حکم

فرمایا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ فقہائے کرام نے اذان میں بھی، جس سے مقصود اعلان کرنا ہوتا ہے، آواز میں بے جا غلو کرنے اور زور لگانے سے منع کیا ہے۔

اور اسی وجہ سے اذان کے لئے بھی جو اسپیکر استعمال کئے جائیں، ان کی آواز اتنی کرخت نہیں ہونی چاہئے کہ قرب وجوار کے لوگوں اور بچوں، بوڑھوں اور مریضوں کو تکلیف اور کوفت پہنچے۔

اور جب اذان کا بھی یہ حکم ہے، تو خطبہ وجمعہ میں بڑے یا بیرونی اسپیکر کے ذریعہ بے جا آواز کو دور دراز تک پہنچانے میں غلو سے کام لینا، کیونکر مناسب ہوسکتا ہے۔ [2]

لہٰذا جب نمازیوں کی تعداد مسجد کی اندرونی حدود تک محدود ہو تو بلا ضرورت اوپر کا بڑا اور بیرونی اسپیکر استعمال کر کے دور دراز اور غیر متعلقہ لوگوں تک آواز پہنچانا دراصل حد سے تجاوز کرنا ہے، جس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

(۲)...... جب قرآن مجید یا جمعہ کا خطبہ پڑھا جائے تو اس کا ادب واحترام اختیار کرنے

---

[1] قالوا :ولا يجهد الإمام نفسه بالجهر، وفى السراج الوهاج :الإمام إذا جهر فوق حاجة الناس فقد أساء(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ا ،ص ۳۵۵، كتاب الصلاة، آداب الصلاة)

[2] من السنة أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته، لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ولهذا كان الأفضل أن يؤذن فى موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها، ولا ينبغى أن يجهد نفسه. وكذا يجهر بالإقامة لكن دون الجهر بالأذان؛ لأن المطلوب من الإعلام بها دون المقصود من الأذان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۶، ص۱۹۳، مادة ”جهر“)

(أما) الذى يرجع إلى نفس الأذان فأنواع :منها -أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به ألا ترى أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال لعبد الله بن زيد علمه بلالا فإنه أندى وأمد صوتا منك؟ ولهذا كان الأفضل أن يؤذن فى موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها، ولا ينبغى أن يجهد نفسه؛ لأنه يخاف حدوث بعض العلل كالفتق وأشباه ذلك، دل عليه ما روى أن عمر -رضى الله عنه -قال لأبى محذورة أو لمؤذن بيت المقدس حين رآه يجهد نفسه فى الأذان :أما تخشى أن ينقطع مريطاؤك وهو ما بين السرة إلى العانة، وكذا يجهر بالإقامة لكن دون الجهر بالأذان؛ لأن المطلوب من الإعلام بها دون المقصود من الأذان (بدائع الصنائع، ج ا، ص ۱۴۹، فصل بيان سنن الاذان)

اور ہر ایسے کام سے پرہیز کرنے کا حکم ہے، جس سے قرآن مجید وخطبۂ جمعہ کی بے ادبی یا بے احترامی لازم آتی ہو۔

اب بڑے یا بیرونی اسپیکر میں خطبہ ونماز پڑھانے کی صورت میں اگرچہ خطبہ ونماز پڑھنے والے مقام پر کوئی چیز خطبہ وقرآن مجید کے احترام کے خلاف نہ ہو۔

لیکن جہاں جہاں اس کی آواز پہنچتی ہے ان میں بہت سے ایسے مقامات ہوتے ہیں، جن میں لہوولعب، شوروشغب اور مختلف قسم کے معاملات ہوتے رہتے ہیں، بلکہ بعض لوگ منکرات اور گناہوں میں بھی مبتلا ہوتے ہیں (جیسا کہ آج کل عام بازاروں، دوکانوں، ہوٹلوں، تفریح گاہوں بلکہ بہت سے گھروں کی حالت ہے)

اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے مقامات پر خطبۂ جمعہ وقرآن مجید پڑھنا ادب واحترام کے خلاف ہے، اور بڑا یا بیرونی اسپیکر چلا کر ایسے مقامات تک آواز پہنچانا بھی اس میں داخل ہے۔ [1]

---

[1] ذكر ما يستفاد منه :فيه :الإنصات إلى الخطبة وهو مطلوب بالاتفاق .وفي (التوضيح) : والجديد الصحيح من مذهب الشافعي أنه لا يحرم الكلام ويسن الإنصات، وبه قال عروة بن الزبير وسعيد بن جبير والشعبي والنخعي والثوري وداود، والقديم أنه يحرم، وبه قال مالك والأوزاعي وأبو حنيفة وأحمد، رحمهم الله .وقال ابن بطال :استماع الخطبة واجب وجوب سنة عند أكثر العلماء ، ومنهم من جعله فريضة، وروى عن مجاهد، أنه قال :لا يجب الإنصات للقرآن إلا في موضعين :في الصلاة والخطبة .ثم نقل عن أكثر العلماء أن الإنصات واجب على من سمعها ومن لم يسمعها، وأنه قول مالك، وقد قال عثمان :للمنصت الذى لا يسمع من الأجر مثل ما للمنصت الذى يسمع .وكان عروة لا يرى بأسا بالكلام إذا لم يسمع الخطبة .وقال أحمد :لا بأس أن يذكر الله ويقرأ من لم يسمع الخطبة .وقال ابن عبد البر :لا خلاف علمته بين فقهاء الأمصار في وجوب الإنصات لها على من سمعها .واختلف فيمن لم يسمعها(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٦ص ٢٢٩، ٢٣٩،باب الاستماع إلى الخطبة)

استماع الخطبة واجب وجوب سنة عند أكثر العلماء ، ومنهم من جعله فريضة، روى عن مجاهد أنه قال :لا يجب الإنصات للقرآن إلا فى موضعين فى الصلاة والخطبة .وفى استماع الملائكة للخطبة حض على الاستماع إليها والإنصات لها، وقال أكثر العلماء :الإنصات واجب على من سمعها ومن لم يسمعها، وهو قول مالك، وقد قال عثمان بن عفان :للمنصت الذى لا يسمع من الأجر مثل ما للمنصت الذى يسمع، وكان عروة بن الزبير لا يرى بأسا بالكلام إذا لم يسمع الخطبة، ذكره ابن المنذر، وقال إبراهيم :إنى لأقرأ حزبى إذا لم أسمع الخطبة، وقال أحمد :لا بأس أن يذكر الله ويقرأ من لم يسمع الخطبة(شرح صحيح البخارى لابن بطال،ج٢ص ٥١٣،باب الاستماع إلى الخطبة)

(۳)...... اگر لوگ شور وشغب ولہو ولعب وغیرہ میں بھی مصروف نہ ہوں، بلکہ ایسے کاموں میں مصروف ہوں جو فی نفسہٖ جائز ہیں (مثلاً ضروری کاموں میں اور وہ جمعہ ادا کر چکے ہوں یا پھر نمازِ جمعہ واجب نہ ہو) اور وہ اس وجہ سے خطبہ وقرآن مجید سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں، تب بھی ان تک آواز پہنچانے سے بچنے کا حکم ہے۔ [1]

اور بڑے یا بیرونی اسپیکر میں نماز یا خطبہ پڑھنے سے ایسے لوگوں تک آواز پہنچانا لازم آتا ہے، اور کسی غلط کام کا سبب بننا بھی منع ہے۔

(۴)...... بیرونی یا بڑے اسپیکر سے آواز قریب اور دُور کے مختلف گھروں میں بھی پہنچتی ہے، جس کی وجہ سے گھروں میں خواتین، بوڑھوں اور معذوروں وغیرہ کو نماز پڑھنا اور ذکر وتلاوت اور دوسری عبادت کرنا دشوار ہوجاتا ہے، جس کا روزمرہ مشاہدہ ہے، اور اس طرح کے اکثر وبیشتر مقامات پر لوگوں کو یہ شکایت رہتی ہے، اگرچہ وہ شرماشرمی میں زبان سے اہلِ مسجد کے سامنے اس کا اظہار نہ کرتے ہوں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی کی نماز یا دوسری عبادت میں خلل ڈالنا گناہ ہے اور دراصل یہ ایک طرح سے دوسرے کو عبادت سے روکنا ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

بکثرت ایسے واقعات ہیں کہ بیرونی یا بڑے اسپیکر کی آواز سے سوتے ہوئے بچے یا مریض

---

[1] چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ:

وقد يأثم به إذا فعله في مجلس الفسق وهو يعلمه لما فيه من الاستهزاء والمخالفة لموجبه(الفتاویٰ الهندية، ج ۵ ص ۳۱۵، كتاب الكراهية،الباب الرابع)

ترجمہ: اور پڑھنے والا گنہگار ہوگا اگر اس نے (قرآن کو) کسی فسق وگناہ کی مجلس میں پڑھا جبکہ اس مجلس کا فسق ہونا معلوم ہو، کیونکہ ایسا کرنا درحقیقت قرآن مجید کا استہزاء کرنا اور قرآن مجید کے منشاء کے خلاف کرنا ہے (فتاویٰ ہندیہ)

اور ایک اور مقام پر ہے کہ:

ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق، وفي موضع اللغو كذا في القنية(الفتاویٰ الهندية ج ۵ ص ۳۲۷، كتاب الكراهية،الباب الرابع)

ترجمہ: قرآن مجید کے احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو بازاروں اور لغو مجلسوں میں نہ پڑھا جائے (فتاویٰ ہندیہ)

کے دماغ کی رَگ پھٹ گئی اور موت واقع ہوگئی۔ العیاذ باللہ۔

(۵)......بعض اوقات اس کی وجہ سے علاقہ کے مریضوں اور بچوں کو آرام کرنا اور سونا مشکل ہوتا ہے، اور یہ ان کے لئے تکلیف اور ایذاء کا باعث ہوتا ہے، اور کسی مسلمان کو بے جا تکلیف وایذاء پہنچانا ناجائز بلکہ حرام ہے۔

اسی وجہ سے حجر اسود کو بوسہ دینے کی عبادت انجام دینے کے لئے بھی کسی کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں۔ [۱]

(۶)...... جہاں یا جن علاقوں میں قریب قریب یا کچھ معمولی فاصلہ پر دو یا زیادہ مقامات پر بیرونی یا بڑے اسپیکروں میں خطبہ یا قرآن مجید پڑھا جارہا ہو، وہاں عام طور پر ایک مسجد کے خطیب وامام کی آواز دوسرے خطیب وامام کی آواز سے ٹکراتی ہے اور مختلف آوازوں کے تصادم وٹکراؤ سے ایک عجیب تماشا بن جاتا ہے۔

---

[۱] أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ " :یا عمر ، إنک رجل قوی ، لا تزاحم علی الحجر فتؤذی الضعیف ، إن وجدت خلوۃ فاستلمہ ، وإلا فاستقبلہ فهلل وکبر (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۰،عن عمر بن الخطاب)

قال شعیب الارنؤوط:حدیث حسن رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر الشیخ بمکة ، وقد سماہ سفیان بن عیینة فی "السنن المأثورة(۵۱۰) "عبد الرحمن بن نافع بن عبد الحارث ، وهو من أولاد الصحابة ، وأبوہ ولی مکة لعمر بن الخطاب ، والحدیث مرسل ، والمرسل -کما قال الإمام الذهبی فی "الموقظة "ص ۳۹إذا صحَّ إلی تابعی کبیر ، فهو حجة عند خلقٍ من الفقهاء (حاشیة مسند احمد)

لاشک ان فی الجهر بالقرآن احادیث کثیرة والآثارمن الصحابة والتابعین اکثرمن ان تحصیٰ لکن فیما لایخاف ریاء ولااعجاباولا غیرهما من القبائح ولایؤذی جماعة یلبس علیهم صلٰوتهم ویخلطها علیهم فمن خاف شیئا من ذالک فلایجوزله الجهر (التفسیر المظهری ج ۳ ص ۴۵۴، سورة الاعراف)

وقد یأثم بہ إذا فعلہ فی مجلس الفسق وهو یعلمہ لما فیہ من الاستهزاء والمخالفة لموجبہ(الفتاویٰ الهندیة، ج ۵ ص ۳۱۵، کتاب الکراهیة،الباب الرابع)

ومن حرمة القرآن أن لا یقرأ فی الأسواق، وفی موضع اللغو کذا فی القنیة(الفتاویٰ الهندیة ج ۵ ص ۳۲۷، کتاب الکراهیة،الباب الرابع)

رَجلٌ یَکْتُبُ الْفِقْهَ وَبِجَنْبِهٖ رَجُلٌ یَقْرَءُ الْقُرْآنَ فَلَایُمْکِنُهُ اِسْتِمَاعُ الْقُرْآنِ فَالْاِثْمُ عَلَی الْقَارِئِ وَعَلٰی هٰذَالَوْقَرَأَعَلَی السَّطْحِ (فِی اللَّیْلِ جَهْراً)وَالنَّاسُ نِیَامٌ یَأْثَمُ (خلاصة الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۰۳)

جس کی وجہ سے یا تو خود خطیب وامام اور قرآن پڑھنے والے ہی کو تشابہ لگ جاتا ہے، اور خطبہ ونماز کے پڑھنے میں خلل آتا ہے، اور یا مقتدیوں کو اپنے امام اور دوسرے کی آواز میں اشتباہ والتباس پیدا ہونے سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، اور بعض اوقات نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔

(۷)...... جبکہ ضرورت نہ ہو، خوامخواہ بڑا یا اوپر کا اسپیکر چلانے میں بجلی وغیرہ کا بے جا ضیاع ہے، جو کہ گناہ ہے، بالخصوص جبکہ بجلی کی قلت اور لوڈ شیڈنگ کا بھی سامنا ہو، اس وقت اس قسم کی حرکات کی عقل بھی اجازت نہیں دیتی۔

(۸)...... یہ بات کسی مسلمان پر مخفی نہیں کہ نماز میں خشوع وخضوع کی بڑی تاکید قرآن وسنت میں آئی ہے، اور نماز کے بہت سے آداب وسنتیں صرف خشوع حاصل کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں، جبکہ بہت سی چیزیں نماز میں صرف اس لئے مکروہ ہیں کہ وہ خشوع کے خلاف ہیں، اور تجربے ومشاہدے سے یہ بات ثابت ہے کہ بیرونی یا اوپر کا اسپیکر چلانے سے آواز ہوا اور فضاء کے ساتھ خلط ملط ہو کر مقتدیوں کی توجہ بٹنے کا ذریعہ بنتی ہے، جو کہ خشوع کے خلاف ہے اور اس کے علاوہ بھی بعض دوسری چیزیں خاص کر بڑے اسپیکر پر خشوع کے خلاف ہو جاتی ہیں (ملاحظہ ہو آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام ص ۴۳ وص ۴۴)

(۹)...... بعض لوگ شہرت اور ریا کاری کے طور پر بڑا یا بیرونی اسپیکر استعمال کرتے ہیں، تاکہ باہر کے لوگوں میں ان کی قرائت اور خطابت کا چرچا ہو، اور دکھلاوے اور ریا کاری کے گناہ ہونے میں شک نہیں۔

(۱۰)...... آج کل جمعہ سے پہلے کے وعظ وبیان کے موضوع اور انداز سے دوسرے ذوق کے لوگوں تک آواز پہنچنے سے ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، جو کئی فتنوں کا باعث ہے۔

یہ تمام اور اس جیسی دوسری خرابیوں کے باعث نماز اور خطبہ کے دوران بیرونی یا بڑا اسپیکر استعمال کر کے دور دراز اور غیر متعلقہ لوگوں تک آواز پہنچانے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور نماز وخطبہ کی آواز کو ضرورت کی حد تک محدود رکھنا چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(۳)

نمازِ جمعہ سے پہلے وبعد کی سنت رکعتوں کی تفصیل

جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں کتنی رکعتیں سنت ہیں، اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کی نماز کے بعد بھی چار رکعتیں سنت ہیں، اور اگر جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کے بعد مزید دو رکعتیں اور پڑھے، تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ بعض روایات میں چھ رکعتوں کا ذکر آیا ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے دو رکعتیں اور جمعہ کے بعد بھی دو رکعتیں سنت ہیں، اور اگر کوئی جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے، تو یہ زیادہ اکمل وافضل ہے۔ [1]

---

[1] اور مالکیہ اور حنابلہ کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔

قال الحنفية والشافعية :تسن الصلاة قبل الجمعة وبعدها، فعند الحنفية :سنة الجمعة القبلية أربع، والسنة البعدية أربع كذلك، وقال الشافعية :أقل السنة ركعتان قبلها وركعتان بعدها، والأكمل أربع قبلها وأربع بعدها، لقوله صلى الله عليه وسلم :من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا.

وقال المالكية والحنابلة :يصلى قبلها دون التقيد بعدد معين، على أن أكثر من قال بصلاة السنة يوم الجمعة حملها على تحية المسجد، ومن كره صلاة السنة يوم الجمعة كرهها لأنها توافق وقت الاستواء غالبا، لكن لو تقدمت أو تأخرت بعد ذلك فلا شيء فيها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۲۷۸، و ۲۷۹، مادة "السنن الرواتب"، سنة الجمعة)

(وأقل السنة) الراتبة (بعدها) ، أي :الجمعة :(ركعتان) " لأنه -صلى الله عليه وسلم - كان يصلي بعد الجمعة ركعتين متفق عليه.

(وأكثرها) ، أي :السنة بعد الجمعة :(ست) ركعات نصا، لقول ابن عمر " :كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم -يفعله "رواه أبو داود .(ولا راتبة لها قبلها) نصا، (بل) يسن صلاة (أربع) ركعات، لما روى ابن ماجه أن النبي -صلى الله عليه وسلم - كان يركع من قبل الجمعة أربعا وروى سعيد عن ابن مسعود "أنه كان يصلي قبل الجمعة أربع ركعات وبعدها أربع ركعات "قال عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور فقہائے کرام کے درمیان اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں احادیث وروایات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى (بخاری) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور حسبِ استطاعت پاکی کا اہتمام کیا، پھر اس نے تیل یا خوشبو لگائی، پھر جمعہ کے لئے چلا، اور (مسجد میں جاکر) دوآدمیوں کے درمیان تفریق (وجدائی) نہیں کی، پھر اس نے (مسجد میں پہنچنے کے بعد) حسبِ توفیق نماز پڑھی، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) آیا، تو وہ خاموش ہوگیا، تو اس کے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الله: رأيت أبي يصلي في المسجد إذا أذن المؤذن أربع ركعات، (وتقدم في باب صلاة التطوع (مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى، لمصطفى بن سعد بن عبده الحنبلي، باب صلاة الجمعة)

فصل: فأما الصلاة قبل الجمعة، فلا أعلم فيه إلا ما روى، أن النبي -صلى الله عليه وسلم- كان يركع من قبل الجمعة أربعا. أخرجه ابن ماجه. وروى عمرو بن سعيد بن العاص، عن أبيه، قال: كنت ألقى أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فإذا زالت الشمس قاموا فصلوا أربعا. قال أبو بكر: كنا نكون مع حبيب بن أبي ثابت في الجمعة، فيقول: أزالت الشمس بعد؟ ويلتفت وينظر فإذا زالت الشمس، صلى الأربع التي قبل الجمعة.

وعن أبي عبيدة، عن عبد الله بن مسعود، أنه كان يصلي قبل الجمعة أربع ركعات، وبعدها أربع ركعات. رواه سعيد (المغني لابن قدامة، ج۲، ص۲۷۰، فصل الصلاة قبل الجمعة)

[۲] رقم الحديث ۹۱۰، كتاب الجمعة، باب: لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ اِغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَاقُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرىٰ وَفَضْلَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: جس نے غسل کیا پھر جمعہ کے لیے حاضر ہوا، پھر اُس نے جو مقدر میں ہوئی نماز پڑھی، پھر خاموش رہا، یہاں تک کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہوگیا، پھر امام کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی تو اُس شخص کے دوسرے جمعہ تک اور تین دن مزید کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جائیں گے (مسلم)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُطِيْلُ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ، وَيُصَلِّيْ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (سنن ابی داؤد) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے لمبی نماز پڑھتے تھے، اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھتے تھے، اور یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے (ابوداؤد، ابنِ حبان)

حضرت ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ؟ فَقَالَ: قَدْ كَانَ يُطِيْلُ الصَّلَاةَ قَبْلَهَا، وَيُصَلِّيْ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ

---

[1] رقم الحديث ۸۵۷ "۲۶" كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت فى الخطبة.

[2] رقم الحديث ۱۱۲۸، كتاب الصلاة، باب الصلاة بعد الجمعة، واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۴۷۶.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخارى (حاشية صحيح ابنِ حبان)

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (صحيح ابن خزيمة) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ کیا حضرت ابنِ عمر جمعہ (کی نماز) سے پہلے نماز پڑھتے تھے؟ تو حضرت نافع نے فرمایا کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے لمبی نماز پڑھتے تھے، اور جمعہ (کی نماز) کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے؛ اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے (ابنِ خزیمہ)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ وَصَفَ تَطَوُّعَ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ (مسلم) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ (کی نماز) کے بعد جب تک لوٹ نہ آتے، نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، پھر اپنے گھر میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے (مسلم)

مذکورہ احادیث وروایات سے جمعہ کی نماز سے پہلے نماز پڑھنے کا ثبوت ہوا، لیکن ان میں کیونکہ تعداد کا ذکر نہیں، اور جمعہ کے بعد دو رکعتوں کا ذکر ہے، جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعہ کی نماز سے پہلے دو رکعات اور جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعات پڑھنے سے سنت ادا ہو جاتی ہے، لیکن کیونکہ بعض احادیث میں جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتوں کا ذکر ملتا ہے، بلکہ بعض روایات میں چھ رکعتوں

---

[1] رقم الحديث ١٨٣٦ ،كتاب الجمعة،باب استحباب تطويل الصلاة قبل صلاة الجمعة.
في حاشية ابن خزيمة: إسناده صحيح.

[2] رقم الحديث ٨٨٢ "٧١"كتاب الجمعة،باب الصلاة بعد الجمعة.

کا ذکر آیا ہے، اس لئے چار رکعتیں پہلے اور چار بعد میں پڑھنا زیادہ افضل واکمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھے، تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا، فَلْيُصَلِّ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا (شرح مشكل الآثار للطحاوی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (جمعہ کی) نماز پڑھے، تو اسے چاہیے کہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھے (طحاوی)

یاد رہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ سے پہلے ایک سلام سے چار رکعتوں کا پڑھنا مروی ہے، جس کی سند کو محدثین نے غیر معمولی ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۸۸۱ "۶۷" كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة.

[2] رقم الحديث ۴۱۰۸، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يتطوع به بعد صلاة الجمعة من الركوع فى الموطن الذى يصلى فيه.

[3] حدثنا محمد بن يحيى قال: حدثنا يزيد بن عبد ربه قال: حدثنا بقية، عن مبشر بن عبيد، عن حجاج بن أرطاة، عن عطية العوفى، عن ابن عباس، قال: كان النبى صلى الله عليه وسلم: يركع قبل الجمعة أربعا، لا يفصل فى شىء منهن (ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۱۲۹)

قال العينى: وروى ابن ماجه بإسناده عن ابن عباس قال: كان النبى -عليه السلام- يركع من قبل الجمعة أربعاً، ولا يفصل فى شىء منهن. ورواه الطبرانى فى "معجمه" وزاد فيه: وأربعاً بعدها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ دیگر مرفوع وموقوف روایات اس بارے میں موجود ہیں۔

حضرت جبلہ بن سحیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ، ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَرْبَعًا (شرح معانی الآثار) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے، جن کے درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے، پھر جمعہ (کی نماز) کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے، پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے (شرح معانی الآثار)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا، يَجْعَلُ التَّسْلِيْمَ فِيْ آخِرِهِنَّ رَكْعَةً (المعجم الاوسط للطبرانی) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسنده واهٍ جداً؛ لأن فيه مبشر ابن عبيد وهو معدود في الوضاعين، وفيه حجاج وعطية وهما ضعيفان (شرح ابی داؤد للعینی، ج۴، ص ۴۷۱، باب :الصلاة بعد الجمعة)

حدثنا محمد بن يحيى حدثنا يزيد بن عبد ربه حدثنا بقية عن مبشر بن عبيد عن حجاج بن أرطاة عن عطية العوفي عن ابن عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يركع قبل الجمعة أربعا لا يفصل في شيء منهن.

هذا إسناد مسلسل بالضعفاء عطية متفق على تضعيفه وحجاج مدلس ومبشر بن عبيد كذاب وبقية هو ابن الوليد يدلس بتدليس التسوية (مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة، ج ا ص ۱۳۶، باب الصلاة قبل الجمعة)

[1] رقم الحديث ۱۹۶۵، كتاب الصلاة، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو ؟

قال الكشميري: وسنده صحيح فإن فهداً شيخ الطحاوي ثقة، وعلي بن معبد تلميذ محمد بن حسن من رواة الصحيحين ورواة الجامع الصغير، وسائر الرواة ثقات (العرف الشذي، ج ا ص ۴۱۱، باب ما جاء أن صلاة الليل مثنى مثنى)

[2] رقم الحديث ۱۶۱۷، ج۲ ص ۱۷۲، باب الالف، معجم ابن الاعرابی، رقم الحديث ۸۷۴.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جن کے اخیر میں ہی سلام پھیرا کرتے تھے (طبرانی، معجم ابنِ اعرابی)

اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا (المعجم الاوسط للطبرانی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے (طبرانی)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات؛ غير السهمي، و هو:

محمد بن عبد الرحمن السهمي الباهلي عن حصين قال البخاري لا يتابع على روايته وقال الفلاس توفي سنة سبع وثمانين ومائة وقال ابن عدى عندى لا بأس به روى عنه ابن المثنى ونصر بن على انتهى وقال يحيى بن معين ضعيف ونقله بن أبي حاتم وذكره ابن حبان في الثقات وقال يروى عن حصين بن نصر أبي جعفر حدثنا خليفة حدثنا محمد بن عبد الرحمن السهمي حدثنا حصين عن أبي إسحاق عن عاصم بن ضمرة عن على رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي قبل الجمعة أربعاً وبعدها أربعاً يجعل التسليم في آخرهن ركعة (لسان الميزان، ج۷ص۲۷۷، من اسمه محمد)

و قال ابن حجر:

وفيه محمد بن عبد الرحمن السهمي وهو ضعيف عند البخاري وغيره وقال الأثرم إنه حديث واه (فتح الباری، ج۲ص۴۲۶، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها)

[2] ج۴ص۱۹۶، باب العين، رقم الحديث ۳۹۵۹)

قال الطبراني: لم يرو هذا الحديث عن خصيف إلا عتاب بن بشير "

و قال ابن حجر:

وعن بن مسعود عند الطبراني أيضا مثله وفي إسناده ضعف وانقطاع ورواه عبد الرزاق عن بن مسعود موقوفا وهو الصواب (فتح الباری، ج۲ص۴۲۶، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها)

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا، لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيْمٍ (شرح معانی الآثار للطحاوی) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جن کے درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے (یعنی چاروں رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے) (طحاوی)

اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَبَعْدَهَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: وَكَانَ عَلِيٌّ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتَّ رَكَعَاتٍ، وَبِهِ يَأْخُذُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ (مصنف عبدالرزاق) [2]

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور عبدالرزاق اسی کو لیتے ہیں (عبدالرزاق)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَأْمُرُنَا أَنْ نُصَلِّيَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا، حَتّٰى جَاءَنَا عَلِيٌّ فَأَمَرَنَا أَنْ نُصَلِّيَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَرْبَعًا (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۵۵۲۵، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل الجمعة وبعدها) [3]

---

[1] رقم الحديث ۱۹۷۰، كتاب الصلاة، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو ؟

[2] رقم الحديث ۵۵۲۴، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل الجمعة وبعدها.

[3] قلت: وهذا سند صحيح لا علة فيه، وعطاء بن السائب وإن كان اختلط؛ فالثوري قد روى عنه قبل الاختلاط.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنے کا حکم فرماتے تھے، یہاں تک کہ ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، توانہوں نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم جمعہ (کی نماز) کے بعد دو رکعتیں، اور پھر چار رکعتیں پڑھیں (عبدالرزاق)

اور حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَبَعْدَهَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: وَكَانَ عَلِيٌّ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتَّ رَكَعَاتٍ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۹۵۵۵)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابواسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (طبرانی)

حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَهَا أَرْبَعًا (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۴۰۲، کتاب الصلاة، باب الصلاة قبل الجمعة.

[2] رقم الحديث ۵۴۰۵، کتاب الصلاة، باب الصلاة قبل الجمعة.

قال ابن رجب: وقال النخعی: كانوا يحبون أن يصلوا قبل الجمعة أربعا. خرجه ابن أبی الدنيا فی " كتاب العيدين " بإسناد صحيح. (فتح الباری لابن رجب، ج۸ ص۳۲۸، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها)

ترجمہ: صحابہ وتابعین نمازِ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

اس طرح کی اور بھی روایات وآثار ہیں، جن میں سے بعض میں جمعہ کے بعد چھ رکعتوں کا ذکر ہے۔ [1]

اور بعض میں چار رکعتوں کا ذکر ہے۔ [2]

---

[1] عن أبی عبد الرحمن ، قال :قدم علينا ابن مسعود ، فكان يأمرنا أن نصلی بعد الجمعة أربعا ، فلما قدم علينا علی أمرنا أن نصلی ستا ،فأخذنا بقول علی ، وتركنا قول عبد الله ، قال :كان يصلی ركعتين ، ثم أربعا(مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۵۴۱۰،كتاب الصلاة، باب من كان يصلی بعد الجمعة ركعتين)

عن عبد الله بن حبيب ، قال :كان عبد الله يصلی أربعا ، فلما قدم علی صلی ستا ، ركعتين ، وأربعا(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۱۱)

عن عطاء ، قال :كان ابن عمر إذا صلى الجمعة ، صلى بعدها ست ركعات ، ركعتين ، ثم أربعا(ايضاً، رقم الحديث، ۵۴۱۲)

عن أبی بكر بن أبی موسى ، عن أبيه ؛ كان يصلی بعد الجمعة ست ركعات(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۱۳)

عن محمد بن المنتشر ، عن مسروق ، قال :كان يصلی بعد الجمعة ستا ، ركعتين ، وأربعا(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۱۴)

عن منصور ، عن إبراهيم ، قال :صل بعد الجمعة ركعتين ، ثم صل بعدهما ما شئت (ايضاً، رقم الحديث ۵۴۱۵)

[2] عن أبی هريرة ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كان منكم مصليا بعد الجمعة ، فليصل أربعا(مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۵۴۱۶،كتاب الصلاة، باب من كان يصلی بعد الجمعة اربعا)

عن عبد الله بن حبيب ، قال :كان عبد الله يصلی بعد الجمعة أربعا(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۱۷)

عن أبی عبيدة ، عن عبد الله ؛ أنه كان يصلی بعد الجمعة أربعا(ايضاً، رقم الحديث ۹۵۴۱۸)

عن العلاء بن المسيب ، عن أبيه ، قال :كان عبد الله يصلی بعد الجمعة أربعا(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۱۹)

عن إبراهيم ، عن علقمة ؛ أنه كان يصلی أربعا بعد الجمعة ، لا يفصل بينهن(ايضاً، رقم الحديث ۹۵۴۲۰)

عن أبی حصين ، قال :رأيت الأسود بن يزيد صلی بعد الجمعة أربعا(ايضاً، رقم الحديث ۹۵۴۲۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن کے پیشِ نظر امام ابو یوسف اور بعض دیگر حضرات نے جمعہ کی نماز کے بعد چھ رکعتوں کے پڑھنے کو سنت قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نمازِ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں، اور جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

اگر کسی نے نمازِ جمعہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد چار سنتوں کے بجائے دو رکعتیں پڑھیں، تو حنفیہ کے نزدیک اس سے اس کی جمعہ کی سنتیں ادا نہیں ہوں گی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن إبراهيم ، قال : كانوا يصلون بعدها أربعا(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۲۲)

عن عمران ، عن أبي مجلز ، قال : إذا سلم الإمام صلى ركعتين يوم الجمعة ، وإذا رجع صلى ركعتين(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۲۳)

عن مغيرة ، عن حماد ، قال : كان يستحب في الأربع التي بعد الجمعة أن لا يسلم بينهن(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۲۴)

عن عبد الرحمن بن عبد الله ؛ أنه كان يصلي بعد الجمعة أربعا(ايضاً، رقم الحديث ۵۴۲۵)

[1] قال (والتطوع بعد الجمعة أربع لا فصل بينهن إلا بتشهد وقبل الجمعة أربع) أما قبل الجمعة فلأنها نظير الظهر والتطوع قبل الظهر أربع ركعات، وفي حديث ابن عمر -رضي الله عنهما- أن النبي -صلى الله عليه وسلم- كان يتطوع قبل الجمعة أربع ركعات واختلفوا بعدها قال ابن مسعود -رضي الله عنه- أربعا وبه أخذ أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لحديث أبي هريرة -رضي الله تعالى عنه- أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال من كان مصليا بعد الجمعة فليصل أربع ركعات وقال علي -رضي الله عنه- يصلي بعدها ستا أربعا ثم ركعتين وبه أخذ أبو يوسف -رحمه الله- وقال عمر ركعتين ثم أربعا(المبسوط للسرخسي،ج ۱ ص۱۵۷، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

وأما السنة قبل الجمعة وبعدها فقد ذكر في الأصل: وأربع قبل الجمعة، وأربع بعدها، وكذا ذكر الكرخي، وذكر الطحاوي عن أبي يوسف أنه قال يصلي بعدها ستا وقيل: هو مذهب علي -رضي الله عنه- وما ذكرنا أنه كان يصلي أربعا مذهب ابن مسعود، وذكر محمد في كتاب الصوم أن المعتكف يمكث في المسجد الجامع مقدار ما يصلي أربع ركعات، أو ست ركعات أما الأربع قبل الجمعة؛ فلما روي عن ابن عمر -رضي الله عنه- أن النبي -صلى الله عليه وسلم- كان يتطوع قبل الجمعة بأربع ركعات ؛ ولأن الجمعة نظير الظهر، ثم التطوع قبل الظهر أربع ركعات كذا قبلها.

وأما بعد الجمعة فوجه قول أبي يوسف إن فيما قلنا جمعا بين قول النبي -صلى الله عليه وسلم-

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں بھی جمعہ کی سنتیں ادا ہوجائیں گی، اگرچہ چار رکعتوں کا پڑھنا اکمل وافضل ہے، کیونکہ بعض احادیث میں تعداد کا ذکر نہیں آیا، یا دو رکعت کا ذکر آیا ہے۔ [۱]

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(ماخوذ از: ''نفل وسنت نمازوں کے فضائل واحکام'' مصنفہ: مفتی محمد رضوان، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وبين فعله فإنه روى أنه أمر بالأربع بعد الجمعة وروى أنه صلى ركعتين بعد الجمعة ، فجمعنا بين قوله وفعله قال أبو يوسف :ينبغي أن يصلي أربعا، ثم ركعتين كذا روى عن علي -رضي الله عنه - كي لا يصير متطوعا بعد صلاة الفرض بمثلها، وجه ظاهر الرواية ما روى عن النبي -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :من كان مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا وما روى من فعله -صلى الله عليه وسلم - فليس فيه ما يدل على المواظبة، ونحن لا نمنع من يصلي بعدها كم شاء ، غير أنا نقول :السنة بعدها أربع ركعات لا غير؛ لما روينا(بدائع الصنائع، ج ا ، ص ۲۸۵ ، فصل الصلاة المسنونة)

[۱] اگر کوئی شخص عام حالات میں جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد بھی چار اور ہوسکے تو بعد میں چھ رکعات پڑھنے کی کوشش کیا کرے، اور کسی ضرورت ومجبوری کی وجہ سے مثلاً کسی وقت سفر کی جلدی ہو، یا نماز کھڑی ہونے سے پہلے چار رکعتوں کا وقت نہ ہو، بلکہ صرف دو رکعتوں کا وقت ہو، اور فرض نماز کے بعد جلد کسی اہم کام میں مشغولی ہو، یا اسی طرح کی کوئی ضرورت ہو، تو بعض احادیث اور دیگر فقہائے کرام کے قول کے پیشِ نظر بندہ کے نزدیک یہ دو رکعتیں سنتوں میں محسوب وشمار کرلینے کی گنجائش ہے۔ محمد رضوان۔

قال الحنفية والشافعية :تسن الصلاة قبل الجمعة وبعدها، فعند الحنفية :سنة الجمعة القبلية أربع، والسنة البعدية أربع كذلك، وقال الشافعية :أقل السنة ركعتان قبلها وركعتان بعدها، والأكمل أربع قبلها وأربع بعدها،لقوله صلى الله عليه وسلم :من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا . وقال المالكية والحنابلة :يصلي قبلها دون التقييد بعدد معين، على أن أكثر من قال بصلاة السنة يوم الجمعة حملها على تحية المسجد، ومن كره صلاة السنة يوم الجمعة كرهها لأنها توافق وقت الاستواء غالبا، لكن لو تقدمت أو تأخرت بعد ذلك فلا شيء فيها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ ص۲۷۸، ۲۷۹،سنة الجمعة، مادة''سن'')

(خاتمہ)

جمعہ کے دن کی قدر کیجئے

پیچھے تفصیل کے ساتھ جمعہ کے دن کے فضائل وفوائد ذکر کیے جاچکے ہیں، جن کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان جمعہ کے دن کی قدر و قیمت کو پہچانے، اوراس دن میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے، لیکن ان سب چیزوں سے نظر ہٹاتے ہوئے بعض محرومُ القسمت مسلمان مَرد حضرات اورخواتین کی یہ حالت ہے کہ اُن کے نزدیک جمعہ کے دن اور دوسرے دِنوں میں کوئی فرق ہی نہیں ہوتا، جو گناہ روزمرَّہ ہوتے ہیں، وہی گناہ معمول کے مطابق جمعہ کے دن بھی ہوتے ہیں، اوراس دن ان لوگوں کوعبادت کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔

بعض مَرد حضرات تو جمعہ کی نماز کی ادائیگی سے بھی محروم رہتے ہیں، اورمحروم نہ بھی رہیں تب بھی بھاگتے دوڑتے ہوئے جمعہ کی نماز تو کسی طرح ادا کرلیتے ہیں، لیکن اس سے زیادہ اُن کو توفیق نہیں ہوتی۔

اوراکثر خواتین کا تو یہ حال ہے کہ وہ جمعہ کے دن کے فضائل ہی سے واقف نہیں، اور یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ جمعہ کے دن کی اگرکوئی فضیلت وخصوصیت ہے تووہ جمعہ کی نماز کی وجہ سے ہے، اور جمعہ کی نماز مَرد حضرات پر واجب ہے، لہٰذا ہمارے ساتھ اس دن کسی عمل کی فضیلت واہمیت کا کوئی تعلق نہیں۔

اوربعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ جمعہ کے دن کام کاج سے تو چھٹی کرلیتے ہیں، لیکن اُنہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس چھٹی کا مقصد یہ تھا کہ اس دن زیادہ عبادت کا اہتمام کیا جائے۔

یہ لوگ جمعہ کے دن کام کاج سے فارغ ہوکر دنیا کے دھندوں میں مشغول ہوجاتے ہیں، اور

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نہ جانے کس کس قسم کے لغویات کا ارتکاب کر کے اس دن کی ناقدری کا باعث بنتے ہیں۔

قرآن کریم اور احادیثِ طیبہ سے واضح ہے کہ جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے اور اس دن عبادت کرنے میں خصوصی برکات وفضائل کا وعدہ ہے، اس دن حق تعالیٰ کی بندگی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، جس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمام مسلمان جمعہ مبارکہ کے دن زیادہ سے زیادہ حق تعالیٰ کے عبادت گزار اور فرماں بردار بنتے اور گناہوں سے توبہ کرتے اور ان سے بچنے کا اہتمام کرتے۔

مگر بعض لوگوں نے اس دن کی عظمت کو نہ پہچانا اور اس دن کی برکتیں حاصل کرنے پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ الٹا حق تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دی، اور اس دن ایسی چھٹی منائی کہ تمام احکامِ دین اور ترغیباتِ دین کو فراموش کر دیا۔

اس طرزِ عمل اور روِش کو ترک کرنا چاہئے، اور جمعہ کے دن کی قدر کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور جمعہ کے دن کی قدر و قیمت کو پہچان کر اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

آمین۔ ثم آمین۔ یارب العالمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

مورخہ: ۸/محرم الحرام/۱۴۳۶ھ 02/نومبر 2014ء بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

جمعہ کا مختصر خطبہ

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا . مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، واَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، اَمَّا بَعْدُ :اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ. بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَاءَ ھُمْ مُنْذِرٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ الْکَافِرُوْنَ ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ . اَئِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ. قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْھُمْ وَعِنْدَنَا کِتَابٌ حَفِیْظٌ . بَلْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَ ھُمْ فَھُمْ فِیْ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ .اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اِلَی السَّمَاءِ فَوْقَھُمْ کَیْفَ بَنَیْنَاھَا وَزَیَّنَّاھَا وَمَا لَھَا مِنْ فُرُوْجٍ . وَالْاَرْضَ مَدَدْنَاھَا وَاَلْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ بَھِیْجٍ. تَبْصِرَۃً وَّذِکْرٰی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ . وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَکًا فَاَنْبَتْنَا بِہٖ جَنَّاتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ . وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّھَا طَلْعٌ نَضِیْدٌ . رِزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ . وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :اِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ، وَاَحْسَنَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا، وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ، وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ. وَقَالَ :بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ۔ [1]

---

[1] أن النبی -صلی اللہ علیه وسلم -قال" :الحمد لله نحمده ونستعينه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادی له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له، وأن محمدا عبده ورسوله، أما بعد(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۸۹۳)

عن عمرة بنت عبد الرحمن، عن أخت لعمرة، قالت :أخذت ق والقرآن المجيد من فی رسول الله ﷺ يوم الجمعة، وهو يقرأ بها علی المنبر فی کل جمعة(مسلم، رقم الحديث ۸۷۲ "۵۰")

کان رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول فی خطبته :يحمد الله ويثنی عليه بما هو أهله، ثم يقول : من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادی له، إن أصدق الحديث کتاب الله، وأحسن الهدی هدی محمد، وشر الأمور محدثاتها، وکل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة، وکل ضلالة فی النار، ثم يقول :بعثت أنا والساعة کهاتين(سنن النسائی، رقم الحديث ۱۵۷۸)

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ مُبارَکاً عَلَیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی.
اَمَّابَعْدُ! وَنَادَوْا یَامَالِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ قَالَ إِنَّکُمْ مَّاکِثُوْنَ.
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :عَلَیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِیًّا، وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِیْ اخْتِلَافًا شَدِیْدًا، فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ، عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِیَّاکُمْ وَالْأُمُوْرَ الْمُحْدَثَاتِ.اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ ، وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ.
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ.
سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَآإِلٰـهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوْبُ إِلَیْکَ . [1]

---

[1] عن أنس، أن رجلا جاء فدخل الصف وقد حفزه النفس، فقال :الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه، فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاته قال :أيكم المتكلم بالكلمات؟ فأرم القوم، فقال :أيكم المتكلم بها؟ فإنه لم يقل بأسا فقال رجل :جئت وقد حفزنی النفس فقلتها، فقال: لقد رأيت اثنی عشر ملكا يبتدرونها، أيهم يرفعها(مسلم،رقم الحديث ۶۰۰"۱۴۹")
عن صفوان بن يعلى، عن أبيه، أنه سمع النبی صلى الله عليه وسلم يقرأ على المنبر ونادوا يا مالک (بخاری،رقم الحديث ۳۲۶۶)
فقال (رسول الله صلى الله عليه وسلم)عليكم بتقوى الله، والسمع والطاعة، وإن عبدا حبشيا، وسترون من بعدی اختلافا شديدا، فعليكم بسنتی، وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم والأمور المحدثات، فإن كل بدعة ضلالة(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۲)
ثم وجدت فی الأدب المفرد للبخاری من حديث أبی سعيد الخدری :(أيما رجل (مسلم) لم يكن عنده صدقة، فليقل (فی دعائه) اللهم صل على محمد عبدک ورسولک و(صل) على المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، فإنها له زكاة)وسنده حسن .وأخرجه أبو يعلى بنحوه(نتائج الافكار لابنِ حجر، ج۴ص۵۶،باب الصلاة على الأنبياء وآلهم تبعا لهم ﷺ، المجلس۳۰۷)
عن إسماعيل بن عبد الله بن جعفر، قال :بلغنی أن رسول الله ﷺ قال " :ما من إنسان يكون فی مجلس فيقول حين يريد أن يقوم :سبحانک اللهم وبحمدک، لا إله إلا أنت أستغفرک وأتوب إليک، إلا غفر له ما كان فی ذلک المجلس "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۷۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام

نفل وسنت

نمازوں

کے فضائل واحکام

سنت اور نفل نمازوں کے فضائل، سنت اور نفل نمازوں کے احکام

پانچوں نمازوں کے ساتھ سنت اور نفل نمازوں کے مختلف فضائل وفوائد اور احکام

نمازِ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃُ الوضوء، تحیۃُ المسجد، صلاۃُ التسبیح، نمازِ گرہن، نمازِ استسقاء، صلاۃُ التوبۃ، صلاۃُ الحاجت، نمازِ سفر، نمازِ استخارہ، نمازِ احرام، نمازِ طواف، سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت اور نمازِ نذر وغیرہ کے تفصیلی فضائل واحکام

اور نفل وسنت نمازوں سے متعلق کئی نادر مسائل کا مجموعہ

مستند احادیث، روایات وآثار، اور فقہی مراجع ومآخذ اور حوالوں کے ساتھ

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530